بسم اللہ الرحمن الرحیم
معزز قارئین توجہ فرمائیں!
منہاج السنت ڈاٹ کام پر تمام ''پی ڈی ایف'' کتب قارئین کے مطالعے اور دعوتی و اصلاحی مقاصد کے لئے اپلوڈ کی جاتی ہیں۔
تنبیہ
کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے، اور ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔
منہاج السنت النبویہ ﷺ لائبریری ٹیم

تفسیر ابن کثیر

امام المفسرین حافظ عماد الدین

ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۷۷۴ھ

۴

ترجمہ

امام العصر مولانا محمد جوناگڑھی رحمۃ اللہ علیہ

تخریج

کامران طاہر

نائب مدیر مجلس التحقیق الاسلامی

تحقیق ونظر ثانی

حافظ زبیر علی زئی

تقریظ

ابو الحسن مبشر احمد ربانی / حافظ صلاح الدین یوسف

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس پرائیویٹ لمیٹڈ

۳۰۹۵، سرسید احمد روڈ دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام	:	تفسیر ابن کثیر
جلد	:	چہارم
تالیف	:	امام المفسرین حافظ عماد الدین
ترجمہ	:	امام العصر مولانا محمد جونا گڑھی
اشاعت اول	:	اگست 2012ء
باہتمام	:	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس (پرائیویٹ لمیٹڈ)
تعداد	:	500
مطبع	:	گلشن آفسیٹ پرنٹرس، دہلی

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہِ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

ATEQAD PUBLISHING HOUSE Pvt. Ltd.
3095, Sir Syed Ahmed Road, Darya Ganj, New Delhi 2 Ph.:011- 23276879, 23266879 Fax:23256661
e-mail: ateqad@gmail.com

فہرست

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ۝

ترجمہ: جنہیں ہماری ملاقات کی توقع نہیں انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے؟ یا ہم اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ لیتے؟ ان لوگوں نے اپنے تئیں آپ ہی بہت بڑا سمجھ رکھا ہے اور سخت سرکشی کر لی ہے۔ [۲۱] جس دن یہ فرشتوں کو دیکھ لیں گے اس دن ان گنہگاروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی اور کہیں گے کہ یہ محروم ہی محروم کیے گئے۔ [۲۲] انہوں نے جو جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر انہیں پراگندہ ذرّوں کی طرح کر دیا۔ [۲۳] البتہ اس دن جنتیوں کا ٹھکانا بھی بہت بہتر ہوگا اور خوابگاہ بھی عمدہ ہوگی۔ [۲۴]

کفار کا ایک عجیب مطالبہ: [آیت: ۲۱-۲۴] کافر لوگ انکار نبوت کا ایک بہانہ یہ بھی بناتے تھے کہ اگر اللہ نے کوئی رسول بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتے کو کیوں نہ بھیجا۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ وہ ایک بہانہ یہ بھی کرتے تھے کہ ﴿لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ ❶ یعنی جب تک خود ہمیں وہ نہ دیا جائے جو رسولوں کو دیا گیا ہے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے مطلب یہ ہے کہ جس طرح نبیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ وحی لے کر آتا ہے ہمارے پاس بھی آئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا مطالبہ یہ ہو کہ فرشتوں کو دیکھ لیں خود فرشتے آ کر ہمیں سمجھائیں اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کی تصدیق کریں تو ہم آپ کو نبی مان لیں گے جیسے اور آیت میں ہے کہ کفار نے کہا ﴿اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا﴾ ❷ یعنی تو اللہ کو لے آ یا فرشتوں کو عیاناً ہمارے پاس لے آ۔ اس کی پوری تفسیر سورۂ سبحان میں گزر چکی ہے یہاں بھی ان کا یہی مطالبہ بیان ہوا ہے کہ یا تو ہمارے اوپر فرشتے اتریں یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں یہ بات اس لئے ان کے منہ سے نکلی کہ یہ اپنے تئیں بہت کچھ سمجھنے لگے تھے اور ان کا غرور حد سے بڑھ گیا تھا ان کی ایمان لانے کی نیت نہ تھی جیسے فرمان ہے ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ﴾ ❸ یعنی اگر ہم ان پر فرشتوں کو بھی اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور بھی تمام چیزیں ہم ان کے سامنے کر دیتے جب بھی انہیں ایمان لانا نصیب نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرشتوں کو یہ دیکھیں گے لیکن اس وقت ان کیلئے ان کا دیکھنا کچھ اچھا نہ ہوگا اس سے مراد سکرات موت کا وقت ہے جب کہ فرشتے کافروں کے پاس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی اور جہنم کی آگ کی انہیں خبر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث نفس جو خبیث اور ناپاک جسم میں تھا گرم ہواؤں اور گرم پانی کی طرف اور گرم سایوں کی طرف چل۔ وہ نکلنے سے رکتی ہے اور بدن میں چھپتی پھرتی ہے۔

اس پر فرشتے ان کے چہروں پر اور ان کی کمروں پر مار مارتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ﴾ ❹ یعنی کاش کہ تو ظالموں کو ان کی سکرات کے وقت دیکھتا جب کہ فرشتے انہیں مارنے کیلئے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کے عذاب چکھنے پڑیں گے کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ناحق الزامات تراشتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے مؤمنوں کا حال ان کے بالکل برعکس ہوگا۔ وہ اپنی موت کے وقت خوشخبریاں سنائے

❶ ٦/ الانعام:١٢٤۔ ❷ ١٧/ بنیٓ اسرآءیل: ٩٢۔ ❸ ٦/ الانعام:١١١۔ ❹ ٦/ الانعام:٩٣۔

جاتے ہیں اور ابدی مسرتوں کی بشارتیں دیئے جاتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ ❶ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہا اور مانا پھر اس پر جمے رہے ان کے پاس ہمارے فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو بلکہ ان جنتوں میں جانے کی خوشی مناؤ جن کا تمہیں وعدہ دیا جاتا رہا ہم تمہارے والی ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی تم جو کچھ چاہو گے پاؤ گے اور جس چیز کی خواہش کرو گے موجود ہو جائے گی۔ یہ تمہاری مہمان داری ہوگی بخشنے والے مہربان اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ''فرشتے مؤمن کی روح سے کہتے ہیں اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی تو اللہ تعالیٰ کے رحم اور رحمت کی طرف چل جو تجھ سے ناراض نہیں ہے'' ❷ مسلم: ۲۲۰۲۔ سورۂ ابراہیم کی آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ﴾ ❸ کی تفسیر میں یہ سب حدیثیں مفصل بیان ہو چکی ہیں بعضوں نے کہا ہے کہ مراد اس سے قیامت کے دن فرشتوں کا دیکھنا ہے ہو سکتا ہے کہ دونوں موقعوں پر فرشتوں کا دیکھنا مراد ہو اس میں ایک قول کی دوسرے قول سے منافات نہیں کیونکہ دونوں موقعوں پر ہر نیک و بد فرشتوں کو دیکھیں گے مؤمنوں کو رحمت و رضوان کی خوشخبری کے ساتھ فرشتوں کا دیدار ہوگا اور کافروں کو لعنت و پھٹکار اور عذابوں کی خبروں کے ساتھ۔ فرشتے اس وقت ان کافروں سے صاف کہہ دیں گے کہ اب فلاح و بہبود تم پر حرام ہے۔ حِجْرٌ کے لفظی معنی روک ہیں چنانچہ قاضی جب کسی کو اس کی مفلسی یا حماقت یا بچپن کی وجہ سے مال کے تصرف سے روک دے تو کہتے ہیں حَجَرَ الْقَاضِي عَلٰى فُلَانٍ حطیم کو بھی حجر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ طواف کرنے والوں کو اپنے اندر طواف کرنے سے روک دیتا ہے بلکہ اس کے باہر سے طواف کیا جاتا ہے عقل کو بھی عربی میں حجر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی انسان کو برے کاموں سے روک دیتی ہے۔ پس فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ جو خوشخبریاں مؤمنوں کو اس وقت ملتی ہیں اس سے تم محروم ہو یہ معنی تو اس بنا پر ہیں کہ اس جملہ کو فرشتوں کا قول کہا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مقولہ اس وقت کافروں کا ہوگا۔ ❹ وہ فرشتوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ اللہ کرے تم ہم سے آڑ میں رہو تمہیں ہمارے پاس آنا نہ ملے۔ گو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں لیکن ہیں یہ دور کے معنی۔ بالخصوص اس وقت کہ جب اس کے خلاف وہ تفسیر جو ہم نے اوپر بیان کی سلف سے مروی ہے البتہ حضرت مجاہد سے ایک قول ایسا مروی ہے لیکن ان ہی سے صراحت کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ یہ قول فرشتوں کا ہوگا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

عقیدۂ توحید کے بغیر تمام نیک اعمال بے فائدہ ہیں: پھر قیامت کے دن اعمال کے حساب کے وقت ان کے اعمال غارت اور اکارت ہو جائیں گے یہ جنہیں اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے ہوئے تھے وہ بیکار ہو جائیں گے کیونکہ یا تو وہ خلوص والے نہ تھے یا سنت کے مطابق نہ تھے اور جو عمل ان دونوں سے یا ان میں سے ایک چیز سے خالی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول نہیں اس لئے کافروں کے نیک اعمال بھی مردود ہیں ہم نے ان کے اعمال کا ملاحظہ کیا اور ان کو مثل بکھرے ہوئے ذروں کے کر دیا کہ وہ سورج کی شعاعیں جو کسی سوراخ میں سے آ رہی ہوں ان میں نظر تو آتے ہیں لیکن کوئی انہیں پکڑنا چاہے تو ہاتھ نہیں آتے ❺ جس طرح پانی جو زمین پر بہا دیا جائے وہ پھر ہاتھ نہیں آ سکتا یا غبار جو ہاتھ نہیں لگ سکتا یا درختوں کے پتوں کا چورا جو ہوا میں بکھر گیا ہو یا راکھ اور خاک جو اڑتی پھرتی ہو اسی طرح ان کے اعمال ہیں جو محض بیکار ہو گئے ان کا کوئی ثواب ان کے ہاتھ نہیں لگے گا اس لئے کہ یا تو ان میں خلوص نہ تھا یا مطابقت شریعت نہ تھی یا دونوں وصف نہ تھے پس جب یہ عالم و عادل حاکم حقیقی کے سامنے پیش ہوئے تو محض نکمے ثابت ہوئے اسی لئے اسے ردی اور ہاتھ نہ لگنے والی چیز سے تشبیہ دی گئی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

---

❶ ٤١/ حٰم السجدة: ٣٠، ٣١، ٣٢۔ ❷ نسائی، کتاب الجنائز، باب مايلقى به المؤمن من الكرامة عند خروج نفسه، ١٨٣٤ وهو صحيح؛ ابن ماجه، ٤٢٦٢۔ ❸ ١٤/ ابراهيم: ٢٧۔

❹ الطبری، ١٩/ ٢٥٤۔ ❺ ایضاً، ١٩/ ٢٥٧۔

بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ﴾ ❶ کافروں کے اعمال کی مثال راکھ جیسی ہے جسے تیز ہوا اڑا دے۔ انسان کی نیکیاں بعض بدیوں سے بھی ضائع ہو جاتی ہیں جیسے صدقہ خیرات کہ وہ احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع ہو جاتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى﴾ ❷ پس ان کے اعمال میں سے آج یہ کسی عمل پر قادر نہیں۔ اور آیت میں ان کے اعمال کی مثال اس ریت کے ٹیلے سے دی گئی جو دور سے مثل دریا کے لہریں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے جسے دیکھ کر پیاسا آدمی پانی سمجھتا ہے لیکن پاس آتا ہے تو امید ٹوٹ جاتی ہے اس کی تفسیر بھی بفضلہ گزر چکی ہے۔

پھر فرمایا کہ ان کے مقابلے میں جنتیوں کی بھی سن لو کیونکہ یہ دونوں فریق برابر کے نہیں جنتی تو بلند درجوں میں اعلیٰ بالا خانوں میں امن وامان راحت وآرام کے ساتھ عیش وعشرت میں ہونگے مقام اچھا منظر دل پسند ہر راحت موجود ہر دل خوش کن چیز سامنے جگہ اچھی مکان طیب منزل مبارک سونے بیٹھنے رہنے سہنے کا آرام برخلاف اس کے جہنمی کہ دوزخ کے نیچے کے طبقوں میں جکڑ بند اوپر نیچے دائیں بائیں آگ حسرت افسوس رنج غم پھکنا جلنا بےقراری جگر سوزی مقام بد منزل بڑی منظر خوفناک عذاب سخت۔ نیک لوگوں کے جن کے دل میں ایمان تھا اعمال مقبول ہوئے اچھی جزائیں دی گئیں بدلے ملے جہنم سے بچے جنت کے وارث ومالک بنے۔ پس یہ جو تمام بھلائیوں کو سمیٹ بیٹھے اور وہ جو ہر نیکی سے محروم رہے کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟ پس نیکوں کی سعادت بیان فرما کر بدوں کی شقاوت پر تنبیہ کر دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوئی ساعت ایسی بھی ہوگی کہ جنتی اپنی حوروں کے ساتھ دن دوپہر کو آرام فرمائیں اور جہنمی شیطانوں کے ساتھ جکڑے ہوئے دوپہر کو گھبرائیں۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ آدھے دن میں بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائیگا پس جنتیوں کے لئے دوپہر کے سونے کا وقت جنت میں ہوگا اور جہنم والوں کو جہنم میں۔'' حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ کس وقت جنتی جنت میں جائیں گے اور جہنمی جہنم میں یہ وہ وقت ہوگا جو یہاں دنیا میں دوپہر کا وقت ہوتا ہے کہ لوگ اپنے گھروں کو دو گھڑی آرام حاصل کرنے کی غرض سے لوٹتے ہیں جنتیوں کا یہ قیلولہ جنت میں ہوگا مچھلی کی کلیجی انہیں پیٹ بھر کر کھلائی جائے گی'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''دن آدھا ہو اس سے پہلے ہی پہلے جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں قیلولہ کریں گے۔'' پھر آپ نے یہی آیت پڑھی اور آیت ﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِالَى الْجَحِيْمِ﴾ ❸ بھی پڑھی جنت میں جانے والے صرف ایک مرتبہ جناب باری تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے یہی آسانی سے حساب لینا ہے پھر یہ جنت میں جا کر دوپہر کا آرام کریں گے جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝﴾ ❹ یعنی جو شخص اپنا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا اس سے بہت آسان حساب لیا جائیگا اور وہ اپنے والوں کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا اس کا ٹھکانا اور منزل بہتر ہے صفوان بن محرز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''قیامت کے دن دو شخصوں کو لایا جائیگا ایک تو وہ جو ساری دنیا کا بادشاہ تھا اس سے حساب لیا جائے گا تو اسکی پوری عمر میں ایک نیکی بھی نہ نکلے گی پس اسے جہنم کے داخلہ کا حکم ملے گا پھر دوسرا شخص آئیگا جس نے ایک کمبل میں دنیا گزاری تھی جب اس سے حساب لیا جائیگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سچا ہے اسے چھوڑ دو اسے جنت میں جانے کی اجازت دیجائیگی پھر کچھ عرصہ کے بعد دونوں کو بلایا جائیگا تو جہنمی بادشاہ تو مثل سوختہ کوئلے کے ہو گیا ہوگا اس سے پوچھا جائیگا کہو کس حال میں ہو یہ کہے گا نہایت برے حال میں اور نہایت خراب جگہ میں۔ پھر جنتی کو بلایا جائیگا اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا

❶ ١٤/ ابراهيم:١٨۔ ❷ ٢/ البقرة:٢٦٤۔ ❸ ٣٧/ الصّٰفّٰت:٦٨۔ ❹ ٨٤/ الانشقاق: ٧، ٨، ٩۔

ترجمہ: جس دن آسمان بادل پر پھٹ جائیگا اور فرشتے لگا تار اتریں گے۔[۲۵] اس دن صحیح طور پر ملک صرف رحمٰن کا ہی ہوگا یہ دن کافروں پر بڑا بھاری ہوگا[۲۶] اس دن ستمگر شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول کی راہ لی ہوتی۔[۲۷] ہائے افسوس کاش کے میں نے فلاں کو دوست بنایا ہوا نہ ہوتا۔[۲۸] اس نے تو مجھے اسکے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی شیطان تو انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔[۲۹]

= اس سے پوچھا جائیگا کہو کیسی گزر رہی ہے؟ یہ کہے گا الحمدللہ بہت اچھی اور نہایت بہتر جگہ میں ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ اپنی جگہ پھر چلے جاؤ۔'' سعید صواف رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ''مؤمن پر تو قیامت کا دن ایسا چھوٹا ہو جائیگا جیسے عصر سے مغرب تک کا وقت۔ یہ جنت کی کیاریوں میں پہنچا دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اور مخلوق کے حساب ہو جائیں پس جنتی بہتر ٹھکانے والے اور عمدہ جگہ والے ہوں گے۔''

قیامت کی ہولناکیاں اور ظالم آدمی کا انجام: [آیت:۲۵۔۲۹] قیامت کے دن جو ہولناک امور ہوں گے ان میں سے ایک آسمان کا پھٹ جانا اور نورانی ابر کا نمودار ہونا بھی ہے جس کی روشنی سے آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی پھر فرشتے اتریں گے اور میدان محشر میں تمام انسانوں کو گھیر لیں گے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلے کیلئے تشریف لائیگا جیسے فرمان ہے ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ﴾ ❶ یعنی کیا انہیں اس بات کا انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بادلوں میں آئیں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو سب انسانوں اور کل جنات کو ایک ہی میدان میں جمع کریگا تمام جانور چوپائے درندے پرندے اور کل مخلوق وہاں ہوگی' پھر آسمان اول پھٹے گا اور اس کے فرشتے اتریں گے جو تمام مخلوق کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے اور وہ گنتی میں بہت زیادہ ہونگے پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اس کے فرشتے آئیں گے جو زمین کی اور آسمان اول کی تمام مخلوق کی گنتی سے بھی زیادہ ہوں گے پھر تیسرا آسمان شق ہوگا اسکے فرشتے دونوں آسمانوں کے فرشتوں اور زمین کی مخلوق سے بھی زیادہ ہونگے سب کو گھیر کر کھڑے ہو جائیں گے پھر اسی طرح چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں پھر ہمارا رب عزوجل ابر کے سائے میں تشریف لائیگا اس کے اردگرد بزرگ تر پاک فرشتے ہونگے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی کل مخلوق سے زیادہ ہونگے ان پر سینگوں جیسے نشان ہوں گے وہ اللہ کے عرش کے نیچے اللہ کی تسبیح وتہلیل وتقدیس بیان کریں گے ان کے تلوے سے لے کر ٹخنے تک کا فاصلہ پانچ سو سال کا راستہ ہوگا اور ٹخنے سے گھٹنے تک کا بھی اتنا ہی۔ اور گھٹنے سے ناف تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور ناف سے گردن تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور گردن سے کان کی لو تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور اس کے اوپر سے سر تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا ❷ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ قیامت

---

❶ ۲/ البقرة:۲۱۰۔

❷ اس روایت میں علی بن زید ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۲/ ۳۷) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

کا نام ﴿یَوْمَ التَّلَاقِ﴾ ❶ اسی لئے ہے کہ اس میں زمین وآسمان والے ملیں گے انہیں دیکھ کر پہلے تو محشر والے سمجھ لیں گے کہ ہمارا پروردگار آیا۔

لیکن یہ سمجھائیں گے کہ وہ آنے والا ہے ابھی تک نازل نہیں ہوا۔ پھر جبکہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے آجائیں گے اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر تشریف لائیگا جسے آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے جن کے ٹخنے سے گھٹنے تک ستر سال کا راستہ ہے اور ران اور مونڈھے کے درمیان بھی ستر سال کا راستہ ہے۔ ہر فرشتہ دوسرے سے علیحدہ اور جداگانہ ہے ہر ایک کی ٹھوڑی سینے سے لگی ہوئی ہے اور زبان پر ((سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ)) کا وظیفہ ہے۔ ان کے سروں پر ایک پھیلی ہوئی سی چیز ہے جیسے قنات اس کے اوپر عرش ہوگا اس میں راوی علی بن زید بن جدعان ہیں جو ضعیف ہیں اور اس حدیث میں بہت ہی نکارت ہے۔ صور کی مشہور حدیث میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے ❷ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اور آیت میں ہے کہ اس دن ہو پڑنے والی ہو پڑے گی اور آسمان پھسپھسا ہو جائے گا اور اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے اور اس دن تیرے رب کا عرش آٹھ فرشتے لئے ہوئے ہوں گے۔ شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ ان میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہوگی "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ" اے اللہ! تو پاک ہے تو قابل ستائش وتعریف ہے باوجود علم کے پھر بھی بردباری برتنا تیرا وصف ہے جس پر ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں اور چار کی تسبیح یہ ہوگی "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ" اے اللہ! تو پاک ہے اور اپنی تعریفوں کے ساتھ ہے تیرے ہی لئے سب تعریف ہے کہ تو باوجود قدرت کے معاف فرماتا رہتا ہے۔ ابوبکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "کہ عرش کو اترتا دیکھ کر اہل محشر کی آنکھیں پھٹ جائیں گی جسم کانپ اٹھیں گے دل ہل جائیں گے۔" عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جس وقت اللہ عزوجل مخلوق کی طرف اتریگا تو درمیان میں ستر ہزار پردے ہوں گے بعض نور کے بعض ظلمت کے اس ظلمت میں سے ایک ایسی آواز نکلے گی کہ جس سے دل پاش پاش ہو جائیں گے" شاید ان کی یہ روایت ان کے دوتھیلوں میں سے لی ہوئی ہوگی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اس دن صرف اللہ تعالیٰ کی ہی بادشاہت ہوگی جیسے فرمان ہے ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ ❸ آج ملک کس کے لئے ہے؟ صرف اللہ غالب وقہار کے لئے۔ صحیح حدیث میں ہے "اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ سے لپیٹ لیگا اور زمینوں کو اپنے دوسرے ہاتھ میں لے لے گا پھر فرمائے گا میں مالک ہوں میں فیصلہ کرنے والا ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں ❹ وہ دن کفار پر بڑا بھاری پڑیگا" اسی کا بیان اور جگہ بھی ہے کہ کافروں پر وہ دن بہت گراں گزرے گا ہاں مؤمنوں کو اس دن مطلق گھبراہٹ یا پریشانی نہ ہوگی۔ حضور ﷺ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ! پچاس ہزار سال کا دن بہت ہی دراز پڑے گا آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مؤمن پر تو وہ ایک وقت کی فرض نماز سے بھی ہلکا اور آسان ہوگا۔ ❺ پیغمبر علیہ السلام کے طریقے سے اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے کھلے حق سے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کی راہ کے سوا دوسری راہوں پہ چلنے والے اس دن بڑے ہی نادم ہوں گے اور حسرت وافسوس کے ساتھ اپنے ہاتھ چبائیں گے۔ گو اس کا نزول عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں ہو یا کسی اور کے بارے میں لیکن حکم کے اعتبار سے یہ ہر ایسے ظالم کو شامل ہے جیسے فرمان ہے ﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي=

❶ ۴۰/ غافر:۱۵۔ ❷ دیکھئے سنن ابن ماجه: ۴۰۷۷ وسنده ضعیف اسماعیل بن رافع ضعیف اور محاربی مدلس راوی ہے۔

❸ ۴۰/ المؤمن:۱۶۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفة القیامة والجنة والنار، ۲۷۸۷، ۲۷۸۸؛ ابوداود، ۴۷۳۲؛ مسند ابی یعلی، ۵۵۵۸۔

❺ احمد، ۳/ ۷۵ وسنده ضعیف، یہ روایت دراج عن ابی الهیثم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝

ترجمہ: رسول کہے گا کہ اے میرے پروردگار بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔[۳۰] اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بعض گنہگاروں کو بنا دیا ہے تیرا رب ہی ہدایت کرنے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے۔[۳۱]

=النَّارِ﴾ ❶ پوری دو آیتوں تک ۔ پس ہر ظالم قیامت کے دن پچھتائے گا اپنے ہاتھوں کو چبائے گا اور آہ وزاری کر کے کہے گا کاش کہ میں نے نبی ﷺ کی راہ لی ہوتی کاش کہ میں نے فلاں کی عقیدت مندی نہ کی ہوتی جس نے مجھے راہ حق سے گم کر دیا۔ امیہ بن خلف کا اور اس کے بھائی ابی بن خلف کا بھی یہی حال ہوگا۔ اور ان کے سوا ایسے لوگوں کا بھی یہی حال ہوگا کہے گا کہ اس نے مجھے ذکر یعنی قرآن سے بے راہ کر دیا حالانکہ وہ مجھے پہنچ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے وہ اسے ناحق کی طرف بلاتا ہے اور حق سے ہٹا دیتا ہے۔

قرآن کریم کو پس پشت ڈالنے والوں کے خلاف نبی ﷺ کی شکایت: [آیت:۳۰-۳۱] قیامت کے دن اللہ کے سچے رسول آنحضرت ﷺ اپنی امت کی شکایت جناب باری میں کریں گے کہ نہ یہ لوگ قرآن کی طرف جھکتے تھے نہ رغبت سے قبولیت کے ساتھ سنتے تھے بلکہ اوروں کو بھی اس کے سننے سے روکتے تھے جیسے کہ کفار کا مقولہ خود قرآن میں ہے کہ وہ کہتے تھے ﴿لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ﴾ ❷ اس قرآن کو نہ سنو اور اس کے پڑھے جانے کے وقت شور وغل کرو۔ یہی اس کا چھوڑ رکھنا تھا نہ اس پر ایمان لاتے تھے نہ اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے نہ اس پر عمل تھا نہ اس کے احکام کو بجالاتے تھے نہ اس کے منع کردہ کاموں سے رکتے تھے بلکہ اس کے سوا اور کلاموں میں مشغول ومنہمک رہتے تھے جیسے شعر اشعار' غزلیات' باجے گاجے' راگ راگنیاں اسی طرح اور لوگوں کے کلام سے دلچسپی لیتے تھے اور ان پر عامل تھے یہی اسے چھوڑ دینا تھا ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ومنان جو ہر چیز پر قادر ہے ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی نا مرضی کے کاموں سے دست بردار ہو جائیں اور اس کے پسندیدہ کاموں کی طرف جھک جائیں وہ ہمیں اپنے کلام کی سمجھ دے اور دن رات اسی پر عمل کرنے کی ہدایت دے جس سے وہ خوش ہو وہ کریم وہاب ہے۔ پھر فرمایا جس طرح اے نبی! آپ کی قوم میں قرآن کو نظر انداز کر دینے والے لوگ ہیں اسی طرح اگلی امتوں میں بھی ایسے لوگ تھے جو خود کفر کر کے دوسروں کو اپنے کفر میں شریک کار کرتے تھے اور اپنی گمراہی کے پھیلانے کی فکر میں لگے رہتے تھے جیسے فرمان ہے ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا﴾ ❸ یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن شیاطین وانسان بنا دیئے ہیں۔ پھر فرمایا جو رسول کی تابعداری کرے' کتاب اللہ پر ایمان لائے' اللہ کی وحی پر یقین کرے' اس کا ہادی اور ناصر خود اللہ تعالیٰ ہے۔ مشرکوں کی جو خصلت اوپر بیان ہوئی اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو ہدایت پر نہ آنے دیں اور آپ سے انوں پر غالب رہیں اس لئے قرآن نے فیصلہ کیا کہ یہ نامراد ہی رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو خود ہدایت کرے گا اور مسلمانوں کی خود مدد کرے گا یہ معاملہ اور ایسوں کا مقابلہ کچھ تجھ سے ہی نہیں تمام اگلے نبیوں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا ہے۔

❶ ۳۳/ الاحزاب:۶٦۔ ❷ ٤١/ حٰم السجدۃ:٢٦۔ ❸ ٦/ الانعام:١١٢۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

ع ۳

ترجمہ: کافر کہنے لگے کہ اس پر قرآن سارا کا سارا ایک ساتھ ہی کیوں نہ اتارا گیا؟ اسی طرح ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تاکہ اس سے ہم تیرا دل قوی رکھیں ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھ سنایا ہے۔[۳۲] یہ تیرے پاس جو کوئی مثال لائیں گے ہم اس کا سچا جواب اور عمدہ توجیہ تجھے بتا دیں گے۔[۳۳] جو لوگ اپنے منہ کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے وہی بدتر مکان والے اور گمراہ تر راستے والے ہیں۔[۳۴] بلاشبہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان کے ہمراہ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر بنا دیا۔[۳۵] اور کہہ دیا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جو ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے ہیں پھر ہم نے انہیں بالکل ہی پامال کر دیا۔[۳۶] قوم نوح نے بھی جب رسولوں کو جھوٹا کہا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور لوگوں کے لئے انہیں نشان عبرت بنا دیا ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب مہیا کر رکھے ہیں۔[۳۷] اور عادیوں اور ثمودیوں اور کنوئیں والوں کو اور ان کے درمیان کی بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا۔[۳۸] ہم نے ہر ایک کے سامنے مثالیں بیان کیں پھر ہر ایک کو بالکل ہی تباہ و برباد کر دیا۔[۳۹] یہ لوگ اس بستی کے پاس سے بھی آتے جاتے ہیں جن پر بُری طرح کی بارش برسائی گئی کیا یہ پھر بھی اسے دیکھتے نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ انہیں مر کر جی اٹھنے کا عقیدہ ہی نہیں۔[۴۰]

کافروں کا اعتراض اور قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی حکمت: [آیت:۳۲۔۴۰] کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ جیسے توریت' انجیل' زبور وغیرہ ایک ساتھ پیغمبروں پر نازل ہوتی رہیں یہ قرآن ایک ہی دفعہ آنحضرت ﷺ پر کیوں نازل نہ ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہاں واقعی یہ متفرق طور پر اترا ہے تیئس برس میں نازل ہوا ہے جیسی جیسی ضرورت پڑتی گئی جو جو واقعات ہوتے رہے احکام نازل ہوتے گئے تاکہ مؤمنوں کا دل جما رہے۔ ٹھہر ٹھہر کر احکام اتریں تاکہ ایک دم عمل مشکل نہ ہو پڑے وضاحت کے ساتھ بیان ہو جائے سمجھ میں آ جائے۔ تفسیر بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی رہے۔ ہم ان کے کل اعتراضات کا صحیح اور سچا جواب دیں گے جو ان کے بیان سے بھی زیادہ واضح ہوگا جو کچھ یہ بیان کریں گے ہم ان کی تسلی کر دیں گے۔ صبح شام' رات دن' سفر حضر

میں بار بار اس نبی ﷺ کی عزت اور اپنے خاص بندوں کی ہدایت کیلئے ہمارا کلام ہمارے نبی ﷺ کی پوری زندگی تک اترتا رہے گا جس سے حضور ﷺ کی بزرگی اور فضیلت بھی ظاہر ہوتی رہے اور انبیا پر ایک مرتبہ ہی سارا کلام آ گیا اور اس بہترین نبی ﷺ سے بار بار اللہ تبارک و تعالیٰ خطاب کرتا رہا اور اس قرآن کی عظمت بھی آشکارا ہو جائے کہ یہ اتنی لمبی مدت میں نازل ہوا پس نبی ﷺ نبیوں میں اعلیٰ اور قرآن بھی سب کلاموں میں بالا اور لطیفہ یہ ہے کہ قرآن کو دونوں بزرگیاں ملیں۔ یہ ایک ساتھ لوح محفوظ سے ملاء اعلیٰ میں اترا' لوح محفوظ سے پورا کا پورا آسمان دنیا تک پہنچا پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ' سارا قرآن ایک دفعہ ہی لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر نازل ہوا پھر بیس سال تک زمین پر اترتا رہا۔' پھر اسکے ثبوت میں آپ نے ﴿وَلَا يَاْتُوْنَكَ﴾ اور آیت ﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ﴾ ❶ تلاوت فرمائی ❷ (اخرجه نسائی عن ابن عباس)۔ اس کے بعد کافروں کی جو درگت قیامت کے روز ہونے والی ہے اس کا بیان فرمایا کہ بدترین حالت اور قبیح تر ذلت میں ان کا حشر جہنم کی طرف ہوگا یہ اندھے منہ گھسیٹے جائیں گے یہی برے ٹھکانے والے اور سب سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کافروں کا حشر منہ کے بل کیسے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس نے انہیں پیر کے بل چلایا ہے وہ سر کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔'' ❸

انبیا علیہم السلام کی دشمن قومیں تباہ و برباد ہوئیں: اللہ تعالیٰ مشرکین کو اور آپ ﷺ کے مخالفین کو اپنے عذابوں سے ڈرا رہا ہے کہ تم سے پہلے کے جن لوگوں نے میرے نبیوں کی نہ مانی' ان سے دشمنی کی' ان کی مخالفت کی میں نے انہیں تہس نہس کر دیا۔ فرعونیوں کا حال تم سن چکے ہو کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا لیکن انہوں نے نہ مانا جس کے باعث عذاب الٰہی آ گیا اور سب ہلاک کر دیئے گئے۔ قوم نوح کو دیکھو انہوں نے بھی ہمارے رسول کو جھٹلایا اور چونکہ ایک رسول کا جھٹلانا تمام نبیوں کا جھٹلانا ہے اس واسطے یہاں رسل جمع کر کے کہا گیا اور یہ اس لئے بھی کہ اگر بالفرض ان کی طرف تمام رسول بھی بھیجے جاتے تو بھی یہ سب کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو نوح نبی علیہ السلام کے ساتھ کیا یہ مطلب نہیں کہ ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے گئے تھے ان کے پاس صرف حضرت نوح علیہ السلام ہی آئے تھے جو ساڑھے نو سو سال تک ان میں رہے ہر طرح انہیں سمجھایا بجھایا لیکن سوائے معدودے چند کے کوئی ایمان نہ لایا اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب کو غرق کر دیا سوائے ان کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھے۔ ایک بنی آدم روئے زمین پر نہ بچا لوگوں کے لئے ان کی ہلاکت باعث عبرت بنا دی گئی۔ جیسے فرمان ہے کہ پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر لیا حتیٰ کہ تم اسے اپنے لیے باعث عبرت بناؤ اور کشتی کو ہم نے تمہارے لئے اس طوفان سے نجات پانے اور لمبے لمبے سفر طے کرنے کا ذریعہ بنا دیا تاکہ تم اللہ کی نعمت کو یاد رکھو کہ اس نے عالمگیر طوفان سے تمہیں بچا لیا اور ایمان دار اور ایمانداروں کی اولاد میں رکھا۔ عادیوں اور ثمودیوں کا قصہ تو بارہا بیان ہو چکا ہے جیسے کہ سورۂ اعراف وغیرہ میں ﴿اَصْحٰبُ الرَّسِّ﴾ کی بابت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ''یہ ثمودیوں کی ایک بستی والے تھے۔'' ❹

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''یہ فلج (یمامہ) والے تھے جن کا ذکر سورۂ یٰسٓ میں ہے'' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ ''آذربائیجان کے ایک کنوئیں کے پاس ان کی بستی تھی'' عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''انہیں کنوئیں والے اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں

❶ ١٧/ الاسرآء:١٠٦۔ ❷ حاکم، ٢/ ٣٦٨ وسندہ حسن۔

❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الفرقان باب قوله ﴿الذين يحشرون على وجوههم إلى جهنم......﴾ ٤٧٦٠؛ صحیح مسلم، ٢٨٠٦؛ احمد، ٣/ ٢٢٩؛ ابن حبان، ٧٣٢٣۔ ❹ الطبری، ١٩/ ٢٦٩۔

نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔“ ابن اسحاق محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ایک سیاہ فام غلام سب سے اول جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کی طرف اپنا نبی بھیجا تھا لیکن اس بستی والوں میں سے بجز اس کے کوئی بھی ایمان نہ لایا بلکہ انہوں نے اللہ کے نبی کو ایک غیر آباد کنوئیں میں ویران میدان میں ڈال دیا اور اس کے منہ پر ایک بڑی بھاری چٹان رکھدی کہ یہ وہیں مر جائیں یہ غلام جنگل میں جاتا لکڑیاں کاٹ کر لاتا انہیں بازار میں فروخت کرتا اور روٹی وغیرہ خرید کر کنوئیں پر آتا اس پتھر کو سرکا دیتا جو کئی آدمیوں سے کھسک نہ سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں اسے سرکا دیتا یہ ایک رسی میں لٹکا کر روٹی اور پانی اس پیغمبر علیہ السلام کے پاس پہنچا دیتا جسے وہ کھا پی لیتے مدتوں تک یوں ہی ہوتا رہا ایک مرتبہ یہ گیا لکڑیاں کاٹیں چنیں جمع کیں گٹھڑی باندھی اتنے میں نیند کا غلبہ ہوا سو گیا اللہ تعالیٰ نے اس پر نیند ڈال دی سات سال تک وہ سوتا رہا سات سال کے بعد پھر آنکھ کھلی تو اس نے اپنی لکڑیوں کی گٹھڑی اٹھائی اور شہر کی طرف چلا اسے یہی خیال تھا کہ ذرا سی دیر کے لئے سو گیا تھا۔ شہر میں آ کر لکڑیاں فروخت کیں حسب عادت کھانا خریدا اور وہیں پہنچا دیکھتا ہے کہ کنواں تو وہاں نہیں بہت ڈھونڈا لیکن نہ ملا' یہاں یہ ہوا تھا کہ قوم کے دل ایمان کی طرف راغب ہوئے انہوں نے جا کر اپنے نبی علیہ السلام کو کنوئیں سے نکالا سب کے سب ایمان لائے پھر نبی اپنی وفات فوت ہو گئے نبی علیہ السلام بھی اپنی زندگی میں اس حبشی غلام کو تلاش کرتے رہے لیکن اس کا پتہ نہ چلا۔ پھر اس نبی کے انتقال کے بعد یہ شخص اپنی نیند سے جگایا گیا آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں پس یہ حبشی غلام ہے جو سب سے پہلے جنت میں جائیگا۔“ ❶ یہ روایت مرسل ہے اور اس میں غرابت و نکارت ہے اور شاید ادراج بھی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس روایت کو ان اصحاب رس پر چسپاں بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہاں تو مذکور ہے کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا ہاں یہ ایک توجیہ تو ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ تو ہلاک کر دیئے گئے پھر ان کی نسلیں ٹھیک ہو گئیں اور انہیں ایمان کی توفیق ملی۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ”اصحاب رس وہی ہیں جن کا ذکر سورۂ بروج میں ہے جنھوں نے خندقیں کھدوائی تھیں“ واللہ علم۔ پھر فرمایا کہ اور بھی ان کے درمیان بہت سی امتیں آئیں جو ہلاک کر دی گئیں ہم نے ان سب کے سامنے اپنا کلام بیان کر دیا تھا دلیلیں پیش کر دی تھیں معجزے دکھائے تھے عذر مٹا دیئے تھے پھر سب کو غارت اور برباد کر دیا' ۔ جیسے فرمان ہے کہ نوح کے بعد کی بھی بہت سی بستیاں ہم نے غارت کر دیں قرن کہتے ہیں امت کو جیسے فرمان ہے کہ ان کے بعد ہم نے بہت سی قرن یعنی امتیں پیدا کیں۔ قرن کی مدت بعض کے نزدیک ایک سو بیس سال ہیں کوئی کہتا ہے سو سال کوئی کہتا ہے اسی سال کوئی کہتا ہے چالیس سال اور بھی بہت سے قول ہیں زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ ایک زمانہ والے ایک قرن ہیں جب وہ سب مر جائیں تو دوسرا قرن شروع ہوتا ہے جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ ❷

پھر فرماتا ہے کہ سدوم نامی بستی کے پاس سے تو یہ عرب برابر گزرتے رہتے ہیں یہیں لوطی آباد تھے جن پر زمین الٹ دی گئی اور آسمان سے پتھر برسائے گئے اور برا مینہ ان پر برسا جو سنگلاخ پتھروں کا تھا یہ دن رات وہاں سے آمد و رفت رکھتے ہیں پھر بھی عقلمندی کو کام میں نہیں لیتے۔ یہ بستیاں تو تمہاری گزرگاہ ہیں ان کے واقعات مشہور ہیں کیا تم انہیں نہیں دیکھتے؟ یقیناً دیکھتے ہو لیکن عبرت کی آنکھیں ہی نہیں کہ سمجھ سکو اور غور کرو کہ اپنی بدکاریوں کی وجہ سے وہ اللہ کے عذابوں کے شکار ہو گئے بھس اڑا دیا گیا۔ بے نشان کر دیئے گئے بری طرح کھوج ا نکال دیا گیا اسے سوچے تو وہ جو قیامت کا قائل ہو لیکن انہیں کیا عبرت حاصل ہو گی جو قیامت ہی کے منکر ہیں۔ دوبارہ زندگی کو ہی محال جانتے ہیں۔

---

❶ الطبري، ١٩/ ٢٧١ یہ روایت ابن اسحاق کے عنعنہ اور مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❷ صحيح بخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي ﷺ، ٣٦٥١؛ صحيح مسلم، ٢٥٣٥۔

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾

ترجمہ: تمہیں جب کبھی دیکھتے ہیں تو تم سے مسخرا پن کرنے لگتے ہیں۔ کہ کیا یہی وہ شخص ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔[۴۱] وہ تو کہیے کہ ہم جمے رہے ورنہ انہوں نے تو ہمیں بہکا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی یہ جب عذابوں کو دیکھیں گے تو انہیں صاف معلوم ہو جائے گا کہ پوری طرح راہ سے بھٹکا ہوا کون تھا؟[۴۲] کیا تو نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے کیا تو اس کا ذمہ دار ہو سکتا ہے؟[۴۳] کیا تو اسی خیال میں ہے کہ ان میں کے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔[۴۴] کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے سایے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟ اگر چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا ہی کر دیتا۔ پھر ہم نے آفتاب کو اس کا راہنما بنایا[۴۵] پھر ہم نے اسے سہج سہج اپنی طرف کھینچ لیا۔[۴۶] وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ بنایا اور نیند راحت بنائی اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت۔[۴۷]

ناعاقبت اندیش کا نبی ﷺ سے استہزا: [آیت:۴۱۔۴۷] کافر لوگ اللہ کے برتر و بہتر پیغمبر حضرت احمد مجتبےٰ محمد ﷺ کو دیکھ کر ہنسی مذاق اڑاتے تھے عیب جوئی کرتے تھے اور آپ ﷺ میں نقصان بتلاتے تھے۔ یہی حالت ہر زمانے کے کفار کی اپنے نبیوں کے ساتھ رہی۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ❶ تجھ سے پہلے کے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا۔ کہنے لگے وہ تو کہیے کہ ہم جمے رہے ورنہ اس رسول ﷺ نے تو ہمیں بہکانے میں کوئی کمی نہ رکھی تھی۔ اچھا انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت پر یہ کہاں تک تھے؟ عذاب کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے۔ نفس وشیطان جس چیز کو اچھی ظاہر کرتا ہے یہ بھی اسے اچھی سمجھنے لگتے ہیں بھلا ان کا ذمہ دار تو کیسے ٹھہر سکتا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ”جاہلیت میں عرب کی یہ حالت تھی کہ جہاں کسی سفید گول مول پتھر کو دیکھا اس کی ڈنڈوت کرنے لگے اس سے اچھا کوئی نظر پڑ گیا تو اس کے سامنے جھک گئے اور اول کو چھوڑ دیا۔“ ❷ پھر فرماتا ہے یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں نہ ان کے کان ہیں نہ دل ہیں چوپائے تو خیر قدرتاً آزاد ہیں لیکن یہ جو عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے یہ ان سے بھی زیادہ بہک گئے بلکہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے اور قیام حجت کے بعد رسولوں کے پہنچ چکنے کے بعد بھی اللہ کی طرف نہیں جھکتے اس کی توحید اور =

---

❶ ٦/ الانعام:١٠۔ ❷ الدر المنثور، ٦/ ٢٦٠۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً طَهُوْرًا ۙ﴿٤٨﴾ لِّنُحْيِۦ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ڮ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾

ترجمہ: وہی ہے جو باران رحمت سے پہلے خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں[۴۸] تاکہ اس کے ذریعہ سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور اسے ہم اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں[۴۹] بیشک ہم نے اسے ان کے درمیان طرح طرح سے بیان کیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ مگر پھر بھی اکثر لوگوں نے سوائے ناشکری کے مانا نہیں۔[۵۰]

= رسول ﷺ کی رسالت کو نہیں مانتے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل: اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر دلیلیں بیان ہو رہی ہیں کہ مختلف اور متضاد چیزوں کو وہ پیدا کر رہا ہے۔ سایے کو وہ بڑھاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ وقت صبح صادق سے لے کر سورج کے نکلنے تک کا ہے اگر وہ چاہتا تو اسے ایک ہی حالت پر رکھ دیتا۔ جیسے فرمان ہے کہ اگر وہ رات ہی رات رکھے تو کوئی دن نہیں کر سکتا اور اگر وہ دن ہی دن کرے تو کوئی رات نہیں لا سکتا۔ اگر سورج نہ نکلتا تو سایے کا حال ہی معلوم نہ ہوتا ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے سایے کے پیچھے دھوپ' دھوپ کے پیچھے سایہ یہ بھی قدرت کا انتظام ہے۔ پھر سہج سہج ہم اسے یعنی سایے کو یا سورج کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں ایک گھٹتا جاتا ہے دوسرا بڑھتا جاتا ہے تو اور یہ انقلاب سرعت سے ہوتا جاتا ہے۔ کوئی جگہ سایہ دار باقی نہیں رہتی صرف گھروں کے چھپروں کے اور درختوں کے نیچے سایہ رہ جاتا ہے اور ان کے بھی اوپر دھوپ کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہم اسے اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ اسی نے رات کو تمہارے لئے لباس بنایا ہے کہ وہ تمہارے وجود پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ جیسے فرمان ہے قسم ہے رات کی جب کہ ڈھانپ لے' اسی نے نیند کو سبب راحت وسکون بنایا ہے کہ اس وقت حرکت موقوف ہو جاتی ہے اور دن بھر کے کام کاج سے جو تھکن چڑھ گئی تھی وہ اس آرام سے اتر جاتی ہے اور بدن کو اور روح کو راحت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر دن کو اٹھ کھڑے ہوتے ہو پھیل جاتے ہو۔ اور روزی کی تلاش میں لگ جاتے ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے رات دن مقرر کر دیا ہے کہ تم سکون و آرام بھی حاصل کر لو اور اپنی روزیاں بھی تلاش کر لو۔

بارش اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام: [آیت:۴۸۔۵۰] اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور قدرت بیان فرما رہا ہے کہ وہ بارش سے پہلے بارش کی خوش خبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے ان ہواؤں میں رب نے بہت سے خواص رکھے ہیں۔ بعض بادلوں کو پراگندہ کر دیتی ہیں بعض نہیں اٹھاتی ہیں بعض انہیں لے چلتی ہیں بعض خنک اور بھیگی ہوئی چل کر لوگوں کو باران رحمت کی طرف متوجہ کر دیتی ہیں۔ بعض اس سے پہلے زمین کو تیار کر دیتی ہیں بعض بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں اور انہیں بوجھل کر دیتی ہیں۔ آسمان سے ہم پاک صاف پانی برساتے ہیں کہ وہ پاکیزگی کا آلہ بنے یہاں طہور ایسا ہی ہے جیسا سحور اور وجور وغیرہ۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ فعول معنی میں فاعل کے ہے یا یہ مبالغہ کے لئے بنی ہے یا متعدی کے لئے یہ سب اقوال لغت اور حکم کے اعتبار سے مشکل ہیں پوری تفصیل کے لائق یہ مقام نہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ''میں حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بارش کے زمانہ میں نکلا بصرے کے راستے اس وقت بڑے گندے ہو رہے تھے آپ نے ایسے راستے پر نماز ادا کی میں نے آپ کو توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا اسے آسمان

کے پاک پانی نے پاک کر دیا۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں۔'' حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ نے اسے پاک اتارا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بئر بضاعہ سے وضو کر لیں؟ یہ ایک کنواں ہے جس میں گندگی اور کتوں کے گوشت پھینکے جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔'' ❶ امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ نے اسے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد اور امام ترمذی رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا ہے نسائی میں بھی یہ روایت ہے عبدالملک بن مروان کے دربار میں ایک مرتبہ پانی کا ذکر چھڑا تو خالد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بعض پانی آسمان کے ہوتے ہیں بعض پانی وہ ہوتا ہے جسے ابر سمندر سے پیتا ہے اور اسے گرج کڑک اور بجلی میٹھا کر دیتی ہے لیکن اس سے زمین میں پیداوار نہیں ہوتی ہاں آسمانی پانی سے پیداوار اگتی ہے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آسمان کے پانی کے ہر قطرہ سے چارہ گھاس وغیرہ پیدا ہوتا ہے یا سمندر میں لؤلؤ اور موتی پیدا ہوتے ہیں یعنی ''فِي الْبَرِّ بُرٌّ وَّفِي الْبَحْرِ دُرٌّ'' زمین میں گیہوں اور سمندر میں موتی۔ پھر فرمایا کہ اسی سے ہم غیر آباد بنجر خشک زمین کو زندہ کر دیتے ہیں وہ لہلہانے لگتی ہے اور تروتازہ ہو جاتی ہے جیسے فرمان ہے ﴿فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ﴾ ❷ علاوہ مردہ زمین کے زندہ ہو جانے کے یہ پانی حیوانوں اور انسانوں کے پینے میں آتا ہے ان کے کھیتوں اور باغات کو پلایا جاتا ہے جیسے فرمان ہے کہ وہ اللہ وہی ہے جو لوگوں کی کامل ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برساتا ہے۔ اور آیت میں ہے کہ اللہ کے آثار رحمت کو دیکھو کہ کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے ساتھ ہی میری قدرت کا ایک نظارہ یہ بھی دیکھو کہ ابر اٹھتا ہے گرجتا ہے لیکن جہاں میں چاہتا ہوں برستا ہے اس میں حکمت و حجت ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ''کوئی سال کسی سال سے کم و بیش بارش کا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ جہاں چاہے برسائے جہاں سے چاہے پھیر لے۔'' ❸ پس چاہیے تھا کہ ان نشانات کو دیکھ کر اللہ کی ان زبردست حکمتوں کو اور قدرتوں کو سامنے رکھ کر اس بات کو بھی مان لیتے کہ بیشک ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور یہ بھی جان لیتے کہ بارشیں ہمارے گناہوں کی شامت سے بند کر لی جاتی ہیں تو ہم گناہ چھوڑ دیں لیکن ان لوگوں نے ایسا نہ کیا بلکہ ہماری نعمتوں پر اور ناشکری کی۔

ایک مرسل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا ''کہ میں بادل کی نسبت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں'' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا بادلوں پر جو فرشتہ مقرر ہے وہ یہ ہے آپ ان سے جو چاہیں دریافت فرما لیں اس نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے پاس تو اللہ کا حکم آتا ہے کہ فلاں فلاں شہر میں اتنے اتنے قطرے برساؤ ❹ ہم تعمیل ارشاد کر دیتے ہیں۔ بارش جیسی نعمت کے وقت اکثر لوگوں کے کفر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے یہ بارش برسائے گئے۔ ❺ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ بارش برس چکنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لوگو جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا؟'' انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جاننے والا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سنو اللہ نے فرمایا ہے =

---

❶ احمد، ۳/ ۱۵، ۳۱؛ ابوداود، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی بئر بضاعة، ٦٦ وسنده حسن، ترمذی، ٦٦؛ نسائی، ۳۲۷؛ مسند ابی یعلی، ۱۳۰٤؛ معانی الآثار، ۱/ ۱۲؛ بیهقی، ۱/ ۲۵۷؛ ابن الجارود، ٤٧؛ دارقطنی، ۱/ ۲۹۔

❷ ۲۲/ الحج: ۵۔ ❸ الطبری، ۱۹/ ۲۸۰ وسنده صحیح، حاکم، ۲/ ٤٠٣۔

❹ یہ روایت مرسل ہے اور اس کی سند میں عمر مولیٰ غفرہ ضعیف اور کثیر الارسال راوی ہے۔ (التقریب: ۲/ ۵۹ رقم: ٤٦٩)

❺ الطبری، ۱۹/ ۲۸۰۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿٥٤﴾

ترجمہ: اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔[٥١] پس تو کافروں کا کہنا نہ کر اور بحکم الٰہی ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کر۔[٥٢] وہی ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا رکھے ہیں یہ ہے میٹھا اور مزے دار اور یہ ہے کھاری کڑوا اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب اور مضبوط اوٹ کر دی۔[٥٣] وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا تیرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے۔[٥٤]

= میرے بندوں میں سے بہت سے میرے ساتھ مؤمن ہو گئے اور بہت سے کافر ہو گئے جنھوں نے کہا کہ صرف اللہ کے فضل وکرم سے یہ بارش ہم پر برسی ہے وہ تو میرے ساتھ ایمان رکھنے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنھوں نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں تارے کے اثر سے پانی برسایا گیا وہ میرے ساتھ کفر کرنے اور تاروں کے ساتھ ایمان لائے۔'' ❶

قدرت الٰہی کی ایک اور ترغیب سنائی: [آیت:٥١۔٥٤] اگر رب چاہتا تو ہر ہر بستی میں ایک ایک نبی بھیج دیتا لیکن اس نے تمام دنیا کی طرف صرف ایک ہی نبی بھیجا ہے اور پھر اسے حکم دیدیا ہے کہ اس قرآن کا وعظ سب کو سنا دے جیسے فرمان ہے کہ میں اس قرآن سے تمھیں اور جس جس کو یہ پہنچے ہوشیار کر دوں اور ان تمام جماعتوں میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کے ٹھہرنے کی جگہ جہنم ہے۔ اور فرمان ہے کہ تو مکہ والوں کو اور چاروں طرف کے لوگوں کو آگاہ کر دے۔ اور آیت میں ہے کہ اے نبی! آپ ﷺ کہہ دیجئے اے تمام لوگو! میں تم سب کی طرف رسول اللہ بن کر آیا ہوں۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے ''میں سرخ وسیاہ سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔'' ❷ بخاری ومسلم کی اور حدیث میں ہے کہ ''تمام انبیا اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے رہے اور میں عام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔'' ❸ پھر فرمایا کافروں کا کہنا نہ ماننا اور اس قرآن کے ساتھ ان سے بہت بڑا جہاد کرنا۔ جیسے ارشاد ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ❹ یعنی اے نبی! کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کرتے رہو۔ اسی رب نے پانی کو دو طرح کا کر دیا ہے میٹھا اور کھاری۔ نہروں چشموں اور کنوؤں کا پانی عموماً شیریں صاف اور خوش ذائقہ ہوتا ہے بعض ٹھہرے ہوئے سمندروں کا پانی کھاری اور بدمزہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر بھی شکر کرنا چاہیے کہ اس نے میٹھے پانی کی چاروں طرف ریل پیل کر دی کہ لوگوں کو نہانے دھونے اور اپنے کھیت اور باغات کو پانی دینے میں آسانی رہے۔ مشرقوں اور مغربوں میں محیط سمندر کھاری پانی کے اس نے بہا دیئے جو ٹھہرے ہوئے ہیں ادھر ادھر بہتے نہیں لیکن موجیں مار رہے ہیں۔ تلاطم پیدا کر رہے ہیں بعض میں مدوجزر ہے۔ ہر مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں تو ان میں زیادتی اور بہاؤ ہوتا ہے پھر چاند کے گھٹنے کے ساتھ وہ گھٹتا جاتا ہے یہاں =

❶ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب یستقبل الامام الناس اذا سلم، ٨٤٦، صحیح مسلم، ٧١؛ ابوداود، ٣٩٠٦؛ احمد، ٤/ ١١٧؛ ابن حبان ١٨٨۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ٥٢١۔

❸ صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب ١، حدیث ٣٣٥؛ صحیح مسلم، ٥٢١۔ ❹ ٦٦/ التحریم: ٩۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۝ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝ ۛ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ق اَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝

ترجمہ: یہ اللہ کو چھوڑ کر انکی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انہیں کوئی نفع دے سکیں نہ کوئی نقصان پہنچا سکیں۔ کافر تو ہے ہی اپنے رب کی طرف پیٹھ کرنے والا۔[۵۵] ہم نے تو تجھے خوش خبری اور ڈر سنانے والا نبی بنا کر بھیجا ہے۔[۵۶] کہہ دے کہ میں قرآن کے پہنچانے پر تم سے کسی بدلہ کو نہیں چاہتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راہ پکڑنا چاہے۔[۵۷] اس ہمیشہ زندہ اللہ پر توکل کر جسے کبھی موت نہیں اور اسکی تعریف بیان کرتا رہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے۔[۵۸] وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دن میں پیدا کر دیا۔ پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ وہ رحمٰن ہے تو اسکے بارے میں کسی خبردار سے پوچھ لے۔[۵۹] ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو جواب دیتے ہیں رحمٰن ہے کیا؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دیدے ان کا تو بدکنا ہی بڑھتا ہے۔[۶۰]

= تک کہ آخر میں اپنی حالت پر آ جاتا ہے پھر جہاں چاند چڑھا یہ بھی چڑھنے لگا چودہ تاریخ تک برابر چاند کے ساتھ چڑھتا رہا۔ پھر اترنا شروع ہوا۔ ان تمام سمندروں کو اسی اللہ نے پیدا کیا ہے وہ پوری اور زبردست قدرت والا ہے۔ کھاری اور گرم پانی گو پینے کے کام نہیں آتا لیکن ہواؤں کو صاف کر دیتا ہے جس سے انسانی زندگی ہلاکت میں نہ پڑے اس میں جو جانور مر جاتے ہیں ان کی بدبو دنیا والوں کو ستا نہیں سکتی اور کھاری پانی کے سبب سے اس کی ہوا صحت بخش اور اسکا مزہ پاک طیب ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے جب سمندر کے پانی کی نسبت سوال ہوا کہ کیا ہم اس سے وضو کر لیں؟ تو آپ ﷺ فرمایا'' اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے۔'' ❶ مالک' شافعی اور اہل سنن رحمہ اللہ علیہم نے اسے روایت کیا ہے اور اسناد بھی صحیح ہے۔ پھر اس کی اس قدرت کو دیکھو کہ محض اپنی طاقت سے اور اپنے حکم سے ایک کو دوسرے سے جدا رکھا ہے نہ کھاری میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کھاری میں مل سکے جیسے فرمان ہے ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝﴾ ❷ اس نے دونوں سمندر جاری کر دیئے کہ دونوں مل جائیں اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب قائم کر دیا ہے کہ حد سے نہ بڑھیں پھر تم اپنے رب کی کس نعمت کے انکاری ہو؟ اور آیت میں ہے کون ہے وہ جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس میں جگہ جگہ دریا جاری کر دیئے اس پر پہاڑ قائم کر دیئے اور دو سمندروں کے درمیان اوٹ کر دی کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بات یہ ہے کہ ان مشرکین کے اکثر لوگ بے علم ہیں اس نے انسان کو ضعیف نطفے

❶ ابو داود، کتاب الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، ۸۳ وسنده صحيح؛ ترمذى، ۶۹؛ نسائى، ۳۳۳؛ ابن ماجه، ۳۸۶۔

❷ ۵۵/ الرحمٰن: ۱۹، ۲۰۔

سے پیدا کیا ہے پھر اسے ٹھیک ٹھاک اور برابر بنایا ہے اور اچھی پیدائش میں پیدا کر کے پھر اسے مرد یا عورت بنایا۔ پھر اس کے لئے نسب کے رشتے دار بنا دیئے پھر کچھ مدت بعد سسرالی رشتے قائم کر دیئے۔ اتنے بڑے قادر اللہ کی قدرتیں تمہارے سامنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہئے: [آیت:۵۵-۶۰] مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ بت پرستی کرتے ہیں۔ اور بلا دلیل وحجت ان کی پوجا کرتے ہیں جو نہ نفع کے مالک نہ نقصان کے صرف باپ دادوں کی دیکھا دیکھی نفسانی خواہشات سے ان کی محبت و عظمت دل میں جمائے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے دشمنی اور مخالفت رکھتے ہیں۔ شیطانی لشکر میں شامل ہو گئے ہیں اور رحمانی لشکر کے مخالف ہو گئے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ انجام کار غلبہ اللہ والوں کو ہی ہوگا۔ یہ اس امید میں ہیں کہ یہ معبودان باطل ان کی امداد کریں گے حالانکہ محض غلط ہے یہ خواہ مخواہ ان کی طرف سے سینہ سپر ہو رہے ہیں۔ انجام کار مؤمنوں کے ہی ہاتھ رہے گا دنیا و آخرت میں ان کا پروردگار ان کی امداد کرے گا۔ ان کفار کو تو شیطان صرف اللہ کی مخالفت پر ابھار دیتا ہے اور کچھ نہیں۔ سچے اللہ کی عداوت ان کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ شرک کی محبت بٹھا دیتا ہے یہ اللہ کے احکام سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ رسول ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں مؤمنوں کو خوش خبری سنانے والا اور کفار کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اطاعت گزاروں کو جنت کی بشارت دیجئے اور نافرمانوں کو جہنم کے عذابوں سے مطلع فرما دیجئے۔ لوگوں میں عام طور پر اعلان کر دیجئے کہ میں اپنی تبلیغ کا بدلہ اپنے وعظ کا معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ارادہ اس سے سوائے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی تلاش کے اور کچھ نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے جو راہ راست پر آنا چاہے اس کے سامنے صحیح راستہ نمایاں کر دوں اے پیغمبر اپنے تمام کاموں میں اس اللہ پر بھروسہ رکھیئے جو ہمیشگی اور دوام والا ہے جو موت وفوت سے پاک ہے جو اول وآخر ظاہر وباطن اور ہر چیز کا عالم ہے جو دائم باقی سرمدی ابدی حی وقیوم ہے۔ جو ہر چیز کا مالک اور رب ہے اس کو اپنا ماؤی ملجا ٹھہرا لے۔ اسی کی ذات ایسی ہے کہ اس پر توکل کیا جائے ہر گھبراہٹ میں اسی کی طرف جھکا جائے۔ وہ کافی ہے وہی ناصر ہے۔ وہی مؤید ومظفر ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْـزِلَ اِلَيْكَ﴾ ❶ اے نبی جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے یہ نہ کیا تو آپ نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ آپ بے فکر رہئے اللہ آپ کو لوگوں کے برے ارادے سے بچا لے گا۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ مدینہ طیبہ کی کسی گلی میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اے سلمان سجدہ نہ کر سجدے کے لائق وہ ہے جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے جس پر کبھی موت نہیں'' (ابن ابی حاتم) اور اس کی تسبیح وحمد بیان کرتا رہ۔ چنانچہ حضور ﷺ اس کی تعمیل میں فرمایا کرتے تھے ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ)) ❷ مراد اس سے یہ ہے کہ عبادت اللہ ہی کی کر توکل صرف اسی کی ذات پر کر۔ جیسے فرمان ہے مشرق مغرب کا رب وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز سمجھ اور جگہ ہے ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ❸ اسی کی عبادت کر اسی پر بھروسہ رکھ۔ اور آیت میں ہے کہ اعلان کر دے کہ اسی رحمٰن کے ہم بندے ہیں اور اسی پر ہمارا کامل بھروسہ ہے اس پر بندوں کے کرتوت ظاہر ہیں کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں کوئی بھید کی بات بھی اس سے مخفی نہیں۔ وہی تمام چیزوں کا خالق مالک قابض ہے وہی ہر جاندار کا روزی رساں ہے اس نے اپنی قدرت وعظمت سے آسمان و زمین جیسی زبردست مخلوق کو چھ دن میں پیدا کر دیا ہے پھر عرش پر قرار پکڑا ہے کاموں کی تدبیروں کا انجام اسی کی طرف سے اور اسی =

❶ ٥/ المآئدة:٦٧-

❷ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الدعا فی الرکوع، ٧٩٤؛ صحیح مسلم، ٤٨٤؛ ابوداود، ٨٧٧؛ ابن ماجه، ٨٨٩؛ احمد، ٦/ ٤٣؛ ابن حبان، ١٩٢٩؛ بيهقی، ٢/ ١٠٩-

❸ ١١/ هود:١٢٣-

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾

ترجمہ: بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں آفتاب بنایا اور منور مہتاب بھی۔[٦١] اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا اس شخص کی نصیحت کیلئے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکرگزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔[٦٢]

= کے حکم اور تدبیر کا مرہون ہے۔ اس کا فیصلہ سچا اور اچھا ہی ہوتا ہے جو ذات باری کا عالم ہو جو صفات الٰہی سے آگاہ ہو تو اس سے اس کی شان دریافت کر لے یہ ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات کی پوری خبرداری رکھنے والے اس کی ذات سے پورے واقف آنحضرت ﷺ ہی تھے جو دنیا اور آخرت میں تمام اولاد آدم کے علی الاطلاق سردار تھے' جو ایک بات بھی اپنی طرف سے نہیں کہتے تھے بلکہ جو فرماتے تھے وہ فرمودہ رحمان ہی ہوتا تھا۔ آپ نے جو جو صفتیں اللہ کی بیان کی ہیں سب حق ہیں۔ آپ ﷺ نے جو خبریں دیں سب سچ ہیں' سچے امام آپ ﷺ ہی ہیں تمام جھگڑوں کا فیصلہ آپ ﷺ ہی کے حکم سے کیا جا سکتا ہے۔ جو آپ ﷺ کی بات بتلائے وہ سچا جو آپ کے خلاف کہے وہ مردود خواہ کوئی بھی ہو۔ اللہ کا فرمان واجب الاذعان کھلے طور سے صادر ہو چکا ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ﴾ ❶ تم اگر کسی چیز میں جھگڑو تو اسے اللہ اور اسکے رسول کی طرف لوٹاؤ۔

اور فرمان ہے ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ ❷ تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے اور فرمان ہے ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ ❸ تیرے رب کی باتیں جو خبروں میں سچی اور حکم وممانعت میں عدل کی ہیں پوری ہو چکیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے قرآن ہے مشرکین اللہ کے سوا اوروں کو سجدے کرتے تھے ان سے جب رحمٰن کو سجدہ کرنے کو کہا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ وہ اس سے منکر تھے کہ اللہ کا نام رحمٰن ہے جیسے حدیبیہ والے سال حضور ﷺ نے صلح نامہ کے کاتب سے فرمایا ((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)) لکھ۔ تو مشرکین نے کہا نہ ہم رحمٰن کو جانیں نہ رحیم کو' ہمارے رواج کے مطابق بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھ۔ ❹ اس کے جواب میں یہ آیت اتری ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ ❺ کہہ دے کہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو جس نام سے اسے چاہو پکارو اسکے بہت سے بہترین نام ہیں۔ وہی اللہ ہے وہی رحمٰن ہے۔ پس مشرکین کہتے تھے کہ کیا صرف تیرے کہنے سے ہم ایسا کر لیں۔ الغرض وہ اور نفرت میں بڑھ گئے۔ برخلاف مؤمنوں کے کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو رحمٰن ورحیم ہے اسی کو عبادت کے لائق سمجھتے ہیں اور اسی کے لئے سجدے کرتے ہیں۔ علمائے رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ سورۂ فرقان کی اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ مشروع ہے جیسے کہ اس کی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔

آفتاب ومہتاب اور دن رات اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل: [آیت: ٦١-٦٢] اللہ تعالیٰ کی بڑائی' عظمت' قدرت' رفعت کو دیکھو کہ اس نے آسمان میں برج بنائے۔ اس سے مراد یا تو بڑے بڑے ستارے ہیں یا چوکیداری کے برج ہیں۔ پہلا قول زیادہ ظاہر =

❶ ٤/ النسآء: ٥٩۔ ❷ ٤٢/ الشوریٰ: ١٠۔ ❸ ٦/ الانعام: ١١٥۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة أهل الحرب و كتابة الشروط، ٢٧٣١، ٢٧٣٢؛ صحیح مسلم، ١٧٨٤۔ ❺ ١٧/ الاسرآء: ١١٠۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

ترجمہ: رحمٰن کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔[۶۳] اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں۔[۶۴] اور جو یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے دوزخ کا عذاب پرے ہی پرے رکھ۔ کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔[۶۵] وہ جائے قرار اور مقام دونوں کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔[۶۶] اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راہ ہوتی ہے۔[۶۷]

= ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ بڑے بڑے ستاروں سے مراد بھی یہی برج ہوں۔ اور آیت میں ہے کہ آسمان دنیا کو ہم نے ستاروں کے ساتھ مزین بنایا۔ سراج سے مراد سورج ہے جو چمکتا رہتا ہے۔ اور مثل چراغ کے ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا﴾ ❶ اور ہم نے روشن چراغ یعنی سورج بنایا۔ اور چاند بنایا جو منور اور روشن ہے دوسرے نور سے جو سورج کے سوا ہے۔ جیسے فرمان ہے اس نے سورج کو روشن بنایا اور چاند کو نور بنایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ ❷ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے ہیں اس کی قدرت کا نظام ہے یہ جاتا ہے وہ آتا ہے اس کا جانا اس کا آنا ہے۔ جیسے فرمان ہے اس نے تمہارے لئے سورج چاند پے درپے آنے جانے والے بنائے ہیں۔ اور جگہ ہے رات دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور جلدی جلدی اسے طلب کرتی آتی ہے نہ سورج چاند سے آگے بڑھ سکے نہ رات دن سے سبقت کر سکے۔ اسی سے اس کی عبادتوں کے وقت اس کے بندوں کو معلوم ہوتے ہیں رات کا فوت شدہ عمل دن میں پورا کر لیں۔ دن کا رہ گیا ہوا عمل رات کو ادا کر لیں۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ رات کو اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کر لے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کر لے۔ ❸

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دن ضحیٰ کی نماز میں بڑی دیر لگا دی۔ سوال پر فرمایا کہ رات کا میرا وظیفہ کچھ باقی رہ گیا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے پورا یا قضا کرلوں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی'' ﴿خِلْفَةً﴾ کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ مختلف یعنی دن روشن رات تاریک اس میں اجالا اس میں اندھیرا یہ نورانی وہ ظلماتی۔ ❹

اللہ کے بندوں کے اوصاف: [آیت: ۶۳۔۶۷] اللہ تعالیٰ کے مؤمن بندوں کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ زمین پر سکون ووقار کے ساتھ، تواضع، عاجزی مسکینی اور فروتنی سے چلتے پھرتے ہیں۔ تکبر، تجبر، فساد اور ظلم وستم نہیں کرتے جیسے حضرت لقمان علیہ السلام

❶ ۷۸/ النبا:۱۳۔ ❷ ۷۱/ نوح:۱۵، ۱۶۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تکررت الذنوب والتوبة، ۲۷۵۸؛ ابن ماجه، ۱۹۵؛ احمد، ۴/ ۳۹۵؛ شعب الایمان، ۷۰۷۵؛ بیهقی، ۸/ ۱۳۶؛ الایمان، ۷۷۹؛ مسند الطیالسی، ۳۹۰۔ ❹ الطبری، ۱۹/ ۲۹۰۔

نے اپنے لڑکے سے فرمایا تھا کہ اکڑ کر نہ چلا کر۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تصنع اور بناوٹ سے کمر جھکا کر بیماروں کی طرح قدم قدم چلنا' یہ تو ریا کاروں کا کام ہے کہ وہ اپنے تئیں لوگوں کو دکھانے کے لئے اور دنیا کی نگاہیں اپنی طرف اٹھانے کیلئے ایسا کرتے ہیں۔آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ اس کے بالکل برعکس تھی آپ کی چال ایسی تھی کہ گویا آپ ﷺ کسی اونچائی سے اتر رہے ہیں ❶ اور گویا کہ زمین آپ ﷺ کے لئے لپٹی جا رہی ہے۔ ❷ سلف صالحین نے بیماروں کی سی تکلیف والی چال کو مکروہ فرمایا ہے۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ بہت آہستہ آہستہ چل رہا ہے۔آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو کچھ بیمار ہے؟اس نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا پھر یہ کیا چال ہے؟ خبردار جواب اس طرح چلا تو کوڑے کھائے گا' طاقت کے ساتھ جلدی جلدی چلا کرو۔پس یہاں مراد تسکین وقار کے ساتھ شریفانہ چال چلنا ہے نہ کہ ضعیفانہ اور مریضانہ۔چنانچہ ایک حدیث میں ہے ''کہ جب نماز کے لئے آؤ تو دوڑ کر نہ آؤ بلکہ تسکین کے ساتھ آؤ جو جماعت کے ساتھ مل جائے ادا کرلو اور جو فوت ہو جائے پوری کر لو۔'' ❸ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں نہایت ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ مؤمنوں کی آنکھیں اور ان کے کان اور ان کے اعضاء جھکے ہوئے اور رکے ہوئے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ گنوار اور بیوقوف لوگ انہیں بیمار سمجھ لیتے ہیں۔حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ خوف الٰہی سے جھکے جاتے ہیں ویسے پورے تندرست ہیں''لیکن دل اللہ کے خوف سے پر ہیں' آخرت کا علم دنیا طلبی سے اور یہاں کے ٹھاٹھ سے انہیں روکے ہوئے ہے۔ یہ قیامت کے دن کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ انہیں دنیا میں کھانے پینے وغیرہ کا غم لگا رہتا تھا' نہیں نہیں اللہ کی قسم دنیا کا کوئی غم ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتا تھا۔ہاں انہیں آخرت کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا تھا جنت کے کسی کام کو وہ بھاری نہیں جانتے تھے' ہاں جہنم کا خوف انہیں رلاتا رہتا تھا جو شخص اللہ کے خوف دلانے سے بھی خوف نہ کھائے اس کا نفس حسرتوں کا مالک ہے جو شخص کھانے پینے کو ہی اللہ کی نعمت سمجھے وہ کم علم ہے اور عذابوں میں پھنسا ہوا ہے۔پھر اپنے نیک بندوں کا وصف بیان فرمایا کہ جب جاہل لوگ ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو یہ بھی ان کی طرح جہالت پر نہیں اتر آتے بلکہ درگزر کر لیتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں اور سوائے بھلی بات کے گندی باتوں سے اپنی زبان آلودہ نہیں کرتے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جوں جوں دوسرا آپ پر تیز ہوتا آپ اتنے ہی نرم ہوتے۔ یہی وصف قرآن کریم کی اس آیت میں بیان ہوا ہے ﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ﴾ ❹ مؤمن لوگ بیہودہ باتیں سن کر منہ پھیر لیتے ہیں۔ایک حسن سند سے مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی شخص نے دوسرے کو برا بھلا کہا لیکن اس نے پلٹ کر جواب دیا کہ تجھ پر سلام ہو۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا''تم دونوں کے درمیان فرشتہ موجود تھا وہ تیری طرف سے گالیاں دینے والے کو جواب دیتا تھا وہ جو گالی تجھے دیتا تھا فرشتہ کہتا تھا یہ نہیں بلکہ تو اور جب تو کہتا تھا تجھ پر سلام تو فرشتہ کہتا تھا اس پر نہیں بلکہ تجھ پر تو ہی سلامتی کا پورا حقدار ہے'' ❺ پس فرمان ہے کہ یہ اپنی زبان کو گندی نہیں کرتے' برا کہنے والوں کو برا نہیں کہتے

---

❶ ترمذی، کتاب المناقب، باب وصف علی النبی ﷺ، ٣٦٣٧ وھو حسن، احمد، ٢/ ١٤٤۔

❷ ترمذی، کتاب المناقب، قول ابی ھریرۃ مارایت شیئا احسن......٣٦٤٨، وھو صحیح۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب لایسعی الی الصلاۃ ولیاتھا بالسکینۃ والوقار، ٦٣٦؛ صحیح مسلم، ٦٠٢؛ ابوداود، ٥٧٢؛ ترمذی، ٣٢٧؛ ابن ماجه، ٧٧٥؛ احمد، ٢/ ٢٣٨؛ ابن حبان، ٢١٤٥۔

❹ ٢٨/ القصص:٥٥۔

❺ احمد، ٥/ ٤٤٥ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ٨/ ٧٥۔

سوائے بھلے کلمے کے زبان سے اور کوئی لفظ نہیں نکالتے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دوسرا ان پر ظلم کرے یہ صلح اور برداشت کرتے ہیں دن کو اللہ کے بندوں کے ساتھ اس طرح گزارتے ہیں کہ ان کی کڑوی کسیلی سن لیتے ہیں اور رات کو جس حالت میں گزارتے ہیں اس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔ فرماتا ہے کہ رات اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں بسر ہوتی ہے بہت کم سوتے ہیں صبح کو استغفار کرتے ہیں کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں دلوں میں خوف الٰہی ہوتا ہے۔ امید رحمت ہوتی ہے اور راتوں کی گھڑیوں کو اللہ کی عبادتوں میں گزارتے ہیں۔ دعائیں مانگتے ہیں کہ اے اللہ! عذاب جہنم ہم سے دور رکھ وہ تو دائمی اور لازمی عذاب ہے۔ جیسے کہ شاعر نے شان باری تعالیٰ بتائی ہے اِنْ يُّعَذِّبْ يَكُنْ غَرَامًا وَاِنْ يُّعْطِ جَزِيْلاً فَاِنَّهٗ لَا يُبَالِيْ یعنی اس کے عذاب بھی سخت اور لازمی اور ابدی اور اس کی عطا اور انعام بھی بے حد ان گنت اور بے حساب۔ جو چیز آئے اور ہٹ جائے وہ غرام نہیں غرام وہ ہے جو آنے کے بعد ہٹنے اور دور ہونے کا نام ہی نہ لے ❶ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ عذاب جہنم تاوان ہے جو کفران نعمت سے لیا جائے گا انہوں نے باری تعالیٰ کے دیئے کو اس کی راہ میں نہیں لگایا' لہٰذا آج اس کا تاوان یہ بھرنا پڑے گا کہ جہنم کو پر کر دیں' وہ بری جگہ ہے بد منظر ہے' تکلیف دہ ہے' مصیبت ناک ہے' مالک بن حارث کا بیان ہے کہ جب دوزخی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنی مدت تک وہ نیچے ہی نیچے چلا جائے گا اس کے بعد جہنم کے ایک دروازے پر اسے روک دیا جائے گا اور کہا جائے گا آپ بہت پیاسے ہو رہے ہوں گے لو ایک جام تو نوش کر لو یہ کہہ کر انہیں کالے ناگ اور زہریلے بچھوؤں کے زہر کا ایک پیالہ پلایا جائے گا جس کے پیتے ہی ان کی کھالیں الگ جھڑ جائیں گی بال الگ ہو جائیں گے رگیں الگ جا پڑیں گی ہڈیاں جدا جدا ہو جائیں گی۔ حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جہنم میں گڑھے ہیں کنوؤں جیسے' ان میں سانپ ہیں جیسے بختی اونٹ اور بچھو ہیں جیسے خچر' جب کسی جہنمی کو جہنم میں ڈالا جاتا ہے تو وہاں سے نکل کر آتے اور انہیں لپٹ جاتے ہیں' ہونٹوں پر سروں پر جسم کے حصوں پر ڈستے اور ڈنگ مارتے ہیں جس سے ان کے سارے بدن میں زہر پھیل جاتا ہے اور پھکنے لگتے ہیں سارے سر کی کھال جھلس کر گر پڑتی ہے پھر وہ سانپ چلے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں'' کہ جہنمی ایک ہزار سال تک جہنم میں چلاتا رہے گا ((يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ)) تب اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمائے گا جاؤ دیکھو یہ کیا کہہ رہا ہے آ کر دیکھیں گے کہ سب جہنمی برے حال سر جھکائے آہ وزاری کر رہے ہیں جا کر جناب باری تعالیٰ میں خبر کریں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ فلاں فلاں جگہ یہ شخص ہے جاؤ اور اسے لے آؤ۔ آپ بحکم باری تعالیٰ جائیں گے اور اسے لا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو کیسی جگہ؟ یہ جواب دے گا کہ اے اللہ ٹھہرنے کی بھی بُری جگہ اور سونے بیٹھنے کی بھی بدترین جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اب اسے اس کی جگہ واپس کر آؤ تو یہ گڑگڑائے گا عرض کرے گا کہ اے میرے ارحم الراحمین رب! جب کہ تو نے مجھے اس سے باہر نکالا تو تیری ذات ایسی نہیں کہ پھر مجھے اس میں داخل کر دے مجھے تو تجھ سے رحم و کرم کی ہی امید ہے' اے اللہ! بس اب مجھ پر کرم فرما جب تو نے مجھے جہنم سے نکالا تو میں خوش ہو گیا تھا کہ اب تو اس میں نہ ڈالے گا' اس مالک ورحمٰن ورحیم رب کو بھی رحم آ جائے گا اور فرمائے گا اچھا میرے بندے کو چھوڑ دو'' ❷ پھر ان کا ایک اور وصف بیان ہوتا ہے کہ نہ تو وہ مسرف ہیں نہ بخیل ہیں نہ بے جا خرچ کرتے ہیں نہ ضروری اخراجات میں کوتاہی کرتے ہیں بلکہ میانہ روی سے کام لیتے ہیں نہ ایسا کرتے ہیں کہ اپنے والوں کو اہل وعیال کو بھی تنگ رکھیں ==

❶ الطبری، ۱۹/ ۲۹۷۔

❷ احمد، ۳/ ۲۳۰ وسندہ ضعیف جداً، مسند ابی یعلی، ۴۲۱۰؛ مجمع الزوائد، ۱۰/ ۳۸۴؛ شعب الایمان، ۳۲۰ اس روایت میں ابو ظلال ھلال بن ابی میمونۃ القسملی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۳/ ۴۳۱، رقم:۷۰۴۸)

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾

ترجمہ: اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لاویگا۔[٦٨] اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب کیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔[٦٩] سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔[٧٠] اللہ بخشنے والا مہربانی والا ہے اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے وہ تو حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے۔[٧١]

= نہ ایسا کرتے ہیں کہ جو ہو لٹا دیں اسی کا حکم رب تعالیٰ نے دیا ہے فرماتا ہے ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً﴾ ❶ یعنی نہ تو اپنے ہاتھ اپنی گردن سے باندھ اور نہ انہیں بالکل ہی چھوڑ دے۔ مسند احمد میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ ''اپنی گزران میں میانہ روی کرنا انسان کی سمجھداری کی دلیل ہے ❷ اور حدیث میں ہے جو افراط تفریط سے بچتا ہے وہ کبھی فقیر محتاج نہیں ہوتا۔ ❸ بزار کی حدیث میں ہے کہ ''امیری میں فقیری میں عبادت میں میانہ روی بڑی ہی بہتر اور احسن چیز ہے۔'' ❹ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''راہ الٰہی میں کتنا ہی چاہو دو اس کا نام اسراف نہیں ہے۔'' حضرت ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جہاں کہیں تو حکم باری تعالیٰ سے آگے بڑھ جائے وہی اسراف ہے اور بزرگوں کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ اسراف کہلاتا ہے۔''

چند بڑے بڑے گناہ: [آیت:٦٨۔٧١] حضور ﷺ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا رب کے ساتھ شرک کرنا۔ حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' پوچھا اس سے کم؟ فرمایا ''تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ تو اسے کھلائے گا کہاں سے؟'' پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا ''تیرا اپنے پڑوسی کی کسی عورت سے بدکاری کرنا۔'' پس اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ ❺ یہ حدیث بخاری ومسلم وغیرہ میں موجود ہے۔ اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ باہر جانے لگے تنہا تھے میں بھی ساتھ ہو لیا۔ آپ ﷺ ایک اونچی جگہ بیٹھ گئے' میں آپ ﷺ سے نیچے بیٹھ گیا اور اس تنہائی کے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر حضور ﷺ سے وہ سوالات کئے جو اوپر مذکور ہوئے۔ حجۃ الوداع میں حضور ﷺ نے فرمایا ''چار گناہوں سے بچو اللہ کے ساتھ کا شرک کسی حرمت والے نفس کا قتل زنا کاری اور چوری۔'' ❻ مسند احمد

❶ ١٧/ الاسرآء:٢٩۔ ❷ احمد، ٥/ ١٩٤، وسنده ضعيف اس روایت میں ابوبکر بن ابی مریم ضعیف ہے (الميزان، ٤/ ٤٩٨، رقم:١٠٠٦) اور ضمرہ بن حبیب کا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ ❸ احمد، ١/ ٤٤٧، وسنده ضعيف اس کی سند میں ابراهيم الهجری (الميزان، ١/ ٦٥، رقم:٢١٦) ضعیف راوی ہے۔ ❹ مسند البزار، ٢٩٤٦؛ مجمع الزوائد، ١٠/ ٢٥٢۔
❺ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة الفرقان باب قوله ﴿والذين لا يدعون مع الله انها اخر……﴾ ٤٧٦١؛ صحيح مسلم، ٨٦؛ احمد، ١/ ٣٨٠۔ ❻ احمد، ٤/ ٣٣٩ سنده حسن، سفیان ثوری کی منصور سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے پوچھا ''زنا کی بابت تم کیا کہتے ہو؟'' انہوں نے جواب دیا وہ حرام ہے۔ اور قیامت تک حرام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں سنو! انسان کا اپنی پڑوس کی عورت سے زنا کرنا دوسری دس عورتوں کے زنا سے بھی بدتر ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''چوری کی نسبت کیا کہتے ہو؟'' انہوں نے یہی جواب دیا کہ وہ حرام ہے اللہ ورسول اسے حرام قرار دے چکے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ''سنو دس جگہ کی چوری بھی اتنی بڑی نہیں جیسی پڑوس کی ایک جگہ کی چوری۔'' ❶ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ شرک کے بعد اس سے بڑا گناہ کوئی نہیں کہ انسان اپنا نطفہ اس رحم میں ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں۔ ❷ یہ بھی مروی ہے کہ بعض مشرکین حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا حضرت! آپ کی دعوت اچھی ہے سچی ہے لیکن ہم نے شرک بھی کیا ہے' قتل بھی کیا ہے' زناکاریاں بھی کی ہیں۔ اور یہ سب کام بکثرت کئے ہیں تو فرمایئے ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت اتری۔ اور آیت ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا﴾ ❸ بھی نازل ہوئی۔ ❹ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ''اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے منع فرماتا ہے کہ تم خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت کرو اور اس سے بھی منع فرماتا ہے کہ اپنے کتے کو تو پالو اور اپنے بچے کو قتل کر ڈالو۔ اور اس سے بھی منع فرماتا ہے کہ اپنی پڑوسن سے بدکاری کرو۔'' ❺ اثام جہنم کی ایک وادی کا نام ہے ❻ یہی وہ وادیاں ہیں جن میں زانیوں کو عذاب کیا جائیگا ❼ اس کے معنے عذاب وسزا کے بھی آتے ہیں حضرت لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتوں میں ہے کہ ''اے بچے! زناکاری سے بچنا اس کے شروع میں ڈر خوف ہے اور اس کا انجام ندامت حسرت ہے۔'' یہ بھی مروی ہے کہ غی اور اثام دوزخ کے دو کنوئیں ہیں۔ ❽ اللہ ہمیں محفوظ رکھے اثام کے معنے بدلے کے بھی مروی ہیں اور یہی ظاہر آیت کے مشابہ بھی ہے اور گویا اس کے بعد کی آیت اسی بدلے اور سزا کی تفسیر ہے کہ اسے بار بار عذاب کیا جائے گا اور سختی کی جائیگی اور ذلت کے دائمی عذابوں میں پھنس جائے گا اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا۔ ان کاموں کے کرنے والے کی سزا تو بیان ہو چکی مگر اس سزا سے وہ بچ جائیں گے جو دنیا ہی میں اس سے توبہ کرلیں اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول ہے جو آیت سورۂ نساء میں ہے ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ ❾ وہ اس کے خلاف نہیں گو وہ مدنی آیت ہے لیکن وہ مطلق ہے تو وہ محمول کی جائیگی ان قاتلوں پر جو اپنے اس فعل سے توبہ نہ کریں اور یہ آیت ان قاتلوں کے بارے میں ہے جو توبہ کریں۔ پھر مشرکوں کی بخشش نہ ہونے کا بیان فرمایا ہے اور صحیح احادیث سے بھی قاتل کی توبہ کی مقبولیت ثابت ہے جیسے اس شخص کا قصہ جس نے ایک سو قتل کئے تھے پھر توبہ کی اور اس کی توبہ قبول ہوئی وغیرہ۔ ❿ یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دیتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے گناہ کے کام کئے تھے اسلام میں آنے کے بعد نیکیاں کیں تو اللہ نے ان گناہوں کے بدلے نیکیوں کی توفیق عنایت فرمائی۔'' اس آیت کی تلاوت کے وقت آپ ایک عربی شعر پڑھتے تھے جس میں احوال کے تغیر کا بیان ہے

---

❶ احمد، ٦/ ٨، وسنده حسن۔ ❷ اس روایت میں بقیہ مدلس (المیزان، ١/ ٣٣١ رقم: ١٢٥٠) اور ابوبکر بن ابی مریم ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ٤/ ٤٩٨، رقم: ١٠٠٦) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

❸ ٣٩/ الزمر: ٥٣۔ ❹ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة الزمر باب قوله ﴿يا عبادى الذين اسرفوا......﴾ ٤٨١٠؛ صحيح مسلم، ١٢٢۔ ❺ یہ روایت مرسل ہے۔

❻ الطبری، ١٩/ ٣٠٨۔ ❼ ايضا، ١٩/ ٣٠٨۔ ❽ لقمان حکیم کا قول بے سند ہے اور غی و اثام والی روایت مرفوع و موقوف دونوں طرح سے ضعیف ہے۔ دیکھئے یہی کتاب تفسیر سورۂ [illegible]: ٥٩۔ ❾ ٤/ النسآء: ٩٣۔

❿ صحيح بخاری، كتاب احاديث الانبياء، باب نمبر ٥٤، حديث ٣٤٧٠؛ صحيح مسلم، ٢٧٦٦۔

جیسے گرمی سے ٹھنڈک۔ عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ دنیا کا ذکر ہے کہ ''انسان کی بُری خصلت کو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے نیک عادت سے بدل دیتا ہے۔'' سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ''بتوں کی پرستش کے بدلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی توفیق انہیں ملی۔ مؤمنوں سے لڑنے کی بجائے کافروں سے جہاد کرنے لگے مشرکہ عورتوں سے نکاح کے بجائے مؤمنہ عورتوں سے نکاح کئے۔'' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''گناہ کے بدلے ثواب کے عمل کرنے لگے شرک کے بدلے توحید واخلاص ملا۔ بدکاری کے بدلے پاکدامنی حاصل ہوئی کفر کے بدلے اسلام ملا۔'' ایک معنی تو اس آیت کے یہ ہوئے دوسرے معنی یہ ہیں کہ خلوص کے ساتھ ان کی جو توبہ تھی اس سے خوش ہو کر اللہ عزوجل نے ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا یہ اس لئے کہ توبہ کے بعد جب کبھی انہیں اپنے گزشتہ گناہ یاد آتے تھے تو انہیں ندامت ہوتی تھی۔ یہ غمگین ہو جاتے تھے شرمانے لگتے تھے اور استغفار کرتے تھے اس وجہ سے ان کے گناہ اطاعت سے بدل گئے گو وہ ان کے نامہ اعمال میں گناہ کے طور پر لکھے ہوئے تھے لیکن قیامت کے دن وہ سب نیکیاں بن جائیں گے جیسے کہ احادیث وآثار میں ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر جہنم سے نکلے گا اور سب سے آخر جنت میں جائیگا یہ ایک وہ شخص ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا جائیگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے بڑے بڑے گناہوں کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نسبت اس سے باز پرس کرو چنانچہ اس سے سوال ہوگا کہ فلاں دن تو نے فلاں کام کیا تھا؟ فلاں دن فلاں گناہ کیا تھا؟ یہ ایک کا بھی انکار نہ کر سکے گا اقرار کرے گا آخر میں کہا جائے گا کہ تجھے ہم نے ہر گناہ کے بدلے نیکی دی اب تو اس کی باچھیں کھل جائیں گی اور کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے اور بھی بہت سے اعمال کئے تھے جنہیں یہاں پا نہیں رہا یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسوڑھے دیکھے جانے لگے۔'' ❶ (مسلم) آپ فرماتے ہیں: ''کہ جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ شیطان سے کہتا ہے مجھے اپنا صحیفہ جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہیں دے وہ دے دیتا ہے تو ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس گناہ وہ اس کے صحیفے سے مٹا دیتا ہے اور انہیں نیکیاں لکھ دیتا ہے پس تم میں سے جو بھی سونے کا ارادہ کرے وہ تینتیس دفعہ اللّٰہ اکبر اور چونتیس دفعہ الحمد للّٰہ کہے اور تینتیس دفعہ سبحان اللّٰہ کہے یہ مل کر سو مرتبہ ہو گئے۔'' ❷ (ابن ابی الدنیا)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' کہ انسان کو قیامت کے دن نامہ اعمال دیا جائے گا وہ پڑھنا شروع کرے گا تو اوپر ہی اس کی برائیاں درج ہوں گی جنہیں پڑھ کر یہ کچھ ناامید سا ہونے لگے گا۔ اسی وقت اس کی نظر نیچے کی طرف پڑے گی تو اپنی نیکیاں لکھی ہوئی پائے گا جس سے کچھ ڈھارس بندھے گی۔ اب دوبارہ اوپر کی طرف دیکھے گا تو وہاں کی برائیوں کو بھی بھلائیوں سے بدلہ ہوا پائے گا۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' کہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے آئیں گے جن کے پاس بہت کچھ گناہ ہوں گے پوچھا گیا کہ وہ کون سے لوگ ہونگے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' وہ جن کی برائیاں اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا۔'' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنتی جنت میں چار قسم کے جائیں گے مُتَّقِيْنَ یعنی پرہیزگاری کرنے والے پھر (شَاكِرِيْنَ) یعنی اللہ کا شکر کرنے والے پھر (خَائِفِيْنَ) یعنی اللہ کا خوف رکھنے والے پھر (اَصْحَابُ يَمِيْنٍ) جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملے ہوں گے پوچھا گیا کہ انہیں (اَصْحَابُ يَمِيْنٍ) کیوں کہا جاتا ہے؟ جواب دیا اس لئے کہ انہوں نے نیکیاں بدیاں سب کچھ کی تھیں ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ میں ملے اپنی بدیوں کا ایک ایک حرف پڑھ کر یہ کہنے لگے کہ اے اللہ! ہماری نیکیاں کہاں ہیں؟ یہاں تو

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب أدنیٰ اھل الجنة منزلة فیھا ١٩٠؛ ترمذی، ٢٥٩٦؛ احمد، ٥/ ١٧٠؛ ابن حبان، ٧٣٧٥۔

❷ مجمع الزوائد، ١٠/ ١٢٤؛ المعجم الکبیر، ٣٤٥١ وسنده ضعیف، یہ سند منقطع ہے۔

سب بدیاں لکھی ہوئی ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ ان بدیوں کو مٹا دے گا اور ان کے بدلے نیکیاں لکھ دے گا انہیں پڑھ کر خوش ہو کر اب یہ دوسروں سے کہیں گے کہ آؤ ہمارے اعمال نامے دیکھو جنتیوں میں اکثر یہی ہوں گے۔ علی بن حسین زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ برائیوں کو بھلائیوں سے بدلنا آخرت میں ہوگا۔'' مکحول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخشے گا اور انہیں نیکیوں میں بدل دے گا۔'' حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حدیث بیان کی کہ ایک بہت بوڑھے ضعیف آدمی جن کی بھویں آنکھوں پر آ گئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ! میں ایک ایسا شخص ہوں جس نے کوئی غداری کوئی گناہ کوئی بدکاری باقی نہیں چھوڑی میرے گناہ اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اگر تمام انسانوں پر تقسیم ہو جائیں تو سب کے سب اللہ کے غضب میں گرفتار ہو جائیں کیا میری بخشش کی بھی کوئی صورت ہے؟ کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اس نے کلمہ پڑھ لیا کہ (اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ تیری تمام برائیاں' گناہ' بدکاریاں سب کچھ معاف فرما دیگا بلکہ جب تک تو اس پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ تیری برائیاں بھلائیوں سے بدل دے گا'' اس نے پھر پوچھا حضور! میرے چھوٹے بڑے گناہ سب صاف ہو جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں سب کے سب۔'' پھر تو وہ شخص خوشی خوشی واپس جانے لگا اور تکبیر و تہلیل پکارتا ہوا لوٹ گیا ❶ (ابن جریر) حضرت ابو طویل رضی اللہ عنہ حاضر حضور ہو کر عرض کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے سارے ہی گناہ کئے ہوں جو جی میں آیا ہو پورا کیا ہو کیا ایسے شخص کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم مسلمان ہو گئے ہو؟'' اس نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اب نیکیاں کرو برائیوں سے بچو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بھی نیکیاں کر دے گا۔ اس نے کہا میری غداریاں اور بدکاریاں بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں'' اب وہ اللہ اکبر کہتا ہوا واپس چلا گیا۔ ❷ (طبرانی) ایک عورت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور دریافت فرمایا کہ مجھ سے بدکاری ہو گئی۔ اس سے بچہ ہو گیا میں نے اسے مار ڈالا اب کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب نہ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتی ہیں نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تیری بزرگی ہو سکتی ہے تیرے لئے توبہ ہرگز نہیں وہ روتی پیٹتی واپس چلی گئی۔ صبح کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھ کر میں نے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ تو نے اس سے بہت ہی بری بات کہی کیا تو ان آیتوں کو قرآن میں نہیں پڑھتا ﴿وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ﴾ سے ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ﴾ تک۔'' مجھے بڑا ہی رنج ہوا اور میں لوٹ کر اس عورت کے پاس پہنچا اور اسے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں وہ خوش ہو گئی اور اسی وقت سجدے میں گر پڑی اور کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے چھٹکارے کی صورت پیدا کر دی ❸ (طبرانی) اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا پہلا فتویٰ سنکر وہ حسرت و افسوس کے ساتھ یہ کہتی ہوئی واپس چلی کہ ہائے ہائے یہ اچھی صورت کیا جہنم کے لئے بنائی گئی تھی؟

اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا علم ہوا تو اس عورت کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے تمام مدینہ اور ایک ایک گلی چھان ماری لیکن کہیں پتہ نہ چلا اتفاق سے رات کو وہ عورت پھر آئی تب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں صحیح مسئلہ بتلایا اس میں یہ بھی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس نے میرے لئے چھٹکارے کی صورت بنائی اور میری توبہ =

❶ الدر المنثور، ٦/ ٢٨١۔ ❷ طبرانی، ٧٢٣٥؛ مجمع الزوائد، ١٠/ ٢٠٢ ورجالہ ثقات عبدالرحمن بن جبیر کے ابوطویل سے سماع میں نظر ہے۔ ❸ الطبری، ١٩/ ٣٠٧ اس کی سند میں عیسیٰ بن شعیب بن ثوبان مجہول راوی ہے۔ اور امام ذہبی نے اس خبر کو موضوع قرار دیا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ٣/ ٣١٣ تحت رقم: ٦٥٧٢)

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝

ترجمہ: اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغویت پر ان کا گزر ہوتا ہے تو بزرگانہ طور پر گزر جاتے ہیں۔[۷۲] اور جب انہیں ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے۔[۷۳] اور یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔[۷۴]

= کی قبولیت رکھی یہ کہہ کر اس کے ساتھ جو لونڈی تھی اسے آزاد کر دیا اس لونڈی کی ایک لڑکی بھی تھی اور سچے دل سے توبہ کر لی پھر فرماتا ہے اور اپنے عام لطف و کرم فضل و رحم کی خبر دیتا ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے اور اپنی سیاہ کاریوں پر نادم ہو کر توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی سنتا ہے قبول فرماتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے جیسے ارشاد ہے ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ﴾ ❶ جو برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے وہ اللہ تعالیٰ کو غفور و رحیم پائے گا اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ﴾ ❷ کیا انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کا قبول فرمانے والا ہے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ﴾ ❸ میرے ان بندوں سے جو گنہگار ہیں کہہ دیجئے کہ وہ میری رحمت سے ناامید نہ ہوں یعنی توبہ کرنے والا محروم نہیں۔

نیک لوگوں کی مزید چند نشانیاں: [آیت:۷۲۔۷۴] عباد الرحمٰن کے نیک اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے یعنی شرک نہیں کرتے بت پرستی سے بچتے ہیں' جھوٹ نہیں بولتے' فسق و فجور نہیں کرتے' کفر سے الگ رہتے ہیں' لغو اور باطل کاموں سے پرہیز کرتے ہیں' گانا نہیں سنتے' مشرکوں کی عیدیں نہیں مناتے' خیانت نہیں کرتے' بُری مجلسوں میں نشست نہیں رکھتے' شرابیں نہیں پیتے' شراب خانوں میں نہیں جاتے' اسکی رغبت نہیں کرتے۔ حدیث میں بھی ہے کہ سچے مؤمن کو چاہیے کہ اس دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر دور شراب چل رہا ہو۔ ❹ اور یہ بھی مطلب ہے کہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ صحیحین میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ بتا دوں؟'' تین دفعہ یہی فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا اس وقت تک آپ ﷺ تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے اب اس سے الگ ہو کر فرمانے لگے سنو اور جھوٹی بات کہنا سنو اور جھوٹی گواہی دینا اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش رسول اللہ ﷺ اب خاموش ہو جاتے۔'' ❺ زیادہ ظاہر لفظوں سے تو یہ ہے کہ وہ جھوٹ کے پاس نہیں جاتے اسی لئے آگے بیان ہوا کہ اگر اتفاقاً گزر ہو جائے تو وہ اس سے کوئی دلچسپی نہیں لیتے منہ پھیرے مڑ جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کسی

---

❶ ٤/ النسآء:١١٠۔ ❷ ٩/ التوبة:١٠٤۔
❸ ٣٩/ الزمر:٥٣۔ ❹ ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی دخول الحمام، ٢٨٠١، وسنده ضعيف ليث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔ ❺ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب ما قيل فی شهادة الزور، ٢٦٥٤؛ صحيح مسلم، ٨٧؛ ترمذی، ١٩٠١۔

کھیل کے پاس سے گزرے تو منہ پھیرے ہوئے بغیر رکے چلے گئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کریم ہو گئے۔ ❶ اللہ تعالیٰ کے ان بزرگ بندوں کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ قرآن کی آیتیں سنکر ان کے دل دہل جاتے ہیں ان کے ایمان اور توکل بڑھ جاتے ہیں۔ بخلاف کفار کے کہ ان پر کلام الٰہی کا اثر نہیں ہوتا وہ اپنی بداعمالیوں سے باز نہیں رہتے نہ اپنا کفر چھوڑتے نہ سرکشی طغیانی اور جہالت وضلالت سے باز آتے ہیں۔ ایمان والوں کے ایمان بڑھ جاتے ہیں اور بیمار دل والوں کی گندگی ابھر آتی ہے۔ پس کافر اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں۔ ان مؤمنوں کی حالت ان کے برعکس ہے نہ یہ حق سے بہرے ہیں نہ حق سے اندھے ہیں سنتے ہیں سمجھتے ہیں نفع حاصل کرتے ہیں اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو پڑھتے تو ہیں لیکن اندھا پن بہرا پن نہیں چھوڑتے۔ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص آتا ہے اور وہ دوسروں کو سجدے میں پاتا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ کس آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا ہے؟ تو کیا وہ بھی ان کے ساتھ سجدہ کرے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی یعنی سجدہ نہ کرے اس لئے کہ اس نے نہ سجدے کی آیت پڑھی نہ سنی نہ سوچی تو مؤمن کو کوئی کام اندھا دھند نہ کرنا چاہیے جب تک اس کے سامنے کسی چیز کی حقیقت نہ ہو اسے شامل نہ ہونا چاہیے پھر ان بزرگ بندوں کی ایک دعا بیان ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں کہ ان کی اولادیں بھی ان کی طرح رب کی فرمانبردار' عبادت گزار' موحد اور غیر مشرک ہوں تاکہ دنیا میں بھی اس نیک اولاد سے ان کا دل ٹھنڈا رہے اور آخرت میں بھی یہ انہیں اچھی حالت میں دیکھ کر خوش ہوں اس دعا سے انکی غرض خوبصورتی اور جمال کی نہیں بلکہ نیکی اور خوش خلقی کی ہے' مسلمان کی سچی خوشی اسی میں ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو دوست احباب کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار دیکھے۔ وہ ظالم نہ ہوں' بدکار نہ ہوں' سچے مسلمان ہوں۔ حضرت مقداد کو دیکھ کر ایک صاحب فرمانے لگے ان آنکھوں کو مبارکباد ہو جنھوں نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کی زیارت کی ہے کاش کے ہم بھی حضور ﷺ کو دیکھتے اور تمہاری طرح فیض صحبت حاصل کرتے اس پر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے' تو نفیر کہتے ہیں مجھے تعجب ہوا کہ اس بات میں تو کوئی برائی نہیں پھر یہ خفا کیوں ہو رہے ہیں؟ اتنے میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس چیز کی آرزو کرتے ہیں جو قدرت نے انہیں نہیں دی اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ یہ اگر اس وقت ہوتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ واللہ! وہ لوگ بھی تو رسول ﷺ کے زمانہ میں تھے جنھوں نے نہ آپکی تصدیق کی نہ تابعداری کی اور اوندھے منہ جہنم میں گئے' تم اللہ تعالیٰ کا یہ احسان نہیں مانتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام میں اور مسلمان گھروں میں پیدا کیا پیدا ہوتے ہی تمہارے کانوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پڑی اور ان بلاؤں سے تم بچا لئے گئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئی تھیں حضور ﷺ تو ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے جس وقت دنیا کی اندھیر نگری اپنی انتہا پر تھی اس وقت دنیا والوں کے نزدیک بت پرستی سے بہتر کوئی مذہب نہ تھا' آپ فرقان لے کر آئے حق وباطل میں تمیز کی' باپ بیٹے جدا ہو گئے' مسلمان اپنے باپ دادوں بیٹوں پوتوں دوست احباب کو کفر پر دیکھتے ان سے انہیں کوئی محبت پیار نہیں ہوتا تھا بلکہ کڑھتے تھے کہ یہ جہنمی ہیں اسی لئے ان کی دعائیں ہوتی تھیں" کہ ہمیں ہماری اولادوں اور بیویوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما کیونکہ کفار کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوتی تھیں ❷ اس دعا کا آخری یہ ہے کہ ہمیں لوگوں کا رہبر بنا دے کہ ہم انہیں نیکی کی تعلیم دیں لوگ بھلائی میں ہماری اقتدا کریں ❸ ہماری اولاد ہماری راہ چلے تاکہ ثواب بڑھ جائے اور ان کی نیکیوں کا باعث بھی ہم بن جائیں۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں "کہ انسان کے مرتے ہی اسکے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین چیزیں نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے یا علم جس سے اس کے بعد =

❶ الدر المنثور، ٥/ ١٤٨، یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

❷ احمد، ٦/ ٣، وسندہ صحیح۔ ❸ الطبری، ١٩/ ٣١٩۔

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝ قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۝

ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند بالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا سلام پہنچایا جائے گا[۷۵] اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے[۷۶] کہہ دے اگر تمہاری دعا التجا نہ ہوتی تو میرا رب تو تمہاری مطلق پروا نہ کرتا تم تو جھٹلا چکے اب عنقریب اس کی سزا تمہیں چمٹ جانے والی ہوگی۔[۷۷]

= نفع اٹھایا جائے یا صدقہ جاریہ۔" ❶

یہ پاکباز گروہ جنتی ہے: [آیت:۷۵۔۷۷] مؤمنوں کی پاک صفتیں ان کے بھلے اقوال عمدہ افعال بیان فرما کر ان کا بدلہ بیان ہو رہا ہے کہ انہیں جنت ملے گی جو بلند تر جگہ ہے اس وجہ سے کہ یہ ان اوصاف پر جمے رہے وہاں ان کی عزت ہوگی اکرام ہوگا ادب تعظیم ہوگی۔ احترام اور توقیر ہوگی ان کیلئے سلامتی ہے ان پر سلامتی ہے ہر ہر دروازۂ جنت سے فرشتے حاضر خدمت ہوتے ہیں اور سلام کر کے کہتے ہیں کہ تمہارا انجام بہتر ہوگیا کیونکہ تم صبر کرنے والے تھے یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ نکلیں نہ نکالے جائیں نہ نعمتیں کم ہوں نہ راحتیں فنا ہوں یہ سعید بخت ہیں جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے ان کے رہنے سہنے راحت و آرام کرنے کی جگہ بڑی سہانی پاک صاف طیب و طاہر ہے دیکھنے میں خوش منظر رہنے میں آرام دہ! اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت اور تسبیح وتہلیل کے لئے پیدا کیا ہے اگر مخلوق یہ نہ بجالائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت حقیر ہے ایمان کے بغیر انسان ناکارہ محض ہے اگر اللہ تعالیٰ کو کافروں کی چاہت ہوتی تو وہ انہیں بھی عبادت کی طرف جھکا دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کسی گنتی میں ہی نہیں کافرو تم نے جھٹلایا۔ اب تم نہ سمجھو کہ بس معاملہ ختم ہو گیا نہیں اس کا وبال تمہارے ساتھ ہی ساتھ ہے دنیا اور آخرت میں تم برباد ہو گے عذاب اللہ تعالیٰ تم سے چمٹے ہوئے ہیں اسی سلسلے کی ایک کڑی بدر کے دن کفار کی ہزیمت اور شکست تھی جیسے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے ❷ قیامت کے دن کی سزا بھی باقی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سورۂ فرقان کی تفسیر پوری ہوگئی ہے۔

❶ صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ۱۶۳۱؛ ابوداود، ۲۸۸۰؛ ترمذی، ۱۳۷۶؛ احمد، ۲/ ۳۷۲؛ ابن حبان، ۳۰۱۶؛ الأدب المفرد، ۳۸۔ ❷ الطبری، ۱۹/ ۳۲۴۔

تفسیر سورۂ شعرآء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ: معبود برحق بخشش وکرم کرنے والے کے نام سے شروع۔

طٰسٓمّٓ[۱] یہ آیتیں روشن کتاب کی ہیں[۲] ان کے ایمان نہ لانے پر شاید تو اپنی جان کھودے گا۔[۳] اگر ہم چاہتے تو ان پر آسمان سے کوئی ایسا نشان اتارتے کہ جس کے سامنے ان کی گردنیں خم ہو جاتیں[۴] ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آئی یہ اس سے روگردانی کرنے والے بن گئے[۵] ان لوگوں نے جھٹلایا ہے اب ان کے پاس جلدی سے اس کی خبریں آ جائیں گی جس کیساتھ مسخرا پن کر رہے ہیں۔[۶] کیا انہوں نے زمین پر نظریں نہیں ڈالیں؟ کہ ہم نے اس میں ہر طرح کے نفیس جوڑے کس قدر اگائے ہیں؟[۷] بیشک اس میں یقیناً نشانی ہے اور ان میں کے اکثر لوگ مومن نہیں ہیں[۸] اور تیرا رب یقیناً وہی غالب اور مہربان ہے۔[۹]

مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ تفسیر میں اس کا نام سورۂ جامعہ ہے۔

آقا کو جھٹلانے والوں سے انتقام لیا جائے گا: [آیت:۱-۹] حروف مقطعہ کی بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں گزر چکی ہے پھر فرمان ہے کہ یہ آیتیں قرآن مبین کی ہیں جو بہت واضح بالکل صاف اور حق و باطل بھلائی برائی کے درمیان فیصلہ اور فرق کرنے والا ہے ان لوگوں کے ایمان نہ لانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ خاطر اور غمگین نہ ہوں جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ﴾ ❶ تو ان کے ایمان نہ لانے پر حسرت و افسوس نہ کر۔ اور آیت میں ہے ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ﴾ ❷ کہیں ایسا تو نہیں کہ تو ان کے پیچھے اپنی جان کھودے چونکہ ہماری یہ چاہت ہی نہیں کہ لوگوں کو ایمان پر زبردستی کریں اگر یہ ہم چاہتے تو کوئی ایسی چیز آسمان سے اتارتے کہ یہ ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے مگر ہم تو ان کا اختیاری ایمان طلب کرتے ہیں اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا﴾ ❸ اگر تیرا رب چاہے تو روئے زمین کے تمام لوگ مومن ہو جائیں کیا تو لوگوں پر جبر کرے گا؟ جب تک کہ وہ مومن نہ ہو جائیں اور آیت میں ہے اگر تیرا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا یہ اختلاف دین و مذہب بھی اس کا مقرر کیا ہوا ہے اور اس کی حکمت کو ظاہر کرنیوالا ہے اس نے رسول بھیج دیئے کتابیں اتار دیں اپنی دلیل و حجت قائم کر دی انسان کو ایمان لانے نہ لانے میں مختار کر دیا اب جس راہ وہ چاہے لگ جائے جب کبھی کوئی آسمانی کتاب نازل ہوئی =

❶ ۳۵/ فاطر:۸۔ ❷ ۱۸/ الکهف:۶۔ ❸ ۱۰/ یونس:۹۹۔

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: جب کہ تیرے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی کہ تو گنہگار لوگوں کے پاس جا[۱۰] قوم فرعون کے پاس کیا وہ پرہیزگاری نہ کریں گے؟[۱۱] کہنے لگے کہ میرے پروردگار مجھے تو خوف ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلانے نہ لگیں۔[۱۲] میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے میری زبان چل نہیں رہی تو تو ہارون کی طرف بھی وحی بھیج۔[۱۳] اور ان کا مجھ پر میرے ایک قصور کا دعویٰ بھی ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے مار نہ ڈالیں[۱۴] جناب باری تعالیٰ نے فرمایا ہرگز ایسا نہ ہوگا تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم خود سننے والے تمہارے ساتھ ہیں[۱۵] تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں[۱۶] کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کر دے[۱۷] فرعون کہنے لگا کہ کیا ہم نے تجھے تیرے بچپن کے زمانہ میں اپنے ہاں نہیں پالا تھا؟ اور تو نے اپنی عمر کے بہت سے سال ہم میں نہیں گزارے؟[۱۸] پھر تو اپنا وہ کام کر گیا جو کر گیا اور تو ناشکروں میں ہے[۱۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں نے اس کام کو اس وقت کیا تھا جبکہ میں راہ بھولے ہوئے لوگوں میں سے تھا[۲۰] پھر تم سے خوف کھا کر میں تم میں سے بھاگ گیا پھر مجھے میرے رب نے حکم و علم عطا فرمایا اور مجھے اپنے پیغمبروں میں سے کر دیا۔[۲۱] مجھ پر تیرا کیا یہی وہ احسان ہے؟ جسے جتا کر اس کے بدلے تو بنی اسرائیل کو اپنی غلامی میں رکھنا چاہتا ہے۔[۲۲]

= بہت سے لوگوں نے اس سے منہ موڑ لیا۔ باوجود تیری پوری آرزو کے اکثر لوگ بے ایمان ہی رہیں گے۔ سورۂ یسین میں فرمایا بندوں پر افسوس ہے۔ ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑایا اور آیت میں ہے کہ ہم نے پے در پے پیغمبر بھیجے لیکن جس امت کے پاس ان کا رسول آیا اس نے اپنے رسول کو جھٹلانے میں کمی نہ کی یہاں بھی اس کے بعد ہی فرمایا اس نبی آخر الزماں ﷺ کی قوم نے بھی اسے جھٹلایا ہے انہیں بھی اس کا بدلہ عنقریب مل جائیگا ان ظالموں کو بہت جلدی معلوم ہو جائے گا کہ یہ کس راہ ڈالے گئے ہیں پھر اپنی شان و شوکت قدرت و عظمت عزت و رفعت بیان فرماتا ہے کہ جس کے کلام کو اور جس کے قاصد کو تم جھوٹا کہہ رہے ہو وہ اتنا بڑا قادر و قیوم ہے کہ اسی ایک نے ساری زمین بنائی ہے اور اس میں جاندار اور بے جان چیزیں پیدا کی ہیں کھیت پھل باغ و بہار سب اسی کا رچایا ہوا ہے شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ لوگ زمین کی پیداوار ہیں ان میں جو جنتی ہیں وہ کریم ہیں اور جو دوزخی ہیں وہ لئیم

ہیں'' ❶ اس میں قدرت خالق کی بہت سی نشانیاں ہیں کہ اس نے پھیلی ہوئی زمین کو اوراونچے آسمان کو پیدا کر دیا باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بلکہ الٹا اس کے نبیوں کو دروغ گو کہتے ہیں اس کی کتابوں کو نہیں مانتے اس کے حکموں کا خلاف کرتے ہیں اس کے منع کردہ کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں بیشک تیرا رب ہر چیز پر غالب ہے اس کے سامنے مخلوق عاجز ہے ساتھ ہی وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے نافرمانوں کے عذاب میں جلدی نہیں کرتا تاخیر اور ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنے کرتوتوں سے باز آ جائیں لیکن پھر بھی جب وہ راہ راست پر نہیں آتے تو انہیں سختی سے پکڑ لیتا ہے اور ان سے پورا انتقام لیتا ہے ہاں جو توبہ کرے اور اس کی طرف جھکے اور اس کا فرمانبردار ہو جائے وہ اس پر اس کے ماں باپ سے بھی زیادہ رحم و کرم کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ: [آیت: ۱۰۔۲۲] اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور اپنے رسول اور اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو حکم دیا تھا اسے بیان کر رہا ہے کہ طور کے دائیں طرف سے آپ کو آواز دی آپ سے سرگوشیاں کیں آپ کو اپنا رسول اور برگزیدہ بنایا اور آپ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا جو ظلم پر کمر بستہ تھے اور اللہ تعالیٰ کا ڈر اور پرہیزگاری نام کو بھی ان میں نہیں رہی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی چند کمزوریاں جناب باری تعالیٰ کے سامنے بیان کیں جو عنایت ربانی سے دور کر دی گئیں جیسے سورۂ طٰہٰ میں آپ کے سوالات کے اظہار کے بعد ہے ﴿قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يَا مُوْسٰى ۝﴾ ❷ یعنی اے موسیٰ! تیرے سب سوالات پورے کر دیئے گئے۔ یہاں آپ کے عذر یہ بیان ہوئے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے میرا سینہ تنگ ہے۔ میری زبان لکنت والی ہے۔ تو ہارون کو بھی میرے ساتھ نبی بنا دیا جائے اور میں نے ان ہی میں سے ایک قبطی کو بلاقصور مار ڈالا تھا۔ جس وجہ سے میں نے مصر چھوڑا اب جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ مجھ سے بدلہ نہ لے لیں جناب باری تعالیٰ نے جواب دیا کہ کسی بات کا کھٹکا نہ رکھو۔ ہم تیرے بھائی کو تیرا ساتھی بنا دیتے ہیں۔ اور تمہیں روشن دلیل دیتے ہیں وہ لوگ تمہیں کوئی ایذا نہ پہنچا سکیں گے میرا وعدہ ہے کہ تم کو غالب کروں گا۔ تم میری آیتیں لے کر جاؤ تو سہی میری مدد تمہارے ساتھ رہے گی۔ میں تمہاری ان کی سب باتیں سنتا رہوں گا۔ جیسے فرمان ہے کہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا دیکھتا رہوں گا میری حفاظت میری مدد میری نصرت و تائید تمہارے ساتھ ہے تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس پر اپنی رسالت کا اظہار کرو جیسے دوسری آیت میں ہے کہ اس سے کہو کہ ہم دونوں میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہے فرعون سے کہا کہ تو ہمارے ساتھ بنو اسرائیل کو بھیج دے وہ اللہ تعالیٰ کے مؤمن بندے ہیں تو نے انہیں اپنا غلام بنا رکھا ہے اور ان کی زبوں حالت کر رکھی ہے ذلت کے ساتھ ان سے اپنے کام لیتا ہے اور انہیں عذابوں میں جکڑ رکھا ہے اب انہیں آزاد کر دے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس پیغام کو فرعون نے نہایت حقارت سے سنا اور آپ کو ڈانٹ کر کہنے لگا کہ کیا تو وہی نہیں؟ کہ ہم نے تجھے اپنے ہاں پالا مدتوں تک تیری خبر گیری کرتے رہے اس احسان کا بدلہ تو نے یہ دیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو مار ڈالا اور ہماری ناشکری کی جس کے جواب میں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا یہ سب باتیں نبوت سے پہلے کی ہیں جب کہ میں خود بے خبر تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں بجائے ﴿مِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ کے ﴿مِنَ الْجَاهِلِيْنَ﴾ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ ہی فرمایا کہ پھر وہ پہلا حال جاتا رہا دوسرا دور آیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کر تیری طرف بھیجا اب اگر تو میرا کہا مانے گا تو سلامتی پائے گا اور میری نافرمانی کرے گا تو ہلاک ہوگا۔ اس خطا کے بعد جب کہ میں تم میں سے بھاگ گیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ فضل مجھ پر ہوا۔ اب پرانے قصے یاد نہ کر۔ میری آواز پر لبیک کہہ سن اگر ایک مجھ پر تو نے احسان کیا ہے تو میری قوم کی قوم پر تو نے ظلم و تعدی کی ہے ان کو بری طرح غلام بنا کر رکھا ہے کیا میرے ساتھ کا سلوک اور ان کے ساتھ کی یہ سنگدلی اور بدسلوکی برابر برابر ہو جائے گی۔

❶ الدر المنثور، ٦/ ٢٨٩۔ ❷ ٢٠/ طٰہٰ:٣٦۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾

ترجمہ: فرعون نے کہا رب العالمین کون ہے؟ [٢٣] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ آسمان اور زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم یقین رکھنے والے ہو [٢٤] فرعون اپنے اردگرد والوں سے کہنے لگا کہ کیا تم سن نہیں رہے؟ [٢٥] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے [٢٦] فرعون کہنے لگا لوگو! تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ [٢٧] یہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہی مشرق و مغرب کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے۔ اگر تم عقل رکھتے ہو۔ [٢٨]

شان رب العالمین بزبان موسیٰ علیہ السلام: [آیت: ٢٣۔٢٨] چونکہ فرعون نے اپنی رعیت کو بہکا رکھا تھا اور انہیں یقین دلایا تھا کہ معبود اور رب صرف میں ہی ہوں میرے سوا کوئی نہیں اس لئے ان سب کا عقیدہ یہی تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں تو اس نے کہا رب العالمین ہے کیا چیز؟ مقصد یہی تھا کہ میرے سوا کوئی رب ہے ہی نہیں تو جو کہہ رہا ہے محض غلط ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ اس نے پوچھا ﴿ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ؀ ﴾ ❶ موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ اس کے جواب میں کلیم اللہ نے فرمایا جس نے ہر ایک کی پیدائش کی ہے اور جو سب کا ہادی ہے۔ یہاں پر یہ یاد رہے کہ بعض منطقیوں نے یہاں ٹھوکر کھائی ہے اور کہا ہے کہ فرعون کا سوال اللہ تعالیٰ کی ماہیت سے تھا۔ یہ محض غلط ہے اس لئے کہ ماہیت کو تو جب پوچھتا جب کہ پہلے وجود کا قائل ہوتا۔ وہ تو سرے سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر تھا اپنے اسی عقیدے کو ظاہر کرتا تھا اور ایک ایک کو یہی عقیدہ گھونٹ گھونٹ کر پلا رہا تھا گو اس کے خلاف دلائل و براہین اس کے سامنے کھل گئی تھیں۔ پس اس کے اس سوال پر کہ رب العالمین کون ہے۔ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ سب کا خالق ہے سب کا مالک ہے سب پر قادر ہے۔ سب کا معبود ہے یکتا ہے اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ عالم علوی آسمان اور اس کی مخلوق عالم سفلی زمین اور اس کی کائنات سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ ان کے درمیان کی چیزیں ہوا پرند وغیرہ سب اس کے سامنے پست اور اس کے عبادت گزار ہیں۔ اگر تمہارے دل یقین کی دولت سے خالی نہیں ہوئے اگر تمہاری نگاہیں روشن ہیں تو رب العالمین کے یہ اوصاف اس کی ذات کے ماننے کے لئے کافی ہیں یہ سن کر فرعون سے چونکہ کوئی جواب نہ بن سکا اس لئے بات کو مذاق میں ڈالنے کے لئے لوگوں کو اپنے سکھائے بتائے ہوئے عقیدے پر جمانے کے لئے ان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا لو اور سنو یہ میرے سوا کسی اور کو ہی اللہ مانتا ہے؟ تعجب کی بات ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی اس بے التفاتی سے گھبرائے نہیں اور وجود اللہ تعالیٰ کے اور دلائل بیان کرنے شروع کر دیئے کہ وہ تم سب کا اور تمہارے اگلوں کا مالک اور پروردگار ہے۔ آج اگر تم فرعون کو اللہ مانتے ہو تو ذرا اسے تو سوچو کہ فرعون سے پہلے جہان والوں کا اللہ کون تھا؟ اس کے وجود سے پہلے آسمان زمین کا وجود تھا ان کا موجد کون تھا؟ بس وہی میرا رب ہے وہی تمام جہانوں کا رب ہے اسی کا بھیجا ہوا میں ہوں فرعون دلائل کی اس بارش =

❶ ٢٠/ طٰہٰ: ٤٩، ٥٠۔

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝٢٩ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ۝٣٠ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٣١ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝٣٢ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝٣٣ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝٣٤ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝٣٥ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝٣٦ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ۝٣٧

ترجمہ: فرعون کہنے لگا سن لے اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈال دوں گا۔[٢٩] موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے اگر میں تیرے پاس کوئی ظاہر چیز لے آؤں؟[٣٠] فرعون نے کہا اگر تو سچوں میں ہے تو اسے پیش کر[٣١] آپ نے اسی وقت اپنی لکڑی ڈال دی جو اچانک کھلم کھلا زبردست اژدہا بن گئی[٣٢] اور اپنا ہاتھ کھینچ نکالا تو وہ بھی اسی وقت ہر دیکھنے والے کو سفید چمکیلا نظر آنے لگا[٣٣] فرعون اپنے آس پاس کے سرداروں سے کہنے لگا بھئی یہ تو کوئی بڑا دانا جادوگر ہے[٣٤] یہ تو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے شہر سے ہی نکال دے بتاؤ اب تم کیا حکم دیتے ہو۔[٣٥] ان سب نے کہا آپ اسے اور اس کے بھائی کو تو چھوڑ دیئے اور تمام شہروں میں مجمع کرنے والے بھیج دیجئے[٣٦] جو آپ کے پاس ذی علم جادوگروں کو لے آئیں۔[٣٧]

= کی تاب نہ لاسکا کوئی جواب بن نہ پڑتا تھا کہنے لگا اسے چھوڑو یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے سوا دوسرے کو رب کیوں مانتا کلیم اللہ نے پھر بھی اپنی دلیلوں کو جاری رکھا اس کے لغو کلام سے یکسو ہو کر فرمانے لگے کہ سنو مشرق و مغرب کا مالک جو ہے وہی میرا رب ہے۔ وہ سورج چاند ستارے مشرق سے چڑھاتا ہے مغرب کی طرف اتارتا ہے۔ اگر فرعون اپنے خدائی دعویٰ میں سچا ہے تو ذرا ایک دن اس کا خلاف کر کے دکھا دے کہ مغرب سے نکالے اور مشرق کو لے جائے یہی بات خلیل اللہ نے اپنے زمانہ کے بادشاہ سے بوقت مناظرہ کہی تھی پہلے تو اللہ کا وصف بیان کیا کہ وہ جلاتا مارتا ہے لیکن اس بیوقوف نے جبکہ اس وصف کے اللہ کے ساتھ مختص ہونیکا انکار کیا اور کہنے لگا یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں تو آپ نے باوجود اسی دلیل میں بہت سی گنجائش ہونے کے اس سے بھی واضح دلیل اس کے سامنے رکھی کہ اچھا میرا رب مشرق سے سورج نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال اب تو حواس گم ہو گئے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تابڑتوڑ ایسی واضح اور روشن دلیلیں سن کر فرعون کے اوسان خطا ہو گئے وہ سمجھ گیا کہ اگر ایک میں نے نہ مانا تو کیا ہو گا؟ یہ واضح دلیلیں ان سب پر تو اثر کر جائیں گی اسلئے اب اپنی قوت کو کام میں لانے کا ارادہ کر لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈرانے دھمکانے لگا جیسے آگے آرہا ہے۔

ید بیضاء موسیٰ علیہ السلام کا عظیم معجزہ: [آیت:٢٩-٣٧] جب مباحثہ میں فرعون ہار اور دلیل و بیان میں غالب نہ آسکا تو قوت و طاقت کا مظاہرہ کرنے لگا اور سطوت و شوکت سے حق کو دبانے کا ارادہ کیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ! میرے سوا کسی اور کو معبود بنائیگا تو جیل میں سڑا سڑا کر تیری جان لے لوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی چونکہ وعظ و نصیحت تو کہہ ہی چکے تھے آپ نے بھی ارادہ کیا کہ میں بھی اسے اور اس کی قوم کو دوسری طرح قائل کروں تو فرمانے لگے کیوں جی میں اگر اپنی سچائی پر کسی ایسے معجزے کا اظہار کروں کہ تمہیں بھی قائل ہونا=

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٣٨﴾ وَّقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ﴿٣٩﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٢﴾ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٤٣﴾ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿٤٤﴾ فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿٤٥﴾ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿٤٨﴾

ترجمہ: پھر ایک مقرر دن کے وعدے پر تمام جادوگر جمع کئے گئے [۳۸] اور عام لوگوں سے بھی کہہ دیا گیا کہ تم بھی مجمع میں حاضر ہو جاؤ گے؟ [۳۹] تا کہ اگر جادوگر غالب آ جائیں تو ہم ان ہی کی پیروی کریں۔ [۴۰] جادوگر آ کر فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟ [۴۱] فرعون نے کہا بڑی خوشی سے بلکہ ایسی صورت میں تم میرے خاص درباری بن جاؤ گے۔ [۴۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا جو کچھ تمہیں ڈالنا ہے ڈال دو [۴۳] انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈال دیں اور کہنے لگے عزت فرعون کی قسم ہم یقیناً یقیناً غالب ہی رہیں گے [۴۴] اب حضرت موسیٰ نے بھی اپنی لکڑی میدان میں ڈالدی جس نے اسی وقت ان کے بنے بنائے کھلونوں کو نگلنا شروع کر دیا [۴۵] یہ دیکھتے ہی جادوگر سجدے میں ڈالدیئے گئے۔ [۴۶] اور انہوں نے صاف کہدیا کہ ہم تو اللہ رب العلمین پر ایمان لائے [۴۷] یعنی موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔ [۴۸]

== پڑے تب؟ فرعون سوا اس کے کیا کر سکتا تھا کہ کہا اچھا اگر سچا ہے تو پیش کر آپ نے سنتے ہی اپنی لکڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی اُسے زمین پر ڈال دیا بس اس کا زمین پر پڑنا تھا کہ وہ ایک اژدہے کی شکل بن گئی اور اژدہا بھی بہت بڑا تیز کچلیوں والا ہیبت ناک ڈراؤنی اور خوفناک شکل والا منہ پھاڑے ہوئے پھن پھنا تا ہوا۔ ساتھ ہی اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا نکلا۔ فرعون کی قسمت چونکہ ایمان سے خالی تھی ایسے بین معجزے دیکھ کر بھی اپنی بدبختی پر اڑا رہا اور تو کچھ بن نہ پڑی اپنے ساتھیوں اور درباریوں سے کہنے لگا بھئی یہ تو بڑا جادوگر نکلا۔ پس اپنے پاس والوں کو اس سے اس نے روکنا چاہا کہ کہیں وہ اسے معجزہ نہ سمجھ لیں ان سے کہنے لگا کہ یہ تو جادو کے کرشمے ہیں۔ بیشک اتنا تو میں بھی مان گیا کہ ہے یہ اپنے فن جادوگری میں استاد کامل پھر انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دشمنی پر آمادہ کرنے کے لئے ایک اور بات بنائی کہ یہ ایسے ہی شعبدے دکھا دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لے گا اور جب کچھ لوگ اس کے ساتھی ہو جائیں گے تو یہ علم بغاوت بلند کرے گا۔ پھر تمہیں مغلوب کر کے اس ملک میں اپنا قبضہ کر لے گا تو اس کے استیصال کی کوشش ابھی سے کرنی چاہیئے۔ بتلاؤ تمہاری رائے کیا ہے؟ قدرت اللہ دیکھو کہ فرعونیوں سے اللہ تعالیٰ نے وہ بات کہلوائی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عام تبلیغ کا موقع ملے اور لوگوں پر حق واضح ہو جائے یعنی جادوگروں کو مقابلہ کے لئے بلوانا۔

موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے مابین مقابلہ: [آیت: ۳۸۔۴۸] مناظرہ زبانی ہو چکا۔ اب مناظرہ فعلی ہو رہا ہے اس مناظرہ کا ذکر سورۂ اعراف سورۂ طٰہٰ اور اس سورہ میں ہے قبطیوں کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے نور کے بجھانے کا تھا اور اللہ کا اس کی نورانیت کے پھیلانے کا تھا پس اللہ کا ارادہ غالب رہا ایمان وکفر کا مقابلہ جب کبھی ہوا ایمان کفر پر غالب ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر غالب کرتا ہے۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۚ۝۴۹ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۚ۝۵۰ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۱ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝۵۲ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۚ۝۵۳ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۙ۝۵۴ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۙ۝۵۵ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ؕ۝۵۶ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ۝۵۷ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۙ۝۵۸ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ؕ۝۵۹

ع ١٨

ترجمہ: فرعون کہنے لگا کہ میری اجازت سے پہلے تم اس پر ایمان لا چکے؟ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا سردار ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے۔ سو تمہیں ابھی ابھی معلوم ہو جائیگا قسم ہے میں ابھی تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے طور پر کاٹ دوں گا اور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔[۴۹] انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ہی[۵۰] اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان والے بنے ہیں ہمیں امید پڑتی ہے کہ ہمارا رب ہماری سب خطائیں معاف فرما دے۔[۵۱] ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو نکال لے چل تم سب پیچھا کیئے جاؤ گے[۵۲] فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والوں کو بھیج دیا[۵۳] کہ یقیناً یہ گروہ بہت ہی کم تعداد ہے۔[۵۴] اس پر یہ ہمیں سخت غضبناک کر رہے ہیں۔[۵۵] اور یقیناً ہم بڑی جماعت ہیں ان سے خطرہ رکھنے والے[۵۶] بالآخر ہم نے انہیں باغات سے اور چشموں سے اور خزانوں سے[۵۷] اور اچھے اچھے مقامات سے نکال باہر کیا[۵۸] اسی طرح ہوا اور ہم نے ان تمام چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔[۵۹]

باطل کا سر پھٹ جاتا ہے اور لوگوں کے باطل ارادے ہوا میں اڑ جاتے ہیں حق آ جاتا ہے باطل بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ ہر ہر شہر میں سپاہی بھیجے گئے ہر چہار طرف سے بڑے بڑے نامی گرامی جادوگر جمع کیئے گئے جو اپنے فن میں کامل اور استاد زمانہ تھے۔ کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد بارہ یا پندرہ یا سترہ یا انیس یا کچھ اوپر تیس یا اسی ہزار کی یا اس سے کم و بیش تھی۔ صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ان تمام کے استاد اور سردار چار شخص تھے سابوٗ عاذور حطحط اور مصفیٰ چونکہ سارے ملک میں ہلڑ مچ چکا تھا چو طرف سے لوگوں کے غول کے غول وقت مقررہ سے پہلے مصر میں جمع ہو گئے چونکہ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ رعیت اپنے بادشاہ کے مذہب پر ہوتی ہے۔ سب کی زبان سے یہی نکلتا تھا کہ جادوگروں کے غلبہ کے بعد ہم تو ان کی راہ لگ جائیں گے یہ کسی کی زبان سے نہ نکلا کہ جس طرف حق ہوگا ہم اسی طرف ہو جائیں گے اب موقعہ پر فرعون مع اپنے جاہ و حشم کے نکلا تمام امراء اور رؤسا ساتھ تھے لشکر فوج پلٹن ہمراہ تھی جادوگروں کو اپنے دربار میں اپنے سامنے بلوایا جادوگروں نے بادشاہ سے عہد لینا چاہا اس لئے کہا کہ جب ہم غالب آ جائیں تو بادشاہ ہمیں اپنے انعامات سے تو نہیں بھول جائیں گے فرعون نے جواب دیا واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے نہ صرف انعام بلکہ میں تو تمہیں اپنے خاص رؤسا میں شامل کر لوں گا اور تم ہمیشہ میرے پاس اور میرے ساتھ ہی رہا کرو گے۔ تم میرے مقرب بن جاؤ گے میری تمام تر توجہ تمہاری ہی طرف

رہگئی وہ خوشی خوشی میدان کی طرف چل دیئے۔ وہاں جا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے بولو تم پہلے اپنی استادی دکھاتے ہو یا ہم دکھائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے اپنی بھڑاس نکال لو تا کہ تمہارے دل میں کوئی ارمان نہ رہ جائے یہ جواب پاتے ہی انہوں نے اپنی چھڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈال دیں اور کہنے لگے فرعون کی عزت سے غلبہ ہمارا ہی رہیگا۔ جیسے عوام جاہل کسی کام کو کرتے ہیں تو کہتے ہیں یہ فلاں کے ثواب سے۔ سورۂ اعراف میں ہے کہ جادوگروں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا انہیں ہیبت میں ڈال دیا اور بڑا بھاری جادو ظاہر کیا۔ سورۂ طٰہٰ میں ہے کہ ان کی لاٹھیاں اور رسیاں ان کے جادو سے ہلتی جلتی معلوم ہونے لگیں اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں جو لکڑی تھی میدان میں ڈال دی جس نے سارے میدان میں ان کی جو کچھ نظر بندیوں کی چیزیں تھیں سب کو ہضم کر لیا پس حق ظاہر ہو گیا اور باطل دب گیا اور ان کی کی کرائی سب غارت ہو گئی یہ کوئی ہلکی سی بات اور تھوڑی سی دلیل نہ تھی جادوگر تو اسے دیکھتے ہی مسلمان ہو گئے کہ ایک شخص اتنے استادانِ فن کے مقابلہ میں آتا ہے اس کا حال جادوگروں کا سا نہیں وہ کوئی بات نہیں کرتا یقیناً ہمارا جادُو جادُو ہے اور اس کے پاس الٰہی معجزہ ہے۔ وہ تو اسی وقت وہیں کے وہیں رب کے سامنے سجدے میں گر گئے اور اسی مجمع میں سب کے سامنے اپنے ایمان لانے کا اعلان کیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لا چکے پھر اپنا قول اور واضح کرنے کے لئے یہ بھی ساتھ ہی کہہ دیا کہ رب العالمین سے ہماری مراد وہ رب ہے جسے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اپنا رب کہتے ہیں۔ اتنا بڑا معجزہ اس قدر انقلاب فرعون نے اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن ملعون کی قسمت میں ایمان نہ تھا۔ پھر بھی آنکھیں نہ کھلیں اور دشمن جان ہو گیا اور لگا اپنی طاقت سے حق کو کچلنے اور کہنے لگا کہ ہاں میں جان گیا موسیٰ علیہ السلام تم سب کا استاد تھا اسے تم نے پہلے سے بھیج دیا پھر تم بظاہر مقابلہ کرنے کے لئے آئے اور باطنی مشورے کے مطابق میدان میں ہار گئے اور اس کی بات مان گئے پس تمہارا یہ مکر کھل گیا۔

حق غالب اور باطل مغلوب ہو گیا: [آیت:۴۹۔۵۹] سبحان اللہ! کیسے کامل الایمان لوگ تھے حالانکہ ابھی ہی ایمان میں آئے تھے لیکن ان کے صبر و ثبات کا کیا کہنا ہے۔ فرعون جیسا ظالم و جابر حاکم پاس کھڑے ہو کر ڈرا دھمکا رہا ہے اور وہ نڈر اور بے خوف ہو کر اس کی منشا کے خلاف جواب دے رہے ہیں۔ حجاب کفر دل سے دور ہو گئے ہیں اس وجہ سے سینہ ٹھونک کر مقابلہ پر آ گئے ہیں اور مادی طاقتوں سے بالکل مرعوب نہیں ہوتے۔ ان کے دلوں میں یہ بات جم گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا معجزہ ہے کسب کیا ہوا جادو نہیں اسی وقت حق کو قبول کیا فرعون آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم نے تو مجھے کوئی چیز ہی نہ سمجھا مجھ سے باغی ہو گئے مجھ سے پوچھا بھی نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی مان لی؟ یہ کہہ کر پھر اس خیال سے کہ کہیں حاضرین مجلس پر ان کے ہار جانے بلکہ پھر مسلمان ہو جانے کا اثر نہ پڑے اس نے انہیں سمجھانے کو ایک بات بنائی اور کہنے لگا کہ ہاں تم سب اس کے شاگرد ہو اور یہ تمہارا استاد ہے۔ تم سب خورد ہو اور یہ تمہارا بزرگ ہے۔ تم سب کو اسی نے جادو سکھایا ہے۔ اس مکابرہ کو دیکھو یہ صرف فرعون کی بے ایمانی اور دغا بازی تھی ورنہ اس سے پہلے نہ جادوگروں نے حضرت کلیم اللہ کو دیکھا تھا نہ اللہ کے رسول علیہ السلام ان کی صورت سے آشنا تھے اللہ کے پیغمبر تو جادو جانتے ہی نہ تھے کسی کو کیا سکھاتے؟ عقلمندی کے خلاف یہ بات کہہ کر پھر دھمکانا شروع کیا اور اپنی ظالمانہ روش پر اتر آیا کہنے لگا میں تمہارے سب کے ہاتھ پاؤں الٹی طرح کاٹ دوں گا۔ اور تمہیں لنڈے منڈے بنا کر پھر سولی دوں گا اور ایک کو بھی اس سزا سے نہ چھوڑوں گا سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ راجا جی اس میں حرج ہی کیا ہے؟ جو تم سے ہو سکے کر گزرو ہمیں مطلق پرواہ نہیں ہمیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ہمیں اسی سے صلہ لینا ہے جتنی تکلیف تو ہمیں دیگا اتنا اجر و ثواب ہمارا رب ہمیں عطا فرمائے گا۔ حق پر مصیبت سہنا بالکل معمولی بات ہے جس کا ہمیں مطلق خوف نہیں ہماری تو اب یہی ایک آرزو ہے کہ ہمارا رب ہمارے اگلے گناہوں پر ہماری پکڑ نہ

کرے جو مقابلہ تو نے ہم سے کرایا ہے اس کا وبال ہم پر سے ہٹ جائے اور اس کیلئے ہمارے پاس بجز اس کے کوئی وسیلہ نہیں کہ ہم سب پہلے اللہ والے بن جائیں ایمان میں سبقت کریں۔ اس جواب پر وہ اور بھی بگڑا اور ان سب کو اس نے قتل کرا دیا رضی اللہ عنہم۔

فرعون کے چنگل سے بنی اسرائیل کی آزادی: موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا بہت سارا زمانہ ان میں گزارا اللہ تعالیٰ کی آیتیں دلیلیں ان پر واضح کر دیں لیکن ان کا سر نیچا نہ ہوا ان کا تکبر نہ ٹوٹا ان کی بد دماغی میں کوئی فرق نہ آیا تو اب سوا اس کے کوئی چیز باقی نہ رہی کہ ان پر عذاب اللہ آ جائے اور یہ غارت ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی وحی آئی کہ راتوں رات بنی اسرائیلیوں کو لے کر میرے حکم کے مطابق چل دو بنو اسرائیل نے اس موقعہ پر قبطیوں سے بہت سے زیور بطور عاریت کے لئے اور چاند چڑھنے کے وقت چپ چاپ چل دیئے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ اس رات چاند گہن تھا۔'' ❶ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راستہ میں دریافت فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ بنو اسرائیل کی ایک بڑھیا نے قبر بتلا دی۔ آپ نے تابوت یوسف اپنے ساتھ اٹھا لیا۔ کہا گیا ہے کہ خود آپ نے ہی اسے اٹھایا تھا حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت تھی کہ بنی اسرائیل جب یہاں سے جانے لگیں تو آپ کا تابوت اپنے ہمراہ لیتے جائیں ❷ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اعرابی کے ہاں مہمان ہوئے اس نے آپ کی بڑی خاطر تواضع کی۔ واپسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی ہم سے مدینے میں بھی مل لینا۔ کچھ دنوں بعد اعرابی آپ کے پاس آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ چاہیے؟ اس نے کہا ہاں ایک تو اونٹنی دیجئے مع ہودج کے اور ایک بکری دیجئے جو دودھ دیتی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس تو نے بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال نہ کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ واقعہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت کلیم اللہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو راستہ بھول گئے ہزار کوشش کی لیکن راہ نہیں ملتی آپ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا یہ کیا اندھیر ہے؟ تو علمائے بنی اسرائیل نے کہا بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آخری وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ جب ہم مصر سے چلیں تو آپ کے تابوت کو بھی یہاں سے اپنے ساتھ لیتے جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون جانتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تربت کہاں ہے؟ سب نے انکار کر دیا کہ ہم نہیں جانتے۔ ہم میں سے سوائے ایک بڑھیا کے اور کوئی بھی آپ کی قبر سے واقف نہیں۔ آپ نے اس بڑھیا کے پاس آدمی بھیج کر اس سے کہلوایا کہ مجھے حضرت یوسف کی قبر دکھلا۔ بڑھیا نے کہا ہاں دکھلاؤں گی لیکن پہلے اپنا حق لے لوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جنت میں آپ کا ساتھ مجھے میسر ہو۔ آپ پر اس کا یہ سوال بہت بھاری پڑا اسی وقت وحی آئی کہ اس کی بات مان لو اس کی شرط منظور کر لو۔ اب وہ آپ کو ایک جھیل کے پاس لے گئی جسکے پانی کا رنگ بھی متغیر ہو گیا تھا۔ کہا کہ اس کا پانی نکال ڈالو جب پانی نکال ڈالا اور زمین نظر آنے لگی تو کہا اب یہاں کھودو کھودنا شروع ہوا تو قبر ظاہر ہو گئی تابوت ساتھ رکھ لیا۔ اب جو چلنے لگے تو راستہ صاف نظر آنے لگا اور سیدھی راہ لگ گئے ❸ لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے بلکہ زیادہ قریب بحق تو یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یہ لوگ تو اپنے راستے لگ گئے ادھر فرعون اور فرعونیوں کی صبح کے وقت جو آنکھ کھلتی ہے تو چوکیدار غلام وغیرہ کوئی نہیں سخت پیچ و تاب کھانے لگے اور مارے غصے کے سرخ ہو گئے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل تورات کو سب کے سب فرار ہو گئے ہیں تو اور بھی سناٹا چھا گیا اسی وقت اپنے لشکر جمع کرنے لگا سب کو جمع کر کے ان سے کہنے لگا کہ یہ بنی اسرائیل کا ایک چھوٹا سا گروہ ہے۔ محض ذلیل کمین اور قلیل لوگ ہیں ہر وقت ان سے ہمیں کوفت ہوتی رہتی ہے۔ تکلیف پہنچتی رہتی =

❶ الطبری، ١٩/ ٣٥٤۔ ❷ ایضًا۔

❸ حاکم، ٢/ ٤٠٤، ٤٠٥ وسندہ صحیح، مسند ابی یعلی، ٧٢٥٤؛ ابن حبان ٧٢٣۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾

ع ١٧ / ٨

ترجمہ: پس فرعونی سورج نکلتے ہی بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے [٦٠] جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے بس اب تو ہم پکڑ لئے گئے [٦١] موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا یقین مانو کہ میرے ساتھ میرا پروردگار ہے جو مجھے ابھی ابھی راہ دکھا دیگا۔ [٦٢] ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لکڑی مار اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا مثل بڑے سارے پہاڑ کے ہوگیا [٦٣] اور ہم نے اسی جگہ دوسروں کو نزدیک لا کھڑا کر دیا [٦٤] اور موسیٰ علیہ السلام کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو نجات دے دی [٦٥] پھر اور سب دوسروں کو ڈبو دیا [٦٦] یقیناً اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان والے نہیں [٦٧] اور بے شک تیرا رب بڑا ہی غالب و مہربان ہے۔ [٦٨]

= ہے اور پھر ہر وقت ہمیں ان کی طرف سے دغدغہ لگا رہتا ہے یہ معنی ﴿حَاذِرُوْنَ﴾ کی قرأت پر ہیں سلف کی ایک جماعت نے اسے حذرون بھی پڑھا ہے۔ یعنی ہم ہتھیار بند ہیں۔ میں ارادہ کر چکا ہوں کہ اب انہیں ان کی سرکشی کا مزہ چکھا دوں ان سب کو ایک ساتھ گھیر گھار کر گاجر مولی کی طرح کاٹ کر ڈال دوں۔ اللہ کی شان یہی بات اسی پر لوٹ پڑی اور وہ معہ اپنی قوم اور لشکر کے بہ یک وقت ہلاک ہوا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلٰى مَنْ تَبِعَه۔ جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنی طاقت اور کثرت کے گھمنڈ پر بنی اسرائیل کے تعاقب میں انہیں نیست و نابود کرنے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس بہانے ہم نے انہیں ان کے باغات سے چشموں اور نہروں سے خزانوں اور بارونق مکانوں سے خارج کیا اور جہنم واصل کیا وہ اپنے بلند و بالا شوکت و شان والے محلات' ہرے بھرے باغات' جاری نہریں' خزانے' سلطنت ملک' تخت و تاج' جاہ و مال سب چھوڑ کر بنی اسرائیل کے پیچھے مصر سے نکلے اور ہم نے ان کی یہ تمام چیزیں بنی اسرائیل کو دلوا دیں جو آج تک پست حال تھے ذلیل و نادار تھے۔ چونکہ ہمارا ارادہ ہو چکا تھا کہ ہم ان کمزوروں کو ابھاریں اور ان گرے پڑے لوگوں کو برسر ترقی لائیں اور انہیں پیشوا اور وارث بنا دیں وہ ارادہ ہم نے پورا کیا۔

فرعون اور اس کی قوم کا عبرتناک انجام: [آیت:٦٠-٦٨] فرعون اپنے تمام لاؤ لشکر کو تمام رعایا کو مصر اور بیرون مصر کے لوگوں کو اپنے والوں کو اور اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر بڑے طمطراق اور ٹھاٹھ سے بنی اسرائیل کو تہس نہس کرنے کے ارادے سے چلا بعض کہتے ہیں کہ ان کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی تھی ان میں سے ایک لاکھ تو صرف سیاہ رنگ گھوڑوں پر سوار تھے لیکن یہ خبر اہل کتاب کی ہے جو تامل طلب ہے۔ کعب رحمۃ اللہ علیہ سے تو مروی ہے کہ آٹھ لاکھ ایسے گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہمارا تو خیال ہے کہ یہ سب بنی اسرائیل کی مبالغہ آمیز روایتیں ہیں اتنا تو قرآن سے ثابت ہے کہ فرعون اپنی کل جماعت کو لے کر چلا مگر قرآن نے ان کی تعداد نہیں بیان فرمائی نہ اس کا علم ہمیں کچھ نفع دینے والا ہے۔ طلوع آفتاب کے وقت ان کے پاس یہ پہنچ گیا۔ کافروں نے مؤمنوں کو اور مؤمنوں نے کافروں کو

دیکھ لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ موسیٰ! اب بتلاؤ کیا کریں پکڑ لئے گئے' آگے بحر قلزم ہے پیچھے فرعون کا ٹڈی دل لشکر ہے' نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ ظاہر ہے کہ نبی وغیر نبی کا ایمان یکساں نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت ٹھنڈے دل سے جواب دیتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں تمہیں کوئی ایذا نہیں پہنچ سکتی۔ میں اپنی رائے سے تمہیں لے کر نہیں نکلا بلکہ احکم الحاکمین کے حکم سے تمہیں لے کر چلا ہوں وہ وعدہ خلاف نہیں ان کے اگلے حصے پر حضرت ہارون علیہ السلام تھے انہی کے ساتھ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے یا آل فرعون کا مؤمن شخص تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام لشکر کے آخری حصہ میں تھے مارے گھبراہٹ کے اور راہ نہ پانے کے سارے بنو اسرائیل حیران و پریشان ہو کر ٹھہر گئے اور اضطراب کے ساتھ جناب کلیم اللہ علیہ السلام سے دریافت کرنے لگے کہ اسی راہ پر چلنے کا اللہ تعالیٰ کا حکم تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اتنی دیر میں تو فرعونی سر پر آ پہنچے اسی وقت پروردگار کی وحی آئی کہ اے نبی! اس دریا پر اپنی لکڑی مارو اور پھر میری قدرت کا کرشمہ دیکھو۔ آپ نے لکڑی ماری جس کے لگتے ہی بحکم باری پانی پھٹ گیا اس پریشانی کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی جو ابن ابی حاتم میں ان الفاظ سے مروی ہے (يَا مَنْ كَانَ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ الْمُكَوِّنُ لِكُلِّ شَيْءٍ وَالْكَائِنُ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ اِجْعَلْ لَنَا مَخْرَجًا) یہ دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نکلی ہی تھی جو اللہ تعالیٰ کی وحی آئی کہ دریا پر اپنی لکڑی مارو حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ اس رات اللہ تعالیٰ نے دریا کی طرف پہلے ہی سے وحی بھیج دی تھی کہ جب میرے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں اور تجھے لکڑی ماریں تو آپ کی سننا اور ماننا'' پس سمندر میں رات بھر تلاطم رہا اس کی موجیں ادھر ادھر سر ٹکراتی پھریں کہ نہ معلوم کہ حضرت کب اور کدھر سے آ جائیں اور مجھے لکڑی مار دیں ایسا نہ ہو کہ مجھے خبر نہ لگے اور میں ان کے حکم کی بجا آوری نہ کر سکوں۔ جب بالکل کنارے پہنچ گئے تو آپ کے ساتھی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے فرمایا اے نبی اللہ! اللہ کا آپ کو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا یہی کہ میں سمندر پر اپنی لکڑی ماروں انہوں نے کہا پھر کیا دیر ہے؟ چنانچہ آپ نے لکڑی مار کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تو پھٹ اور مجھے چلنے کا راستہ دیدے۔ بس اسی وقت وہ پھٹ گیا راستے بیچ میں صاف نظر آنے لگے اور اس کے آس پاس پانی بطور پہاڑ کے ہو گیا اس میں بارہ راستے نکل آئے بنو اسرائیل کے قبیلے بھی بارہ ہی تھے۔ پھر قدرت باری تعالیٰ سے ہر دو فریق کے درمیان جو پہاڑ حائل تھا اس میں طاق بن گئے تا کہ ہر ایک دوسرے کو سلامت روی سے آتا ہوا دیکھے ❶ پانی مثل دیواروں کے ہو گیا اور ہوا کو حکم ہوا اس نے درمیان سے پانی کو اور زمین کو خشک کر کے راستے صاف کر دیئے پس اس خشک راستے سے آپ مع اپنی قوم کے بے کھٹکے جانے لگے پھر فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ نے دریا کے قریب کر دیا پھر موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو تو سب کو نجات مل گئی ان میں سے کوئی نہ ڈوبا۔ اور باقی سب کافروں میں سے کوئی نہ بچا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''فرعون کو جب بنو اسرائیل کے بھاگ جانے کی خبر ملی تو اس نے ایک بکری ذبح کی اور کہا اس کی کھال اترے اس سے پہلے میرے پاس چھ لاکھ لشکر جمع ہو جانا چاہئے'' موسیٰ علیہ السلام بھاگا بھاگ دریا کے کنارے جب پہنچ گئے تو دریا سے فرمانے لگے تو پھٹ جا کہیں ہٹ جا اور ہمیں جگہ دے اس نے کہا یہ کیا تکبر کی باتیں کر رہے ہو کیا میں اس سے پہلے بھی کبھی پھٹا ہوں اور ہٹ کر کسی انسان کو جگہ دی ہے جو تجھے دوں گا۔ آپ کے ساتھ جو بزرگ شخص تھے انہوں نے کہا کہ اے نبی اللہ! کیا یہی راستہ اور یہی جگہ اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہی انہوں نے کہا پھر نہ تو آپ جھوٹے ہیں نہ آپ سے غلط فرمایا گیا ہے۔ آپ نے دوبارہ یہی کہا لیکن پھر بھی کچھ نہ ہوا۔ اس بزرگ شخص نے دوبارہ بھی یہی سوال جواب کیا۔ اسی وقت وحی اتری کہ سمندر پر اپنی لکڑی مار۔ اب آپ کو خیال آیا اور لکڑی ماری =

❶ الطبری، ١٩/ ٣٥٧۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾

ترجمہ: انہیں ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بھی سنا دو[٦٩] جب کہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟[٧٠] انہوں نے جواب دیا کہ بتوں کی ہم تو برابر ان کے مجاور بنے بیٹھے رہتے ہیں[٧١] آپ نے فرمایا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ سنتے بھی ہیں؟[٧٢] یا تمہیں نفع نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟[٧٣] انہوں نے کہا یہ ہم کچھ نہیں جانتے ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا۔[٧٤] آپ نے فرمایا کچھ خبر بھی ہے؟ جنہیں تم پوج رہے ہو[٧٥] تم اور تمہارے اگلے باپ دادا[٧٦] وہ سب میرے دشمن ہیں بجز سچے اللہ تعالیٰ کے جو تمام جہان کا پالنہار ہے۔[٧٧]

= لکڑی لگتے ہی سمندر نے راستہ دیدیا بارہ راہیں ظاہر ہو گئیں ہر فرقہ اپنے راستے کو جان گیا اور اپنی راہ لگ گیا اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے باطمینان تمام چل دیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بنی اسرائیل کو لے کر پار نکل گئے اور فرعونی ان کے تعاقب میں سمندر میں آ گئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کا پانی جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا اور سب کو ڈبو دیا جب سب سے آخری بنی اسرائیلی نکلا اور سب سے آخری قبطی سمندر میں آ گیا اسی وقت جناب باری کے حکم سے سمندر کا پانی ایک ہو گیا اور سارے کے سارے قبطی ایک ایک کر کے ڈبو دیے گئے۔ اس میں بڑی عبرتناک نشانی ہے کہ کس طرح گنہگار برباد ہوتے ہیں اور نیک کردار شاد ہوتے ہیں لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان جیسی دولت سے محروم ہیں۔ بیشک تیرا رب عزیز و رحیم ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید: [آیت:٦٩۔٧٧] تمام موحدوں کے باپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ واقعہ سنا دیں تا کہ وہ اخلاص توکل اور رب واحد کی عبادت اور شرک اور مشرکین سے بیزاری میں آپ علیہ السلام کی اقتدا کریں۔ آپ اول دن سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم تھے اور آخر دن تک اسی توحید پر جمے رہے۔ اپنی قوم سے اور اپنے باپ سے فرمایا کہ یہ بت پرستی کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو پرانے وقت سے ان بتوں کی مجاوری اور عبادت کرتے چلے آتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی اس غلطی کو ان پر واضح کر کے ان کی غلط روش بے نقاب کرنے کے لئے ایک بات اور بھی بیان فرمائی کہ تم ان سے دعائیں کرتے ہو اور دور نزدیک سے ان کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ یا جس نفع کے حاصل کرنے کے لئے تم انہیں بلاتے ہو وہ نفع تمہیں پہنچا سکتے ہیں؟ یا اگر تم ان کی عبادت چھوڑ دو تو کیا وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

اس کا جواب جو قوم کی طرف سے ملا وہ صاف ظاہر ہے کہ ان کے معبود ان کاموں میں سے کسی کام کو نہیں کر سکتے۔ انہوں نے صاف کہا کہ ہم تو اپنے بڑوں کی تقلید کی وجہ سے بت پرستی پر جمے ہوئے ہیں۔

اس کے جواب میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان سے اور ان کے معبودان باطل سے اپنی براءت اور بیزاری کا اعلان کر دیا =

الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری فرماتا ہے۔[۷۸] وہی جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔[۷۹] اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا ہے۔[۸۰] اور وہی مجھے مار ڈالے گا۔ پھر زندہ کر دے گا[۸۱] اور جس سے مجھے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا۔[۸۲]

= صاف فرما دیا کہ تم اور تمہارے معبود جن کی تم اور تمہارے باپ دادا پرستش کرتے رہے ان سب سے میں بیزار ہوں وہ سب میرے دشمن ہیں میں صرف سچے رب العالمین کا پرستار ہوں میں موحد مخلص ہوں جاؤ تم سے اور تمہارے معبودوں سے جو ہو سکے کر لو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا کہ تم اور تمہارے سارے معبود مل کر اگر میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو تو کمی نہ کرو۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا میں تم سے اور تمہارے معبودوں سے اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے بیزار ہوں۔ تم سب اگر مجھے کچھ نقصان پہنچا سکتے ہو تو پہنچا دو میرا بھروسہ اپنے رب کی ذات پر ہے تمام جاندار اس کے ماتحت ہیں وہ سیدھی راہ والا ہے۔ اسی طرح خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے معبودوں سے بالکل نہیں ڈرتا۔ ڈر تو تمہیں میرے رب سے رکھنا چاہیے جو سچا اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ مجھ میں تم میں عداوت ہے جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔ میں اے باپ تجھ سے اور تیری قوم اور تیرے معبودوں سے بری ہوں صرف اپنے رب سے آرزو ہے کہ وہ مجھے راہ راست دکھلائے۔ اسی کو یعنی (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) کو انہوں نے کلمہ بنا لیا۔

اللہ کون ہے؟ [آیت: ۷۸۔۸۲] حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اپنے رب کی صفتیں بیان فرماتے ہیں کہ میں تو ان اوصاف والے رب کا ہی عابد ہوں اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کروں گا پہلا وصف یہ کہ وہ میرا خالق ہے اسی نے اندازہ مقرر کیا ہے اور وہی مخلوقات کی اس کی طرف رہبری کرتا ہے۔ دوسرا وصف یہ کہ وہ ہادی حقیقی ہے جسے چاہتا ہے اپنی راہ مستقیم پر چلاتا ہے جسے چاہتا ہے اسے غلط راہ پر لگا دیتا ہے۔ تیسرا وصف میرے رب کا یہ ہے کہ وہ رزاق ہے آسمان و زمین کے تمام اسباب اسی نے مہیا کئے ہیں۔ بادلوں کا اٹھانا پھیلانا ان سے بارش کا برسانا اس سے زمین کو زندہ کرنا پھر پیداوار کا اگانا اسی کا کام ہے۔ وہی میٹھا اور پیاس بجھانے والا پانی ہمیں دیتا ہے اور اپنی اور مخلوق کو بھی غرض کھلانے پلانے والا وہی ہے ساتھ ہی بیماری تندرستی بھی اسی کے ہاتھ ہے لیکن خلیل اللہ کا کمال ادب دیکھئے کہ بیماری کی نسبت تو اپنی طرف کی اور شفا کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف گو بیماری بھی اسی کی قضا و قدر سے اور اسی کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ یہی لطافت سورۂ فاتحہ کی دعا میں بھی ہے کہ انعام و ہدایت کی اسناد تو رب عالم کی طرف کی ہے اور غضب کے فاعل کو حذف کر دیا ہے اور ضلالت بندے کی طرف منسوب کر دی ہے۔ سورۂ جن میں جنات کا قول بھی ملاحظہ ہو جہاں انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والی مخلوق کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے؟ یہاں بھی بھلائی کی نسبت رب کی طرف کی گئی اور برائی کے ارادے میں یہ نسبت ظاہر نہیں کی گئی۔ اس طرح کی یہ آیت ہے کہ جب میں بیمار پڑتا ہوں تو میری شفا پر بجز اس اللہ تعالیٰ کے اور کوئی قادر نہیں دوا میں تاثیر پیدا کرنا بھی اسی کے بس کی چیز ہے موت و حیات پر قادر بھی وہی ہے۔ ابتدا اور انتہا اسی کے ہاتھ ہے اسی نے پہلی پیدائش کی ہے وہی دوبارہ لوٹائے گا۔ دنیا اور آخرت میں گناہوں کی بخشش پر بھی =

ترجمہ: اے اللہ مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں ملا دے[۸۳] اور میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ[۸۴] مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے[۸۵] اور میرے باپ کو بخش دے یقیناً وہ گمراہوں میں تھا۔[۸۶] اور جس دن کہ لوگ دوبارہ جلائے جائیں مجھے رسوا نہ کر۔[۸۷] جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی[۸۸] لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے۔[۸۹]

= وہی قادر ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ غفور ورحیم وہی ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی پیاری دعائیں: [آیت:۸۳۔۸۹] حکم سے مراد علم عقل الوہیت کتاب اور نبوت ہے آپ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ مجھے یہ چیزیں عطا فرما کر دنیا اور آخرت میں نیک لوگوں میں شامل رکھ۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آخری وقت میں دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! اعلیٰ رفیقوں میں ملا دے تین بار یہی دعا کی۔ ❶ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا بھی مروی ہے ((اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَمِتْنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مُبَدِّلِيْنَ)) ❷ یعنی اے اللہ ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور مسلمانی کی حالت میں ہی موت دے اور نیکوں میں ملا دے درآنحالیکہ نہ رسوائی ہو نہ تبدیلی۔

پھر اور دعا کرتے ہیں کہ میرے بعد بھی میرا ذکر خیر لوگوں میں جاری رہے لوگ نیک باتوں میں میری اقتدا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا ذکر پچھلی نسلوں میں باقی رکھا ہر ایک آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی نیک بندے کی نیکی اکارت نہیں کرتا ایک جہان ہے جن کی زبانیں آپ کی تعریف وتوصیف سے تر ہیں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں اونچائی اور بھلائی دی۔ عموماً ہر مذہب و ملت کے لوگ خلیل اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ میرا ذکر جمیل جہاں دنیا میں باقی رہے وہاں آخرت میں بھی جنتی بنایا جاؤں اور اے اللہ میرے گمراہ باپ کو بھی معاف فرما۔ لیکن اپنے کافر باپ کے لئے یہ استغفار کرنا ایک وعدے پر تھا جب آپ پر اس کا دشمن اللہ ہونا کھل گیا کہ وہ کفر ہی پر مرا تو آپ کے دل سے اس کی عزت ومحبت جاتی رہی اور استغفار کرنا بھی ترک کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام بڑے صاف دل اور بردبار تھے۔ ہمیں بھی جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روش پر چلنے کا حکم ملا ہے وہیں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اس بات میں ان کی پیروی نہ کرنا۔ پھر دعا کرتے ہیں کہ مجھے قیامت کے دن کی رسوائی سے بچا لینا جب کہ تمام اگلی پچھلی مخلوق زندہ ہو کر ایک میدان میں کھڑی ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد سے ملاقات ہوگی آپ دیکھیں گے کہ اس کا منہ ذلت سے اور گرد وغبار سے آلودہ ہو رہا ہے'' ❸ اور روایت میں ہے کہ اس وقت آپ جناب باری میں عرض کریں گے کہ پروردگار! تیرا مجھ سے قول ہے کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سن لے جنت تو کافر پر قطعاً حرام ہے۔ ❹ اور روایت میں ہے کہ ابراہیم اپنے باپ کو اس حالت میں دیکھ کر فرمائیں گے کہ دیکھ میں تجھے نہیں کہہ رہا تھا =

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته ٤٤٣٧، ٤٤٣٨۔

❷ احمد، ٣/ ٤٢٤ وسنده صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی، ١٠٤٤٥۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الشعراء باب ﴿ولا تخزنی یوم یبعثون﴾ ٤٧٦٨۔ ❹ صحیح بخاری، حوالہ سابق ٤٧٦٩۔

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِن دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنصُرُونَكُمْ أَوْ يَنتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾ تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِن شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾

ع ٦

ترجمہ: پرہیزگاروں کیلئے جنت بالکل نزدیک لائی جائے گی[٩٠] اور گمراہ لوگوں کے لئے جہنم ظاہر کر دی جائے گی۔[٩١] اور ان سے پوچھا جائے گا کہ جن کی تم پوجا کرتے رہے وہ کہاں ہیں؟[٩٢] جو اللہ کے سوا تھے' کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں؟ یا کوئی بدلہ لے سکتے ہیں[٩٣] اب تو وہ سب اور کل گمراہ لوگ جہنم میں اوپر تلے ڈال دیئے جائیں گے۔[٩٤] اور ابلیس کے تمام کے تمام لشکر بھی[٩٥] وہاں آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے کہیں گے۔[٩٦] کہ قسم اللہ کی یقیناً ہم تو کھلی غلطی پر تھے'[٩٧] جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے۔[٩٨] اور ہمیں تو سوا ان بدکاروں کے کسی اور نے گمراہ نہیں کیا تھا۔[٩٩] اب تو ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں[١٠٠] اور نہ کوئی سچا غمخوار دوست۔[١٠١] اگر کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر جانا ملتا تو ہم پکے سچے مؤمن بن جاتے۔[١٠٢] یہ ماجرا یقیناً ایک زبردست نشانی ہے' ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں[١٠٣] یقیناً تیرا پروردگار ہی غالب مہربان ہے۔[١٠٤]

= میری نافرمانی نہ کر باپ جواب دے گا کہ اچھا اب نہ کروں گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے کہ پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اس دن مجھے رسوا نہ فرمائے گا اب اس سے بڑھ کر اور رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ اس طرح رحمت سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے خلیل! میں نے تو جنت کافروں پر حرام کر دی ہے۔ پھر فرمائے گا ابراہیم! دیکھ تیرے پیروں تلے کیا ہے؟ آپ علیہ السلام دیکھیں گے کہ ایک بدصورت بجو کیچڑ پانی میں لتھڑا کھڑا ہے جس کے پاؤں پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔ ❶ حقیقتاً یہی ان کے والد ہوں گے جو اس صورت میں کر دیئے گئے اور اپنی مقررہ جگہ پہنچا دیئے گئے اس دن انسان اگر اپنا فدیہ مال سے ادا کرنا چاہے گو دنیا بھر کے خزانے دیدے لیکن بے سود ہے نہ اس دن اولاد فائدہ دے گی تمام اہل زمین کو اپنے بدلے میں دینا چاہے پھر بھی لاحاصل۔ اس دن نفع دینے والی چیز ایمان اخلاص اور شرک اور اہل شرک سے بیزاری ہے جس کا دل صالح ہو یعنی شرک و کفر کے میل کچیل سے صاف ہو اللہ کو سچا جانتا ہو قیامت کو یقینی مانتا ہو دوبارہ کے جی اٹھنے پر ایمان رکھتا ہو ❷ اللہ تعالیٰ کی توحید کا قائل اور عامل ہو نفاق وغیرہ سے دل مریض نہ ہو بلکہ ایمان واخلاص اور نیک عقیدے سے دل صحیح اور تندرست ہو بدعتوں سے نفرت رکھتا ہو اور سنت سے اطمینان اور الفت رکھتا ہو۔

نیکی اور برائی کا بدلہ: [آیت: ٩٠-١٠٤] جن لوگوں نے نیکیاں کیں تھیں برائیوں سے بچے تھے جنت اس دن ان کے پاس ہی ان =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیآء، باب قول اللّٰہ تعالی ﴿واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلا﴾ ٣٣٥٠۔

❷ الطبری، ١٩/ ٣٦٦۔

كَذَّبَتۡ قَوۡمُ نُوۡحِ ِۨالۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ نُوۡحٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّىۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿۱۰۸﴾ وَمَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ‌ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: قوم نوح نے بھی نبیوں کو جھٹلایا[۱۰۵] جب کہ ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے کہا کہ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں؟[۱۰۶] سنو میں تمہاری طرف اللہ کا امانتدار رسول ہوں۔[۱۰۷] پس تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور میری بات ماننی چاہئے۔[۱۰۸] میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا میرا بدلہ تو صرف رب العالمین کے ہاں ہے۔[۱۰۹] پس تم رب کا خوف رکھو اور میری فرمانبرداری کرو۔[۱۱۰]

= کے سامنے ہی زیب و زینت کے ساتھ موجود ہوگی اور سرکشوں کے لئے اسی طرح جہنم ظاہر ہوگی اس میں سے ایک گردن نکل کھڑی ہوگی جو گنہگاروں کی طرف غضبناک تیوروں سے نظر ڈالے گی اور اس طرح شور مچائے گی کہ دل اڑ جائیں گے کلیجے ہل جائیں گے اور مشرکوں سے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرمایا جائے گا کہ تمہارے معبودان باطل جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے تھے کہاں ہیں کیا وہ تمہاری کچھ مدد کرتے ہیں یا خود اپنی ہی مدد کرسکتے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ عابد معبود سب دوزخ میں اُلٹے لٹک رہے ہیں اور جل بھن رہے ہیں۔ تابع و متبوع سب اوپر تلے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ ساتھ ہی ابلیس کے کل لشکری بھی اول سے لے کر آخر تک۔ وہاں کمزور لوگ بڑے لوگوں سے جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے زندگی بھر تمہاری مانی آج تم عذابوں سے ہمیں کیوں نہیں چھوڑاتے؟ سچ تو یہ ہے کہ ہم ہی بالکل گمراہ تھے راہ سے دور ہو گئے تھے کہ تمہارے احکام مثل الٰہی احکام کے سمجھ بیٹھے تھے اور رب العالمین کے ساتھ ہی تمہاری بھی عبادت کرتے رہے گویا تمہیں رب کے برابر سمجھے ہوئے تھے افسوس ہمیں اس غلط اور خطرناک راہ پر مجرموں نے لگائے رکھا اب تو ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں رہا۔ آپس میں پوچھیں گے کہ کیا کوئی ہمارا شفیع ہے جو ہماری شفاعت کرے یا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ہم دوبارہ دنیا کی طرف لوٹائے جائیں؟ اور وہاں جا کر اب تک کے کئے ہوئے اعمال کے خلاف عمل کریں جہاں ہمارا کوئی سفارشی ہمیں نظر نہیں آتا وہاں کوئی قریبی سچا دوست بھی دکھائی نہیں دیتا کہ وہی ہماری ہمدردی و غمخواری کرے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر کسی صالح شخص سے ہماری دوستی ہوتی تو وہ آج ضرور ہمیں نفع دیتا اور اگر کوئی ہمارا دلی محب ہوتا تو ضرور ہماری شفاعت کے لئے آگے بڑھتا اور اگر ہمیں پھر سے دنیا میں جانا ملتا تو ہم آپ اپنے ان بداعمال کا تدارک کر لیتے۔

لیکن حق تو یہ ہے کہ یہ بدبخت ازلی اگر دوبارہ بھی دنیا میں لائے جائیں تو وہی بداعمالیاں پھر سے شروع کر دیں۔ سورۂ صٓ میں بھی ان جہنم والوں کے جھگڑے کا بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان کا یہ جھگڑا یقیناً ہوگا۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو کچھ فرمایا اور جو دلیلیں انہیں دیں اور ان پر توحید کی وضاحت کی اس میں یقیناً اللہ کی الوہیت پر اور اس کی یکتائی پر صاف براہان موجود ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے رکے ہوئے ہیں اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تیرا پالنہار پروردگار پورے غلبے اور قوت والا ساتھ ہی بخشش و رحم والا ہے۔

نوح علیہ السلام کی بے لوث دعوت توحید: [آیت:۱۰۵-۱۱۰] زمین پر سب سے پہلے جب بت پرستی شروع ہوئی اور لوگ شیطانی راہوں پر لگنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولوالعزم رسولوں کے سلسلے کو حضرت نوح علیہ السلام سے شروع کیا انہوں نے آ کر لوگوں کو =

قَالُوٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ؕ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِىْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۚ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّىْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۚ﴿۱۱۳﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ؕ﴿۱۱۵﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ؕ﴿۱۱۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِىْ كَذَّبُوْنِ ۚۖ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِىْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِىْ وَمَنْ مَّعِىَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۚ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ؕ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۧ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: قوم نے جواب دیا کہ کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں؟ تیری تابعداری تو سفلے لوگوں نے کی ہے۔[۱۱۱] آپ نے فرمایا مجھے کیا خبر کہ وہ پہلے کیا کرتے رہے؟[۱۱۲] ان کا حساب تو میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں شعور ہو[۱۱۳] تو میں ایمانداروں کو دھکے دینے والا نہیں۔[۱۱۴] میں تو صاف طور پر ڈرا دینے والا ہوں۔[۱۱۵] انہوں نے کہا کہ اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تجھے سنگسار کر دیا جائے گا۔[۱۱۶] آپ نے کہا اے میرے پرودگار! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا[۱۱۷] پس تو مجھ میں اور ان میں کوئی قطعی فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے باایمان ساتھیوں کو نجات دے۔[۱۱۸] چنانچہ ہم نے اسے اور اسکے ساتھیوں کو کھچا کھچ بھری ہوئی کشتی میں سوار کرا کر نجات دیدی[۱۱۹] بعد ازاں باقی کے تمام لوگوں کو ہم نے ڈبو دیا۔[۱۲۰] یقیناً اس میں بہت بڑی عبرت ہے ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے والے تھے بھی نہیں[۱۲۱] اور بیشک تیرا پروردگار البتہ وہی ہے زبردست رحم والا۔[۱۲۲]

= اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈرایا اور اس کی سزاؤں سے انہیں آگاہ کیا لیکن وہ اپنے ناپاک کرتوتوں سے باز نہ آئے غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑی بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھوٹا کہا ان کے دشمن بن گئے اور ایذا رسانی کے درپے ہوگئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلانا گویا تمام پیغمبروں سے انکار کرنا تھا اس لئے آیت میں فرمایا گیا کہ قوم نوح نے نبیوں کو جھٹلایا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے پہلے تو انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے کی نصیحت کی کہ تم جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو تو عذاب اللہ کا تمہیں ڈر نہیں۔ جس طرح توحید کی تعلیم کے بعد اپنی رسالت کی تلقین کی اور فرمایا کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں اور ہوں بھی امانت دار اس کا پیغام ہو بہو وہی ہے جو تمہیں سنا رہا ہوں پس تمہیں اپنے دلوں کو اللہ کے خوف سے پر رکھنا چاہیے اور میری تمام باتوں کو بلا چون و چرا مان لینا چاہئے اور سنو میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا مقصد اس سے صرف یہی ہے کہ میرا رب مجھے اس کا بدلہ اور ثواب عطا فرمائے گا پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہا مانو میری سچائی میری خیر خواہی تم پر خوب روشن ہے ساتھ ہی میری دیانتداری اور بھی تم پر واضح ہے۔

قوم کا سفیہانہ جواب: [آیت:۱۱۱۔۱۲۲] قوم نوح نے پیغام پیغامبر کا جواب دیا کہ چند سفلے اور جھوٹے لوگوں نے تیری بات مانی ہے ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ان رذیلوں کا ساتھ دیں اور تیری مان لیں۔

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۲۳ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۲۴ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۲۵ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۲۶ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۲۷ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝۱۲۸ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝۱۲۹ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝۱۳۰ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۳۱ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝۱۳۲ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝۱۳۳ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۱۳۴ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۳۵

ترجمہ: عادیوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا [۱۲۳] جب کہ ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے کہا کہ تمہیں ڈر نہیں؟ [۱۲۴] میں تمہارا امانت دار معتبر پیغمبر ہوں [۱۲۵] پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو [۱۲۶] میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا ثواب تو تمام جہان کے پروردگار کے پاس ہی ہے [۱۲۷] کیا تم ایک ایک ٹیلے پر بے فائدہ بطور کھیل تماشہ کے نشانات لگا رہے ہو [۱۲۸] اور بڑی صنعت والے مضبوط محل تعمیر کر رہے ہو گویا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو گے [۱۲۹] اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو سختی اور ظلم سے پکڑتے ہو [۱۳۰] اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو [۱۳۱] اس سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری امداد کی جنہیں تم جانتے ہو۔ [۱۳۲] اس نے تمہاری مدد کی مال سے اور اولاد سے [۱۳۳] باغات سے اور چشموں سے [۱۳۴] مجھے تو تمہاری نسبت بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ [۱۳۵]

اسکے جواب میں اللہ کے پیغمبر نے جواب دیا یہ میرا فرض نہیں کہ کوئی حق قبول کرنے کو آئے تو میں اس سے اس کی قوم اور پیشہ دریافت کرتا پھروں اندرونی حالات پر اطلاع رکھنا حساب لینا اللہ کا کام ہے افسوس تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں۔ تمہاری اس چاہت کو پورا کرنا میرے اختیار سے باہر ہے کہ میں ان مسکینوں سے اپنی محفل خالی کرالوں میں تو اللہ کی طرف سے ایک آگاہ کر دینے والا ہوں جو بھی مانے وہ میرا اور جو نہ مانے وہ خود ذمہ دار۔ شریف ہو یا رذیل ہو امیر ہو یا غریب ہو۔ جو میری مانے میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔

نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کو بددعا: لمبی مدت تک جناب نوح علیہ السلام ان میں رہے دن رات چھپے کھلے انہیں اللہ کی راہ کی دعوت دیتے رہے لیکن جوں جوں آپ اپنی نیکی میں بڑھتے گئے وہ اپنی بدی میں بڑھتے گئے بالآخر زور باندھتے باندھتے صاف کہہ دیا کہ اگر اب ہمیں اپنے دین کی دعوت دی تو ہم تجھے پتھراؤ کر کے تیری جان لے لیں گے۔ آپ کے ہاتھ بھی جناب باری میں اٹھ گئے قوم کی تکذیب کی شکایت آسمان کی طرف چڑھی اور آپ نے فتح کی دعا کی۔ فرمایا اے اللہ! میں مغلوب اور عاجز ہوں میری مدد کر میرے ساتھ میرے ساتھیوں کو بھی بچالے بس جناب باری عزوجل نے آپ کی دعا قبول کی۔ انسان جانوروں اور سامان اسباب سے کھچا کھچ بھری ہوئی کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیدیا اس کے بعد آسمان وزمین سے طوفان امنڈ آیا اور روئے زمین کے کفار کا قلع قمع کر دیا گیا۔ یقیناً یہ واقعہ بھی عبرت آموز ہے لیکن تاہم اکثر لوگ بے یقین ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ رب بڑے غلبے والا ہے لیکن وہ مہربان بھی بہت ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: [آیت: ۱۲۳-۱۳۵] حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے عادیوں کو جو حقاف کے رہنے والے تھے اللہ کی طرف بلایا۔ احقاف ملک یمن میں حضر موت کے پاس ریتلے پہاڑیوں کے قریب ہے ان کا زمانہ

قَالُوا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ آپ وعظ کہیں یا وعظ کہنے والوں میں نہ ہوں ہم پر یکساں ہے۔[۱۳۶] یہ تو پرانے لوگوں کا دین ہے[۱۳۷] ہم ہرگز آفت زدہ نہیں ہونے کے[۱۳۸] چونکہ عادیوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا اس لئے ہم نے انہیں تباہ کر دیا' یقیناً اس میں نشان ہے اور ان میں کے اکثر بے ایمان تھے۔[۱۳۹] بے شک تیرا رب وہی ہے غالب مہربان۔[۱۴۰]

= نوح علیہ السلام کے بعد کا ہے سورۂ اعراف میں بھی ان کا ذکر گزر چکا ہے کہ انہیں قوم نوح کا جان نشین بنایا گیا اور انہیں بہت کچھ کشادگی اور وسعت دی گئی۔ ڈیل ڈول کے بڑے قوت طاقت کے پورے مال واولاد والے کھیت اور باغات پھل اور اناج بکثرت دولت اور زر بہت سا نہریں اور چشمے جا بجا الغرض ہر طرح کی آسائش اور آسانی مہیا لیکن رب کی تمام نعمتوں کی ناقدری کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے تھے اپنے نبی کو جھٹلایا یہ انہیں میں سے تھے انہیں سمجھایا بجھایا خوف وڈر دکھایا اپنا رسول ہونا ظاہر فرمایا اپنی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و وحدانیت کی دعوت دی جیسے کہ نوح علیہ السلام نے دی تھی اپنا بے لاگ ہونا طالب دنیا نہ ہونا بیان فرمایا اپنے خلوص کا بھی ذکر کیا یہ جو فخر وریا کے طور پر اپنے مال برباد کرتے تھے اور اونچے اونچے مشہور ٹیلوں پر بلند و بالا علامتیں اپنی قوت کے اور مال کے اظہار کے لئے بناتے تھے اس فعل عبث سے انہیں ان کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے روکا کیونکہ اس میں بے کار دولت کا کھونا وقت کا برباد کرنا اور مشقت اٹھانا ہے جس سے دین دنیا کا کوئی فائدہ نہ مقصود ہوتا ہے نہ متصور۔ بڑے بڑے پختہ اور بلند برج اور مینار بناتے تھے جس کے بارے میں ان کے نبی نے نصیحت کی کہ کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ یہیں ہمیشہ رہو گے محبت دنیا نے تمہیں آخرت بھلا دی ہے لیکن یاد رکھو تمہاری یہ چاہت بے سود ہے دنیا زائل ہونے والی ہے تم خود فنا ہونے والے ہو ایک قرأت میں ﴿كَاَنَّكُمْ خٰلِدُوْنَ﴾ ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کر دی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے دمشق کے رہنے والو سنو! لوگ سب جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم نہیں کھا سکتے تم نے وہ مکانات بنانے شروع کر دیئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنی شروع کر دیں جو پوری ہونی محال ہیں کیا تم بھول گئے تم سے اگلے لوگوں نے بھی جمع جتھا کر کے سنبھال سنبھال کر رکھی تھی بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کئے تھے بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکہ میں رہ گئے ان کی پونجی برباد ہو گئی ان کے مکانات اور بستیاں اجڑ گئیں عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک ان کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ ہے ایسا کوئی بیوقوف کہ قوم عاد کی میراث کو دو درہموں کے بدلے بھی خریدے۔ ان کے مال و مکانات کا بیان فرما کر ان کی قوت وطاقت کا بیان فرمایا کہ بڑے سرکش متکبر اور سخت تھے نبی اللہ علیہ صلوات اللہ نے انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا کہ رب کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو پھر وہ نعمتیں یاد دلائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام کی تھیں جنہیں وہ خود

جانتے تھے مثلاً چوپائے جانور اور اولاد باغات اور دریا۔ پھر اپنا اندیشہ ظاہر کیا کہ اگر تم نے میری تکذیب کی اور میری مخالفت پر جمے رہے تو تم پر عذاب الٰہی برس پڑے گا۔ لالچ اور ڈر دونوں دکھائے لیکن بے سود رہے۔

قوم ہود نے نصیحت حاصل نہ کی اور تباہ ہو گئے: [آیت:۱۳۶۔۱۴۰] حضرت ہود علیہ السلام کے مؤثر بیانات نے اور آپ کے رغبت اور ڈر بھرے خطبوں نے قوم پر کوئی اثر نہیں کیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ آپ ہمیں وعظ سنائیں یا نہ سنائیں نصیحت کریں یا نہ کریں ہم تو اپنی روش کو چھوڑ نہیں سکتے ہم آپ کی بات مان کر اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں یہ یقیناً محال ہے۔ ہمارے ایمان سے آپ مایوس ہو جائیں ہم آپ کی نہیں مانیں گے۔ فی الواقع کافروں کا یہی حال ہے انہیں سمجھانا بے سود رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی فرمایا کہ ان ازلی کفار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت مطلق اثر نہیں کرنے کی یہ نصیحت کر دینے اور ہوشیار کر دینے کے بعد بھی ویسے ہی رہیں گے جیسے پہلے تھے یہ تو قدرتی طور پر ایمان سے محروم کر دیئے گئے ہیں جن پر تیرے رب کی بات صادق آنے والی ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔

﴿خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ کی دوسری قرأت ﴿خَلْقُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ بھی ہے یعنی جو باتیں تو ہمیں کہتا ہے یہ تو اگلوں کی کہی ہوئی ہیں جیسے ❶ قریشیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جو صبح و شام تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔ یہ ایک بہتان ہے جسے تو نے گھڑ لیا ہے اور کچھ لوگ اپنے طرف دار کر لئے ہیں وغیرہ مشہور قرأت کی بنا پر معنی یہ ہوئے کہ جس پر ہم ہیں وہی ہمارے پرانے باپ دادوں کا مذہب ہے ہم تو انہیں کی راہ چلیں گے اور اسی روش پر رہیں گے جئیں گے پھر مر جائیں گے جیسے وہ مر گئے یہ محض لاف ہے کہ پھر ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ کئے جائیں گے یہ بھی غلط ہے کہ ہمیں عذاب کیا جائیگا۔ آخرش ان کی تکذیب اور مخالفت کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا سخت تیز و تند آندھی ان پر بھیجی اور یہ برباد کر دیئے گئے۔ یہی عاد اولیٰ تھے جنہیں ﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِo﴾ ❷ کہا گیا ہے یہ ارم سام بن نوح کی نسل میں سے تھے عمد میں یہ رہتے تھے۔ ارم حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے کا نام ہے نہ کہ کسی شہر کا گو بعض لوگوں سے یہ بھی مروی ہے لیکن اس کے قائل بنی اسرائیل ہیں ان سے سن سنا کر اوروں نے بھی یہی کہہ دیا ہے حقیقت میں اس کی کوئی مضبوط دلیل نہیں اسی لئے قرآن نے ارم کا ذکر کرتے ہی فرمایا ہے کہ ﴿لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِo﴾ ❸ ان جیسا اور کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا اگر اس سے مراد شہر ارم ہوتا تو یوں فرمایا جاتا کہ اس جیسا اور کوئی شہر بنایا نہیں گیا۔ قرآن کریم کی آیت میں ہے ﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ❹ عادیوں نے زمین پر تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے بڑھ کر قوت والا کون ہے؟ کیا وہ اسے بھی بھول گئے کہ ان کا پیدا کرنے والا ان سے زیادہ قوی ہے؟ دراصل انہیں ہماری آیتوں سے انکار تھا یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان پر صرف بیل کے نتھنے کے برابر ہوا چھوڑی گئی جس نے ان کا ان کے شہروں کا ان کے مکانات کا کھوج کھو دیا جہاں سے گزر گئی صفایا کر دیا۔ شائیں شائیں کرتی تمام چیزوں کا ستیاناس کرتی چلی گئی تھی تمام قوم کے سر الگ ہو گئے تھے اور دھڑ الگ عذاب الٰہی بہ شکل ہوا آتا دیکھ کر قلعوں میں محلات میں محفوظ مکانات میں گھس گئے تھے زمین میں گڑھے کھود کھود کر آدھے آدھے جسم ان میں ڈال کر محفوظ ہوئے تھے لیکن بھلا عذاب الٰہی کو کوئی چیز روک سکتی ہے؟ وہ ایک منٹ کے لئے بھی کسی کو مہلت اور دم لینے دیتا ہے سب چٹ پٹ کر دیئے گئے اور اس واقعہ کو بعد میں آنے والوں کے لئے ایک نشان عبرت بنا دیا گیا۔ ان میں سے اکثر لوگ بے ایمان ہی رہے۔ اللہ کا غلبہ اور رحم دونوں مسلم تھے۔

---

❶ الطبری، ۱۹/ ۳۷۸۔ ❷ ۸۹/ الفجر:۷۔ ❸ ۸۹/ الفجر:۸۔ ❹ ۴۱/ فصلت:۱۵۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾

ترجمہ: ثمودیوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا[۱۴۱] ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟[۱۴۲] میں تمہاری طرف اللہ کا امانت دار پیغمبر ہوں۔[۱۴۳] تو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا کرو[۱۴۴] میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میری اجرت تو بس پروردگار عالم پر ہی ہے۔[۱۴۵] کیا ان چیزوں میں جو یہاں ہیں تم امن کے ساتھ چھوڑ دیئے جاؤ گے؟[۱۴۶] یعنی ان باغوں اور ان چشموں[۱۴۷] اور ان کھیتوں اور ان کھجوروں کے باغوں میں جن کے شگوفے بوجھ کے مارے ٹوٹے پڑتے ہیں[۱۴۸] اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر پرتکلف مکانات بنا رہے ہو۔[۱۴۹] پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو[۱۵۰] بے باک حد سے گزر جانے والوں کی اطاعت سے باز آ جاؤ[۱۵۱] جو ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔[۱۵۲]

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم سے خطاب: [آیت:۱۴۱-۱۵۲] اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول حضرت صالح علیہ السلام کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ آپ اپنی قوم ثمود کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے یہ لوگ عرب تھے حجر نامی شہر میں رہتے تھے جو وادی القریٰ اور ملک شام کے درمیان ہے یہ عادیوں کے بعد اور ابراہیمیوں سے پہلے تھے شام کی طرف جاتے ہوئے آپ کا اس جگہ سے گزرنے کا بیان سورۂ اعراف کی تفسیر میں پہلے گزر چکا ہے انہیں ان کے نبی نے اللہ کی طرف بلایا کہ یہ اللہ کی توحید کو مانیں اور حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کریں لیکن انہوں نے بھی انکار کیا اور اپنے کفر پر جمے رہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو جھوٹا کہا باوجود اللہ سے ڈرتے رہنے کی نصیحت سننے کی پرہیزگاری اختیار نہ کی۔ باوجود رسول امین کی موجودگی کے راہ ہدایت اختیار نہ کی حالانکہ نبی کا صاف اعلان تھا کہ میں اپنا کوئی بوجھ تم پر ڈال نہیں رہا میں تو اس رسالت کی تبلیغ کے اجر کا خواہاں صرف اللہ تعالیٰ سے ہوں اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انہیں یاد دلائیں۔

دنیا کی ناپائیداری: حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم میں وعظ فرما رہے ہیں انہیں اللہ کی نعمتیں یاد دلاتے ہیں اور اس کے عذابوں سے متنبہ فرما رہے ہیں کہ وہ اللہ جو تمہیں یہ کشادہ روزیاں دے رہا ہے جس نے تمہارے لئے باغات اور چشمے کھیتیاں اور پھل مہیا فرما دیئے ہیں امن چین سے جو تمہاری زندگی کے ایام پورے کر رہا ہے تم اس کی نافرمانیاں کر کے انہی نعمتوں میں اور اسی امن و امان میں نہیں چھوڑے جا سکتے ان باغات اور ان دریاؤں میں ان کھیتوں اور ان باغات کھجور میں جن کے خوشے کھجوروں کی زیادتی کے مارے بوجھل ہو رہے ہیں اور جھکے پڑتے ہیں جن میں تہ بہ تہ تر کھجوریں بھرپور لگ رہی ہیں جو نرم خوشنما میٹھی اور خوش ذائقہ کھجوروں سے =

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ: وہ بولے بجز اس کے نہیں کہ تو توان میں سے ہے جن پر جادو کر دیا جائے[۱۵۳] تو تو ہم جیسا ہی انسان ہے اگر تو سچوں سے ہے تو کوئی معجزہ لے آ۔[۱۵۴] آپ نے فرمایا یہ ہے اونٹنی پانی پینے کی ایک باری اس کی اور ایک مقررہ دن کی باری پانی پینے کی تمہاری۔[۱۵۵] خبردار اسے برائی سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ ایک بڑے بھاری دن کا عذاب تمہاری گرفت کر لے گا۔[۱۵۶] پھر بھی انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں پھر تو پشیمان ہو گئے[۱۵۷] اور عذاب نے انہیں آ دبوچا۔ بے شک اس میں عبرت ہے اور ان میں کے اکثر لوگ مؤمن نہ تھے۔[۱۵۸] اور بے شک تیرا رب زبردست اور مہربان ہے۔[۱۵۹]

= لدے ہوئے ہیں تم اللہ کی نافرمانیاں کر کے ان کو بآرام ہضم نہیں کر سکتے۔ اللہ نے تمہیں اس وقت جن مضبوط پرتکلف بلند اور عمدہ گھروں میں رکھ چھوڑا ہے اللہ کی توحید اور میری رسالت کے انکار کے بعد یہ بھی قائم نہیں رہ سکتے افسوس تم اللہ کی نعمت کی قدر نہیں کرتے اپنا وقت اپنا روپیہ بیجا برباد کر کے یہ نقش و نگار والے مکانات پہاڑوں میں بہ تصنع و تکلف صرف بڑائی اور ریاکاری کے لئے اپنی عظمت اور قوت کے مظاہرے کے لئے تراش رہے ہو جس میں کوئی نفع نہیں بلکہ اس کا وبال تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے پس تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور میری اتباع کرنی چاہیے۔ اپنے خالق رازق منعم محسن کی عبادت اور اسکی فرمانبرداری اور اس کی توحید کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا چاہیے جس کا نفع تمہیں دنیا و آخرت میں ملے تمہیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اس کی تسبیح و تہلیل کرنی چاہیے۔ صبح و شام اس کی عبادت کرنی چاہئے تمہیں اپنے ان موجودہ سرداروں کی ہرگز نہ ماننی چاہیے یہ تو حدود اللہ سے تجاوز کر گئے ہیں توحید کی اتباع کو بھلا بیٹھے ہیں زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں نافرمانی گناہ فسق و فجور پر خود لگے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی کی طرف بلا رہے ہیں حق کی موافقت اور اتباع کر کے اصلاح کی کوشش نہیں کرتے۔

صالح علیہ السلام کا معجزہ اور قوم کی ہٹ دھرمی: [آیت:۱۵۳۔۱۵۹] ثمودیوں نے اپنے نبی کو جواب دیا کہ تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے گو ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ تو مخلوق میں سے ہے اور اس کی دلیل میں عربی کا ایک شعر بھی پیش کیا جاتا ہے لیکن زیادہ ظاہر معنے پہلا ہی ہے اسی کے ساتھ انہوں نے کہا تو تو ہم جیسا ایک انسان ہے ناممکن ہے کہ ہم میں سے تو کسی پر وحی نہ آئے اور تجھ پر آ جائے کچھ نہیں یہ صرف بناوٹ ہے ایک کھلی بازی بنا رکھی ہے محض جھوٹ اور صاف طوفان ہے اچھا ہم کہتے ہیں کہ اگر تو واقعی سچا نبی ہے تو کوئی معجزہ دکھا اس وقت ان کے چھوٹے بڑے سب جمع تھے اور ایک زبان ہو کر سب نے معجزہ طلب کیا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ سامنے کی بڑی ساری چٹان ہے یہ ہمارے دیکھتے ہوئے پھٹے اور اس میں سے ایک گابھن اونٹنی اس رنگ کی ایسی ایسی نکلے آپ نے فرمایا اچھا اگر میں رب سے دعا کروں اور وہ یہی معجزہ میرے ہاتھوں تمہیں دکھا دے پھر تو تمہیں میری نبوت کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہو گا؟ سب نے پختہ وعدہ کیا قول و قرار کیا کہ ہم سب ایمان لائیں گے اور آپ کی =

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ: قوم لوط نے بھی نبیوں کو جھٹلایا[۱۶۰] ان سے ان کے بھائی لوط علیہ السلام نے کہا کہ تم خوف الٰہی نہیں رکھتے؟[۱۶۱] میں تمہاری طرف امانتدار رسول ہوں[۱۶۲] پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو[۱۶۳] میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہے جو تمام جہان کا رب ہے۔[۱۶۴]

= نبوت مان لیں گے آپ بہت جلد یہ معجزہ دکھایئے۔ آپ نے اسی وقت نماز شروع کر دی پھر اللہ عزوجل سے دعا کی اسی وقت وہ پتھر پھٹا اور اسی طرح کی وہ اونٹنی ان کے دیکھتے ہوئے اس میں سے نکلی کچھ لوگ تو حسب اقرار مؤمن ہو گئے لیکن اکثر لوگ پھر بھی کافر کے کافر رہے۔

آپ نے فرمایا اب سنو ایک دن یہ پانی پیئے گی اور ایک دن پانی کی باری تمہاری مقرر رہے گی۔ اب تم میں سے کوئی اسے برائی نہ پہنچائے ورنہ بدترین عذاب تم پر اُتر پڑے گا۔ ایک عرصے تک تو وہ رُکے رہے اُونٹنی ان میں رہی چارہ چگتی اور اپنی باری والے دن پانی پیتی۔ اس دن یہ لوگ اس کے دودھ سے سیر ہو جاتے لیکن ایک مدت کے بعد ان کی بدبختی نے انہیں آ گھیرا ان میں کے ایک بڑے ملعون نے اونٹنی کے مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا اور کل اہل شہر اس کے موافق ہو گئے چنانچہ اس کی کوچیں کاٹ کر اسے مار ڈالا۔ جس کے نتیجے میں انہیں سخت ندامت و پشیمانی اٹھانی پڑی۔ عذاب اللہ نے انہیں دفعتاً آ دبوچا۔ ان کی زمینیں ہلا دی گئیں اور ایک چیخ سے سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے دل اڑ گئے کلیجے پاش پاش ہو گئے اور وہم وگمان بھی جس چیز کا نہ تھا وہ آن پڑی اول آخر سب غارت ہو گئے اور دنیا جہاں کے لئے یہ خوفناک واقعہ عبرت افزا ہو گیا۔ اتنی بڑی نشانی اپنی آنکھوں دیکھ کر بھی ان میں کے اکثر لوگوں کو ایمان لانا نصیب نہ ہوا اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ غالب ہے اور وہ رحیم بھی ہے۔

قوم لوط بھی اپنے نبی کی نافرمان تھی: [آیت: ۱۶۰-۱۶۴] اب اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ بیان فرما رہا ہے ان کا نام لوط بن ہاران بن آزر تھا یہ ابراہیم خلیل اللہ کے بھتیجے تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات میں بہت بڑی امت کی طرف بھیجا تھا یہ لوگ سدوم اور اس کے آس پاس بستے تھے بالاخر یہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں پکڑے گئے سب ہلاک ہوئے اور ان کی بستیوں کی جگہ ایک جھیل سڑے ہوئے گندے کھاری پانی کی رہ گئی یہ اب تک بھی بلاد غور میں مشہور ہے جو کہ بیت المقدس اور کرک وشوبک کے درمیان ہے ان لوگوں نے بھی رسول اللہ کی تکذیب کی آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی معصیت چھوڑنے اور اپنی تابعداری کرنے کی ہدایت کی اپنا رسول ہو کر آنا ظاہر کیا انہیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈرایا اللہ تعالیٰ کی باتیں مان لینے کو فرمایا۔ اعلان کر دیا کہ میں تمہارے پیسے ٹکے کا محتاج نہیں میں صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں تم اپنے اس خبیث فعل سے باز آؤ یعنی عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے حاجت روائی کرنے سے رک جاؤ لیکن انہوں نے اللہ کے رسول کی نہ مانی بلکہ ایذائیں پہنچانے لگے۔

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يٰلُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٧٠﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغٰبِرِينَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٧٢﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٤﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧٥﴾ كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧٦﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٧٩﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿١٨٠﴾

ترجمہ: کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو؟[١٦٥] اور تمہاری جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری جوڑ بنائی ہیں چھوڑ دیتے ہو؟ بات یہ ہے کہ تم ہو ہی حد سے گزر جانے والے۔[١٦٦] انہوں نے جواب دیا کہ اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً نکال دیا جائے گا۔[١٦٧] آپ نے فرمایا میں تمہارے کام سے سخت ناخوش ہوں۔[١٦٨] میرے پروردگار! مجھے اور میرے گھرانے کو اس وبال سے بچالے جو یہ کرتے ہیں۔[١٦٩] پس ہم نے اسے اور اس کے متعلقین کو سب کو بچالیا[١٧٠] بجز ایک بڑھیا کے کہ وہ پیچھے رہ جانیوالوں میں ہوگئی[١٧١] پھر ہم نے باقی اور سب کو ہلاک کر دیا[١٧٢] اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا مینہ برسایا۔ پس بہت ہی برا مینہ تھا جو ڈرائے گئے ہوئے لوگوں پر برسا۔[١٧٣] یہ ماجرا بھی سراسر عبرت ہے ان میں کے بھی اکثر مسلمان نہ تھے۔[١٧٤] بے شک تیرا پروردگار وہی ہے غلبے والا مہربانی والا۔[١٧٥] ایکہ والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔[١٧٦] جب کہ ان سے شعیب نے کہا کہ کیا تمہیں ڈر خوف نہیں؟[١٧٧] میں تمہاری طرف امانتدار رسول ہوں[١٧٨] تو تم اللہ کا خوف کھاؤ اور میری فرمانبرداری کرو[١٧٩] میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا میرا اجر تمام جہان کے پالنے والے کے پاس ہے۔[١٨٠]

قوم لوط کی بدخصلتی: [آیت:١٦٥۔١٨٠] لوط نبی علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی خاص بدکاری سے روکا کہ تم مردوں کے پاس شہوت سے نہ آؤ۔ ہاں اپنی حلال بیویوں سے خواہش پوری کرو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جوڑا بنا دیا ہے رب کی مقررہ حدوں کا ادب واحترام کرو اس کا جواب ان کے پاس یہی تھا کہ اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو ہم تجھے جلاوطن کر دیں گے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان پاک باز لوگوں کو تو الگ کر دو یہ دیکھ کر آپ نے ان سے بیزاری اور دست برداری کا اعلان کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں تمہارے اس برے کام سے ناراض ہوں میں اسے پسند نہیں کرتا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی براءت کا اظہار کرتا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے بددعا کی اور اپنی اور اپنے گھرانے کی نجات طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو نجات دی مگر آپ کی بیوی نے اپنی قوم کا ساتھ دیا اور انہی کے ساتھ تباہ ہوئی جیسے کہ سورۂ اعراف سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں بالتفصیل بیان گزر چکا ہے۔ آپ اپنے ماننے والوں کو لے کر اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اس بستی سے چل کھڑے ہوئے حکم تھا کہ آپ کے نکلتے ہی ان پر عذاب ==

اَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِيۡنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ وَالۡجِبِلَّةَ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۸۴﴾

ترجمہ: ناپ پورا بھرا کرو کم دینے والوں میں شمولیت نہ کرو۔[۱۸۱] اور سیدھی صحیح ترازو سے تولا کرو۔[۱۸۲] لوگوں کو ان کی چیزیں کمی سے نہ دو، بے باکی کے ساتھ زمین پر فساد مچاتے نہ پھرو۔[۱۸۳] اس رب کا خوف رکھو جس نے خود تمہیں اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا ہے۔[۱۸۴]

= آئے گا اس وقت پلٹ کر ان کی طرف دیکھنا بھی نہیں۔ پھر ان سب پر عذاب برسا اور سب برباد کر دیئے گئے۔ ان پر آسمان سے سنگ باری ہوئی اور ان کا انجام بد ہوا یہ بھی عبرت ناک واقعہ ہے ان میں سے بھی اکثر بے ایمان تھے رب کے غلبے میں اس کے رحم میں کوئی شک نہیں۔

شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے وعظ: یہ لوگ مدین کے رہنے والے تھے حضرت شعیب علیہ السلام بھی ان ہی میں سے تھے آپ کو ان کا بھائی صرف اس لئے نہیں کہا گیا کہ اس آیت میں ان لوگوں کی نسبت ایکہ کی طرف کی ہے جسے یہ لوگ پوجتے تھے ایکہ ایک درخت تھا یہی وجہ ہے کہ جیسے اور نبیوں کو ان کی امتوں کا بھائی فرمایا! انہیں ان کا بھائی نہیں کہا گیا ورنہ یہ لوگ بھی انہی کی قوم میں سے تھے بعض لوگ جن کے ذہن کی رسائی اس نکتے تک نہیں ہوئی وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کی قوم میں سے نہ تھے اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کا بھائی نہیں فرمایا گیا یہ اور ہی قوم تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کی طرف بھی بھیجے گئے تھے اور ان لوگوں کی طرف بھی بعض کہتے ہیں کہ ایک تیسری امت کی طرف بھی آپ کی بعثت ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ”کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ نہیں بھیجا سوائے حضرت شعیب علیہ السلام کے کہ ایک مرتبہ انہیں مدین والوں کی طرف بھیجا اور ان کی تکذیب کی وجہ سے انہیں ایک چھنگاڑ کے ساتھ ہلاک کر دیا اور دوبارہ انہیں ایکہ والوں کی طرف بھیجا اور ان کی تکذیب کی وجہ سے ان پر سائے والے دن کا عذاب آیا اور وہ برباد ہوئے لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے راویوں میں اسحاق بن بشر کاہلی ہے جو ضعیف ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اصحاب رس اور اصحاب ایکہ قوم شعیب ہے اور ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اصحاب ایکہ اور مدین ایک ہی ہیں [1] وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ۔ ابن عساکر میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”قوم مدین اور اصحاب ایکہ دو قومیں ہیں اور ان دونوں امتوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا تھا“ لیکن یہ حدیث غریب ہے اور اس کے مرفوع ہونے میں کلام ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ موقوف ہی ہو۔ صحیح امر یہی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی امت ہیں دونوں جگہ ان کے وصف الگ الگ بیان ہوئے ہیں گروہ ایک ہی ہے اس کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ دونوں قصوں میں حضرت شعیب علیہ السلام کا وعظ ایک ہی ہے دونوں کو ناپ تول صحیح کرنے کا حکم دیا ہے۔

ناپ تول میں کمی کی ممانعت: [آیت:۱۸۱۔۱۸۴] حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو ناپ تول درست کرنے کی ہدایت کر رہے ہیں ڈنڈی مارنے اور ناپ تول میں کمی کرنے سے روکتے ہیں فرماتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی چیز ناپ کر دو تو پیمانہ بھر کر دو اس کے حق سے =

[1] الطبری، ۱۹/ ۳۹۰۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٩١﴾

ترجمہ: کہنے لگے تو تو ان میں سے ہے جن پر جادو کر دیا جاتا ہے۔[١٨٥] اور تو تو ہم ہی جیسا ایک انسان ہے اور ہم تو تجھے جھوٹ بولنے والوں میں سے ہی سمجھتے ہیں۔[١٨٦] اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے۔[١٨٧] کہا کہ میرا رب تو خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔[١٨٨] چونکہ انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔ وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا![١٨٩] یقیناً اس میں بڑی نشانی ہے۔ اور ان میں کے اکثر مسلمان نہ تھے[١٩٠] اور یقیناً تیرا پروردگار البتہ وہی ہے غلبے والا مہربانی والا۔[١٩١]

= کم نہ کرو اسی طرح دوسرے سے جب لو تو زیادہ لینے کی کوشش اور تدبیر نہ کرو۔ یہ کیا کہ لینے کے وقت پورا لو اور دینے کے وقت کم دو؟ دین لین دونوں صاف اور پورے رکھو ترازو اچھی رکھو جس میں تول صحیح آئے بٹے بھی پورے رکھو تول میں عدل کرو ڈنڈی نہ مارو کم نہ تولو کسی کو اس کی چیز کم نہ دو کسی کی راہ نہ مارو چوری چکاری لوٹ مار غارت گری رہزنی سے بچو لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خوفزدہ کر کے ان سے مال نہ لوٹو اس اللہ کے عذابوں کا خوف رکھو جس نے تمہیں اور سب اگلوں کو پیدا کیا ہے جو تمہارا اور تمہارے بڑوں کا رب ہے یہی لفظ آیت ﴿وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا﴾ ❶ میں بھی اسی معنی میں ہے۔

قوم شعیب کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا: [آیت:١٨٥۔١٩١] ثمودیوں نے جو جواب اپنے نبی کو دیا تھا وہی جواب ان لوگوں نے بھی اپنے رسول کو دیا کہ تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے تیری عقل ٹھکانے نہیں رہی تو ہم جیسا ہی انسان ہے۔ اور ہمیں تو یقین ہے کہ تو جھوٹا آدمی ہے۔ اللہ نے تجھے نہیں بھیجا اچھا تو اگر اپنے دعوے میں سچا ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دے آسمانی عذاب ہم پر لے آ۔ جیسے قریشیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ ہم تو تجھ پر ایمان لانے کے نہیں جب تک کہ تو عرب کی اس ریتلی زمین میں دریا نہ بہا دے یہاں تک کہ کہا یا تو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے جیسے کہ تیرا خیال ہے یا تو اللہ تعالیٰ یا فرشتوں کو کھلم کھلا لے آئے اور آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ! اگر یہ تیرے پاس سے ہے اور حق ہے تو تو آسمان سے پتھر برسا دے اسی طرح ان جاہل کافروں نے کہا کہ تو ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دے۔ پیغمبر علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال بخوبی معلوم ہیں جس لائق تم ہو وہ خود کر دے گا اگر تم اس کے نزدیک آسمانی عذاب کے قابل ہو تو وہ بلا تاخیر تم پر آسمانی عذاب برسائے گا اللہ تعالیٰ ظالم نہیں کہ بے گناہوں کو سزا دے۔ بالآخر جس قسم کا عذاب یہ مانگ رہے تھے۔ اسی قسم کا عذاب ان پر آ پڑا۔ انہیں سخت گرمی محسوس ہوئی سات دن تک گویا زمین ابلتی رہی کسی جگہ کسی سایے میں ٹھنڈک یا راحت میسر نہ ہوئی۔ تڑپ اٹھے بے قرار ہو گئے سات دن کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل ان کی طرف چلا آ رہا ہے وہ آ کر ان کے سروں پر چھا گیا یہ سب گرمی اور حرارت سے زچ ہو گئے تھے اس کے =

❶ ٣٦/ یٰس:٦٢۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾

ترجمہ: بیشک وشبہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔[۱۹۲] اسے امانتدار فرشتہ لے کر آیا ہے۔[۱۹۳] تیرے دل پر اترا ہے تا کہ تو آگاہ کردینے والوں میں سے ہو جائے[۱۹۴] صاف عربی زبان میں ہے۔[۱۹۵] اگلے نبیوں کی کتابوں میں بھی اس قرآن کا ذکر ہے[۱۹۶] کیا انہیں یہ نشان کافی نہیں؟ کہ حقانیت قرآن کو تو بنی اسرائیل کے علما بھی جانتے ہیں۔[۱۹۷] اگر ہم اسے کسی عجمی شخص پر نازل فرماتے[۱۹۸] اور وہ ان کے سامنے اس کی تلاوت کرتا تو یہ اسے باور کرنے والے نہ ہوتے۔[۱۹۹]

= نیچے جا بیٹھے جب سارے کے سارے اس کے سایے میں پہنچ گئے وہیں بادل میں سے آگ برسنے لگی ساتھ ہی زمین زور زور سے جھٹکے لینے لگی اور اس زور کی ایک آواز آئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے جان نکل گئی اور سارے کے سارے بہ یک آن تباہ و ویران ہو گئے اس دن کے سائبان والے سخت عذاب نے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا سورۂ اعراف میں تو فرمایا گیا ہے کہ ایک زلزلے کے ساتھ ہی یہ سب ہلاک ہو گئے سورۂ ہود میں بیان ہوا ہے کہ ان کی تباہی کا باعث ایک خطرناک دل شکن چیخ تھی اور یہاں بیان ہوا کہ انہیں سائبان کے دن کے عذاب نے تھام لیا تو تینوں مقامات پر تینوں عذابوں کا ایک ایک کر کے ذکر اس مقام کی عبارت کی مناسبت کی وجہ سے ہوا ہے سورۂ اعراف میں ان کی اس خباثت کا ذکر ہے کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو دھمکایا تھا کہ اگر تم ہمارے دین میں نہ آئے تو ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو شہر بدر کر دیں گے۔ چونکہ وہاں نبی کے دل کو ہلا دینے کا ذکر تھا اس لئے عذاب بھی ان کے جسموں کو مع دل ہلا دینے یعنی زلزلے اور جھٹکے کا ذکر ہوا سورۂ ہود میں ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے نبی کو بطور مذاق کے کہا تھا کہ آپ تو بڑے بردبار اور بھلے آدمی ہیں مطلب یہ تھا کہ بڑے بکی بکواسی اور برے آدمی ہیں تو وہاں عذاب میں چیخ چنگھاڑ کا بیان ہوا۔ یہاں چونکہ ان کی آرزو آسمان کے ٹکڑے کے گرنے کی تھی تو عذاب کا ذکر بھی سائبان نما ابر کے ٹکڑے سے ہوا فَسُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانُهٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ "سات دن تک وہ گرمی پڑی کہ الامان والحفیظ کہیں ٹھنڈک کا نام نہیں تھا تلملا اٹھے اس کے بعد ایک ابر اٹھا اور چڑھا اس کے سائے میں ایک شخص پہنچا اور وہاں راحت اور ٹھنڈک پا کر اس نے دوسروں کو بلایا جب سب جمع ہو گئے تو ابر پھٹا اور اس میں سے آگ برسی" یہ بھی مروی ہے کہ ابر جو بطور سائبان کے تھا ان کے جمع ہوتے ہی ہٹ گیا اور سورج سے ان پر آگ برسی جس نے ان سب کا بھرتا بنا دیا۔ محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ قرظی فرماتے ہیں کہ "اہل مدین پر تینوں عذاب آئے شہر میں زلزلہ آیا جس سے خائف ہو کر حدود شہر سے باہر آ گئے باہر جمع ہوتے ہی گھبراہٹ پریشانی اور بے کلی شروع ہو گئی تو وہاں سے بھاگ پڑی لیکن شہر میں جانے سے ڈرے وہیں دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا ایک جگہ ہے ایک اس کے نیچے گیا اور اس کی ٹھنڈک محسوس کر کے سب کو آواز دی کہ یہاں آ جاؤ یہاں جیسی ٹھنڈک اور تسکین تو کبھی دیکھی ہی نہیں یہ سنتے ہی سب اس کے نیچے جمع ہو گئے کہ اچانک ایک چیخ

کی آواز آئی جس سے کلیجے پھٹ گئے اور سب کے سب مر گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ”سخت گرج اور گرمی شروع ہوئی جس سے سانس گھٹنے لگے اور بے چینی حد کو پہنچ گئی گھبرا کر شہر چھوڑ کر میدان میں جمع ہو گئے یہاں بادل آیا جس کے نیچے ٹھنڈک اور راحت حاصل کرنے کے لئے سب جمع ہوئے وہیں آگ برسی اور سب جل بھن گئے“ یہ تھا سائبان والے بڑے بھاری دن کا عذاب جس نے ان کا کھوج کھو دیا۔ ❶ یقیناً یہ واقعہ سراسر عبرت اور قدرت الٰہی کی ایک زبردست نشانی ہے ان میں سے اکثر بے ایمان تھے اللہ تعالیٰ اپنے بد بندوں سے انتقام لینے میں غالب ہے کوئی اسے مغلوب نہیں کر سکتا وہ اپنے نیک بندوں پر مہربان ہے انہیں بچا لیا کرتا ہے۔

حضور ﷺ کا دل قرآن کا مسکن ہے: [آیت:۱۹۲۔۱۹۹] سورہ کی ابتدا میں قرآن کریم کا ذکر آیا تھا وہی ذکر پھر تفصیلاً بیان ہو رہا ہے کہ یہ کتاب قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔ روح الامین سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں ❷ جن کے واسطے سے یہ وحی سرور رسل پر اتری ہے جیسے فرمان ہے ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ﴾ ❸ یعنی اس قرآن کو بحکم اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تیرے دل پر نازل فرمایا ہے یہ قرآن اگلی تمام الہامی کتابوں کا سچا بتانے والا ہے۔ یہ فرشتہ ہمارے ہاں ایسا مکرم ہے کہ اس کا دشمن ہمارا دشمن ہے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”جس سے روح الامین بولے اسے زمین نہیں کھاتی۔“ اس بزرگ با مرتبہ فرشتہ نے جو فرشتوں کا سردار ہے تیرے دل پر اس پاک اور بہتر کلام اللہ کو نازل فرمایا ہے جو ہر طرح کے میل کچیل سے کمی زیادتی سے نقصان اور کجی سے پاک ہے۔ تاکہ تو اللہ کے مخالفین کو گنہگاروں کو خداوندی سزا سے بچاؤ کرنے کی رہبری کر سکے اور تابع فرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رضوان کی خوشخبری پہنچا سکے یہ کھلی فصیح عربی زبان میں ہے تاکہ ہر شخص سمجھ سکے پڑھ سکے کسی کو عذر باقی نہ رہے اور ہر ایک پر قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی حجت بن جائے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے نہایت فصاحت سے ابر کے اوصاف بیان کئے جسے سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کہہ اٹھے کہ یارسول اللہ! آپ تو کمال درجہ کی فصیح و بلیغ زبان بولتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”بھلا میری زبان ایسی پاکیزہ کیوں نہ ہوگی قرآن بھی تو میری زبان میں اترا ہے۔“ فرمان ہے ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾ ❹

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”وحی عربی میں اتری ہے یہ اور بات ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم کے لئے ان کی زبان میں ترجمہ کر دیا“ قیامت کے دن سریانی زبان ہوگی ہاں جنتیوں کی زبان عربی ہوگی۔ (ابن ابی حاتم)

قرآن کی حقانیت کے ٹھوس ثبوت: فرماتا ہے کہ اگلی اللہ کی کتابوں میں بھی اس پاک اور آخری اللہ کی کلام کی پیش گوئی اور اس کی تصدیق و صفت موجود ہے۔ اگلے نبیوں نے بھی اس کی بشارت دی ہے یہاں تک کہ ان تمام نبیوں کے آخری نبی جن کے بعد حضور علیہ السلام تک اور کوئی نبی نہ تھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو جمع کر کے خطبہ دیتے ہیں۔ اس میں فرماتے ہیں کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری جانب اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو اگلی کتابوں کو سچانے کے ساتھ ہی آنے والے رسول حضرت محمد ﷺ کی بشارت تمہیں سناتا ہوں۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب کا نام ہے یہاں زبر کا لفظ کتابوں کے معنی میں ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ﴾ ❺ جو کچھ یہ کر رہے ہیں سب کتابوں میں تحریر ہے پھر فرماتا ہے اگر یہ سمجھیں ضد اور تعصب نہ کریں تو قرآن کی حقانیت پر یہی دلیل کیا کم ہے کہ خود بنی اسرائیل کے علما اسے مانتے ہیں۔ ان میں سے جو حق گو اور =

---

❶ الطبری، ١٩/ ٣٩٤۔ ❷ ایضًا، ١٩/ ٣٩٦۔ ❸ ٢/ البقرة:٩٨۔ ❹ یہ روایت مرسل ہے اور موسیٰ بن محمد الیتمی سخت ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ٤/ ٢١٨، رقم:٨٩١٤) ❺ ٥٤/ القمر:٥٢۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾
فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾
اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
يُمَتَّعُوْنَ ﴿٢٠٧﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٠٩﴾

ترجمہ: اسی طرح ہم نے گنہگاروں کے دلوں میں اس انکار کو لا رکھا ہے۔[۲۰۰] وہ جب تک دردناک عذابوں کا ملاحظہ نہ کر لیں ایمان نہ لائیں گے۔[۲۰۱] پس وہ عذاب تو ان کے پاس ناگہاں آ جائے گا انہیں اس کا شعور بھی نہ ہوگا[۲۰۲] اس وقت کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی؟[۲۰۳] کیا یہ ہمارے عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں؟[۲۰۴] اچھا یہ بھی بتلاؤ کہ اگر ہم نے انہیں کئی سال بھی فائدہ اٹھانے دیا[۲۰۵] پھر انہیں وہ عذاب آ لگا جن سے یہ دھمکائے جاتے تھے۔[۲۰۶] تو جو کچھ بھی یہ برتتے رہے اس میں سے کچھ بھی انہیں فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔[۲۰۷] ہم نے تو جس بستی کو ہلاک کیا ہے اسی حال میں کہ اس کے ڈرانے والے تھے۔[۲۰۸] نصیحت کرنے کے لئے ہم ظلم کرنے والے نہیں ہیں۔[۲۰۹]

= بے تعصب ہیں وہ توراۃ کی ان آیتوں کا لوگوں پر اظہار کر رہے ہیں جن میں حضور ﷺ کی بعثت قرآن کا ذکر اور آپ کی حقانیت کی خبر ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما اور ان جیسے حق گو حضرات نے دنیا کے سامنے توراۃ و انجیل کی وہ آیتیں رکھ دیں جو حضور ﷺ کی شان کو ظاہر کرنے والی تھیں اس کے بعد کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس فصیح و بلیغ جامع مانع حق کلام کو ہم کسی عجمی پر نازل فرماتے پھر تو کوئی شک ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ ہمارا کلام ہے مگر مشرکین قریش اپنے کفر اور اپنی سرکشی میں اتنے بڑھ گئے ہیں کہ اس وقت بھی وہ ایمان نہ لاتے۔

جیسے فرمان ہے کہ اگر آسمان کا دروازہ بھی ان کے لئے کھول دیا جاتا اور یہ خود چڑھ جاتے تب بھی یہی کہتے کہ ہمیں نشہ پلا دیا گیا ہے ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے اور آیت میں ہے کہ اگر ان کے پاس فرشتے آ جاتے اور مردے بول اٹھتے تب بھی انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا ان پر عذاب کا کلمہ ثابت ہو چکا ہدایت کی راہ مسدود کر دی گئی۔

عذاب اتمام حجت کے بعد آتا ہے: [آیت: ۲۰۰-۲۰۹] تکذیب و کفر، انکار و عدم تسلیم کو ان مجرموں کے دل میں بٹھا دیا ہے یہ جب تک عذاب اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔ اس وقت اگر ایمان لائے بھی تو محض بے سود ہوگا لعنت پڑ چکی ہو گی برائی مل چکی ہوگی نہ پچھتانا کام آئے نہ معذرت نفع دے عذاب الٰہی آئیں گے اور اچانک دفعتہً ان کی بے خبری میں ہی آ جائیں گے اس وقت کی ان کی تمنائیں کہ اگر ذرا سی بھی مہلت پائیں تو نیک بن جائیں بے سود ہوں گی ایک انہی پر کیا موقوف ہے ہر ظالم فاجر فاسق کا فر بدکار عذاب کو دیکھتے ہی سیدھا ہو جاتا ہے توبہ کرتا ہے مگر سب لاحاصل۔ فرعون ہی کو دیکھیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے بددعا کی جو قبول ہوئی۔ عذابوں کو دیکھ کر ڈوبتے ہوئے کہنے لگا کہ اب میں مسلمان ہوتا ہوں لیکن جواب ملا کہ یہ ایمان بے سود ہے۔ اسی طرح اور آیتوں میں ہے کہ ہمارے عذابوں کو دیکھ کر ایمان کا اقرار کیا پھر ان کی ایک اور بدبختی بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنے نبیوں سے کہتے تھے اگر سچے ہو تو عذاب الٰہی لاؤ اگرچہ ہم انہیں مہلت دیں اور کچھ دنوں تک کچھ مدت تک انہیں عذابوں سے بچائے رکھیں پھر ان کے پاس ہمارے مقرر عذاب آ جائیں تو ان کا حال ان کی نعمتیں ان کی جاہ و حشم غرض کوئی چیز انہیں ذرا سا بھی فائدہ نہیں =

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٢١١﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿٢١٢﴾

ترجمہ: اس قرآن کو شیطان نہیں لائے۔[۲۱۰] نہ وہ اس کے قابل ہیں نہ انہیں اس کی طاقت ہے۔[۲۱۱] بلکہ وہ تو سننے سے بھی محروم کر دیئے گئے ہیں۔[۲۱۲]

= دے سکتی اس وقت تو یہی معلوم ہوگا کہ شاید ایک صبح یا ایک شام ہی دنیا میں رہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿يَوَدُّ اَحَدُهُمْ﴾ (1) ان میں سے ایک ایک کی چاہت ہے کہ وہ ہزار ہزار سال جئے لیکن اتنی عمر بھی اللہ کے عذابوں سے ہٹا نہیں سکتی یہاں بھی فرمایا کہ ان کے اسباب انہیں کچھ کام نہ آئیں گے اس کے اوندھے گرنے کے وقت اس کی تمام طاقتیں اور اسباب یونہی رکھے کے رکھے رہ جائیں گے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ کافر کو قیامت کے دن لایا جائے گا پھر آگ میں ایک غوطہ دلوا کر پوچھا جائے گا کہ تو نے کبھی راحت بھی اٹھائی ہے؟ تو کہے گا کہ اللہ کی قسم میں نے کبھی کوئی راحت نہیں دیکھی اور ایک اس شخص کو لایا جائے گا جس نے پوری عمر واقعی کوئی راحت چکھی ہی نہ ہوا سے جنت کی ہوا کھلا کر لایا جائے گا اور سوال ہوگا کہ کیا تو نے عمر بھر میں کبھی کوئی برائی دیکھی ہے تو وہ کہے گا اے اللہ! تیری ذات پاک کی قسم میں نے کبھی کوئی زحمت نہیں اٹھائی۔ (2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عموماً یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ جب تو اپنی مراد کو پہنچ گیا تو گویا تو نے کسی تکلیف کا نام بھی نہیں سنا اللہ عزوجل اس کے بعد اپنے عدل کی خبر دیتا ہے کہ کبھی اس نے ختم حجت سے پہلے کسی امت کو ختم نہیں کیا رسولوں کو بھیجتا ہے کتابیں اتارتا ہے خبریں دیتا ہے ہوشیار کرتا ہے پھر نہ ماننے والوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں پس فرمایا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انبیا کے بھیجنے سے پہلے ہی ہم نے کسی امت پر عذاب بھیج دیئے ہوں۔ ڈرانے والے بھیج کر نصیحت کر کے عذر ہٹا کر پھر نہ ماننے پر عذاب ہوتا ہے جیسے فرمایا تیرا رب کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کی بستیوں کی صدر بستی میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ سنائے۔

قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے: [آیت:۲۱۰-۲۱۲] یہ کتاب عزیز جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا جو حکیم و حمید اللہ کی طرف سے اتری ہے جسے روح الامین جو قوت و طاقت والے ہیں لیکر آئے ہیں اسے شیاطین نہیں لائے پھر ان کے نہ لانے پر تین وجہیں بیان کی گئیں ایک تو یہ کہ اس کے لائق ہی نہیں ان کا کام مخلوق کو بہکانا ہے نہ کہ راہ راست پر لانا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو اس کتاب کی شان ہے ان کے سراسر خلاف ہے یہ نور ہے یہ ہدایت ہے یہ برہان ہے اور شیاطین ان تینوں چیزوں سے چڑتے ہیں وہ ظلمت کے دلدادہ وہ ضلالت کے ہیرو وہ جہالت کے شیدا ہیں پس اس کتاب میں اور ان میں تو تباین اور اختلاف ہے کہاں وہ کہاں یہ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ جہاں اس کے اہل نہیں ان میں اس کے اٹھانے اور لانے کی طاقت بھی نہیں یہ تو وہ ذی عزت اور مرتبے والا کلام ہے کہ اگر کسی بڑے سے بڑے پہاڑ پر اترے تو اسے چکنا چور کر دے۔ پھر تیسری وجہ بیان فرمائی کہ وہ تو اس کے نزول کے وقت ہٹا دیئے گئے تھے انہیں تو سننا بھی نہیں ملا تمام آسمان پر سخت پہرہ چوکی تھی یہ سننے کے لئے چڑھے تھے تو ان پر آگ برسائی جاتی تھی اس کا ایک حرف سن لینا بھی ان کی طاقت سے باہر تھا تا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام محفوظ طریقہ پر اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچے اور آپ کی وساطت سے مخلوق اللہ کو پہنچے۔

---

(1) ۲/ البقرة:۹٦۔ (2) صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صبغ انعم أهل الدنيا فى النار وصبغ اشد هم بوسا فى الجنة ۲۸۰۷؛ احمد، ۳/ ۲۰۳؛ مسند ابى يعلى ۳۵۲۱۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾

ترجمہ: پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی سزا کے قابل بن جائے۔[٢١٣] اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا دے[٢١٤] ان کے ساتھ فروتنی سے پیش آ جو بھی ایمان لانے والا ہو کر تیری تابعداری کرے۔[٢١٥] اگر یہ لوگ تیری نافرمانی کریں تو تو اعلان کر دے کہ میں ان کاموں سے بیزار ہوں جو تم کر رہے ہو[٢١٦] اپنا پورا بھروسہ غالب مہربان اللہ پر رکھ[٢١٧] جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جبکہ تو کھڑا ہوتا ہے۔[٢١٨] اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی۔[٢١٩] وہ بڑا ہی سننے والا اور خوب ہی جاننے والا ہے۔[٢٢٠]

جیسے سورۂ جن میں خود جنات کا مقولہ بیان ہوا ہے کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے سخت پہرہ چوکی سے بھرپور پایا اور جگہ جگہ شعلے متعین پائے پہلے تو ہم بیٹھ کر اکا دکا بات اڑا لایا کرتے تھے لیکن اب تو کان لگاتے ہی شعلہ لپکتا ہے اور جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔

کوہِ صفا پر نبی ﷺ کا اعلانِ توحید: [آیت:٢١٣۔٢٢٠] خود اپنے نبی سے خطاب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف میری ہی عبادت کر میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر جو بھی ایسا نہ کرے وہ ضرور مستحق سزا ہے۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار کر دے کہ بجز ایمان کے کوئی چیز نجات دہندہ نہیں پھر حکم دیتا ہے کہ موحد متبع سنت لوگوں سے فروتنی کے ساتھ ملتا جلتا رہ اور جو بھی میری نہ مانے خواہ کوئی ہو تو اس سے بے تعلق ہو جا اور اپنی بیزاری کا اظہار کر دے یہ خاص طور کی خاص لوگوں کی تنبیہ عام لوگوں کی تنبیہ کے منافی نہیں کیونکہ یہ اس کا جز ہے اور جگہ ارشاد ہے تو اس قوم کو ڈرا دے جن کے بڑے بھی ڈرائے نہیں گئے اور جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور آیت میں ہے ﴿لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ ❶ تاکہ تو مکہ والوں کو اور اس کے ارد گرد والوں کو سب کو ڈرا دے۔ اور آیت میں ہے تو اس سے ہوشیار کر دے جو اپنے رب کے پاس جمع ہونے سے خوفزدہ ہو رہے ہیں۔ دیگر آیت میں ارشاد فرمایا کہ تو اس سے پرہیزگاروں کو خوشخبری سنا دے اور سرکشوں کو ڈرا دے اور آیت میں فرمایا ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ ❷ تاکہ میں اسی قرآن کے ساتھ تمہیں اور جسے بھی یہ پہنچے ڈراؤں اور فرمان ہے کہ اس کے ساتھ ان تمام فرقوں میں سے جو بھی کفر کرے اس کی سزا جہنم ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں سے جس کے کان میں میری شہرت پڑ جائے خواہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ مجھ پر ایمان نہ لائے تو ضرور وہ جہنم میں جائے گا اس آیت کی تفسیر میں بہت سی حدیثیں ہیں انہیں سن لیجئے۔ ❸ مسند احمد میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری تو آنحضرت ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور یا صباحاہ کر کے آواز دی لوگ جمع ہو گئے جو نہیں آ سکتے تھے انہوں نے اپنے آدمی بھیج دیئے اس وقت حضور ﷺ نے ”فرمایا اے اولاد عبدالمطلب اے اولاد فہر! بتلاؤ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر تمہارے دشمن کا لشکر پڑا ہوا ہے گھات میں ہے موقعہ پاتے ہی تم سب کو قتل کر ڈالے گا تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟“ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں ہم آپ کو سچا ہی سمجھیں گے اب

❶ ٤٢/ الشورٰی:٧۔ ❷ ٦/ الانعام:١٩۔ ❸ اس کی تخریج سورہ آل عمران آیت ٢٠ کے تحت گزر چکی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''سن لو میں تمہیں آنے والے سخت عذابوں سے ڈرانے والا ہوں'' اس پر ابولہب ملعون نے کہا تو ہلاک ہو جائے یہی سنانے کے لئے تو نے ہمیں بلایا تھا اس کے جواب میں سورۃ ﴿تَبَّتْ يَدَا﴾ ❶ اتری (بخاری ومسلم وغیرہ) (مسند احمد میں ہے کہ اس آیت کے اترتے ہی اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے ''اے فاطمہ بنت محمد اے صفیہ بنت عبدالمطلب سنو میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ کام نہیں آ سکتا۔ ہاں میرے پاس جو مال ہو جتنا تم چاہو میں دینے کے لئے تیار ہوں۔'' ❷ (مسلم) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے اترتے ہی حضور ﷺ نے قریشیوں کو بلایا اور انہیں ایک ایک کر کے اور عام طور پر خطاب کر کے فرمایا ''کہ اے قریشیو! اپنی جانیں جہنم سے بچالو۔ اے کعب کے خاندان والو! اپنی جانیں آگ سے بچالو اے ہاشم کی اولاد کے لوگو! اپنے تئیں اللہ کے عذابوں سے چھڑالو اے عبدالمطلب کے لڑکو! اللہ کے عذابوں سے بچنے کی کوشش کرو اے فاطمہ بنت محمد! اپنی جان کو دوزخ سے بچالے میں اللہ کے ہاں کی کسی چیز کا مالک نہیں بیشک تمہاری قرابت داری ہے جس کے دنیوی حقوق میں ہر طرح ادا کرنے کو تیار ہوں'' ❸ (مسلم وغیرہ) بخاری میں بھی قدرے الفاظ کی تبدیلی سے یہ حدیث مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی فرمایا کہ میرے مال میں سے جو چاہو طلب کر لو۔ ابویعلیٰ میں ہے کہ آپ نے فرمایا ''اے قصی کی اے ہاشم کی اے عبدمناف کی اولاد! یاد رکھو میں ڈرانے والا ہوں اور موت بدل دینے والی ہے اس کا چھاپہ پڑنے والا ہے اور قیامت وعدہ گاہ ہے۔'' ❹ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ پر یہ آیت اتری تو آپ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے جس کی چوٹی پر پتھر تھے وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے فرمایا ''اے بنی عبدمناف میں تو صرف ہوشیار کر دینے والا ہوں میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے دشمن کو دیکھا اور دوڑ کر اپنے والوں کو ہوشیار کرنے کے لئے آیا تا کہ وہ بچاؤ کر لیں دور سے ہی اس نے غل مچانا شروع کر دیا کہ پہلے ہی خبردار ہو جائیں'' ❺ (مسلم نسائی وغیرہ۔) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت ﷺ نے اپنے اہل بیت کو جمع کیا یہ تیس شخص تھے جب یہ کھا پی چکے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے جو میرا قرض اپنے ذمے لے اور میرے بعد میرے وعدے پورے کرے وہ جنت میں بھی میرا ساتھی اور میرے اہل میں میرا خلیفہ ہوگا'' تو ایک شخص نے کہا کہ آپ ﷺ تو ایک سمندر ہیں آپ کے ساتھ کون کھڑا ہو سکتا ہے؟ تین دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن کوئی تیار نہ ہوا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اس کے لئے تیار ہوں ❻ (مسند احمد) ایک اور سند سے اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بنوعبدالمطلب کو جمع کیا یہ ایک جماعت کی جماعت تھی اور بڑے کھاؤ تھے ایک ایک شخص ایک ایک بکری کا بچہ کھا جاتا تھا ایک بڑا بدھنا دودھ کا پی جاتا تھا آپ ﷺ نے ان سب کے کھانے کے لئے صرف تین پاؤ کے قریب کھانا پکوایا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی میں اتنی برکت دی کہ سب پیٹ بھر کر کھا چکے اور

❶ احمد، ١/ ٣٠٧، صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة الشعراء باب ﴿وأنذر عشيرتك الاقربين واخفض جناحك﴾ ٤٧٧٠؛ صحيح مسلم ٢٠٨؛ ترمذی ٣٣٦٣؛ السنن الكبرىٰ للنسائی ١٠٨١٩؛ ابن ماجه ٦٥٥۔ ❷ احمد، ٦/ ١٨٧؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب فی قوله تعالى ﴿وأنذر عشيرتك الاقربين﴾ ٢٠٥؛ ترمذی ٣١٨٤؛ ابن حبان ٦٥٤٨۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب قوله ﴿وانذر عشيرتك الاقربين﴾ ٢٠٤؛ ترمذی ٣١٨٥؛ احمد، ٢/ ٣٣٣۔

❹ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة الشعراء باب ﴿وأنذر عشيرتك الاقربين......﴾ ٤٧٧١؛ صحيح مسلم ٢٠٦؛ احمد، ٢/ ٣٩٨۔ ❺ صحيح مسلم حوالہ سابق ٢٠٧؛ السنن الكبرىٰ للنسائی، ١٨١٥؛ احمد، ٥/ ٦٠۔

❻ احمد، ١/ ١١١ وسنده ضعيف جداً عباد بن عبدالله سخت ضعیف اور اعمش مدلس راوی ہے۔ مجمع الزوائد، ٩/ ١١٣۔

خوب آسودہ ہو کر پی چکے لیکن نہ تو کھانے میں کمی نظر آتی تھی نہ پینے کی چیز گھٹی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''اے اولاد عبدالمطلب میں تمہاری طرف خصوصاً اور تمام لوگوں کی طرف عامتہً نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اس وقت تم ایک معجزہ بھی میرا دیکھ چکے ہو۔ اب تم میں سے کون تیار ہے کہ مجھ سے بیعت کرے وہ میرا بھائی اور میرا ساتھی ہوگا'' لیکن ایک شخص بھی مجمع سے کھڑا نہ ہوا سوا میرے اور میں اس وقت عمر کے لحاظ سے ان سب سے چھوٹا تھا آپ ﷺ نے فرمایا ''تم بیٹھ جاؤ'' تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا اور تینوں مرتبہ بجز میرے اور کوئی کھڑا نہ ہوا تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے میری بیعت لی۔ ❶ امام بیہقی رحمہ اللہ دلائل النبوت میں لائے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر میں اپنی قوم کے سامنے ابھی ہی اسے پیش کرونگا تو وہ نہ مانیں گے اور ایسا جواب دیں گے جو مجھ پر گراں گزرے پس آپ خاموش ہو گئے اتنے میں حضرت جبرئیل آئے اور فرمانے لگے حضرت! اگر آپ ﷺ نے تعمیل ارشاد میں تاخیر کی تو ڈر ہے کہ آپ کو سزا ہوگی اسی وقت آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرادوں میں نے یہ خیال کر کے کہ اگر پہلے ہی سے ان سے کہا گیا تو یہ مجھے ایسا جواب دیں گے جس سے مجھے ایذا پہنچے میں خاموش رہا لیکن حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تجھے عذاب ہوگا تو اب اے علی! تم ایک بکری ذبح کر کے گوشت پکالو اور کوئی تین میر اناج بھی تیار کرلو اور ایک برتن دودھ کا بھی بھرلو اور اولاد عبدالمطلب کو بھی جمع کرلو میں نے ایسا ہی کیا اور سب کو دعوت دی چالیس آدمی جمع ہوئے یا ایک آدھ کم یا ایک آدھ زیادہ ہو ان میں آپ ﷺ کے چچا بھی تھے ابوطالب، حمزہ، عباس اور ابولہب کافر خبیث، میں نے سالن پیش کیا تو آپ نے اسمیں سے ایک بوٹی لے کر کچھ کھائی پھر اسے ہنڈیا میں ڈال دی اور فرمایا ''لواللہ کا نام لو اور کھانا شروع کرو'' سب نے کھانا شروع کیا یہانتک کہ پیٹ بھر گئے لیکن اللہ کی قسم گوشت اتنا ہی تھا جتنا رکھتے وقت رکھا تھا صرف انکی انگلیوں کے نشانات تو تھے مگر گوشت کچھ بھی نہ گھٹا تھا حالانکہ ان میں سے ایک ایک اتنا گوشت کھالیتا تھا پھر مجھ سے فرمایا اے علی! انہیں دودھ پلاؤ میں وہ برتن لایا سب نے باری باری شکم سیر ہو کر پیا اور خوب آسودہ ہو گئے لیکن دودھ بالکل کم نہ ہوا حالانکہ ان میں سے ایک ایک اتنا دودھ پی لیا کرتا تھا اب حضور اکرم ﷺ نے کچھ فرمانا چاہا لیکن ابولہب جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا لو صاحب اب معلوم ہوا کہ یہ تمام جادوگری محض اسلئے تھی چنانچہ مجمع اسی وقت کھڑا ہو گیا اور ہر ایک اپنی راہ لگ گیا اور حضور ﷺ کو نصیحت و تبلیغ کا موقع نہ ملا دوسرے روز آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا آج پھر اسی طرح ان سب کی دعوت کرو کیونکہ کل اس نے مجھے کہنے کا وقت ہی نہیں دیا میں نے پھر اسی طرح کا انتظام کیا سب کو دعوت دی آئے کھایا پیا پھر کل کی طرح آج بھی ابولہب نے کھڑے ہو کر وہی بات کہی اور اسی طرح تتر بتر ہو گئے۔ تیسرے دن پھر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی فرمایا۔ آج جب سب کھا پی چکے تو حضور ﷺ نے جلدی سے اپنی گفتگو شروع کر دی اور فرمایا ''اے بنو عبدالمطلب! واللہ کوئی نوجوان شخص اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر بھلائی نہیں لایا جو میں تمہارے پاس لایا ہوں دنیا و آخرت کی بھلائی میں لایا ہوں ❷ اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اب بتلاؤ تم میں سے کون میری موافقت کرتا ہے اور کون میرا ساتھ دیتا ہے؟ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ پہلے میں تمہیں اس کی راہ کی دعوت دوں جو آج میری مان لے گا وہ میرا بھائی ہوگا اور یہ یہ درجے ملیں گے'' لوگ سب خاموش ہو گئے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اس وقت اس مجمع میں سب سے کم عمر تھے اور دکھتی آنکھوں والے اور موٹے پیٹ والے اور بھری پنڈلیوں والے تھے بول اٹھے کہ یا رسول اللہ! اس امر میں آپ

---

❶ احمد، ١/ ١٥٩، وسندہ حسن۔

❷ دلائل النبوۃ (٢/ ١٧٨-١٨٠) وسندہ ضعیف، فیہ مجھول۔

کی وزارت میں قبول کرتا ہوں آپ ﷺ نے میری گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ "یہ میرا بھائی ہے اور ایسی ایسی فضیلتوں والا ہے تم اس کی سنو اور مانو" یہ سن کر وہ سب لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالب سے کہنے لگے لے اب تو اپنے بچے کی سن اور مان ❶ لیکن اس کا راوی عبدالغفار بن قاسم ابومریم متروک ہے کذاب ہے اور ہے بھی شیعہ، ابن مدینی وغیرہ فرماتے ہیں یہ حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا دیگر ائمہ حدیث نے بھی اسے ضعیف لکھا ہے اور روایت میں ہے کہ اس دعوت میں صرف بکری کے ایک پاؤں کا گوشت پکا تھا اس میں یہ بھی ہے جب حضور ﷺ خطبہ دینے لگے تو انہوں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ آج جیسا جادو تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا اس پر آپ خاموش ہو گئے اس میں آپ ﷺ کا خطبہ یہ ہے کہ کون ہے جو میرا قرض اپنے ذمے لے اور میرے اہل میں میرا خلیفہ بنے اس پر سب خاموش رہے اور عباس بھی چپ تھے صرف اپنے مال کے بخل کی وجہ سے میں عباس رضی اللہ عنہ کو خاموش دیکھ کر خاموش ہو رہا آپ نے دوبارہ یہی فرمایا دوبارہ بھی سب طرف خاموشی تھی اب تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں بول پڑا میں اسوقت ان سب سے گری پڑی حالت والا چندھی آنکھوں والا بڑے پیٹ والا اور بوجھل پنڈلیوں والا تھا ان روایتوں میں جو حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ کون میرا قرض اپنے ذمے لیتا ہے اور میرے اہل کی میرے بعد حفاظت اپنے ذمے لیتا ہے اس سے مطلب آپ کا یہ تھا کہ میں جب اس تبلیغ دین کو پھیلاؤں گا اور لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلاؤں گا تو سب کے سب میرے دشمن ہو جائیں گے اور مجھے قتل کریں گے یہی کھٹکا آپ ﷺ کو لگا رہا یہاں تک کہ یہ آیت اتری ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ❷ اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کی ایذا رسانی سے بچالے گا اسوقت آپ بے خطر ہو گئے اس سے پہلے آپ اپنی پہرہ چوکی بھی بٹھاتے تھے لیکن اس آیت کے اترنے کے بعد وہ بھی ہٹا دی اس وقت فی الواقع تمام بنو ہاشم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ ایمان والا اور تصدیق و یقین والا کوئی نہ تھا اسی لئے آپ نے ہی حضور ﷺ کے ساتھ کا اقرار کیا اسکے بعد حضور ﷺ نے کوہ صفا پر عام دعوت دی اور لوگوں کو توحید خالص کی طرف بلایا اور اپنی نبوت کا اعلان کیا ابن عساکر میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے فتوی دے رہے تھے مجلس کھچا کھچ بھری ہوئی تھی ہر ایک کی نگاہیں آپ کے چہرے پر تھیں اور شوق سے سن رہے تھے لیکن آپ کے لڑکے اور گھر والے آدمی آپس میں نہایت بے پرواہی سے اپنی باتوں میں مشغول تھے کسی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو توجہ دلائی کہ اور سب لوگ تو دل سے آپ کی علمی باتوں میں دلچسپی لے رہے ہیں آپ کے اہل بیت اس سے بالکل بے پرواہ ہیں وہ اپنی باتوں میں نہایت بے پرواہی سے مشغول ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے دنیا سے بالکل کنارہ کشی کرنیوالے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اور ان پر سب سے زیادہ سخت اور بھاری ان کے قرابت دار ہوتے ہیں اسی بارے میں آیت ﴿وَاَنْذِرْ﴾ سے ﴿تَعْلَمُوْنَ﴾ تک ہے پھر فرماتا ہے اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھو وہی تمہارا حافظ و ناصر ہے وہی تمہاری تائید کرنیوالا اور تمہارے کلمے کو بلند کرنیوالا ہے اسکی نگاہیں ہر وقت تم پر ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا﴾ ❸ اپنے رب کے حکموں پر صبر کر تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے یہ بھی مطلب ہے کہ جب تو نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے ہم تمہارے رکوع وسجود دیکھتے ہیں ❹ کھڑے ہو یا بیٹھے یا کسی حالت میں ہو ہماری نظروں میں ہو یعنی تنہائی میں تو نماز پڑھے تو ہم دیکھتے ہیں اور جماعت سے پڑھے تو ہماری نگاہ کے سامنے ہوتا ہے ❺ یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ حالت نماز میں آپکو جس طرح آپکے سامنے کی چیزیں دکھاتا تھا آپکے پیچھے کے مقتدی آپ ﷺ کی نگاہ میں رہتے تھے۔ چنانچہ =

---

❶ ابن جرير وسنده ضعيف جداً اس روایت میں عبدالغفار بن قاسم متروک راوی ہے۔ (الميزان، ٢/ ٦٤٠، رقم: ٥١٤٧) جس طرح کہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا۔ ❷ ٥/ المآئدة: ٦٧۔ ❸ ٥٢/ الطور: ٤٨۔ ❹ الطبري، ١٩/ ٤١٢۔ ❺ ايضا، ١٩/ ٤١٣۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

ع ۱۵

ترجمہ: کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں[۲۲۱] وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔[۲۲۲] اچٹتی ہوئی سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں کے اکثر جھوٹے ہیں۔[۲۲۳] شاعروں کی پیروی وہی کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہوں۔[۲۲۴] کیا تو نے نہیں دیکھا کہ شاعر ایک ایک جنگل میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں[۲۲۵] اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں[۲۲۶] سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اپنی مظلومی کے بعد انتقام لیا۔ جنہوں نے ظلم کیا ہے۔ وہ بھی ابھی جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں۔[۲۲۷]

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے "صفیں درست کرلیا کرو، میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا رہتا ہوں۔" ❶ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ نبی کی پیٹھ سے دوسرے نبی کی پیٹھ کی طرف منتقل ہونا ہم برابر دیکھتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ بحیثیت نبوت دنیا میں آئے وہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں خوب سنتا ہے انکی حرکات وسکنات کو خوب جانتا ہے جیسے فرمایا ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ﴾ ❷ تو جس حالت میں ہوتو جو قرآن پڑھے تم جو عمل کرو اس پر ہم شاہد ہیں۔

قرآن کسی کاہن شاعر یا شیطان کا کلام ہرگز نہیں ہے: [آیت: ۲۲۱۔۲۲۷] مشرکین کہا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا لایا ہوا یہ قرآن برحق نہیں اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے یا اس کے پاس جنوں کا سردار آتا ہے جو اسے یہ سکھا جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس اعتراض سے پاک کیا اور ثابت کیا کہ آپ ﷺ جس قرآن کو لائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسی کا اتارا ہوا ہے۔ بزرگ امین طاقتور فرشتہ اسے لایا ہے یہ کسی شیطان یا جن کی طرف نہیں شیاطین تو تعلیم قرآن سے چڑتے ہیں اس کی تعلیم تو ان کے یکسر خلاف ہے انہیں کیا پڑی کہ ایسا پاکیزہ اور راہ راست پر لگانے والا قرآن وہ لائیں اور لوگوں کو نیک راہ بتلائیں وہ تو اپنے جیسے انسانی شیطانوں کے پاس آتے ہیں جو پیٹ بھر کر جھوٹ بولنے والے ہوں بدکردار اور گنہگار ہوں ایسے کاہنوں اور بدکاروں اور جھوٹے لوگوں کے پاس جنات اور شیاطین پہنچتے ہیں کیونکہ وہ بھی جھوٹے اور بداعمال ہیں اچٹتی ہوئی کوئی ایک آدھ بات سنی سنائی پہنچاتے ہیں اور وہ ایک جو آسمان سے چھپے چھپائے سن لی تھی اس میں سو جھوٹ ملا کر کاہنوں کے کان میں ڈال دی انہوں اپنی طرف سے پھر بہت سے حاشئے چڑھا کر لوگوں میں ڈینگیں لیں بس اب ایک سچی بات تو سچی نکلی لیکن لوگوں نے ان کی اور سو جھوٹی باتیں بھی سچی مان لیں اور تباہ ہوئے بخاری میں ہے کہ لوگوں نے کاہنوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ کوئی چیز نہیں ہیں" لوگوں نے کہا حضور! کبھی کبھی تو ان کی کوئی بات کھری بھی نکل آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں یہ وہی بات ہوتی ہے جو جنات آسمان سے اڑا لاتے ہیں اور ان کے کان میں کہہ کر جاتے ہیں پھر اس کے ساتھ سو جھوٹ اپنی

❶ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب تسویة الصفوف عند الاقامة وبعدها ۷۱۸؛ صحیح مسلم ۴۳۴؛ نسائی، ۲/ ۹۱؛ احمد، ۳/ ۲۸۶؛ مسند ابی یعلی ۳۲۹۱؛ ابن حبان ۲۱۷۳۔ ❷ ۱۰/ یونس: ۶۱۔

طرف سے ملا کر کہہ دیتے ہیں۔" ❶ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ آسمان پر کرتا ہے تو فرشتے باادب اپنے پر جھکا دیتے ہیں۔ ایسی آواز آتی ہے جیسے کسی چٹان پر زنجیر بجائی جاتی ہو جب وہ گھبراہٹ ان کے دلوں سے دور ہو جاتی ہے تو آپس میں دریافت کرتے ہیں کہ رب کا کیا حکم صادر ہوا؟ دوسرے جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ عالی شان اور بہت بڑی کبریائی والا ہے کبھی کبھی امر الٰہی چوری چھپے سننے والے کسی جن کے کان میں بھی پڑ جاتا ہے جو اس طرح ایک پر ایک ہو کر وہاں تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں راوی حدیث حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں پھیلا کر اس پر دوسرا ہاتھ اسی طرح رکھ کر انہیں ملا کر بتلایا کہ اس طرح اب اوپر والا نیچے والے کو اور وہ اپنے سے نیچے والے کو وہ بات بتلا دیتا ہے یہاں تک کہ جادوگر اور کاہن کو وہ پہنچا دیتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بات پہنچائیں اس سے پہلے شعلہ پہنچ جاتا ہے اور کبھی اس سے پہلے ہی وہ پہنچا دیتے ہیں اس میں کاہن جادوگر اپنے سو جھوٹ ملا کر مشہور کرتا ہے چونکہ وہ ایک بات سچی نکلتی ہے لوگ سب کو ہی سچا سمجھنے لگتے ہیں ❷ ان تمام احادیث کا بیان آیت ﴿حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ❸ کی تفسیر میں آئیگا ان شاء اللہ۔ بخاری کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ فرشتے آسمانی امر کی بات چیت بادلوں پر کرتے ہیں جسے شیطان سن کر کاہنوں کو پہنچاتے ہیں اور وہ ایک سچ میں سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ ❹ پھر فرماتا ہے کہ کافر شاعروں کی تابعداری گمراہ لوگ کرتے ہیں عرب کے شاعروں کا دستور تھا کسی کی مذمت اور ہجو میں کچھ کہہ ڈالتے تھے لوگوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہو جاتی تھی اور اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگتی تھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ عرج میں جا رہے تھے جو ایک شاعر شعر خوانی کرتا ہوا ملا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شیطان کو پکڑ لو یا فرمایا روک لو تم میں سے کوئی شخص خون اور پیپ سے اپنا پیٹ بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے اپنا پیٹ بھر لے۔ ❺ انہیں جنگل کی ٹھوکریں کھاتے کس نے نہیں دیکھا ہر لغو میں یہ گھس جاتے ❻ ہیں کلام کے ہر فن میں بولتے ہیں کبھی کسی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں کبھی کسی کی مذمت میں آسمان زمین سر پر اٹھاتے ہیں ❼ جھوٹی تعریفیں خوشامدانہ باتیں جھوٹی برائیاں گھڑی ہوئی بدیاں ان کے حصے میں آئی ہیں زبان کے بھانڈے ہوتے ہیں لیکن کام کے کاہل ایک انصاری اور ایک دوسری قوم کے شخص نے مقابلۃً ہجو کی جس میں دونوں کی قوم کے بڑے بڑے لوگ بھی ان کے ساتھی ہو گئے پس اس آیت میں یہی ہے کہ ان کا ساتھ دینے والے گمراہ لوگ وہ وہ باتیں بکا کرتے ہیں ❽ جو کبھی کسی نے نہ کیا ہو اسی لئے علما نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ اگر کسی شاعر نے اپنے شعر میں کسی ایسے گناہ کا اقرار کیا ہو جس پر حد شرع واجب ہوتی ہو تو آیا وہ حد اس پر جاری کی جائیگی یا نہیں؟ دونوں طرف علما گئے ہیں واقعی وہ فخر و غرور کے ساتھ ایسی باتیں بک دیتے ہیں کہ میں نے یہ کیا اور یہ کیا حالانکہ نہ کچھ کیا ہو نہ کر سکتے ہوں امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں حضرت نعمان بن عدی بن نضلہ رضی اللہ عنہ کو بصرے کے شہر بیسان کا گورنر مقرر کیا تھا وہ شاعر تھے ایک مرتبہ اپنے شعروں میں کہا کہ کیا حسینوں کو یہ اطلاع نہیں ہوئی کہ ان کا محبوب بیسان میں ہے جہاں ہر وقت

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قراءۃ الفاجر والمنافق اصواتهم وتلاوتهم ...... ۷۵۶۱؛ صحیح مسلم، ۲۲۲۸؛ احمد، ۶/ ۸۷؛ ابن حبان، ۶۱۳۲۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ سبا، باب ﴿حتی اذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربکم......﴾ ۴۸۰۰؛ ابو داود، ۳۹۸۹؛ ترمذی، ۳۲۲۳؛ ابن ماجه، ۱۹۴؛ ابن حبان، ۳۶۔ ❸ ۳۴/ سبا:۲۳۔

❹ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس وجنوده، ۳۲۸۸۔

❺ احمد، ۳/ ۸؛ صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب فی انشاد الاشعار وبیان الشعر الکلمة وذم الشعر، ۲۲۵۹۔

❻ الطبری، ۱۹/ ۴۲۷۔ ❼ ایضا، ۱۹/ ۴۱۶۔ ❽ ایضا۔

شیشے کے گلاسوں سے دور شراب چل رہا ہے اور گاؤں کی بھولی لڑکیوں کے گانے اور ان کے رقص وسرور مہیا ہیں ہاں اگر میرے کسی دوست سے ہو سکے تو اس سے بڑے اور بھرے ہوئے جام مجھے پلائے لیکن ان سے چھوٹے جام مجھے سخت ناپسند ہیں اللہ کرے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو یہ خبر نہ پہنچے ورنہ وہ برا مانیں گے اور سزا دیں گے یہ اشعار سچ مچ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ تک پہنچے آپ سخت ناراض ہوئے اور اسی وقت آدمی بھیجا کہ میں نے تجھے تیرے عہدے سے معزول کیا اور آپ نے ایک خط بھیجا جس میں ﴿بسم اللہ﴾ کے بعد ﴿حٰمٓ﴾ کی تین آیتیں ﴿الیہ المصیر o﴾ ❶ تک لکھ کر پھر تحریر فرمایا کہ تیرے اشعار میں نے سنے مجھے سخت رنج ہوا۔ میں تجھے تیرے عہدے سے معزول کرتا ہوں۔ چنانچہ اس خط کو پڑھتے ہی حضرت نعمان رضی اللہ عنہ دربار خلافت میں حاضر ہوئے اور باادب عرض کی کہ امیر المؤمنین! واللہ نہ میں نے کبھی شراب پی نہ ناچ رنگ اور گانا بجانا دیکھا سنا یہ تو صرف شاعرانہ ترنگ تھی۔ آپ نے فرمایا یہی میرا خیال ہے کہ لیکن میری ہمت تو نہیں پڑتی کہ ایسے فحش گو شاعر کو کوئی عہدہ دوں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی شاعر اپنے شعروں میں کسی جرم کے اعلان پر گو وہ قابل حد ہو مارا نہ جائے گا اس لئے کہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ ہاں وہ قابل ملامت اور لائق سرزنش ضرور ہیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ ''پیٹ کو لہو پیپ سے بھر لینا اشعار سے بھر لینے سے بہتر ہے۔'' ❷ مطلب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو شاعر ہیں نہ ساحر ہیں نہ کاہن ہیں نہ مفتری ہیں آپ کا ظاہری حال ہی آپ کی ان عیوب سے برأت کا بہت بڑا عادل گواہ ہے جیسے فرمان ہے کہ نہ تو ہم نے انہیں شعر گوئی سکھائی ہے نہ یہ اس کے لائق ہے یہ تو صرف نصیحت ہے اور قرآن مبین میں ہے اور آیت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کسی شاعر کا نہیں تم میں ایمان کی کمی ہے۔ یہ کسی کاہن کا قول نہیں۔ تم میں نصیحت ماننے کا مادہ کم ہے یہ تو رب العالمین کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔ اس سورہ میں بھی یہی فرمایا گیا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے اتری ہے روح الامین نے تیرے دل پر نازل فرمائی ہے۔ عربی زبان میں ہے اس لئے کہ تو لوگوں کو ہوشیار کردے اسے شیاطین لے کر نہیں آتے نہ یہ ان کے لائق ہے نہ ان کے بس کی بات ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ کر دیئے گئے ہیں۔ جو جھوٹے مفتری اور بدکردار ہوتے ہیں ان کے پاس شیاطین آتے ہیں جو اچٹتی ہوئی باتیں سن سنا کر ان کے کانوں میں ڈال جاتے ہیں۔ محض جھوٹ بولنے والے خود ہوتے ہیں شاعروں کی پشت پناہی اوباشوں کا کام ہے وہ تو ہر وادی میں سرگرداں رہتے ہیں زبانی باتیں بناتے ہیں عمل سے کورے رہتے ہیں اس کے بعد جو فرمان ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ اس سے اگلی آیت جس میں شاعروں کی مذمت ہے جب اتری تو دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شعرا حضرت حسان بن ثابت' حضرت عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم روتے ہوئے دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ! شاعروں کی تو یہ گت بنی اور ہم بھی شاعر ہیں۔ اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دوسری آیت تلاوت فرمائی کہ ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے تم ہو ذکر اللہ بکثرت کرنے والے تم ہو مظلوم ہو کر بدلہ نہ لینے والے تم ہو پس تم ان سے مستثنٰی ہو ❸ (ابن ابی حاتم وغیرہ)۔

ایک روایت میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا نام نہیں۔ ایک روایت میں صرف حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس شکایت پر کہ یارسول اللہ! شاعر تو میں بھی ہوں اس دوسری آیت کا نازل ہونا مروی ہے لیکن ہے یہ قابل نظر۔ اس لئے کہ یہ سورۃ مکیہ ہے شعرائے انصار مکہ میں نہ تھے وہ سب مدینہ میں تھے پھر ان کے بارے میں اس آیت کا نازل ہونا یقیناً محل غور ہوگا اور جو حدیثیں بیان ہوئیں وہ

❶ ٤٠/ غافر:١-٣۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب فی انشاد الاشعار وبیان الشعر الکلمة وذم الشعر ٢٢٥٨؛ ترمذي ٢٨٥٦؛ ابن ماجه ٣٧٦٠؛ احمد، ١/ ١٧٤؛ مسند ابی یعلی ٧٩٧۔ ❸ الطبری، ١٩/ ٤٢٠۔

مرسل ہیں اس وجہ سے اعتماد نہیں ہوسکتا ہے یہ آیت بیشک استثنا کے بارے میں ہے اور صرف یہی انصاری شعرا ہی نہیں بلکہ اگر کسی شاعر نے اپنی جاہلیت کے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھی اشعار کہے ہوں اور پھر وہ مسلمان ہو جائے توبہ کر لے اور اس کے مقابلہ میں ذکر اللہ بکثرت کرے وہ بے شک اس برائی سے الگ ہے۔ حسنات سیئات کو دور کر دیتی ہیں جب کہ اس نے مسلمانوں کو اور دین اللہ کو برا کہا تھا وہ برا تھا لیکن جب اس نے مدح کی وہ برائی اچھائی سے بدل گئی۔ جیسے حضرت عبداللہ بن الزبعری رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بیان کی تھی لیکن اسلام کے بعد بڑی مدح بیان کی اور اپنے اشعار میں اس ہجو کا عذر بھی بیان کیا کہ اس وقت میں شیطانی پنجہ میں پھنسا ہوا تھا۔ اسی طرح ابوسفیان بن حارث باوجود آپ کا چچازاد بھائی ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا اور بہت ہی ہجو کیا کرتا تھا ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہو گئے تو ایسے مسلمان ہوئے کہ دنیا بھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب انہیں کوئی نہ تھا۔ اکثر آپ کی مدح کیا کرتے تھے اور بہت ہی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابوسفیان صخر بن حرب جب مسلمان ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا مجھے تین چیزیں عطا فرمائیے ایک تو یہ کہ میرے لڑکے معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے۔ دوسرے مجھے کافروں سے جہاد کے لیے بھیجئے اور میرے ساتھ کوئی لشکر کر دیجئے تا کہ جس طرح کفر میں مسلمانوں سے لڑا کرتا تھا اب اسلام میں کافروں کی خبر لوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں باتیں قبول فرما لیں ایک تیسری درخواست بھی قبول کی گئی۔ ❶ پس ایسے لوگ اس آیت کے حکم سے اس دوسری آیت سے الگ کر لئے گئے ذکر اللہ خواہ وہ اپنے شعروں میں بکثرت کریں خواہ اور طرح اپنے کلام میں یقیناً وہ اگلے گناہوں کا بدلہ اور کفارہ ہے۔ اپنی مظلومی کا بدلہ لیتے ہیں یعنی کافروں کی ہجو کا جواب دیتے ہیں۔ ❷ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ان کفار کی ہجو کرو جبرئیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔ ❸ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ شاعر نے جب شعرا کی برائی قرآن میں سنی تو حضور اکرم سے عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم ان میں نہیں ہو۔ مؤمن تو جس طرح اپنی جان سے جہاد کرتا ہے اپنی زبان سے بھی جہاد کرتا ہے۔ واللہ تم لوگوں کے اشعار تو انہیں مجاہدین کے تیروں کی طرح چھید ڈالتے ہیں۔'' ❹ پھر فرمایا ظالموں کو اپنا انجام بھی معلوم ہو جائے گا۔ انہیں عذر معذرت بھی کچھ کام نہ آئے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''کہ ظلم سے بچو اس سے میدان قیامت میں اندھیروں میں رہ جاؤ گے۔'' ❺ آیت عام ہے خواہ شاعر ہوں خواہ غیر شاعر سب کو شامل ہے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نصرانی کے جنازے کو جاتے ہوئے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی تھی۔ آپ جب اس آیت کی تلاوت کرتے تو اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ روم میں جب حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اس وقت ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا اس سے مراد بیت اللہ کی بربادی کرنے والے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ مراد مشرکین۔ حقیقت یہ ہے کہ آیت عام ہے سب کو شامل ہے۔ ابن

---

❶ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی سفیان صخر بن حرب رضی الله عنه ۲۵۰۱۔

❷ الطبری، ۱۹/ ۴۲۰۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة صلوات الله علیهم ۳۲۱۳؛ صحیح مسلم ۲۴۸۶؛ بیهقی، ۱/ ۲۳۷؛ السنن الکبریٰ للنسائی ۲۰۲۵؛ معانی الآثار، ۴/ ۲۹۸؛ احمد، ۴/ ۳۰۲۔

❹ احمد، ۶/ ۳۸۷ وسنده ضعیف لأن صورته صورة المرسل، بیهقی، ۱۰/ ۲۳۹؛ ابن حبان ۵۷۸۶۔

❺ صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم ۲۵۷۸؛ ابن حبان ۵۱۷۶؛ حاکم، ۱/ ۵۵؛ موارد الظمآن، ۱/ ۳۷۷؛ دارمی، ۲/ ۳۱۳؛ بیهقی، ۱/ ۲۴۳؛ ابن ابی شیبه، ۷/ ۱۹۲؛ احمد، ۲/ ۱۰۵۔

ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنی وصیت صرف دوسطروں میں لکھی جو یہ تھی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ ہے وصیت ابوبکر بن ابی قحافہ کی اس وقت کی جب کہ وہ دنیا چھوڑ رہے تھے۔ جس وقت کافر بھی مومن ہو جاتا ہے اور فاجر بھی توبہ کر لیتا ہے اور کاذب کو بھی سچا سمجھا جاتا ہے میں تم پر اپنا خلیفہ عمر بن خطاب کو بنا کر جا رہا ہوں اگر وہ عدل کرے تو بہت اچھا اور میرا اپنا گمان بھی ان کے ساتھ یہی ہے اور اگر وہ ظلم کرے اور کوئی تبدیلی کر دے تو میں غیب نہیں جانتا ظالموں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس لوٹنے کی جگہ وہ لوٹتے ہیں۔ [1]

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سورۂ شعرآء کی تفسیر ختم ہوئی۔

[1] اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمن بن المجبر سخت ضعیف ومجروح راوی ہے۔ دیکھئے (میزان الاعتدال، ٣/ ٦٢١، رقم: ٧٨٣٩)

تفسیر سورۂ نمل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰسٓ ۚ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَ کِتَابٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴿۱﴾ ہُدًی وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ زَیَّنَّا لَہُمۡ اَعۡمَالَہُمۡ فَہُمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ وَ ہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ ہُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ ﴿۵﴾ وَ اِنَّکَ لَتُلَقَّی الۡقُرۡاٰنَ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ عَلِیۡمٍ ﴿۶﴾

ترجمہ: طس یہ آیتیں ہیں قرآن کی یعنی واضح اور روشن کتاب کی[۱] ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کے لئے۔[۲] جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں[۳] جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے انہیں ان کے کرتوت زینت دار کر دکھائے ہیں پس وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔[۴] یہی لوگ ہیں جن کے لئے بڑی مار ہے اور آخرت میں بھی وہ سخت نقصان یافتہ ہیں۔[۵] بے شک تجھے رب حکیم وعلیم کی طرف سے قرآن سکھایا جا رہا ہے۔[۶]

متقی اور برے لوگ: [آیت:۱۔۶] حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان پر پوری طرح بحث سورۂ بقرہ کے شروع میں ہم کر چکے ہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم جو کھلی ہوئی واضح روشن اور ظاہر کتاب ہے یہ اس کی آیتیں ہیں جو مومنوں کے لئے ہدایت وبشارت ہیں کیونکہ وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اس کی اتباع کرتے ہیں اسے سچا جانتے ہیں اس میں جو حکم احکام ہیں ان پر عمل کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو نمازیں صحیح طور سے پڑھتے ہیں فرضوں میں کمی نہیں کرتے اسی طرح فرض زکوٰۃ کو بھی نہیں روکتے اور آخرت پر بھی کامل یقین رکھتے ہیں موت کے بعد کی زندگی اور جزا سزا کو بھی مانتے ہیں جنت دوزخ کو حق جانتے ہیں چنانچہ اور آیت میں بھی ہے کہ ایمانداروں کیلئے تو یہ قرآن ہدایت اور شفاعت ہے اور بے ایمانوں کے کان تو بہرے ہیں ان میں روئی دیئے ہوئے ہیں۔

اس سے خوشخبری پرہیزگاروں کو ہے اور بدکرداروں کو اس میں ڈراوا ہے یہاں بھی فرمایا ہے کہ جو اسے جھٹلائیں اور قیامت کے آنے کو نہ مانیں ہم بھی انہیں چھوڑ دیتے ہیں ان کی برائیاں انہیں اچھی لگنے لگتی ہیں۔ اسی میں وہ بڑھتے اور پھولتے پھلتے رہتے ہیں اور اپنی سرکشی اور گمراہی میں بڑھتے رہتے ہیں ان کی نگاہیں اور دل الٹ جاتے ہیں۔

انہیں دنیا اور آخرت میں بدترین سزائیں ہوں گی اور قیامت کے دن تمام اہل محشر میں سب سے زیادہ خسارے میں یہی رہیں گے بیشک آپ اے ہمارے نبی ہم سے ہی قرآن لے رہے ہیں ہم حکیم ہیں امر ونہی کی حکمت کو بخوبی جانتے ہیں علیم ہیں چھوٹے بڑے تمام کاموں سے بخوبی خبردار ہیں۔ پس قرآن کی تمام خبریں بالکل صدق وصداقت والی ہیں اور اس کے حکم احکام سب کے سب سراسر عدل وانصاف والے ہیں جیسے فرمان ہے۔ ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ ❶

❶ ٦/ الانعام:١١٥۔

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٧﴾ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨﴾ يَا مُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾ وَأَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ﴿١٠﴾ إِلَّا مَن ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١﴾ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿١٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٤﴾

ترجمہ: یاد ہوگا جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں سے یا تو کوئی خبر لے کر یا آگ کا کوئی سلگتا ہوا انگارا لے کر ابھی تمہارے پاس آ جاؤں گا تاکہ تم سینک تاپ کر لو[۷] جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی کہ بابرکت ہے وہ جو اس نور میں ہے اور برکت دیا گیا ہے وہ جو اس کے آس پاس ہے تمام پاکی اس معبود برحق کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔[۸] موسیٰ! سن بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں غالب باحکمت[۹] تو اپنی لکڑی ڈال دے موسیٰ نے جب اسے ہلتی جلتی دیکھی اس طرح کہ تو گویا وہ بہت بڑا سانپ ہے تو منہ موڑے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا اے موسیٰ خوف نہ کھا میرے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے[۱۰] لیکن جو لوگ ظلم کریں پھر اسکے عوض نیکی کریں اس برائی کے پیچھے تو بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں[۱۱] اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال وہ سفید چمکیلا ہو کر نکلے گا بغیر کسی عیب کے تو نشانیاں لے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف جا یقیناً وہ بدکاروں کا گروہ ہے۔[۱۲] جب انکے پاس آنکھیں کھول دینے والے ہمارے معجزے پہنچے تو وہ کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے[۱۳] انہوں نے ان کا انکار کر دیا حالانکہ انکے دل یقین کر چکے تھے صرف ستمگری اور تکبر کی بنا پر پس دیکھ لے کہ ان فتنہ پرداز لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا۔[۱۴]

موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہوتی ہے: [آیت: ۷-۱۴] اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد دلا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کس طرح بزرگ بنایا اور ان سے کلام کیا اور انہیں زبردست معجزے عطا فرمائے اور فرعون اور فرعونیوں کے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا لیکن ان کفار نے آپ کا انکار کیا اپنے کفر و تکبر سے نہ ہٹے آپ کی اتباع اور پیروی نہ کی۔ فرماتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل کو لے کر چلے اور راستہ بھول گئے رات آ گئی اور وہ بھی سخت اندھیرے والی تو آپ نے دیکھا کہ ایک جانب سے آگ کا شعلہ سا دکھائی دیتا ہے اپنے اہل سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہرو میں اس روشنی کے پاس جاتا ہوں کیا عجب ہے کہ وہاں جو ہو اس سے راستہ معلوم ہو جائے یا میں وہاں سے کچھ آگ لے آؤں کہ تم اس سے ذرا سینک تاپ کر لو۔ ایسا ہوا بھی کہ آپ وہاں سے ایک بڑی خبر لائے اور بہت بڑا نور حاصل کیا۔ فرماتا ہے کہ جب وہاں پہنچے اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے دیکھتے ہیں کہ ایک سرسبز درخت ہے اس پر آگ لپٹی ہوئی ہے شعلے تیز ہو رہے ہیں اور درخت کی سرسبزی اور بڑھ رہی ہے۔ اونچی نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ نور آسمان تک

پہنچا ہوا ہے فی الواقع وہ آگ نہ تھی بلکہ نور تھا۔ اور نور بھی رَبُّ الْعَالَمِيْنَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کا۔ ❶ حضرت موسیٰ علیہ السلام متعجب تھے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یکا یک ایک آواز آتی ہے کہ اس نور میں جو ہے وہ پاکی والا اور بزرگی والا ہے اور اس کے پاس جو فرشتے ہیں وہ بھی مقدس ہیں۔ ❷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ اسے سونا لائق ہے وہ ترازو کو پست کرتا ہے اور اونچی کرتا ہے۔ رات کے کام اسی کی طرف دن سے پہلے اور دن کے کام رات سے پہلے چڑھ جاتے ہیں۔ اس کا حجاب نور ہے یا آگ ہے اور اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے چہرے کی تجلیاں ہر اس چیز کو لادیں جس پر اس کی نگاہ پہنچ رہی ہے یعنی کل کائنات کو۔''

ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ راوی حدیث نے یہ حدیث بیان فرما کر یہی آیت تلاوت کی۔ یہ الفاظ ابن ابی حاتم کے ہیں اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔ ❸ پاک ہے وہ اللہ جو تمام جہان کا پالنہار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے مخلوق میں سے کوئی بھی اسکے مشابہ نہیں اس کی مصنوعات میں سے کوئی چیز کسی کے احاطے میں نہیں وہ بلند وبالا ہے ساری مخلوق سے الگ ہے زمین وآسمان اسے گھیر نہیں سکتے وہ احد وصمد ہے وہ مخلوق کی مثلیت سے پاک ہے پھر خبر دی کہ خود اللہ تعالیٰ ان سے خطاب فرما رہا ہے وہی اس وقت سرگوشیاں کر رہا ہے جو سب پر غالب ہے سب اس کے ماتحت اور زیرحکم ہیں۔ وہ اپنے اقوال وافعال میں حکمت والا ہے۔ اسکے بعد جناب باری عزوجل نے حکم دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اپنی لکڑی کو اپنے ہاتھ سے زمین پر ڈال دو تا کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد سنتے ہی لکڑی کو زمین پر ڈال دیا۔ اسی وقت وہ ایک پھن پھناتا ہوا سانپ بن گئی اور بہت بڑے جسم کا سانپ بڑی ڈراؤنی صورت کا اس موٹاپے پر تیز تیز چلنے والا۔ اسے جیتا جاگتا چلتا پھرتا زبردست اژدھا دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ سے ہو گئے ﴿ جَآنٌّ ﴾ کا لفظ قرآن کریم میں ہے یہ ایک قسم کے سانپ ہیں جو بہت تیزی سے حرکت کرنے والے اور کنڈلی لگانے والے ہوتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے ایسے سانپوں کے قتل سے ممانعت فرمائی ہے'' ❹ الغرض جناب موسیٰ علیہ السلام اسے دیکھ کر ڈر ے اور دہشت کے مارے ٹھہر نہ سکے اور منہ موڑ کر پیٹھ پھیر کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے ایسے دہشت زدہ تھے کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ موسیٰ ڈرو نہیں۔ میں تمہیں اپنا برگزیدہ رسول اور ذی عزت پیغمبر بنانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد استثنا منقطع ہے اس آیت میں انسان کے لئے بہت بڑی بشارت ہے کہ جس نے بھی کوئی برائی کا کام کیا ہو پھر وہ اس پر نادم ہو جائے توبہ کر لے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جائے تو اللہ تعالیٰ ایسی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ﴾ ❺ الخ۔ جو بھی توبہ کر لے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور راہ راست پر چلے میں اس کے گناہوں کا بخشنے والا ہوں۔ اور فرمان ہے ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ﴾ ❻ الخ۔ جو شخص کسی برائی کا مرتکب ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو غفور رحیم پائے گا۔

اس مضمون کی آیتیں کلام الٰہی میں اور بھی بہت ساری ہیں۔ لکڑی کے سانپ بن جانے کے معجزے کے ساتھ ہی کلیم اللہ کو اور معجزہ دیا جاتا ہے کہ آپ جب بھی اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالیں گے تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا نکلے گا۔ یہ معجزے ان نو معجزوں =

---

❶ الطبری، ۱۹/ ۴۲۸۔ ❷ ایضا، ۱۹/ ۴۲۹۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قولہ علیہ السلام ان اللہ لا ینام ۱۷۹؛ مسند الطیالسی ۴۹۱؛ احمد، ۴/ ۳۹۵؛ ابن ماجہ ۱۹۵؛ ابن حبان ۲۶۶۔

❹ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب (خیر مال المسلم غنم یتبع بھا شعف الجبال......) ۳۳۱۲؛ صحیح مسلم ۲۲۳۳۔

❺ ۲۰/ طٰہٰ:۸۲۔ ❻ ۴/ النسآء:۱۱۰۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٧﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰي وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩﴾

ترجمہ: ہم نے یقیناً داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم دے رکھا تھا۔ اور دونوں نے کہا تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔[۱۵] داؤد علیہ السلام کے وارث سلیمان علیہ السلام ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم سب کچھ دیئے گئے ہیں بے شک یہ بالکل کھلا ہوا فضل الٰہی ہے۔[۱۶] سلیمان علیہ السلام کے سامنے ان کے تمام لشکر جنات اور انسان اور پرندے جمع کئے گئے ہر ہر قسم الگ الگ کھڑی کر دی گئی۔[۱۷] جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روند ڈالے۔[۱۸] اس کی اس بات سے حضرت سلیمان مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی اُمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے۔[۱۹]

== میں سے ہیں جن میں سے تیری وقتاً فوقتاً تائید کرتا رہوں گا تاکہ فاسق فرعون اور اس کی فاسق قوم کے دلوں میں تیری نبوت کا ثبوت جگہ پکڑ جائے یہ نو معجزے وہ تھے جن کا ذکر آیت ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾ ❶ الخ میں ہے۔ جس کی پوری تفسیر بھی اسی آیت کے تحت میں گزر چکی ہے۔ جب یہ واضح ظاہر صاف اور کھلے معجزے فرعونیوں کو دکھائے گئے تو وہ اپنی ضد میں آ کر کہنے لگے یہ تو جادو ہے ہم اپنے جادوگروں کو بلا لیتے ہیں مقابلہ کر لو۔ اس مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے حق کو غالب کیا اور یہ سب لوگ زیر ہو گئے مگر پھر بھی نہ مانے گو دلوں میں اس کی حقانیت جم چکی تھی لیکن ظاہری مقابلے سے نہ ہٹے۔ صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر حق کو جھٹلاتے رہے اب تو دیکھ لے کہ ان مفسدوں کا انجام کس قدر حیرت ناک اور کیسا کچھ عبرتناک ہوا۔ ایک ہی مرتبہ ایک ہی ساتھ سارے کے سارے دریا برد کر دیئے گئے۔ پس اے نبی آخر الزماں کے جھٹلانے والو! تم اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا کر مطمئن نہ بیٹھو کیونکہ یہ تو موسیٰ علیہ السلام سے بھی اشرف و افضل ہیں ان کی دلیلیں اور معجزے بھی انکی دلیلوں اور معجزوں سے بڑے ہیں خود آپ ایک وجود آپ کے عادات و اخلاق اور اگلی کتابوں کی اور اگلے نبیوں کی آپ کی نسبت بشارتیں ان سے اللہ کا عہد و پیمان یہ سب چیزیں

---

❶ ١٧/ الاسراء: ١٠١۔

آپ میں ہیں پس تمہیں نہ مان کر نڈر اور بے خوف نہ رہنا چاہیے۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام پر اللہ تعالیٰ کے احسانات: [آیت:۱۵-۱۹] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کی خبر دے رہا ہے جو اس نے اپنے بندے حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام پر انعام فرمائی تھیں کہ کس طرح دونوں جہان کی دولت سے انہیں مالا مال فرمایا ان نعمتوں کے ساتھ ہی اپنے شکریے کی بھی توفیق دی تھی دونوں باپ بیٹے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کی شکر گزاری کیا کرتے تھے اور اس کی تعریفیں بیان کرتے رہتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دے اور ان پر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے تو اس کی حمد ان نعمتوں سے بہت افضل ہے دیکھو خود کتاب اللہ میں یہ نکتہ موجود ہے پھر آپ نے یہی آیت لکھ کر لکھا کہ ان دونوں پیغمبروں کو جو نعمت دی گئی تھی اس سے افضل اور نعمت کیا ہوگی۔'' حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے اس سے مراد مال کی وراثت نہیں بلکہ ملک و نبوت کی وراثت ہے اگر مالی میراث مراد ہوتی تو اس میں صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کا نام نہ آتا کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں۔ انبیا کے مال کی میراث نہیں بٹتی چنانچہ سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''ہم جماعت انبیا ہیں ہمارے ورثے نہیں بٹا کرتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔'' [1] حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرتے ہیں فرماتے ہیں یہ پورا ملک اور یہ زبردست طاقت کہ انسان جن' پرند' سب تابع فرمان ہیں' پرندوں کی زبان بھی سمجھ لیتے ہیں یہ خاص اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ جو کسی انسان پر نہیں ہوا۔ بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ اس وقت پرند بھی انسانی زبان بولتے تھے یہ محض ان کی بے علمی ہے بھلا سمجھو تو سہی اگر واقعی یہی بات ہوتی تو پھر اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت ہی کیا تھی؟ جسے آپ اس فخر سے بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں پرندوں کی زبان سکھا دی گئی پھر تو ہر شخص پرند کی بولی سمجھتا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت جاتی رہتی۔ یہ محض غلط ہے پرند اور پرند کی زبان سمجھ لیتے تھے۔ ساتھ ہی یہ نعمت بھی حاصل ہوئی تھی کہ ایک بادشاہت میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے سب حضرت سلیمان علیہ السلام کو قدرت نے مہیا کر دی تھیں یہ تھا اللہ تعالیٰ کا کھلا احسان آپ پر۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں'' حضرت داؤد علیہ السلام بہت ہی غیرت والے تھے جب آپ گھر سے باہر جاتے تو دروازے بند کرتے جاتے پھر کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی ایک مرتبہ آپ اسی طرح باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بیوی صاحبہ کی نظر اٹھی تو دیکھتی ہیں کہ گھر کے بیچوں بیچ ایک صاحب کھڑے ہیں۔ حیران ہو گئیں' اور دوسروں کو دکھایا آپس میں سب کہنے لگیں یہ کہاں سے آ گئے؟ دروازے بند ہیں یہ داخل کیسے ہوئے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت داؤد علیہ السلام بھی آ گئے آپ نے بھی انہیں کھڑا دیکھا اور دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جسے کوئی روک اور دروازہ روک نہ سکے' وہ جو کسی بڑے سے بڑے کی مطلق پروا نہ کرے حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے اور فرمانے لگے مرحبا ہو مرحبا ہو آپ ملک الموت ہیں۔ اسی وقت ملک الموت نے آپ کی روح قبض کی۔ سورج نکل آیا اور آپ پر دھوپ آ گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت داؤد پر سایہ کریں انہوں نے اپنے پر کھول کر ایسی گہری چھاؤں کر دی کہ زمین پر اندھیرا سا چھا گیا پھر حکم دیا کہ ایک ایک کر کے اپنے سب پروں کو سمیٹ لو۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! پرندوں نے پھر پر کیسے سمیٹے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اپنا ہاتھ سمیٹ کر بتلایا کہ =

[1] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس ۳۰۹٤؛ صحیح مسلم ۱۷۵۷؛ ابوداود ۲۹۶۳؛ ترمذی ۱٦۱۰؛ مسند ابی یعلی ۲؛ ان میں ((نحن معاشر الانبیاء لا نورث)) ہم جماعت انبیاء ہیں۔ ہمارے ورثے نہیں بٹتے) کے الفاظ کے علاوہ موجود ہے البتہ یہ (إنا معشر الانبیاء لانورث) کے الفاظ سے السنن الکبریٰ للنسائی ٦۳۰۹ میں موجود ہے۔ وھو صحیح۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿٢٠﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾

ترجمہ: اور آپ نے پرندوں کی دیکھ بھال کی اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے؟[۲۰] یقیناً میں اسے سخت تر سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے کوئی معقول وجہ بیان کرے۔[۲۱]

= اس طرح اس پر اس دن سرخ رنگ گدھ غالب آ گئے تھے۔" ❶ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر جمع ہوا جس میں انسان، جن، پرند سب تھے۔ آپ کے سروں پر رہتے تھے۔ گرمیوں میں سایہ کر لیتے تھے سب اپنے اپنے مرتبے پر قائم تھے۔ جس کی جو جگہ مقرر تھی وہیں رہتا۔ جب ان لشکروں کو لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام چلے ایک جنگل پر گزر ہوا جہاں چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا کہ جاؤ اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ لشکر سلیمان چلتا ہوا تمہیں روند ڈالے اور انہیں علم بھی نہ ہو۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اس چیونٹی کا نام ہرمس تھا یہ بنو شیصان کے قبیلے سے تھی، تھی بھی لنگڑی بقدر بھیڑیے کے اسے خوف ہوا کہ یہ سب روندن میں آ جائیں گی اور پس جائیں گی۔" یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو تبسم بلکہ ہنسی آ گئی اور اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! مجھے اپنی ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا الہام کر جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں مثلاً پرندوں اور حیوانوں کی زبان سکھا دینا وغیرہ نیز جو نعمتیں تو نے میرے والدین پر انعام کی ہیں کہ وہ مسلمان مؤمن ہوئے وغیرہ اور مجھے نیک عمل کرنے کی توفیق دی جن سے تو خوش ہوا اور جب میری موت آ جائے تو مجھے اپنے نیک بندوں اور بلند رفیقوں میں ملا دے جو تیرے دوست ہیں۔ مفسرین کا قول ہے کہ یہ وادی شام میں تھی۔ بعض اور جگہ بتلاتے ہیں یہ چیونٹی مثل مکھیوں کے پردار تھی۔ اور بھی اقوال ہیں نوف بکالی کہتے ہیں کہ یہ بھیڑیئے کے برابر تھی۔ ممکن ہے کہ اصل میں لفظ ذباب ہو یعنی مکھی کے برابر اور کاتب کی غلطی سے وہ ذیاب لکھدیا گیا ہو یعنی بھیڑیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ جانوروں کی بولیاں سمجھتے تھے اس بات کو بھی سمجھ گئے اور بے اختیار ہنسی آ گئی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام استسقا کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی اُلٹی لیٹی ہوئی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ! ہم بھی تیری مخلوق ہیں پانی برسنے کی محتاج ہمیں بھی ہے۔ اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہو جائیں گی یہ دعا چیونٹی کی سن کر آپ نے لوگوں میں اعلان کیا کہ لوٹ چلو۔ کسی اور ہی کی دعا سے تم پانی پلائے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نبیوں میں سے کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا انہوں نے چیونٹیوں کے سوراخ میں آگ لگانے کا حکم دے دیا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے پیغمبر! محض ایک چیونٹی کے کاٹنے پر تو نے ایک گروہ کے گروہ کو جو ہمارا تسبیح خواں تھا ہلاک کر دیا تجھے بدلہ ہی لینا تھا تو اسی سے لیتا۔ ❷

سلیمان علیہ السلام کے واقعات: [آیت: ۲۰-۲۱] ہدہد فوج سلیمان علیہ السلام میں مہندس کا کام کرتا تھا وہ بتلاتا تھا کہ پانی کہاں ہے؟ زمین کے اندر کا پانی اسے اس طرح نظر آتا تھا جیسے کہ زمین کے اوپر کی چیز لوگوں کو نظر آتی ہے۔ جب سلیمان علیہ السلام جنگل میں ہوتے

---

❶ احمد، ۲/ ۴۱۹ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۸/ ۲۰۷، اس میں مطلب بن عبداللہ بن حطب کا حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ (التاریخ الأوسط للبخاری، ۱/ ۱۷) ❷ صحیح بخاری، بدء الخلق، باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم ...... ۳۳۱۹؛ صحیح مسلم ۲۲۴۱؛ ابو داود ۵۲۶۶؛ ابن ماجه ۳۲۲۵؛ احمد، ۲/ ۳۱۳؛ ابن حبان ۵۶۱۴۔

اس سے دریافت فرماتے کہ پانی کہاں ہے؟ یہ بتا دیتا کہ فلاں جگہ ہے اتنا نیچا ہے اتنا ہے وغیرہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی وقت جنات کو حکم دیتے اور کنواں کھودلیا جاتا۔ ایک دن اسی طرح ایک جنگل میں تھے پرندوں کی تفتیش کی تا کہ پانی کی تلاش کا حکم دیں۔ اتفاق سے وہ موجود نہ تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا آج ہدہد نظر نہیں پڑتا کیا پرندوں میں کہیں وہ چھپ گیا جو مجھے نظر نہ آیا یا واقع میں وہ حاضر ہی نہیں؟

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر سن کر نافع بن ازرق خارجی نے اعتراض کیا تھا۔ یہ بکواسی ہر وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی باتوں پر بے جا اعتراض کیا کرتا تھا۔ کہنے لگا بس آج تو تم ہار گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیوں اس نے کہا آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ ہدہد زمین تلے کا پانی دیکھ لیتا تھا یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے ایک بچہ جال بچھا کر اسے مٹی سے ڈھک کر دانہ ڈال کر ہدہد کو شکار کر لیتا ہے اگر وہ زمین کے اندر کا پانی دیکھتا ہے تو زمین کے اوپر کا جال اسے کیوں نظر نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تو یہ سمجھ جائے گا کہ ابن عباس لاجواب ہو گیا تو مجھے جواب کی ضرورت نہ تھی سن جس وقت قضا آ جاتی ہے آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں اور عقل جاتی رہتی ہے نافع لاجواب ہو گیا اور کہنے لگا واللہ اب آپ پر اعتراض نہ کروں گا۔ ❶

حضرت عبداللہ بزری رحمۃ اللہ علیہ ایک ولی اللہ شخص تھے پیر جمعرات کا روزہ پابندی سے رکھا کرتے تھے۔ اسی سال کی عمر تھی ایک آنکھ سے کانے تھے۔ سلیمان بن زید نے ان سے آنکھ کے جانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے اس کے بتانے سے انکار کر دیا۔ یہ بھی پیچھے پڑ گئے مہینوں گزر گئے نہ وہ بتاتے نہ یہ سوال چھوڑتے۔ آخر تنگ آ کر فرمایا سن لو! دو خراسانی میرے پاس برزہ میں جو دمشق کے پاس ایک شہر ہے آئے اور مجھ سے کہا کہ میں انہیں برزہ کی وادی میں لے جاؤں۔ میں انہیں وہاں لے گیا انگیٹھیاں نکالیں بخور نکالے اور جلانے شروع کئے یہاں تک کہ تمام وادی خوشبو سے مہکنے لگی اور ہر طرف سے سانپوں کی آمد شروع ہو گئی لیکن یہ بے پرواہی سے بیٹھے رہے کسی سانپ کی طرف التفات نہ کرتے تھے تھوڑی دیر میں ایک سانپ آیا جو ہاتھ بھر کا تھا اور اس کی آنکھیں سونے کی طرح چمک رہی تھیں۔ یہ بہت ہی خوش ہوئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری سال بھر کی محنت ٹھکانے لگی۔ انہوں نے اس سانپ کو لے کر اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر اپنی آنکھوں میں وہ سلائی پھیر لی میں نے ان سے کہا کہ میری آنکھوں میں بھی یہ سلائی پھیر دو۔ انہوں نے انکار کر دیا میں نے ان سے منت سماجت کی بمشکل وہ راضی ہوئے اور میری داہنی آنکھ میں وہ سلائی پھیر دی اب جو میں دیکھتا ہوں تو زمین مجھے ایک شیشے کی طرح معلوم ہونے لگی جیسی اوپر کی چیزیں نظر آتی تھیں ایسی ہی زمین کے اندر کی چیزیں بھی دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اچھا اب آپ ہمارے ساتھ ہی کچھ دور چلئے۔ میں نے منظور کر لیا وہ باتیں کرتے ہوئے مجھے ساتھ لئے ہوئے چلے جب میں بستی سے بہت دور نکل گیا تو دونوں نے مجھے دونوں طرف سے پکڑ لیا اور ایک نے اپنی انگلی ڈال کر میری آنکھ نکال لی اور پھینک دی اور مجھے یونہی بندھا ہوا وہیں پٹک کر دونوں کہیں چل دیئے۔ اتفاقاً وہاں سے ایک قافلہ گزرا اور انہوں نے مجھے اس حالت میں دیکھ کر رحم کھایا قید و بند سے مجھے آزاد کیا اور میں چلا آیا یہ قصہ ہے میری آنکھ جانے کا (ابن عساکر)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس ہدہد کا نام عنبر تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر فی الواقع وہ غیر حاضر ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا اس کے پر نچوادوں گا اور اسے پھینک دوں گا کہ کیڑے مکوڑے کھا جائیں یا میں اسے حلال کر دوں گا یا یہ کہ وہ اپنے غیر حاضر ہونے =

❶ حاکم، ۲/ ۴۰۵، ۴۰۶ وسندہ ضعیف، اعمش مدلس ہے۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٦﴾

ترجمہ: کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ آ کر اس نے کہا میں ایک ایسی چیز لایا ہوں کہ تجھے اس کی خبر ہی نہ تھی میں سبا کی ایک سچی خبر تیرے پاس لایا ہوں۔[٢٢] میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے۔[٢٣] میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا شیطان نے انکے کام انہیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے[٢٤] کہ اسی اللہ کے لئے سجدے کریں جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے[٢٥] اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہی عظمت والے عرش کا مالک ہے۔[٢٦]

= کی معقول وجہ بیان کر دے۔ اتنے میں ہدہد آ گیا جانوروں نے اسے خبر دی کہ آج تیری خیر نہیں۔ بادشاہ سلامت عہد کر چکے ہیں کہ وہ تجھے مار ڈالیں گے۔ اس نے کہا یہ بیان کرو کہ آپ کے الفاظ کیا تھے؟ انہوں نے بیان کئے تو خوش ہو کر کہنے لگا پھر تو میں بچ جاؤں گا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اس کے اس بچاؤ کی وجہ اس کا اپنی ماں کے ساتھ سلوک تھا۔''

ہدہد کی ملکہ سبا کے متعلق اطلاع: [آیت: ٢٢۔٢٦] ہدہد کی غیر حاضری کو تھوڑی سی دیر گزری تھی جو وہ آ گیا اس نے کہا کہ اے نبی اللہ! جس بات کی آپ کو خبر بھی نہیں میں اس کی ایک نئی خبر لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ میں سبا سے آ رہا ہوں اور پختہ یقینی خبر لایا ہوں ان کے سبا حمیر تھے اور یہ یمن کے بادشاہ تھے ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے۔ اس کا نام بلقیس بنت شرحبیل تھا یہ سبا کی ملکہ تھی۔ ❶ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''اس کی ماں جنیہ عورت تھی اس کے قدم کا پچھلا حصہ چوپائے کے کھر جیسا تھا۔''

اور روایت میں ہے کہ اس کی ماں کا نام بلتعہ تھا۔ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے باپ کا نام ذی شرخ تھا اور ماں کا نام رفاعہ تھا۔ لاکھوں کا اس کا لاؤ لشکر تھا۔ اس کی بادشاہی ایک عورت کو کرتے ہوئے میں نے پایا۔ اس کے مشیر وزیر تین سو بارہ شخص ہیں ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بارہ ہزار کی جمعیت ہے۔ اس کی زمین کا نام مارب ہے۔ یہ صنعاء سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہی قول قرین قیاس ہے (اس کا اکثر حصہ مملکت یمن میں ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.)

دنیوی ضروری اسباب ہر قسم کا اسے مہیا ہے۔ اسکا نہایت ہی شاندار تخت ہے جس پر وہ جلوس کرتی ہے سونے سے منڈھا ہوا ہے اور جڑاؤ اور مروارید کی کاریگری اس پر ہوئی ہے یہ اسی ہاتھ اونچا تھا اور چالیس ہاتھ چوڑا تھا۔ چھ سو عورتیں ہر وقت اس کی خدمت میں کمر بستہ رہتی تھیں اسکا دیوان خاص جس میں یہ تخت تھا بہت بڑا محل تھا بلند و بالا کشادہ اور فراخ پختہ مضبوط اور صاف جس کے شرقی حصے میں تین سو ساٹھ طاق تھے اور اتنے ہی مغربی حصے میں۔ اسے اس صنعت سے بنایا تھا کہ ہر دن سورج ایک طاق سے نکلتا اور اسی =

❶ الدر المنثور، ٦/ ٣٥١۔

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾

ترجمہ: سلیمان علیہ السلام نے کہا اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے[٢٧] میرے اس خط کو لے جا کر انہیں دے دے پھر ان کے پاس سے ہٹ آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔[٢٨] وہ کہنے لگی اے سردارو! میری طرف ایک باوقعت خط ڈالا گیا ہے۔[٢٩] جو سلیمان کی طرف سے ہے اور جو بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے[٣٠] یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آ جاؤ۔[٣١]

= کے مقابلہ کے طاق سے غروب ہوتا۔ اہل دربار صبح شام اسے سجدہ کر لیتے۔ راجا پرجا سب آفتاب پرست تھے اللہ تعالیٰ کا پجاری ان میں ایک بھی نہ تھا۔ شیطان نے برائیاں انہیں اچھی کر دکھائی تھیں اور ان کی راہ مار رکھی تھی۔ وہ راہ راست پر آتے ہی نہ تھے جو راہ راست یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو سجدے کے لائق مانا جائے نہ کہ سورج اور چاند اور ستاروں کو جیسے فرمان قرآن ہے کہ رات دن سورج چاند سب قدرت اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ تمہیں سورج چاند کو سجدہ نہ کرنا چاہئے۔ سجدہ صرف اسی اللہ تعالیٰ کو کرنا چاہئے جو ان سب کا خالق ہے۔ الخ ﴿اَلَّا يَسْجُدُوْا﴾ کی ایک قرأت ﴿اَلَا يَا يَسْجُدُوْا﴾ بھی ہے۔ ﴿يَا﴾ کے بعد منادی محذوف ہے یعنی اے میری قوم! خبردار سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کرنا۔ جو آسمان کی زمین کی ہر ہر پوشیدہ چیز سے باخبر ہے۔ ﴿خَبْءَ﴾ کی تفسیر پانی اور بارش اور پیداوار سے بھی کی گئی ہے کیا عجب کہ ہدہد کی جس میں یہ صفت تھی یہی مراد ہو۔ اور تمہارے ہر مخفی اور ظاہر کام کو بھی وہ جانتا ہے۔ کھلی چھپی بات اس پر یکساں ہے وہی تنہا معبود برحق ہے وہی عرش عظیم کا رب ہے جس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ چونکہ ہدہد خیر کی طرف بلانے والا' اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دینے والا اس کے سوا غیر کے سجدے سے روکنے والا تھا اسی لئے اس کے قتل کی ممانعت کر دی گئی۔ مسند احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ' میں ہے کہ نبی ﷺ نے چار جانوروں کا قتل منع فرما دیا۔ چیونٹی' شہد کی مکھی' ہدہد اور صرد یعنی لٹورا۔ ❶

سلیمان علیہ السلام کا ملکہ سبا کے نام پیغام: [آیت: ٢٧۔٣١] ہدہد کی خبر سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تحقیق شروع کر دی کہ اگر یہ سچا ہے تو قابل معافی ہے اور اگر جھوٹا ہے تو قابل سزا ہے اسی لئے فرمایا کہ میرا یہ خط بلقیس کو جو وہاں کی فرمانروا ہے دے آ۔ اس خط کو چونچ میں لے کر یا پر سے بندھوا کر ہدہد اڑا۔ وہاں پہنچ کر بلقیس کے محل میں گیا وہ اس وقت خلوت خانہ میں تھی اس نے ایک طاق میں سے وہ خط اس کے سامنے رکھ دیا اور ادب کے ساتھ ایک طرف ہو گیا۔ اسے سخت تعجب معلوم ہوا حیرت ہوئی اور ساتھ ہی کچھ خوف و دہشت بھی ہوئی۔ خط کو اٹھا کر مہر توڑ کر خط کھول کر پڑھا اس کے مضمون سے واقف ہو کر اپنے وزرا' امرا' سرداروں اور رؤسا کو جمع کیا اور کہنے لگی کہ ایک باوقعت خط میرے سامنے ڈالا گیا ہے اس خط کا باوقعت ہونا اس پر اس سے بھی ظاہر ہو گیا تھا کہ ایک جانور اسے لاتا ہے وہ ہوشیاری اور احتیاط سے پہنچاتا ہے سامنے باادب رکھ کر یکسو ہو جاتا ہے تو جان گئی تھی کہ یہ خط مکرم ہے اور کسی باعزت =

❶ احمد، ١/ ٣٣٢؛ ابوداود، كتاب الأدب، باب في قتل الذر ٥٢٦٧ وسنده ضعيف ابن شہاب زہری مدلس ہیں اور ان کے سماع کی صراحت نہیں ہے۔ ابن ماجه ٣٢٢٤ بيهقى، ٩/ ٣١٧؛ ابن حبان ٥٦٤٦۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣٨﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿٣٩﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ڣ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: آپ نے فرمایا اے سردارو! تم میں سے کوئی ہے جو ان کے مسلمان ہو کر میرے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اس کا تخت مجھے لا دے؟[۳۸] ایک سرکش جن کہنے لگا آپ اپنی اس مجلس سے اُٹھیں اس سے پہلے ہی پہلے میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں یقین مانئے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار[۳۹] جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بول اٹھا کہ آپ پلک جھپکائیں اس سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں' جب آپ نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے یہی میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمالے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری' شکر گزار اپنے ہی نفع کے لئے شکر گزاری کرتا ہے' اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار بے پروا اور بزرگ ہے غنی اور کریم ہے۔[۴۰]

= برتن بھیجا تھا کہ اسے ایسے پانی سے پر کردو جو نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا تو آپ نے گھوڑے دوڑائے اور ان کے پسینوں سے وہ برتن بھر دیا۔ اس نے کچھ خرمہرے اور ایک لڑی بھیجی تھی آپ نے انہی لڑی میں پرو دیا۔ یہ سب اقوال عموماً بنی اسرائیل کی روایتوں سے لئے جاتے ہیں اب اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ ان میں واقع میں کونسا ہوا یا کچھ بھی نہیں ہوا؟ البتہ بظاہر تو الفاظ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس رانی کے تحفے کی طرف مطلقاً التفات ہی نہیں کیا اور اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا تم مجھے مالی رشوت دے کر شرک پر باقی رہنا چاہتے ہو؟ یہ محض ناممکن ہے مجھے رب نے بہت کچھ دے رکھا ہے ملک مال لاؤ لشکر سب میرے پاس موجود ہے۔ تم سے ہر طرح بہتر حالت میں ہوں فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تم ہی اپنے اس ہدیے سے خوش رہو یہ کام تم ہی کو سونپا کہ مال سے راضی ہو جاؤ اور تحفہ تمہیں جھکا دے یہاں تو دو ہی چیزیں ہیں یا شرک چھوڑ دو یا تلوار روکو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے قاصد پہنچیں اس سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا اور انہوں نے ایک ہزار محل تیار کرا دیئے۔ جس وقت قاصد پائے تخت میں پہنچے ان محلات کو دیکھ کر ہوش جاتے رہے اور کہنے لگے یہ بادشاہ تو ہمارے اس تحفے کو اپنی حقارت سمجھے گا یہاں تو سونا مٹی کی وقعت بھی نہیں رکھتا۔ اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ بادشاہوں کو یہ جائز ہے کہ بیرونی لوگوں کے لئے کچھ تکلفات کرے اور قاصدوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کرے۔ پھر آپ نے قاصدوں سے فرمایا کہ یہ ہدیے انہیں کو واپس کر دو اور ان سے کہہ دو کہ مقابلے کی تیاری کر لیں یاد رکھو میں وہ لشکر لے کر چڑھائی کروں گا کہ وہ سامنے آ ہی نہیں سکتے انہیں ہم سے جنگ کرنے کی طاقت ہی نہیں۔ ہم انہیں ان کی سلطنت سے بہ یک بنی و دو گوش ذلت حقارت کے ساتھ نکال دیں گے ان کے تخت و تاج کو روندیں گے۔ جب قاصد اس کے تحفے واپس لے کر پہنچے اور شاہی پیغام بھی سنا دیا۔ بلقیس کو آپ کی نبوت کا یقین ہو گیا اور خود بھی اور تمام لشکر اور رعایا مسلمان ہوئے اور اپنے لشکروں سمیت وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے جب آپ نے اس کا یہ قصد معلوم کیا تو بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

قدرت الٰہی اور تخت بلقیس: [آیت: ۳۸۔۴۰] جب قاصد واپس پہنچتا ہے اور بلقیس کو دوبارہ پیغام نبوت پہنچتا ہے تو وہ سمجھ لیتی ہے اور کہتی واللہ یہ سچے پیغمبر ہیں اور پیغمبر کا مقابلہ کر کے کوئی پنپ نہیں سکتا۔ اسی وقت دوبارہ قاصد بھیجا کہ میں اپنی قوم کے سرداروں سمیت حاضر خدمت ہوتی ہوں تا کہ خود آپ سے مل کر معلوماتِ دینی حاصل کروں اور آپ سے اپنی تشفی کر لوں یہ کہلوا کر یہاں اپنا نائب ایک کو بنایا۔ سلطنت کے انتظامات اس کے سپرد کئے۔ اپنا لاجواب بیش قیمت جڑاؤ تخت جو سونے کا تھا سات محلوں میں مقفل کیا اور اپنے خلیفے کو اس کی حفاظت کی خاص تاکید کی اور بارہ ہزار سردار جن میں سے ہر ایک کی ماتحتی میں ہزاروں آدمی تھے اپنے ساتھ لئے اور ملک سلیمان علیہ السلام کی طرف چل دی۔ جنات قدم قدم اور دم دم کی خبریں آپ کو پہنچاتے رہتے تھے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ قریب پہنچ چکی ہے تو آپ نے اپنے ایک دربار میں جس میں جن وانس سب موجود تھے فرمایا کہ کوئی ہے جو اس کے تخت کو اس کے پہنچنے سے پہلے یہاں پہنچا دے؟ ❶ کیونکہ جب وہ یہاں آ جائے گی اور اسلام میں داخل ہو جائے گی پھر اس کا مال ہم پر حرام ہو جائے گا (یہ قول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، بہت ممکن ہے کہ اس کی اصل بھی کوئی اسرائیلی روایت ہو) یہ سن کر ایک طاقتور سرکش جن جس کا نام کوزن تھا جو مثل ایک بڑے پہاڑ کے تھا بول پڑا کہ اگر آپ مجھے حکم دیں تو آپ دربار برخواست کریں اس سے پہلے میں لا دیتا ہوں۔ آپ لوگوں کے فیصلے کرنے اور جھگڑے چکانے اور انصاف دینے کو صبح سے دوپہر تک دربار عام میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ اس نے کہا میں اس تخت کے اٹھا لانے کی طاقت رکھتا ہوں اور ہوں بھی امانت دار اس میں سے کوئی چیز چراؤں گا نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اس سے بھی پہلے میرے پاس وہ پہنچ جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اللہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی اس تخت کے منگوانے سے غرض یہ تھی کہ اسے اپنے ایک زبردست معجزے کا اور پوری طاقت کا ثبوت بلقیس کو دکھائیں کہ اس کے تخت جسے اس نے سات مقفل مکانوں میں رکھا تھا وہ اس کے آنے سے پہلے دربار سلیمانی میں موجود ہے (وہ غرض نہ تھی جو اوپر بروایت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان ہوئی) حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس جلدی کے تقاضے کو سن کر جس کے پاس کتابی علم تھا وہ بولا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ''یہ آصف تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاتب تھے ان کے باپ کا نام برخیاء تھا یہ ولی اللہ تھے اسم اعظم جانتے تھے، پکے مسلمان تھے بنی اسرائیل میں سے تھے۔'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''ان کا نام اسطوم تھا۔'' بلیخ بھی مروی ہے ان کا لقب ذوالنور تھا۔

عبداللہ بن لہیعہ کا قول ہے کہ یہ خضر تھے لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنی نگاہ دوڑایئے جہاں تک پہنچے نظر کیجئے ابھی آپ دیکھ ہی رہے ہوں گے کہ میں لا دوں گا پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے یمن کی طرف جہاں اس کا تخت تھا نظر کی ادھر یہ کھڑے ہو کر وضو کر کے دعا میں مشغول ہوئے اور کہا یَا ذَالْجَلَالِ وَالْإِكْرَام ❷ یا فرمایا (یَا اِلٰهَنَا وَاِلٰهَ كُلِّ شَيْءٍ اِلٰهًا وَّاحِدًا لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اِئْتِنِيْ بِعَرْشِهَا) اسی وقت تخت بلقیس سامنے آ گیا۔ اتنی ذرا سی دیر میں یمن سے بیت المقدس میں وہ تخت پہنچ گیا اور لشکر سلیمان کے دیکھتے ہوئے زمین میں سے نکل آیا جب سلیمان علیہ السلام نے اسے اپنے سامنے موجود دیکھ لیا تو فرمایا یہ صرف میرے رب کا فضل ہے کہ وہ مجھے آزما لے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری؟ جو شکر کرے وہ اپنا ہی نفع کرتا ہے اور جو ناشکری کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی بندگی سے بے نیاز ہے اور خود بندوں سے بھی اس کی عظمت کسی کی محتاج نہیں ==

❶ الطبری، ۱۹/ ۵۲۰۔ ❷ ایضا، ۱۹/ ۴۶۶۔

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿٤٢﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَت تَّعْبُدُ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ إِنَّهَا كَانَتْ مِن قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٤٣﴾ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَن سَاقَيْهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ ۗ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٤﴾

ع ٣ ١٨

ترجمہ: حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ پھیر بدل کر دو تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ راہ پا لیتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے [۴۱] پھر جب وہ آ گئی تو اس سے دریافت کیا گیا کہ ایسا ہی تیرا بھی تخت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ گویا وہی ہے' ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا اور ہم مسلمان تھے۔ [۴۲] اسے انہوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتی رہی تھی یقیناً وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔ [۴۳] اس سے کہا گیا کہ محل میں چلی چلو جسے دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ یہ حوض ہے اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں فرمایا یہ تو شیشے سے منڈھی ہوئی عمارت ہے۔ کہنے لگی اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مطیع اور فرمانبردار بنتی ہوں۔ [۴۴]

= جیسے فرمان ہے ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ ❶ الخ۔ جو نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے لئے اور جو برائی کرتا ہو وہ اپنے لئے اور جگہ ہے جو نیکی کرتے ہیں وہ اپنے ہی لئے اچھائی جمع کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا تم اور روئے زمین کے سب انسان بھی اگر اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑو گے وہ غنی ہے اور حمید ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان جنات بہتر سے بہتر اور نیک بخت سے نیک بخت ہو جائیں تو میرا ملک بڑھ نہیں جائے گا۔ اور اگر سب کے سب بد بخت اور برے بن جائیں تو میرا ملک گھٹ نہیں جائے گا۔ یہ تو صرف تمہارے اعمال ہیں جو جمع ہوں گے اور تم کو ہی ملیں گے جو بھلائی دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور جو برائی دیکھے تو صرف اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔'' ❷

بلقیس کا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لانا: [آیت:۴۱-۴۴] اس تخت کے آ جانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس میں قدرے تغیر و تبدل کر ڈالو۔ پس کچھ ہیرے جواہر بدل دیئے گئے۔ رنگ روغن میں تبدیلی کر دی گئی۔ ❸ نیچے اوپر سے بھی کچھ بدل گیا دیا کچھ کمی زیادتی بھی کر دی گئی تا کہ بلقیس کی آزمائش کریں کہ وہ اپنے تخت کو پہچان لیتی ہے یا نہیں پہچان سکتی؟ جب وہ پہنچی تو اس سے کہا گیا کہ کیا تیرا تخت یہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہو بہو اسی جیسا ہے۔ اس جواب سے اس کی دور بینی' عقلمندی' زیرکی' دانائی ظاہر ہے کہ دونوں پہلو سامنے رکھے دیکھا کہ تخت بالکل میرے تخت جیسا ہے اور بظاہر اس کا یہاں پہنچنا ناممکن ہے تو ایسی بیچ کی بات کہی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس سے پہلے ہی ہمیں علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے بلقیس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی عبادت نے اور اس کے کفر نے توحید اللہ تعالیٰ سے روک دیا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت

---

❶ ٤٥/ الجاثية:١٥۔ ❷ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم ٢٥٧٧؛ ترمذی ٢٤٩٥؛ ابن ماجه ٤٢٥٧؛ احمد، ٥/ ١٦٠؛ الادب المفرد ٤٩٠۔ ❸ الطبری، ١٩/ ٤٦٩، ٤٧١۔

سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو غیر اللہ کی عبادت سے روک دیا اس سے پہلے کافروں میں سے تھی۔ لیکن پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ ملکہ نے قبول اسلام کا اعلان محل میں داخل ہونے کے بعد کیا ہے۔ جیسے عنقریب بیان ہوگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کے ہاتھوں ایک محل بنوایا تھا جو صرف شیشے اور کانچ کا تھا اور اس کے نیچے پانی سے لبالب حوض تھا شیشہ بہت ہی صاف شفاف تھا۔ آنے والا شیشے کا امتیاز نہیں کر سکتا تھا بلکہ اسے یہی معلوم ہوتا تھا کہ پانی ہی پانی ہے۔ حالانکہ اس کے اوپر شیشے کا فرش تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس صنعت سے غرض سلیمان علیہ السلام کی یہ تھی کہ آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن یہ سنا تھا کہ اس کی پنڈلیاں بہت خراب ہیں اور اس کے ٹخنے چوپایوں کے کھروں جیسے ہیں۔ اس کی تحقیق کے لئے آپ نے ایسا کیا تھا جب وہ یہاں آنے لگی تو پانی کے حوض کو دیکھ کر اپنے پائینچے اٹھائے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ جو بات مجھے پہنچائی گئی ہے غلط ہے۔ اس کی پنڈلیاں اور پیر بالکل انسانوں جیسے ہی ہیں کوئی نئی بات یا بدصورتی نہیں۔ ہاں چونکہ بے نکاحی تھی۔ پنڈلیوں پر بال بڑے بڑے تھے۔ آپ نے استرے سے منڈوا ڈالنے کا مشورہ دیا لیکن اس نے کہا اس کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ آپ نے جنوں سے کہا کوئی چیز بناؤ جن سے یہ بال جاتے رہیں۔ پس انہوں نے ہڑتال پیش کی یہ دوا سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ہی تلاش کی گئی۔ محل میں بلانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے ملک سے اپنے دربار سے اپنی رونق سے اپنے ساز و سامان سے اپنے لطف و عیش سے اور خود اپنے سے بڑی ہستی دیکھ لے اور اپنا جاہ و حشم نظروں سے گر جائے جس کے ساتھ ہی تکبر کا خاتمہ بھی یقینی تھا۔ جب اندر آنے لگی اور حوض کے حد پر پہنچی تو اسے لہلہاتا ہوا دریا سمجھ کر پائینچے اٹھالئے۔ اسی وقت کہا گیا کہ آپ کو غلطی لگی یہ تو شیشہ منڈھا ہوا ہے۔ آپ اسی کے اوپر سے بغیر قدم تر کیے آ سکتی ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچتے ہی اس کے کان میں آپ نے صدائے توحید ڈالی اور سورج پرستی کی مذمت سنائی۔ اس محل کو دیکھتے ہی اس حقیقت پر نظر ڈالتے ہی دربار کے ٹھاٹھ دیکھتے ہی اتنا تو سمجھ گئی کہ میرا ملک تو اس کے پاسنگ بھی نہیں۔ نیچے پانی ہے اوپر شیشہ ہے بیچ میں تخت سلیمانی ہے اوپر سے پرندوں کا سایہ ہے جن و انس سب حاضر ہیں اور تابع فرمان جب اسے توحید کی دعوت دی گئی تو بے دینوں کی طرح اس نے بھی زندیقانہ جواب دیا جس سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی لازم آتی تھی اسے سنتے ہی سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور آپ کو دیکھ کر آپ کے سارا لشکر بھی اب تو وہ بہت ہی نادم ہوئی ادھر سے حضرت نے ڈانٹا کہ کیا کہہ دیا؟ اس نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی اور اسی وقت رب تعالیٰ کی طرف جھک گئی اور کہنے لگی اے اللہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لے آئی۔ چنانچہ سچے دل سے مسلمان ہو گئی۔

ابن ابی شیبہ میں یہاں پر ایک غریب اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وارد کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب تخت پر متمکن ہوتے تو اُن کے پاس کی کرسیوں پر انسان بیٹھتے پھر اس کے پاس والی کرسیوں پر جن بیٹھتے پھر ان کے بعد شیطان بیٹھتے پھر ہوا اس تخت کو لے اڑتی اور معلق تھما دیتی پھر پرندآ کر اپنے پروں سے سایہ کر لیتے پھر آپ ہوا کو حکم دیتے اور وہ پرواز کر کے صبح صبح مہینے بھر کے فاصلے پر پہنچا دیتی اس طرح شام کو مہینے بھر کی دوری طے ہوتی۔

ایک مرتبہ اسی طرح آپ جا رہے تھے پرندوں کی دیکھ بھال جو کی تو ہدہد کو غائب پایا بڑے ناراض ہوئے اور فرمایا کیا وہ جمگھٹے میں مجھے نظر نہیں پڑا یا سچ مچ غیر حاضر ہے اگر سچ مچ وہ غیر حاضر ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا بلکہ ذبح کر دوں گا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان کر دے ایسے موقعہ پر پرندوں کے پر چنوا کر آپ زمین پر ڈلوا دیتے تھے کیڑے مکوڑے کھا

جاتے تھے۔ اس کے بعد تھوڑی ہی دیر میں خود حاضر ہوتا ہے اپنا سبا جانا اور وہاں کی خبر لانا بیان کرتا ہے۔ اپنی معلومات کی تفصیل سے آگاہ کرتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی صداقت کی آزمائش کے لئے اسے ملکہ سبا کے نام ایک چھٹی دے کر دوبارہ بھیجتے ہیں جس میں ملکہ کو ہدایت ہوتی ہے کہ میری نافرمانی نہ کرو اور مسلمان ہو کر میرے پاس آ جاؤ۔ اس خط کو دیکھتے ہی ملکہ کے دل میں اس خط کی اور اس کے لکھنے والے کی عزت سما جاتی ہے وہ اپنے درباریوں سے مشورہ کرتی ہے وہ اپنی قوت پر گھمنڈ کر کے کہہ دیتے ہیں کہ ہم تیار ہیں صرف اشارے کی دیر ہے لیکن یہ برے وقت کو اور اپنی شکست کے انجام کو خیال کر کے اس ارادے سے باز رہتی ہے اور دوستی کا سلسلہ اس طرح شروع کرتی ہے کہ تحفے اور ہدیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجتی ہے جسے سلیمان علیہ السلام واپس کر دیتے ہیں اور چڑھائی کی دھمکی دیتے ہیں۔ اب یہ اپنے ہاں سے چلتی ہے جب قریب پہنچ جاتی ہے اور اس کے لشکر کی گرد سلیمان علیہ السلام دیکھ لیتے ہیں تب فرماتے ہیں کہ اس کا تخت اٹھوالاؤ ایک جن کہتا ہے بہتر میں ابھی لاتا ہوں آپ یہاں سے اٹھیں اس سے پہلے ہی پہلے اسے دیکھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا اس سے جلد ممکن ہے؟ اس پر یہ تو خاموش ہو گیا لیکن کتاب کے علم والے نے کہا' ابھی ایک آنکھ جھپکتے ہی' اتنے میں دیکھا کہ جس کرسی پر پاؤں رکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام تخت شاہی پر چڑھتے تھے اسی کے نیچے سے بلقیس کا تخت نمایاں ہوا۔ آپ نے شکر اللہ ادا کیا لوگوں کو نصیحت کی اور اس میں کچھ ہیر پھیر کرنے کا حکم دیا اس کے آتے ہی اس سے اس تخت کی بابت پوچھا تو اس نے کہا گویا وہی ہے۔ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دو چیزیں طلب کیں ایک تو ایسا پانی جو نہ زمین سے نکلا ہو نہ آسمان سے برستا ہو۔ آپ کی عادت تھی کہ جب کچھ پوچھنے کی ضرورت پڑتی اول انسانوں سے دریافت فرماتے پھر جنوں سے پھر شیطانوں سے۔ اس سوال کے جواب میں شیطانوں نے کہا کہ یہ کوئی مشکل چیز نہیں گھوڑے دوڑائیے اور انکے پسینے سے اسے پیالہ بھر دیجئے اس سوال کے پورا ہونے کے بعد اس نے دوسرا سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کا رنگ کیسا ہے؟ اسے سن کر آپ اچھل پڑے اور اسی وقت سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ باری تعالیٰ اس نے ایسا سوال کیا کہ میں تو اسے تجھ سے دریافت بھی نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ بے فکر ہو جاؤ میں نے کفایت کر دی آپ سجدے سے اٹھے اور فرمایا تو نے کیا پوچھا تھا؟ اس نے کہا پانی کے بارے میں میرا سوال تھا جو آپ نے پورا کیا اور تو میں نے نہیں پوچھا یہ خود اور اس کے سارے لشکری اور دوسرے سوال کو ہی بھول گئے۔ آپ نے لشکریوں سے بھی پوچھا کہ اس نے دوسرا سوال کیا کیا تھا؟ تو سب نے یہی جواب دیا کہ بجز پانی کے اس نے اور کوئی دوسرا سوال نہیں کیا۔ شیطانوں کے دل میں خیال آیا کہ اگر سلیمان علیہ السلام نے اسے پسند کر لیا اور اسے اپنے نکاح میں لے لیا اور اولاد بھی ہو گئی تو یہ ہم سے ہمیشہ کے لئے گئے اس لئے انہوں نے حوض بنایا پانی سے پر کیا۔ اور اوپر سے بلور کا فرش بنا دیا اس صفت سے کہ دیکھنے والے کو وہ معلوم ہی نہ ہو وہ تو پانی ہی سمجھے جب بلقیس دربار میں آئی اور وہاں سے گزرنا چاہا تو پانی جان کر اپنے پائینچے اٹھا لئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پنڈلیوں کے بال دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اسے زائل کرنے کی کوشش کرو تو کہا گیا کہ استرے سے مونڈ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا نشان مجھے ناپسند ہے اور کوئی ترکیب بتاؤ پس شیاطین نے طلا بنا دیا جس کے لگاتے ہی بال اُڑ گئے۔ پس اول اول بال صفا طلا حضرت سلیمان کے حکم سے ہی تیار ہوا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کو نقل کر کے لکھا ہے یہ کتنا اچھا قصہ ہے لیکن میں کہتا ہوں بالکل منکر اور سخت غریب ہے۔ یہ عطاء ابن سائب کا وہم ہے جو اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نام سے بیان کر دیا ہے۔ اور زیادہ قرین قیاس امر یہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے دفاتر سے لیا گیا ہے جو مسلمانوں میں کعب اور وہب نے رائج کر دیا تھا' اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے پس ان قصوں کا کوئی اعتماد نہیں۔ بنو اسرائیل تو جدت پسند اور =

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يَا قَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۖ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَن مَّعَكَ ۚ قَالَ طَائِرُكُمْ عِندَ اللَّهِ ۖ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿٤٧﴾

ترجمہ: یقیناً ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو پھر بھی وہ دو فریق بن کر آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔[۴۵] آپ نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو! تم نیکی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں مچا رہے ہو؟ تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کیوں نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔[۴۶] وہ کہنے لگے ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں آپ نے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے بلکہ تم تو فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو۔[۴۷]

= جدت طراز تھے بدل لینا' گھڑ لینا' کمی زیادتی کر لینا ان کی عادت میں داخل تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں اس نے انکا محتاج نہیں رکھا ہمیں وہ کتاب دی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی وہ باتیں پہنچائیں جو نفع میں وضاحت میں بیان میں ان کی باتوں سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہیں ساتھ ہی بہت مفید اور نہایت احتیاط والی فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ صرح کہتے ہیں محل کو اور ہر بلند اونچی عمارت کو۔ چنانچہ فرعون ملعون نے بھی اپنے وزیر ہامان سے یہی کہا تھا ﴿يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا﴾ ❶ یمن کے ایک خاص ممتاز اور بلند محل کا نام بھی صرح تھا۔ اس سے مراد وہ بنا ہے جو محکم مضبوط استوار اور قوی ہو۔ بلور اور صاف شفاف شیشے سے بنائی گئی تھی۔ دومۃ الجندل میں ایک قلعہ ہے اس کا نام بھی مارد ہے۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ جب اس ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ رفعت یہ عظمت یہ شوکت یہ سلطنت دیکھی اور اس میں غور وفکر کے ساتھ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی سیرت ان کی نیکی اور ان کی دعوت سنی تو یقین آ گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اسی وقت مسلمان ہو گئی اپنے اگلے شرک وکفر سے توبہ کر لی اور دین سلیمان علیہ السلام کی مطیع بن گئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگی جو خالق مالک متصرف اور مختار کل ہے۔

صالح علیہ السلام کا قصہ: [آیت:۴۵-۴۷] حضرت صالح علیہ السلام جب اپنی قوم ثمود کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ کی رسالت ادا کرتے ہوئے انہیں توحید کی دعوت دی تو ان میں دو فریق بن گئے ایک جماعت مؤمنوں کی دوسرا گروہ کافروں کا۔ ❷ یہ آپس میں گتھ گئے۔ جیسے اور جگہ ہے کہ متکبروں نے عاجزوں سے کہا کہ کیا تم صالح کو رسول اللہ مانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کھلم کھلا ایمان لا چکے ہیں۔ انہوں نے کہا بس تو ہم ایسے ہی کھلم کھلا کافر ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بجائے رحمت طلب کرنے کے اور عذاب مانگ رہے ہو؟ تم استغفار کرو تاکہ نزول رحمت ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا تو یقین ہے کہ ہماری تمام مصیبتوں کا باعث تو ہے اور تیرے یہ ماننے والے۔ یہی فرعونیوں نے کلیم اللہ سے کہا تھا کہ جو بھلائیاں ہمیں ملتی ہیں ان کے لائق تو ہم ہیں ہی لیکن جو برائیاں پہنچتی ہیں وہ سب تیری اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے ہیں اور آیت میں ہے ﴿وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ﴾ ❸ الخ یعنی اگر انہیں کوئی بھلائی مل جاتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچ جاتی ہے تو کہتے ہیں یہ تیری جانب سے ہے تو کہہ دے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے ہے۔ سورۂ یٰسٓ میں بھی کفار کا اپنے نبیوں کو یہی کہنا موجود ہے ﴿قَالُوْا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ﴾ ❹ ہم تو آپ سے بدشگونی لیتے ہیں۔ اگر تم لوگ باز نہ رہے تو ہم تو =

❶ ٤٠/ المؤمن:٣٦۔ ❷ الطبری، ١٩/ ٤٧٥۔ ❸ ٤/ النسآء:٧٨۔ ❹ ٣٦/ یٰسٓ:١٨۔

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُونَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اس شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے رہتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔[۴۸] انہوں نے آپس میں بڑی قسمیں کھا کھا کر عہد کیا کہ رات ہی کو صالح علیہ السلام اور اس کے گھر والوں پر ہم چھاپہ ماریں گے اور اس کے وارثوں سے صاف کہہ دیں گے کہ ہم اس کے اہل کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں۔[۴۹] انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اور وہ اسے سمجھتے ہی نہ تھے۔[۵۰] اب دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ کہ ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو غارت کر دیا۔[۵۱] یہ ہیں انکے مکانات جوان کے ظلم کی وجہ سے اُجڑے پڑے ہیں جو لوگ علم رکھتے ہیں ان کیلئے اس میں بڑا نشان ہے۔[۵۲] ہم نے انکو جو ایمان لائے تھے اور پرہیزگاری کرتے تھے بال بال بچا لیا۔[۵۳]

= تمہیں سنگسار کر دیں گے اور سخت سزا دیں گے نبیوں نے جواب دیا کہ تمہاری بدشگونی تو ہر وقت تمہارے وجود میں موجود ہے۔ یہاں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے جواب دیا کہ تمہاری بدشگونی تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یعنی وہی تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔ بلکہ تم تو فتنے میں ڈالے ہوئے لوگ ہو تمہیں آزمایا جا رہا ہے طاعت سے بھی اور معصیت سے بھی۔ اور باوجود تمہاری معصیت کے تمہیں ڈھیل دی جا رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت ہے اس کے بعد پکڑے جاؤ گے۔

قوم ثمود کا گناہ اور اللہ ذوالجلال کی گرفت: [آیت:۴۸۔۵۳] ثمودیوں کے شہر میں نو فسادی شخص تھے جن کی طبیعت میں اصلاح تھی ہی نہیں یہی ان کے روساء اور سردار تھے انہی کے مشورے اور حکم سے اونٹنی کو مار ڈالا گیا تھا۔ ❶ انکے نام یہ ہیں دعمی، دعیم، ھریم، داب، صواب، مسطع، ریاب، قدار ابن سالف یہی آخری شخص وہ ہے جس نے اپنے ہاتھ سے اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں۔ جس کا بیان آیت ﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ﴾ ❷ اور آیت ﴿اَشْقٰهَا﴾ ❸ میں ہے۔ یہی وہ لوگ تھے جو درہم کے سکے کو تھوڑا سا کتر لیتے تھے اور اسے چلاتے تھے۔ سکے کو کاٹنا بھی ایک طرح کا فساد ہے چنانچہ ابو داؤد وغیرہ میں حدیث ہے جس میں بلاضرورت سکے کو جو مسلمانوں میں رائج ہو کاٹنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ❹ الغرض ان کا یہ فساد بھی تھا اور دیگر فساد بھی بہت سارے تھے اس ناپاک گروہ نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ آج رات کو صالح اور اس کے گھرانے کو قتل کر ڈالو اس پر سب نے حلف اٹھائے اور مضبوط عہد و پیمان کئے۔ لیکن یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام تک پہنچیں اس سے پہلے عذاب اللہ تعالیٰ ان تک پہنچ گیا اور ان کا ستیاناس کر دیا۔ ❺ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آئی اور ان سب سرداروں کے سر پھوٹ گئے سارے ہی ایک ساتھ مر گئے۔ ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے خصوصاً جب انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام والی اونٹنی کو قتل کیا اور دیکھا کہ کوئی عذاب نہیں آیا تو اب نبی اللہ کے قتل پر آمادہ =

❶ الطبری، ۱۹/ ۴۷۷۔ ❷ ۵۴/ القمر:۲۹۔ ❸ ۹۱/ الشمس:۱۲۔

❹ ابوداود، کتاب البیوع، باب فی کسر الدراھم ۳۴۴۹ و سندہ ضعیف محمد بن فضاء راوی ضعیف اور اس کا والد مجہول ہے۔ ابن ماجہ ۲۲۶۳۔ ❺ الطبری، ۱۹/ ۴۸۷۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿٥٤﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿٥٥﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٥٨﴾ ع

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰي عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾ ۭ

ترجمہ: لوط کا ذکر کر جبکہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا باوجود دیکھنے بھالنے کے پھر بھی تم بدکاری کر رہے ہو؟[۵۴] یہ کیا بات ہے کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو؟ حق یہ ہے کہ تم بڑی ہی نادانی کر رہے ہو۔[۵۵] قوم کا جواب بجز اس کہنے کے اور کچھ نہ تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے شہر بدر کر دو یہ تو بڑی پاکبازی کر رہے ہیں۔[۵۶] پس ہم نے اسے اور اس کے اہل کو بجز اسکی بیوی کے سب کو بچالیا اس کا اندازہ تو باقی رہ جانے والوں میں ہم لگا ہی چکے تھے[۵۷] اور ان پر ایک خاص قسم کی بارش برسا دی پس ان دھمکائے ہوئے لوگوں پر بری بارش ہوئی۔[۵۸] تو کہہ دے کہ تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک ٹھہرا رہے ہیں۔[۵۹]

= ہوئے۔ مشورے کئے کہ چپ چاپ اچانک اسے اور اس کے بال بچوں کو ہلاک کر دو اس کے والی وارثوں اور قوم سے کہہ دو کہ ہمیں کیا خبر؟ اگر صالح علیہ السلام نبی ہے تو وہ ہمارے ہاتھ لگنے کا نہیں ورنہ اسے بھی اس کی اونٹنی کے ساتھ سلا دو اس ارادے سے چلے راہ میں ہی تھے جو فرشتے نے پتھر سے ان سب کے دماغ پاش پاش کر دیئے۔ ان کے مشوروں میں اور جو جماعت شریک تھی انہوں نے جب دیکھا کہ انہیں گئے ہوئے عرصہ ہوا اور واپس نہیں لوٹے تو یہ خبر لینے چلے دیکھا کہ سب کے سر پھٹے ہوئے ہیں بھیجے نکلے پڑے ہیں اور سب مردہ ہیں۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام پر ان کے قتل کی تہمت رکھی اور انہیں مار ڈالنے کیلئے چڑھے لیکن ان کی قوم ہتھیار لگا کر آ گئی اور کہنے لگی دیکھو اس نے تم سے کہا ہے کہ تین دن میں عذاب الٰہی تم پر آئے گا تم یہ تین دن گزر جانے دو اگر یہ سچا ہے تو اس کے قتل سے اللہ تعالیٰ کو اور ناراض کرو گے اور زیادہ سخت عذاب آئیں گے اور اگر یہ جھوٹا ہے تو پھر تمہارے ہاتھ سے بچ کے کہاں جائے گا؟ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے۔ فی الواقع ان سے حضرت صالح علیہ السلام نے صاف فرما دیا تھا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کو قتل کیا ہے تو تم تین دن تک مزے اڑا لو پھر اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہو کر رہے گا۔ یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی زبانی یہ سنکر کہنے لگے یہ تو اتنی مدت کہہ رہا ہے آؤ ہم آج ہی اس سے فارغ ہو جائیں۔ جس پتھر سے اُونٹنی نکلی تھی اسی پہاڑی پر حضرت صالح علیہ السلام کی ایک مسجد تھی جہاں آپ نماز پڑھا کرتے تھے انہوں نے مشورہ کیا کہ جب وہ نماز کو آئے اسی وقت راہ میں ہی اس کا کام تمام کر دو۔ جب پہاڑی پر چڑھنے لگے تو دیکھا کہ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آ رہی ہے اس سے بچنے کیلئے ایک غار میں گھس گئے چٹان آ کر غار کے منہ اس طرح ٹھہر گئی کہ منہ بالکل بند ہو گیا سب کے سب ہلاک ہو گئے اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں گئے؟ انہیں یہاں یہ عذاب آیا وہاں باقی والے وہیں ہلاک کر دیئے گئے۔ نہ ان کی خبر انہیں ہوئی اور نہ ان کی انہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام اور باایمان لوگوں سے کسی کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اور اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں کھو دیں انہوں نے مکر کیا ہم نے ان کی چال بازی کا مزہ انہیں چکھا دیا اور انہیں اس

سے ذرا پہلے بھی مطلق علم نہ ہو سکا۔ انجام کار ان کی فریب بازیوں کا یہ ہوا کہ سب کے سب تباہ و برباد ہوئے۔ یہ ہیں ان کی بستیاں جو اُجڑی پڑی ہیں ان کے ظلم کی وجہ سے یہ ہلاک ہو گئے ان کے بارونق شہر تباہ کر دیئے گئے۔ ذی علم لوگ ان نشانوں سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں ہم نے ایماندار متقیوں کو بال بال بچا لیا۔

لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: [آیت:۵۴-۵۹] اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما رہا ہے کہ آپ نے اپنی امت یعنی قوم کو اس کے اس نالائق فعل پر جس کا فاعل ان سے پہلے کوئی نہ ہوا تھا یعنی اغلام بازی پر ڈرایا۔ تمام قوم کی یہ حالت تھی مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے شہوت رانی کر لیا کرتی تھیں۔ ساتھ ہی اتنے بے حیا ہو گئے تھے کہ اس پاجی فعل کو پوشیدہ کرنا بھی کچھ اتنا ضروری نہیں جانتے تھے۔ اپنے مجمعوں میں واہی فعل کرتے تھے۔ عورتوں کو چھوڑ مردوں کے پاس آتے تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اپنی اس جہالت سے باز آؤ تم تو ایسے گئے گزرے اور اتنے نادان ہوئے کہ شرعی پاکیزگی کے ساتھ ہی تم سے طبعی طہارت بھی جاتی رہی۔ جیسے دوسری آیت میں ہے ﴿أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ❶ الخ۔ کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو اور عورتوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے جوڑے بنائے ہیں چھوڑتے ہو؟ بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔ قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا جب لوط اور لوط والے تمہارے اس فعل سے بیزار ہیں اور وہ نہ تمہاری مانتے ہیں نہ تم ان کی تو پھر ہمیشہ کی اس کلکل کو ختم کیوں نہیں کر دیتے۔ لوط علیہ السلام کے گھرانے کو دیس نکالا دے کر ان کے روزمرہ کے کچوکوں سے نجات حاصل کر لو جب کافروں نے پختہ ارادہ کر لیا اور اس پر جم گئے اور اجماع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کو ہلاک کر دیا اور اپنے پاک بندے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل کو ان سے اور جو عذاب ان پر آئے ان سے بچا لیا۔ ہاں آپ کی بیوی جو قوم کے ساتھ ہی تھی وہ پہلے سے ہی ان ہلاک ہونے والوں میں لکھی جا چکی تھی اور وہ یہاں باقی رہ گئی اور عذاب کے ساتھ تباہ ہوئی۔ کیونکہ یہ انہیں ان کے دین اور انکے طریقوں میں مدد دیتی تھی ان کی بداعمالیوں کو پسند کرتی تھی۔ اسی نے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر قوم کو دی تھی۔ لیکن یہ خیال رہے کہ خدانخواستہ ان کی اس فحش کاری میں یہ شریک نہ تھی اللہ تعالیٰ کے نبی کی بزرگی کے خلاف ہے کہ ان کی بیوی بدکار ہو اس قوم پر آسمان سے پتھر برسائے گئے جن پر ان کے نام کندہ تھے ہر ایک پر اسی کے نام کا پتھر آیا اور ایک بھی ان میں سے نہ بچ سکا۔ ظالموں سے اللہ تعالیٰ کی سزا دور نہیں ان پر حجت الٰہی قائم ہو چکی تھی انہیں ڈرایا اور دھمکایا جا چکا تھا تبلیغ رسالت کافی طور پر ہو چکی تھی لیکن انہوں نے مخالفت میں جھٹلانے میں اور اپنی بے ایمانی پر اڑنے میں کمی نہیں کی۔ نبی اللہ حضرت لوط علیہ السلام کو تکلیفیں پہنچائیں بلکہ انہیں نکال دینے کا ارادہ کیا اسی وقت اس بدترین بارش نے اس سنگ باری نے انہیں فنا کر دیا۔

سلامتی صرف اللہ کے بندوں کے لیے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ کہیں کہ ساری تعریفوں کے لائق فقط اللہ تعالیٰ ہے اسی نے اپنے بندوں کو اپنی بیشمار نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں اس کی صفتیں عالی ہیں اس کے نام بلند اور پاک ہیں۔ اور حکم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجیں جیسے انبیا اور رسول۔ حمد و صلوٰۃ کا ساتھ ہی ذکر آیت ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ﴾ ❷ میں بھی ہے۔

برگزیدہ بندوں سے مراد اصحاب رسول ہیں اور خود انبیا علیہم السلام بطور اولیٰ اس میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ان کے تابعداروں کے بچا لینے اور مخالفین کے غارت کر دینے کی نعمت بیان فرما کر اپنی تعریفیں کرنے اور اپنے نیک بندوں پر سلام بھیجنے کا حکم

❶ ٢٦/ الشعرآء:١٦٥۔ ❷ ٣٧/ الصافات:١٨٠، ١٨٢۔

دیا۔اس کے بعد بطور سوال کر کے مشرکوں کے اس فعل پر انکار کیا کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں۔جن سے اللہ تعالیٰ پاک اور بری ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ انیسواں پارہ ختم ہوا۔

فہرست

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝

ترجمہ: بھلا بتلاؤ! کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اگا دیئے۔ ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ اگا سکتے۔ کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ یہ لوگ اللہ کی برابری کا اوروں کو ٹھہراتے ہیں۔[٦٠]

خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے: [آیت:٦٠] بیان ہو رہا ہے کہ کل کائنات کا رچانے والا' سب کا پیدا کرنے والا' سب کو روزیاں دینے والا' سب کی حفاظتیں کرنے والا' تمام جہان کی تدبیر کرنے والا' صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان بلند آسمانوں کو ان چمکتے ستاروں کو اسی نے پیدا کیا۔ اس بھاری بوجھل زمین کو' ان بلند چوٹیوں والے پہاڑوں کو' ان پھیلے ہوئے میدانوں کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ کھیتیاں باغات' پھل پھول' دریا سمندر' حیوانات' جنات انسان' خشکی اور تری کے عام جاندار اسی ایک کے بنائے ہوئے ہیں۔ آسمانوں سے پانی اتارنے والا وہی ہے اسے اپنی مخلوق کی روزی کا ذریعہ اسی نے بنایا ہے باغات کھیت سب وہی اگاتا ہے جو علاوہ خوش منظر ہونے کے بے حد مفید ہوتے ہیں' علاوہ خوش ذائقہ ہونے کے زندگی کو قائم رکھنے والے ہوتے ہیں۔ تم میں سے یا تمہارے معبودان باطل میں سے کوئی بھی نہ کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے نہ کسی درخت کے اگانے کی۔ بس وہی خالق و رازق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور اس کی روزی رسانی کو مشرکین بھی مانتے تھے۔ جیسے دوسری آیت میں بیان ہوا ہے کہ ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ﴾ ❶ یعنی اگر تو ان سے دریافت کرے کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اگر تو ان سے سوال کرے کہ آسمان سے پانی برسا کر مردہ زمین کو کس نے زندہ کر دیا؟ تو بھی ان کا یہی جواب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے۔ الغرض یہ جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ خالق کل صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن ان کی عقلیں ماری گئی ہیں کہ عبادت کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں باوجودیکہ جانتے ہیں کہ وہ نہ پیدا کرنے والے ہیں نہ روزی دینے والے۔ اور اس بات کا فیصلہ تو آسانی سے ہر عقل مند کر سکتا ہے کہ لائق عبادت وہی ہے جو خالق' مالک اور رازق ہے۔ اسی لئے یہاں اس آیت میں بھی سوال کیا کہ کیا معبود برحق کے ساتھ کوئی اور بھی عبادت کے لائق ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کو پیدا کرنے میں مخلوق کی روزی رسانی میں کوئی اور بھی شریک ہے؟ چونکہ وہ مشرک خالق رازق صرف اللہ ہی کو مانتے تھے اور عبادت اوروں کی بھی کرتے تھے۔ اس لئے اور آیت میں فرمایا ﴿اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ﴾ ❷ خالق اور غیر خالق یکساں نہیں ہیں پھر تم خالق مخلوق کو کیسے ایک کر رہے ہو؟ یہ یاد رہے کہ ان آیتوں میں ﴿اَمَّنْ﴾ جہاں جہاں ہے وہاں یہی معنی ہیں کہ ایک تو وہ جو ان تمام کاموں کو کر سکے اور ان پر قادر ہو دوسرا وہ جس نے ان میں سے نہ تو کسی کام کو کیا اور نہ کر سکتا ہو' کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ گو دوسری شق کو لفظوں میں بیان نہیں کیا لیکن طرز کلام اسے صاف کر دیتا ہے اور آیت میں صاف صاف یہ بھی ہے کہ ﴿ءٰٓاللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝﴾ ❸ کیا اللہ بہتر ہے یا جنہیں وہ شریک کرتے ہیں؟ آیت کے خاتمہ پر فرمایا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ آیت ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ﴾ ❹ بھی اسی جیسی آیت ہے یعنی ایک وہ شخص جو اپنے دل میں آخرت کا ڈر رکھ کر اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو کر راتوں کو نماز میں گزارتا ہو' یعنی وہ اس جیسا نہیں ہو سکتا جس کے اعمال ایسے نہ ہوں اور جگہ ہے عالم اور بے علم برابر نہیں۔ عقلمند ہی نصیحت سے ==

❶ ٤٣/ الزخرف:٨٧۔ ❷ ١٦/ النحل:١٧۔ ❸ ٢٧/ النمل:٥٩۔ ❹ ٣٩/ الزمر:٩۔

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ط ءَ إِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ط ءَ إِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: کیا وہ جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان روک بنا دی' کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ ان میں کے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں [۶۱] بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا نائب بناتا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہو [۶۲]

= فائدہ اٹھاتے ہیں ایک وہ جس کا سینہ اسلام کے لئے کھلا ہوا ہو اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور ہدایت لئے ہوئے ہو وہ اس جیسا نہیں جس کے دل میں اسلام کی طرف سے اٹکاؤ ہو اور سخت دل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کی نسبت فرمایا ﴿أَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ﴾ ❶ یعنی وہ جو مخلوق کی ہر ہر حرکات سکنات سے واقف ہو تمام غیب کی باتوں کو جانتا ہو مثل اس کے ہے جو کچھ بھی نہ جانتا ہو؟ بلکہ جس کی آنکھیں اور کان ہی نہ ہوں جیسے تمہارے یہ بت ہیں۔ فرمان ہے ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ﴾ ❷ یہ اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں ان سے کہہ ذرا ان کے نام تو مجھے بتلاؤ پس ان سب آیتوں کا بھی مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ پھر وہ صفتیں کسی میں نہ ہونے کی خبر دی ہے۔

زمین' نہریں' پہاڑ اور سمندر اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیے: [آیت:۶۱۔۶۲] زمین کو اللہ تعالیٰ نے ٹھہری ہوئی اور ساکن بنائی تاکہ دنیا با آرام اپنی زندگی بسر کر سکے اور اس پھیلے ہوئے فرش پر راحت پا سکے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا﴾ ❸ اللہ تعالیٰ نے زمین تمہارے لئے ٹھہری ہوئی اور ساکن بنائی اور آسمان کو چھت بنایا اس نے زمین پر پانی کے دریا بہا دیئے جو ادھر ادھر بہتے رہتے ہیں اور ملک ملک پہنچ کر زمین کو سیراب کرتے ہیں تاکہ زمین سے کھیت باغ وغیرہ اگیں۔ اس نے زمین کی مضبوطی کے لئے اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تاکہ وہ تمہیں ہلا جلا نہ سکے ٹھہری رہے۔ اس کی قدرت دیکھو کہ ایک کھاری سمندر ہے ایک میٹھا ہے دونوں بہہ رہے ہیں۔ بیچ میں کوئی روک' آڑ' پردہ' حجاب نہیں لیکن قدرت نے ایک کو ایک سے الگ کر رکھا ہے نہ کڑوا میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کڑوے میں۔ کھاری اپنے فوائد پہنچا تا رہے میٹھا اپنے فائدے دیتا رہے۔ اس کا نتھرا ہوا خوش ذائقہ سہتا پچتا پانی لوگ پئیں' اپنے جانوروں کو پلائیں' کھیتیاں باڑیاں باغات وغیرہ میں یہ پانی پہنچائیں' نہائیں' دھوئیں وغیرہ کھاری پانی اپنے فائدے سے لوگوں کو سودمند کرے یہ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے تاکہ ہوا خراب نہ ہو اور آیت میں بھی ان دونوں کا بیان موجود ہے ﴿وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ﴾ ❹ الخ۔ یعنی ان دونوں سمندروں کا جاری کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسی نے ان دونوں کے درمیان حد فاصل رکھ دی ہے یہاں یہ قدرتیں اپنی جتا کر پھر سوال کرتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور بھی ایسا ہے جس نے یہ

❶ ۱۳/ الرعد:۳۳۔ ❷ ۱۳/ الرعد:۳۳۔ ❸ ۴۰/ المؤمن:۶۴۔ ❹ ۲۵/ الفرقان:۵۳۔

کام کئے ہوں یا کرسکتا ہو؟ تا کہ وہ بھی لائق عبادت سمجھا جائے اکثر لوگ محض بے علمی سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ عبادتوں کے لائق صرف وہی ایک ہے۔

دکھیوں' لاچاروں کی دعاؤں کو کون سنتا ہے؟ سختیوں اور مصیبتوں کے وقت پکارے جانے کے قابل اسی کی ذات ہے' بے کس بے بس لوگوں کا سہارا وہی ہے' گرے پڑے بھولے بھٹکے مصیبت زدہ اسی کو پکارتے ہیں' اسی کی طرف لو لگاتے ہیں۔ جیسے فرمایا کہ تمہیں جب سمندر کے طوفان زندگی سے مایوس کر دیتے ہیں تو تم اسی کو پکارتے ہو اسی کی طرف گریہ وزاری کرتے ہو اور سب کو بھول جاتے ہو۔ اسی کی ذات ایسی ہے کہ ہر ایک بے قرار وہاں پناہ لے سکتا ہے۔ مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبت اس کے سوا کوئی بھی دور نہیں کرسکتا۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور! آپ کس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی طرف جو اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں جو اس وقت تیرے کام آتا ہے جب تو کسی پھنساؤڑے میں پھنسا ہوا ہو' وہی ہے کہ جب تو جنگلوں میں راہ بھول کر اسے پکارے تو وہ تیری رہنمائی کر دے تیرا کوئی کھو گیا ہو اور تو اس سے التجا کرے تو وہ اسے تجھ کو ملا دے' قحط سالی ہو گئی ہو اور تو اس سے دعائیں کرے تو وہ موسلا دھار مینہ تجھ پر برسا دے'' اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کسی کو برا نہ کہہ' نیکی کے کسی کام کو ہلکا اور بے وقعت نہ سمجھ گو اپنے مسلمان بھائی سے بہ کشادہ پیشانی ملنا ہی ہو' گو اپنے ڈول سے کسی پیاسے کو ایک گھونٹ پانی کا دے دینا ہی ہو' اور اپنے تہبند کو آدھی پنڈلی تک رکھ' نہ مان تو زیادہ سے زیادہ ٹخنے تک' اس سے نیچے لٹکانے سے بچتا رہ' اس لئے کہ یہ فخر و غرور ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے'' ❶ (مسند احمد) ایک روایت میں ان کا نام جابر بن سلیم ہجیمی رضی اللہ عنہ ہے۔ اس میں ہے کہ جب میں حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا آپ ایک چادر سے گوٹ لگائے بیٹھے تھے جس کے پھندے آپ کے قدموں پر گر رہے تھے۔ میں نے آ کر پوچھا کہ تم میں اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے خود اپنی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میں ایک گاؤں کا رہنے والا آدمی ہوں ادب تمیز کچھ نہیں جانتا مجھے کچھ احکام اسلام کی تعلیم دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کسی چھوٹی سی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھ گو اپنے مسلمان بھائی سے خوش خلقی کے ساتھ ملاقات ہی ہو اور گو اپنے ڈول میں سے کسی پانی مانگنے والے کے برتن میں ذرا سا پانی ڈال دینا ہی ہو۔ اگر کوئی تیری کسی ایسی بات کو جانتا ہو اور وہ تجھے عار دلائے تو تو اسے ایسی اس کی بات سے عار نہ دلا تا کہ اجر ملے اور وہ گنہگار بن جائے' ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانے سے پرہیز کر کیونکہ یہ تکبر ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور کسی کو بھی ہرگز گالی نہ دینا'' فرماتے ہیں یہ سننے کے بعد سے لے کر آج تک میں نے کبھی کسی انسان بلکہ کسی جانور کو بھی گالی نہیں دی۔ ❷

طاؤس رحمہ اللہ کسی بیمار کی بیمار پرسی کو گئے۔ بیمار نے کہا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے آپ نے فرمایا ''تم خود اپنے لئے دعا کرو بے قراری کی بے قراری کے وقت کی دعا کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔'' وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''میں نے اگلی آسمانی کتاب میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم! جو شخص مجھ پر اعتماد کرے اور مجھے تھام لے تو میں اسے اس کے مخالفین سے بچا لوں گا اور ضرور بچا لوں گا گو آسمان و زمین اور کل مخلوق اس کی مخالفت پر اور ایذا دہی پر تل جائے اور جو مجھ پر اعتماد نہ کرے میری پناہ میں نہ آئے تو میں اسے امن و امان سے چلتا پھرتا ہی اگر چاہوں گا تو زمین میں دھنسا دوں گا اور اسکی کوئی مدد نہ کروں گا۔'' ایک بہت

❶ احمد، ٥/ ٦٤ ح ٢٠٦٣٦ وسندہ صحیح۔

❷ ابوداود، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار ٤٠٨٤ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی، ٩٦٩٤؛ احمد، ٥/ ١٦٤؛ ابن حبان ٥٢١۔

ہی عجیب واقعہ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک خچر پر لوگوں کو دمشق سے زیدانی لے جایا کرتا تھا اور اسی کرایہ پر میری گزر بسر تھی ایک مرتبہ ایک شخص نے خچر کرایہ پر لیا میں نے اسے سوار کیا اور لے چلا۔ ایک جگہ جہاں دو راستے تھے پہنچے تو اس نے کہا اس راہ چلو۔ میں نے کہا میں اس سے واقف نہیں ہوں سیدھی راہ یہی ہے۔ اس نے کہا نہیں میں پوری طرح واقف ہوں یہ بہت نزدیک کا راستہ ہے۔ میں اس کے کہنے سے اسی راہ پر چلا تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک لق و دق بیابان میں ہم آ گئے ہیں جہاں کوئی راستہ نظر نہیں آتا نہایت خطرناک جنگل اور ہر طرف لاشیں پڑی ہوئی ہیں میں سہم گیا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا ذرا لگام تھام لو مجھے یہاں اترنا ہے۔ میں نے لگام تھام لی وہ اترا اور اپنا تہبند اونچا کر کے کپڑے ٹھیک کر کے چھری نکال کر مجھ پر حملہ کیا۔ میں وہاں سے سرپٹ بھاگا لیکن اس نے میرا تعاقب کیا اور مجھے پکڑ لیا۔ میں اسے قسمیں دینے لگا لیکن اس نے خیال بھی نہ کیا۔ میں نے کہا اچھا یہ خچر اور کل سامان جو میرے پاس ہے تو لے لے اور مجھے چھوڑ دے۔ اس نے کہا یہ تو میرا ہو ہی چکا لیکن میں تو تجھے زندہ چھوڑنا چاہتا ہی نہیں۔ میں نے اسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا آخرت کے عذابوں کا ذکر کیا لیکن اس چیز نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ میرے قتل پر تلا رہا۔ اب میں مایوس ہو گیا اور مرنے کے لئے تیار ہو گیا اور اس سے بہ منت التجا کی کہ آپ مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دیجئے۔ اس نے کہا اچھا جلدی پڑھ لے۔ میں نے نماز شروع کی لیکن رب کی قسم میری زبان سے قرآن کا ایک حرف نہیں نکلتا تھا یونہی ہاتھ باندھے دہشت زدہ کھڑا ہوا تھا اور وہ جلدی مچا رہا تھا۔ اسی وقت اتفاق سے یہ آیت میری زبان پر آ گئی ﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾ ❶ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بے قرار کی بے قراری کے وقت کی دعا کو سنتا اور قبول فرماتا ہے اور بے بسی بے کسی کو سختی اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ پس اس آیت کا زبان سے جاری ہونا تھا جو میں نے دیکھا کہ بیچوں بیچ جنگل میں سے ایک گھوڑ سوار تیزی سے اپنا گھوڑا بھگائے نیزہ تانے ہماری طرف چلا آ رہا ہے اور بغیر کچھ کہے اس ڈاکو کے پیٹ میں اس نے اپنا نیزہ گھونپ دیا جو اس کے جگر کے آر پار ہو گیا وہ اسی وقت بے جان ہو کر گر پڑا۔ سوار نے باگ موڑی اور جانا چاہا لیکن میں اس کے قدموں سے لپٹ گیا اور بالحاح (عاجزی سے اصرار کرتے ہوئے) کہنے لگا اللہ کے لئے یہ تو بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں بے کسوں اور بے بسوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور مصیبت و آفت کو ٹال دیتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور وہاں سے اپنا خچر اور مال لے کر صحیح سالم واپس لوٹا۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے ایک جنگ میں کافروں سے شکست کھائی اور واپس لوٹے۔ ان میں ایک مسلمان جو بڑے سخی اور نیک تھے۔ یہ بھی تھے ان کا گھوڑا جو بہت تیز رفتار تھا راستہ میں اڑ گیا۔ اس ولی اللہ نے بہت کوشش کی لیکن جانور نے قدم ہی نہ اٹھایا۔ آخر عاجز آ کر اس نے کہا کیا بات ہے جو تو اڑ گیا۔ ایسے ہی موقعہ کے لئے تو میں نے تیری خدمت کی تھی اور تجھے پیار سے پالا تھا۔ گھوڑے کو اللہ تعالیٰ نے زبان دی۔ اس نے جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ آپ میرا گھاس دانہ سائیس کو سونپ دیتے تھے وہ اس میں سے چرا لیتا تھا مجھے بہت کم کھانے کو دیتا تھا اور مجھ پر ظلم کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس نیک بندے نے کہا اب تو چل میں اللہ تعالیٰ کو بیچ میں رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ اب سے تجھے میں ہمیشہ اپنی گود میں ہی کھلایا کروں گا۔ جانور یہ سنتے ہی تیزی سے لپکا اور انہیں جائے امن تک پہنچا دیا۔ حسب وعدہ اب سے یہ بزرگ اپنے اس جانور کو اپنی گود میں ہی کھلایا کرتے تھے لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی انہوں نے کسی سے واقعہ کہہ دیا جس کی عام شہرت ہو گئی اور لوگ اس واقعہ کو سننے کے لئے ان کے پاس دور دور سے آنے لگے۔ شاہ روم کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے چاہا=

❶ ٢٧/ النمل: ٦٢۔

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ٞ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ٞ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع

ع ۸

ترجمہ: کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ جنہیں یہ شریک کرتے ہیں ان سب سے اللہ تعالیٰ بلند و بالاتر ہے[۶۳] کیا وہ جو مخلوق کی اول دفعہ پیدائش کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزیاں دے رہا ہے' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ کہہ دے کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔[۶۴] کہہ دے کہ آسمانوں والوں میں سے زمین والوں میں سے کوئی بھی سوائے اللہ کے غیب کو نہیں جانتا۔ اور انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کئے جائیں گے؟[۶۵] بلکہ آخرت کے بارے میں ان کے علم ختم ہو چکے ہیں' بلکہ یہ اس سے شک میں ہیں۔ بلکہ یہ اس سے اندھے ہیں۔[۶۶]

= کہ کسی طرح انہیں اپنے شہر میں بلا لے بہت کوششیں کیں لیکن بے سود رہیں۔ آخر میں اس نے ایک شخص کو بھیجا کہ کسی طرح حیلے حوالے سے انہیں بادشاہ تک پہنچائے۔ یہ شخص پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا تھا یہ بادشاہ کے پاس سے چلا یہاں آ کر ان سے ملا اپنا اسلام ظاہر کیا توبہ کی اور نہایت نیک بن کر رہنے لگا یہاں تک کہ اس ولی اللہ کو اس پر پورا اعتماد ہو گیا اور اسے صالح اور دیندار سمجھ کر انہوں نے دوستی پیدا کر لی اور ساتھ ساتھ لے کر پھرنے لگے۔ اس نے اپنا پورا رسوخ جما کر اپنی ظاہری دینداری کے فریب میں انہیں پھنسا کر ادھر بادشاہ کو اطلاع دی کہ فلاں وقت دریا کے کنارے ایک مضبوط جری شخص کو بھیجو میں انہیں لے کر وہاں آ جاؤں گا اور اس شخص کی مدد سے انہیں گرفتار کر لوں گا۔ یہاں سے انہیں فریب دے کر لے چلا اور اسی جگہ پہنچایا۔ دفعتاً یہ شخص نمودار ہوا اور اس بزرگ پر حملہ کیا۔ ادھر سے اس مرتد نے حملہ کیا۔ اس نیک دل شخص نے اس وقت آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور دعا کی کہ اے اللہ! اس شخص نے تیرے نام سے مجھے دھوکا دیا ہے میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو جس طرح چاہے مجھے ان دونوں سے بچا لے۔ وہیں جنگل سے دو درندے بھاگتے ہوئے آتے دکھائی دیئے اور ان دونوں شخصوں کو انہوں نے دبوچ لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے چل دیئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ بندہ باامن و امان وہاں سے صحیح و سالم واپس تشریف لے آیا' رحمہ اللہ' اپنی اس شان رحمت کو بیان فرما کر پھر جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ وہی تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے ایک ایک کے پیچھے آ رہا ہے اور مسلسل سلسلہ چلا جا رہا ہے جیسے ارشاد ہے ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ﴾ ❶ الخ۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو یہاں سے فنا کر دے اور کسی اور ہی کو تمہارا جانشین کر دے جیسے کہ خود تمہیں دوسروں کا خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ﴾ ❷ الخ۔ اس رب تعالیٰ نے

❶ ٤/ النسآء:١٣٣۔ ❷ ٦/ الانعام:١٦٥۔

تمہیں زمینوں کا جانشین بنایا ہے اور تم میں سے ایک کو ایک پر درجوں میں بڑھا دیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی جو خلیفہ کہا گیا ہے وہ اسی اعتبار سے کہ ان کی اولاد ایک دوسرے کی جانشین ہوگی۔ جیسے کہ آیت ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ﴾ ❶ الخ کی تفسیر میں تفصیل وار بیان گزر چکا۔ اس آیت کے اس جملے سے بھی یہی مراد ہے کہ ایک کے بعد ایک ایک زمانہ کے بعد دوسرا زمانہ ایک قوم کے بعد دوسری قوم پس یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور اس میں مخلوق کی مصلحت ہے ورنہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی وقت ایک ساتھ پیدا کر دیتا اور ایک ساتھ فنا کر دیتا۔ لیکن اب اس نے یہ رکھا کہ ایک مرے ایک پیدا ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ان سے ان کی نسل پھیلائی اور دنیا میں ایک ایسا طریقہ رکھا کہ دنیا والوں کی روزیاں اور ان کی زندگیاں تنگ نہ ہوں ورنہ سارے انسان ایک ساتھ شاید زمین میں بہت تنگی سے گزارا کرتے اور ایک سے ایک کو نقصانات پہنچتے۔ پس موجودہ طرز الٰہی کی حکمت پر دلیل ہے سب کی پیدائش کا موت کا آنے کا جانے کا وقت اس کے نزدیک مقرر ہے۔ ایک ایک اس کے علم میں ہے اسکی نگاہ سے کوئی اوجھل نہیں۔ وہ ایک دن ایسا بھی لانے والا ہے کہ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کرے اور ان کے فیصلے کرے نیکی بدی کا بدلہ دے۔ ان اپنی قدرتوں کو بیان فرما کر فرماتا ہے کہ ہے کوئی جوان کاموں کو کر سکتا ہو؟ اور جب نہیں کر سکتا تو عبادت کے لائق بھی وہ نہیں ہو سکتا ایسی صاف دلیلیں بہت کم سوچی جاتی ہیں اور ان سے بھی نصیحت بہت کم لوگ حاصل کرتے ہیں۔

تاریکی میں ہدایت اور بارش کے لیے ٹھنڈی ہوائیں کون چلاتا ہے: [آیت: ٦٣-٦٦] آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانیاں رکھ دی ہیں کہ خشکی اور تری میں جو راہ بھول جائے وہ انہیں دیکھ کر راہ راست اختیار کر لے۔

جیسے فرمایا ہے کہ ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں سمندروں میں اور خشکی میں انہیں دیکھ کر اپنا راستہ ٹھیک کر لیتے ہیں بادل پانی بھریں برسیں اس سے پہلے ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہوائیں وہ چلاتا ہے جس سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اب رب کی رحمت برسے گی۔ رب کے سوا ان کاموں کا کرنے والا کوئی نہیں نہ کوئی ان پر قادر ہے۔ تمام شریکوں سے وہ الگ ہے اور پاک ہے سب سے بلند ہے۔

دوبارہ پیدا ہونے پر ایک خوبصورت مثال: فرمان ہے کہ رب وہ ہے جو اپنی قدرت کاملہ سے مخلوقات کو بے نمونے کے پیدا کر رہا ہے پھر انہیں فنا کر کے دوبارہ پیدا کرے گا۔ جب تم اسے پہلی دفعہ کے پیدا کرنے پر قادر مان رہے ہو تو دوبارہ کی پیدائش جو اس سے بہت آسان ہے اس پر قادر کیوں نہیں مانتے؟ آسمان سے بارش برسانا زمین سے اناج اگانا اور تمہاری روزی کا سامان آسمان زمین سے کرنا اسی کا کام ہے جیسے سورۂ طارق میں فرمایا پانی والے آسمان کی اور پھوٹنے والی زمین کی قسم۔ اور آیت میں ہے ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ﴾ ❷ یعنی اللہ جانتا ہے ہر اس چیز کو جو زمین میں سما جائے اور جو اس سے باہر آئے اور جو آسمان سے اترے اور جو اس پر چڑھے۔ پس آسمان سے مینہ برسانے والا اسے زمین میں ادھر سے ادھر تک پہنچانے والا اور اس کی وجہ سے طرح طرح کے پھل پھول اناج گھاس پات اگانے والا وہی ہے جو تمہاری اور تمہارے جانوروں کی روزیاں ہیں یقیناً یہ تمام چیزیں ایک صاحب عقل کے لئے اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ اپنی ان قدرتوں کو اور اپنے ان گراں بہا احسانوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ کیا اللہ کے ساتھ ان کاموں کا کرنے والا کوئی اور بھی ہے جس کی عبادت کی جائے؟ اگر تم اللہ کے سوا اور دوسروں کو معبود ماننے کے دعوی کو دلیل سے ثابت کر سکتے ہو تو وہ دلیل پیش کرو۔ لیکن چونکہ وہ محض بے دلیل ہیں اس لئے دوسری آیت میں فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو دوسرے کو پوجے جس کی کوئی دلیل بھی اس کے پاس نہ ہو وہ یقیناً کافر ہے اور نجات سے محروم ہے۔

❶ ٢/ البقرة: ٣٠۔ ❷ ٣٤/ سبا: ٢۔

علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کو معلوم کرا دیں کہ ساری مخلوق آسمان کی ہو یا زمین کی غیب کے علم سے خالی ہے بجز اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے کوئی اور غیب کا جاننے والا نہیں۔ یہاں استثنا منقطع ہے یعنی سوائے اللہ کے کوئی انسان جن فرشتہ غیب داں نہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ ❶ یعنی غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور فرمان ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ❷ الخ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش برساتا ہے وہی مادہ کے پیٹ کے بچے سے واقف ہے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا نہ کسی کو یہ خبر کہ وہ کہاں مرے گا؟ علیم وخبیر صرف اللہ ہی ہے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ مخلوق تو یہ بھی نہیں جانتی کہ قیامت کب آئے گی؟ آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والوں میں سے ایک بھی واقف نہیں کہ قیامت کا وقت کونسا ہے؟ جیسے فرمان ہے ﴿ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ❸ سب پر یہ علم مشکل ہے اور بوجھل ہے وہ تو اچانک آ جائے گی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے "کہ جو کہے کہ حضور اکرم ﷺ کل کی بات جانتے تھے اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ پر بہتان عظیم باندھا' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین وآسمان والوں میں سے کوئی بھی غیب کی بات جاننے والا نہیں۔" ❹ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں تین فائدے رکھے ہیں۔ آسمان کی زینت' بھولے بھٹکوں کی رہبری اور شیطانوں کی مار" کسی اور بات کا ان کے ساتھ عقیدہ رکھنا اپنی رائے سے بات بنانا اور تکلیف اٹھانا اور اپنے حصہ کو کھونا ہے۔ جاہلوں نے ستاروں کے ساتھ علم نجوم کو متعلق رکھ کر فضول باتیں بنائی ہیں کہ اس ستارے کے وقت جو نکاح کرے یوں ہوگا فلاں ستارے کے موقعہ پر سفر کرنے سے یہ ہوتا ہے فلاں ستارے کے وقت جو تولد ہوا ہو وہ ایسا و غیرہ وغیرہ یہ سب ڈھکوسلے ہیں۔ ان کی اس بکواس کے خلاف اکثر ہوتا رہتا ہے ہر ستارے کے وقت کوئی کالا گورا ٹھگنا لمبا خوبصورت بدشکل پیدا ہوتا ہی ہے نہ کوئی جانور غیب جانے نہ کسی پرندے سے غیب حاصل ہو سکے نہ ستارے غیب کی رہنمائی کریں۔ سنو اللہ کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ آسمان اور زمین کی کل مخلوق غیب سے بے خبر ہے۔ انہیں تو اپنے جی اٹھنے کا وقت بھی نامعلوم ہے (ابن ابی حاتم) سبحان اللہ! قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کتنا صحیح کس قدر مفید اور معلومات سے پر ہے۔ پھر فرماتا ہے بات یہ ہے کہ ان کے علم آخرت کے وقت کے جاننے سے تنگ آ گئے ہیں عاجز ہو گئے ہیں۔ ایک قرأت میں ﴿بَلْ اَدْرَكَ﴾ ہے یعنی سب کے سب علم آخرت کا صحیح وقت نہ جاننے میں برابر ہیں جیسے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ میرا اور تیرا دونوں کا علم اس کے جواب سے عاجز ہے۔ ❺ پس یہاں بھی فرمایا کہ آخرت سے ان کے علم غائب ہیں چونکہ کفار اپنے رب سے جاہل ہیں اس لئے یہ آخرت کے بھی منکر ہیں وہاں تک ان کے علم پہنچتے ہی نہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آخرت میں ان کو علم حاصل ہوگا لیکن بے سود ہے جیسے اور جگہ ہے جس دن یہ ہمارے پاس پہنچیں گے بڑے ہی سنتے دیکھتے ہو جائیں گے لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ بلکہ یہ تو شک ہی میں ہیں' اس سے مراد کافر ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا﴾ ❻ الخ یعنی یہ لوگ اپنے رب کے سامنے صف بستہ پیش کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہم نے جس طرح تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا تھا اب ہم تمہیں لائے ہیں لیکن تم تو یہی سمجھتے رہے کہ قیامت کوئی چیز ہی نہیں۔ مراد یہ ہے کہ تم میں سے کافر یہ سمجھتے رہے۔ پس مندرجہ بالا آیت میں بھی گو ضمیر جنس کی طرف لوٹتی ہے لیکن مراد کفار ہی ہیں اسی لئے آخر میں فرمایا کہ یہ تو اس سے =

❶ ٦/ الانعام:٥٩۔ ❷ ٣١/ لقمان:٣٤۔ ❸ ٧/ الاعراف:١٨٧۔

❹ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللّٰہ عزوجل ﴿ولقد رآہ نزلة اخرى﴾ ١٧٧۔

❺ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان ووجوب الایمان......٨۔ ❻ ١٨/ الکھف:٤٨۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَا اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

ترجمہ: کافروں نے کہا کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی کیا ہم پھر نکالے جائیں گے؟[۶۷] ہم اور ہمارے باپ دادوں کو بہت پہلے سے یہ وعدے دیئے جاتے رہے کچھ نہیں یہ تو صرف اگلوں کے افسانے ہیں۔[۶۸] کہہ دے کہ زمین میں چل پھر کر ذرا دیکھو تو سہی کہ گنہگاروں کا کیسا انجام ہوا؟[۶۹] تو ان کے بارے میں غم نہ کر اور ان کے داؤ گھات سے تنگ دل نہ ہو[۷۰] کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہے اگر سچے ہو تو بتلا دو۔[۷۱] جواب دے کہ شاید بعض وہ چیزیں جن کی تم جلدی مچا رہے ہو تم سے بہت ہی قریب ہوگئی ہوں۔[۷۲] یقیناً تیرا پروردگار تمام لوگوں پر بڑے ہی فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔[۷۳] بے شک تیرا رب ان سب چیزوں کو بھی جانتا ہے جنہیں ان کے دل چھپا رہے ہیں اور جنہیں ظاہر کر رہے ہیں۔[۷۴] آسمان و زمین کی کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ چیز بھی ایسی نہیں جو روشن اور کھلی کتاب میں نہ ہو۔[۷۵]

= اندھا پے میں ہیں نابینا ہو رہے ہیں آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

قیامت کے منکر دردناک انجام سے دوچار ہوئے: [آیت:۶۷-۷۵] یہاں بیان ہو رہا ہے کہ منکرین قیامت کی سمجھ میں اب تک بھی نہیں آیا کہ مرنے اور سڑ گل جانے کے بعد مٹی اور راکھ ہو جانے کے بعد ہم دوبارہ کیسے پیدا کیے جائیں گے؟ وہ اس پر سخت متعجب ہیں۔ کہتے ہیں کہ مدتوں سے اگلے زمانوں سے یہ سنتے تو چلے آتے ہیں لیکن ہم نے تو کسی کو مرنے کے بعد جیتا ہوتے دیکھا نہیں سنی سنائی باتیں ہیں انہوں نے اپنے اگلوں سے انہوں نے اپنے سے پہلے والوں سے سنیں ہم تک پہنچیں لیکن ہیں سب عقل سے دور ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو جواب بتلاتا ہے کہ ان سے کہو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ رسولوں کو جھوٹا جاننے والے اور قیامت کے نہ ماننے والوں کا کیسا دردناک حسرتناک انجام ہوا ہلاک اور تباہ ہو گئے اور نبیوں اور ایمان والوں کو اللہ نے بچا لیا۔ یہ نبیوں کی سچائی کی دلیل ہے پھر اپنے نبی کو تسلی دی کہ یہ تجھے اور میرے کلام کو جھٹلاتے ہیں لیکن تو ان پر افسوس اور رنج نہ کر۔ ان کے پیچھے اپنی جان کو گھن نہ لگا۔ یہ تیرے ساتھ جو روباہ بازیاں کر رہے ہیں اور جو چالیں چل رہے ہیں ہمیں خوب علم ہے تو بےفکر رہ۔ تجھے اور تیرے دین کو اوج دینے والے ہم ہیں دنیا جہان پر تجھے ہم بلندی دیں گے۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾ وَإِنَّهُ لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾

ترجمہ: یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے ان اکثر چیزوں کا فیصلہ کر رہا ہے جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں[٧٦] اور یہ قرآن ایمان والوں کے لئے یقیناً ہدایت ورحمت ہے۔[٧٧] تیرا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے سب فیصلے کر دے گا۔ وہ بڑا ہی غالب اور دانا ہے۔[٧٨] پس تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھ یقیناً تو سچے اور کھلے دین پر ہے۔[٧٩] بے شک تو نہ مردوں کو سنا سکتا ہے اور نہ ان بہروں کو اپنی پکار سنا سکتا ہے جب کہ وہ پیٹھ پھیرے روگرداں جا رہے ہوں[٨٠] اور نہ تو اندھوں کو ان کی گمراہی سے رہنمائی کر سکتا ہے۔ تو صرف انہیں سنا سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پھر وہ فرمانبردار بن جانے والے ہو جاتے ہیں[٨١]

جلدی کیوں مچاتے ہو قیامت قریب ہے: مشرک چونکہ قیامت کے آنے کے قائل تھے ہی نہیں۔ جرأت سے اسے جلدی طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ کب آئے گی؟ جناب باری تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ رسول اللہ ﷺ جواب مل رہا ہے کہ ممکن ہے وہ بالکل ہی قریب آ گئی ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ قَرِیْبًا﴾ ❶ اور جگہ ہے یہ عذابوں کو جلدی طلب کر رہے ہیں اور جہنم تو کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ﴿لَکُمْ﴾ کا لام ﴿رَدِفَ﴾ کے ﴿عَجَلَ﴾ کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے ہے' جیسے کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے تو انسانوں پر بہت ہی فضل وکرم ہیں اس کی بیشمار نعمتیں ان کے پاس ہیں تاہم ان میں کے اکثر ناشکرے ہیں۔ جس طرح تمام ظاہر امور اس پر آشکارا ہیں اسی طرح تمام باطنی امور بھی اس پر ظاہر ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ﴾ ❷ اور آیت میں ہے ﴿یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ۝﴾ ❸ اور آیت میں ہے ﴿اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ﴾ ❹ مطلب یہی ہے کہ ہر چھپے کھلے کا وہ عالم ہے پھر بیان فرماتا ہے کہ ہر غائب حاضر کا اسے علم ہے' وہ علام الغیوب ہے آسمان وزمین کی تمام چیزیں خواہ تم کو اس کا علم ہو یا نہ ہو' اللہ کے ہاں کھلی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں جیسے فرمان ہے کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کی ہر ایک چیز کا عالم رب تعالیٰ ہے سب کچھ کتاب میں موجود ہے اللہ پر یہ سب کچھ آسان ہے۔

حق وباطل کا فیصل قرآن ہے: [آیت:٧٦-٨١] قرآن پاک کی ہدایت بیان ہو رہی ہے کہ اس میں جہاں رحمت ہے وہاں فرقان بھی ہے اور وہاں بنی اسرائیل یعنی حاملان تورات وانجیل کے اختلافات کا فیصلہ بھی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں نے منہ پھٹ بات اور نری تہمت رکھ دی تھی اور عیسائیوں نے انہیں ان کی حد سے آگے بڑھا دیا تھا۔ قرآن نے فیصلہ کیا اور افراط وتفریط کو چھوڑ کر حق بات بتلا دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں' ان کی والدہ نہایت پاکدامن ہیں۔ صحیح اور بالکل بے شک وشبہ بات یہی ہے۔ اور یہ قرآن مؤمنوں کے دل کی ہدایت ہے اور ان کے =

❶ ١٧/ الاسرآء:٥١۔ ❷ ١٣/ الرعد:١٠۔ ❸ ٢٠/ طٰہٰ:٧۔ ❹ ١١/ ہود:٥۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾

ترجمہ: جب ان کے اوپر عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا تو ہم زمین سے ان کے لئے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہو گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے[۸۲]

= لئے سراسر رحمت ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے فیصلے کرے گا جو بدلہ لینے میں غالب ہے اور بندہ کے اقوال وافعال کا عالم ہے۔ تجھے اسی پر کامل بھروسہ رکھنا چاہئے اپنے رب کی رسالت کی تبلیغ میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے۔ گو تو سراسر حق پر ہے مخالفین شقی ازلی ہیں ان پر تیرے رب کی بات صادق آچکی ہے کہ انہیں ایمان نصیب نہیں ہو گا گو تو انہیں تمام معجزے دکھا دے۔ تو مردوں کو نفع دینے والا کلام نہیں سنا سکتا۔ اسی طرح یہ کفار ہیں کہ ان کے دلوں پر پردے ہیں ان کے کانوں میں بوجھ ہیں یہ بھی قبولیت کا سننا نہیں سنیں گے۔ اور نہ تو بہروں کو اپنی آواز سنا سکتا ہے جب کہ وہ پیٹھ موڑے منہ پھیرے جا رہے ہوں۔ اور تو اندھوں کو ان کی گمراہی میں رہنمائی بھی نہیں کر سکتا تو صرف انہی کو سنا سکتا ہے یعنی قبول صرف وہی کریں گے جو کان لگا کر سنیں اور دل لگا کر سمجھیں ساتھ ہی ایمان واسلام بھی ان میں ہو۔ اللہ تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ کے ماننے والے ہوں دین ربانی کے قائل وعامل ہوں۔

قیامت کی نشانیاں: [آیت:۸۲] جس جانور کا یہاں ذکر ہے یہ لوگوں کے بالکل بگڑ جانے اور دین الٰہی کو چھوڑ بیٹھنے کے وقت آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا جب کہ لوگوں نے دین حق کو بدل دیا ہو گا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ مکہ مکرمہ سے نکلے گا بعض کہتے ہیں اور کسی جگہ سے جس کی تفصیل ابھی آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وہ بولے گا باتیں کرے گا اور کہے گا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا یقین نہیں کرتے تھے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اسی کو مختار کہتے ہیں لیکن اس قول میں نظر ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ ''ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ انہیں زخمی کرے گا۔'' ایک روایت میں ہے کہ وہ یہ اور یہ دونوں کرے گا۔ یہ قول بہت اچھا ہے اور دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ وہ احادیث وآثار جو دابۃ الارض کے بارے میں مروی ہیں ان میں سے کچھ ہم یہاں بیان کرتے ہیں واللّٰہ المستعان۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ ''جو رسول اللہ ﷺ عرفات سے آئے ہمیں ذکر میں مشغول دیکھ کر فرمانے لگے کہ قیامت نہ قائم ہو گی جب تک کہ تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ سورج کا مغرب سے نکلنا' دھواں' دابۃ الارض' یاجوج ماجوج کا نکلنا' عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نکلنا' اور دجال کا نکلنا' اور مغرب ومشرق اور جزیرہ عرب میں تین خسف ہونا' اور ایک آگ کا عدن سے نکلنا جو لوگوں کا حشر کرے گی' انہی کے ساتھ رات گزارے گی اور انہی کے ساتھ دوپہر کا سونا سوئے گی'' ❶ (مسلم وغیرہ) ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ''دابۃ الارض تین مرتبہ نکلے گا دور دراز جنگل سے ظاہر ہو گا اور اس کا ذکر شہر یعنی مکہ تک نہ پہنچے گا پھر ایک لمبے زمانے کے بعد دوبارہ ظاہر ہو گا اور لوگوں کی زبانوں پر اس کا قصہ چڑھ جائے گا یہاں تک کہ مکہ میں بھی اس کی شہرت پہنچے گی۔ پھر جب لوگ اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حرمت وعظمت والی مسجد حرام میں ہوں گے اسی وقت اچانک دفعتاً دابۃ الارض انہیں وہیں دکھائی دے گا کہ رکن ومقام کے درمیان اپنے سر سے مٹی جھاڑ رہا ہو گا لوگ اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہونے لگیں گے یہ مؤمنوں کی جماعت کے پاس

❶ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ ۲۹۰۱؛ ابوداود ۴۳۱۱؛ ترمذی ۲۱۸۳؛ ابن ماجه ۴۰۴۱؛ احمد، ۴/ ۶؛ ابن حبان ۶۸۴۳۔

جائے گا اور ان کے منہ کو مثل روشن ستارے کے منور کر دے گا نہ اس سے بھاگ کر کوئی بچ سکتا ہے نہ چھپ کر یہاں تک کہ ایک شخص نماز شروع کر کے اس سے پناہ چاہے گا یہ اس کے پیچھے سے آ کر کہے گا کہ اب نماز کو کھڑا ہوا ہے؟ پھر اس کی پیشانی پر نشان کر دے گا اور چلا جائے گا۔ اس کے نشانات کے بعد کافر مؤمن کا صاف طور پر امتیاز ہو جائے گا یہاں تک کہ مؤمن کافر سے کہے گا کہ اے کافر! میرا حق ادا کر اور کافر مؤمن سے کہے گا اے مؤمن میرا حق دے۔'' یہ روایت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا جب کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں ہے ''کہ سب سے پہلے جو نشانی ظاہر ہوگی وہ سورج کا مغرب سے نکلنا اور دابۃ الارض کا ضحیٰ کے وقت آ جانا ہے۔ ان دونوں میں سے جو پہلے ہوگا اس کے بعد ہی دوسرا ہوگا۔'' ❶ صحیح مسلم میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''چھ چیزوں کی آمد سے پہلے ہی پہلے نیک اعمال کر لو۔ سورج کا مغرب سے نکلنا' اور دھوئیں کا آنا اور دجال کا آنا اور دابۃ الارض کا آنا اور تم میں سے ہر ایک کا خاص امر اور عام امر۔'' ❷ یہ حدیث اور سندوں سے دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ ❸ ابوداؤد طیالسی میں ہے ''آپ ﷺ فرماتے ہیں دابۃ الارض کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکڑی ہوگی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی' کافروں کی ناک پر لکڑی سے مہر لگائے گا اور مؤمنوں کے منہ انگوٹھی سے منور کر دے گا یہاں تک کہ ایک دستر خوان پر بیٹھے ہوئے مؤمن کافر سب ظاہر ہوں گے۔ ❹ ایک اور حدیث میں جو مسند احمد میں ہے مروی ہے کہ کافروں کی ناک پر انگوٹھی سے مہر کرے گا اور مؤمنوں کے چہرے لکڑی سے چمکا دے گا۔ ❺ ابن ماجہ میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''کہ مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ مکہ کے پاس کے ایک جنگل میں گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک خشک زمین ہے جس کے ارد گرد ریت ہے فرمانے لگے یہیں سے دابۃ الارض نکلے گا۔'' بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کے کئی سال بعد میں حج کے لئے نکلا تو مجھے لکڑی دکھائی دی جو میری اس لکڑی کے برابر تھی۔ ❻ ''ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کے چار پیر ہوں گے صفا کی کھڈ میں سے نکلے گا۔ اس قدر تیزی سے خروج کرے گا کہ جیسے کوئی بہت ہی تیز رفتار گھوڑا ہو' تاہم تین دن میں اس کے جسم کا تیسرا حصہ بھی نہ نکلا ہوگا۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے جب اس کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا جیاد میں ایک چٹان ہے اس کے نیچے سے نکلے گا۔ میں اگر وہاں ہوتا تو میں تمہیں وہ چٹان دکھا دیتا یہ سیدھا مشرق کی طرف جائے گا اور اس زور سے چلائے گا کہ ہر طرف اس کی آواز پہنچ جائے گی پھر شام کی طرف جائے گا' وہاں بھی چیخ لگا کر پھر یمن کی طرف متوجہ ہوگا یہاں بھی آواز لگا کر شام کے وقت مکہ سے چل کر صبح کو عسفان پہنچ جائے گا۔ لوگوں نے پوچھا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر مجھے معلوم نہیں۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے ''کہ مزدلفہ کی رات کو نکلے گا۔'' حضرت عزیر علیہ السلام کے ایک کلام کی حکایت ہے کہ سدوم کے =

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال ومکثه فی الارض ۲۹٤۱؛ ابوداود ٤۳۱۰؛ ابن ماجه ٤۰٦۹۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی بقیة من احادیث الدجال ۲۹٤۷؛ احمد، ۲/ ۳۲٤؛ ابن حبان ٦۷۹۰۔

❸ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب الایات ٤۰٥٦، وسنده حسن۔

❹ مسند الطیالسی ۲٥٦٤، وسنده ضعیف۔

❺ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النمل ۳۱۸۷ وسنده ضعیف علی بن زید ضعیف اور اوس راوی مجہول ہے۔ ابن ماجه ٤۰٦٦؛ احمد، ۲/ ۲۹٥؛ حاکم، ٤/ ٤۸٥۔

❻ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب دابة الارض ٤۰٦۷، وسنده ضعیف جداً اس کی سند میں خالد بن عبید متروک راوی ہے (التقریب، ۱/ ۲۱٥)

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٨٥﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٨٦﴾

ترجمہ: جس دن ہم ہر امت میں سے ان لوگوں کے گروہ کو جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے گھیر گھار کر لائیں گے پھر وہ سب کے سب الگ کر دیئے جائیں گے۔[٨٣] جب سب کے سب آ پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے میری آیتوں کو باوجودیکہ تمہیں ان کا پورا علم نہ تھا کیوں جھٹلایا اور یہ بھی بتلاؤ کہ تم کیا کچھ کرتے رہے؟[٨٤] بسبب اس کے کہ انہوں نے ظلم کیا تھا ان پر بات جم جائے گی اور وہ کچھ بول نہ سکیں گے۔[٨٥] کیا وہ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ ہم نے رات کو اس لئے بنایا ہے کہ وہ اس میں آرام حاصل کریں اور دن کو ہم نے دکھلانے والا بنایا ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان و یقین رکھتے ہیں[٨٦]

= نیچے سے یہ نکلے گا اس کے کلام کو سب سنیں گے۔ حاملہ کے حمل وقت سے پہلے گر جائیں گے میٹھا پانی کڑوا ہو جائے گا دوست دشمن بن جائیں گے حکمت جل جائے گی علم اٹھ جائے گا نیچے کی زمین باتیں کرے گی انسان کی وہ تمنائیں ہوں گی جو کبھی پوری نہ ہوں' ان چیزوں کی کوشش ہوگی جو کبھی حاصل نہ ہوں' اس بارے میں کام کریں گے جسے کھائیں گے نہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''کہ اس کے جسم پر سب رنگ ہوں گے۔ اس کے دو سینگوں کے درمیان سوار کے لئے ایک فرسخ کی راہ ہوگی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''یہ موٹے نیزے اور بھالے کی طرح کا ہوگا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اس کے بال ہوں گے کھر ہوں گے' داڑھی ہوگی' دم نہ ہوگی۔ تین دن میں بہ مشکل ایک تہائی باہر آئے گا حالانکہ تیز گھوڑے کی چال چلتا ہوگا۔'' ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ''اس کا سر بیل کے سر کے مشابہ ہوگا' آنکھیں خنزیر کی آنکھوں کے مشابہ ہوں گی' کان ہاتھی جیسے ہوں گے سینگ کی جگہ اونٹ کی طرح ہوگی' شتر مرغ جیسی گردن ہوگی' شیر جیسا سینہ ہوگا' چیتے جیسا رنگ ہوگا' بلی جیسی کمر ہوگی' مینڈھے جیسی دم ہوگی' اونٹ جیسے پاؤں ہوں گے' ہر دو جوڑ کے درمیان بارہ گز کا فاصلہ ہوگا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکڑی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ساتھ ہوگی۔ ہر مؤمن کی پیشانی پر اپنے عصائے موسوی سے نشان کر دے گا جو پھیل جائے گا اور اس کا چہرہ منور ہو جائے گا اور ہر کافر کے چہرے پر خاتم سلیمانی سے نشان لگا دے گا جو پھیل جائے گا اور اس کا سارا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ اب تو اس طرح مؤمن کافر ظاہر ہو جائیں گے کہ خرید و فروخت کے وقت کھانے پینے کے وقت لوگ ایک دوسرے کو اے مؤمن! اور اے کافر! کہہ کر بلائیں گے۔'' دابۃ الارض ایک ایک کا نام لے کر ان کو جنت کی خوشخبری یا جہنم کی بدخبری سنائے گا یہی معنی و مطلب اس آیت کا ہے۔

یہ حشر کا میدان ہے: [آیت: ٨٣۔٨٦] اللہ کی باتوں کو نہ ماننے والوں کا اللہ تعالیٰ کے سامنے حشر ہوگا اور وہاں انہیں ڈانٹ ڈپٹ ہوگی تاکہ ان کی ذلت و حقارت ہو۔ ہر قوم میں سے ہر زمانے کے ایسے لوگوں کے جتھے الگ الگ پیش ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ ❶ ظالموں کو اور ان کے جوڑوں کو جمع کرو؛ اور جیسے فرمان ہے ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ =

❶ ٣٧/ الصافات:٢٢۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۝ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ ۝ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمانوں والے اور زمین والے گھبرا گھبرا اٹھیں گے مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے اور سارے کے سارے عاجز و پست ہو کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔[۸۷] تو پہاڑوں کو اپنی جگہ جمے ہوئے خیال کر رہا ہے لیکن وہ بھی بادل کی طرح اڑے پھریں گے۔ یہ ہے صنعت اللہ کی جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اس سے وہ باخبر ہے[۸۸] جو شخص نیک عمل لائے گا اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے[۸۹] اور جو برائی لے کر آئیں گے وہ اوندھے منہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ صرف وہی بدلہ دیئے جاؤ گے جو کچھ کرتے رہے[۹۰]

= زُوِّجَتْ ○﴾ ❶ جب کہ نفسوں کی جوڑیاں ملائیں جائیں گی' یہ سب ایک دوسروں کو دھکے دیں گے۔ اول والے آخر والوں کو رد کریں گے۔ پھر سب کے سب جانوروں کی طرح ہنکا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے لائے جائیں گے ان کے حاضر ہوتے ہی وہ منتقم حقیقی نہایت غصہ سے ان سے باز پرس کرے گا' یہ نیکیوں سے خالی ہاتھ ہوں گے۔ جیسے فرمایا ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ○ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ○﴾ ❷ یعنی نہ انہوں نے سچائی کی تھی نہ نمازیں پڑھی تھیں بلکہ جھٹلایا تھا اور منہ موڑا تھا۔ پس ان پر حجت ثابت ہو جائے گی اور کوئی عذر نہ کر سکیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ○ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ○﴾ ❸ یہ وہ دن ہے کہ بول نہ سکیں گے اور نہ کوئی معقول عذر پیش کر سکیں گے اور نہ غیر معقول عذر کی اجازت پائیں گی۔ پس ان کے ذمہ بات ثابت ہو جائے گی' ہکے بکے اور حیران رہ جائیں گے' اپنے ظلم کا بدلہ خوب پائیں گے۔ دنیا میں ظالم تھے اب جس کے سامنے کھڑے ہوں گے وہ عالم الغیب ہے کوئی بات بنائے نہ بنے گی۔ پھر اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے اور اپنی بلندی شان بتلاتا ہے اور اپنی عظیم الشان سلطنت دکھاتا ہے جو کھلی دلیل ہے اس کی اطاعت کی فرضیت پر اور اس کے حکموں کے بجالانے اور اس کے منع کردہ کاموں سے رکے رہنے کی ضرورت پر' اور اس کے نبیوں کو سچا ماننے کی اصلیت پر کہ اس نے رات کو پرسکون بنایا تا کہ تم اس میں آرام حاصل کر لو اور دن بھر کی تھکان دور کر لو اور دن کو روشن بنایا تا کہ تم اپنی معاش کی تلاش کر لو سفر تجارت کاروبار بآسانی کر سکو۔ یہ تمام چیزیں ایک مؤمن کے لئے تو کافی سے زیادہ دلیل ہیں۔

قیامت کی کچھ اور نشانیاں: [آیت: ۸۷-۹۰] اللہ تعالیٰ قیامت کی گھبراہٹ اور بے چینی کو بیان فرما رہا ہے صور میں اسرافیل بحکم الٰہی پھونک ماریں گے اس وقت زمین پر بدترین لوگ ہوں گے دیر تک نفخہ پھونکتے رہیں گے جس سے سب پریشان حال ہو جائیں گے سوائے شہیدوں کے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں اور روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک دن کسی شخص نے

---

❶ ۸۱/ التکویر: ۷۔ ❷ ۷۵/ القیامۃ: ۳۱، ۳۲۔ ❸ ۷۷/ المرسلات: ۳۵، ۳۶۔

دریافت کیا کہ یہ آپ کیا فرمایا کرتے ہیں کہ اتنے اتنے وقت تک قیامت آ جائے گی۔ آپ نے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ یا اور کوئی ایسا ہی کلمہ بطور تعجب کہا اور فرمانے لگے سنو! اب تو جی چاہتا ہے کہ کسی سے کوئی حدیث بیان ہی نہ کروں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ عنقریب تم بڑی بڑی اہم باتیں دیکھو گے بیت اللہ خراب ہو جائے گا اور یہ ہو گا اور وہ ہو گا وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''کہ دجال میری امت میں چالیس ٹھہرے گا۔'' میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمائے گا) وہ صورت شکل میں بالکل عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسا ہو گا آپ اسے ڈھونڈ نکالیں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے۔ پھر سات سال ایسے گزریں گے کہ دنیا بھر میں دو شخص ایسے نہ ہوں گے جن میں آپس میں بغض و عداوت ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک بھینی بھینی ٹھنڈی ہوا چلائے گا جس سے ہر مؤمن فوت ہو جائے گا ایک ذرے کے برابر بھی جس کے دل میں خیر یا ایمان ہو گا اس کی روح بھی قبض ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی پہاڑ کی کھوہ میں گھس گیا ہو گا تو یہ ہوا وہیں جا کر اسے فنا کر دے گی۔ اب زمین پر صرف بدلوگ رہ جائیں گے جو پرندوں جیسے ہلکے اور چوپایوں جیسے بے عقل ہوں گے ان میں سے بھلائی برائی کی تمیز اٹھ جائے گی ان کے پاس شیطان پہنچے گا اور کہے گا تم شرماتے نہیں کہ ان بتوں کی پرستش چھوڑے بیٹھے ہو؟ یہ بت پرستی شروع کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں روزیاں پہنچاتا رہے گا اور خوش و خرم رکھے گا۔ یہ اسی مستی میں ہوں گے جو صور پھونکنے کا حکم مل جائے گا جس کے کان میں آواز پڑی وہیں دائیں بائیں لوٹنے لگے گا۔ سب سے پہلے اسے وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹوں کے لئے حوض ٹھیک ٹھاک کر رہا ہو گا۔ سنتے ہی بے ہوش ہو جائے گا۔ اور سب لوگ بے ہوش ہونا شروع ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ مثل شبنم کے بارش برسائے گا جس سے لوگوں کے جسم اگنے لگیں گے پھر دوبارہ نفخہ پھونکا جائے گا جس سے سب اٹھ کھڑے ہوں گے وہیں آواز لگے گی کہ لوگو! اپنے رب کے پاس چلو وہاں ٹھہرو تم سے سوال جواب ہو گا۔ پھر فرمایا جائے گا کہ آگ کا حصہ نکالو پوچھا جائے گا کہ کتنوں میں سے کتنے؟ تو فرمایا جائے گا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہ ہو گا وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے۔ یہ ہو گا وہ دن جب پنڈلی (تجلی ربانی) کی زیارت کرائی جائے گی ❶ پہلا نفخہ تو گھبراہٹ کا نفخہ ہو گا دوسرا بے ہوشی اور موت کا تیسرا دوبارہ جی کر رب العالمین کے دربار میں پیش ہونے کا اَتَــوْہُ کی قرأت الف کی مد کے ساتھ بھی مروی ہے۔ ہر ایک ذلیل و خوار ہو کر پست و لاچار ہو کر بے بس اور مجبور ہو کر ماتحت اور محکوم ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو گا ایک سے بھی بن نہ پڑے گی کہ اس کی حکم عدولی کرے جیسے فرمان ہے ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ﴾ ❷ جس دن اللہ تعالیٰ تمہیں بلائے گا اور تم اس کی حمد بیان کرتے ہوئے اس کی فرمانبرداری کرو گے۔ اور آیت میں ہے کہ پھر جب وہ تمہیں زمین میں سے بلائے گا تو تم سب نکل کھڑے ہو گے۔ صور کی حدیث میں ہے کہ تمام روحیں صور کے سوراخ میں رکھی جائیں گی اور جب جسم قبروں سے اگ رہے ہوں گے صور پھونک دیا جائے گا۔ روحیں اڑنے لگیں گی۔ مؤمنوں کی روحیں نورانی ہوں گی' کافروں کی روحیں اندھیرے اور ظلمت والی ہوں گی۔ رب العالمین خالق کل فرماوے گا کہ میرے جلال کی میری عزت کی قسم ہے ہر روح اپنے بدن میں چلی جائے۔ جس طرح زہر رگ و پے میں سرایت کرتا ہے اس طرح روحیں اپنے جسموں میں پھیل جائیں گی اور لوگ اپنی اپنی جگہ سے سر جھاڑتے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جیسے فرمایا کہ اس دن قبروں سے اس طرح جلدی نکلیں گے جس طرح اپنی عبادت کی طرف دوڑے بھاگے جاتے تھے۔ یہ بلند پہاڑ جنہیں تم گڑا ہوا اور جما ہوا دیکھ رہے ہو یہ اس دن اڑتے بادلوں کی طرح ادھر ادھر پھیلے ہوئے اور ٹکڑے ٹکڑے ہوئے دکھائی دیں گے ان کا چورا ہو گا یہ چلنے پھرنے لگیں گے اور آخر ریزہ ریزہ

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال ومکثه فی الارض ونزول عیسی علیه السلام وقتله ایاه...... ٢٩٠٤؛ السنن الکبری للنسائی، ١١٦٢٩؛ احمد، ٢/ ١٦٦؛ ابن حبان ٧٣٥٣۔ ❷ ١٧/ الاسراء: ٥٢۔

إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾ وَأَنْ أَتْلُوَا الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿٩٢﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

ترجمہ: مجھے تو بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے۔ جس کی ملکیت ہر چیز پر ہے اور مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں ہو جاؤں[۹۱] اور میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں ۔ جو راہ راست پر آجائے وہ اپنے نفع کے لئے راہ راست پر آئے گا اور جو بہک جائے تو تو کہہ دے کہ میں تو صرف ہوشیار کرنے والوں میں سے ہوں۔[۹۲] کہہ دے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں ۔ وہ عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا جنہیں تم خود پہچان لوگے۔ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے تیرا رب غافل نہیں۔[۹۳]

= ہو کر بے نام ونشان ہو جائیں گے۔ زمین صاف ہتھیلی جیسی بے پیچ اونچ کی ہو جائے گی۔ یہ ہے صفت اس صناع کی جس کی ہر صنعت حکمت والی مضبوط پختہ اور اعلیٰ ہوتی ہے جس کی اعلیٰ تر قدرت انسانی سمجھ میں نہیں آ سکتی بندوں کے تمام اعمال خیر وشر سے وہ واقف ہے۔ ہر ہر فعل کی سزا جزا وہ ضرور دے گا۔ اس اختصار کے بعد تفصیل بیان فرمائی کہ نیکی اخلاص توحید لے کر جو آئے گا وہ ایک کے بدلے دس پائے گا اور اس دن کی گھبراہٹ سے نڈر رہے گا اور لوگ گھبراہٹ میں عذاب میں ہوں گے یہ امن میں ثواب میں ہوگا بلند و بالا بالا خانوں میں راحت واطمینان سے ہوگا۔ اور جس کی برائیاں ہی برائیاں ہوں یا جس کی برائیاں بھلائیوں سے زیادہ ہوں اسے ان کا بدلہ ملے گا اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی۔ اکثر مفسرین سے مروی ہے کہ برائی سے مراد شرک ہے۔

کعبہ کی عزت وحرمت: [آیت:۹۱۔۹۳] اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم محترم سے فرماتا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ میں اس شہر مکہ کے رب کی عبادت کا اور اس کی فرمانبرداری کا مامور ہوں۔ جیسے ارشاد ہے کہ اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو ہوا کرے میں تو جن کی تم عبادت کر رہے ہو ان کی عبادت ہرگز نہیں کروں گا۔ میں اسی رب تعالیٰ کا عابد ہوں جو تمہاری موت و زندگی کا مالک ہے۔ یہاں مکہ کی طرف ربوبیت کی اضافت صرف بزرگی اور شرافت کے اظہار کے لئے ہے جیسے فرمایا ہے ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ﴾ ❶ انہیں چاہئے کہ اس شہر کے رب تعالیٰ کی عبادت کریں جس نے انہیں اوروں کی بھوک کے وقت آسودہ اور اوروں کے خوف کے وقت بے خوف کر رکھا ہے۔ یہاں فرمایا کہ اس شہر کو حرمت وعزت والا اس نے بنایا ہے۔

جیسے بخاری ومسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا ''کہ یہ شہر اسی وقت سے باحرمت ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حرمت دینے سے حرمت والا ہی رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں نہ اس کا شکار خوفزدہ کیا جائے' نہ اس میں گری پڑی چیز کسی کی اٹھائی جائے ہاں جو پہچان کر مالک کو پہنچانا چاہے اس کے لئے جائز ہے۔ اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے الخ۔ ❷ یہ حدیث بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں مروی ہے جیسے کہ

❶ ۱۰۶/ قریش:۳۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب لا یحل القتال بمکۃ ۱۷۳٤؛ صحیح مسلم ۱۳۵۳؛ ابوداود ۲۱۸؛ ترمذی ۱۵۹۰؛ ابن حبان، ۳۷۲۰؛ احمد، ۱/ ۳۱۵۔

احکام کی کتابوں میں تفصیل موجود ہے وللہ الحمد۔ پھر اس خاص چیز کی ملکیت ثابت کر کے اپنی عام ملکیت کا ذکر فرماتا ہے کہ ہر چیز کا رب اور مالک وہی ہے اس کے سوا نہ کوئی مالک نہ معبود۔ اور مجھے یہ حکم بھی ملا ہے کہ میں موحد مخلص مطیع اور فرمانبردار ہو کر رہوں۔ اور مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ کر سناؤں۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم یہ آیتیں اور یہ حکمت والا ذکر تیرے سامنے تلاوت کرتے ہیں۔

اور آیت میں ہے کہ ہم تجھے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا صحیح واقعہ سناتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں ربانی مبلغ ہوں میں تمہیں جگا رہا ہوں تمہیں ڈرا رہا ہوں اگر میری مان کر راہ راست پر آ ؤ گے تو اپنا ہی بھلا کرو گے اور اگر میری نہ مانی تو میں اپنے فرض تبلیغ کو ادا کر کے سبکدوش ہو گیا ہوں۔ اگلے رسولوں نے بھی یہی کیا تھا اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچا کر اپنا دامن پاک کر لیا۔ جیسے فرمان ہے تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے حساب ہمارے ذمہ ہے اور فرمایا تو صرف ڈرا دینے والا ہے اور ہر چیز پر وکیل اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ کے لئے تعریف ہے جو بندوں کی بے خبری میں انہیں عذاب نہیں کرتا بلکہ پہلے اپنا پیغام پہنچاتا ہے اپنی حجت ختم کرتا ہے بھلا برا سمجھا دیا ہے ہم تمہیں ایسی آیتیں دکھائیں گے کہ تم خود قائل ہو جاؤ۔

جیسے فرمایا ﴿سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا﴾ ❶ ہم انہیں خود ان کے نفسوں میں اور ان کے اردگرد ایسی نشانیاں دکھائیں گے کہ جن سے ان پر حق ظاہر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوت سے غافل نہیں بلکہ اسکا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''دیکھو لوگو! اللہ تعالیٰ کو کسی چیز سے اپنے کسی عمل سے غافل نہ جاننا وہ ایک ایک مچھر سے ایک ایک پتنگے سے اور ایک ایک ذرے سے باخبر ہے۔'' ❷

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے ''کہ اگر وہ غافل ہوتا تو انسان کے قدموں کے نشان سے جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے غفلت کر جاتا لیکن وہ ان نشانات کا بھی حافظ اور عالم ہے۔'' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اکثر ان دو شعروں کو پڑھتے رہا کرتے تھے جو یا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں یا کسی اور کے۔

إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ	خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيبُ
وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفُلُ سَاعَةً	وَلَا أَنَّ مَا يَخْفٰى عَلَيْهِ يَغِيبُ

یعنی ''جب تو کسی وقت بھی خلوت اور تنہائی میں ہو تو اپنے تئیں تنہا اور اکیلا نہ سمجھنا بلکہ اپنے رب کو وہاں بھی حاضر ناظر جاننا وہ ایک ساعت بھی کسی سے غافل نہیں نہ کوئی مخفی اور پوشیدہ چیز اس کے علم سے باہر ہے۔''

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ نمل کی تفسیر ختم ہوئی۔

❶ ۴۱/ حٰمٓ السجدۃ:۵۳۔ ❷ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف جداً، ابوامیۃ بن یعلیٰ ثقفی سخت ضعیف راوی ہے۔ دیکھئے (لسان المیزان: ۱/ ۴۴۵، ۷/ ۱۲) اور سند بھی منقطع ہے۔

تفسیر سورۂ قصص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی۔[۲] ہم تیرے سامنے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا صحیح واقعہ بیان فرماتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔[۳] یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کر رکھی تھی اور وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا اور ان کے ایک فرقہ کو کمزور کر رکھا تھا اور ان کے لڑکوں کو تو ذبح کر ڈالتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا' بے شک وشبہ وہ تھا ہی مفسدوں میں سے۔[۴] پھر ہماری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا تھا' اور ہم نے انہیں پیشوا بنانے اور انہیں وارث بنانے کا ارادہ کر لیا[۵] اور یہ بھی کہ ہم انہیں زمین میں قدرت واختیار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھا دیں جس سے وہ ڈر رہے تھے۔[۶]

مسند احمد میں حضرت معدی کرب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہم حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ ہمیں سورۂ ﴿طٰسٓمٓ﴾ سو آیتوں والی پڑھ کر سنائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے تو یہ یاد نہیں تم (حضرت) خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے جا کر سنو جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے۔ چنانچہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آپ نے ہمیں یہ مبارک سورت پڑھ کر سنائی۔ ❶

فرعون کے بنی اسرائیل پر مظالم: [آیت:۱-۶] حروف مقطعہ کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ یہ آیتیں ہیں واضح جلی روشن صاف اور کھلے قرآن کی۔ تمام کاموں کی اصلیت سب گزشتہ اور آئندہ کی خبریں اس میں ہیں اور سب سچی اور کھلی۔ ہم تیرے سامنے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا سچا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ہم تیرے سامنے بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں اس طرح کہ گویا تو اس کے ہونے کے وقت وہیں موجود تھا۔ فرعون ایک متکبر سرکش اور بد دماغ انسان تھا اس نے لوگوں پر بری طرح قبضہ جما رکھا تھا اور انہیں آپس میں لڑوا لڑوا کر ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈلوا کر انہیں کمزور کر کے خود ان پر جبر وتعدی کے ساتھ سلطنت کر رہا تھا۔ خصوصاً=

❶ احمد، ۱/ ۴۱۹ وسندہ ضعیف، المعجم الکبیر ۳۶۱۴؛ حلیۃ الاولیاء، ۱/ ۱۴۳؛ ابو اسحاق السبیعی مدلس ہیں۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۗ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمہ: ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسے دریا میں بہا دینا اور کوئی ڈر خوف یا رنج غم نہ کرنا ہم یقیناً اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے اپنے پیغمبروں میں بنانے والے ہیں[۷] آخر فرعون کے لوگوں نے اس بچے کو اٹھا لیا کہ آخر کار یہی بچہ ان کا دشمن ہوا اور ان کے رنج کا باعث بنا کچھ شک نہیں کہ فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر تھے ہی خطا کار[۸] اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا ہی بیٹا بنا لیں یہ لوگ کچھ شعور ہی نہ رکھتے تھے۔[۹]

= بنی اسرائیل کو تو اس ظالم نے نیست و نابود کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ حالانکہ مذہبی اعتبار سے اس وقت یہ سب میں اچھے تھے۔ اس نے انہیں بری طرح ذلیل کر رکھا تھا۔ تمام کمینے کام ان سے لیا کرتا تھا اور دن رات یہ بیچارے بیگار میں گھسٹتے رہتے تھے' اس پر بھی اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوتا تھا یہ ان کی نرینہ اولاد کو قتل کروا ڈالتا تھا کہ یہ قوت والے نہ ہو جائیں اور اس لئے بھی کہ یہ ذلیل و خوار ہیں اور اس لئے بھی کہ اسے ڈر تھا کہ ان میں سے ایک بچے کے ہاتھوں میری سلطنت تباہ ہونے والی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر کی حکومت میں سے مع اپنی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے جا رہے تھے اور یہاں کے سرکش بادشاہ نے حضرت سارہ کو لونڈی بنانے کے لئے آپ سے چھین لیا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کافر سے محفوظ رکھا اور اسے ان پر دست درازی کرنے کی قدرت ہی حاصل نہ ہوئی اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور پیشینگوئی فرمایا تھا کہ میری اولاد میں سے ایک کی اولاد کے ایک لڑکے کے ہاتھوں ملک مصر اس قوم سے جاتا رہے گا اور ان کا بادشاہ اس کے سامنے ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گا چونکہ بنی اسرائیل میں یہ روایت چلی آ رہی تھی اور ان کے درس میں بھی یہ تھی جسے قبطی بھی سنتے تھے جو فرعون کی قوم کے تھے انہوں نے دربار میں مخبری کی جب سے فرعون نے یہ ظالمانہ اور سفاکانہ قانون بنا دیا کہ بنو اسرائیل کے بچے قتل کر دیئے جائیں اور ان کی بچیاں چھوڑ دی جائیں۔ لیکن رب کو جو منظور ہوتا ہے وہ اپنے وقت پر ہو کر ہی رہتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ رہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے ہاتھوں اس سرکش کو ذلیل و خوار کیا فالحمد للہ۔ چنانچہ فرمان ہے کہ ہم نے ان ضعیفوں اور کمزوروں پر رحم کرنا چاہا ظاہر ہے کہ اللہ کی چاہت کا پورا ہونا یقینی ہے جیسے فرمایا ﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ﴾ ❶ ہم نے اس گری پڑی قوم کو ان کی تمام چیزوں کا مالک بنا دیا۔ فرعون نے اپنی تمام تر طاقت کا مظاہرہ کیا لیکن اسے رب تعالیٰ کی طاقت کا اندازہ ہی نہ تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ کا ارادہ غالب رہا اور جس ایک بچے کی خاطر ہزاروں بے گناہ بچوں کا خون ناحق بہایا تھا اس بچے کو قدرت نے اسی کی گود میں پلوایا پروان چڑھایا اور اسی کے ہاتھوں اس کا اس کے لشکر کا اور

❶ ۷/ الاعراف:۱۳۷۔

اس کے ملک و مال کا خاتمہ کرایا تا کہ وہ جان لے اور مان لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایک ذلیل مسکین بے دست و پا غلام تھا اور رب کی چاہت پر کسی کی چاہت غالب نہیں رہ سکتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے مصر کی سلطنت دی اور فرعون جس سے خائف تھا وہ سامنے آ گیا اور تباہ و برباد ہوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

جس کو اللہ بچائے اُسے کوئی نہیں مار سکتا ہے: [آیت: ۷۔۹] مروی ہے کہ جب بنی اسرائیل کے ہزار ہا بچے قتل ہو چکے تو قبطیوں کو اندیشہ ہوا کہ اگر بنو اسرائیل ختم ہو گئے تو جتنے ذلیل کام اور بیہودہ خدمتیں حکومت ان سے لے رہی ہے کہیں ہم سے نہ لینے لگے تو دربار میں میٹنگ ہوئی اور یہ رائے قرار پائی کہ ایک سال مار ڈالے جائیں اور دوسرے سال نہ قتل کیے جائیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام اس سال تولد ہوئے جس سال بچوں کو نہ قتل کیا جاتا تھا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بنو اسرائیل کے لڑکے عام طور پر تہ تیغ ہو رہے تھے عورتیں گشت کرتی رہتی تھیں اور حاملہ عورتوں کا خیال رکھتی تھیں ان کے نام لکھ لئے جاتے تھے وضع حمل کے وقت یہ عورتیں پہنچ جاتی تھیں اگر لڑکی ہوتی تو واپس چلی جاتیں اور اگر لڑکا ہوتا تو فوراً جلادوں کو خبر کر دیتی تھیں۔ یہ لوگ تیز چھرے لئے ہوئے اسی وقت آ جاتے تھے اور ماں باپ کے سامنے ان کے بچوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چلے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جب آپ کا حمل ٹھہرا تو عام حمل کی طرح وہ ظاہر نہ ہوا اور جو عورتیں اس تحقیق پر مامور تھیں اور جتنی دائیاں آتی تھیں کسی کو حمل کا پتہ ہی نہ چلا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد بھی ہو گئے۔ آپ علیہ السلام کی والدہ کو اب سخت دہشت ہونے لگی اور ہر وقت خوفزدہ رہنے لگیں اور اپنے اس بچے سے محبت بھی اتنی تھی کہ کسی ماں کو اپنے بچے سے اتنی نہ ہوئی ہوگی۔ ایک ماں پر ہی کیا موقوف ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ ایسا ہی بنایا تھا کہ جس کی نظران پر پڑ جاتی تھی اس کے دل میں ان کی محبت بیٹھ جاتی تھی جیسے جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ﴾ ❶ میں نے اپنے پاس کی محبت تجھ پر ڈال دی تھی۔ پس جب کہ والدہ موسیٰ ہر وقت کبیدہ خاطر خوفزدہ اور رنجیدہ رہنے لگیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں خیال ڈالا کہ اسے دودھ پلاتی رہے اور خوف کے موقعہ پر انہیں دریائے نیل میں بہا دے جس کے کنارے پر ہی آپ کا مکان تھا چنانچہ یہی کیا کہ ایک پیٹی کی وضع کا صندوق بنالیا اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رکھ دیا۔ دودھ پلا دیا کرتیں اور اس میں سلا دیتیں جہاں کوئی ایسا ڈراؤنا موقعہ آیا اس صندوق کو دریا میں بہا دیتیں اور ایک ڈوری سے اسے باندھ رکھا تھا خوف کے ٹل جانے کے بعد اسے کھینچ لیتیں۔ ایک مرتبہ ایک ایسا شخص گھر میں آنے لگا جس سے آپ کی والدہ کو بہت دہشت لگی دوڑ اٹھیں اور بچے کو صندوق میں لٹا کر دریا میں بہا دیا اور جلدی اور گھبراہٹ میں ڈوری باندھنی بھول گئیں۔ صندوق پانی کی موجوں کے ساتھ زور سے بہنے لگا اور بہتا بہتا فرعون کے محل کے پاس سے گزرا لونڈیوں نے اسے اٹھا لیا اور فرعون کی بیوی کے پاس لے گئیں۔ راستے میں انہوں نے اسے ڈر کے مارے کھولا نہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی تہمت ان پر لگ جائے۔ جب فرعون کی بیوی کے پاس اسے کھولا گیا تو دیکھا کہ اس میں ایک نہایت خوبصورت نورانی چہرے والا صحیح سالم بچہ لیٹا ہوا ہے جسے دیکھتے ہی ان کا دل مہر و محبت سے پر ہو گیا اور اس بچہ کی پیاری شکل دل میں گھر کر گئی۔ اس میں بھی رب تعالیٰ کی مصلحت تھی کہ فرعون کی بیوی کو راہ راست دکھائے اور فرعون کے سامنے اس کا ڈر لائے اور اسے اور اس کے غرور کو ڈھائے تو فرماتا ہے کہ آل فرعون نے اس صندوقچہ کو اٹھا لیا اور انجام کار وہ ان کی دشمنی اور ان کے رنج و ملال کا باعث ہوا۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں ﴿لِيَكُوْنَ﴾ کا لام لام عاقبت ہے لام تعلیل نہیں اس لئے کہ ان کا ارادہ یہ نہ تھا۔ بظاہر یہ ٹھیک بھی ==

❶ ۲۰/ طٰہٰ: ۳۹۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٠ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ؗ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝١١ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝١٢ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝١٣ ع

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل بے قرار ہوگیا قریب تھیں کہ اس واقعہ کو بالکل ظاہر کر دیتیں اگر ہم ان کے دل کو ڈھارس نہ دے دیتے۔ یہ اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں رہے۔[١٠] موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اسکی بہن سے کہا کہ تو اس کے پیچھے پیچھے جا تو وہ اسے دور ہی دور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا علم بھی نہ ہوا۔[١١] ان کے پہنچنے سے پہلے ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ یہ کہنے لگیں کہ کیا میں تمہیں ایسا گھرانہ بتاؤں جو اس بچہ کی تمہارے لئے پرورش کرے اور ہوں بھی وہ اس بچے کے خیر خواہ۔[١٢] پس ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف واپس پہنچایا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور آزردہ خاطر نہ ہو اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[١٣]

= معلوم ہوتا ہے لیکن معنی کو دیکھتے ہوئے لام کو لام تعلیل سمجھنے میں بھی کوئی حرج نظر نہیں آتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صندوقچے کا اٹھانے والا اس لئے ہی بنایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے ان کے لئے دشمن بنا دے اور ان کے رنج و غم کا باعث بنائے بلکہ اس میں ایک لطف یہ بھی ہے کہ جس سے وہ بچنا چاہتے تھے وہ ان کے سر چڑھ گیا۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا گیا کہ فرعون و ہامان اور ان کے ساتھی خطا کار تھے۔ روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قدریہ کو جو لوگ کہ تقدیر کے منکر ہیں' ایک خط میں لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے سابق علم میں فرعون کے دشمن اور اس کے لئے باعث رنج و غم تھے جیسے قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے لیکن تم کہتے ہو کہ اگر فرعون چاہتا تو موسیٰ علیہ السلام اس کے مددگار اور دوست ہوتے؟ پھر فرماتا ہے کہ اس بچے کو دیکھتے ہی فرعون چمکا کہ ایسا نہ ہو کسی اسرائیلیہ عورت نے اسے پھینک دیا ہو اور کہیں یہ وہی نہ ہو جس کے قتل کرنے کے لئے میں ہزاروں بچوں کو فنا کر چکا ہوں۔ یہ سوچ کر اس نے انہیں بھی قتل کرنا چاہا لیکن اس کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اس کی سفارش کی' فرعون کو اس کے ارادے سے روکا اور کہا اسے قتل نہ کیجئے بہت ممکن ہے کہ یہ آپ کی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہو۔ فرعون نے جواب دیا کہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک گو ہو لیکن مجھے تو آنکھوں کی ٹھنڈک کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے یہی ہوا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دین نصیب فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے انہوں نے ہدایت پائی اور اس متکبر کو رب تعالیٰ نے اپنے نبی کے ہاتھوں ہلاک کیا۔ نسائی وغیرہ کے حوالے سے سورہ طٰہٰ کی تفسیر میں حدیث فتون میں یہ قصہ پورا بیان ہو چکا ہے۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے۔ ان کی امید اللہ تعالیٰ نے پوری کی۔ دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور آخرت میں جنت میں جانے کا اور کہتی ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے ہم اسے اپنا بچہ بنا لیں۔ انہیں

کوئی اولاد نہ تھی تو چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متبنیٰ بنالیں۔ان میں سے کسی کو شعور نہ تھا کہ قدرت کس طرح پوشیدہ پوشیدہ اپنا ارادہ پورا کر رہی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر میں: [آیت:۱۰۔۱۳] موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب آپ کو صندوقچہ میں ڈال کر فرعونیوں کے خوف کی وجہ سے دریا میں بہا دیا اور بہت پریشان ہوئیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول اور اپنے لخت جگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آپ کو کسی اور چیز کا خیال ہی نہ رہا صبر وسکون جاتا رہا دل میں بجز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے اور کوئی خیال ہی نہیں آتا تھا اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی دل جمعی نہ کر دی جاتی تو وہ بے صبری میں راز فاش کر دیتیں لوگوں سے کہہ دیتیں کہ اس طرح میرا بچہ ضائع ہو گیا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا دل ٹھہرا دیا ڈھارس اور تسکین دے دی اور انہیں یقین کامل کرا دیا کہ تیرا بچہ تجھے ضرور مل جائے گا۔والدہ موسیٰ نے اپنی بڑی بچی سے جو ذرا سمجھدار تھیں فرما دیا کہ بیٹی تم اس صندوق پر نظریں جما کر کنارے کنارے چلی جاؤ دیکھو کہ کیا انجام ہوتا ہے؟ مجھے خبر کرنا۔تو یہ اسے دور سے دیکھتی ہوئی چلیں لیکن اس انجان پن سے کہ کوئی اور نہ سمجھ سکے کہ یہ ان کا خیال رکھتی ہوئی ساتھ ساتھ جا رہی ہیں۔فرعون کے محل تک پہنچتے ہوئے اور وہاں سے اس کی لونڈیوں کو اٹھاتے ہوئے تو آپ کی ہمشیرہ نے دیکھا پھر وہیں باہر کھڑی رہ گئیں کہ شاید کچھ معلوم ہو سکے کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔وہاں یہ ہوا کہ جب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرعون کو اس کے خونی ارادے سے باز رکھا اور بچے کو اپنی پرورش میں لے لیا تو شاہی محل میں جتنی دایہ تھیں سب کو بچہ دیا گیا ہر ایک نے بڑی محبت و پیار سے انہیں دودھ پلانا چاہا لیکن بحکم باری تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہ پیا آخر اپنی لونڈیوں کے ہاتھ باہر بھیجا کہ باہر کسی دایہ کو تلاش کرو اور جس کا دودھ یہ پیئے اسے لے آؤ۔چونکہ رب العالمین کو یہ منظور نہ تھا کہ اس کا نبی اپنی والدہ کے سوا اور کسی کا دودھ پیئے اور اس میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ اس بہانے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں تک پہنچ جائیں۔لونڈیاں جب آپ کو لے کر باہر نکلیں تو آپ کی بہن صاحبہ نے پہچان لیا لیکن ان پر ظاہر نہ کیا اور نہ انہیں خود کوئی پتہ چل سکا۔آپ کی والدہ گو پہلے تو بہت پریشان تھیں لیکن اس کے بعد رب تعالیٰ نے انہیں صبر وسکون دے دیا تھا اور وہ خاموش اور مطمئن تھیں۔بہن نے انہیں کہا کہ تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ بچہ کسی دائی کا دودھ نہیں پیتا ہم اس کے لئے کسی اور دایہ کی تلاش میں ہیں۔یہ سن کر ہمشیرہ کلیم اللہ نے فرمایا کہ اگر کہو تو میں ایک دائی کا پتہ دوں؟ ممکن ہے یہ بچہ ان کا دودھ پی لے وہ اسے پرورش کریں اور اس کی خیر خواہی کریں۔یہ سن کر انہیں کچھ شک گزرا کہ یہ لڑکی اس لڑکے کی اصلیت سے اور اس کے ماں باپ سے واقف ہے اسے گرفتار کر لیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے کیا معلوم کہ وہ عورت اس کی کفالت اور خیر خواہی کرے گی؟ اس نے فوراً جواب دیا سبحان اللہ کون نہ چاہے گا کہ شاہی دربار میں اس کی عزت ہو انعام اکرام کی خاطر کون اس بچہ سے ہمدردی نہ کرے گا؟ ان کی سمجھ میں بھی آ گیا کہ ہمارا پہلا گمان غلط تھا یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہے اسے چھوڑ دیا اور کہا اچھا چل اس کا مکان دکھا۔یہ انہیں لے کر اپنے گھر آئیں اپنی والدہ کی طرف اشارہ کر کے کہا انہیں دیجئے سرکاری آدمیوں نے انہیں دیا تو بچہ ان کا دودھ پینے لگا۔فوراً یہ خبر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو دی گئی اسے سن کر آپ بہت خوش ہوئیں انہیں اپنے محل میں بلوایا اور بہت کچھ انعام واکرام دیا لیکن یہ پتہ نہ تھا کہ فی الواقع یہی اس بچہ کی والدہ ہیں۔فقط اس وجہ سے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کا دودھ پیا تھا وہ ان سے بہت خوش ہوئیں کچھ دنوں تک تو یونہی کام چلتا رہا آخر کار ایک روز حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میری خواہش ہے کہ تم محل میں ہی آ جاؤ یہیں رہو سہو اور اسے دودھ پلاتی رہو۔ام موسیٰ علیہا السلام نے جواب دیا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا میں بال بچوں والی ہوں میرے میاں بھی ہیں میں انہیں اپنے گھر دودھ پلا دیا==

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤﴾
وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ
يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِن شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ ۖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِن
شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَٰذَا
مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي
فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٦﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ
فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ﴿١٧﴾ فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي
اسْتَنصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ۚ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّا أَنْ
أَرَادَ أَن يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَن تَقْتُلَنِي كَمَا
قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۖ إِن تُرِيدُ إِلَّا أَن تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَن
تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٩﴾

ترجمہ: جب موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہوگئے۔ ہم نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا۔ نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔[۱۴] موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے وقت شہر میں آئے جب کہ شہر کے لوگ غفلت میں تھے۔ یہاں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا۔ یہ ایک تو اس کے رفیقوں میں سے تھا اور یہ دوسرا اس کے دشمنوں میں سے۔ اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی جس پر موسیٰ علیہ السلام نے اس کے مکا مارا جس سے وہ مرگیا۔ موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے۔ یقیناً شیطان دشمن اور کھلے طور پر بہکانے والا ہے۔[۱۵] پھر دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تو مجھے معاف فرمادے اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا وہ بخشش اور مہربانی کرنے والا ہے۔[۱۶] نبی کہنے لگا اے اللہ جیسے تو نے مجھ پر یہ کرم فرمایا میں بھی اب ہرگز کسی گنہگار کا مددگار نہ بنوں گا۔[۱۷] صبح ہی صبح ڈرتے دبتے خبریں لینے کو شہر میں آگئے کہ اچانک وہی شخص جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی ان سے فریاد کر رہا ہے موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تو تو صریح بے راہ ہے۔[۱۸] پھر جب اپنے اور اس کے دشمن کو پکڑنا چاہا تو وہ فریادی کہنے لگا کہ اے موسیٰ علیہ السلام کیا جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا ہے؟ تو تو ملک میں ظالم و سرکش ہونا ہی چاہتا ہے اور تیرا یہ ارادہ ہی نہیں کہ ملاپ کرنے والوں میں سے ہووے[۱۹]

= کروں گی پھر آپ کے ہاں بھیج دیا کروں گی۔ یہی طے ہوا اور اسی پر فرعون کی بیوی بھی رضامند ہوگئیں۔ ام موسیٰ علیہا السلام کا خوف امن سے، فقیری امیری سے، بھوک آسودگی سے، ذلت عزت سے بدل گئی روزانہ انعام واکرام پاتیں کھانا کپڑا شاہی طریق پر ملتا اور

اپنے پیارے بچے کو اپنی گود میں پالتیں۔ ایک ہی رات یا ایک ہی دن یا ایک دن رات کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی مصیبت راحت سے بدل دی۔ حدیث شریف میں ہے ”کہ جو شخص اپنا کام دھندا کرے اور اس میں اللہ کا خوف اور میری سنتوں کا لحاظ کرے اس کی مثال ام موسیٰ علیہا السلام کی مثال ہے کہ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔“ ❶ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اسی کے ہاتھ میں تمام کام ہیں' اسی کا چاہا ہوا ہوتا ہے اور جس کام کو وہ نہ چاہے ہرگز نہیں ہوتا۔ یقیناً وہ ہر اس شخص کی مدد کرتا ہے جو اس پر توکل کرے۔ اس کی فرمانبرداری کرنے والے کا دستگیر وہی ہے وہ اپنے نیک بندوں کے آڑے وقت کام آتا ہے اور ان کی تکلیفوں کو ٹالتا ہے اور ان کی تنگی کو فراخی سے بدلتا ہے اور ہر رنج کے بعد راحت عطا فرماتا ہے۔ سُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانَهٗ۔

پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف واپس لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اسے اپنے بچے کا صدمہ نہ رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو بھی سچا سمجھے اور یقین مان لے کہ وہ ضرور نبی اور رسول بھی ہونے والا ہے۔ اب آپ علیہ السلام کی والدہ اطمینان سے آپ کی پرورش میں مشغول ہوگئی اور اسی طرح پرورش کی جس طرح ایک بلند درجہ پیغمبر کی ہونی چاہئے۔ ہاں رب کی حکمتیں بے علموں کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہیں۔ وہ رب تعالیٰ کے حکموں کی غایت کو اور فرمانبرداری کے نیک انجام کو سوچتے نہیں ظاہری نفع نقصان کے پابند رہتے ہیں اور دنیا پر ریجھے ہوئے ہوتے ہیں انہیں یہ نہیں جچتا کہ ممکن ہے جسے وہ برا سمجھ رہے ہیں اچھا ہو اور بہت ممکن ہے کہ جسے وہ اچھا سمجھ رہے ہیں وہ برا ہو۔ ایک کام برا جانتے ہوں مگر کیا خبر کہ اس میں قدرت نے کیا فوائد پوشیدہ رکھے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قبطی کا قتل: [آیت:۱۴۔۱۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لڑکپن کا ذکر کر کے اب ان کی جوانی کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت و علم عطا فرمایا یعنی نبوت دی ❷ نیک کار ایسے ہی بدلہ پاتے ہیں۔ پھر اس واقعہ کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر چھوڑنے کا باعث بنا اور جس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ان کا رخ کیا یہ مصر چھوڑ کر مدین کی طرف چل دیئے۔ آپ ایک مرتبہ شہر میں آتے ہیں یا تو مغرب کے بعد یا ظہر کے وقت ❸ کہ لوگ کھانے پینے میں یا سونے میں مشغول ہیں' راستے زیادہ چل نہیں رہے تو دیکھتے ہیں کہ دو شخص لڑ جھگڑ رہے ہیں ایک اسرائیلی ہے دوسرا قبطی ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبطی کی شکایت کی اور اس کا زور ظلم بیان کیا جس پر آپ علیہ السلام کو غصہ آ گیا اور ایک گھونسہ کھینچ مارا جس سے وہ اسی وقت مر گیا۔ موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے اور کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے اور شیطان دشمن اور گمراہ ہے اور اس کا دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہونا بھی ظاہر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرنے لگے اور استغفار کرنے لگے اللہ تعالیٰ نے بھی بخش دیا وہ بخشنے والا مہربان ہے ہی۔ اب کہنے لگے اے اللہ تو نے جاہ و عزت بزرگی اور نعمت مجھے عطا فرمائی ہے میں اسے سامنے رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی نافرمان کی کسی امر میں موافقت اور امداد نہیں کروں گا۔

قتل کا راز فاش ہو گیا: موسیٰ علیہ السلام کے گھونسے سے قبطی مر گیا تھا اس لئے آپ کی طبیعت پر گھبراہٹ تھی شہر میں ڈرتے دبتے آئے کہ دیکھیں کیا باتیں ہو رہی ہیں کہیں راز کھل تو نہیں گیا؟

دیکھتے ہیں کہ کل والا اسرائیلی آج ایک قبطی سے لڑ رہا ہے۔ آپ کو دیکھتے ہی کل کی طرح آج بھی اس نے فریاد کی اور دہائی دینے لگا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم بڑے شریر آدمی ہو۔ یہ سنتے ہی وہ گھبرا گیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس ظالم قبطی کو روکنے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو یہ شخص اپنے کمینہ پن اور بزدلی =

❶ اس معنی کی روایت ابن ابی شیبہ، ۵/ ۳۴۷؛ بیہقی، ۹/ ۲۷؛ المراسیل لابی داود: ۳۳۳ میں موجود ہے۔ یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے۔ معدان بن حدیر الحضرمی مجہول الحال ہے اور سند مرسل ہے۔ ❷ الدر المنثور، ۵/ ۲۳۱۔ ❸ الطبری، ۱۹/ ۵۳۸۔

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۖ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۖ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: شہر کے پرے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا موسیٰ یہاں کے سردار تیرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو بہت جلد چلا جا مجھے اپنا خیر خواہ مان۔ [۲۰] پھر موسیٰ علیہ السلام وہاں سے خوفزدہ ہو کر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے اے پروردگار مجھے ظالموں کے گروہ سے بچا لے۔ [۲۱] اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہنے لگے مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ لے چلے۔ [۲۲] مدین کے پانی پر جب آپ علیہ السلام پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے اور دو عورتوں کو الگ کھڑی اپنے جانوروں کو روکتی ہوئی دیکھا۔ پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ وہ بولیں جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔ [۲۳] آپ علیہ السلام نے خود ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور کہنے لگے اے پروردگار تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔ [۲۴]

= سے سمجھ بیٹھا کہ آپ نے مجھے برا کہا ہے اور مجھے پکڑنا چاہتے ہیں اپنی جان بچانے کے لئے شور مچانا شروع کر دیا کہ موسیٰ کیا جیسے تو نے کل ایک شخص کا خون کیا آج میری جان لینی چاہتا ہے؟

کل کا واقعہ صرف اسی کی موجودگی میں ہوا تھا اس لئے اب تک کسی کو پتہ نہ چلا تھا' لیکن آج اس کی زبان سے اس قبطی کو پتہ چلا کہ یہ کام موسیٰ علیہ السلام کا ہے اس بزدل ڈرپوک نے یہ بھی ساتھ ہی کہا کہ تو تو زمین پر سرکش بن کر رہنا چاہتا ہے اور تیری طبیعت میں ہی اصلاح نہیں قبطی یہ سن کر بھاگا دوڑا دربار فرعونی میں پہنچا اور وہاں مخبری کی۔ فرعون کی بد دلی کی اب کوئی حد نہ رہی اور فوراً سپاہی دوڑائے کہ موسیٰ علیہ السلام کو لا کر پیش کریں۔

ایک خیر خواہ کا تذکرہ: [آیت: ۲۰۔۲۴] اس آنے والے کو رجل کہا گیا۔ عربی میں رجل کہتے ہیں پیروں کو۔ اس نے جب دیکھا کہ سپاہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں جا رہی ہے تو یہ اپنے پیروں پر تیزی سے دوڑا اور ایک قریب کے رستے سے نکل کر جھٹ سے آپ علیہ السلام کو اطلاع دے دی کہ یہاں کے امیر امرا آپ کے قتل کے ارادے کر چکے ہیں آپ شہر چھوڑ دیجئے۔ میں آپ کا خیر خواہ ہوں میری بات مان لیجئے۔

مدین کا پر کٹھن سفر: فرعون اور فرعونیوں کے ارادے جب اس شخص کی زبانی آپ علیہ السلام کو معلوم ہو گئے تو آپ وہاں سے تن تنہا چپ چاپ نکل کھڑے ہوئے چونکہ اس سے پہلے کی زندگی کے ایام آپ کے شہزادوں کی طرح گزرے تھے۔ سفر بہت کڑا =

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا
سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ
الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ
حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ
شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا
عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: اتنے میں ان دونوں عورتوں میں سے ایک انکی طرف شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ میرے باپ آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں ۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا سارا حال بیان کیا تو وہ کہنے لگے اب نہ ڈرتو نے ظالم قوم سے نجات پالی ۔[۲۵] ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جی آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیجئے کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانتدار ہو۔[۲۶] اس بزرگ نے کہا میں اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں اس مہر پر کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کاج کریں۔ ہاں اگر آپ دس سال پورے کریں تو یہ آپ کی طرف سے بطور احسان کے ہے ۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ کو کسی مشقت میں ڈالوں ۔ اللہ کو منظور ہے تو آگے چل کر آپ مجھے بھلا آدمی پائیں گے ۔[۲۷] موسیٰ علیہ السلام نے کہا خیر تو یہ بات میرے اور آپ کے درمیان پختہ ہوگئی ۔ میں ان دونوں مدتوں میں سے جسے پورا کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو۔ ہم یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ اور کارساز ہے[۲۸]

= معلوم ہوا لیکن خوف و ہراس کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتے سیدھے چلے جا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے جاتے تھے کہ الٰہی! مجھے ان ظالموں سے یعنی فرعون اور فرعونیوں سے نجات دے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی رہبری کے واسطے ایک فرشتہ بھیجا تھا جو گھوڑے پر آپ کے پاس آیا اور آپ کو راستہ دکھا گیا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ تھوڑی دیر میں آپ علیہ السلام جنگلوں اور بیابانوں میں سے نکل کر مدین کے راستے پر پہنچ گئے تو خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ مجھے ذات باری تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ راہ راست پر ہی لے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی یہ امید بھی پوری کی اور دنیا و آخرت کی سیدھی راہ نہ صرف بتلائی بلکہ اوروں کو بھی سیدھی راہ بتانے والا بنایا۔ مدین کے پاس کے کنویں پر آئے تو دیکھا کہ چرواہے پانی کھینچ کھینچ کر اپنے اپنے جانوروں کو پلا رہے ہیں وہیں آپ علیہ السلام نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو ان جانوروں کے ساتھ پانی پینے سے روک رہی ہیں ۔تو آپ علیہ السلام کو ان بکریوں پر اور ان عورتوں کی اس حالت پر کہ یہ بیچاریاں پانی نکال کر پلا نہیں سکتیں اور ان چرواہوں میں سے کوئی اس کا روادار نہیں کہ اپنے کھینچے ہوئے پانی میں سے ان کی بکریوں کو بھی پلا دے تو آپ علیہ السلام کو رحم آیا ان سے دریافت فرمایا کہ تم اپنے جانوروں کو اس پانی سے کیوں روک رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو پانی نکال نہیں سکتیں جب یہ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو بچا کچھا پانی ہم اپنی بکریوں کو پلا دیں گی۔ ہمارے والد ہیں لیکن وہ بہت ہی بوڑھے ہیں ۔تو آپ علیہ السلام نے خود ہی ان جانوروں کو پانی کھینچ کر پلا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''کہ اس کنویں کے منہ کو ان چرواہوں نے ایک بڑے پتھر سے بند کر دیا تھا۔ جس چٹان کو دس آدمی مل کر سرکا سکتے تھے۔'' آپ علیہ السلام نے تن تنہا اس پتھر کو ہٹا دیا اور ایک ہی ڈول نکالا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت دی اور ان دونوں لڑکیوں کی بکریاں آسودہ ہو گئیں۔ اب آپ تھکے ہارے بھوکے پیاسے ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے۔ مصر سے مدین تک پیدل بھاگے دوڑے آئے تھے پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے کھانے کو کچھ پاس نہیں تھا درختوں کے پتے اور گھاس پھوس کھاتے رہے تھے پیٹ پیٹھ سے لگ رہا تھا اور گھاس کا سبز رنگ باہر سے نظر آ رہا تھا۔ آدھی کھجور سے بھی اس وقت آپ علیہ السلام ترسے ہوئے تھے۔ حالانکہ اس وقت کی ساری مخلوق سے زیادہ برگزیدہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ تھے صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''کہ دورات کا سفر کر کے میں مدین گیا اور وہاں کے لوگوں سے اس درخت کا پتہ پوچھا جس کے نیچے اللہ تعالیٰ کے کلیم نے سہارا لیا تھا۔ لوگوں نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک سرسبز درخت ہے۔ میرا جانور بھوکا تھا اس نے اس میں منہ ڈالا پتے منہ میں لے کر بڑی دیر تک چباتا رہا لیکن آخر اس نے نکال ڈالے۔ میں نے کلیم اللہ کے لئے دعا کی اور وہاں سے واپس لوٹ آیا۔'' اور روایت میں ہے کہ آپ اس درخت کو دیکھنے کو گئے تھے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے باتیں کی تھیں جیسے کہ آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سدی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ببول کا درخت تھا۔ الغرض اس درخت تلے بیٹھ کر آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے رب! میں تیرے احسانوں کا محتاج ہوں۔ عطاء رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس عورت نے بھی آپ علیہ السلام کی دعا سنی۔ ❶

شیخ کبیر اور نکاح موسیٰ علیہ السلام: [آیت: ۲۵۔۲۸] ان دونوں بچیوں کی بکریوں کو جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانی پلا دیا تو یہ اپنی بکریاں لے کر واپس اپنے گھر گئیں۔ باپ نے دیکھا کہ آج وقت سے پہلے یہ آ گئی ہیں تو دریافت فرمایا کہ آج کیا بات ہے؟ انہوں نے سچا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ علیہ السلام نے اسی وقت ان دونوں میں سے ایک کو بھیجا کہ جاؤ اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں اور جس طرح گھر گرہست پاکدامن عفیفہ عورتوں کا دستور ہوتا ہے شرم وحیا سے اپنی چادر میں لپٹی ہوئی پردے کے ساتھ چل رہی تھیں۔ منہ بھی چادر کے کنارے سے چھپائے ہوئے تھیں۔ ❷ پھر اس دانائی اور صداقت کو دیکھئے کہ صرف یہی نہ کہا کہ میرے ابا آپ کو بلا رہے ہیں کیونکہ اس میں شبہ کی باتوں کی گنجائش تھی، صاف کہہ دیا کہ میرے والد آپ کو آپ کی مزدوری دینے کے لئے اور اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے بلا رہے ہیں جو آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلا کر ہمارے ساتھ کیا ہے۔ کلیم اللہ کو جو بھوکے پیاسے تن تنہا مسافر اور بے خرچ تھے یہ موقعہ غنیمت معلوم ہوا۔ یہاں آئے انہیں ایک بزرگ سمجھ کر ان کے سوال پر اپنا سارا واقعہ بلا کم وکاست کہہ سنایا۔ انہوں نے دلجوئی کی اور فرمایا اب کیا خوف ہے؟ ان ظالموں کے ہاتھ سے آپ علیہ السلام چھوٹ آئے، یہاں ان کی حکومت نہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام تھے جو مدین والوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بن کر آئے ہوئے تھے یہی مشہور قول ہے۔

''امام حسن بصری رحمہ اللہ علیہ اور بہت سے علما یہی فرماتے ہیں۔'' طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت سلمہ بن سعد غزی رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف سے ایلچی بن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''شعیب علیہ السلام کے قوی آدمی کو اور موسیٰ علیہ السلام کے سسرال والے کو مرحبا ہو کہ تمہیں ہدایت کی گئی۔'' ❸ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کے

❶ الطبری، ۱۹/ ۵۵۷۔ ❷ ایضا، ۱۹/ ۵۵۸؛ حاکم، ۲/ ۴۰۷ وسندہ ضعیف، ابو اسحاق السبیعی مدلس ہیں۔

❸ البزار ۲۸۲۸؛ طبرانی ٦٣٦٤، وسندہ ضعیف، اس سند کے راوی نامعلوم یعنی مجہول ہیں۔ دیکھئے لسان المیزان: ۲/ ۳۳۰۔

بھتیجے تھے کوئی کہتا ہے قوم شعیب کے ایک مؤمن مرد تھے بعض کا قول ہے شعیب علیہ السلام کا زمانہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے بہت پہلے کا ہے ان کا قول قرآن میں اپنی قوم سے یہ مروی ہے کہ ﴿وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ﴾ ❶ لوط علیہ السلام کی قوم تم میں سے کچھ دور نہیں۔ اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ لوطیوں کی ہلاکت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے میں ہوئی تھی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان کا زمانہ بہت لمبا زمانہ ہے تقریباً چار سو سال کا جیسے اکثر مؤرخین کا قول ہے ہاں بعض لوگوں نے اس مشکل کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بڑی لمبی عمر ہوئی تھی ان کا مقصد غالباً اس اعتراض سے بچنا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ایک اور بات بھی خیال میں رہے کہ اگر یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام ہی ہوتے تو چاہئے تھا کہ قرآن میں اس موقعہ پر ان کا نام صاف لے دیا جاتا۔ ہاں البتہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ لیکن ان حدیثوں کی سندیں صحیح نہیں جیسے کہ ہم عن قریب وارد کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بنی اسرائیل کی کتابوں میں ان کا نام یثرون بتلایا گیا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ یثرون حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔'' ''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ یثربی تھے۔'' ابن جریر رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات اس وقت ثابت ہوتی جب کہ اس بارے میں کوئی خبر مروی ہوتی اور ایسا ہے نہیں۔ ان کی دونوں صاحبزادیوں میں سے ایک نے باپ کو توجہ دلائی۔ یہ توجہ دلانے والی وہی صاحبزادی تھیں جو آپ علیہ السلام کو بلانے کے لئے گئی تھیں۔ کہا کہ انہیں آپ ہماری بکریوں کی چرائی پر رکھ لیجئے کیونکہ وہی کام کرنے والا اچھا ہوتا ہے جو قوی ہو اور امانتدار ہو۔ باپ نے پوچھا بیٹی تم نے کیسے جان لیا کہ ان میں یہ دونوں وصف ہیں؟ بچی نے جواب دیا کہ دس قوی آدمی مل کر جس پتھر کو اس کنویں سے ہٹا سکتے تھے انہوں نے تنہا اسے ہٹا دیا اس سے ان کی قوت کا اندازہ بآسانی ہو سکتا ہے۔ ان کی امانتداری کا علم مجھے اس طرح ہوا کہ جب میں انہیں لے کر آپ علیہ السلام کے پاس آنے لگی تو اس لئے کہ راستہ سے ناواقف تھے میں آگے ہو لی۔ انہوں نے کہا کہ نہیں تم میرے پیچھے رہو اور جہاں راستہ بدلنا ہو تو اس طرف کنکر پھینک دینا میں سمجھ لوں گا کہ مجھے اس راستہ چلنا چاہئے۔ ❷ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''تین شخصوں کی سی زیرکی، معاملہ فہمی، دانائی اور دور بینی کسی اور میں نہیں پائی گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دانائی جب کہ انہوں نے اپنے بعد خلافت کے لئے جناب عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا، حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدنے والے مصری جنہوں نے بہ یک نظر حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا اور جا کر اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ انہیں اچھی طرح رکھو اور اس بزرگ کی صاحبزادی جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت اپنے باپ سے سفارش کی کہ انہیں اپنے کام پر رکھ لیجئے۔'' ❸ یہ سنتے ہی اس بچی کے باپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو میں اس مہر پر ان دو بچیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیتا ہوں کہ آپ آٹھ سال تک ہماری بکریاں چرائیں۔ ان دونوں کا نام صفورا اور لیا تھا یا صفورا اور شرفا جس کو لیا بھی کہتے تھے۔

اصحاب ابی حنیفہ نے اسی سے استدلال کیا ہے کہ جب کوئی شخص اس طرح کی بیع کرے کہ ان دو غلاموں میں سے ایک کو ایک سو کے بدلے فروخت کرتا ہوں اور خریدار منظور کر لے تو یہ بیع ثابت اور صحیح ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس بزرگ نے کہا آٹھ سال تو ضروری ہیں ہاں اس کے بعد کے دو سال کا آپ کو اختیار ہے۔ اگر آپ اپنی خوشی سے دو سال اور بھی میرا کام کریں تو اچھا ہے ورنہ آپ پر لازمی نہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ میں بد آدمی نہیں۔ آپ کو تکلیف نہ دوں گا۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ علیہ نے اس سے استدلال کر کے فرمایا ہے

❶ ۱۱/ ہود:۸۹۔ ❷ الطبری، ۱۹/ ۵۶۲؛ حاکم، ۲/ ۴۰۷ وسندہ ضعیف، ابواسحاق مدلس ہیں۔
❸ حاکم، ۲/ ۳۴۵ وسندہ ضعیف، دیکھئے نمبر ۲۔

کہ ''اگر کوئی کہے میں فلاں چیز کو نقد دس پر اور ادھار بیس پر بیچتا ہوں تو یہ بیع صحیح ہے اور خریدار کو اختیار ہے کہ دس پر نقد یا بیس پر ادھار لے لے وہ اس حدیث کا بھی یہی مطلب لے رہے ہیں جس میں ہے جو شخص دو بیع ایک بیع میں کرے اس کے لئے کمی والی بیع بیع ہے ورنہ سود۔'' ❶ لیکن یہ مذہب غور طلب ہے جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اصحاب امام احمد نے اس آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ کھانے پینے اور کپڑے پر کسی کو مزدوری اور کام کاج پر لگا لینا درست ہے۔ اس کی دلیل میں ابن ماجہ کی ایک حدیث بھی ہے جو اس باب میں ہے کہ مزدور مقرر کرنا اس مزدوری پر کہ وہ پیٹ بھر کر کھانا کھالیا کرے گا اس میں حدیث لائے ہیں ''کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ طٰسٓ کی تلاوت کی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر تک پہنچے تو فرمانے لگے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیٹ کے بھرنے اور اپنی شرمگاہ کو بچانے کے لئے آٹھ سال یا دس سال کے لئے اپنے آپ کو ملازم کر لیا۔'' ❷ اس حدیث کا ایک راوی مسلمہ بن علی الخشنی ہے جو ضعیف ہے۔ یہ حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے لیکن وہ سند بھی نظر سے خالی نہیں۔ کلیم اللہ نے بزرگ کی اس شرط کو قبول کر لیا اور فرمایا ہم تم میں یہ طے شدہ فیصلہ ہے مجھے اختیار ہوگا کہ خواہ وہ دس سال پورے کروں یا آٹھ سال کے بعد چھوڑ دوں' آٹھ سال کے بعد آپ کا کوئی حق مزدوری مجھ پر لازمی نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے اس معاملہ پر گواہ کرتے ہیں اسی کی کارسازی کافی ہے۔ تو گو دس سال پورا کرنا مباح ہے لیکن وہ فاضل چیز ہے ضروری نہیں ضروری آٹھ سال ہیں۔ جیسے منیٰ کے آخری دو دن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور جیسے حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ''جو بکثرت روزے رکھا کرتے تھے کہ اگر تم سفر میں روزہ رکھو تو تمہیں اختیار ہے اور نہ رکھو تو تمہیں اختیار ہے'' ❸ باوجودیکہ دوسری دلیل سے رکھنا افضل ہے۔

چنانچہ اس کی دلیل بھی آ چکی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال ہی پورے کئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے ایک یہودی نے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال پورے کئے یا دس سال؟ تو آپ نے فرمایا ''مجھے خبر نہیں۔'' پھر عرب کے بہت بڑے عالم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور ان سے یہی سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ان دونوں میں جو زیادہ اور پاک مدت تھی وہی آپ نے پوری کی یعنی دس سال۔'' اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جو کہتے ہیں پورا کرتے ہیں۔ ❹ حدیث فتون میں ہے کہ سائل نصرانی تھا۔ لیکن بخاری میں جو ہے وہی اولیٰ ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی تو جواب ملا کہ ان دونوں میں سے جو کامل اور مکمل مدت تھی۔ ❺ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے کسی نے یہ پوچھا' آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا جبریل علیہ السلام نے اور فرشتے سے یہاں تک کہ فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ دونوں میں سے پاک اور =

---

❶ ابوداود، کتاب البیوع، باب فیمن باع بیعتین فی بیعة ٣٤٦١ وسنده حسن، ابن حبان ٤٩٧٤؛ بیهقی، ٣/ ٣٤٣؛ حاکم، ٢/ ٤٥۔ ❷ ابن ماجه، کتاب الرهون، باب اجارة الاجیر علی طعام بطنه ٢٤٤٤، وسنده ضعیف جداً دیکھئے (التهذیب الکمال، ٧/ ١١١، رقم: ٦٥٥١) ❸ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الصوم فی السفر والافطار ١٩٤٣؛ صحیح مسلم ١١٢١؛ ابوداود ٢٤٠٢؛ ترمذی ٧١١؛ ابن ماجه ١٦٦٢؛ احمد، ٦/ ٤٦؛ ابن حبان ٣٥٦٠۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الشهادات ٢٦٨٤۔

❺ حاکم، ٢/ ٤٠٧، ٤٠٨؛ مسند ابی یعلی ٢٣٠٨؛ مسند حمیدی ٥٣٦ بتحقیقی وسنده حسن۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٣٠﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿٣١﴾ اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ؗ وَّاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿٣٢﴾

ترجمہ: جب موسیٰ علیہ السلام نے مدت پوری کر لی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے تو کوہ طور کی طرف آگ دیکھی۔ اپنی بیوی سے کہنے لگے ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے بہت ممکن ہے کہ میں وہاں سے کوئی خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارا لاؤں تاکہ تم سینک لو۔[٢٩] جب وہاں پہنچے تو اس بابرکت زمین کے میدان کے دائیں کنارے کے درخت میں سے آواز دیئے گئے کہ اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار[٣٠] اور یہ بھی آواز آئی کہ اپنی لکڑی ڈال دے پھر جب اسے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح پھن پھنا رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے اور مڑ کر رخ بھی نہ کیا۔ ہم نے کہا اے موسیٰ! آگے آ ڈر مت' یقیناً تو ہر طرح امن والا ہے۔[٣١] اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈال وہ بغیر کسی قسم کے روگ کے چمکتا ہوا نکلے گا بالکل سفید اور خوف سے بچنے کے لئے اپنے بازو اپنی طرف ملا لے۔ پس یہ دونوں معجزے تیرے لئے رب کی طرف سے ہیں فرعون اور اس کی جماعت کی طرف' یقیناً وہ سب کے سب بے حکم اور نافرمان لوگ ہیں۔[٣٢]

== پوری مدت یعنی دس سال۔ ایک حدیث میں ہے ''کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے سوال پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال کی مدت کو پورا نام بتلا کر یہ بھی فرمایا کہ اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ کس لڑکی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نکاح کیا تھا تو جواب دینا کہ دونوں میں جو چھوٹی تھیں۔ [1] اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت دراز کو پورا کرنا بتلایا۔''

پھر فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ حضرت شعیب علیہ السلام سے رخصت لے کر جانے لگے تو اپنی بیوی سے فرمایا کہ اپنے والد سے کچھ بکریاں لے لو جن سے ہمارا گزارا ہو جائے۔ آپ نے اپنے والد سے سوال کیا جس پر انہوں نے وعدہ کیا کہ اس سال جتنی چتکبری بکریاں ہوں گی سب تمہاری ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بکریوں کے پیٹ پر اپنی لکڑی پھیری تو ہر ایک کے دو دو تین تین بچے ہوئے اور سب کے سب چتکبرے جن کی نسل اب تک تلاش کرنے سے مل سکتی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی سب بکریاں کالے رنگ کی خوبصورت تھیں۔ جتنے بچے ان کے اس سال ہوئے سب کے سب بے عیب تھے اور بڑے بڑے

[1] البزار، ٢٢٤٤، وسنده ضعيف جداً۔

بھرے ہوئے تھنوں والے اور زیادہ دودھ دینے والے۔

ان تمام روایتوں کا مدار عبداللہ بن لہیعہ پر ہے جو حافظہ کے اچھے نہیں اور ڈر ہے کہ یہ روایتیں مرفوع نہ ہوں۔ چنانچہ اور سند سے یہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ سب بکریوں کے بچے اس سال ابلق ہوئے سوائے ایک بکری کے جن سب کو آپ علیہ السلام لے گئے۔

موسیٰ علیہ السلام کا اہلیہ کے ساتھ سفر اور انعام نبوت: [آیت:۲۹-۳۲] پہلے یہ بیان گزر چکا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال پورے کئے تھے۔ قرآن کے اس لفظ ﴿الاجل﴾ سے بھی اسی طرف اشارہ ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ بلکہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا تو قول ہے "کہ دس سال یہ اور دس سال اور بھی گزارے۔" اس قول میں صرف یہی تنہا ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خیال اور شوق پیدا ہوا کہ چپ چاپ وطن میں جاؤں اور اپنے گھر والوں سے مل آؤں۔ چنانچہ آپ علیہ السلام اپنی بیوی کو اور اپنی بکریوں کو لے کر وہاں سے چلے رات کو بارش ہونے لگی اور سرد ہوائیں چلنے لگیں اور سخت اندھیرا ہو گیا۔ آپ علیہ السلام ہر چند چراغ جلاتے تھے مگر روشنی نہیں ہوتی تھی۔ سخت متعجب اور حیران تھے اتنے میں دیکھتے ہیں کہ کچھ دور آگ روشن ہے تو اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو وہاں کچھ روشنی دکھائی دیتی ہے میں وہاں جاتا ہوں اگر کوئی وہاں ہوا اس سے راستہ ہی دریافت کرلوں گا اس لئے کہ ہم راہ بھولے ہوئے ہیں۔ یا میں وہاں سے کچھ آگ لے آؤں گا جس سے تم تاپ لو اور جاڑے کا علاج ہو جائے۔ جب آپ علیہ السلام وہاں پہنچے تو اس وادی کے دائیں جانب کے مغربی پہاڑ سے آواز سنائی دی۔ جیسے قرآن کی اور آیت میں ہے ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ﴾ (1) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے قصد سے قبلے کی طرف چلے تھے اور مغربی پہاڑ آپ علیہ السلام کے دائیں طرف تھا اور ایک سرسبز ہرے بھرے درخت میں آگ نظر آ رہی تھی جو پہاڑ کے دامن میں میدان کے متصل تھی یہ وہاں جا کر اس حالت کو دیکھ کر ہکے بکے رہ گئے کہ ہرے اور سبز درخت میں سے آگ کے شعلے نکلتے دکھائی دیتے ہیں لیکن آگ کسی چیز میں جلتی ہوئی دکھائی نہیں دیتی' اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے اس درخت کو جس میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی تھی دیکھا ہے وہ سرسبز و شاداب ہرا بھرا درخت ہے جو چمک رہا ہے۔" بعض کہتے ہیں کہ یہ علیق کا درخت تھا بعض کہتے ہیں عوسج کا درخت تھا اور آپ علیہ السلام کی لکڑی بھی اسی درخت کی تھی۔ کلیم اللہ نے سنا کہ آواز آ رہی ہے کہ اے موسیٰ! میں ہوں رب العالمین جو اس وقت تجھ سے کلام کر رہا ہوں۔ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں نہ میرے سوا کوئی رب ہے۔ میں اس سے پاک ہوں کہ کوئی مجھ جیسے ہو۔ مخلوق میں سے کوئی بھی میرا شریک نہیں۔ میں یکتا بے مثل اور وحدہ لاشریک ہوں۔ میری ذات میرے صفات میرے افعال میرے اقوال میں میرا کوئی شریک ساجھی ساتھی نہیں میں ہر طرح پاک اور نقصان سے دور ہوں۔ اسی ندا میں فرمان ہوا کہ اپنی لکڑی زمین پر گرا دو اور میری قدرت اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ اور آیت میں ہے کہ پہلے دریافت فرمایا گیا کہ اے موسیٰ! تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ میری لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور جس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑ لیتا ہوں اور دوسرے بھی میرے بہت سے کام اس سے نکلتے ہیں۔ اب مطلع فرما کر لکڑی کو لکڑی کا احساس دلا کر پھر زمین پر انہی کے ہاتھوں پھینکوائی۔ وہ زمین پر گرتے ہی ایک پھن پھناتا ہوا اژدھا بن کر ادھر ادھر فراٹے بھرنے =

(1) ۲۸/ القصص:٤٤۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ ﴿٣٣﴾ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي ۖ إِنِّي أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ ﴿٣٤﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۚ بِآيَاتِنَا ۚ أَنتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے کہا پروردگار! میں نے ان کا ایک آدمی قتل کر دیا تھا اب مجھے دہشت ہے کہ وہ مجھے بھی قتل کر ڈالیں [٣٣] اور میرا بھائی ہارون مجھ سے بہت زیادہ فصیح زبان والا ہے تو اسے بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج کہ وہ مجھے سچا مانے مجھے تو خوف ہے کہ وہ سب مجھے جھٹلا دیں گے۔ [٣٤] اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو مضبوط کر دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے فرعونی تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے بہ سبب ہماری نشانیوں کے، تم دونوں اور تمہاری تابعداری کرنے والے ہی غالب رہیں گے۔ [٣٥]

= لگی۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ بولنے والا واقعی اللہ ہی ہے۔ جو قادر مطلق ہے وہ جس چیز کو جو فرما دے ٹل نہیں سکتا۔ سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں اس کا بیان بھی پورا گزر چکا ہے۔

اس خوفناک سانپ کو جو باوجود بہت بڑا اور بہت موٹا ہونے کے تیر کی طرح ادھر ادھر جا آ رہا تھا منہ کھولتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ ابھی نگل جائے گا۔ جہاں سے گزرتا تھا پتھر ٹوٹ ٹوٹ جاتے تھے اسے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سہم گئے اور دہشت کے مارے ٹھہر نہ سکے الٹے پیروں بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ وہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! ادھر آ۔ ڈر نہیں تو میرے امن میں ہے۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دل ٹھہر گیا۔ اطمینان سے بے خوف ہو کر وہیں اپنی جگہ آ کر باادب کھڑے ہو گئے۔ یہ معجزہ عطا فرما کر پھر دوسرا معجزہ یہ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالتے تو وہ چاند کی طرح چمکنے لگتا اور بہت بھلا معلوم ہوتا یہ نہیں کہ کوڑھ کے داغ کی طرح سفید ہو جائے یہ بھی بحکم باری تعالیٰ آپ نے وہیں کیا اور اپنے ہاتھ کو مثل چاند کے منور دیکھ لیا۔ پھر حکم دیا کہ تمہیں اس سانپ سے یا کسی گھبراہٹ ڈر خوف رعب سے دہشت معلوم ہو تو اپنے بازو اپنے بدن سے ملا لو ڈر خوف جاتا رہے گا اور یہ بھی وارد ہے کہ جو شخص اور دہشت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے دل پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت رکھ لے ان شاء اللہ اس کا ڈر خوف جاتا رہے گا۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل پر فرعون کا بہت خوف تھا پھر آپ جب اسے دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْرَاُبِكَ فِیْ نَحْرِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ)) اے اللہ! میں تجھے اس کے مقابلہ میں کرتا ہوں اور اس کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے رعب اور خوف ہٹا لیا اور فرعون کے دل میں ڈال دیا۔ پھر تو اس کا یہ حال ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی اس کا پیشاب خطا ہو جاتا تھا۔ یہ دونوں معجزے یعنی عصائے موسیٰ اور ید بیضا دے کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب فرعون اور فرعونیوں کے پاس رسالت لے کر جاؤ اور بطور دلیل یہ معجزے پیش کرو اور ان فاسقوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھاؤ۔

موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور اپنے بھائی کے لیے مقام نبوت کی دعا: [آیت:۳۳-۳۵] یہ گزر چکا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے خوف کھا کر اس کے شہر سے بھاگ نکلے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے وہیں اسی کے پاس نبی بن کر جانے کو فرمایا تو آپ علیہ السلام کو وہ سب یاد آ گیا اور عرض کرنے لگے کہ اے اللہ! ان کے ایک آدمی کی جان میرے ہاتھ سے نکل گئی تھی تو ایسا نہ ہو کہ وہ بدلے کا نام رکھ کر میرے قتل کے درپے ہو جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن کے زمانے میں جب کہ آپ کے سامنے بطور تجربہ کے ایک آگ کا انگارہ اور ایک کھجور یا ایک موتی رکھا تھا تو آپ علیہ السلام نے انگارہ پکڑ لیا تھا اور منہ میں ڈال لیا تھا۔ اس واسطے آپ علیہ السلام کی زبان میں کچھ کسر رہ گئی تھی اور اسی لئے آپ علیہ السلام نے اپنی زبان کی بابت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو میرا وزیر بنا دے اس سے میرا بازو مضبوط کرا اور اسے میرے کام میں شریک کر تاکہ نبوت و رسالت کا فریضہ ادا ہو اور تیرے بندوں کو تیری کبریائی کی دعوت دے سکیں یہاں بھی آپ علیہ السلام کی یہی دعا منقول ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا میرے بھائی ہارون کو میرے ساتھ ہی اپنا رسول بنا کہ وہ میرا معین وزیر ہو جائے' وہ میری باتوں کو باور کرائے تاکہ میرا بازو مضبوط رہے دل بڑھا ہوا رہے اور یہ بھی بات ہے کہ دو آوازیں بہ نسبت ایک آواز کے زیادہ مضبوط اور بااثر ہوتی ہیں۔ میں اکیلا رہا تو ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلا نہ دیں اور ہارون ساتھ ہوا تو میری باتیں بھی لوگوں کو سمجھا دیا کرے گا۔ جناب باری ارحم الراحمین نے جواب دیا کہ تیرا سوال منظور ہے ہم تیرے بھائی سے تجھ کو سہارا دیں گے اور اسے بھی تیرے ساتھ نبی بنا دیں گے۔

جیسے اور آیت میں ہے ﴿قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ۝﴾ ❶ اے موسیٰ! تیرا سوال پورا کر دیا گیا۔ اور آیت میں ہے کہ ہم نے اپنی رحمت سے اسے اور اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا دیا۔ اسی لئے بعض سلف کا فرمان ہے کہ کسی بھائی نے اپنے بھائی پر وہ احسان نہیں کیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام پر کیا' اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے انہیں نبی بنوا دیا یہ موسیٰ علیہ السلام کی بڑی بزرگی کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی دعا بھی رد نہ کی۔ واقعی آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے ہی مرتبہ والے تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم تم دونوں کو زبردست دلیلیں اور کامل حجتیں دیں گے فرعونی تمہیں کوئی ایذا نہیں دے سکتے' کیونکہ تم میرا پیغام میرے بندوں کے نام پہنچانے والے ہو۔ ایسوں کو میں آپ دشمنوں سے سنبھالتا ہوں۔ ان کا مددگار اور مؤید میں خود بن جاتا ہوں۔ انجام کار تم اور تمہارے ماننے والے ہی غالب آئیں گے جیسے فرمان ہے اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ قوت والا عزت والا ہے۔

اور آیت میں ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ ❷ الخ۔ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں الخ۔ ''ابن جریر رحمہ اللہ کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے دیئے ہوئے غلبہ کی وجہ سے فرعونی تمہیں تکلیف نہ پہنچا سکیں گے اور ہماری دی ہوئی آیتوں کی وجہ سے غلبہ صرف تمہیں ہی حاصل ہوگا۔'' لیکن پہلے جو مطلب بیان ہوا اس سے بھی یہ ثابت ہے تو اس کی کوئی حاجت ہی نہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

❶ ۲۰/ طٰہٰ:۳۶۔ ❷ ۴۰/ المؤمن:۵۱۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا
بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ
عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ
يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ
فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾
وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾
فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾
وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع

ترجمہ: جب ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام ہمارے دیئے ہوئے کھلے معجزے لے کر پہنچے تو وہ کہنے لگے یہ تو صرف گھڑا گھڑایا جادو ہے۔ ہم نے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانہ میں کبھی یہ نہیں سنا۔[۳۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے میرا رب تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس کے پاس کی ہدایت لے کر آتا ہے اور جس کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہوتا ہے۔ یقیناً بے انصافوں کا بھلا نہ ہوگا۔[۳۷] فرعون کہنے لگا اے درباریو! میں تو اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود نہیں جانتا۔ سن اے ہامان تو میرے لئے مٹی کو آگ سے پکوا پھر میرے لئے ایک محل تعمیر کر تو میں موسیٰ علیہ السلام کے معبود کو جھانک لوں اسے میں تو جھوٹوں میں سے ہی گمان کر رہا ہوں۔[۳۸] اس نے اور اس کے لشکروں نے ناواجبی طریقے پر ملک میں تکبر کیا اور یہ سمجھ لیا کہ وہ ہماری جانب لوٹائے ہی نہ جائیں گے۔[۳۹] بالآخر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا برد کر دیا۔ اب دیکھ لے کہ ان گنہگاروں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟[۴۰] اور ہم نے انہیں ایسے امام بنا دیئے کہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلائیں اور روز قیامت مطلق مدد نہ کئے جائیں۔[۴۱] ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے اپنی لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔[۴۲]

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر قوم کا تعجب: [آیت:۳۶-۴۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام خلعت نبوت سے اور کلام باری تعالیٰ سے ممتاز ہو کر بحکم باری تعالیٰ مصر میں پہنچے اور فرعون اور فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدت اور اپنی رسالت کی تلقین کی ساتھ ہی جو معجزے اللہ تعالیٰ نے دیئے تھے انہیں دکھلائے سب کو مع فرعون کے یقین کامل ہو گیا کہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں لیکن مدتوں کا غرور اور پرانا کفر سر اٹھائے بغیر نہ رہا اور زبانیں دل کے خلاف کر کے کہنے لگے یہ تو صرف مصنوعی جادو ہے۔ اب اپنے دبدبے اور قوت و طاقت سے حق کے مقابلہ پر جم گئے اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں کا سامنا کرنے پر تل گئے اور کہنے لگے کبھی ہم نے تو نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ہم تو کیا ہمارے اگلے باپ دادوں کے کان بھی آشنا نہیں تھے ہم سب کے سب مع اپنے بڑے چھوٹوں کے بہت سے معبودوں کو پوجتے رہے یہ نئی باتیں لے کر کہاں سے آ گیا۔ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے اور تم کو اللہ تعالیٰ

خوب جانتا ہے وہی ہم تم میں فیصلے کرے گا ہم میں سے ہدایت پر کون ہے؟ اور کون نیک انجام ہے؟ اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے وہ فیصلہ کر دے گا اور تم عنقریب دیکھ لو گے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید کس کا ساتھ دیتی ہے؟ ظالم یعنی مشرک کبھی خوش انجام اور شاد کام نہیں ہوئے وہ نجات سے محروم ہیں۔

فرعون کی حد سے زیادہ سرکشی: فرعون کی سرکشی اور اس کے الہامی دعویٰ کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو بے عقل بنا کر ان سے اپنا دعویٰ منوا لیا۔ اس نے ان کمینوں کو جمع کر کے ہانک لگائی کہ تمہارا رب میں ہی ہوں۔ سب سے اعلیٰ اور بلند تر ہستی میری ہی ہے اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذابوں میں پکڑ لیا اور دوسروں کے لئے اسے نشان عبرت بنایا۔ ان کمینوں نے اسے معبود مان کر اس کا دماغ یہاں تک بڑھا دیا کہ اس نے کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ڈانٹ کر کہا کہ سن رکھ اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنایا تو میں تجھے قید میں ڈال دوں گا۔ انہی سفلے لوگوں میں بیٹھ کر اپنا دعویٰ انہیں منوا کر اپنے ہی جیسے اپنے خبیث وزیر ہامان سے کہتا ہے کہ تو ایک پڑاوا بنا اور اس میں اینٹیں پکوا اور میرے لئے ایک بلند و بالا محل بنا کہ میں چڑھ کر جھانک لوں کہ واقعہ میں موسیٰ علیہ السلام کا کوئی اللہ تعالیٰ ہے بھی یا نہیں۔ گو مجھے اس کے دروغ گو ہونے کا علم تو ہے مگر میں اس کا جھوٹ تم سب پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ اسی کا بیان آیت ﴿يَا هَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا﴾ ❶ الایۃ میں بھی ہے۔ چنانچہ ایک بلند محل بنایا گیا کہ اس سے اونچا دنیا میں دیکھا نہیں گیا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف دعویٰ رسالت میں ہی جھوٹا جانتا تھا بلکہ یہ تو وجود باری تعالیٰ کا قائل ہی نہ تھا۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے اس نے کہا ﴿وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ رب العالمین ہے کیا؟ اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تو نے میرے سوا کسی کو اللہ جانا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔ اس آیت میں بھی ہے کہ اس نے اپنے درباریوں سے کہا میرے علم میں تو بجز میرے تمہارا اللہ کوئی اور نہیں۔ جب اس کی اور اس کی قوم کی طغیانی اور سرکشی حد سے گزر گئی' ملک اللہ میں ان کے فساد کی کوئی انتہا نہ رہی ان کے عقیدے کھوٹے پیسے جیسے ہو گئے قیامت کے حساب کے بالکل منکر بن بیٹھے تو بالآخر اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر برس پڑے اور رب نے انہیں تاک لیا اور بیج تک کھو دیا سب کو اپنے عذاب میں پکڑ لیا اور ایک ہی دن ایک ہی وقت ایک ساتھ دریا برد کر دیا۔ لوگو! سوچ لو کہ ظالموں کا کیسا عبرتناک انجام ہوتا ہے۔ ہم نے انہیں جہنمیوں کا امام بنا دیا ہے کہ یہ لوگوں کو ان کاموں کی طرف بلاتے ہیں جن سے وہ اللہ کے عذابوں میں جلیں۔ جو بھی ان کی روش پر چلا اسے وہ جہنم میں لے گئے جس نے بھی رسولوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کو نہ مانا وہ ان کی راہ پر ہے۔ قیامت کے دن بھی ان کی کچھ نہ چلے گی کہیں سے انہیں کوئی امداد نہ پہنچے گی دونوں جہان میں یہ نقصان اور خسران میں رہیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾ ❷ ہم نے انہیں تہ و بالا کر دیا' اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوا۔ دنیا میں بھی یہ ملعون ہوئے اللہ تعالیٰ کی' اس کے فرشتوں کی' اس کے نبیوں کی اور تمام نیک بندوں کی ان پر لعنت ہے جو بھی بھلا آدمی ان کا نام سنے گا ان پر پھٹکار بھیجے گا دنیا میں بھی یہ ملعون ہوئے اور آخرت میں بھی قباحت والے ہوں گے جیسے فرمان ہے ﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ❸ یہاں بھی پھٹکار وہاں بھی لعنت۔

---

❶ ٤٠/ المؤمن:٣٦۔

❷ ٤٧/ محمد:١٣۔

❸ ١١/ هود:٩٩۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾

ترجمہ: ان اگلے زمانہ والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ایسی کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لئے دلیل اور ہدایت و رحمت ہو کر آئی تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کرلیں۔[۴۳] طور کے مغربی جانب جب کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم احکام کی وحی پہنچائی تھی نہ تو تو موجود تھا اور نہ تو دیکھنے والوں میں سے تھا[۴۴] لیکن ہم نے بہت سے زمانے پیدا کئے جن پر لمبی مدتیں گزر گئیں اور نہ تو مدین کے رہنے والوں میں سے تھا کہ ان کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا بلکہ ہم ہی رسولوں کے بھیجنے والے رہے۔[۴۵] اور نہ تو طور کی طرف تھا جب کہ ہم نے آواز دی بلکہ یہ تیرے پروردگار کی طرف سے ایک رحمت ہے اس لئے کہ تو ان لوگوں کو ہوشیار کردے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا کیا عجب کہ وہ نصیحت حاصل کرلیں۔[۴۶] اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انہیں ان کے اپنے ہاتھوں آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی تو یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیتوں کی تابعداری کرتے اور ایمان والوں میں سے ہو جاتے۔[۴۷]

آسمانی کتاب تورات کی خصوصیات: [آیت:۴۳۔۴۷] اس آیت میں ایک لطیف بات یہ ہے کہ فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد والی امتیں اس طرح عذاب آسمانی سے ہلاک نہیں ہوئیں۔ بلکہ جس امت نے سرکشی کی اس کی سرکشی کا بدلہ اسی زمانہ کے نیک لوگوں کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے اسے دلوایا۔ مؤمنین مشرکین سے جہاد کرتے رہے جیسے فرمان باری تعالیٰ ﴿وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝﴾ ❶ الخ یعنی فرعون اور جو امتیں اس سے پہلے ہوئیں اور الٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والے یعنی قوم لوط یہ سب لوگ بڑے بڑے قصوروں کے مرتکب ہوئے اور اپنے اپنے زمانہ کے رسولوں کی نافرمانیوں پر کمر کس لی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بھی بڑی سخت پکڑ سے پکڑ لیا۔ اس گروہ کی ہلاکت کے بعد بھی اللہ کے انعام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتے رہے جن میں سے ایک بہت بڑے انعام کا ذکر یہاں ہے کہ انہیں تورات ملی۔ اس تورات کے نازل ہونے کے بعد کسی قوم کو آسمان کے یا زمین کے

❶ ٦٩/ الحاقة:٩۔

عام عذاب سے ہلاک نہیں کیا گیا سوائے اس بستی کے چند مجرموں کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حرمت کے خلاف ہفتے کے دن شکار کھیلا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سور بندر بنا دیا تھا۔ یہ واقعہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے جیسے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد ہی اپنے قول کی شہادت میں یہی آیت ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا﴾ کی تلاوت فرمائی۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی قوم کو عذاب آسمانی یا زمینی سے ہلاک نہیں کیا۔ ایسے عذاب جتنے آئے آپ سے پہلے ہی پہلے آئے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔'' ❶ پھر تورات کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ لوگوں کو اندھاپے سے گمراہی سے نکالنے والی تھی اور رب تعالیٰ کی رحمت تھی نیک اعمال کی ہادی تھی تاکہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں اور نصیحت بھی اور راہ راست پر آ جائیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل دیتا ہے کہ ایک وہ شخص جو محض امی ہو جس نے ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو جو اگلی کتابوں سے محض ناآشنا ہو جس کی قوم کی قوم علمی مشاغل سے اور گزشتہ تاریخ سے بالکل بے خبر ہو وہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کامل فصاحت و بلاغت کے ساتھ بالکل سچے ٹھیک اور صحیح گزشتہ واقعات کو اس طرح بیان کرے جیسے کہ اس کے اپنے چشم دید ہوں اور جیسے کہ وہ خود ان کے ہونے کے وقت وہیں موجود ہو کیا یہ اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تلقین کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود اپنی وحی کے ذریعہ سے انہیں وہ تمام باتیں بتلاتا ہے۔ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے بھی قرآن نے اس چیز کو پیش کیا ہے اور فرمایا ہے ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ﴾ ❷ الخ جب کہ وہ حضرت مریم علیہا السلام کے پالنے کے لئے قلمیں ڈال کر فیصلے کر رہے تھے اس وقت تو ان کے پاس موجود نہ تھا اور نہ تو اس وقت تھا جبکہ وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے پس باوجود عدم موجودگی اور بے خبری کے آپ کا اس طرح اس واقعہ کو بیان کرنا کہ گویا اس وقت آپ وہیں موجود تھے اور آپ کے سامنے ہی تمام واقعات گزر رہے تھے آپ کی نبوت کی کھری دلیل ہے اور صاف نشانی ہے اس امر پر کہ آپ وحی الٰہی سے یہ کہہ رہے ہیں۔

اسی طرح نوح نبی کا واقعہ بیان فرما کر فرمایا ﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ﴾ ❸ یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم بذریعہ وحی کے تم تک پہنچا رہے ہیں تو اور تیری ساری قوم اس وحی سے پہلے ان واقعات سے محض بے خبر تھی اب صبر کیساتھ دیکھتا رہ اور یقین مان کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے والے ہی نیک انجام ہوتے ہیں۔ سورۂ یوسف کے آخر میں بھی ارشاد ہوا ہے کہ یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم بذریعہ وحی کے تیرے پاس بھیج رہے ہیں' تو انکے پاس اسوقت موجود نہ تھا جبکہ برادران یوسف نے اپنا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور اپنی تدبیروں میں لگ گئے تھے سورۂ طٰہٰ میں عام طور پر فرمایا ﴿كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ﴾ ❹ اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کی خبریں بیان فرماتے ہیں۔ پس یہاں بھی موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ان کی نبوت کی ابتدا وغیرہ اول سے آخر تک بیان فرما کر فرمایا کہ تم اے محمد! مغربی پہاڑ کی جانب جہاں کے مشرقی درخت میں سے جو وادی کے کنارے تھا رب تعالیٰ نے اپنے کلیم سے باتیں کیں موجود نہ تھے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ آپ کو یہ سب معلومات کرائیں' تاکہ یہ آپ کی نبوت کی دلیل ہو جائے ان زمانوں پر جو مدتوں سے چلے آ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو وہ بھول بھال چکے ہیں اگلے نبیوں کی وحی انکے ہاتھوں سے گم ہو چکی ہے اور نہ تو مدین میں رہتا تھا کہ وہاں کے نبی (حضرت) شعیب علیہ السلام کے حالات بیان کرتا جو ان میں اور انکی قوم میں ==

❶ حاکم، ۲/ ۴۰۸؛ البزار ۲۲۴۸ وسندہ صحیح، مجمع الزوائد، ۷/ ۸۸۔

❷ ۳/ آل عمران: ۴۴۔ ❸ ۱۱/ ھود: ۴۹۔ ❹ ۲۰/ طٰہٰ: ۹۹۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ ۧ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ ۭ

ع ۵ / ۸

ترجمہ: پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے وہ کیوں نہیں دیا گیا جیسے دیئے گئے تھے موسیٰ علیہ السلام۔ اچھا تو کیا موسیٰ علیہ السلام کو جو کچھ دیا گیا تھا اس کے ساتھ لوگوں نے کفر کیا تھا۔ صاف کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ہم تو ان سب کے منکر ہیں۔[۴۸] کہہ دے کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اسی کی پیروی کرلوں گا اگر تم سچے ہو[۴۹] پھر اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کرلے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر رب کی رہنمائی کے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔[۵۰] ہم برابر پے در پے لوگوں کے لئے اپنا کلام لاتے رہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کرلیں۔[۵۱]

== واقع ہوئے تھے۔ بلکہ ہم نے بذریعہ وحی کے تجھے یہ سب خبریں پہنچائیں اور تمام جہان کی طرف تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ اور نہ تو طور کی طرف تھا جب کہ ہم نے آواز دی۔ نسائی میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آواز دی گئی کہ اے امت محمد! تم مجھ سے مانگو اس سے پہلے میں نے تمہیں دیدیا' اور تم مجھ سے دعا کرو اس سے پہلے میں قبول کر چکا۔ ❶ مقاتل کہتے ہیں'' کہ ہم نے تیری امت کو جو ابھی باپ دادوں کی پیٹھ میں تھی آواز دی کہ جب تو نبی بنا کر بھیجا جائے تو وہ تیری اتباع کریں۔'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں '' مطلب یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی۔'' یہی زیادہ مشابہ اور مطابق ہے کیونکہ اوپر بھی یہی ذکر ہے۔ اوپر عام طور پر بیان تھا یہاں خاص طور سے ذکر کیا جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى﴾ ❷ جب کہ تیرے پروردگار نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی۔ اور آیت میں ہے کہ وادی مقدس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو پکارا۔ اور آیت میں ہے کہ طور ایمن کی طرف سے ہم نے اسے پکارا اور سرگوشیاں کرتے ہوئے اسے اپنا قرب عطا فرمایا۔ پھر فرماتا ہے کہ ان میں سے ایک واقعہ بھی نہ تیری حاضری کا ہے نہ تیرا چشم دید ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو وہ اپنی رحمت سے تجھ پر نازل فرما رہا ہے اور یہ بھی اس کی رحمت ہے کہ تجھے اپنے بندوں کی طرف اپنا ہی نبی بنا کر بھیجا کہ تو ان لوگوں کو آگاہ اور ہوشیار کردے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ہدایت پائیں۔ اور اس لئے بھی کہ انکی کوئی دلیل باقی نہ رہ جائے اور کوئی عذر ان کے ہاتھ میں نہ رہے یا اپنے کفر کی وجہ سے عذابوں کو آتا دیکھ کر یہ نہ کہہ سکیں کہ انکے پاس کوئی رسول آیا ہی نہ تھا جو انہیں راہ راست کی تعلیم دیتا اور جیسے کہ اور جگہ اپنی

❶ حاکم، ۲/ ۴۰۸ ح ۳۵۳۵ وسندہ ضعیف۔ ❷ ۲۶/ الشعرآء: ۱۰۔

مبارک کتاب قرآن کریم کے نزول کو بیان فرما کر فرمایا کہ یہ اسلئے ہے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کی دونوں جماعتوں پر اتری تھی لیکن ہم تو اس درس وتدریس سے بالکل غافل تھے اگر ہم پر کتاب نازل ہوتی تو یقیناً ہم ان سے زیادہ راہ راست پر آ جاتے اب بتاؤ کہ خود تمہارے پاس بھی تمہارے رب کی دلیل اور ہدایت ورحمت آ چکی۔ اور آیت میں ہے رسول ہیں خوشخبریاں دینے والے ڈرانے والے تاکہ ان رسولوں کے بعد کسی کی کوئی حجت اللہ تعالیٰ پر باقی نہ رہ جائے اور آیت میں فرمایا ﴿یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ﴾ ❶ الخ اہل کتاب! اس زمانہ میں جو رسولوں کی عدم موجودگی کا چلا آ رہا تھا ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر ونذیر نہیں پہنچا' لو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ پہنچا۔ اور آیتیں بھی اس مضمون کی بہت سی ہیں غرض رسول آ چکے اور تمہارا یہ عذر کٹ گیا کہ اگر رسول آتے تو ہم اسکی مانتے اور مؤمن ہو جاتے۔

کفار کے ایک سوال کا جواب: [آیت: ۴۸-۵۱] پہلے بیان ہوا کہ اگر نبیوں کے بھیجنے سے پہلے ہی ہم ان پر عذاب بھیج دیتے تو ان کی یہ بات رہ جاتی کہ اگر رسول ہمارے پاس آتے تو ہم ضرور ان کی مانتے اس لئے ہم نے رسول بھیجے۔ بالخصوص حضرت محمد ﷺ کو آخر الزمان رسول بنا کر بھیجا جب حضور ﷺ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آنکھیں پھیر لیں منہ موڑ لیا اور تکبر وعناد کے ساتھ ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ کہنے لگا کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزے دیئے گئے تھے جیسے لکڑی اور ہاتھ اور طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون اور اناج کی پھلوں کی کمی وغیرہ جن سے دشمنان اللہ تنگ آ گئے اور دریا کو چیرنا اور ابر کا سایہ کرنا اور مَن وسلویٰ کا اتارنا وغیرہ۔ جو زبردست اور بڑے بڑے معجزے تھے انہیں کیوں نہیں دیئے گئے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ لوگ جس واقعہ کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں اور جس جیسے معجزے طلب کر رہے ہیں یہ خود انہی معجزوں کو کلیم اللہ کے ہاتھوں ہوتے ہوئے دیکھ کر ہی کونسا ایمان لائے تھے؟ جواب ان کے ایمان کی کوئی تمنا کرے؟ انہوں نے تو ان تمام معجزوں کو دیکھ کر صاف کہا تھا کہ یہ دونوں بھائی ہمیں اپنے بڑوں کی تابعداری سے ہٹانا چاہتے ہیں اور اپنی بڑائی ہم سے منوانا چاہتے ہیں۔ ہم تو ہرگز انہیں مان کر نہیں دیں گے۔ دونوں نبیوں کو جھٹلاتے رہے آخر انجام ہلاک کر دیئے گئے۔ تو فرمایا کہ ان کے بڑے جو بزمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا تھا اور ان معجزوں کو دیکھ کر صاف کہ دیا تھا کہ یہ دونوں بھائی جادوگر ہیں آپس میں متفق ہو کر ہمیں زیر کرنے اور اپنے آپ کو بڑا منوانے کے لئے آئے ہیں ہم تو ان دونوں میں سے کسی کی بھی نہیں مانیں گے۔ یہاں گو ذکر صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے لیکن چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام ان کے ساتھ ایسے رلے ملے تھے کہ گویا دونوں ایک تھے تو ایک کے ذکر کو ہی دوسرے کے ذکر کے لئے کافی سمجھا جیسے کسی شاعر کا قول ہے کہ جب میں کسی جگہ کا ارادہ کرتا ہوں تو میں نہیں جانتا کہ وہاں مجھے نفع ملے گا یا میرا نقصان ہوگا؟ تو یہاں بھی شاعر نے خیر کا لفظ تو کہا ہے مگر شر کا لفظ بیان نہیں کیا ہے کیونکہ خیر وشر دونوں کی ملازمت مقاربت اور مصاحبت ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہودیوں نے قریش سے کہا کہ تم یہ اعتراض حضور ﷺ پر کرو انہوں نے کیا اور جواب پا کر خاموش ہو رہے۔'' ❷ ایک قول یہ بھی ہے ''کہ دونوں جادوگروں سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ ہیں۔'' ایک قول یہ بھی ہے ''کہ مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ ہیں۔'' لیکن اس تیسرے قول میں تو بہت ہی بُعد ہے اور دوسرے قول سے بھی پہلا قول مضبوط اور عمدہ ہے اور بہت قوی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یہ مطلب ﴿سَاحِرَانِ﴾ کی قرأت پر ہے اور جن کی قرأت ﴿سِحْرَانِ﴾ ہے وہ کہتے ہیں مراد تورات اور قرآن ہے ❸ جو ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں۔ کوئی کہتا ہے مراد تورات وانجیل ہے کسی کا قول =

❶ ٥/ المآئدة: ١٩۔ ❷ الطبری، ١٩/ ٥٨٨۔ ❸ ایضًا، ١٩/ ٥٨٩۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: جس کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عنایت فرمائی وہ تو اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔[۵۲] جب اس کی آیتیں ان کے پاس پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کے ہمارے رب کی طرف سے اور حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں۔[۵۳] یہ اپنے کیے ہوئے صبر کے بدلے دوہرا دوہرا اجر دیئے جائیں گے یہ نیکی سے بدی کو ٹال دیتے ہیں اور ہم نے جو انہیں دے رکھا ہے یہ بھی دیتے رہتے ہیں۔[۵۴] اور جب بیہودہ بات کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے تم پر سلام ہو ہم جاہلوں کی ہم نشینی کے طالب نہیں۔[۵۵]

= ہے کہ انجیل اور قرآن مراد ہے وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ لیکن اس قرأت پر بھی ظاہری تورات وقرآن کے معنی ٹھیک ہیں کیونکہ اس کے بعد ہی فرمان رب تعالیٰ ہے کہ تم ہی ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی کوئی کتاب رب تعالیٰ کے ہاں سے لاؤ جس کی میں تابعداری کروں۔ تورات وقرآن کو اکثر ایک ہی جگہ قرآن کریم میں بیان فرمایا گیا ہے جیسے فرمایا ﴿قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ❶ پس یہاں تورات کے معنی نور وہدایت ہونے کا ذکر فرما کر پھر فرمایا ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ﴾ ❷ اور اس کتاب کو بھی ہم نے ہی بابرکت بنا کر اتارا ہے۔ اور سورہ کے اخیر میں فرمایا ﴿ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ❸ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی۔ اور فرمان ہے اس ہماری اتاری ہوئی مبارک کتاب کی تم پیروی کرو رب تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ جنات کا قول قرآن میں ہے کہ انہوں نے کہا ہم نے وہ کتاب سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتاری گئی ہے جو اپنے سے پہلے کی اور اللہ کی کتابوں کو سچانے والی ہے۔ ورقہ بن نوفل کا قول حدیث کی کتابوں میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا تھا یہ وہی اللہ تعالیٰ کے راز داں بھیدی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ کی طرف بھیجے گئے ہیں ❹ جس شخص نے غائر نظر سے علم دین کا مطالعہ کیا ہے اس پر یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آسمانی کتابوں میں سب سے زیادہ عظمت وشرافت والی عزت وکرامت والی کتاب تو یہی قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ حمید ومجید نے اپنے رؤف ورحیم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔

اس کے بعد تورات کا درجہ ہے جس میں ہدایت ونور تھا۔ جس کے مطابق انبیا اور ان کے ماتحت حکم احکام جاری کرتے رہے۔ انجیل تو صرف تورات کو تمام کرنے والی اور بعض حرام کو حلال کرنے والی تھی اسی لئے یہاں فرمایا کہ ان دونوں کتابوں سے بہتر کتاب اگر تم اللہ تعالیٰ کے ہاں سے لاؤ تو میں اس کی تابعداری کے لئے آمادہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ جو آپ کہتے ہیں وہ بھی اگر یہ نہ کریں اور نہ

❶ ٦/ الانعام:٩١۔ ❷ ٦/ الانعام:٩٢۔ ❸ ٦/ الانعام:١٥٤۔

❹ صحيح بخاری، كتاب بدء الوحی، باب كيف كان بدء الوحی الى رسول الله ﷺ ٣؛ صحيح مسلم ١٦٠۔

آپ کی تابعداری میں آئیں تو جان لے کہ دراصل انہیں دلیل و برہان کی کوئی حاجت ہی نہیں' یہ صرف جھگڑالو ہیں اور خواہش پرست ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ خواہش کے پابند لوگوں سے جو ربانی ہدایت سے خالی ہوں بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ اس میں انہماک کر کے جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں وہ آخر تک راہ راست سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ہم نے ان کے لئے تفصیلی قول بیان کر دیا واضح کر دیا صاف کر دیا' اگلی پچھلی باتیں بیان کر دیں قریشیوں کے سامنے سب کچھ ظاہر کر دیا۔ ❶ بعض مراد اس سے رفاعہ لیتے ہیں اور ان کے ساتھ کے اور نو آدمی۔ یہ رفاعہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے ماموں ہیں جنہوں نے تمیمہ بنت وہب کو طلاق دی تھی جن کا دوسرا نکاح عبدالرحمٰن بن زبیر سے ہوا تھا۔

اہل کتاب کو نیک اعمال پر دوہرا اجر: [آیت:۵۲-۵۵] اہل کتاب کے علما جو درحقیقت ربانی دوست تھے ان کے پاکیزہ اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ قرآن کو مانتے ہیں' جیسے فرمان ہے جنہیں ہم نے کتاب دی ہے اور وہ سمجھ بوجھ کر پڑھتے ہیں ان کا تو اس قرآن پر ایمان ہے۔ اور آیت میں ہے بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ کو مان کر تمہاری طرف نازل شدہ کتاب کو اور اپنی طرف اتری ہوئی کتاب کو بھی مانتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جگہ ہے پہلے کے اہل کتاب ایسے بھی ہیں کہ ہمارے اس قرآن کی آیتیں سن کر سجدوں میں گر پڑتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں کہ ﴿سُبْحَانَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا﴾ ❷ اور آیت میں ہے ﴿وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصَارٰى﴾ ❸ الآیہ یعنی مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں سے قریب تر انہیں پاؤ گے جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں اس لئے کہ ان میں علما اور مشائخ ہیں اور یہ لوگ کبر و غرور سے خالی ہیں اور قرآن کو سن کر رو دیتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے اے اللہ ہمیں بھی اپنے دین کا ماننے والا لکھ لے۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے ''کہ جن کے حق میں یہ فرمایا گیا ہے یہ ستر بزرگ علما تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجاشی (شاہ حبشہ) کے بھیجے ہوئے آئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سورۂ یٰس سنائی جسے سن کر یہ رونے لگے اور مسلمان ہو گئے۔ انہی کے بارے میں یہ آیتیں اتریں کہ یہ انہیں سنتے ہی اپنے موحد مخلص ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور قبول کر کے مؤمن مسلم بن جاتے ہیں۔'' ان کی ان صفتوں پر اللہ تعالیٰ بھی انہیں دوہرا اجر دیتا ہے ایک پہلی کتاب کو ماننے کا دوسرا اس قرآن کی تسلیم و تعمیل کا۔ یہ اتباع حق پر ثابت قدمی کرتے ہیں جو دراصل ایک مشکل اور اہم کام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''کہ تین قسم کے لوگوں کو دوہرا اجر ملتا ہے۔ اہل کتاب جو اپنے نبی کو مان کر پھر مجھ پر بھی ایمان لائے' غلام مملوک جو اپنے مجازی آقا کی حکم برداری کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی بھی کرتا رہے اور وہ شخص جس کے پاس کوئی لونڈی ہو جسے وہ ادب و علم سکھائے پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے۔'' ❹ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''کہ فتح مکہ والے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے ساتھ ہی اور بالکل پاس ہی تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بہترین باتیں ارشاد فرمائیں جن میں یہ بھی فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں سے جو مسلمان ہو جائے اسے دوہرا اجر ہے اور اس کے عام مسلمانوں کے برابر حقوق ہیں ❺ پھر ان کے نیک اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ یہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں درگزر کر دیتے ہیں اور نیک سلوک ہی کرتے ہیں اور اپنی حلال روزیاں اللہ تعالیٰ کے نام خرچ کرتے ہیں =

---

❶ الطبري، ۱۹/ ۵۹۳، ۵۹٤۔ ❷ ۱۷/ بنیٓ اسرآئیل:۱۰۸۔ ❸ ٥/ المآئدة:۸۲۔

❹ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته وأهله ۹۷؛ صحیح مسلم ۱۵٤؛ ابوداود ۲۰۵۳؛ ترمذی ۱۱۱٦؛ ابن ماجه ۱۹۵٦؛ احمد، ٤/ ۳۹۵؛ ابن حبان ۲۲۷۔

❺ احمد، ٥/ ۲۵۹، ح ۲۲۲۳٤؛ تفسیر طبری، ۲۷/ ۱٤۲ وسنده حسن۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ وَقَالُوا إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾

ترجمہ: تو جسے چاہے ہدایت نہیں کر سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے۔[۵۶] کہنے لگے اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت کے تابعدار بن جائیں تو ہم اپنے ملک سے اچک لئے جائیں۔ کیا ہم نے انہیں امن وامان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی؟ جہاں تمام چیزوں کے پھل کھچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس بطور رزق کے ہیں لیکن ان میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے۔[۵۷]

= اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھی پالتے ہیں زکوٰۃ' صدقات' خیرات میں بھی بخل نہیں کرتے۔ لغویات سے بچے ہوئے رہتے ہیں ایسے لوگوں سے دوستیاں نہیں کرتے ایسی مجلسوں سے دور رہتے ہیں بلکہ کبھی اچانک گزر ہو بھی جائے تو بزرگانہ طور پر ہٹ جاتے ہیں ایسوں سے میل جول الفت محبت نہیں کرتے صاف کہہ دیتے ہیں کہ تمہاری کرنی تمہارے ساتھ ہمارا عمل ہمارے ساتھ یعنی جاہلوں کی سخت کلامی بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ انہیں ایسا جواب نہیں دیتے کہ وہ اور بھڑکیں بلکہ چشم پوشی کر لیتے ہیں اور طرح دے جاتے ہیں چونکہ خود پاک نفس ہیں اس لئے پاکیزہ کلام ہی منہ سے نکالتے ہیں۔ کہہ دیتے ہیں کہ تم پر سلام ہو ہم نہ جاہلانہ روش پر چلیں نہ جہالت کی چال کو پسند کریں۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''کہ آنحضرت ﷺ کے پاس حبشہ سے تقریباً بیس نصرانی آئے۔ آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے یہیں یہ بھی بیٹھ گئے' اور بات چیت شروع کر دی۔ اس وقت قریشی اپنی اپنی بیٹھکوں میں کعبہ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان عیسائی علما نے جب سوالات کر لئے اور جوابات سے ان کی تشفی ہو گئی تو آپ ﷺ نے دین اسلام ان کے سامنے پیش کیا اور قرآن کریم کی تلاوت کر کے انہیں سنائی۔ چونکہ یہ لوگ لکھے پڑھے سنجیدہ اور روشن دماغ تھے' قرآن نے ان کے دلوں پر اثر کیا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ انہوں نے فوراً دین اسلام قبول کر لیا اللہ تعالیٰ کے رسول پر ایمان لائے کیونکہ حضور ﷺ کی جو جو صفتیں انہوں نے اپنی آسمانی کتابوں میں پڑھی تھیں سب آپ ﷺ میں موجود پائیں۔ جب یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس سے جانے لگے تو ابو جہل ملعون اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے انہیں راستے میں ملا اور تمام قریشیوں نے مل کر انہیں طعنے دینے شروع کئے اور برا کہنے لگے کہ تم سے بدترین وفد کسی قوم کا ہم نے نہیں دیکھا' تمہاری قوم نے تمہیں اس شخص کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا یہاں آ کر تم نے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا اور اس کا ایسا رنگ تم پر چڑھا کہ ذرا سی دیر میں اپنے دین کو ترک کر کے دین بدل دیا اور اسی کا کلمہ پڑھنے لگے تم سے زیادہ احمق ہم نے تو کسی کو نہیں پایا وغیرہ۔ انہوں نے ٹھنڈے دل سے یہ سب سن لیا اور جواب دیا کہ ہم تمہارے ساتھ جاہلانہ باتیں کرنا پسند نہیں کرتے' ہمارا دین ہمارے ساتھ تمہارا مذہب تمہارے ساتھ ہم نے جس بات میں اپنی بھلائی دیکھی اسے قبول کر لیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وفد نجران کے نصرانیوں کا تھا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیتیں انہی کے بارے میں اتری ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ سے ان آیتوں کا شان نزول پوچھا گیا'' تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے علما سے یہی سنتا چلا آیا ہوں کہ یہ آیتیں نجاشی اور ان کے اصحاب کے بارے میں اتری ہیں۔''

اور سورۂ مائدہ کی آیتیں ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾ سے ﴿مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۝﴾ ❶ تک کی آیتیں بھی انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

ہدایت نبی علیہ السلام کے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے: [آیت:۵۶۔۵۷]اے نبی! کسی کو ہدایت پر لا کھڑا کرنا تمہارے قبضے کی چیز نہیں آپ پر تو صرف پیغام رب کے پہنچا دینے کا فریضہ ہے۔ ہدایت کا مالک رب ہے وہ اپنی حکمت کے ساتھ جسے چاہے قبول ہدایت کی توفیق بخشتا ہے جیسے فرمان ہے ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ﴾ ❷ تیرے ذمہ ان کی ہدایت نہیں وہ چاہے تو ہدایت بخشے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ۝﴾ ❸ گو تو ہر چند طمع کرے لیکن ان میں کے اکثر ایماندار نہیں ہونے کے یہ اللہ کے ہی علم میں ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے؟ اور مستحق ضلالت کون ہے؟ بخاری و مسلم میں ہے ''کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کے بارے میں اتری ہے جو آپ کا بہت طرفدار تھا اور ہر موقعہ پر آپ کی مدد کرتا رہتا تھا اور آپ ﷺ کا ساتھ دیتا تھا' اور دل سے محبت کرتا تھا لیکن یہ محبت بوجہ رشتہ داری کے طبعی تھی شرعاً نہ تھی' جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو حضور ﷺ نے اسے اسلام میں آنے کی دعوت دی اور ایمان لانے کی رغبت دلائی لیکن تقدیر کا لکھا اور اللہ کا چاہا غالب آیا یہ ہاتھوں میں سے پھسل گیا اور اپنے کفر پر اڑا رہا۔ حضور ﷺ اس کے انتقال کے وقت اس کے پاس آئے ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو میں اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرا سفارشی بن جاؤں گا۔ ابو جہل اور عبداللہ نے کہا' ابو طالب کیا تو اپنے باپ عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جائے گا۔ اب حضور ﷺ سمجھاتے اور یہ دونوں اسے روکتے یہاں تک کہ آخری کلمہ اس کی زبان سے یہی نکلا کہ یہ میں کلمہ نہیں پڑھتا اور میں عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بہتر ہے میں تیرے لئے اپنے رب سے استغفار کرتا رہوں گا' یہ اور بات ہے کہ میں روک دیا جاؤں اللہ مجھے منع فرمادے لیکن اسی وقت آیت اتری ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى﴾ ❹ یعنی نبی کو اور مومنوں کو ہرگز یہ بات سزاوار نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں گو وہ ان کے نزدیکی قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔'' اور اسی ابو طالب کے بارے میں آیت ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ﴾ بھی نازل ہوئی ❺ (صحیح مسلم وغیرہ) ترمذی وغیرہ میں ہے ''کہ ابو طالب کے مرض الموت میں حضور ﷺ نے اس سے کہا کہ چچا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو میں اس کی گواہی قیامت کے دن دے دوں گا' تو اس نے کہا اگر مجھے اپنے خاندان قریش کے اس طعنے کا خوف نہ ہوتا کہ اس نے موت کی گھبراہٹ کی وجہ سے یہ کہہ لیا تو میں اسے کہہ کر تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا' مگر پھر بھی اسے صرف تیری خوشی کے لئے کہتا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ ❻ دوسری روایت میں ہے کہ آخر اس نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ میرے بھتیجے میں تو اپنے بڑوں کی روش پر ہوں' اور اسی بات پر اس کی موت ہوئی کہ وہ عبدالمطلب کے مذہب پر ہے۔'' قیصر کا قاصد جب رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قیصر کا خط خدمت نبوی ﷺ میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں رکھ کر اس سے فرمایا ''تو کس قبیلے سے ہے؟ اس نے کہا تیرح قبیلے کا میں آدمی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا قصد ہے کہ تو اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر آجائے؟ اس نے جواب دیا کہ میں جس قوم کا قاصد ہوں جب تک انکے پیغام کا جواب انہیں نہ پہنچا دوں انکے مذہب کو نہیں =

❶ ۵/ المآئدۃ:۸۲۔ ❷ ۲/ البقرۃ:۲۷۲۔ ❸ ۱۲/ یوسف:۱۰۳۔ ❹ ۹/ التوبۃ:۱۱۳۔

❺ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا قال المشرك عند الموت لا اله الا الله ۱۳۶۰؛ صحیح مسلم ۲۴؛ احمد، ۵/ ۴۳۳؛ ابن حبان ۹۸۲۔ ❻ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی صحة اسلام من حضره الموت......۲۵؛ ترمذی ۳۱۸۸۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِينَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْ أُمِّهَا رَسُولًا يَّتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظٰلِمُونَ ﴿۵۹﴾

ترجمہ: ہم نے بہت سی وہ بستیاں تباہ کر دیں جو اپنی عیش وعشرت میں اترانے لگیں تھیں۔ یہ ہیں ان کی رہائش کی جگہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد کی گئیں۔ اور ہم ہی ہیں آخر سب کچھ لے لینے والے۔[۵۸] تیرا رب کسی ایک کو بھی اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کی کسی بڑی بستی میں اپنا کوئی پیغمبر نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنا دے۔ ہم تو بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب کہ وہاں والے ظلم وستم پر کمر کس لیں۔[۵۹]

= چھوڑ سکتا۔ تو آپ ﷺ نے مسکرا کر اپنے صحابہ کی طرف دیکھ کر یہی آیت پڑھی۔'' ❶ مشرکین اپنے ایمان نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ہم آپ کی لائی ہوئی ہدایت کو مان لیں تو ہمیں ڈر لگتا ہے کہ اس دین کے مخالف جو ہمارے چاروں طرف ہیں اور تعداد میں ہم سے بہت زیادہ ہیں وہ ہمارے دشمن جان بن جائیں گے اور ہمیں تکلیف پہنچائیں گے اور ہمیں برباد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ حیلہ بھی انکا غلط ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں حرم محترم میں رکھا ہے جہاں شروع دنیا سے اب تک امن وامان رہا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حالت کفر میں تو یہ یہاں امن سے رہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے سچے دین کو قبول کریں تو امن اٹھ جائے؟ یہی تو وہ شہر ہے کہ طائف وغیرہ مختلف مقامات سے پھل' سامان' اسباب' مال تجارت وغیرہ کی آمد ورفت یہاں بکثرت رہتی ہے۔ تمام چیزیں یہاں کھنچی چلی آتی ہیں اور ہم انہیں بیٹھے بٹھائے روزیاں پہنچا رہے ہیں لیکن ان میں اکثریت بے علم ہے۔ اسلئے ایسے رکیک حیلے اور بے جا عذر پیش کرتے ہیں۔ مروی ہے کہ یہ کہنے والا حارث بن عامر بن نوفل تھا۔

سرکشوں کی بستیاں نشان عبرت بن گئیں: [آیت:۵۸-۵۹] اہل مکہ کو ہوشیار کیا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں حاصل کر کے اترا رہے تھے اور سرکشی اور بڑائی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرتے تھے' نبی کا انکار کرتے تھے' اللہ تعالیٰ کی روزیاں کھاتے اور اس کی نمک حرامی کرتے تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے اس طرح تباہ وبرباد کیا کہ آج کوئی ان کا نام لیوا اور پانی دیوا نہیں رہا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً﴾ ❷ الخ یہاں فرماتا ہے کہ ان کی اجڑی ہوئی بستیاں اب تک اجڑی ہوئی پڑی ہیں۔ کچھ یونہی سی آبادی اگرچہ ہوگئی ہو لیکن دیکھوان کے کھنڈرات سے آج تک وحشت برس رہی ہے۔ ہم ہی ان کے مالک رہ گئے ہیں۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''کہ الو سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تو کھیتی اناج کیوں نہیں کھاتا؟ اس نے کہا اس لئے کہ اسی کے باعث حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے۔ پوچھا پانی کیوں نہیں پیتا؟ کہا اس لئے کہ قوم نوح اسی میں ڈبو دی گئی۔ پوچھا ویرانے میں کیوں رہتا ہے؟ کہا اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی میراث ہے۔ پھر حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِينَ﴾ پڑھا'' پھر اللہ تعالیٰ اپنے عدل وانصاف کو بیان فرما رہا ہے کہ وہ کسی کو ظلم سے ہلاک =

❶ ابن ابی حاتم اس روایت کی سند رسول قیصر تک حسن ہے لیکن رسول قیصر کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔ سعید بن ابی راشد کو ترمذی اور ابن حبان نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔ لہٰذا قول راجح میں وہ حسن الحدیث ہیں۔ ❷ ١٦/ النحل:١١٢۔

وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٠﴾ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾

ترجمہ: تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ صرف دنیا کی زندگی کا سامان اور اسی کی رونق ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے وہ بہت ہی بہتر اور دیرپا ہے کیا تم نہیں سمجھتے [٦٠] کیا وہ شخص جس سے ہم نے نیک وعدہ کیا ہے جسے وہ قطعاً پانے والا ہے مثل اس شخص کے ہوسکتا ہے؟ جسے ہم نے زندگانی دنیا کی کچھ یونہی سی منفعت دے دی پھر بالآخر وہ پکڑا باندھا حاضر کیا جائے گا۔ [٦١]

= نہیں کرتا پہلے ان پر اپنی حجت ختم کرتا ہے اور ان کا عذر دور کرتا ہے رسولوں کو بھیج کر اپنا کلام ان تک پہنچاتا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ کی نبوت عام تھی۔ آپ ﷺ ام القریٰ میں مبعوث ہوئے تھے اور تمام عرب وعجم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے جیسے فرمان ہے ﴿لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ ❶ تاکہ تو مکہ والوں کو اور دوسرے شہر والوں کو ڈرا دے۔ اور فرمایا ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ❷ کہہ دے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور آیت میں ہے ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ ❸ تاکہ اس قرآن سے میں تمہیں بھی ڈرا دوں اور ہر اس شخص کو جس تک یہ قرآن پہنچے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ ❹ اس قرآن کے ساتھ دنیا والوں میں سے جو بھی کفر کرے اس کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ اور جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا﴾ ❺ الخ یعنی تمام بستیوں کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں یا سخت عذاب کرنے والے ہیں الخ پس خبر دی کہ قیامت سے پہلے وہ سب بستیوں کو برباد کر دے گا۔ اور آیت میں ہے کہ ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔ پس حضور ﷺ کی بعثت عام کر دی اور تمام جہان کے لیے کر دی اور مکہ میں جو تمام دنیا کا مرکز ہے آپ ﷺ کو مبعوث فرما کر ساری دنیا پر اپنی حجت ختم کر دی۔ بخاری ومسلم میں حضور ﷺ کا ارشاد مروی ہے ''کہ میں تمام سیاہ وسفید کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' ❻ اسی لئے نبوت ورسالت کو آپ ﷺ پر ختم کر دیا آپ ﷺ کے بعد سے قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول۔ کہا گیا ہے کہ مراد ﴿اُمُّ الْقُرٰى﴾ سے اصل اور بڑا قریہ ہے۔

دنیا فانی جبکہ آخرت باقی رہنے والی ہے: [آیت:٦٠-٦١] اللہ تعالیٰ دنیا کی حقارت' اس کی رونق کی قلت وذلت' اس کی ناپائیداری بے ثباتی اور برائی بیان فرما رہا ہے اور اس کے مقابلہ میں آخرت کی نعمتوں کی پائیداری دوام عظمت اور قیام کا ذکر فرما رہا ہے۔ ارشاد ہے ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ ❼ تمہارے پاس جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس کی تمام چیزیں بقا والی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر اور عمدہ ہے۔ آخرت کے مقابلہ میں دنیا تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن افسوس کہ لوگ دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور آخرت سے غافل ہو رہے ہیں جو بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والی =

❶ ٦/ الانعام:٩٢۔ ❷ ٧/ الاعراف:١٥٨۔ ❸ ٦/ الانعام:١٩۔ ❹ ١١/ هود:١٧۔
❺ ١٧/ الاسرآء:٥٨۔ ❻ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة، ٥٢١۔
❼ ١٦/ النحل:٩٦۔

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِينَ
حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا ۚ أَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّأْنَآ
إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوٓا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ
يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ
مَاذَآ أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿٦٦﴾
فَأَمَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى أَن يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: جس دن اللہ تعالیٰ انہیں پکار کر فرمائے گا کہ تم جنہیں اپنے گمان میں میرا شریک ٹھہرا رہے تھے کہاں ہیں؟[۶۲] جن پر بات آ چکی وہ جواب دیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہی وہ ہیں جنہیں ہم نے بہکا رکھا تھا۔ ہم نے انہیں اسی طرح بہکایا جس طرح ہم بہکے تھے۔ ہم تیری سرکار میں اپنی دستبرداری کرتے ہیں۔ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔[۶۳] کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ وہ بلائیں گے لیکن انہیں وہ جواب تک نہ دیں گے اور یہ سب عذاب دیکھ لیں گے۔ کاش یہ لوگ ہدایت پالیتے۔[۶۴] اس دن انہیں بلا کر پوچھے گا کہ تم نے نبیوں کو کیا جواب دیا؟[۶۵] پھر تو اس دن تمام خبریں اندھی ہو جائیں گی اور ایک دوسرے سے سوال تک نہ کریں گے۔[۶۶] ہاں جو شخص توبہ کر لے ایمان لے آئے اور نیک کام کرے یقین ہے کہ وہ نجات پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔[۶۷]

= ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی سمندر میں اُنگلی ڈبو کر نکال لے پھر دیکھ لے کہ اس کی انگلی پر جو پانی چڑھا ہوا ہے وہ سمندر کے مقابلہ میں کتنا کچھ ہے ❶ افسوس! کہ اس پر بھی اکثر لوگ اپنی کم علمی اور بےعلمی کے باعث دنیا کے متوالے ہو رہے ہیں۔ خیال کرو کہ ایک تو وہ جو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ پر ایمان و یقین رکھتا ہو اور ایک وہ جو ایمان نہ لایا ہو نتیجے کے اعتبار سے برابر ہو سکتے ہیں؟ ایمان والے کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا جنت کا اور اپنی بیشمار ان مٹ غیر فانی نعمتوں کا وعدہ ہے اور کافر کے ساتھ وہاں کے عذابوں کا ڈراوا ہے گو دنیا میں کچھ روز عیش ہی منا لے۔ مروی ہے کہ یہ آیت حضور ﷺ اور ابوجہل ملعون کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ❷ ایک قول یہ بھی ہے کہ حمزہ، علی رضی اللہ عنہما اور ابوجہل کے بارے میں یہ آیت اتری ہے ❸ ظاہر یہ ہے کہ آیت عام ہے جیسے فرمان الٰہی ہے کہ جنتی مؤمن اپنے جنت کے درجوں سے جھانک کر جہنمی کافر کو جہنم کے جیل خانہ میں دیکھ کر کہے گا کہ ﴿وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ﴾ ❹ اگر مجھ پر میرے رب کا انعام نہ ہوتا تو میں بھی ان عذابوں میں پھنس جاتا۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ﴾ ❺ جنات کو یقین ہے کہ وہ حاضر کئے جانے والوں میں سے ہیں۔

مشرکین اور ان کے معبودانِ باطلہ اللہ تعالیٰ کے سامنے: [آیت:۶۲-۶۷] مشرکوں کو قیامت کے دن پکار کر سامنے کھڑا

❶ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامة ۲۸۵۸؛ ترمذی ۲۳۲۳؛ ابن ماجه ۴۱۰۸؛ ابن حبان ۴۳۳۰؛ احمد، ۴/ ۲۲۸۔ ❷ الطبری، ۱۹/ ۶۰۴۔ ❸ ایضا، ۱۹/ ۶۰۵۔
❹ ۳۷/ الصّٰفّٰت:۵۷۔ ❺ ۳۷/ الصّٰفّٰت:۱۵۸۔

کر کے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دنیا میں جنہیں تم میرے سوا پوجتے رہے جن بتوں اور پتھروں کو مانتے رہے وہ کہاں ہیں؟ انہیں پکارو اور دیکھو کہ وہ تمہاری کچھ مدد کرتے ہیں؟ یا وہ خود اپنی کوئی مدد کر سکتے ہیں؟ یہ صرف بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ہوگا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ❶ یعنی ہم تمہیں ویسے ہی تنہا تنہا اور ایک ایک کر کے لائیں گے جیسے ہم نے اول دفعہ پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا دلایا تھا وہ سب تم اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے۔ ہم تو آج تمہارے ساتھ کسی سفارشی کو بھی نہیں دیکھتے جنہیں تم شریکِ الٰہی ٹھیرائے ہوئے تھے۔ تم میں ان میں کوئی لگاؤ نہیں رہا اور تمہارے گمان کردہ شریک سب آج تم سے کھوئے ہوئے ہیں۔ جن پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی یعنی شیاطین اور سرکش لوگ اور کفر کے بانی اور شرک کی طرف بلانے والے یہ سب بڑے بڑے لوگ اس دن کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے انہیں گمراہ کیا اور انہوں نے ہماری کفریہ باتیں سنیں اور مانیں جیسے ہم بہکے ہوئے تھے انہیں بھی ہم نے بہکایا۔ ہم ان کی عبادت سے تیرے سامنے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً﴾ ❷ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا لئے تاکہ وہ ان کے لئے باعث عزت بنیں۔ لیکن ایسا نہیں ہونے کا یہ تو ان کی عبادت سے بھی انکار کر جائیں گے اور الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ❸ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتا ہے جو قیامت کی گھڑی تک انہیں جواب نہ دے سکیں اور وہ ان کی پکار سے بھی غافل ہوں۔ اور قیامت کے دن لوگوں کے حشر کے موقعہ پر ان کے دشمن بن جائیں اور اس بات سے صاف انکار کر دیں کہ انہوں نے ان کی عبادت کی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ تم نے جن بتوں کی پوجا پاٹ شروع کر رکھی ہے۔ ان سے صرف دنیا کی ہی دوستی ہے قیامت کے دن تو تم سب ایک دوسرے کے منکر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے الخ۔ اور آیت میں ہے ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا﴾ ❹ یعنی جو تابعداری کرنے والے تھے وہ ان سے جو ان کی تابعداری کرتے رہے بری اور بیزار ہو جائیں گے۔ عذابوں کو سامنے دیکھتے ہوئے سب تعلقات ٹوٹ جائیں گے الخ۔ ان سے فرمایا جائے گا کہ دنیا میں جنہیں پوجتے رہے آج انہیں کیوں نہیں پکارتے؟ اب یہ پکاریں گے لیکن کوئی جواب نہ پائیں گے اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ آگ کے عذاب میں جائیں گے اس وقت آرزو کریں گے کہ کاش یہ راہ یافتہ ہوتے۔ جیسے ارشاد ہے کہ ﴿وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ﴾ ❺ جس دن فرمائے گا کہ میرے ان شریکوں کو آواز دو جنہیں تم بہت کچھ سمجھ رہے تھے۔ یہ پکاریں گے لیکن وہ جواب تک نہ دیں گے اور ہم ان کے اور ان کے درمیان آڑ کر دیں گے۔ مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر باور کر لیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں لیکن اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔ اسی قیامت والے دن ان سے سب کو سنا کر ایک سوال یہ بھی ہوگا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا؟ اور کہاں تک ان کا ساتھ دیا؟ پہلے توحید کے متعلق باز پرس تھی اب رسالت کے متعلق سوال جواب ہو رہے ہیں۔ اسی طرح قبر میں بھی سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ مؤمن جواب دیتا ہے کہ میرا معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور میرے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔ ہاں کافر سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا وہ گھبراہٹ اور پریشانی سے کہتا ہے مجھے اس کی کوئی خبر نہیں۔ اندھا بہرا ہو جاتا ہے جیسے فرمایا ﴿مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ❻ جو شخص یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا اور راہ بھولا رہے گا۔ تمام دلیلیں انکی نگاہوں سے ہٹ جائیں گی رشتے ناتے حسب نسب کی =

❶ ٦/ الانعام:٩٤۔ ❷ ١٩/ مریم:٨١۔ ❸ ٤٦/ الاحقاف:٥۔
❹ ٢/ البقرة:١٦٦۔ ❺ ١٨/ الكهف:٥٢۔ ❻ ١٧/ الاسرآء:٧٢۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۗ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۗ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾

ترجمہ: تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور چن کر مختار کر لیتا ہے۔ ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ اللہ ہی کے لئے پاکی ہے۔ وہ بلند تر ہے ہر اس چیز سے کہ لوگ شریک کرتے ہیں۔[٦٨] ان کے سینے جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں تیرا رب سب کچھ جانتا ہے۔[٦٩] وہی اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں دنیا اور آخرت میں۔ اسی کی تعریف ہے اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور اسی کی طرف تم سب پھیرے جاؤ گے۔[٧٠] کہہ دے کہ دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ تم پر رات ہی رات قیامت تک برابر کر دے تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کون معبود ہے جو تمہارے پاس دن کی روشنی لائے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟[٧١] پوچھ کہ یہ بھی بتا دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک دن ہی دن رکھے تو بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لاوے جس میں تم آرام حاصل کرو کیا تم دیکھ نہیں رہے؟[٧٢] اسی نے تو تمہارے لئے اپنے فضل وکرم سے دن رات مقرر کر دیے ہیں کہ تم رات میں آرام کرو اور دن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو۔ یہ اس لئے کہ تم شکریہ ادا کرو۔[٧٣]

= کوئی قدر نہ ہوگی۔ نسب ناموں کا کوئی سوال نہ ہوگا۔ ہاں دنیا میں توبہ کرنے والے ایمان اور نیکی کے ساتھ زندگی گزارنے والے تو بے شک فلاح اور نجات حاصل کر لیں گے۔ یہاں ﴿عَسٰى﴾ یقین کے معنی میں ہے یعنی مؤمن ضرور کامیاب ہوں گے۔

مختار کل اللہ کی ذات ہے: [آیت:٦٨۔٧٣] ساری مخلوق کا خالق تمام اختیارات والا اللہ تعالیٰ ہی ہے نہ اس میں کوئی اس سے جھگڑا کرنے والا نہ اس کا شریک نہ ساجھی جو چاہے پیدا کرے جسے چاہے اپنا خاص بندہ بنا لے۔ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا ہو ہی نہیں سکتا۔ تمام امور سب خیر و شر اسی کے ہاتھ ہے۔ سب کی بازگشت اسی کی جانب ہے کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ یہی لفظ اسی معنی میں آیت ﴿اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ ❶ میں ہے دونوں جگہ ما نافیہ ہے گو ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ ما معنی میں ﴿الذی﴾ کے ہے یعنی اللہ پسند کرتا ہے اسے جس میں بھلائی ہو اور اسی معنی کو لے کر معتزلیوں نے مراعات صالحین پر استدلال کیا ہے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ یہاں ما نفی کے معنی میں ہے جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہے یہ آیت اسی بیان میں ہے کہ مخلوق کی پیدائش میں تقدیر کے مقرر کرنے میں اختیار رکھنے میں رب تعالیٰ ہی اکیلا ہے اور نظیر سے پاک ہے۔ اسی لئے آیت کے =

❶ ٣٣/ الاحزاب:٣٦۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع

ع ۱۵/۱۰

ترجمہ: جس دن انہیں پکار کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جنہیں تم میرے شریک خیال کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟[۷۴] اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ الگ کر لیں گے اور فرمادیں گے کہ اپنی دلیلیں پیش کرو اس وقت جان لیں گے کہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور جو کچھ افترا وہ جوڑتے تھے سب ان کے پاس سے کھو جائے گا[۷۵]

= خاتمہ پر فرمایا کہ جن بتوں وغیرہ کو وہ شریک رب ٹھہرا رہے ہیں جو نہ کسی چیز کو بنا سکیں نہ کسی طرح کا اختیار رکھیں اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک اور بہت دور ہے۔ پھر فرمایا سینوں اور دلوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی رب تعالیٰ جانتا ہے اور وہ سب بھی اس پر اسی طرح ظاہر ہیں جس طرح کھلم کھلا اور ظاہر باتیں پوشیدہ بات کہو یا اعلان سے کہو وہ سب کا عالم ہے۔ رات میں اور دن میں جو ہو رہا ہے اس پر پوشیدہ نہیں۔ الوہیت میں بھی وہ یکتا ہے اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی طرف مخلوق اپنی حاجتیں لے جائے جس سے مخلوق عاجزی کرے، جو مخلوق کا ماویٰ ملجا ہو، جو عبادت کے لائق ہو۔ خالق مختار رب مالک وہی ہے۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے سب لائق تعریف ہے اس کا عدل وحکمت اسی کے ساتھ ہے۔ اس کے حکموں کو کوئی رد نہیں کرسکتا، اس کے ارادوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ غلبہ حکمت ورحمت اسی کی ذات پاک میں ہے تو سب قیامت کے دن اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اس پر تمہارے کاموں میں سے کوئی کام چھپا ہوا نہیں نیکوں کو جزا بدوں کو سزا وہ اس روز دے گا اور اپنی مخلوق میں فیصلے فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ناقابل تردید دلائل: اللہ کا احسان دیکھو کہ بغیر تمہاری کوشش اور تدبیر کے دن رات برابر آگے پیچھے آرہے ہیں اگر رات ہی رات رہے تو تم عاجز آجاؤ تمہارے کام رک جائیں تم پر زندگی وبال ہو جائے تم تھک جاؤ اکتا جاؤ کسی کو نہ پاؤ جو تمہارے لئے دن نکال سکے کہ تم اس کی روشنی میں چلو پھرو دیکھو بھالو اپنے کام کاج کرلو۔ افسوس تم سن سنا کر بے سنا کردیتے ہو۔ اسی طرح اگر وہ تم پر دن ہی دن رکھے رات آئے ہی نہیں تو بھی تمہاری زندگی تلخ ہو جائے۔ بدن کا نظام الٹ پلٹ ہو جائے تھک جاؤ تنگ آجاؤ، کوئی نہیں جسے قدرت ہو کہ وہ رات لاسکے جس میں تم راحت وآرام کرسکو لیکن تم آنکھیں رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور مہربانیوں کو دیکھتے ہی نہیں ہو۔ یہ بھی اسی کا احسان ہے کہ اس نے دن رات دونوں پیدا کردیئے ہیں کہ رات کو تمہیں سکون وآرام حاصل ہو اور دن کو تم کام کاج تجارت زراعت سفر شغل کرسکو۔ تمہیں چاہئے کہ تم اس مالک حقیقی اس قادر مطلق کا شکر ادا کرو دن کو رات کو اس کی عبادتیں کرو رات کے قصور کی تلافی دن میں اور دن کے قصوروں کی تلافی رات میں کرلیا کرو یہ مختلف چیزیں قدرت کے نمونے ہیں اور اس لئے ہیں کہ تم نصیحت وعبرت سیکھو اور رب کا شکر کرو۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے شریک نظر نہ آئیں گے: [آیت:۷۴۔۷۵] مشرکوں کو دوسری دفعہ ڈانٹ دی جائے گی اور فرمایا جائے گا کہ دنیا میں جنہیں میرا شریک ٹھہرا رہے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ ہر امت میں سے ایک گواہ یعنی اس امت کا پیغمبر ممتاز کرلیا جائے گا۔ ❶ اور مشرکوں سے کہا جائے گا کہ اپنے شرک کی کوئی دلیل پیش کرو۔ اس وقت یہ یقین کرلیں گے کہ فی الواقع عبادتوں کے =

❶ الطبری، ۱۹/ ۶۱۴۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾

ترجمہ: قارون تھا تو قوم موسیٰ سے لیکن ان پر ظلم کرنے لگا تھا ہم نے اسے اس قدر خزانے دے رکھے تھے کہ کئی کئی طاقتور لوگ بہ مشکل اس کی کنجیاں اٹھا سکتے تھے۔ ایک بار اس کی قوم نے اس سے کہا کہ اترا مت اللہ تعالیٰ اترانے والوں سے محبت نہیں رکھتا[۷۶] اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں اس آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی سلوک کرتا رہ اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ رہا کر۔ یقین مان کہ اللہ تعالیٰ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے[۷۷]

= لائق اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ کوئی جواب نہ دے سکیں گے حیران رہ جائیں گے اور تمام جھوٹ وافترا بھول جائیں گے۔

قارون کون اور کیا تھا؟ [آیت:۷۶۔۷۷] مروی ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا لڑکا تھا۔ ❶ اس کا نسب یہ ہے قارون بن یصہر بن قاہیث اور موسیٰ علیہ السلام کا نسب یہ ہے موسیٰ بن عمران بن قاہیث۔ ❷ ابن اسحاق رحمہ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا۔ لیکن اکثر علما چچا کا لڑکا بتلاتے ہیں۔ یہ بہت خوش آواز تھا تورات بڑی خوش الحانی سے پڑھتا تھا۔ اسی لئے اسے لوگ منور کہتے تھے لیکن جس طرح سامری نے منافق پنا کیا تھا یہ دشمن الٰہی بھی منافق ہو گیا تھا۔ چونکہ بہت مالدار تھا اس لئے بھول گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کو بھول بیٹھا تھا قوم میں عام طور پر جس لباس کا دستور تھا اس نے اس سے بالشت بھر نیچا لباس بنوایا تھا جس سے اس کا غرور اور اس کی دولت ظاہر ہو۔ اس کے پاس اس قدر مال تھا کہ اس کے خزانے کی کنجیاں اٹھانے پر قوی مردوں کی ایک جماعت مقرر تھی۔ اس کے بہت سے خزانے تھے' ہر خزانہ کی کنجی الگ تھی جو بالشت بھر کی تھی۔ جب یہ کنجیاں اس کی سواری کے ساتھ خچروں پر لادی جاتیں تو اس کے لئے ساٹھ پنج کلیاں خچر مقرر تھے۔ ❸ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ قوم کے بزرگ اور نیک لوگوں اور عالموں نے جب اس کی سرکشی اور تکبر حد سے بڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے نصیحت کی کہ اتنا نہ اکڑ اس قدر غرور نہ کر اللہ تعالیٰ کا ناشکرا نہ بن ورنہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے دور ہو جائے گا قوم کے واعظین نے کہا کہ یہ جو اللہ کی نعمتیں تیرے پاس ہیں انہیں اللہ کی رضامندی کے کاموں میں خرچ کر تاکہ آخرت میں بھی تیرا حصہ ہو جائے یہ ہم نہیں کہتے کہ دنیا میں کچھ عیش وعشرت ہی نہ کر۔ بلکہ اچھا کھا اچھا پی' اچھا پہن' اچھا اوڑھ' جائز نعمتوں سے فائدہ اٹھا۔ نکاح سے راحت اٹھا' حلال چیزیں استعمال کر۔ لیکن جہاں اپنا خیال رکھ وہاں مسکینوں کا بھی خیال رکھ جہاں اپنے نفس کو نہ بھول وہاں اللہ تعالیٰ کے حق بھی فراموش نہ کر تیرے نفس کا بھی حق ہے تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے تیرے بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے مسکین غریب کا بھی تیرے مال میں ساجھا ہے' ہر حقدار کا حق ادا کر اور جیسے اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ سلوک کیا ہے تو اوروں کے ساتھ سلوک واحسان کر اپنے اس مفسدانہ رویہ کو بدل ڈال اللہ کی مخلوق کی ایذارسانی سے باز آجا' اللہ تعالیٰ =

❶ الطبری، ۱۹/ ۶۱۶۔ ❷ ایضا، ۱۹/ ۶۱۵۔ ❸ ایضا، ۱۹/ ۶۱۷۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ: قارون کہنے لگا یہ سب کچھ مجھے میری اپنی عقل وسمجھ کی بنا پر ہی دیا گیا ہے۔ کیا اسے اب تک یہ نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت سے بستی والوں کو غارت کر دیا جو اس سے بہت زیادہ قوت والے اور بہت بڑی جمع پونجی والے تھے۔ گنہگاروں سے ان کے گناہوں کی باز پرس ایسے وقت نہیں کی جاتی۔[۷۸]

= فسادیوں سے محبت نہیں رکھتا۔

قارون کا متکبرانہ جواب: [آیت:۷۸] قوم کے علما کی نصیحتوں کو سن کر قارون نے جو جواب دیا اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس نے کہا آپ اپنی نصیحتوں کو رہنے دیجئے میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو دے رکھا ہے اسی کا مستحق میں تھا میں ایک عقلمند زیرک دانا شخص ہوں میں اسی قابل ہوں اور اسے اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے اسی لئے اس نے مجھے یہ دولت دی ہے۔ بعض انسانوں کا یہ خاصہ ہوتا ہے جیسے قرآن میں ہے کہ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تب تو بڑی عاجزی سے ہمیں پکارتا ہے اور جب کوئی نعمت وراحت اسے ہم دے دیتے ہیں تو کہہ دیتا ہے ﴿اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ﴾ یعنی اللہ جانتا تھا کہ میں اس کا مستحق ہوں اس لئے اس نے مجھے یہ دیا ہے اور آیت میں ہے کہ اگر ہم اسے کوئی رحمت چکھائیں اس کے بعد کہ اسے مصیبت پہنچی ہو تو کہہ اٹھتا ہے کہ ﴿هٰذَا لِيْ﴾ اس کا حقدار تو تھا ہی میں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قارون علم کیمیا جانتا تھا۔ لیکن یہ قول بالکل ضعیف ہے۔ بلکہ کیمیا کا علم فی الواقع ہے ہی نہیں کیونکہ کسی چیز کے عین کو بدل دینا یہ اللہ ہی کی قدرت کی بات ہے جس پر کوئی اور قادر نہیں۔ فرمان الٰہی ہے کہ اگر تمام مخلوق بھی جمع ہو جائے تو ایک مکھی بھی پیدا کر نہیں سکتی۔ صحیح حدیث میں ہے ''کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو کوشش کرتا ہے کہ میری طرح پیدائش کرے۔ اگر وہ سچا ہے تو ایک ذرہ یا ایک جو ہی بنا دے۔'' [1] یہ حدیث ان کے بارے میں ہے جو تصویریں اتارتے ہیں اور صرف ظاہری صورت کی نقل کرتے ہیں ان کے لئے تو یہ فرمایا پھر جو دعویٰ کرے کہ وہ کیمیا جانتا ہے اور ایک چیز کی کایا پلٹ کر سکتا ہے ایک ذات سے دوسری ذات بنا دیتا ہے مثلاً لوہے کو سونا وغیرہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ محض جھوٹ ہے اور بالکل محال ہے اور جہالت وضلالت ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ رنگ وغیرہ بدل کر دھوکے بازی کریں لیکن حقیقتاً یہ ناممکن ہے۔ یہ کیمیاگر جو محض جھوٹ جاہل فاسق اور مفتری ہیں یہ محض دعویٰ کر کے مخلوق کو دھوکے میں ڈالنے والے ہیں۔ ہاں یہ خیال رہے کہ بعض اولیاء اللہ کے ہاتھوں جو کرامتیں سرزد ہو جاتی ہیں اور کبھی کبھی چیزیں تبدیل ہو جاتی ہیں ان کا ہمیں انکار نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ایک خاص فضل ہوتا ہے اور وہ بھی ان کے بس کا نہیں ہوتا نہ ان کے قبضے کا ہوتا ہے نہ وہ کوئی کاری گری صنعت یا علم ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے فرمان کا نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار نیک کار بندوں کے ہاتھوں اپنی مخلوق کو دکھا دیتا ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت حیوہ بن شریح مصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ کسی سائل نے سوال کیا اور آپ کے پاس کچھ نہ تھا اور اس کی حاجت مندی اور ضرورت کو دیکھ کر آپ دل میں بہت آزردہ ہو رہے تھے آخر آپ نے ایک کنکر زمین سے اٹھا لیا اور کچھ دیر اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ کر کے فقیر کی جھولی میں

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب نقض الصور ۵۹۵۳؛ صحیح مسلم ۲۱۱۱؛ مسند ابی یعلٰی ۶۰۸۶؛ احمد، ۲/ ۲۵۹۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿٨١﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٢﴾

ترجمہ: قارون پوری آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا تو زندگانی دنیا کے متوالے کہنے لگے کاش کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے یہ تو بڑا ہی قسمت کا دھنی ہے۔[۷۹] ذی علم لوگ انہیں سمجھانے لگے کہ افسوس بہتر چیز تو وہ ہے جو بطور ثواب انہیں ملے گی جو اللہ پر ایمان لائیں اور مطابق سنت عمل کریں۔ یہ بات انہی کے دل میں ڈالی جاتی ہے جو صبر و سہار والے ہوں[۸۰] آخرش ہم نے اسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لئے تیار نہ ہوئی نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا۔[۸۱] اور جو لوگ کل اس کے مرتبہ پر پہنچنے کی آرزومندیاں کر رہے تھے وہ آج کہیں گے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم پر فضل نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ ناشکروں کو کبھی کامیابی نہیں ملتی۔[۸۲]

ڈال دیا تو وہ سونے کا ڈلا بن گیا۔'' معجزے اور کرامات حدیثوں اور آثار میں اور بھی بہت سی مروی ہیں جنہیں یہاں بیان کرنا باعث طول ہوگا۔ بعض کا قول ہے کہ قارون اسم اعظم جانتا تھا جسے پڑھ کر اس نے اپنی مالداری کی دعا کی تو اس قدر دولت مند ہو گیا۔ قارون کے اس جواب کے رد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ غلط ہے کہ میں جس پر مہربان ہوتا ہوں اسے دولتمند کر دیتا ہوں نہیں اس سے پہلے اس سے زیادہ دولتمند اور آسودہ حال لوگوں کو میں نے تباہ کر دیا ہے تو یہ سمجھ لینا کہ مالداری میری محبت کی نشانی ہے محض غلط ہے جو میرا شکر ادا نہ کرے کفر پر جما رہے اس کا انجام بد ہوتا ہے۔ گنہگاروں کے کثرت گناہ کی وجہ سے پھر ان سے ان کے گناہوں کا سوال بھی عبث ہوتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ مجھ میں خیریت ہے اس لئے اللہ کا یہ فضل مجھ پر ہوا ہے وہ جانتا ہے کہ میں اس مالداری کا اہل ہوں اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے خوش نہ ہوتا اور مجھے اچھا آدمی نہ جانتا تو مجھے اپنی یہ نعمت بھی نہ دیتا۔

سامان تعیش اور قارون: [آیت:۷۹۔۸۱] قارون ایک دن نہایت قیمتی پوشاک پہن کر زرق برق ہو کر عمدہ سواری پر سوار ہو کر اپنے غلاموں کو آگے پیچھے بیش بہا پوشاکیں پہنائے ہوئے لے کر بڑے ٹھاٹھ سے اتراتا اور اکڑتا ہوا نکلا۔ اس کا یہ ٹھاٹھ اور یہ زینت و تجمل دیکھ کر دنیاداروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور کہنے لگے کہ کاش ہمارے پاس بھی اس جتنا مال ہوتا یہ تو بڑا خوش نصیب اور بڑی قسمت والا ہے۔ علمائے کرام نے ان کی یہ بات سن کر انہیں اس خیال سے روکنا چاہا اور انہیں سمجھانے لگے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے جو

کچھ اپنے مؤمن اور نیک بندوں کے لئے اپنے ہاں تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کروڑ ہا درجہ بارونق دیرپا اور عمدہ ہے تمہیں ان درجات کو حاصل کرنے کے لئے اس دوروزہ زندگی کو صبر وسہار سے گزارنا چاہئے جنت صابروں کا حصہ ہے۔ یہ مطلب بھی ہے کہ ایسے پاک کلمے صبر کرنے والوں ہی کی زبان سے نکلتے ہیں جو دنیا کی محبت سے دور اور دار آخرت کی محبت میں چور ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ یہ کلام واعظین کا نہ ہو بلکہ ان کے کلام کی اور ان کی تعریف میں یہ پچھلا جملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہو۔

تکبر کی سزا یہی ہے: اوپر قارون کی سرکشی بے ایمانی کا ذکر ہو چکا یہاں اس کے انجام کا بیان ہو رہا ہے۔ ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ''ایک شخص اپنا تہبند لٹکائے فخر سے جا رہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا جو قیامت تک دھنستا ہوا چلا جائے گا'' ❶ (بخاری) احمد کی روایت میں ہے کہ دو چادروں میں اکڑتا ہوا نکلا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اسے نگل جا۔ ❷ کتاب العجائب میں ہے نوفل بن ماحق کہتے ہیں ''کہ نجران کی مسجد میں میں نے ایک نوجوان کو دیکھا بڑا لمبا چوڑا' بھرپور جوانی کے نشہ میں چور' گٹھے ہوئے بدن والا' بانکا ترچھا' اچھے رنگ روغن والا خوبصورت شکل' میں نگاہیں جما کر اس کے جمال وکمال کو دیکھنے لگا تو اس نے کہا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا آپ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہا ہوں' اور تعجب معلوم ہو رہا ہے۔ اس نے جواب دیا تو ہی کیا خود اللہ تعالیٰ کو بھی تعجب ہے۔ نوفل کہتے ہیں کہ اس کلمہ کے کہتے ہی وہ گھٹنے لگا اور اس کا رنگ روپ اڑنے لگا اور قد پست ہونے لگا' یہاں تک کہ بقدر ایک بالشت کے رہ گیا جسے اس کا کوئی قریبی رشتہ دار آستین میں ڈال کر لے گیا۔'' یہ بھی مذکور ہے کہ قارون کی ہلاکت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے ہوئی تھی' اور اس کے سبب میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ ایک سبب تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قارون ملعون نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ مال متاع دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ عین اس وقت جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں کھڑے خطبہ دے رہے ہوں وہ آئے اور آپ سے کہے کہ تو وہی ہے نا جس نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا۔ اس عورت نے یہی کیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور اسی وقت نماز کی نیت باندھ لی دو رکعت ادا کر کے اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: تجھے اس اللہ کی قسم! جس نے پانی میں سے راستہ دیا اور تیری قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی اور بھی بہت سے احسانات کئے تو جو کچھ سچا واقعہ ہے اسے بیان کر۔ یہ سنکر اس عورت کا رنگ بدل گیا اور اس نے صحیح واقعہ سب کے سامنے بیان کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا اور سچے دل سے توبہ کر لی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر سجدے میں گر گئے اور قارون کی سزا چاہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ میں نے زمین کو تیرے تابع کر دیا ہے۔ آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور زمین سے کہا کہ تو اسے اور اس کے محل کو نگل لے۔ زمین نے یہی کیا۔ دوسرا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب قارون کی سواری اس طمطراق سے نکلی سفید قیمتی خچر پر بیش بہا پوشاک پہنے سوار تھا اس کے غلام بھی سب کے سب ریشمی لباسوں میں تھے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام تقریر کر رہے تھے بنی اسرائیل کا مجمع تھا یہ جب وہاں سے نکلا تو سب کی نگاہیں اس پر اور اس کی دھوم دھام پر لگ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھ کر پوچھا آج اس طرح کیسے نکلے ہو؟ اس نے کہا بات یہ ہے کہ ایک بات اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھی ہے اور ایک فضیلت مجھے دے رکھی ہے اگر تمہارے پاس نبوت ہے تو میرے پاس یہ جاہ وحشم ہے اور اگر آپ کو میری فضیلت میں شک ہو تو میں تیار ہوں کہ آپ اور میں چلیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ آپ اس بات پر آمادہ ہو گئے اور اسے لے کر

---

❶ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخیلاء، ۵۷۹۰۔ ❷ احمد، ۳/ ۴۰ وسندہ ضعیف جداً عطیة العوفی ضعیف راوی ہے اور ابوسعید سے اس کی روایت مردود ہوتی ہے۔ مجمع الزوائد، ۵/ ۱۲۶۔

چلے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لے اب پہلے میں دعا کروں یا تو کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں میں کروں گا۔ اب اس نے دعا مانگنی شروع کی ختم کر لی لیکن قبول نہ ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اب میں دعا کرتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں کیجئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کہ اے اللہ! زمین کو حکم کر کہ جو میں کہوں مان لے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور وحی آئی کہ میں نے زمین کو تیری اطاعت کا حکم دے دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر زمین سے فرمایا اے زمین! اسے اور اس کے لوگوں کو پکڑ لے وہیں یہ لوگ اپنے قدموں تک زمین میں دھنس گئے۔ آپ نے فرمایا اور پکڑ لے یہ اپنے گھٹنوں تک دھنس گئے۔ آپ نے فرمایا اور پکڑ یہ مونڈھوں تک زمین میں دھنس گئے۔ پھر فرمایا ان کے خزانے اور ان کے مال بھی یہیں لے آ۔ اسی وقت ان کے کل خزانے اور تمام مال آ گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے ان سب کو دیکھ لیا' پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ان کو ان کے خزانوں سمیت اپنے اندر کر لے' اسی وقت یہ سب غارت ہو گئے اور زمین جیسی تھی ویسی ہی ہو گئی۔ مروی ہے کہ ساتویں زمین تک یہ لوگ یونہی دھنستے چلے گئے۔ یہ قول بھی ہے کہ ہر روز یہ لوگ بقدر قد انسان نیچے کی طرف دھنستے جا رہے ہیں قیامت تک اسی عذاب میں رہیں گے۔ یہاں پر اور بھی بنی اسرائیلی روایتیں بہت سی ہیں لیکن ہم نے ان کا بیان چھوڑ دیا ہے۔ نہ تو مال انہیں کام آیا نہ جاہ و حشم نہ دولت و تمکنت نہ کوئی ان کی مدد کے لئے اٹھا نہ یہ خود اپنا کوئی بچاؤ کر سکے تباہ ہو گئے بے نشان ہو گئے مٹ گئے اور مٹا دیئے گئے (اعاذنا اللہ)۔ اس وقت تو ان لوگوں کی بھی آنکھیں کھل گئیں جو قارون کے مال کو اور اس کی عزت کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا کرتے تھے اور اسے نصیب دار سمجھ کر لمبے سانس لیا کرتے تھے اور رشک کرتے تھے کہ کاش ہم ایسے ہی دولتمند ہوتے وہ کہنے لگے اب دیکھ لیا کہ واقعی سچ ہے دولتمند ہونا کچھ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب نہیں یہ تو اللہ کی حکمت ہے جسے چاہے زیادہ دے جسے چاہے کم دے جس پر چاہے وسعت کرے جس پر چاہے تنگی کرے۔ اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی ہے'' کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں اخلاق کی بھی اسی طرح تقسیم کی ہے جس طرح روزی کی' مال تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دوستوں کو بھی ملتا ہے اور اس کے دشمنوں کو بھی۔ البتہ ایمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی کو ملتا ہے جسے اللہ چاہتا ہو۔'' [1] قارون کے اس دھنسائے جانے کو دیکھ کر وہ جو اس جیسا بننے کی امیدیں کر رہے تھے کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان ہم پر نہ ہوتا تو ہماری اس تمنا کے بدلے جو ہمارے دل میں تھی کہ کاش ہم بھی ایسے ہی ہوتے آج اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کے ساتھ دھنسا دیتا وہ کافر تھا اور کافر اللہ تعالیٰ کے ہاں فلاح کے لائق نہیں ہوتے' نہ انہیں دنیا میں کامیابی ملے نہ آخرت میں ہی چھٹکارا پائیں۔ نحوی کہتے ہیں وَيْكَاَنَّ کے معنی وَيْلَكَ اِعْلَمْ اَنَّ ہیں لیکن مخفف کر کے وَيْكَ رہ گیا اور ان کاف کے فتحہ کے ساتھ ﴿اِعْلَمْ﴾ کے محذوف ہونے پر دلالت کر دی۔ لیکن اس قول کو ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف بتلایا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ ضعیف کہنا ٹھیک نہیں۔ قرآن کریم میں اس کی کتابت کا ایک ساتھ ہونا اس کے ضعیف ہونے کی وجہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ کتابت کا طریقہ تو اختراعی امر ہے جو رواج پا گیا وہی معتبر سمجھا جاتا ہے اس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ دوسرے معنی اس کے ﴿اَلَمْ تَرَاَنَّ﴾ کے لئے گئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اسی طرح دو لفظ ہیں وَیْ اور كَاَنَّ حرف وَیْ تعجب کے لئے ہے یا تنبیہ کے لئے اور كَاَنَّ معنی میں اَظُنُّ کے ہے۔ ان تمام اقوال میں قوی قول یہ ہے کہ یہ معنی میں (اَلَمْ تَرَ) کے ہے یعنی کیا نہ دیکھا تو نے جیسے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہی معنی عربی شعر میں بھی مراد لئے گئے ہیں۔

---

[1] احمد، ۱/ ۳۸۷ وسندہ ضعیف، صباح بن محمد ضعیف عند الجمهور راوی ہے۔ شعب الایمان ۵۵۲۴؛ مجمع الزوائد، ۱/ ۵۳۔ اس روایت کے ضعیف شواہد بھی ہیں جن کے ساتھ یہ ضعیف ہی ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ يُّلْقٰۤى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں۔ پرہیزگاروں کے لئے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔[۸۳] جو شخص نیکی لائے گا اسے اس سے بہتر ملے گا اور جو برائی لے کر آئے گا تو ایسے بداعمال کرنے والوں کو ان کے انہی اعمال کا بدل دیا جائے گا جو وہ کرتے تھے[۸۴] جس اللہ نے تجھ پر قرآن نازل فرمایا ہے وہ تجھے دوبارہ پہلی جگہ لانے والا ہے کہہ دے کہ تیرا رب اسے بھی بخوبی جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے اور اسے جو کھلی گمراہی میں ہے[۸۵] تجھے تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ تیری طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی لیکن یہ تیرے رب کی مہربانی سے اترا۔ اب تجھے ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہونا چاہیئے۔[۸۶] خیال رکھ کہ یہ کفار تجھے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تبلیغ سے روک نہ دیں اس کے بعد کہ یہ تیری جانب اتاری گئیں۔ تو اپنے رب کی طرف بلاتا رہ اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا،[۸۷] اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارنا بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور معبود نہیں۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اسی کا منہ۔ اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔[۸۸]

پرہیزگاروں پر انعامات کا تذکرہ: [آیت:۸۳۔۸۸] فرماتا ہے کہ جنت اور آخرت کی نعمت صرف انہی کو ملے گی جن کے دل خوف رب سے بھرے ہوئے ہوں۔ اور دنیا کی زندگی تواضع فروتنی عاجزی اور اخلاق کے ساتھ گزار دیں۔ کسی پر اپنے آپ کی اونچائی اور بڑائی نہ سمجھیں ادھر ادھر فساد نہ پھیلائیں سرکشی اور برائی نہ کریں کسی کا مال ناحق نہ ماریں۔ رب کی زمین پر رب کی نافرمانیاں نہ کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ''کہ جسے یہ بات اچھی لگے کہ اس کی جوتی کا تسمہ اپنے ساتھی کی جوتی کے تسمے سے اچھا ہو تو وہ بھی اس آیت میں داخل ہے'' ❶ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ فخر و غرور کرے۔ اور اگر صرف بطور زیبائش کے چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری تو یہ خواہش رہتی ہے کہ میری چادر

❶ الطبری، ۱۹/ ۶۳۸۔

بھی اچھی ہو میری جوتی بھی اچھی ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں یہ تو خوبصورتی ہے' اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔'' ❶ پھر فرمایا جو ہمارے پاس نیکی لائے گا وہ بہت سی نیکیوں کا ثواب پائے گا یہ مقام فضل ہے اور برائی کا بدلہ صرف اسی کے مطابق سزا ہے یہ مقام عدل ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ ❷ جو برائی لے کر آئے گا وہ اوندھے منہ آگ میں جائے گا۔ تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے۔

روز محشر اتباع انبیا علیہم السلام کا سوال اور لوگوں کی حالت: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ رسالت کی تبلیغ کرتے رہیں لوگوں کو کلام الٰہی سناتے رہیں۔ رب تعالیٰ آپ ﷺ کو قیامت کی طرف واپس لے جانے والا ہے اور وہاں نبوت کی بابت پرسش ہوگی۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ۝﴾ ❸ یعنی امتوں سے اور رسولوں سے سب سے ہم دریافت فرمائیں گے۔ اور آیت میں ہے رسولوں کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ اور آیت میں ہے کہ نبیوں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا معاد سے مراد جنت بھی ہو سکتی ہے' موت بھی ہو سکتی ہے' دوبارہ کی زندگی بھی ہو سکتی ہے کہ دوبارہ جئیں اور داخل جنت ہوں۔ ''صحیح بخاری میں ہے کہ اس سے مراد مکہ ہے۔'' ❹ مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے ''کہ اس سے مراد مکہ معظمہ ہے جو آپ کی جائے پیدائش تھی۔'' ❺ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''جب حضور ﷺ مکہ سے نکلے ابھی جحفہ ہی میں تھے جو آپ کے دل میں مکہ کا شوق پیدا ہوا پس یہ آیت اتری اور آپ سے وعدہ ہوا کہ واپس مکہ میں پہنچائے جائیں گے۔'' اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہو حالانکہ پوری سورہ مکی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے بیت المقدس ہے شاید اس کہنے والے کی غرض اس سے بھی قیامت ہے اس لئے کہ بیت المقدس ہی محشر کی زمین ہے۔ ان تمام اقوال میں جمع کی صورت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کبھی تو اس کی تفسیر کی آپ ﷺ کے مکہ کی طرف لوٹنے سے جو فتح مکہ سے پوری ہوئی' اور یہ حضور ﷺ کی عمر کے پورا ہونے کی ایک زبردست علامت تھی جیسے کہ آپ نے سورۂ ﴿اِذَا جَآءَ﴾ کی تفسیر میں فرمایا ہے جس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی موافقت کی تھی' اور فرمایا تھا ''کہ تو جو جانتا ہے وہی میں بھی جانتا ہوں'' یہی وجہ ہے کہ انہی سے اس آیت سے جہاں مکہ مروی ہے وہاں حضور ﷺ کا انتقال بھی مروی ہے اور کبھی قیامت سے تفسیر کی کیونکہ موت کے بعد قیامت ہے۔ اور کبھی جنت سے تفسیر کی جو آپ کا ٹھکانا ہے اور آپ کی تبلیغ رسالت کا بدلہ ہے کہ آپ نے جن وانس کو اللہ کے دین کی دعوت دی۔ اور آپ ﷺ تمام مخلوق سے زیادہ کامل زیادہ فصیح اور زیادہ افضل تھے۔ پھر فرمایا کہ اپنے مخالفین سے اور جھٹلانے والوں سے کہہ دو کہ ہم میں سے ہدایت والوں کو اور گمراہی والوں کو اللہ بخوبی جانتا ہے۔ تم دیکھ لوگے کہ کسے انجام کی بہتری ملتی ہے اور دنیا اور آخرت میں بہتری اور بھلائی کس کے حصہ میں آتی ہے۔ پھر اپنی ایک اور زبردست نعمت بیان فرماتا ہے کہ وحی کے اترنے سے پہلے آپ کو کبھی یہ خیال بھی نہ گزرتا تھا کہ آپ پر کتاب اللہ نازل ہوگی یہ تو تجھ پر اور تمام مخلوق پر رب کی رحمت ہوئی کہ اس نے تجھ پر اپنی پاک اور افضل کتاب نازل فرمائی۔ اب تمہیں ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہونا چاہیے بلکہ ان سے الگ رہنا چاہیے ان سے بیزاری ظاہر کر دینی چاہیے اور ان سے مخالفت کا اعلان کر دینا چاہیے۔ پھر فرمایا ہے کہ اللہ کی اتری ہوئی آیتوں سے یہ لوگ کہیں تجھے روک نہ دیں یعنی یہ جو تیرے دین کی مخالفت کرتے ہیں اور لوگوں کو تیری تابعداری سے روکتے ہیں تو اس سے اثر پذیر نہ ہونا اپنے کام پر لگے رہنا اللہ تیرے کلمے کو پورا کرنے والا ہے تیرے دین کی تائید کرنے والا ہے

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانه ۹۱؛ ترمذی ۱۹۹۹؛ احمد، ۱/ ۴۵۱۔

❷ ۲۷/ النمل: ۹۰۔ ❸ ۷/ الاعراف: ۶۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ القصص باب ﴿ان الذی فرض علیك القرآن﴾ ۴۷۷۳۔ ❺ الطبری، ۱۹/ ۶۴۱۔

تیری رسالت کو غالب کرنے والا ہے تمام دینوں پر تیرے دین کو اونچا کرنے والا ہے۔ تو اپنے رب کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلاتا رہ جو اکیلا اور لاشریک ہے۔ تجھے نہیں چاہئے کہ مشرکوں کا ساتھ دے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکار عبادت کے لائق وہی ہے۔ الوہیت کے قابل اسی کی عظیم الشان ذات ہے وہی دائم اور باقی ہے۔ حی وقیوم ہے تمام مخلوق مرجائے گی اور وہ موت سے دور ہے۔ جیسے فرمایا ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝﴾ ❶ جو بھی اس پر ہے فانی ہے تیرے رب کا چہرہ ہی باقی رہ جائے گا جو جلالت وکرامت والا ہے۔ وجہ سے مراد ذات ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''سب سے زیادہ سچا کلمہ لبید شاعر کا ہے جو اس نے کہا ہے اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ یادرکھو رب تعالیٰ کے سوا سب کچھ باطل ہے۔'' ❷ مجاہد وثوری رحمہما اللہ سے مروی ہے ''کہ ہر چیز باطل ہے مگر وہ کام جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے کئے جائیں ان کا ثواب رہ جاتا ہے۔'' شاعروں کے شعروں میں بھی وجہ کا لفظ اس مطلب کے لئے استعمال کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ذَنْبًا لَسْتُ مُحْصِيَهُ ۔۔۔ رَبَّ الْعِبَادِ اِلَيْهِ الْوَجْهُ وَالْعَمَلُ

میں اللہ تعالیٰ سے جو تمام بندوں کا رب ہے جس کی طرف توجہ اور قصد ہے جس کے لئے عمل ہیں اپنے تمام گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں جنہیں میں شمار بھی نہیں کرسکتا۔ یہ قول پہلے قول کے خلاف نہیں یہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ انسان کے تمام اعمال اکارت ہیں صرف انہی نیکیوں کے بدلہ کا مستحق ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہوں۔ اور پہلے قول کا مطلب بھی بالکل صحیح ہے کہ سب متنفس فانی اور زائل ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جو فنا اور زوال سے بالاتر ہے وہی اول وآخر ہے ہر چیز سے پہلے تھا اور ہر چیز کے بعد رہے گا۔ مروی ہے ''کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے دل کو مضبوط کرنا چاہتے تھے تو جنگل میں کسی کھنڈر کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے اور دردناک آواز سے کہتے کہ اس کے بانی کہاں ہیں؟ پھر خود جواب میں یہی آیت پڑھتے۔'' حکم اور ملک اور ملکیت اسی کی ہے۔ مالک ومتصرف وہی ہے۔ اسی کے حکم احکام کو کوئی رد نہیں کرسکتا۔ روز جزا میں سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ وہ سب کو ان کی نیکیوں بدیوں کا بدلہ دے گا نیک کو نیک بدلہ اور برے کو بری سزا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سورۂ قصص کی تفسیر ختم ہوئی۔

❶ ۵۵/ الرحمٰن:۲۶، ۲۷۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما یجوز من الشعر والرجز والحداء وما یکرہ منہ ۶۱۴۷؛ صحیح مسلم ۲۲۵۶۔

تفسیر سورۂ عنکبوت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمہ: اس اللہ کے نام سے شروع جس سے بڑا نہ کوئی مہربان نہ رحم والا

الٓمّٓ [۱] کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعویٰ پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟ [۲] ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں۔ [۳] کیا جو لوگ برائیاں کر رہے ہیں انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں گے۔ یہ لوگ کیسی بری تجویزیں کر رہے ہیں۔ [۴]

مؤمنوں کا ابھی تو امتحان ہوگا: [آیت:۱-۴] حروف مقطعہ کی بحث سورۂ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ ناممکن کہ مؤمن کو بھی امتحان سے چھوڑ دیا جائے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے پھر صالح و نیک لوگوں کا پھر ان سے کم درجے والے پھر ان سے کم درجے والے۔ انسان کا امتحان اس کے دین کے اندازے پر ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں سخت ہے تو مصیبتیں بھی سخت نازل ہوتی ہیں۔ ❶ اسی مضمون کا بیان اس آیت میں بھی ہے ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ ۝﴾ ❷ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم یونہی جنت میں داخل کر دیئے جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے مجاہد کون ہے؟ اور صابر کون ہے؟ اسی طرح سورۂ براءت' سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے کہ کیا تم نے یہ سوچ رکھا ہے کہ تم جنت میں یونہی چلے جاؤ گے؟ اور اگلے لوگوں جیسے سخت امتحان کے موقعے تم پر نہ آئیں گے کہ انہیں بھوک دکھ درد وغیرہ پہنچے یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ کے ایماندار بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کہاں ہے؟ یقین مانو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔ یہاں بھی فرمایا ان سے اگلے مسلمانوں کی بھی جانچ پڑتال کی گئی انہیں بھی سرد گرم چکھایا گیا تاکہ جو اپنے دعویٰ میں سچے ہیں اور جو صرف زبانی دعوی کرتے ہیں ان میں تمیز ہو جائے اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے جانتا نہ تھا وہ ہر ہو چکی ہوئی بات کو اور ہر ہونے والی بات کو برابر جانتا ہے۔ اس پر اہل سنت کے تمام اماموں کا اجماع ہے۔ پس یہاں علم رویت یعنی دیکھنے کے معنی میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿لِنَعْلَمَ﴾ ❸ کے معنی لِنَرَیٰ کرتے ہیں کیونکہ دیکھنے کا تعلق موجود چیزوں سے ہوتا ہے اور علم اس سے عام ہے۔ پھر فرماتا ہے جو ایمان نہیں لائے وہ بھی یہ گمان نہ کریں کہ امتحان سے بچ جائیں گے بڑے بڑے عذاب اور سخت سزائیں ان کی تاک میں ہیں یہ ہمارے ہاتھ سے نکل نہیں سکتے ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے ان کے یہ ==

❶ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء ۲۳۹۸ وھو حسن، ابن ماجه ۴۰۲۳؛ احمد، ۱/ ۱۷۲؛ حاکم، ۱/ ۴۱۔ ❷ ۳/ آل عمران: ۱۴۲۔ ❸ ۳۴/ سبا: ۲۱۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۵﴾ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾

ترجمہ: جسے اللہ کی ملاقات کی امید ہو پس اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت یقیناً آنے والا ہے۔ وہ سب کی سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔[۵] ہر ایک کوشش کرنے والا اپنے ہی بھلے کی کوشش کرتا ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے[۶] اور جن لوگوں نے یقین کیا اور مطابق سنت کام کیے ہم ان کے تمام گناہوں کو ان سے دور کردیں گے اور انہیں ان کے نیک اعمال کے بہترین بدلے دیں گے۔[۷] ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے۔ ہاں اگر وہ یہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کرلے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا' تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے پھر میں ہر اس چیز سے جو تم کرتے تھے تمہیں خبر دوں گا[۸] جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے انہیں میں اپنے نیک بندوں میں شمار کرلوں گا۔[۹]

= گمان نہایت برے ہیں جن کا برا نتیجہ عنقریب دیکھ لیں گے۔

نیک کام کرنا بھی جہاد ہے: [آیت:۵-۹] جنہیں آخرت کے بدلوں کی امید ہے اور اسے سامنے رکھ کر وہ نیکیاں کرتے ہیں ان کی امیدیں پوری ہوں گی اور انہیں نہ ختم ہونے والے ثواب ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ دعاؤں کا سننے والا اور کل کائنات کا جاننے والا ہے۔ اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت ٹلتا نہیں۔ پھر فرماتا ہے ہر نیک عمل کرنے والا اپنا ہی نفع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال سے بے پرواہ ہے اگر سارے انسان متقی بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جہاد تلوار چلانے کا ہی نام نہیں انسان نیکیوں کی کوشش میں لگا رہے یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہے'' اس میں شک نہیں کہ تمہاری نیکیاں اللہ کے کوئی کام نہیں آتیں لیکن پھر بھی اس کی یہ مہربانی ہے کہ وہ تمہیں نیکیوں پر بدلے دیتا ہے۔ ان کی وجہ سے تمہاری برائیاں معاف فرما دیتا ہے چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی قدر کرتا ہے اور اس پر بڑے سے بڑا اجر دیتا ہے۔ ایک ایک نیکی کا سات سات سو گنا بدلہ عنایت فرماتا ہے اور بدی کو یا تو بالکل ہی معاف فرما دیتا ہے یا اسی کے برابر سزا دیتا ہے۔ وہ ظلم سے پاک ہے نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم دیتا ہے۔ ایمانداروں کی سنت کے مطابق نیکیاں قبول فرماتا ہے ان کے گناہوں سے درگزر کرتا ہے اور ان کے اچھے اعمال کا بدلہ عنایت فرماتا ہے۔

ماں باپ کی مشروط اطاعت واجب ہے: پہلے اپنی توحید پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہنے کا حکم فرمایا اب ماں باپ کے سلوک واحسان کا حکم دیتا ہے کیونکہ انہی سے انسان کا وجود ہوتا ہے باپ خرچ کرتا ہے اور پرورش کرتا ہے۔ ماں محبت رکھتی ہے اور پالتی ہے۔ =

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝

ترجمہ: بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن جب اللہ کی راہ میں کوئی مشکل ان پر آ پڑتی ہے تو لوگوں کی ایذا دہی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں ہاں اگر اللہ کی مدد آ جائے تو پکار اٹھتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہی ہیں۔ کیا دنیا جہان کے دلوں میں جو کچھ ہے اس سے اللہ تعالیٰ دانا نہیں ہے؟[۱۰] جو لوگ ایمان لائے اللہ انہیں بھی جان کر رہے گا اور منافقوں کو بھی جان کر ہی رہے گا۔[۱۱]

= دوسری آیت میں فرمان ہے ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ ❶ الخ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کی پوری اطاعت کرو۔ ان دونوں کا یا ان میں سے ایک کا بڑھاپے کا زمانہ آ جائے تو انہیں اف بھی نہ کہنا ڈانٹ ڈپٹ تو کہاں کی؟ بلکہ ان کے ساتھ ادب سے کلام کرنا اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھکے رہنا اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا کرنا کہ اے اللہ! ان پر ایسا ہی رحم کر جیسے یہ بچپن میں مجھ پر کیا کرتے تھے۔ لیکن ہاں یہ خیال رہے کہ اگر یہ شرک کی طرف بلائیں تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ سمجھ لو کہ ایک دن تمہیں میرے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ اس وقت میں اپنی پرستش کا اور میرے فرمان کے ماتحت ماں باپ کی اطاعت کرنے کا بدلہ دوں گا اور نیک لوگوں کے ساتھ حشر کروں گا۔ اگر تم نے اپنے ماں باپ کی وہ باتیں نہیں مانیں جو میرے احکام کے خلاف نہیں تو وہ خواہ کیسے ہی ہوں میں تمہیں ان سے الگ کر لوں گا۔ کیونکہ قیامت کے دن انسان اس کے ساتھ ہوگا جسے وہ دنیا میں چاہتا تھا۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ ایمان والوں اور نیک عمل والوں کو میں اپنے صالح بندوں میں ملا دوں گا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میرے بارے میں چار آیتیں اتریں جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے یہ اس لئے اتری کہ میری ماں نے مجھ سے کہا کہ اے سعد! کیا اللہ تعالیٰ کا حکم میرے ساتھ نیکی کرنے کا نہیں؟ اگر تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار نہ کیا تو واللہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی۔'' چنانچہ اس نے یہی کیا یہاں تک کہ لوگ زبردستی اس کا منہ کھول کر غذا حلق میں پہنچا دیتے تھے پس یہ آیت اتری ❷ (ترمذی وغیرہ)

اہل ایمان کی آزمائش اور منافق: [آیت: ۱۰-۱۱] ان منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے جو زبانی ایمانی دعویٰ کر لیتے ہیں لیکن جہاں مخالفین کی طرف سے کوئی دکھ پہنچا یہ اسے رب کا عذاب سمجھ کر مرتد ہو جاتے ہیں یہی معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کئے ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰي حَرْفٍ﴾ ❸ الخ یعنی بعض لوگ ایک کنارے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اگر راحت ملی تو مطمئن ہو گئے اور اگر مصیبت پہنچی تو منہ پھیر لیا الخ۔ یہاں یہی بیان ہو رہا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی غنیمت ملی کوئی فتح ملی تو اپنا دیندار ہونا ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ﴾ ❹ وہ تمہیں دیکھتے =

❶ ١٧/ بنیٓ اسرآء یل:٢٣۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ١٧٤٨؛ ترمذی ٣١٨٩۔ ❸ ٢٢/ الحج:١١۔ ❹ ٤/ النسآء:١٤١۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ ۖ وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ مِّن شَيْءٍ ۖ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٢﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ۖ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣﴾

ترجمہ: کافروں نے ایمانداروں سے کہا کہ تم ہماری راہ کی تابعداری کرو تمہارے گناہ ہم اٹھالیں گے۔ حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی نہیں اٹھانے کے۔ یہ تو محض جھوٹے ہیں[۱۲] البتہ یہ اپنے بوجھ ڈھولیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ ہی اور بوجھ بھی۔ اور جو کچھ افترا پردازیاں کر رہے ہیں ان سب کی بابت ان سے باز پرس کی جائے گی۔[۱۳]

= رہتے ہیں اگر فتح ونصرت ہوئی تو ہانک لگانے لگتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے نہیں ہیں؟ اور اگر کافروں کی بن آئی تو ان سے اپنی ساز باز جتانے لگتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تمہارا ساتھ دیا اور تمہیں بچالیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بہت ممکن ہے کہ اللہ اپنے نیک بندوں کو بالکل ہی غالب کردے پھر تو یہ اپنی اس چھپی ہوئی حرکت پر صاف نادم ہو جائیں۔ یہاں فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ انہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ اللہ عالم الغیب ہے جہاں زبانی بات جانتا ہے وہاں قلبی بات بھی اسے معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ بھلائیاں برائیاں پہچان کر نیک وبد کو مومن ومنافق کو الگ الگ کردے گا نفس کے پرستار نفع کے خواہاں یکسو ہو جائیں گے اور نفع نقصان میں ایمان نہ چھوڑنے والے ظاہر ہو جائیں گے۔ جیسے فرمایا ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ﴾ ❶ الخ ہم تمہیں آزماتے رہا کریں گے یہاں تک کہ تم میں سے مجاہدین کو اور صابرین کو ہم دنیا کے سامنے ظاہر کردیں اور تمہاری خبریں دیکھ بھال لیں۔ احد کے امتحان کا ذکر کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جس حالت پر وہ تھے رکھنے والا نہ تھا جب تک کہ خبیث وطیب کی تمیز نہ کرلے۔

اعمال ہی کام آئیں گے: [آیت:۱۲-۱۳] کفار قریش مسلمانوں کو بہکانے کے لئے ان سے یہ بھی کہتے تھے کہ تم ہمارے مذہب پر عمل کرو اگر اس میں کوئی گناہ ہو تو وہ ہم پر۔ حالانکہ یہ اصولاً غلط ہے کہ کسی کا بوجھ کوئی اٹھائے یہ بالکل دروغ گو ہیں۔ کوئی اپنے قرابت دار کے گناہ بھی اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ دوست دوست کو اس دن نہ پوچھے گا۔ ہاں یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے اور جنہیں انہوں نے گمراہ کیا ہے ان کے بوجھ بھی ان پر لادے جائیں گے مگر وہ گمراہ شدہ لوگ ہلکے نہ ہوں گے ان کا بوجھ ان پر ہے' جیسے فرمایا ہے ﴿لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ﴾ ❷ الخ یعنی یہ اپنے بوجھ اُٹھائیں گے اور جنہیں بہکایا تھا ان کے بہکانے کا گناہ بھی ان پر ہوگا۔ صحیح حدیث میں ہے ''کہ جو ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دے قیامت تک جو لوگ اس پر چلیں گے ان سب کو جتنا ثواب ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن ان کے ثوابوں میں سے گھٹ کر نہیں۔ اسی طرح جس نے برائی پھیلائی اس پر جو بھی عمل پیرا ہوں ان سب کو جتنا گناہ ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔'' ❸ اور حدیث میں ہے ''کہ زمین پر جتنی خونریزیاں ہوتی ہیں حضرت آدم علیہ السلام کا وہ لڑکا جس نے اپنے بھائی کو ناحق قتل کردیا تھا اس پر اس خون کا وبال پڑتا ہے اس لئے کہ قتل بیجا اسی سے شروع ہوا۔'' ❹ ان کے تمام بہتان جھوٹ افترا کی ان سے بروز قیامت باز پرس ہوگی۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا=

❶ ۴۷/ محمد:۳۱۔ ❷ ۱۶/ النحل:۲۵۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة...... ۲۶۷۴؛ ابوداود ۴۶۰۹؛ ترمذی ۲۶۷۱۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب اثم من دعا الی ضلال اوسن سنة سيئة...... ۷۳۲۱؛ صحیح مسلم ۱۶۷۷؛ ترمذی ۲۶۷۳؛ ابن ماجه ۲۶۱۶؛ احمد، ۱/ ۳۸۳؛ ابن حبان ۵۶۸۳؛ بیهقی، ۸/ ۱۵۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں ساڑھے نوسو سال تک رہے پھر تو انہیں طوفان نے دھر پکڑا اور وہ تھے بھی ظالم۔[۱۴] پھر ہم نے اسے اور کشتی والوں کو نجات دی اور اس واقعہ کو ہم نے تمام جہان کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا۔[۱۵]

= ''حضور ﷺ نے اللہ کی تمام رسالت پہنچا دی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ظلم سے بچو کیونکہ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنی عزت کی اور اپنے جلال کی قسم آج ایک ظلم کو بھی میں نہ چھوڑوں گا۔ پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ فلاں فلاں کہاں ہے؟ وہ آئے گا اور پہاڑ کے پہاڑ نیکیوں کے اس کے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ اہل محشر کی نگاہیں اس کی طرف اٹھنے لگیں گی وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے گا پھر منادی ندا کرے گا کہ اس کی طرف کسی کا کوئی حق ہو اس نے کسی پر ظلم کیا ہو وہ آ جائے اور اپنا بدلہ لے لے۔ اب تو ادھر ادھر سے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور اسے گھیر کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے ان بندوں کو ان کے حق دلواؤ' فرشتے کہیں گے اے اللہ! کیسے دلوائیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کی نیکیاں لو اور انہیں دو۔ چنانچہ یونہی کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک نیکی باقی نہیں رہے گی اور ابھی تک بعض مظلوم اور حقدار باقی رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا انہیں بدلہ دو۔ فرشتے کہیں گے اب تو اس کے پاس ایک نیکی بھی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ ان کے گناہ اس پر لاد دو۔ پھر حضور ﷺ نے گھبرا کر اس آیت کی تلاوت فرمائی' ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا﴾ ❶ ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ''اے معاذ! قیامت کے دن مؤمن کی تمام کوششوں سے سوال کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کے سرمے سے اور اس کے مٹی کے گوندھنے سے بھی۔ دیکھ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن کوئی اور تیری نیکیاں لے جائے۔'' ❷

نوح علیہ السلام کا لمبی مدت وعظ کرنا: [آیت:۱۴۔۱۵] اس میں آنحضرت ﷺ کی تسلی ہے آپ ﷺ کو خبر دی جاتی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اتنی لمبی مدت تک اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے رہے' دن رات' پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی' لیکن وہ اپنی سرکشی اور گمراہی میں ہی بڑھتے گئے بہت ہی کم لوگ آپ پر ایمان لائے آخر کار اللہ کا غضب ان پر بصورت طوفان آیا اور انہیں تہس نہس کر دیا تو اے پیغمبر آخر الزمان! آپ اپنی قوم کی اس تکذیب کو نیا خیال نہ کریں آپ اپنے دل کو رنجیدہ نہ کریں۔ ہدایت وضلالت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جن لوگوں کا جہنم میں جانا طے ہو چکا ہے انہیں تو کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا تمام نشانیاں گو دیکھ لیں لیکن انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ بالآخر جیسے نوح کو نجات ملی اور قوم ڈوب گئی اسی طرح آخر میں غلبہ آپ کا ہے اور آپ کے مخالفین پست ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نوح نبی علیہ السلام کو نبوت ملی اور

---

❶ الدر المنثور، ۵/ ۲۷۲، وسنده ضعيف نیز دیکھئے صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم الظلم ۲۵۸۱؛ ترمذی ۲٤۲۰؛ احمد، ۲/ ۳۷۱؛ مسند ابی یعلی ٦٤٤٩۔

❷ سنده ضعيف جداً۔

نبوت کے بعد ساڑھے نوسو سال تک آپ نے اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ طوفان کی عالمگیر ہلاکی کے بعد بھی حضرت نوح علیہ السلام ساٹھ سال تک زندہ رہے یہاں تک کہ بنو آدم کی نسل پھیل گئی اور دنیا میں یہ بکثرت نظر آنے لگے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کل ساڑھے نوسو سال کی تھی تین سو سال تو آپ کے بے دعوت ان میں گزرے، تین سو سال تک اللہ کی طرف اپنی قوم کو بلاتے رہے اور ساڑھے تین سو سال بعد طوفان کے زندہ رہے۔'' لیکن یہ قول غریب ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ساڑھے نوسو سال تک اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف بلاتے رہے۔ عون بن ابی شداد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ''کہ جب آپ علیہ السلام کی عمر ساڑھے تین سو سال کی تھی اس وقت اللہ تعالیٰ کی وحی آپ علیہ السلام کو آئی اس کے بعد ساڑھے نوسو برس تک آپ لوگوں کو کلام اللہ پہنچاتے رہے اس کے بعد پھر ساڑھے تین سو سال کی اور عمر پائی۔'' لیکن یہ بھی غریب قول ہے۔ زیادہ ٹھیک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نظر آتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ''ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں کتنی مدت تک رہے؟ انہوں نے کہا ساڑھے نوسو سال۔ آپ نے فرمایا پھر سے لوگوں کے اخلاق ان کی عمریں اور عقلیں آج تک گھٹتی ہی چلی آئیں۔'' جب قوم نوح پر غضب الٰہی نازل ہوا تو رب تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے نبی کو اور ایمان والوں کو جو آپ کے ساتھ آپ کے حکم سے طوفان سے پہلے کشتی میں سوار ہو چکے تھے۔ بچالیا۔ سورۂ ہود میں اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے اس لئے ہم یہاں دوبارہ وارد نہیں کرتے۔ ہم نے اس کشتی کو دنیا کے لیے نشان عبرت بنا دیا۔ یا تو خود اس کشتی کو جیسے کہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اول اسلام تک وہ جودی پہاڑ پر تھی یا یہ کہ اس کشتی کو دیکھ کر پھر پانی کے سفر کے لئے جو کشتیاں لوگوں نے بنائی ان کو کہ انہیں دیکھ کر اللہ کا وہ بچانا یاد آ جاتا ہے۔ ❶ جیسے فرمان ہے ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝﴾ ❷ الخ ہماری قدرت کی ایک نشانی ان کے لئے یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں بٹھالیا۔ اور ہم نے ان کے لئے اور بھی اس جیسی سواریاں بنادیں الخ۔ سورۃ الحاقہ میں فرمایا جب پانی کا طوفان آیا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کرلیا اور اس واقعہ کو تمہارے لئے ایک یادگار بنا دیا، تا کہ جن کانوں کو اللہ تعالیٰ نے یاد رکھنے کی طاقت دی ہے وہ یاد رکھ لیں۔ یہاں شخص سے جنس کی طرف چڑھاؤ کیا ہے جیسے ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا﴾ ❸ والی آیت میں کہ آسمان دنیا کے ستاروں کا باعث زینت آسمان ہونا بیان فرما کر ان کی نوعیت کا شیطانوں کے لئے رجم ہونا بیان فرمایا۔ اور آیت میں انسان کا مٹی سے پیدا ہونا ذکر کر کے فرمایا پھر ہم نے اسے نطفے کی شکل میں قرارگاہ میں کر دیا۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں ﴿ھا﴾ کی ضمیر کا مرجع عقوبت اور سزا کو کیا جائے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ (یہاں یہ خیال رہے کہ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں شروع تفسیر میں کچھ عبارت زیادہ ہے جو بعض نسخوں میں نہیں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا ساڑھے نوسو سال تک کا آزمایا جانا بیان کیا اور ان کی قوم کو ان کی اطاعت کے ساتھ آزمانا بتلایا کہ ان کی تکذیب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں غرق کر دیا۔ پھر اس کے بعد جلا دیا۔ پھر قوم ابراہیم کی آزمائش کا ذکر کیا کہ انہوں نے بھی طاعت ومتابعت نہ کی پھر لوط علیہ السلام کی آزمائش کا ذکر کیا اور ان کی قوم کا حشر بیان فرمایا۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے واقعات سامنے رکھے۔ پھر عادیوں ثمودیوں قارونیوں فرعونیوں ہامانیوں وغیرہ کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لانے اور اس کی توحید کو نہ ماننے کی وجہ سے انہیں بھی طرح طرح کی سزائیں دی گئیں۔ پھر اپنے پیغمبر اعظم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرکین اور منافقین سے تکالیف سہنے کا ذکر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ اہل کتاب سے بہترین طریق پر مناظرہ کریں۔

❶ الطبری، ۲۰/ ۱۸۔ ❷ ۳۶/ یٰسٓ: ۴۱، ۴۲۔ ❸ ۶۷/ الملک: ۵۔

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔ اگر تم میں دانائی ہے تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔[۱۶] تم تو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو اور جھوٹی باتیں دل سے گھڑ لیتے ہو۔ سنو! جن جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ تو تمہاری روزی کے مالک نہیں پس تمہیں چاہئے کہ تم اللہ تعالیٰ ہی سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کی شکر گزاری کرتے رہو اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔[۱۷] اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کی امتوں نے بھی جھٹلایا ہے رسول کے ذمہ تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہی ہے[۱۸]

امام الموحدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید: [آیت:۱۶۔۱۸] امام الموحدین ابوالمرسلین خلیل اللہ علیہ وصلوٰت اللّٰہ کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو توحید الٰہی کی دعوت دی ریاکاری سے بچنے اور دل میں پرہیزگاری قائم کرنے کا حکم دیا' اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کرنے کو فرمایا اور اس کا نفع بھی بتلایا کہ دنیا آخرت کی برائیاں اس سے دور ہو جائیں گی اور دونوں جہان کی نعمتیں اس سے مل جائیں گی۔ ساتھ ہی انہیں بتلایا کہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو یہ تو بے ضرر اور بے نفع ہیں تم نے آپ ہی ان کے نام اور ان کے اجسام تراش لئے ہیں وہ تو تمہاری طرح مخلوق ہیں بلکہ تم سے بھی کمزور ہیں۔ وہ تو تمہاری روزیوں کے بھی مختار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سے روزیاں طلب کرو۔ اسی حصر کے ساتھ آیت ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝﴾ ❶ بھی ہے کہ ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ یہ ہی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دعا میں ہے ﴿رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾ ❷ اے اللہ! میرے لئے اپنے پاس ہی جنت میں مکان بنا۔ چونکہ اس کے سوا کوئی رزق نہیں دے سکتا اس لئے تم اسی سے روزیاں طلب کرو اور جب اس کی روزیاں کھاؤ تو اس کے سوا دوسرے کی عبادت بھی نہ کرو۔ اس کی نعمتوں کا شکر بھی بجالاؤ۔ تم میں سے ہر ایک اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ وہ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ دیکھو مجھے جھوٹا کہہ کر خوش نہ ہو لو نظریں ڈالو کہ تم سے پہلے جنہوں نے نبیوں کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا تھا ان کی کیسی درگت ہوئی یاد رکھو نبیوں کا کام صرف پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے۔ ہدایت عدم ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ اپنے تئیں سعادت مندوں میں بناؤ بدبختوں میں شامل نہ کرو۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید تشفی کی گئی ہے۔ اس مطلب کا تقاضا تو یہ ہے کہ پہلا کلام تو ختم ہوا اور یہاں سے لے کر ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ﴾ ❸ تک یہ سب عبارت بطور جملہ معترضہ کے ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے تو کھلے لفظوں میں یہی کہا ہے۔ لیکن الفاظ قرآن سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کلام حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا ہے آپ قیامت کے قائم ہونے کی دلیلیں=

❶ ۱/ الفاتحۃ:۴۔ ❷ ٦٦/ التحریم:۱۱۔ ❸ ۲۹/ العنکبوت:۲٤۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾

ع ۱۴ / ۹

ترجمہ: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ مخلوق کی ابتدا کی کیفیت اللہ نے کی پھر بھی اللہ اس کا اعادہ کرے گا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے۔ [۱۹] کہہ دے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداء پیدائش کی پھر اللہ تعالیٰ ہی دوسری نئی پیدائش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۲۰] جسے چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے۔ سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۲۱] تم نہ تو زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کرسکتے ہو نہ آسمان میں، نہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی والی ہے نہ مددگار۔ [۲۲] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کی ملاقات کو بھلاتے ہیں وہ میری رحمت سے ناامید ہو جائیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہیں۔ [۲۳]

= پیش کر رہے ہیں کیونکہ اس تمام کلام کے بعد آپ کی قوم کا جواب ذکر ہوا ہے۔

عدم سے وجود بخشنے والا ہی عبادت کے لائق ہے: [آیت:۱۹-۲۳] دیکھتے ہیں کہ وہ کچھ نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا لیکن تاہم مرکر جینے کے قائل نہیں حالانکہ اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں جو ابتداءً پیدا کرسکتا ہے اس پر دوبارہ پیدا کرنا بہت ہی آسان ہے۔ پھر انہیں ہدایت کرتے ہیں کہ تم زمین کی اور نشانیوں پر غور کرو۔ آسمانوں کو ستاروں کو زمینوں کو پہاڑوں کو درختوں کو جنگلوں کو نہروں کو دریاؤں کو سمندروں کو پھلوں کو کھیتوں کو دیکھو تو سہی کہ یہ سب کچھ نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ کر دیا کیا تمام نشانیاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تم پر ظاہر نہیں کرتیں؟ تم نہیں دیکھتے کہ اتنا بڑا صانع وقدیر اللہ کیا کچھ نہیں کرسکتا؟ وہ تو صرف ہو جا کے کہنے سے تمام کو رچا دیتا ہے۔ وہ خود مختار ہے اسے اسباب اور سامان کی ضرورت نہیں۔ اسی مضمون کو اور جگہ فرمایا کہ وہی نئی پیدائش میں پیدا کرتا ہے وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت آسان ہے۔ پھر فرمایا زمین میں چل پھر کر دیکھو اللہ تعالیٰ نے ابتدائی پیدائش کس طرح کی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کے دن کی دوسری پیدائش کی کیا کیفیت ہوگی' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جیسے فرمایا ہم انہیں دنیا کے ہر حصے میں اور خود ان کی اپنی جانوں میں اپنی نشانیاں اس قدر دکھائیں گے کہ ان پر حق ظاہر ہو جائے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ﴾ ❶ الخ کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا کیے گئے یا وہی اپنے خالق ہیں کچھ نہیں بے یقین لوگ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جسے چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے' وہ حاکم ہے قبضے والا ہے جو چاہتا ہے جو ارادہ کرتا ہے جاری کر دیتا ہے کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ کوئی اس کے ارادے کو بدل نہیں سکتا۔ کوئی اس سے چوں چرا کر نہیں سکتا اور کوئی اس سے =

❶ ۵۲/ الطور:۳۵۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٢٥﴾

ترجمہ: آپ کی قوم کا جواب بجز اس کے آپ کے سامنے کچھ نہ تھا کہ کہنے لگے کہ اسے مار ڈالو یا اسے جلا دو۔ آخرش اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ سے بچا لیا۔ اس میں ایماندار لوگوں کے لئے تو بہت سی نشانیاں ہیں[۲۴] (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کہ تم نے جن بتوں کی پرستش اللہ کے سوا کی ہے انہیں تم نے اپنی آپس کی دنیوی دوستی کی بنا پر ٹھہرا لیا ہے۔ تم سب قیامت کے دن ایک دوسرے سے کفر کرنے لگو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے اور تمہارا سب کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔[۲۵]

= سوال کر ہی نہیں سکتا اور وہ سب پر غالب ہے جس سے چاہے پوچھ بیٹھے سب اس کے قبضے میں ہیں اس کی ماتحتی میں ہیں خلق کا خالق امر کا مالک وہی ہے۔ اس نے جو کچھ کیا سراسر عدل ہے اس لئے کہ وہی مالک ہے وہ ظلم سے پاک ہے۔ حدیث شریف میں ہے اگر اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں والوں اور ساتوں زمین والوں کو عذاب کرے تب بھی وہ ظالم نہیں۔ ❶ عذاب و رحم سب اس کی چیزیں ہیں۔ سب کے سب قیامت کے دن اس کی طرف لوٹائے جائیں گی اسی کے سامنے حاضر ہو کر پیش ہوں گے۔ زمین والوں میں سے اور آسمان والوں میں سے کوئی اسے ہرا نہیں سکتا۔ بلکہ سب پر وہی غالب ہے۔ ہر ایک اس سے کانپ رہا ہے سب اس کے در کے فقیر ہیں اور وہ سب سے غنی ہے۔ تمہارا کوئی ولی اور مددگار اس کے سوا نہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرنے والے اس کی ملاقات کو نہ ماننے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں اور ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک الم افزا عذاب ہیں۔

آتش نمرود اور ابراہیم علیہ السلام: [آیت: ۲۴-۲۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عقلی اور نقلی دلائل کا وعظ بھی ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہ کر سکا اور انہوں نے یہاں بھی اپنی اسی شقاوت کا مظاہرہ کیا۔ جواب تو ان دلیلوں کا دے نہیں سکتے تھے لہٰذا اپنی قوت سے حق کو دبانے لگے اور اپنی طاقت سے سچ کو روکنے لگے کہنے لگے ایک گڑھا کھودو اس میں آگ بھڑکاؤ اور اس آگ میں اسے ڈال دو کہ جل جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مکر کو انہی پر لوٹا دیا۔ مدتوں تک لکڑیاں جمع کرتے رہے اور ایک گڑھا کھود کر اس کے اردگرد احاطے کی دیواریں کھڑی کر کے لکڑیوں میں آگ لگا دی جب اس کے شعلے آسمان تک پہنچنے لگے اور اتنی زور کی آگ روشن ہوگئی کہ زمین پر کہیں اتنی آگ نہیں دیکھی گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑا باندھ کر منجنیق میں ڈال کر جھلا کر اس آگ میں ڈال دیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے خلیل پر باغ و بہار بنا دیا' آپ کئی دن کے بعد صحیح سالم اس میں سے نکل آئے۔ یہ اور اس جیسی اور قربانیاں تھیں جن کے باعث آپ کو امامت کا منصب عطا ہوا۔ اپنا نفس آپ نے رحمان کے لئے' اپنا جسم آپ نے میزان کے لئے' اپنی اولاد آپ نے قربانی کے لئے' اپنا مال آپ نے فیضان کے لئے کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کل ادیان والے آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ =

❶ ابو داود، کتاب السنة، باب فی القدر ٤٦٩٩ وسنده صحیح، ابن ماجه ٧٧؛ احمد ٥ / ١٨٢؛ بیهقی ١٠ / ٢٠٤؛ ابن حبان ٧٢٧۔

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: حضرت لوط حضرت ابراہیم پر ایمان لائے اور کہنے لگے کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ وہ بڑا ہی غالب اور حکیم ہے۔ [۲۶] ہم نے ابراہیم کو اسحٰق و یعقوب عطا فرمایا اور ہم نے نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں کردی اور ہم نے دنیا میں بھی اسے ثواب دیا اور آخرت میں تو وہ صالح لوگوں میں سے ہے۔[۲۷]

= نے آگ کو آپ کے لیے باغ بنا دیا اس واقعہ میں ایمانداروں کے لئے قدرت الٰہی کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ جن بتوں کو تم نے معبود بنا رکھا ہے یہ تمہارا ایکا اور اتفاق دنیا تک ہی ہے ﴿مَوَدَّةَ﴾ زبر کے ساتھ مفعول لہ ہے۔ ایک قرأت میں پیش کے ساتھ بھی ہے یعنی تمہاری یہ بت پرستی تمہارے لئے گو دنیا کی محبت حاصل کرادے لیکن قیامت کے دن معاملہ برعکس ہو جائے گا مودت کی جگہ نفرت اور اتفاق کے بدلے اخلاف ہو جائے گا۔ ایک دوسرے سے جھگڑو گے ایک دوسرے پر الزام رکھو گے ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔ ہر گروہ دوسرے گروہ پر پھٹکار برسائے گا۔ سب دوست دشمن بن جائیں گے ہاں پرہیز گار نیک کار آج بھی ایک دوسرے کے خیر خواہ اور دوست رہیں گے۔ کفار سب کے سب میدان قیامت کے دن ٹھوکریں کھا کھا کر بالآخر جہنم میں جائیں گے۔ کوئی اتنا بھی نہ ہوگا کہ ان کی کسی طرح کی مدد کر سکے۔'' حدیث میں ہے کہ تمام اگلے پچھلوں کو اللہ تعالیٰ ایک میدان میں جمع کرے گا'' کون جان سکتا ہے کہ دونوں سمت میں سے کس طرف؟ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ علم والا ہے۔ پھر ایک منادی عرش تلے سے آواز دے کہ اے موحدو! تو توحید والے اپنا سر اٹھائیں گے۔ پھر یہی آواز لگائے گا پھر سہ بار یہی پکارے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ نے تمہاری تمام لغزشوں سے درگزر فرما لیا۔ اب لوگ کھڑے ہوں گے اور آپس کی ناچاقیوں اور لین دین کا مطالبہ کرنے لگیں گے تو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف سے آواز دی جائے گی کہ اے اہل توحید! تم تو آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دو تمہیں اللہ تعالیٰ بدلہ دے گا۔ ❶

حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام: [آیت:۲۶-۲۷] کہا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ لوط بن ہارون بن آزر۔ آپ کی ساری قوم سے ایک تو حضرت لوط علیہ السلام ایمان لائے تھے اور ایک حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو آپ کی بیوی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کی بیوی صاحبہ کو اس ظالم بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کے ذریعہ اپنے پاس بلوایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ دیکھو میں نے اپنا رشتہ تم سے بھائی بہن کا بتلایا ہے تم بھی یہی کہنا کیونکہ اس وقت دنیا پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے۔ ❷ تو ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ کوئی میاں بیوی ہمارے سوا ایماندار نہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام آپ پر ایمان تو لائے تھے مگر اسی وقت ہجرت کر کے شام چلے گئے تھے پھر اہل سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیج دیئے گئے تھے جیسا کہ بیان گزرا اور آئے گا۔ ہجرت کا ارادہ یا تو حضرت لوط علیہ السلام نے ظاہر فرمایا کیونکہ ضمیر کا مرجع اقرب تو یہی ہیں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جیسے

❶ مجمع الزوائد، ۱۰/ ۳۵۸ وسندہ ضعیف۔

❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ﴿واتخذ اللّٰہ ابراهیم خلیلا﴾ ۳۳۵۸؛ صحیح مسلم ۲۳۷۱۔

کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔تو گویا حضرت لوط علیہ السلام کے ایمان لانے کے بعد آپ نے اپنی قوم سے دست برداری کرلی اور اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ اور کسی جگہ جاؤں شاید وہاں والے اللہ والے بن جائیں۔عزت اللہ تعالیٰ کی اس کے رسول اور مؤمنوں کی ہے۔حکمت والے اقوال افعال تقدیر شریعت اللہ کی ہے۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''آپ کوفے سے ہجرت کرکے شام کے ملک کی طرف گئے۔''

حدیث میں ہے کہ ''ہجرت کے بعد کی ہجرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کی طرف ہوگی۔اس وقت زمین پر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جنہیں زمین تھوک دے گی اور اللہ تعالیٰ ان سے نفرت کرے گا اور انہیں آگ سوروں اور بندروں کے ساتھ ہنکاتی پھرے گی۔راتوں کو دنوں کو انہی کے ساتھ رہے گی اور ان کی جھڑن کھاتی رہے گی۔'' ❶ اور روایت میں ہے جو ان میں سے پیچھے رہے گا اسے یہ آگ کھا جائے گی۔اور مشرق کی طرف سے کچھ لوگ میری امت میں ایسے نکلیں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا ان کے ایک جتھے کے خاتمے کے بعد دوسرا گروہ کھڑا ہوگا۔یہاں تک کہ آپ نے بیس سے بھی زیادہ بار اسے دہرایا۔یہاں تک کہ انہی کے آخری گروہ میں دجال نکلے گا۔ ❷ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ''کہ ایک زمانہ تو ہم پر وہ تھا کہ ہم ایک مسلمان بھائی کے لئے درہم و دینار کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے اپنی دولت اپنے بھائی کی ہی سمجھتے تھے پھر وہ زمانہ آیا کہ دولت ہمیں اپنے مسلم بھائی سے زیادہ عزیز معلوم ہونے لگی۔میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اگر تم بیلوں کی دموں کے پیچھے لگ جاؤ گے اور تجارت میں مشغول ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ کا جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری گردنوں میں ذلت کے پٹے ڈال دے گا جو اس وقت تک تم سے الگ نہ ہوں گے جب تک کہ تم پھر سے وہیں نہ آ جاؤ جہاں تھے اور تم توبہ نہ کرلو'' پھر وہی حدیث بیان کی جو اوپر گزری اور فرمایا ''کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور بدعملیاں کریں گے قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا۔ان کے علم کو دیکھ کر تم اپنے علموں کو حقیر سمجھنے لگو گے۔وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے پس جب یہ لوگ ظاہر ہوں تم انہیں قتل کر دینا پھر نکلیں پھر مار ڈالنا پھر ظاہر ہوں پھر قتل کر دینا۔وہ بھی خوش نصیب ہے جو انہیں قتل کرے اور وہ بھی خوش نصیب ہے جو ان کے ہاتھوں قتل کیا جائے۔جب ان کے گروہ نکلیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں برباد کر دے گا پھر نکلیں گے پھر برباد ہو جائیں گے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بیس مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بار یہی فرمایا۔'' ❸ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق نامی بیٹا دیا اور اسحٰق کو یعقوب نامی جیسے فرمان ہے کہ جب خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے اپنی قوم کو اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسحاق و یعقوب علیہما السلام دیا اور ہر ایک کو نبی بنایا۔اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ پوتا بھی آپ کی موجودگی میں ہو جائے گا۔اسحاق بیٹے تھے اور یعقوب پوتے تھے۔اور آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی صاحبہ کو اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی بشارت دی اور فرمایا کہ قوم کو چھوڑنے کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہارے گھر کی بستی یہ دے گا جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔پس ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند تھے۔یہی سنت سے بھی ثابت ہے۔قرآن کی اور آیت میں ہے کیا تم اس وقت موجود تھے ''جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو وہ اپنے لڑکوں سے کہنے لگے تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا آپ کے اور آپ کے والد ابراہیم' اسماعیل' اسحاق علیہم السلام کے اللہ کی جو یکتا اور واحد ولاشریک ہے۔'' ==

❶ الطبری، ١٠/ ٢٦۔

❷ ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی سکنی الشام، ٢٤٨٢ مختصرا وهو حسن؛ احمد، ٢/ ١٩٨، ١٩٩۔

❸ احمد، ٢/ ٨٤، ح ٥٥٦٢ وسنده ضعیف ابو جناب یحیٰ بن ابی حیہ ضعیف و مدلس راوی ہے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۵ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ ع

ع ۱۵

ترجمہ: حضرت لوط علیہ السلام کا بھی ذکر کرو جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم تو اس بدکاری پر اتر آئے ہو جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں سے کسی نے نہیں کی۔[۲۸] کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو اور راستے بند کرتے ہو؟ اور اپنی عام مجلسوں میں بے حیائیوں کے کام کرتے ہو؟ اس کے جواب میں آپ کی قوم نے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا کہ بس جا اگر سچا ہے تو ہمارے پاس رب تعالیٰ کا عذاب لے آ۔[۲۹] حضرت لوط علیہ السلام نے دعا کی کہ پروردگار! اس مفسد قوم پر میری مدد فرما۔[۳۰]

= بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے ''کہ کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔'' ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو مروی ہے کہ اسحاق و یعقوب علیہما السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند تھے اس سے مراد فرزند کے فرزند کو فرزند کہہ دینا ہے یہ نہیں کہ صلبی فرزند دونوں تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو کہاں ادنیٰ آدمی بھی ایسی ٹھوکر نہیں کھا سکتا۔ ہم نے انہی کی اولاد میں کتاب و نبوت رکھ دی۔ خلیل کا خطاب انہیں ملا' امام انہیں کہا گیا پھر ان کے بعد انہی کی نسل میں نبوت و حکمت رہی۔ بنی اسرائیل کے تمام انبیا حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کی نسل سے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تو یہ سلسلہ یونہی چلا۔ بنو اسرائیل کے اس آخری پیغمبر نے اپنی امت کو صاف کہہ دیا کہ میں تمہیں نبی عربی قریشی ہاشمی خاتم الرسل سید اولاد آدم کی بشارت دیتا ہوں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آپ کے سوائے اور نبی نہیں ہوا۔ علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم۔ ہم نے انہیں دنیا کے ثواب بھی دیئے اور آخرت کی نیکیاں بھی عطا فرمائیں۔ دنیا میں رزق وسیع' جگہ پاک' بیوی نیک' سیرت جمیل اور ذکر حسن دیا ساری دنیا کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی۔ باوجودیکہ اپنی اطاعت کی توفیق روز بروز اور زیادہ دی' کامل اطاعت گزاری کی توفیق کے ساتھ دنیا کی بھلائیاں بھی عطا فرمائیں اور آخرت میں بھی صالحین میں رکھا۔ جیسے فرمان ہے ابراہیم علیہ السلام مکمل فرمانبردار تھا' موحد تھا' مشرکوں میں نہ تھا' آخرت میں بھلے لوگوں کا ساتھی ہوا۔

قوم لوط کی مشہور بدخصلتی: [آیت:۲۸-۳۰] لوطیوں کی مشہور بدخصلتی سے حضرت لوط علیہ السلام انہیں روکتے ہیں کہ تم جیسی خباثت تم سے پہلے تو کوئی جانتا ہی نہ تھا کفر' تکذیب رسول' اللہ کے حکم کی مخالفت تو خیر اور بھی کرتے رہے مگر مردوں سے حاجت روائی تو کسی نے بھی نہیں کی۔ دوسری بدخصلت ان میں یہ تھی کہ راستے روکتے تھے' ڈاکے ڈالتے تھے' قتل و فساد کرتے تھے' مال لوٹ لیتے تھے' مجلسوں میں علی الاعلان بری باتیں اور لغو حرکتیں کرتے تھے' کوئی کسی کو نہیں روکتا تھا' یہاں تک کہ بعض کا قول ہے کہ وہ لواطت بھی علی الاعلان کرتے تھے۔

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ﴿ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت﴾ ۳۳۸۲۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۳۱ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڭ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۳۲ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۳۳ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۳۴ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۳۵

ترجمہ: جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کر پہنچے کہنے لگے کہ اس بستی والوں کو ہم ہلاک کرنے والے ہیں۔ یقیناً یہاں کے رہنے والے گنہگار ہیں[۳۱] (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کہنے لگے اس میں تو لوط ہیں ۔فرشتوں نے کہا یہاں جو ہیں ہم انہیں بخوبی جانتے ہیں لوط کو اور اس کے خاندان کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچالیں گے البتہ وہ عورت پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔[۳۲] پھر جب ہمارے قاصد لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے غمگین ہوئے اور دل ہی دل میں رنج کرنے لگے ۔ قاصدوں نے کہا آپ نہ خوف کھایئے نہ آزردہ ہویئے ہم آپ کو مع آپ کے متعلقین کے بچالیں گے مگر آپ کی بیوی کہ وہ عذاب کے لئے باقی رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔[۳۳] ہم اس بستی والوں پر آسمانی عذاب نازل کرنے والے ہیں اس وجہ سے کہ یہ بےحکم ہو رہے ہیں۔[۳۴] البتہ ہم نے اس بستی کو صریح عبرت کی نشانی بنادیا ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔[۳۵]

گویا سوسائٹی کا ایک مشغلہ یہ بھی تھا۔ ہوائیں نکال کر ہنستے تھے' ❶ مینڈھے لڑواتے' مرغ لڑواتے اور بدترین برائیاں کرتے تھے اور علی الاعلان مزے لے لے کر گناہ کرتے تھے۔

''حدیث میں ہے راہ چلتوں پر آوازہ کشی کرتے تھے اور کنکر پتھر پھینکتے رہتے تھے۔ ❷ سیٹیاں بجاتے تھے' کبوتر بازی کرتے تھے' ننگے ہو جاتے تھے' کفر' عناد' سرکشی' ضد اور ہٹ دھرمی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ نبی کے سمجھانے پر کہنے لگے جا جا بس نصیحت چھوڑ جن عذابوں سے ڈرا رہا ہے انہیں لے آ تو ہم بھی تیری سچائی دیکھیں۔'' عاجز آ کر لوط علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلا دیئے کہ ''اے اللہ! ان مفسدوں پر مجھے غلبہ دے میری مدد کر۔''

قوم لوط کی تباہی و بربادی: [آیت:۳۱۔۳۵] حضرت لوط علیہ السلام کی جب نہ مانی گئی بلکہ سنی بھی نہ گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جس پر فرشتے بھیجے گئے ۔بشکل انسانی یہ فرشتے پہلے بطور مہمان کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے۔ آپ نے ضیافت =

❶ الطبری، ۲۰/ ۳۰۔

❷ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة العنکبوت ۳۱۹۰ وسنده ضعیف ابو صالح باذام مولی ام هانی ضعیف ومدلس راوی ہے۔ احمد، ٦/ ٢٤١؛ حاکم، ٢/ ٤٠٩۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو قیامت کے دن کی توقع رکھو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔[۳۶] مگر انہوں نے جھٹلایا آخرش انہیں زلزلے نے پکڑ لیا اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے مردہ ہو کر رہ گئے۔[۳۷]

= کا سامان تیار کیا اور ان کے سامنے لا رکھا۔ جب دیکھا کہ انہیں اس کی رغبت نہیں تو دل ہی دل میں خوفزدہ ہو گئے تو فرشتوں نے ان کی دلجوئی شروع کی اور خبر دی کہ ایک نیک بچہ ان کے ہاں پیدا ہوگا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو وہاں موجود تھیں یہ سن کر تعجب کرنے لگیں، جیسے کہ سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں مفصل تفسیر گزر چکی ہے۔ اب فرشتوں نے اپنا اصلی ارادہ ظاہر کیا جسے سن کر خلیل الرحمٰن علیہ السلام کو خیال آیا کہ اگر وہ لوگ کچھ اور ڈھیل دیئے جائیں تو کیا عجب کہ راہ راست پر آ جائیں اس لئے فرمانے لگے کہ وہاں تو لوط نبی علیہ السلام ہیں۔ فرشتوں نے جواب دیا ہم ان سے غافل نہیں ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ انہیں اور ان کے خاندان کو بچا لیں۔ ہاں ان کی بیوی تو بے شک ہلاک ہوگی۔ کیونکہ وہ اپنی قوم کے کفر میں ان کا ساتھ دیتی رہی ہے۔ یہاں سے رخصت ہو کر خوبصورت قریب البلوغ بچوں کی صورتوں میں یہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی لوط نبی علیہ السلام شش و پنج میں پڑ گئے کہ اگر انہیں اپنے پاس ٹھہراتا ہوں تو ان کی خبر پاتے ہی کفار بھڑ بھڑا کر آ جائیں گے اور مجھے بھی تنگ کریں گے اور انہیں بھی پریشان کریں گے۔ اگر نہیں ٹھہراتے تو یہ انہیں کے ہاتھ پڑ جائیں گے۔ قوم کی خصلت سے واقف تھے اس لئے ناخوش اور رنجیدہ ہو گئے۔ لیکن فرشتوں نے ان کی یہ گھبراہٹ دور کر دی کہ آپ گھبرائیے نہیں، رنجیدہ نہ ہو جیئے ہم تو رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں انہیں غارت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ آپ اور آپ کا خاندان، بجز آپ کی اہلیہ کے تو بچ جائے گا، باقی ان سب پر آسمانی عذاب آئے گا اور انہیں ان کی بدکاری کا نتیجہ دکھایا جائے گا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انکی بستیوں کو زمین سے اٹھایا اور آسمان تک لے گئے اور وہاں سے الٹ دیں پھر ان پر ان کے نام کے نشان دار پتھر برسائے گئے اور جس عذاب الٰہی کو وہ دور سمجھ رہے تھے وہ قریب ہی نکل آیا۔ ان کی بستیوں کی جگہ ایک کڑوے گندے اور بدبودار پانی کی جھیل رہ گئی۔ جو لوگوں کے لئے عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنے اور عقل مند لوگ اس ظاہری نشان کو دیکھ کر ان کی بری طرح کی ہلاکت کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر دلیری نہ کریں۔ عرب کے سفر میں رات دن یہ منظر ان کے پیش نظر تھا۔

اہل مدین کا حال: [آیت:۳۶-۳۷] اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے سچے رسول حضرت شعیب علیہ السلام نے مدین میں اپنی قوم کو وعظ کیا۔ انہیں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کا حکم دیا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے اور اس کی سزاؤں سے ڈرایا۔ انہیں قیامت کے ہونے کا یقین دلا کر فرمایا کہ اس دن کے لئے کچھ تیاریاں کر لو، اس دن کا خیال رکھو لوگوں پر ظلم و زیادتی نہ کرو۔ اللہ کی زمین میں فساد نہ کرو برائیوں سے الگ رہو۔ ان میں ایک عیب یہ بھی تھا کہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے لوگوں کے حق مارتے، ڈاکے ڈالتے تھے راستے بند کر دیتے تھے۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کفر کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے پیغمبر کی نصیحتوں پر کان تک نہ دھرا بلکہ انہیں جھوٹا کہا۔ اس بنا پر ان پر عذاب الٰہی برس پڑا، سخت بھونچال آیا اور ساتھ ہی اتنی تیز و تند آواز آئی کہ دل اڑ گئے اور روحیں پرواز =

وَعَادًا وَّثَمُودَ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: ہم نے عادیوں اور ثمودیوں کو بھی غارت کیا جن کے بعض مکانات تمہارے سامنے ظاہر ہیں۔ شیطان نے انہیں ان کی بداعمالیاں آراستہ کر دکھائی تھیں اور انہیں راہ سے روک دیا تھا باوجودیکہ یہ آنکھوں والے اور ہوشیار تھے[۳۸] اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی۔ ان کے پاس حضرت موسٰی علیہ السلام کھلے کھلے معجزے لے کر آئے تھے پھر بھی انہوں نے زمین میں تکبر کیا لیکن ہم سے آگے بڑھنے والے نہ ہو سکے[۳۹] پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا۔ ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور ان میں سے بعض کو زوردار سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے ہیں۔[۴۰]

= کر گئیں اور گھڑی کی گھڑی سب کا ڈھیر ہو گیا۔ ان کا پورا قصہ سورۂ اعراف اور سورۂ شعرآء میں گزر چکا ہے۔

عادی اور ثمودی بھی فنا کے گھاٹ میں: [آیت: ۳۸۔۴۰] عادی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھے احقاف میں رہتے تھے جو یمن کے شہروں میں حضرموت کے قریب ہے۔ ثمودی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے لوگ تھے یہ حجر میں بستے تھے جو وادی القریٰ کے قریب ہے اہل عرب کے راستے میں ان کی بستی آتی تھی جسے یہ بخوبی جانتے تھے۔ قارون ایک دولت مند شخص تھا جس کے بھرپور خزانوں کی کنجیاں ایک جماعت کی جماعت اٹھاتی تھی۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا اور ہامان اس کا وزیر اعظم تھا۔ اسی کے زمانے میں حضرت موسٰی علیہ السلام کلیم اللہ نبی ہو کر اس طرف گئے تھے۔ یہ دونوں قبطی کافر تھے۔ جب ان کی سرکشی حد سے گزر گئی اللہ تعالیٰ کی توحید کے منکر ہو گئے رسولوں کو ایذائیں دیں اور ان کی نہ مانی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا۔ عادیوں پر ہوائیں بھیجیں انہیں اپنی قوت و طاقت کا بڑا گھمنڈ تھا کسی کو اپنے مقابلہ کا نہ جانتے تھے ان پر ہوا بھیجی جو بڑی تیز و تند تھی جو ان پر زمین کے پتھر اُڑا اُڑا کر برسانے لگی بالآخر زور پکڑتے پکڑتے یہاں تک بڑھ گئی کہ انہیں اچک لے جاتی اور آسمان کے قریب لے جا کر پھر گرا دیتی۔ سر کے بل گرتے اور سر الگ ہو جاتا اور ایسے ہو جاتے جیسے کھجور کے درخت جن کے تنے الگ ہوں اور شاخیں جدا ہوں۔ ثمودیوں پر حجت الٰہی پوری ہوئی دلائل دیئے گئے ان کی طلب کے موافق پتھر میں سے ان کے دیکھتے ہوئے اونٹنی نکلی لیکن تاہم انہیں ایمان نصیب نہ ہوا بلکہ طغیانی میں بڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو دھمکانے اور ڈرانے لگے اور ایمانداروں سے بھی کہنے لگے کہ ہمارے شہر چھوڑ دو ورنہ ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ انہیں ایک چیخ سے پارہ پارہ کر دیا۔ دل دہل گئے کلیجے اڑ گئے =

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے۔ حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے۔ کاش کہ وہ جان لیتے۔[۴۱] اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں وہ اس کے سوا پکار رہے ہیں۔ وہ زبردست اور ذی حکمت ہے۔[۴۲] ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرما رہے ہیں۔ انہیں صرف علم والے ہی جانتے ہیں۔[۴۳]

== اور سب کی روحیں نکل گئیں۔ قارون نے سرکشی اور تکبر کیا طغیانی اور بڑائی کی رب اعلیٰ کی نافرمانی کی زمین میں فساد مچا دیا اکڑ اکڑ کر چلنے لگا اپنے ڈنٹر بل دیکھنے لگا اترانے لگا اور پھولنے لگا۔ بس اللہ تعالیٰ نے اسے مع اس کے محلات کے زمین دوز کر دیا جو آج تک دھنستا چلا جا رہا ہے۔ فرعون ہامان اور ان کے لشکروں کو صبح ہی صبح ایک ہی ساعت میں دریا برد کر دیا۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا جوان کا نام تو کبھی لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جو کچھ کیا کچھ ان پر ظلم نہ تھا بلکہ ان کے ظلم کا بدلہ تھا' ان کے کرتوت کا پھل تھا' ان کی کرنی کی بھرنی تھی یہ بیان یہاں بطور لف ونشر کے ہے اولاً جھٹلانے والی امتوں کا ذکر ہوا۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو عذابوں سے ہلاک کرنے کا۔ کسی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جن پر پتھروں کا مینہ برسانے کا ذکر ہے ان سے مراد لوطی ہیں اور غرق کی جانے والی قوم قوم نوح ہے لیکن یہ قول ٹھیک نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مروی تو ہے لیکن سند میں انقطاع ہے۔ ان دونوں قوموں کی ہلاکت کا ذکر اسی صورت میں بہ تفصیل بیان ہو چکا ہے۔ پھر بہت سے فاصلے کے بعد یہ بیان ہوا ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی مروی ہے "کہ پتھروں کا مینہ جن پر برسایا گیا ان سے مراد لوطی ہیں اور جنہیں چیخ سے ہلاک کیا گیا ان سے مراد قوم شعیب ہے" لیکن یہ قول بھی ان آیتوں سے دور دراز ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حقیقت شرک پر ایک عمدہ مثال: [آیت:۴۱۔۴۳] جو لوگ اللہ رب العالمین کے سوا اوروں کی پرستش اور پوجا پاٹ کرتے ہیں ان کی کمزوری اور بے علمی کا بیان ہو رہا ہے یہ ان سے مدد روزی اور سختی میں کام آنے کے امیدوار رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی مکڑی کے جالے میں بارش اور دھوپ اور سردی سے پناہ چاہے۔ اگر ان میں علم ہوتا تو یہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے امیدیں وابستہ نہ کرتے۔ پس ان کا حال ایمانداروں کے حال کے بالکل برعکس ہے۔ وہ ایک مضبوط کڑے کو تھامے ہوئے ہیں اور یہ مکڑی کے جالے میں اپنا سر چھپائے ہوئے ہیں۔ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا جسم اعمال صالحہ کی طرف مشغول ہے اور اس کا دل مخلوق کی طرف اور جسم اس کی پرستش کی طرف جھکا ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈرا رہا ہے کہ وہ ان سے ان کے شرک سے اور ان کے جھوٹے معبودوں سے خوب آگاہ ہے۔ انہیں ان کی شرارت کا وہ مزہ چکھائے گا کہ یہ یاد کریں۔ انہیں ڈھیل دینے میں بھی اس کی مصلحت وحکمت ہے۔ نہ یہ کہ وہ علیم اللہ تعالیٰ ان سے بے خبر ہو۔ ہم نے تو مثالوں سے بھی مسائل سمجھا دیئے۔ لیکن ان کے سوچنے سمجھنے کا مادہ ان میں غور وفکر کرنے کی توفیق صرف باعمل علما کو ہوتی ہے جو اپنے علم میں پورے ہیں اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ==

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو مصلحت اور حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ایمان والوں کے لئے تو اس میں بڑی بھاری دلیل ہے۔ [۴۴]

= کی بیان کردہ مثالوں کو سمجھ لینا سچے علم کی دلیل ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے ایک ہزار مثالیں رسول اللہ ﷺ سے سیکھی سمجھی ہیں" ❶ (مسند احمد) اس سے آپ کی فضیلت اور آپ کی علمیت ظاہر ہے۔ حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "کہ کلام اللہ کی جو آیت میری تلاوت میں آئے اور اس کا تفصیلی معنی مطلب میری سمجھ میں نہ آئے تو میرا دل دکھتا ہے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اور میں ڈرنے لگتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری گنتی جاہلوں میں تو نہیں ہوگئی کیونکہ فرمان الٰہی یہی ہے کہ ہم ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں لیکن سوائے عالموں کے انہیں دوسرے سمجھ نہیں سکتے۔"

خالق حقیقی کا ذکر: [آیت:۴۴] اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی قدرت کا بیان ہو رہا ہے کہ وہی آسمانوں کا اور زمینوں کا خالق ہے۔ اس نے انہیں کھیل تماشے کے طور پر یا لغو وبیکار نہیں بنایا بلکہ اس لئے کہ یہاں لوگوں کو بسائے پھر ان کی نیکیاں بدیاں دیکھے اور قیامت کے دن ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا سزا دے۔ بروں کو ان کی بداعمالیوں پر سزا اور نیکوں کو ان کی نیکیوں پر بہترین بدلہ۔

الحمد للہ بیسویں پارے کی تفسیر مکمل ہوئی۔

❶ احمد، ۴/ ۲۰۳ وسندہ ضعیف، ابن لهیعہ مدلس ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے یا بعد کی۔ مجمع الزوائد، ۸/ ۲۶۴۔

فہرست

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ: جو کتاب تیری طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اور نماز کا پابند رہ۔ یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ بے شک ذکر باری تعالیٰ بہت بڑی چیز ہے۔ تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ خبردار ہے۔ [۴۵]

نماز بے حیائی سے روکتی ہے: [آیت: ۴۵] اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول کو اور ایمانداروں کو حکم دے رہا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں اور اسے اوروں کو بھی سنائیں اور نمازوں کو نگہبانی اور پابندی سے پڑھتے رہا کریں۔ نماز انسان کو ناشائستہ کاموں اور نالائق حرکتوں سے باز رکھتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”جس نمازی کی نماز نے اسے گناہوں اور سیاہ کاریوں سے باز نہ رکھا وہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہو جاتا ہے۔“ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”جسے اس کی نماز بے حیائی اور فحش کاموں سے نہ روکے تو سمجھ لو کہ اس کی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوئی۔“ ❶ اور روایت میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہی ہوتا چلا جائے گا۔ ❷ ایک موقوف روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ”کہ جو نمازی بھلے کاموں والا اور برے کاموں سے بچنے والا نہ ہو سمجھ لو کہ اس کی نماز اسے اللہ تعالیٰ سے اور دور کرتی جا رہی ہے۔“ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جو نماز کی بات نہ مانے اس کی نماز نہیں۔ نماز بے حیائی اور بدفعلیوں سے روکتی ہے اس کی اطاعت یہ ہے کہ ان واہی کاموں سے نمازی رک جائے۔“ حضرت شعیب علیہ السلام سے جب ان کی قوم نے کہا کہ اے شعیب! کیا تمہیں تمہاری نماز حکم کرتی ہے؟ تو حضرت سفیان رحمہ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ”کہ ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم! نماز حکم بھی کرتی ہے اور منع بھی کرتی ہے۔“ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا فلاں شخص بڑی لمبی نماز پڑھتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”نماز اسے نفع دیتی ہے جو اس کا کہا مانے۔“ میری تحقیق میں اوپر جو مرفوع روایت بیان ہوئی اس کا بھی موقوف ہونا ہی زیادہ صحیح ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ بزار میں ہے کہ رسول اللہ سے کسی نے کہا: حضور! فلاں شخص نماز پڑھتا ہے لیکن چوری نہیں چھوڑتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”عنقریب اس کی نماز اس کی یہ برائی چھڑا دے گی۔“ ❸ چونکہ نماز ذکر اللہ کا نام ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا ”یادِ الٰہی بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام باتوں سے اور تمہارے کل کاموں سے باخبر ہے۔“ حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”نماز میں تین چیزیں ہیں اگر یہ نہ ہوں تو نماز، نماز نہیں ① اخلاص وخلوص ② خوف الٰہی اور ③ ذکر اللہ۔ اخلاص سے تو انسان نیک ہو جاتا ہے اور خوف الٰہی سے انسان گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے اور ذکر اللہ یعنی قرآن اسے بھلائی برائی بتا دیتا ہے وہ حکم بھی کرتا ہے اور منع بھی کرتا ہے۔“ ابن عون انصاری فرماتے ہیں ”جب تو نماز میں ہو تو تو نیکی میں ہے اور نماز تجھے فحش اور منکر سے بچائے ہوئے ہے اور اس میں جو کچھ تو ذکر ربانی کر رہا ہے وہ تیرے لئے بڑے ہی فائدے کی چیز ہے۔“ حماد رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے ”کہ کم سے کم حالت نماز میں تو تو برائیوں سے بچا رہے گا۔“ ایک راوی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول مروی ہے ”کہ جو بندہ یادِ الٰہی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتا ہے۔“ =

---

❶ سندہ ضعیف۔ ❷ الدر المنثور، ۵/ ۲۷۹ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۱/ ۱۳۴، اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم مختلط راوی ہے۔ (التقریب، ۲/ ۱۳۸)

❸ احمد، ۲/ ۴۴۷؛ ح ۹۷۷۸ وسندہ صحیح، الاعمش صرح بالسماع؛ مجمع الزوائد، ۲/ ۲۵۸۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۴۶

ترجمہ: اہل کتاب کے ساتھ بہت مہذب طریقے سے مناظرے کرو مگران کے ساتھ جوان میں سے بے انصاف ہیں اور صاف اعلان کر دیا کرو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے جو ہم پر اتاری گئی ہے اور اس پر بھی جو تم پر نازل فرمائی گئی ہے ہمارا تمہارا معبود ایک ہی ہے ہم سب اسی کے حکم بردار ہیں۔[۴۶]

= اس نے کہا: ہمارے ہاں جو صاحب ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو گے تو وہ تمہاری یاد کرے گا اور یہ بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾ ❶ ''تم میری یاد کرو میں تمہاری یاد کروں گا۔'' اسے سن کر آپ نے فرمایا: اس نے سچ کہا یعنی دونوں مطلب درست ہیں' یہ بھی اور وہ بھی۔ اور خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ تفسیر مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت فرمایا کہ اس جملے کا مطلب جانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں اس سے مراد نماز میں سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر وغیرہ کہنا ہے۔ آپ نے فرمایا ''تو نے عجیب بات کہی، یہ یوں نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ حکم کے اور منع کے وقت اللہ تعالیٰ کا تمہیں یاد کرنا تمہارے ذکر اللہ سے بہت بڑا اور بہت اہم ہے۔'' ❷ حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت ابو درداء' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے اور اسی کو امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ پسند فرماتے ہیں۔

اہل کتاب سے مناظرے کے اصول: [آیت:۴۶] حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تو فرماتے ہیں ''کہ یہ آیت جہاد کے حکم کی آیت کے ساتھ منسوخ ہے اب تو یہی ہے کہ یا تو اسلام قبول کریں یا جزیہ ادا کریں یا لڑائی لڑیں۔'' لیکن اور بزرگ مفسرین کا قول ہے کہ یہ حکم باقی ہے۔ جو یہودی یا نصرانی دینی امور کو سمجھنا چاہے، اسے مہذب طریقے پر سلجھے ہوئے پیرائے سے سمجھا دینا چاہیے۔ کیا عجب کہ وہ راہ راست اختیار کر لے۔ جیسے اور آیت میں عام حکم موجود ہے ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ ❸ الخ۔ ''اپنے رب تعالیٰ کی راہ کی دعوت، حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ لوگوں کو دو۔'' حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو جب فرعون کی طرف بھیجا جاتا ہے تو فرمان ہوتا ہے کہ ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝﴾ ❹ یعنی ''اس سے نرمی سے گفتگو کرنا۔ کیا عجب کہ وہ نصیحت قبول کر لے اور اس کا دل پگھل جائے۔'' یہی قول حضرت امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ ہے اور حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ہاں ان میں سے جو ظلم پر اڑ جائیں اور ضد اور تعصب برتیں حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو پھر مناظرے مباحثے بے سود ہیں۔ پھر تو جدال وقتال کا حکم ہے۔ جیسے جناب باری عزاسمہ کا ارشاد ہے ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ❺ الخ۔ ''ہم نے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ہمراہ کتاب و میزان نازل فرمائی تاکہ لوگوں میں عدل و انصاف کا قیام ہو سکے۔ اور ہم نے لوہا بھی نازل فرمایا ہے جس میں سخت لڑائی ہے۔'' پس حکم الٰہی یہ ہے کہ بھلائی سے اور

❶ ۲/ البقرۃ:۱۵۲۔ ❷ حاکم، ۲/ ۴۰۹ وسندہ ضعیف۔ ❸ ۱۶/ النحل:۱۲۵۔
❹ ۲۰/ طٰہٰ:۴۴۔ ❺ ۵۷/ الحدید:۲۵۔

نرمی سے جو نہ مانے اس پر پھر سختی کی جائے۔ جو لڑے اس سے لڑا جائے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ ماتحتی میں رہ کر جزیہ ادا کرے۔ پھر فرماتا ہے کہ جس کے کھرے کھوٹے ہونے کا تمہیں یقینی علم نہ ہو تو اس کی تکذیب کی طرف قدم نہ بڑھاؤ اور نہ بے تامل تصدیق کر دیا کرو۔ ممکن ہے کسی امر حق کو تم جھٹلا دو اور ممکن ہے کسی باطل کی تصدیق کر بیٹھو۔ پس شرطیہ تصدیق کرو۔ یعنی کہہ دو کہ ہمارا اللہ تعالیٰ کی ہر بات پر ایمان ہے اگر تمہاری پیش کردہ چیز اللہ کی نازل کردہ ہے تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور اگر تم نے تبدیل و تحریف کر دی ہے تو ہم اسے نہیں مانتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور ہمارے سامنے عربی میں اس کا ترجمہ کرتے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''نہ تم انہیں سچا کہو نہ جھوٹا بلکہ تم ﴿اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ﴾ سے آخر آیت تک پڑھ دیا کرو۔'' ❶ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی آیا اور کہنے لگا کیا یہ جنازے بولتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔'' اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ یقیناً بولتے ہیں۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''یہ اہل کتاب جب تم سے کوئی بات بیان کریں تو تم نہ انہیں سچا ؤ نہ جھٹلاؤ بلکہ کہہ دو کہ ہمارا اللہ تعالیٰ پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے۔ یہ اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی جھوٹ کو سچ کہہ دو یا کسی سچ کو جھوٹ بتلا دو'' ❷ یہاں یہ بھی خیال رہے کہ ان اہل کتاب کی اکثر و بیشتر باتیں تو غلط اور جھوٹ ہی ہوتی ہیں۔ عموماً بہتان و افترا ہوتا ہے۔ ان میں تحریف و تبدل، تغیر و تاویل رواج پا چکی ہے اور صداقت ایسی رہ گئی ہے کہ گویا کچھ بھی نہیں۔ پھر ایک بات اور بھی ہے کہ بالفرض سچ بھی ہو تو ہمیں کیا فائدہ؟ ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کی تازہ (جدید) اور کامل کتاب موجود ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اہل کتاب سے تم کچھ بھی نہ پوچھو۔ وہ خود جب کہ گمراہ ہیں تو تمہاری رہبری کیا کریں گے؟ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ان کی کسی سچی بات کو تم جھٹلا دو۔ یا ان کی کسی جھوٹی بات کو تم سچ کہہ دو۔ یاد رکھو ہر اہل کتاب کے دل میں اپنے دین کا ایک تعصب ہے۔ جیسے کہ مال کی خواہش ہے'' (ابن جریر) صحیح بخاری میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ''ہیں تم اہل کتاب سے سوالات کیوں کرتے ہو؟ تم پر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی ابھی کتاب نازل ہوئی ہے جو بالکل خالص ہے جس میں باطل نہ ملا جلا، نہ مل جل سکے۔ تم سے تو خود رب تعالیٰ نے فرما دیا کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے دین کو بدل ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تغیر کر دیا اور اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کہنے لگے اور دنیوی نفع حاصل کرنے لگے۔ کیوں بھلا تمہارے پاس جو علم الٰہی ہے کیا وہ تمہیں کافی نہیں؟ کہ تم ان سے دریافت کرو۔ دیکھو تو کس قدر ستم ہے کہ ان میں سے تو ایک بھی تم سے کبھی کچھ نہ پوچھے اور تم ان سے دریافت کرتے پھرو؟'' ❸ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں قریش کی ایک جماعت کے سامنے فرمایا کہ دیکھو ان تمام اہل کتاب میں اور ان کی باتیں بیان کرنے والوں میں سب سے اچھے اور سچے حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ ہیں لیکن باوجود اس کے بھی ان کی باتوں میں بھی ہم کبھی کبھی جھوٹ پاتے ہیں۔ ❹ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عمداً جھوٹ بولتے ہیں۔ بلکہ جن کتابوں پر انہیں اعتماد ہے، وہ خود گیلی سوکھی سب جمع کر لیتے ہیں۔ ان میں خود سچ جھوٹ، صحیح غلط بھرا پڑا ہے۔ ان میں مضبوط ذی علم حافظوں کی جماعت تھی ہی نہیں یہ تو اسی امت مرحومہ پر اللہ تعالیٰ کا

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة البقرة باب ﴿قولوا آمنا بالله وما انزل الينا﴾ ٤٤٨٥؛ السنن الكبرى ١١٣٨٧۔

❷ احمد، ٤/ ١٣٧؛ ابوداود، كتاب العلم، باب رواية حديث اهل الكتاب ٣٦٤٤ وسنده ضعيف نملہ بن ابی نملہ مجہول الحال راوی ہے۔ ابن حبان ٦٢٥٧؛ بیهقی، ٢/ ١٠۔

❸ صحیح بخاری، كتاب الاعتصام، بالكتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ ((لاتسألوا اهل الكتاب عن شیء)) ٧٣٦٣۔

❹ صحیح بخاری حواله سابق ٧٣٦١۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰۤؤُلَاۤءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنی کتاب نازل فرمائی ہے پس جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اوران میں سے بعض اس پر ایمان رکھتے ہیں' ہماری آیتوں کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں۔[۴۷] اس سے پہلے تو تو کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا کہ یہ باطل پرست لوگ شک شبہ میں پڑتے۔[۴۸] بلکہ یہ قرآن تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ ہماری آیتوں کا منکر بجز ستم گاروں کے اور کوئی نہیں۔[۴۹]

= فضل ہے کہ اس میں بہترین دل ودماغ والے اور اعلیٰ فہم وذکا والے اور عمدہ حفظ واتقان والے لوگ اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیئے۔ لیکن پھر بھی آپ دیکھئے کہ کس قدر موضوعات کا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے؟ اور کس طرح لوگوں نے باتیں گھڑ لی ہیں۔ گو محدثین نے اس باطل کو حق سے بالکل جدا کر دیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

کیا آپ ﷺ لکھنا پڑھنا جانتے تھے: [آیت:۴۷-۴۹] فرمان ہے کہ جیسے ہم نے اگلے انبیا پر اپنی کتابیں نازل فرمائی تھیں اسی طرح یہ کتاب یعنی قرآن مجید ہم نے اے ہمارے آخری رسول تم پر نازل فرمایا ہے۔ پس اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ہماری کتاب کی قدر کی اور اس کی تلاوت کا حق ادا کیا وہ جہاں اپنی کتابوں پر ایمان لائے، اس پاک کتاب کو بھی مانتے ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وغیرہ اور ان لوگوں یعنی قریش وغیرہ میں سے بھی بعض لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ہاں جو لوگ باطل سے حق کو چھپانے والے اور سورج کی روشنی سے آنکھیں بند کرنے والے ہیں وہ تو اس کے بھی منکر ہیں۔ پھر فرماتا ہے اے نبی (ﷺ)! تم ان میں مدت العمر تک رہ چکے ہو، اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ ان میں گزار چکے ہو، انہیں خوب معلوم ہے کہ آپ پڑھے لکھے نہیں۔ ساری قوم اور سارا ملک بخوبی علم رکھتا ہے کہ آپ محض اُمی ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا۔ پھر آج جو آپ ایک انوکھی فصیح وبلیغ اور پُر از حکمت کتاب پڑھتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ آپ اس حالت میں کہ ایک حرف پڑھے ہوئے نہیں خود تصنیف وتالیف کر نہیں سکتے۔ حضور اکرم ﷺ کی یہی صفت اگلی کتابوں میں تھی۔ جیسے قرآن ناقل ہے کہ ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾ ❶ الخ۔ یعنی ''جو لوگ پیروی کرتے ہیں اس رسول ونبی امی کی جس کی صفات وہ اپنی کتاب توراۃ وانجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں' جو انہیں نیکیوں کا حکم کرتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔'' لطف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معصوم نبی ﷺ ہمیشہ لکھنے سے دور ہی رکھے گئے۔ ایک سطر کیا معنی، ایک حرف بھی لکھنا آپ ﷺ کو نہ آتا تھا۔ آپ ﷺ نے کاتب مقرر کر لئے تھے جو وحی الٰہی کو لکھ لیتے تھے اور ضرورت کے وقت شاہان دنیا سے خط وکتابت بھی وہی کرتے تھے۔ پچھلے فقہا میں سے قاضی ابوالولید

❶ ۷/ الاعراف:۱۵۷۔

باجی رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ حدیبیہ کے دن خود رسول کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے یہ جملہ صلح نامے میں لکھا تھا کہ ((هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ)) یعنی یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ نے فیصلہ کیا۔" لیکن یہ قول درست نہیں۔ یہ وہم قاضی صاحب کو بخاری کی اس روایت سے پڑا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ ثُمَّ اَخَذَ فَكَتَبَ یعنی "پھر حضور اکرم ﷺ نے آپ لے کر لکھا۔" ❶ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے لکھنے کا حکم دیا۔ جیسے دوسری روایت میں صاف موجود ہے کہ ثُمَّ اَمَرَ فَكُتِبَ یعنی آپ ﷺ نے پھر حکم دیا اور لکھا گیا۔ ❷ مشرق و مغرب کے تمام علما کا یہی مذہب ہے بلکہ باجی وغیرہ پر انہوں نے اس قول کا بہت سخت رد کیا ہے اور اس سے بیزاری ظاہر کی ہے اور اس قول کی تردید اپنے اشعار اور خطبوں میں بھی کی ہے۔ لیکن یہ بھی خیال رہے کہ قاضی صاحب وغیرہ کا یہ خیال ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ اچھی طرح لکھنا جانتے تھے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ آپ کا یہ جملہ صلح نامہ پر لکھ لینا آپ ﷺ کا ایک معجزہ تھا۔ جیسے کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے ک ف ر لکھا ہوا ہوگا جسے ہر مؤمن پڑھ لے گا ❸ یعنی اگرچہ ان پڑھ ہو تب بھی اسے پڑھ لے گا۔ یہ مؤمن کی ایک کرامت ہوگی اسی طرح یہ فقرہ لکھ لینا اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کا ایک معجزہ تھا۔ یہ مطلب اس کا ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ لکھنا جانتے تھے یا آپ ﷺ نے سیکھا تھا۔ بعض لوگ ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ آنحضور ﷺ کا انتقال نہ ہوا جب تک کہ آپ ﷺ نے لکھنا نہ سیکھ لیا۔ یہ روایت بالکل ضعیف ہے بلکہ محض بے اصل ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کو دیکھئے کہ کس قدر تاکید کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پڑھا ہوا ہونے کا انکار کرتی ہے اور کتنی سختی کے ساتھ پر زور الفاظ میں اس کا بھی انکار کرتی ہے کہ آپ ﷺ لکھنا جانتے ہوں۔ یہ جو فرمایا کہ داہنے ہاتھ سے یہ باعتبار غالب کے کہہ دیا ہے ورنہ لکھا تو دائیں ہاتھ سے ہی جاتا ہے اسی طرح ﴿وَلَا طَآئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ﴾ ❹ میں ہے کیونکہ ہر پرندہ اپنے پروں سے ہی اڑتا ہے۔ پس حضور اکرم ﷺ کا ان پڑھ ہونا بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر آپ پڑھے لکھے ہوتے تو یہ باطل پرست آپ ﷺ کی نسبت شک کرنے کی گنجائش پاتے کہ اگلے انبیا علیہم السلام کی کتابوں سے پڑھ کر لکھ کر نقل کر لیتا ہے' لیکن یہاں تو ایسا نہیں تعجب ہے کہ باوجود ایسا نہ ہونے کے پھر بھی یہ لوگ ہمارے رسول اکرم ﷺ پر یہ الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھ لی ہیں وہی اس کے سامنے صبح شام پڑھی جاتی ہیں۔ باوجودیکہ خوب جانتے ہیں کہ ہمارے رسول اکرم ﷺ پڑھے لکھے نہیں۔ ان کے اس قول کے جواب میں جناب باری تعالیٰ عزاسمہ نے فرمایا انہیں جواب دو کہ اسے اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو زمین و آسمان کی پوشیدگیوں کو جانتا ہے۔ یہاں فرمایا بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں ہیں۔ خود آیات واضح' صاف اور سلجھے ہوئے الفاظ میں ہیں' پھر علما پر ان کا سمجھنا، یاد کرنا، پہنچانا سب آسان، جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝﴾ ❺ "یعنی ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے بالکل آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔" رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "ہر نبی کو ایسی چیز دی گئی جس کے باعث لوگ ان پر ایمان لائے مجھے ایسی چیز وحی رب تعالیٰ =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاء ۴۲۵۱۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب...... ۲۷۳۱۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال ۷۱۳۱؛ صحیح مسلم ۲۹۳۳؛ ابوداود ۴۳۱۶؛ احمد، ۳/ ۱۷۳؛ ترمذی ۲۲۴۶؛ مسند ابی یعلی ۳۰۱۶۔ ❹ ٦/ الانعام: ۳۸۔ ❺ ٥٤/ القمر: ۱۰۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: کہتے ہیں کہ اس پر کچھ نشانات اس کے رب تعالیٰ کی طرف سے کیوں نہیں اتارے گئے۔ تو کہہ دے کہ نشانات تو سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ میری حیثیت تو صرف کھلم کھلا آگاہ کر دینے والے کی ہے۔[۵۰] کیا انہیں یہ کافی نہیں؟ کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرما دی جو ان پر پڑھی جارہی ہے۔ اس میں رحمت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے' ان لوگوں کے لئے جو ایماندار ہیں۔[۵۱] کہہ دے کہ مجھ میں اور تم میں اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا کافی ہے۔ وہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا عالم ہے۔ جو لوگ باطل کے ماننے والے اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے والے ہیں وہ زبردست نقصان اور گھاٹے میں ہیں۔[۵۲]

= دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمائی ہے تو مجھے ذاتِ ربانی سے امید ہے کہ تمام نبیوں کے تابعداروں سے زیادہ میرے تابعدار ہوں گے۔" ❶ صحیح مسلم کی حدیث میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ "اے نبی (ﷺ!) میں تمہیں آزماؤں گا اور تمہاری وجہ سے لوگوں کی بھی آزمائش کرلوں گا۔ میں تم پر ایسی کتاب نازل فرماؤں گا جسے پانی دھونہ سکے۔ تو اسے سوتے جاگتے پڑھتا رہے گا۔" ❷ مطلب یہ ہے کہ گو اس کے حروف پانی سے دھو دیئے جائیں لیکن وہ ضائع ہونے سے محفوظ ہے۔ جیسے کہ اور حدیث میں ہے کہ اگر قرآن کسی چمڑے میں ہو تو اسے آگ نہیں جلائے گی ❸ اس لئے کہ وہ سینوں میں محفوظ ہے' زبانوں پر آسان ہے۔ دلوں میں موجود ہے اور اپنے لفظ اور معنی کے اعتبار سے ایک جیتا جاگتا معجزہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگلی کتابوں میں اس امت کی ایک صفت یہ بھی مروی ہے کہ اَنَاجِیْلُهُمْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ "ان کی کتاب ان کے سینوں میں ہوگی۔" امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اسے پسند فرماتے ہیں "کہ معنی یہ ہیں بلکہ علم اس کا کہ تو اس کتاب سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتا تھا یہ آیات بینات اہل کتاب کے ذی علم لوگوں کے سینوں میں موجود ہیں۔" قتادہ اور ابن جریج رحمہما اللہ سے بھی یہی منقول ہے' اور پہلا قول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' اور یہی بروایت عوفی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور یہی ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرماتا ہے کہ ہماری آیتوں کا جھٹلانا قبول نہ کرنا یہ حد سے گزر جانے والوں اور ضدی لوگوں کا ہی کام ہے جو نہ حق کو سمجھتے ہیں اور نہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے جن پر تیرے رب تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے اگرچہ ان کے پاس سب نشانیاں آجائیں یہاں تک کہ وہ المناک عذابوں کا مشاہدہ کرلیں۔

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی وأول ما نزل؟ ٤٩٨١؛ صحیح مسلم ١٥٢۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب صفات التی یعرف بها فی الدنیا ٢٨٦٥؛ بتصرف یسیر۔

❸ احمد، ٤/ ١٥٥ وسنده حسن، ابن لهیعه صرح بالسماع وحدث به قبل اختلاطه، دارمی ٣٣١٠؛ مسند ابی یعلی ١٧٤٥؛ الأسماء والصفات، ص ٢٦٤؛ طبرانی، ٨٥٠۔

کیا قرآن کا معجزہ کافی نہیں ہے؟: [آیت: ۵۰-۵۲] کافروں کی ضد، تکبر اور ہٹ دھرمی بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے ایسی ہی نشانی طلب کی جیسی کہ حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے مانگی تھی۔ پھر اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ انہیں جواب دیجئے کہ آیتیں معجزے اور نشانات دکھانا میرے بس کی بات نہیں' یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ اگر اس نے تمہاری نیک نیتیں معلوم کر لیں تو وہ معجزہ دکھائے گا اور اگر تم اپنی ضد اور انکار سے بڑھ بڑھ کر باتیں ہی بنا رہے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ تم سے دبا ہوا نہیں کہ اس کی چاہت تمہاری چاہت کے تابع ہو جائے، جو تم مانگو وہ خواہ مخواہ کر ہی دکھائے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ آیتیں بھیجنے سے ہمیں کوئی مانع نہیں۔ بجز اس کے کہ اگلے لوگ بھی برابر انکار ہی کرتے رہے۔ ثمودیوں کو دیکھو ہماری نشانی اونٹنی جو اُن کے پاس آئی انہوں نے اس پر ظلم ڈھایا۔ کہہ دو کہ میں تو صرف ایک مبلغ ہوں' پیغامبر ہوں' قاصد ہوں' میرا کام تمہارے کانوں تک آوازِ ربانی کو پہنچا دینا ہے میں نے تو تمہیں تمہارا برا بھلا سمجھا دیا، نیک بد بجھا دیا اب تم جانو تمہارا کام جانے۔ ہدایت، ضلالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وہ اگر کسی کو گمراہ کر دے تو اس کی رہبری کوئی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اور جگہ ہے تجھ پر ان کی ہدایت کا ذمہ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس کی چاہت پر موقوف ہے۔ بھلا اس فضول گوئی کو دیکھو کہ کتاب عزیز ان کے پاس آ چکی جس کے کسی طرف سے باطل اس کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتا اور انہیں اب تک نشان کی طلب ہے۔ حالانکہ یہ تو تمام معجزات سے بڑھ کر معجزہ ہے۔ تمام دنیا کے فصیح و بلیغ اس کے معارضہ سے اور اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز آ گئے پورے قرآن کا تو معارضہ کیا کرتے؟ دس سورتوں کا بلکہ ایک سورۃ کا معارضہ بھی باوجود چیلنج کے نہ کر سکے۔ تو کیا اتنا بڑا اور بھاری معجزہ انہیں کافی نہیں؟ جو اور معجزہ طلب کرنے بیٹھے ہیں۔ یہ تو وہ پاک کتاب ہے جس میں گزشتہ باتوں کی خبر ہے اور ہونے والی باتوں کی پیشگوئی ہے اور جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور یہ اس کی زبان سے پڑھی جاتی ہے جو محض امی ہے۔ جس نے کسی سے الف با بھی نہیں پڑھا جو ایک حرف لکھنا نہیں جانتا بلکہ جو اہل علم کی صحبت میں بھی کبھی نہیں بیٹھا' اور وہ کتاب پڑھتا ہے جس سے اگلی کتابوں کی بھی صحت وعدم صحت معلوم ہوتی ہے جس کے الفاظ میں حلاوت جس کی نظم میں ملاحت، جس کے انداز میں فصاحت، جس کے بیان میں بلاغت، جس کا طرز دلربا' جس کا سیاق دلچسپ، جس میں دنیا بھر کی خوبیاں موجود، خود بنی اسرائیل کے علما بھی اس کی تصدیق پر مجبور، اگلی کتابیں جس پر شاہد، بھلے لوگ جس کے مداح اور قائل و عامل۔ اس اتنے بڑے معجزے کی موجودگی میں کسی اور معجزے کی طلب محض گریز ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس میں ایمان والوں کے لئے رحمت و نصیحت ہے۔ یہ قرآن حق کو ظاہر کرنے والا، باطل کو برباد کرنے والا، اگلوں کے واقعات تمہارے سامنے رکھ کر تمہیں نصیحت و عبرت کا موقعہ دیتا ہے۔ گنہگاروں کے انجام دکھا کر تمہیں گناہوں سے روکتا ہے کہہ دو کہ مجھ میں اور تم میں اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور اس کی گواہی کافی ہے۔ وہ تمہاری تکذیب وسرکشی کو اور میری سچائی اور خیر خواہی کو بخوبی جانتا ہے۔ اگر میں اس پر جھوٹ باندھتا تو وہ ضرور مجھ سے انتقام لے لیتا' وہ ایسے لوگوں کو بے انتقام نہیں چھوڑتا۔ جیسے خود اس کا فرمان ہے کہ اگر یہ رسول مجھ پر ایک بات بھی گھڑ لیتا تو میں اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگِ جان کاٹ دیتا اور کوئی نہ ہوتا جو اسے میرے ہاتھ سے چھڑا سکے۔ چونکہ اس پر میری سچائی روشن ہے اور میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں اور اس کا نام لے کر اس کی کہی ہوئی باتیں تم سے کہتا ہوں اس لئے وہ میری تائید کرتا ہے اور مجھے روز بروز غلبہ دیتا جاتا ہے اور مجھ سے معجزات پر معجزات ظاہر کراتا جاتا ہے۔ وہ زمین وآسمان کے غیب کا جاننے والا ہے۔ اس پر ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ باطل کو ماننے والے اور اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والے ہی نقصان یافتہ اور ذلیل ہیں۔ قیامت کے دن انہیں ان کی بداعمالی کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا اور جو سرکشیاں یہاں کی ہیں سب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ بھلا اللہ تعالیٰ کو نہ ماننا اور بتوں کو ماننا اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ==

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۵۳ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۵۴ۙ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۵۵

ترجمہ: یہ لوگ تجھ سے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں۔ اگر میری طرف سے مقرر کیا ہوا وقت نہ ہوتا تو ابھی تک ان کے پاس عذاب آ چکتا۔ یہ یقینی بات ہے کہ اچانک ان کی بے خبری میں ان کے پاس عذاب آ پہنچیں گے۔[۵۳] یہ عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں۔ تسلی رکھیں جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔[۵۴] اس دن ان کے اوپر تلے سے انہیں عذاب ڈھانپ رہے ہوں گے۔ اور کہہ رہے ہوں گے کہ اب اپنے بد اعمال کا مزہ چکھو۔[۵۵]

== ہوگا؟ وہ علیم وحکیم اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیئے بغیر ہرگز نہ رہے گا۔

مشرکین کی ہٹ دھرمی اور عذاب کا مطالبہ: [آیت:۵۳-۵۵] مشرکوں کا اپنی جہالت سے عذاب الٰہی کا طلب کرنا بیان ہو رہا ہے۔ یہ نبی اللہ سے بھی یہی کہتے تھے اور خود اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعائیں کرتے تھے کہ جناب باری تعالیٰ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمیں اور کوئی دردناک عذاب دے۔ یہاں انہیں جواب ملتا ہے کہ رب العالمین یہ بات مقرر کر چکا ہے کہ ان کفار کو قیامت کے دن عذاب ہوں گے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ان کے مانگتے ہی عذاب کے مہیب بادل ان پر برس پڑتے۔ اب بھی یہ یقین مانیں کہ یہ عذاب آئیں گے اور ضرور آئیں گے بلکہ ان کی بے خبری میں اچانک اور یک بہ یک آ پڑیں گے۔ یہ عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں اور جہنم بھی انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ یعنی یقیناً انہیں عذاب ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ جہنم یہی بحر اخضر ہے۔ ستارے اسی میں جھڑیں گے اور سورج چاند اسی میں بے نور کر کے ڈال دیے جائیں گے اور یہ بھڑک اٹھے گا اور جہنم بن جائے گا۔ مسند احمد میں مرفوع حدیث ہے "کہ سمندر ہی جہنم ہے۔" راوی حدیث حضرت یعلی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ کیا آپ لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾ ❶ یعنی وہ آگ جسے قناتیں گھیرے ہوئے ہیں' تو فرمایا "قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں یعلی کی جان ہے کہ میں اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہ کیا جاؤں اور مجھے اس کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچے گا یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاؤں۔" ❷ یہ تفسیر بھی بہت غریب ہے اور حدیث بھی بہت ہی غریب ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پھر فرماتا ہے کہ اس دن انہیں نیچے اوپر سے آگ ڈھانک لے گی۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؀﴾ ❸ "ان کے لئے جہنم ہی اوڑھنا بچھونا ہے۔" اور آیت میں ہے ﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ﴾ ❹ "یعنی ان کے اوپر نیچے سے آگ ہی کا فرش اور سائبان ہوگا۔" اور مقام پر ارشاد ہے ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ﴾ ❺ الخ۔ یعنی "کاش کہ کافر اس وقت کو جان لیں جبکہ نہ ==

❶ ۱۸/ الکھف:۲۹۔ ❷ احمد، ٤/ ۲۲۳ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۱۰/ ۳۸٦۔
❸ ۷/ الاعراف:٤۱۔ ❹ ۳۹/ الزمر:۱٦۔ ❺ ۲۱/ الانبیآء:۳۹۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

ترجمہ: اے میرے ایماندار بندو! میری زمین بہت کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرتے رہو۔[٥٦] ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔[٥٧] جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے انہیں ہم قطعاً جنت کے ان بلند بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔[٥٨] جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ [٥٩] بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے ان سب کو اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے۔ وہ بڑا ہی سننے جاننے والا ہے۔[٦٠]

= یہ اپنے آگے سے آگ کو ہٹا سکیں گے نہ پیچھے سے۔'' ان آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ ہر طرف سے ان کفار کو آگ کھا رہی ہوگی۔ آگے سے پیچھے سے' اوپر سے' نیچے سے' دائیں سے' بائیں سے' تو اس پر رب عالم کی ڈانٹ ڈپٹ اور مصیبت ہوگی۔ ادھر ہر وقت کہا جائے گا لو اب عذاب کے مزے چکھو۔ پس ایک تو وہ ظاہری جسمانی عذاب دوسرا یہ باطنی روحانی عذاب۔ اسی کا ذکر آیت ﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ﴾ ❶ الخ۔ اور آیت ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ﴾ ❷ الخ۔ میں ہے ''یعنی جب کہ جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ لو اب آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔'' ''جس دن انہیں دھکے دے دے کر جہنم میں ڈالا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہ جہنم ہے جسے تم جھٹلاتے رہے اب بتاؤ یہ جادو ہے؟ یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اب جہنم میں چلے جاؤ اب تمہارا صبر کرنا نہ کرنا یکساں ہے۔ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ بھگتنا ضروری ہے۔''

موت قریب ہے آخرت کی تیاری کرو: [آیت: ٥٦-٦٠] اللہ تبارک وتعالیٰ اس آیت میں ایمان والوں کو ہجرت کا حکم دیتا ہے کہ جہاں وہ دین کو قائم نہ رکھ سکتے ہوں وہاں سے اس جگہ چلے جائیں جہاں ان کے دین میں انہیں آزادی رہے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت کشادہ ہے جہاں وہ فرمان الٰہی کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی عبادت وتوحید بجا لا سکیں وہاں چلے جائیں۔ مسند احمد میں ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''تمام شہر اللہ تعالیٰ کے شہر ہیں اور کل بندے اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں جہاں تو بھلائی پا سکتا ہو وہیں قیام کر۔'' ❸ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جب کہ مکہ کی رہائش مشکل ہو گئی تو وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تاکہ امن وامان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین پر قیام کر سکیں۔ وہاں کے سمجھدار دیندار بادشاہ اصحمہ نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی پوری تائید ونصرت کی اور وہاں وہ بہت عزت اور خوشی سے رہے سہے۔ پھر اس کے بعد باجازت ربانی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور خود آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت

❶ ٥٤/ القمر:٤٨۔ ❷ ٥٢/ الطور:١٣۔

❸ احمد، ١/ ١٦٦ ح ١٤٢٠ وسنده ضعيف، مجمع الزوائد، ٤/ ٧٢۔

کی۔ بعدازاں فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک مرنے والا اور میرے سامنے حاضر ہونے والا ہے۔ تم خواہ کہیں ہو موت کے پنجے سے نجات نہیں پا سکتے۔ پس تمہیں زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اس کے راضی کرنے میں رہنا چاہیے تا کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں جا کر برائی میں نہ پھنسو۔ ایماندار، نیک اعمال لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت عدن کی بلند و بالا منزلوں میں پہنچائیگا۔ جن کے نیچے قسم قسم کی نہریں بہہ رہی ہیں، کہیں صاف شفاف پانی کی، کہیں شراب طہور کی، کہیں شہد کی، کہیں دودھ کی۔ یہ چشمے خود بخود جہاں جنتی چاہیں، بہنے لگیں گے۔ یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں نہ ہٹائے جائیں نہ وہ نعمتیں ختم ہوں نہ ان میں گھاٹا آئے۔ مؤمنوں کے نیک اعمال پر جنتی بالا خانے انہیں مبارک ہوں۔ جنہوں نے اپنے سچے دین پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی، اس کے دشمنوں کو ترک کیا، اپنے اقربا اور اپنے گھر والوں کو راہِ الٰہی میں چھوڑا، اس کی نعمتوں اور اس کے انعامات کی امید پر دنیا کے عیش و عشرت پر لات ماردی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے لئے بنایا ہے جو کھانا کھلائیں، خوش کلام، نرم گو ہوں، روزے نماز کے پابند ہوں اور راتوں کو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ نمازیں پڑھتے ہوں'' [1] اپنے کل احوال میں دینی ہوں یا دنیوی، اپنے رب تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھتے ہوں۔ پھر فرمایا کہ رزق کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا تقسیم کیا ہوا رزق عام ہے اور ہر جگہ ہے جو جہاں ہوا سے وہیں وہ پہنچ جاتا ہے۔ مہاجرین کے رزق میں ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ برکتیں دیں کہ یہ دنیا کے کناروں کے مالک ہو گئے۔ تو فرمایا کہ بہت سے جانور ہیں جو نہ اپنے رزق کے جمع کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ اسے حاصل کرنے کی نہ وہ کل کے لئے کوئی چیز اٹھا کر رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ذمے ان کی روزیاں ہیں، پروردگار انہیں ان کے رزق پہنچا دیتا ہے۔ تمہارا رازق بھی وہی ہے۔ وہ کسی مخلوق کو کسی حالت میں کسی وقت نہیں بھولتا۔ چیونٹیوں کو ان کے سوراخوں میں، پرندوں کو آسمان و زمین کی خلاءمیں، مچھلیوں کو پانی میں وہی رزق پہنچاتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ﴾ [2] الخ۔ یعنی ''کوئی جانور روئے زمین پر ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمے نہ ہو، وہی ان کے ٹھہرنے اور رہنے سہنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے۔ یہ سب اس کی روشن کتاب میں موجود ہے۔'' ابن ابی حاتم میں ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا، مدینے کے باغات میں سے ایک باغ میں، آپ ﷺ گئے اور گری پڑی ردی کھجوریں کھول کھول کر صاف کر کر کے کھانے لگے، مجھ سے بھی کھانے کو فرمایا۔ میں نے کہا حضور اکرم ﷺ مجھ سے تو یہ ردی کھجوریں نہیں کھائی جائیں گی۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''لیکن مجھے تو یہ بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں اس لئے کہ چوتھے دن کی صبح ہے کہ میں نے کھانا نہیں کھایا اور نہ کھانے کی وجہ یہ کہ ملا ہی نہیں۔ سنو اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا اور اللہ تعالیٰ مجھے قیصر و کسریٰ کا مالک بنا دیتا۔ اے ابن عمر! تیرا کیا حال ہو گا جب کہ تو ایسے لوگوں میں ہو گا جو سال بھر کے غلے وغیرہ جمع کر لیا کریں گے اور ان کا یقین اور توکل بالکل بودا ہو جائے گا۔'' ہم ابھی تو وہیں اسی حالت میں تھے جو یہ آیت ﴿وَكَاَيِّنْ﴾ الخ نازل ہوئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ عزوجل نے مجھے دنیا کے خزانے جمع کرنے کا اور خواہشوں کے پیچھے لگ جانے کا حکم نہیں کیا جو شخص دنیا کے خزانے جمع کرے اور اس سے باقی والی زندگی چاہے وہ سمجھ لے کہ حیات باقی والی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ دیکھو میں تو نہ دینار درہم جمع کروں نہ کل کے لئے آج روزی کا ذخیرہ جمع کر رکھوں۔'' [3] یہ حدیث غریب ہے اور اس کا راوی ابو العطوف =

---

[1] احمد، ٥/ ٣٤٣ وهو حديث حسن، النهاية فى الفتن والملاحم بتحقيقى ١٣٢٦؛ ابن حبان٥٠٩؛ مجمع الزوائد، ٢/ ٢٥٤۔

[2] ١١/ هود:٦۔ [3] أسباب نزول ٦٧٣، اس روایت میں جراح بن منہال متروک (الميزان، ١/ ٣٩٠، رقم:١٤٥٣) راوی ہے۔ لہٰذا یہ روایت سخت مردود ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمہ: اگر تو ان سے دریافت کرے کہ زمین و آسمان کا خالق اور سورج چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے؟ تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ "اللہ تعالیٰ"۔ پھر کدھر الٹے جا رہے ہیں؟[۶۱] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جسے چاہے تنگ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔[۶۲] اور اگر تو ان سے سوال کرے کہ آسمان سے پانی اتار کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دینے والا کون ہے؟ تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا کہ "اللہ تعالیٰ"۔ اقرار کر کہ ہر تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار ہے۔ ہاں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔[۶۳]

= جز ری ضعیف ہے۔ یہ مشہور ہے کہ کوّے کے بچے جب نکلتے ہیں تو ان کے پر و بال سفید ہوتے ہیں یہ دیکھ کر کوا ان سے نفرت کر کے بھاگ جاتا ہے کچھ دنوں کے بعد ان پروں کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے تب ان کے ماں باپ آتے ہیں اور انہیں دانہ وغیرہ کھلاتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں جب کہ ماں باپ ان چھوٹے بچوں سے متنفر ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور ان کے پاس بھی نہیں آتے اس وقت اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے مچھر ان کے پاس بھیج دیتا ہے وہی ان کی غذا بن جاتے ہیں۔ عرب کے شعرا نے اسے نظم بھی کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے "سفر کرو تا کہ صحت اور روزی پاؤ" اور روایت میں ہے "کہ سفر کرو تا کہ صحت وغنیمت ملے۔" ❶ اور حدیث میں ہے "سفر کرو نفع اٹھاؤ گے روزے رکھو تندرست رہو گے جہاد کرو غنیمت ملے گی۔" ❷ اور روایت میں ہے جتن کرنے والوں اور آسانی والوں کے ساتھ سفر کرو۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں سننے والا اور ان کی حرکات وسکنات کو جاننے والا ہے۔ ❸

رزق کی فراخی اور تنگی اللہ کے اختیار میں ہے: [آیت: ۶۱-۶۳] اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے کہ معبود برحق صرف وہی ہے۔ خود مشرکین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا سورج چاند کو مسخر کرنے والا دن رات کو پے در پے لانے والا خالق، رازق، موت وحیات پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ غنا (تونگری) کے لائق کون ہے؟ اور فقر کے لائق کون ہے؟ اپنے بندوں کی مصلحتیں اس کو پوری طرح معلوم ہیں۔ پس جب کہ مشرکین خود مانتے ہیں کہ تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے سب پر قابض صرف وہی ہے پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ اور اس کے سوا دوسروں پر توکل کیوں =

❶ مصنف عبدالرزاق، ۹۲۶۹؛ مسند الشهاب، ۱/ ۳۶۴ وسنده ضعيف باقی ضعیف سندوں کے لیے دیکھئے الصحيحه للالبانی (۳۳۵۲)؛ بیہقی، ۷/ ۱۰۲۔

❷ احمد، ۲/ ۳۸۰، وسنده ضعيف ابن لہیعہ مدلس ہے۔ لیکن اس میں (روزے رکھو تندرست رہو گے) کے الفاظ ہیں جب کہ ان الفاظ کے ساتھ المعجم الاوسط ۸۳۰۸ میں موجود ہے جس کی سند میں موسیٰ بن زکریا متروک راوی ہے۔ (الموسوعة الحديثية، ۱۴/ ۵۰۷)

❸ بے اصل ومردود ہے۔

ترجمہ: دنیا کی یہ زندگانی تو محض کھیل تماشا ہے۔ البتہ سچی زندگی تو آخرت کا گھر ہے اگر یہ جانتے ہوں۔[۶۴] یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تب تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے۔ پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔[۶۵] ہماری دی ہوئی نعمتوں سے مکرتے ہیں۔ اور برتتے رہیں ابھی ابھی پتہ چل جائے گا۔[۶۶]

= کرتے ہیں؟ جب کہ ملک کا مالک وہ تنہا ہے تو عبادتوں کے لائق بھی وہ اکیلا ہی ہے۔ توحید ربوبیت کو مان کر پھر توحید الوہیت سے انحراف عجیب چیز ہے۔ قرآن کریم میں توحید ربوبیت کے ساتھ ہی توحید الوہیت کا ذکر بکثرت ہے۔ اس لئے کہ توحید ربوبیت کے قائل مشرکین مکہ تھے تو انہیں قائل معقول کر کے پھر توحید الوہیت کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ مشرکین حج وعمرے میں لبیک پکارتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے لاشریک ہونے کا اقرار کرتے تھے۔ کہتے تھے (لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ) یعنی ''اے اللہ! ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسے شریک کہ جن کا مالک اور جن کے ملک کا مالک بھی تو ہی ہے۔'' ❶

مشرکین بوقت مصیبت اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے: [آیت:۶۴۔۶۶] دنیا کی حقارت وذلت اس کے زوال وفنا کا ذکر ہو رہا ہے کہ اسے کوئی دوام نہیں، اس کا کوئی ثبات نہیں، یہ تو صرف لہو ولعب ہے۔ دار آخرت کی زندگی دوام وبقا کی زندگی ہے۔ وہ زوال وفنا سے، وہ قلت وذلت سے، دور ہے۔ اگر انہیں علم ہوتا تو اس بقاوالی چیز پر فانی چیز کو ترجیح نہ دیتے۔

پھر فرمایا کہ مشرکین بے کسی اور بے بسی کے وقت تو اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کو ہی پکارنے لگتے ہیں۔ پھر مصیبت کے ہٹ جانے اور مشکل کے ٹل جانے کے بعد اس کے ساتھ دوسروں کا نام کیوں لیتے ہیں؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ﴾ ❷ الخ۔ یعنی ''جب سمندر میں مشکل میں پھنستے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو بھول جاتے ہیں اور جب وہاں سے نجات پا کر خشکی میں آجاتے ہیں تو فوراً ہی منہ پھیر لیتے ہیں۔''

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو عکرمہ بن ابی جہل یہاں سے بھاگ نکلا اور حبشہ جانے کے ارادے سے کشتی میں بیٹھ گیا۔ اتفاقاً سخت طوفان آیا اور کشتی ادھر ادھر ہونے لگی۔ جتنے مشرکین کشتی میں تھے سب کہنے لگے یہ موقعہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا ہے اٹھو اور خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو اس وقت نجات اسی کے ہاتھ ہے۔ یہ سنتے ہی عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا سنو اللہ تعالیٰ کی قسم اگر سمندر کی اس بلا سے بجز رب کے کوئی اور نجات نہیں دے سکتا تو خشکی کی مصیبتوں کو ٹالنے والا بھی وہی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر یہاں سے بچ گیا تو سیدھا جا کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا اور آپ ﷺ کا کلمہ پڑھ لوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول میری خطاؤں سے درگزر فرما =

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب التلبية وصفتها ووقتها ۱۱۸۵۔ ❷ ۱۷/ الاسرآء: ۶۷۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمہ: کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو با امن بنا دیا ہے حالانکہ ان کے اردگرد سے لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔ کیا یہ باطل پر تو یقین رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر احسان نہیں مانتے؟ [۶۷] اس سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرے اور جب حق اس کے پاس آ جائے وہ اسے ناحق بتلائے' کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہوگا۔ [۶۸] اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک کاروں کا ساتھی ہے۔ [۶۹]

= لیں گے اور مجھ پر رحم و کرم فرمائیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی۔ ❶ ﴿لِیَكْفُرُوْا﴾ اور ﴿لِیَتَمَتَّعُوْا﴾ میں لام جو ہے اسے لام عاقبت کہتے ہیں اس لئے کہ ان کا قصد دراصل یہ نہیں ہوتا اور فی الواقع ان کی طرف نظریں ڈالنے سے بات بھی یہی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی نسبت سے تو یہ لام تعلیل ہے۔ اس کی پوری تقریر ہم آیت ﴿لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا﴾ ❷ میں کر چکے ہیں۔

میری نعمت یاد کرو اور میرے نبی پر ایمان لاؤ: [آیت: ۶۷-۶۹] اللہ تعالیٰ قریش کو اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے اپنے حرم میں انہیں جگہ دی ہے۔ جس میں جو شخص آ جائے امن میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے آس پاس جدال و قتال لوٹ مار ہوتی رہتی ہے اور یہاں والے امن و امان سے اپنے دن گزارتے ہیں جیسے سورۂ ﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ؁﴾ ❸ الخ۔ میں بیان فرمایا۔ تو کیا اس اتنی بڑی نعمت کا شکر یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کریں؟ بجائے ایمان لانے کے کفر کریں اور خود تباہ ہو کر دوسروں کو بھی اسی ہلاکت والی راہ لے چلیں!...... انہیں تو یہ چاہیے تھا کہ رب واحد کی عبادت میں سب سے بڑھے ہوئے رہیں۔ نبی آخر الزمان ﷺ کے پورے اور سچے طرفدار رہیں۔ لیکن انہوں نے اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک و کفر کرنا اور نبی اکرم ﷺ کو جھٹلانا اور ایذا پہنچانا شروع کر رکھا ہے۔ اپنی سرکشی میں یہاں تک بڑھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کو مکہ سے نکال دیا۔

بالآخر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان سے چھننی شروع ہو گئیں۔ بدر کے دن ان کے بڑے بری طرح قتل ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں پر مکہ کو فتح کیا اور انہیں ذلیل و پست کیا۔ اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ وحی آتی نہ ہو اور کہہ دے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے' اور اس سے بھی بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی سچی وحی کو اور حق کو جھٹلائے اور باوجود حق پہنچنے کے تکذیب پر کمربستہ رہے ایسے مفتری اور مکذب لوگ کافر ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ راہ رب میں مشقت کرنے والے سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور آپ کے تابع فرمان لوگ ہیں جو قیامت تک ہوں گے فرماتا ہے کہ ہم ان کوشش اور جستجو کرنے والوں کی راہنمائی کریں گے دنیا اور دین میں انہیں راستے دکھاتے رہیں گے۔

❶ سیرت ابن اسحاق وسندہ ضعیف، حاکم، ۳/ ۲٤۱، وسندہ موضوع۔ ❷ ۲۸/ القصص: ۸۔ ❸ ۱۰٦/ قریش: ۱۔

حضرت ابواحمد عباس ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' 'مراد یہ ہے کہ جو لوگ اپنے علم پر عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ان امور میں بھی ہدایت دیتا ہے جو ان کے علم میں نہیں ہوتے۔' 'ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ سے جب یہ ذکر کیا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں' 'کہ جس کے دل میں کوئی بات پیدا ہو گو وہ بھلی بات ہو تاہم اسے اس پر عمل نہ کرنا چاہیے جب تک قرآن و حدیث سے وہ بات ثابت نہ ہو' جب ثابت ہو عمل کرے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرے کہ جو اس کے جی میں آیا تھا وہی قرآن و حدیث میں بھی نکلا، اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہے۔' '

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام فرماتے ہیں: کہ' 'احسان اس کا نام ہے جو تیرے ساتھ بدسلوکی کرے تو اس کے ساتھ نیک سلوک کرے' احسان کرنے والے سے احسان کرنے کا نام احسان نہیں' 'وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے سورۂ عنکبوت کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ روم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۙ﴿۲﴾ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ ۬ؕ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۙ﴿۵﴾ وَعۡدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶﴾ یَعۡلَمُوۡنَ ظَاہِرًا مِّنَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚۖ وَ ہُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۷﴾

ترجمہ: رحم وکرم کرنے والے سچے معبود کے نام سے شروع۔

الٓمّٓ ۔[۱] رومی مغلوب ہوگئے ہیں[۲] نزدیک کی زمین پر اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے[۳] چند سال میں ہی۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اس روز مسلمان شادمان ہوں گے[۴] اللہ کی مدد سے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اصل غالب اور مہربان وہی ہے۔[۵] اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[۶] وہ تو صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو ہی جانتے ہیں اور آخرت سے تو بالکل ہی بے خبر ہیں۔[۷]

رومیوں کے غالب آنے کی عظیم پیشین گوئی: [آیت:۱-۷] یہ آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جب کہ نیشاپور کا شاہ فارس بلادِ شام اور جزیرہ کے آس پاس کے شہروں پر غالب آ گیا اور ملک روم کا بادشاہ ہرقل تنگ آ کر قسطنطنیہ میں محصور ہو گیا۔ مدتوں محاصرہ رہا آخر پانسہ پلٹا اور ہرقل کی فتح ہوگئی۔ مفصل بیان آگے آ رہا ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ رومیوں کو شکست پر شکست ہوئی اور مشرکین نے اس پر بہت خوشیاں منائیں۔ اس لئے کہ جیسے یہ بت پرست تھے ایسے ہی اہل فارس بھی ان سے ملتے جلتے تھے اور مسلمانوں کی چاہت تھی کہ رومی غالب آئیں اس لئے کہ کم از کم وہ اہل کتاب تو تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ ذکر رسول اللہ سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''رومی عنقریب پھر غالب آجائیں گے۔'' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشرکین کو جب یہ خبر پہنچائی تو انہوں نے کہا آؤ کچھ شرط کر و اور مدت مقرر کر لو اگر رومی اس مدت میں غالب نہ آئیں تو تم ہمیں اتنا اتنا دینا اور تم سچے نکلے تو ہم تمہیں اتنا اتنا دیں گے۔ پانچ سال کی مدت مقرر ہوئی' وہ مدت پوری ہوگئی اور رومی غالب نہ آئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خدمت نبوی میں یہ خبر پہنچائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم نے دس سال کی مدت کیوں نہ مقرر کی۔'' سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ''کہ قرآن میں مدت کے لئے لفظ ﴿بِضۡعِ﴾ استعمال ہوا ہے اور دس سے کم پر اطلاق کیا جاتا ہے۔'' چنانچہ یہی ہوا بھی کہ دس سال کے اندر اندر رومی پھر غالب آ گئے۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ (1)

(1) ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الروم ۳۱۹۳ وهو حسن، احمد، ۱/ ۲۷٦؛ دلائل النبوة، ۲/ ۳۳۰؛ حاکم، ۲/ ٤۱۰۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو غریب کہا ہے۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''بدر کی لڑائی کے بعد رومی بھی فارسیوں پر غالب آ گئے۔'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے ''کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں دخان اور لزام اور بطشہ اور شق قمر کا معجزہ اور رومیوں کا غالب آنا۔'' ❶ اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شرط سات سال کی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ''کہ ﴿بِضْعِ﴾ کے کیا معنی تم میں ہوتے ہیں؟ جواب دیا کہ دس سے کم۔ فرمایا پھر جاؤ مدت دو سال بڑھا دو۔'' چنانچہ اسی مدت کے اندر اندر رومیوں کے غالب آ جانے کی خبریں عرب میں پہنچ گئیں اور مسلمان خوشیاں منانے لگے۔ اسی کا بیان ان آیتوں میں ہے۔ اور روایت میں ہے کہ مشرکوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ آیت سن کر کہا کہ کیا تم اس میں بھی اپنے نبی کو سچا جانتے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ اس پر شرط ٹھہری اور مدت گزر چکی اور رومی غالب نہ آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس شرط کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے اور جناب صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی سچائی پر بھروسہ کر کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''پھر جاؤ اور مدت دس سال مقرر کر لو خواہ چیز بھی بڑھانی پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ گئے مشرکین نے دوبارہ بھی مدت بڑھا کر شرط منظور کر لی۔'' ابھی دس سال پورے نہیں ہوئے تھے کہ رومی فارس پر غالب آ گئے اور مدائن میں ان کے لشکر پہنچ گئے اور رومیہ کی بنا انہوں نے ڈال لی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے قریش سے شرط کا مال لیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اسے صدقہ کر دو۔'' اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ایسی شرط باندھنے کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔ اس میں ہے کہ مدت چھ سال مقرر ہوئی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور رومی غالب ہوئے تو بہت سے مشرکین ایمان لے آئے ❷ (ترمذی)۔

ایک بہت ہی عجیب و غریب قصہ امام سنید بن داؤد نے اپنی تفسیر میں یہ وارد کیا ہے کہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''فارس میں ایک عورت تھی جس کے بچے زبردست پہلوان یا بادشاہ ہی ہوتے تھے۔ کسریٰ نے ایک مرتبہ اسے بلوایا اور اس سے کہا کہ میں رومیوں پر ایک لشکر بھیجنا چاہتا ہوں اور تیری اولاد میں سے کسی کو اس لشکر کا سردار بنانا چاہتا ہوں۔ اب تم مشورہ دو کہ کسے سردار بناؤ؟ اس نے کہا سنو میرا فلاں لڑکا ہر مزتو لومڑی سے زیادہ مکار اور شکرے سے زیادہ ہوشیار ہے۔ دوسرا لڑکا فرخان تیر جیسا ہے۔ تیسرا لڑکا شہر براز سب سے زیادہ حلیم الطبع ہے۔ اب تم جسے چاہو سرداری دو۔ بادشاہ نے سوچ سمجھ کر شہر براز کو سردار بنایا۔ یہ لشکروں کو لے کر چلا۔ رومیوں سے لڑا بھڑا اور ان پر غالب آیا۔ ان کے لشکر کاٹ ڈالے ان کے شہر اجاڑ دیئے' ان کے باغات برباد کر دیئے۔ اس سرسبز و شاداب ملک کو ویران و غارت کر دیا اور اذرعات اور بصریٰ میں جو عرب کی حدود سے ملتے ہیں ایک زبردست معرکہ ہوا اور وہاں فارسی رومیوں پر غالب آ گئے۔ جس سے قریش خوشیاں منانے لگے اور مسلمان ناخوش ہوئے۔ کفار قریش مسلمانوں کو طعنے دینے لگے کہ دیکھو تم اور نصرانی اہل کتاب ہو اور ہم اور فارسی ان پڑھ ہیں۔ ہمارے والے تمہارے والوں پر غالب آ گئے۔ اسی طرح ہم بھی تم پر غالب آئیں گے اور اگر لڑائی ہوئی تو ہم بتلا دیں گے کہ تم ان اہل کتاب کی طرح ہمارے ہاتھوں شکست اٹھاؤ گے۔ اس پر قرآن کی یہ آیتیں اتریں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان آیتوں کو سن کر مشرکین کے پاس آئے اور فرمانے لگے ''اپنی اس فتح پر نہ اتراؤ یہ عنقریب شکست سے بدل جائے گی اور ہمارے بھائی اہل کتاب تمہارے بھائیوں پر غالب آئیں گے۔ اس بات کا یقین کر لو اس لئے کہ یہ میری بات

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الفرقان باب ﴿فسوف یکون لزاما﴾ ٤٧٦٧؛ صحیح مسلم ٢٧٩٨۔

❷ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الروم ٣١٩٤ وسندہ حسن۔

نہیں بلکہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کی یہ پیش گوئی ہے۔'' یہ سن کر ابی بن خلف کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے ابو فضیل! تم جھوٹ کہتے ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے دشمن اللہ! تو جھوٹا ہے۔ اس نے کہا اچھا میں دس دس اونٹنیوں کی شرط باندھتا ہوں۔ اگر تین سال تک رومی فارسیوں پر غالب آ گئے تو میں تمہیں دس اونٹنیاں دوں گا ورنہ تم مجھے دینا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ شرط قبول کر لی۔ پھر رسول اللہ سے آ کر اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا'' کہ میں نے تم سے تین سال کا نہیں کہا تھا ﴿بِضْعٌ﴾ کا لفظ قرآن میں ہے اور وہ تین سے نو تک بولا جاتا ہے جاؤ اونٹنیاں بھی بڑھا دو اور مدت بھی بڑھا دو۔'' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چلے جب ابی کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگا شاید تمہیں پچھتاوا ہوا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''سنو میں تو پہلے سے بھی زیادہ تیار ہو کر آیا ہوں۔ آؤ مدت بھی بڑھا لو اور شرط کا مال بھی زیادہ کر لو۔ چنانچہ ایک سو اونٹ مقرر ہوئے اور نو سال کی مدت ٹھہر گئی۔'' اسی مدت میں رومی فارس پر غالب آ گئے اور مسلمان قریش پر چھا گئے۔ رومیوں کے غلبے کا واقعہ یوں ہوا کہ جب فارسی غالب آ گئے تو شہر براز کا بھائی فرخان شراب نوشی کرتے ہوئے کہنے لگا میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں کسریٰ کے تخت پر آ گیا ہوں اور فارس کا بادشاہ بن گیا ہوں۔ یہ خبر کسریٰ کو بھی پہنچ گئی۔ کسریٰ نے شہر براز کو لکھا کہ میرا یہ خط پاتے ہی اپنے اس بھائی کو قتل کر کے اس کا سر میرے پاس بھیج دے۔ شہر براز نے جواب لکھا کہ اے بادشاہ! تم اتنی جلدی نہ کرو۔ فرخان جیسا بہادر شیر اور جرأت کے ساتھ دشمنوں کے جھگڑے میں گھسنے والا کسی کو تم نہ پاؤ گے۔ بادشاہ نے پھر جواب لکھا کہ اس سے بہت زیادہ بہتر اور شیر دل پہلوان میرے دربار میں ایک سے ایک بہتر موجود ہیں تم اس کا غم نہ کرو اور میرے حکم کی فوراً تعمیل کرو۔ شہر براز نے پھر اس کا جواب لکھا اور دوبارہ بادشاہ کسریٰ کو سمجھایا' اس پر بادشاہ آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ شہر براز سے میں نے سرداری چھین لی اور اس کی جگہ اس کے بھائی فرخان کو اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اسی مضمون کا ایک خط لکھ کر قاصد کے ہمراہ شہر براز کو بھیج دیا کہ تم آج سے معزول ہو اور تم اپنا عہدہ فرخان کو دے دو۔ ساتھ ہی قاصد کو ایک پوشیدہ خط اور دیا کہ شہر براز جب اپنے عہدے سے اتر جائے اور فرخان اس عہدے پر آ جائے' تو تم اسے میرا یہ فرمان دے دینا۔ قاصد جب وہاں پہنچا تو شہر براز نے خط پڑھتے ہی کہا کہ مجھے بادشاہ کا حکم منظور ہے۔ میں بخوشی اپنا عہدہ فرخان کو دے رہا ہوں۔ چنانچہ وہ تخت سے اتر گیا اور فرخان کو قبضہ دے دیا۔ فرخان جب تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور لشکر نے اس کی اطاعت قبول کر لی تو قاصد نے وہ دوسرا خط فرخان کے سامنے پیش کیا جس میں شہر براز کے قتل کا اور اس کا سر دربار شاہی میں بھیجنے کا فرمان تھا۔ فرخان نے اسے پڑھ کر شہر براز کو بلایا اور اس کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔ شہر براز نے کہا جلدی نہ کر مجھے وصیت تو لکھ لینے دے اس نے اسے منظور کر لیا تو شہر براز نے اپنا دفتر منگوایا اور اسی میں سے وہ کاغذات جو شاہ کسریٰ نے فرخان کے قتل کے لئے اسے لکھے تھے وہ سب نکالے اور فرخان کے سامنے پیش کئے اور کہا دیکھ اتنے سوال و جواب میرے اور بادشاہ کے درمیان تیرے بارے میں ہوئے۔ لیکن میں نے اپنی عقلمندی سے کام لیا اور عجلت نہ کی' تو ایک خط دیکھتے ہی میرے قتل پر آمادہ ہو گیا ذرا سوچ لے۔ ان خطوط کو دیکھ کر فرخان کی آنکھیں کھل گئیں وہ فوراً تخت سے نیچے اتر گیا اور اپنے بھائی شہر براز کو پھر سے مالک کل بنا دیا۔ شہر براز نے اسی وقت شاہ روم ہرقل کو خط لکھا کہ مجھے تم سے خفیہ ملاقات کرنی ہے اور ایک ضروری امر میں مشورہ کرنا ہے' اسے میں نہ تو کسی قاصد کی معرفت آپ کو کہلوا سکتا ہوں نہ خط میں لکھ سکتا ہوں' بلکہ میں آپ ہی آمنے سامنے اس کو پیش کر دوں گا۔ پچاس آدمی اپنے ساتھ لے کر خود آ جایئے اور پچاس ہی میرے ساتھ ہوں گے۔

قیصر کو جب یہ پیغام پہنچا تو وہ اس سے ملاقات کے لئے چل پڑا۔ لیکن احتیاطاً اپنے ساتھ پانچ ہزار سوار لے لئے اور آگے آگے جاسوسوں کو بھیج دیا کہ اگر کوئی ترکیب ہو یا کوئی مکر ہو تو کھل جائے۔ جاسوسوں نے آ کر خبر دی کہ کوئی بات نہیں ہے شہر براز تنہا

اپنے ساتھ صرف پچاس سواروں کو لے کر آیا ہے اس کے ساتھ کوئی اور نہیں۔ چنانچہ قیصر نے بھی مطمئن ہو کر اپنے سواروں کو لوٹا دیا اور اپنے ساتھ صرف پچاس آدمی رکھ لئے۔ جو جگہ ملاقات کی مقرر ہوئی تھی وہاں پہنچ گئے۔ وہاں ایک ریشمی قبہ تھا اس میں جا کر دونوں تنہا بیٹھ گئے۔ پچاس آدمی الگ چھوڑ دیئے گئے۔ دونوں وہاں بے ہتھیار تھے صرف چھریاں پاس تھیں اور دونوں کی طرف سے ایک ترجمان ساتھ تھا۔ خیمہ میں پہنچ کر شہر براز نے کہا اے شاہ روم بات یہ ہے کہ تمہارے ملک کو ویران کرنے والے اور تمہارے لشکروں کو شکست دینے والے ہم دونوں بھائی ہیں' ہم نے اپنی چالاکیوں اور شجاعت سے یہ ملک اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ لیکن اب ہمارا بادشاہ کسریٰ ہم سے حسد کرتا ہے اور ہمارا مخالف بن بیٹھا ہے۔ مجھے اس نے میرے بھائی کو قتل کر دینے کا فرمان بھیجا میں نے فرمان کو نہ مانا تو اس نے چالاکی کر کے میرے بھائی کو میرے قتل کا حکم بھیجا۔ اس لئے ہم دونوں نے اب یہ طے کر لیا ہے کہ ہم آپ کے لشکر میں آ جائیں اور کسریٰ کے لشکروں سے آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں۔ قیصر نے یہ بات بڑی خوشی سے منظور کر لی۔ پھر ان دونوں میں آپس میں اشاروں کنایوں سے باتیں ہوئیں جن کا مطلب یہ تھا کہ یہ دونوں ترجمان قتل کر دیئے جائیں ایسا نہ ہو کہ یہ راز ان کی وجہ سے کھل جائے۔ کیونکہ جہاں دو کے سوا تیسرے کے کان میں کوئی بات پہنچی تو وہ پھیل جاتی ہے۔ دونوں اس پر اتفاق کر کے کھڑے ہو گئے اور ہر ایک نے اپنی چھری سے اپنے ترجمان کا کام تمام کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو ہلاک کیا اور حدیبیہ کے دن اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ملی۔ اصحاب رسول اس سے بہت خوش ہوئے۔ یہ سیاق عجیب ہے اور یہ خبر غریب ہے۔ اب آیت کے الفاظ کے متعلق سنئے۔ حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں ہوتے ہیں ان کی بحث تو ہم کر ہی چکے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر کا شروع دیکھ لیجئے۔ رومی سب کے سب عیص بن اسحٰق بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ بنو اسرائیل کے یہ چچا زاد بھائی ہیں۔ رومیوں کو بنو اصفر بھی کہتے ہیں۔ یہ یونانیوں کے مذہب پر تھے' یونانی یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ ترکوں کے چچا زاد بھائی ہوتے ہیں یہ ستارہ پرست تھے۔ ساتوں ستاروں کو مانتے اور پوجتے تھے۔ انہیں متحیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قطب شمال کو قبلہ مانتے تھے۔ دمشق کی بنا انہیں کے ہاتھوں پڑی ہے، وہیں انہوں نے اپنی عبادت گاہ بنائی جس کے محراب شمال کی طرف ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے بعد بھی تین سو سال تک رومی اپنے پرانے خیالات پر ہی رہے۔ ان میں سے جو کوئی شام کا اور جزیرے کا بادشاہ ہو جاتا اسے قیصر کہا جاتا تھا۔ سب سے پہلے رومیوں کے بادشاہ قسطنطین ابن قسطس نے نصرانی مذہب قبول کیا۔ اس کی ماں کا نام مریم تھا۔ ہیلانیہ غندقانیہ تھی۔ حران کی رہنے والی۔ پہلے اسی نے نصرانیت قبول کی تھی پھر اس کے کہنے سننے سے اس کے بیٹے نے بھی یہی مذہب اختیار کر لیا۔ یہ بڑا فلسفی' عقلمند اور مکار آدمی تھا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے دراصل دل سے اس مذہب کو نہیں مانا تھا۔ اس کے زمانے میں نصرانی یہاں جمع ہو گئے۔ ان میں آپس میں مذہبی چھیڑ چھاڑ اور اختلافات اور مناظرے چھڑ گئے۔ عبداللہ بن اریوس سے بڑے بڑے مناظرے ہوئے اور اس قدر انتشار اور تفریق ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ تین سو اٹھارہ پادریوں نے مل کر ایک کتاب لکھی جو بادشاہ کو دی گئی اور وہ شاہی عقیدہ تسلیم کی گئی۔ اسی کو امانت کبریٰ کہا جاتا ہے جو درحقیقت خیانت صغیرہ ہے۔ یہیں فقہی کتابیں اسی زمانے میں لکھی گئیں۔ ان میں حلال حرام کے مسائل بیان کئے گئے اور ان کے علما نے دل کھول کر جو چاہا ان میں لکھا۔ جس قدر جی میں آئی کمی زیادتی اصل دین مسیح میں کی اور اصل مذہب محرف و مبدل ہو گیا۔ مشرق کی جانب نمازیں پڑھنے لگے۔ بجائے ہفتہ کے اتوار کے دن کو بڑا دن بنایا۔ صلیب کی پرستش شروع ہو گئی۔ خنزیر کو حلال کر لیا گیا اور بہت سے تہوار ایجاد کر لئے جیسے عید صلیب' عید قداس' عید غطاس وغیرہ۔ پھر ان علما کے سلسلے قائم کئے گئے ایک تو بڑا پادری ہوتا تھا پھر اس کے نیچے درجہ بدرجہ اور محکمے ہوتے تھے۔ رہبانیت اور ترک دنیا

کی بدعت بھی ایجاد کر لی۔ کنیسے اور گرجے بہت سارے بنا لئے گئے اور شہر قسطنطنیہ کی بنیاد رکھی گئی اور اس بڑے شہر کو اسی بادشاہ کے نام پر نامزد کیا گیا۔ اس بادشاہ نے بارہ ہزار گرجے بنا دیئے۔ تین محرابوں سے بیت لحم بنا۔ اس کی ماں نے بھی قمامہ بنایا۔ ان لوگوں کو ملکیہ کہتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر تھے۔ ان کے بعد یعقوبیہ' پھر نسطوریہ' یہ سب نسطور کے مقلد تھے۔ پھر ان کے بہت سے گروہ تھے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ ان کے بہتر فرقے ہوگئے۔ ان کی سلطنت برابر چلی آتی تھی' ایک کے بعد ایک قیصر ہوتا آتا تھا یہاں تک کہ آخر میں قیصر ہرقل ہوا۔ یہ تمام بادشاہوں سے زیادہ عقلمند تھا بہت بڑا عالم تھا' دانائی' زیرکی' دور اندیشی اور دور بینی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس نے سلطنت بہت وسیع کر لی اور مملکت دور دراز تک پھیلا دی۔ اس کے مقابلے میں فارس کا بادشاہ کسریٰ کھڑا ہوا اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ اس کی سلطنت قیصر سے بھی زیادہ بڑی تھی یہ مجوسی لوگ تھے' آگ کو پوجتے تھے۔ مندرجہ بالا روایت میں تو ہے کہ اس کا سپہ سالار مقابلہ پر گیا۔

لیکن مشہور بات یہ ہے کہ خود کسریٰ اس کے مقابلے پر گیا۔ قیصر کو شکست ہوئی یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ میں گھر گیا۔ نصرانی اس کی بڑی عزت و تعظیم کرتے تھے' گو کسریٰ لمبی مدت تک محاصرہ کئے پڑا رہا لیکن دارالسلطنت کو فتح نہ کر سکا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس شہر کا نصف حصہ سمندر کی طرف تھا اور نصف خشکی سے ملا ہوا تھا۔ تو شاہ قیصر کو کمک اور رسد تری کے راستے سے برابر پہنچتی رہی' آخر میں قیصر ایک چال چلا اس نے کسریٰ کو کہلوا بھیجا کہ آپ جو چاہیں مجھ سے لے لیجئے اور جن شرائط پر چاہیں مجھ سے صلح کر لیجئے۔ کسریٰ اس پر خوش ہو گیا اور اتنا مال طلب کیا کہ وہ اور یہ مل کر بھی جمع کرنا چاہیں تو جمع ہونا ناممکن تھا۔ قیصر نے اسے بھی قبول کر لیا کیونکہ اس نے اس سے کسریٰ کی بیوقوفی کا پتہ چلا لیا کہ یہ وہ چیز مانگتا ہے جس کا جمع کرنا دنیا کے اختیار سے باہر ہے بلکہ ساری دنیا مل کر اس کا دسواں حصہ بھی جمع نہیں کر سکتی۔ قیصر نے کسریٰ سے کہلوا بھیجا کہ مجھے اجازت ملنی چاہیے کہ میں اپنے ملک شام میں چل پھر کر یہ دولت جمع کر لوں اور آپ کو سونپ دوں۔ اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اب شاہ روم نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میں ایک ضروری اور اہم کام کے لئے اپنے مخصوص احباب کے ساتھ جا رہا ہوں اگر ایک سال کے اندر اندر آ جاؤں تو یہ ملک میرا ہے ورنہ تمہیں اختیار ہے جسے چاہو اپنا بادشاہ تسلیم کر لینا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے بادشاہ تو آپ ہی ہیں خواہ دس سال تک بھی آپ واپس نہ لوٹیں تو کیا ہوا۔ یہ یہاں سے مختصر سی جانباز جماعت لے کر چپ چاپ چل کھڑا ہوا۔ پوشیدہ راستوں سے نہایت ہوشیاری' احتیاط اور چالاکی سے بہت جلد فارس کے شہروں تک پہنچ گیا اور ریکا یک دھاوا بول دیا۔ چونکہ یہاں کی فوجیں تو روم پہنچ چکی تھیں' عوام کہاں تک مقابلہ کرتے' اس نے قتل عام شروع کر دیا جو سامنے پڑے تلوار کے کام آئے' یونہی بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ مدائن پہنچ گیا جو کسریٰ کی سلطنت کی کرسی تھی وہاں کی محافظ فوج پر بھی غالب آیا انہیں بھی قتل کر دیا اور چاروں طرف سے مال جمع کیا ان کی تمام عورتوں کو قید کر لیا اور تمام لڑنے والوں کو قتل کر ڈالا۔ کسریٰ کے لڑکے کو زندہ گرفتار کیا۔ اس کی محل سرائے کی عورتوں کو زندہ گرفتار کیا اس کی دربار دار عورتیں وغیرہ بھی پکڑ لی گئیں اس کے لڑکے کا سر منڈا کر گدھے پر بٹھا کر عورتوں سمیت کسریٰ کی طرف بھیجا کہ لیجئے جو مال اور عورتیں اور غلام آپ نے مانگے تھے وہ حاضر ہیں۔ جب یہ قافلہ کسریٰ کے پاس پہنچا کسریٰ کو سخت صدمہ ہوا۔

یہ ابھی تک قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا اور قیصر کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا کہ اس کے پاس اس کا کل خاندان اور ساری حرم سرا اس ذلت کی حالت میں پہنچی۔ یہ سخت غضبناک ہوا اور بڑا سخت حملہ شہر پر کر دیا لیکن اس میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اب یہ نہر جیحون کی طرف چلا کہ قیصر کو وہاں روک لے کیونکہ فارس سے قسطنطنیہ آنے کا راستہ یہی تھا۔

قیصر نے اسے سن کر پہلے سے بھی زبردست حیلہ کیا یعنی اس نے اپنے لشکر کو تو دریا کے اس دہانے کے پاس چھوڑا اور آپ تھوڑے سے آدمی لے کر سوار ہو کر پانی کے بہاؤ کی طرف چل دیا۔ کوئی ایک دن رات کا راستہ چلنے کے بعد اپنے ساتھ جو کٹی' چارہ' لید' گوبر وغیرہ لے گیا تھا اسے پانی میں بہا دیا۔ یہ چیزیں پانی میں بہتی ہوئی کسریٰ کے لشکر کے پاس سے گزریں تو وہ سمجھ گئے کہ قیصر یہاں سے گزر گیا۔ یہ اس لشکر کے جانوروں کے آثار ہیں۔ اب قیصر واپس اپنے لشکر میں پہنچ گیا ادھر کسریٰ اس کی تلاش میں آگے کو چل دیا۔ قیصر اپنے لشکروں سمیت جیحون کا دہانہ عبور کر کے راستہ بدل کر قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ جس دن یہ اپنے دارالسلطنت میں پہنچا نصرانیوں میں بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ کسریٰ کو جب یہ اطلاع ہوئی تو اس کا عجب حال ہوا کہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن' نہ تو روم ہی فتح ہوا اور نہ فارس ہی رہا۔ حیرت میں رہ گیا اور رومی غالب آ گئے۔ فارس کی عورتیں اور وہاں کے مال ان کے قبضے میں آئے۔ یہ کل امور نو سال میں ہوئے اور رومیوں نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت فارسیوں سے دوبارہ لے لی اور مغلوب ہو کر غالب آ گئے۔ اذرعات اور بصریٰ کے معرکے میں اہل فارس غالب آ گئے تھے اور یہ ملک شام کا وہ حصہ تھا جو حجاز سے ملتا تھا۔ یہ بھی قول ہے کہ یہ ہزیمت جزیرہ میں ہوئی تھی جو رومیوں کی سرحد کا مقام ہے' اور فارس سے ملتا ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر نو سال کے اندر اندر رومی فارسیوں پر غالب آ گئے۔

قرآن کریم میں لفظ ﴿بِـضْـعِ﴾ کا ہے اور اس کا اطلاق بھی نو تک ہوتا ہے۔ اور یہی تفسیر اس لفظ کی ترمذی اور ابن جریر والی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہیں احتیاطاً دس سال تک رکھنے چاہیے تھے کیونکہ ﴿بِضْعِ﴾ کے لفظ کا اطلاق تین سے لے کر نو تک ہوتا ہے۔ [1] اس کے بعد ﴿قَبْلُ﴾ اور ﴿بَعْدُ﴾ پر پیش اضافت کے ہٹا دینے کی وجہ سے ہے۔ یعنی اس سے پہلے اور اس کے بعد حکم اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اس دن جبکہ روم فارس پر غالب آ جائے گا مسلمان خوشیاں منائیں گے۔ اکثر علماء رحمہم اللہ کا قول ہے کہ بدر کی لڑائی کے دن رومی فارسیوں پر غالب آ گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما' سدی' ثوری اور ابو سعید رحمہم اللہ یہی فرماتے ہیں' [2] ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ غلبہ حدیبیہ کے سال ہوا تھا۔ عکرمہ' زہری اور قتادہ رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ بعضوں نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ قیصر روم نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے فارس پر غالب کرے گا تو وہ اس کے شکریہ میں پاپیادہ بیت المقدس تک جائے گا۔ چنانچہ اس نے نذر پوری کی اور بیت المقدس پہنچا۔ یہ یہیں تھا جو اس کے پاس رسول کریم ﷺ کا نامہ مبارک پہنچا' جو آپ ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی معرفت بصریٰ کے گورنر کو بھیجا تھا اس نے ہرقل کو پہنچایا ہرقل نے نامۂ نبی پاتے ہی شام میں جو حجازی عرب تھے انہیں اپنے پاس بلوایا۔ ان میں ابوسفیان صخر بن حرب اموی بھی تھا اور دوسرے بھی قریش کے ذی عزت بڑے بڑے لوگ تھے۔ اس نے ان سب کو اپنے سامنے بٹھا کر پوچھا کہ تم میں سے اس کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا میں ہوں۔ بادشاہ نے انہیں آگے بٹھالیا اور ان کے ساتھیوں کو ان کے پیچھے بٹھا دیا اور ان سے کہا کہ دیکھو میں اس شخص سے چند سوالات کروں گا اگر یہ کسی بات کا غلط جواب دے تو تم اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیان کا قول ہے کہ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ اگر میں جھوٹ بولوں گا تو یہ لوگ اسے ظاہر کر دیں گے اور پھر اس جھوٹ کو میری طرف نسبت کریں گے تو میں یقیناً جھوٹ بولتا۔ اب ہرقل نے بہت سے سوالات کئے۔ مثلاً حضور اکرم ﷺ کے حسب نسب کی نسبت آپ ﷺ کے اوصاف و عادات کے متعلق وغیرہ وغیرہ۔ انہی میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا وہ غداری کرتا ہے؟

ابوسفیان نے کہا کہ آج تک تو کبھی بدعہدی' وعدہ شکنی اور غداری نہیں کی۔ اس وقت ہم میں اس میں ایک معاہدہ ہے نہ جانے ==

---

[1] ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الروم ۳۱۹۱ وهو حسن۔

[2] ترمذی حواله سابق ۳۱۹۲ وهو حسن۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ⑧ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ⑨ۭ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗاٰي اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩ع

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں یہ غور نہیں کیا؟ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کو بہترین قرینے سے مقرر وقت تک کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ ہاں اکثر لوگ یقیناً اپنے رب تعالیٰ کی ملاقات کے منکر ہیں۔ [۸] کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر یہ نہیں دیکھا؟ کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے بہت زیادہ توانا اور طاقتور تھے انہوں نے بھی زمین بوئی جوتی تھی اور ان سے زیادہ آبادی کی تھی۔ ان کے پاس ان کے رسول معجزے لے کر آئے تھے۔ یہ تو ناممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا بلکہ دراصل وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ [۹] پھر آخرش برا کرنے والوں کا برا ہی ہوا اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کی ہنسی اڑاتے تھے۔ [۱۰]

= اس میں وہ کیا کرے؟ ابوسفیان کے اس قول سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ اور قریش میں یہ بات بھی ٹھہری تھی کہ دس سال تک کوئی لڑائی آپس میں نہ ہوگی۔ یہ واقعہ اس قول کی پوری دلیل بن سکتا ہے کہ رومی فارس پر حدیبیہ کے سال غالب آئے تھے۔ اس لئے کہ قیصر نے اپنی نذر حدیبیہ کے بعد پوری کی تھی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

لیکن اس کا جواب وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ غلبہ روم فارس پر بدر کے سال ہوا تھا یہ دے سکتے ہیں کہ چونکہ ملک کی اقتصادی اور مالی حالت بہت گر گئی تھی اس لئے چار سال تک ہرقل نے اپنی پوری توجہ ملک کی خوش حالی اور آبادی پر رکھی۔ اس کے بعد اس طرف سے اطمینان حاصل کر کے نذر کو پوری کرنے کے لئے روانہ ہوا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یہ اختلاف کوئی ایسا اہم امر نہیں۔ ہاں مسلمان رومیوں کے غلبے سے خوش ہوئے اس لئے کہ گو وہ کیسے ہی ہوں تاہم تھے تو اہل کتاب۔ اور ان کے مقابل مجوسیوں کی جماعت تھی جنہیں کتاب سے دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ تو لازمی امر تھا کہ مسلمان ان کے غلبے سے ناخوش ہوں اور رومیوں کے غلبے سے خوش ہوں۔ خود قرآن میں موجود ہے کہ ایمان والوں کے سب سے زیادہ دشمن یہود اور مشرک ہیں اور ان سے دوستیاں رکھنے میں سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں اس لئے کہ ان میں علما اور درویش لوگ ہیں اور یہ متکبر نہیں۔

قرآن سن کر یہ رو دیتے ہیں کیونکہ حق کو جان لیتے ہیں پھر اقرار کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم ایمان لائے تو ہمیں بھی ماننے والوں میں کر لے۔ پس یہاں بھی فرمایا کہ مسلمان اس دن خوش ہوں گے جس دن اللہ تعالیٰ رومیوں کی مدد کرے گا۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ وہ بڑا غالب اور بہت بڑا مہربان ہے۔

حضرت زبیر کلابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے فارسیوں کا رومیوں پر غالب آنا، پھر رومیوں کا فارسیوں پر غالب آنا، پھر روم اور فارس دونوں پر مسلمانوں کا غالب آنا خود اپنی آنکھوں سے پندرہ سال کے اندر دیکھ لیا۔ آخر آیت میں فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے بدلے اور انتقام لینے پر قادر اور اپنے دوستوں کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمانے والا ہے۔ جو خبر تمہیں دی ہے کہ رومی عنقریب فارسیوں پر غالب آ جائیں گے' یہ اللہ تعالیٰ کی خبر ہے' رب تعالیٰ کا وعدہ ہے' یہ پروردگار کا فیصلہ ہے ناممکن ہے کہ غلط نکلے' ٹل جائے یا خلاف ہو جائے۔ جو حق کے قریب ہوا سے بھی رب تعالیٰ حق سے بہت دور والوں پر غالب رکھتا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ حکمتوں کو کم علم جان نہیں سکتے۔ اکثر لوگ دنیا کا تو علم خوب رکھتے ہیں' اس کی گتھیاں منٹوں میں سلجھا دیتے ہیں' اس میں خوب دماغ دوڑاتے ہیں' اس کے برے بھلے' نفع نقصان کو پہچان لیتے ہیں' بہ یک نگاہ اس کی اونچ نیچ دیکھ لیتے ہیں' دنیا کمانے کا' پیسے جوڑنے کا خوب سلیقہ رکھتے ہیں' لیکن امور دین میں' اخروی کاموں میں محض جاہل' غبی اور کم فہم ہوتے ہیں' یہاں نہ دماغ کام کرے نہ سمجھ پہنچ سکے نہ غور و فکر کی عادت۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''بہت سے ایسے بھی ہیں کہ نماز تک تو ٹھیک پڑھ نہیں سکتے لیکن درہم چٹکی میں لیتے ہی وزن بتا دیا کرتے ہیں۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''دنیا کی آبادی اور رونق کی تو بیسیوں صورتیں ان کا ذہن گھڑ لیتا ہے لیکن دین میں محض جاہل آخرت سے بالکل غافل ہیں۔'' [1]

اللہ کی نشانیوں میں غور و فکر کرو: [آیت: ۸۔۱۰] چونکہ کائنات کا ذرہ ذرہ حق جل وعلا کی قدرت کا نشان ہے اور اس کی توحید اور ربوبیت پر دلالت کرنے والا ہے۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ موجودات میں غور و فکر کیا کرو اور قدرت رب تعالیٰ کی ان نشانیوں سے اس مالک کو پہنچانو اور اس کی قدر و تعظیم کرو۔ کبھی عالم علوی کو دیکھو کبھی عالم سفلی پر نظر ڈالو کبھی اور مخلوقات کی پیدائش کو سوچو اور سمجھو کہ یہ چیزیں عبث اور بیکار پیدا نہیں کی گئیں۔ بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں کار آمد اور نشان قدرت بنایا ہے۔ ہر ایک کا ایک وقت مقرر ہے یعنی قیامت کا دن' جسے اکثر لوگ مانتے ہی نہیں۔ اس کے بعد نبیوں کی صداقت کو اس طرح ظاہر فرماتا ہے کہ دیکھ لو ان کے مخالفین کا کس قدر عبرت ناک انجام ہوا؟ اور ان کے ماننے والوں کو کس طرح دونوں جہان کی عزت ملی؟ تم چل پھر کر اگلے واقعات معلوم کرو کہ گزشتہ امتیں جو تم سے زیادہ زور آور تھیں تم سے زیادہ مال و زر والی تھیں تم سے زیادہ کنبے قبیلے اور بیٹے پوتے والی تھیں' تم تو ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے' وہ تم سے زیادہ عمر والے تھے تم سے زیادہ آبادیاں انہوں نے کیں تم سے زیادہ کھیتیاں اور باغات ان کے تھے' باوجود اس کے جب ان کے پاس اس زمانے کے رسول آئے انہوں نے دلیلیں اور معجزے دکھائے اور پھر بھی اس زمانے کے ان بدنصیبوں نے ان کی نہ مانی اور اپنے خیالات میں مستغرق رہے اور سیاہ کاریوں میں مشغول رہے تو بالآخر عذاب رب تعالیٰ ان پر برس پڑے' اس وقت کوئی نہ تھا جو انہیں بچا سکے یا کسی عذاب کو ان پر سے ہٹا سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرے۔ یہ عذاب تو ان کے اپنے کرتوتوں کا وبال تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو یہ جھٹلاتے تھے۔ رب تعالیٰ کی باتوں کا مذاق یہ اڑاتے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ان کی بے ایمانی کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں کو' ان کی نگاہوں کو پھیر دیا اور انہیں ان کی سرکشی میں ہی حیران چھوڑ دیا ہے۔ اور آیت میں ہے کہ ان کی کجی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے۔ اور آیت میں ہے کہ اگر اب بھی منہ موڑیں تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض گناہوں پر ان کی پکڑ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ اسی بنا پر ﴿السُّوْٓاٰی﴾ منصوب ہوگا ﴿اَسَآءُوْا﴾ کا مفعول ہو کر۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ سوای یہاں پر اس طرح واقع ہے کہ برائی ان کا انجام ہوئی۔ اس لئے ==

---

[1] الطبری، ۲۰/ ۷۶۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع

ع ۵

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کی ابتدا کرتا ہے وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔[۱۱] جس دن قیامت قائم ہوگی تو گنہگاروں کی امیدیں ٹوٹ جائیں گی۔[۱۲] ان کے تمام تر شریکوں میں سے ایک بھی ان کا سفارشی نہ ہوگا اور خود یہ بھی اپنے شریکوں کے منکر ہو جائیں گے۔[۱۳] اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن جماعتیں الگ الگ ہو جائیں گی۔[۱۴] جو ایمان لا کر نیک اعمال کرتے رہے وہ تو جنت میں خوش وخرم کر دیئے جائیں گے۔[۱۵] اور جنہوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھوٹا ٹھہرایا تھا وہ سب عذاب میں پکڑ وا دیئے جائیں گے۔[۱۶] پس اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھا کرو جب کہ تم شام کرو اور جب صبح کرو۔[۱۷] تمام تعریفوں کے لائق آسمان وزمین میں صرف وہی ہے تیسرے پہر کو اور ظہر کے وقت بھی اس کی پاکیزگی بیان کرو۔[۱۸] وہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔[۱۹]

= کہ وہ آیات ربانی کے جھٹلانے والے اور ان کا مذاق اڑانے والے تھے۔ تو اس معنی کی رو سے یہ لفظ منصوب ہوگا ﴿كَانَ﴾ کی خبر ہو کر۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہی توجیہ بیان کی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل بھی کی ہے۔ ❶ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں اور ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ اس کے بعد ﴿وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ہے۔

روزِ قیامت اعمال کے مطابق فیصلے ہوں گے: [آیت: ۱۱-۱۹] فرمان باری تعالیٰ ہے کہ سب سے پہلے مخلوقات کو اسی اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور جس طرح وہ اسکے پیدا کرنے پر اس وقت قادر تھا اب فنا کر کے پھر سے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی وہ ایسا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ قادر ہے۔ تم سب قیامت کے دن اسی کے سامنے حاضر کئے جانے والے ہو۔ وہاں وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ قیامت کے دن گنہگار ناامید رسوا اور خاموش ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کی دنیا میں عبادت کرتے رہے ان میں سے ایک بھی ان کی سفارش کے لئے کھڑا نہ ہوگا۔ اور جب کہ یہ ان کے پوری طرح محتاج ہوں گے وہ ان سے بالکل آنکھیں پھیر لیں گے

❶ الطبری، ۲۰/ ۷۹۔

اور خودان کے معبودانِ باطل بھی ان سے یکسو ہو جائیں گے اور صاف کہہ دیں گے کہ ہم میں ان میں کوئی تعلق نہیں۔ قیامت قائم ہوتے ہی اس طرح الگ الگ ہو جائیں گے جس کے بعد ملاپ ہے ہی نہیں۔ ❶ نیک لوگ تو ﴿عِلِّيِّيْنَ﴾ میں پہنچا دیئے جائیں گے اور بدلوگ ﴿سِجِّيْنٍ﴾ میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ وہ سب سے اعلیٰ بلندی پر ہوں گے یہ سب سے زیادہ پستی میں ہوں گے۔ پھر اس آیت کی تفصیل ہوتی ہے کہ نیک نفس تو جنتوں میں ہنسی خوشی سے ہوں گے اور کفار جہنم میں جلتے بھنتے ہونگے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں: اس رب تبارک وتعالیٰ کی کمالِ قدرت اور عظمتِ سلطنت پر دلالت اس کی تسبیح اور اس کی حمد سے ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہبری کرتا ہے اور اپنا پاک ہونا اور قابل حمد ہونا بھی بیان فرمارہا ہے۔ شام کے وقت جب کہ رات اپنے اندھیروں کو لے کر آتی ہے اور صبح کے وقت جبکہ دن اپنی روشنیوں کو لے کر آتا ہے۔ اتنا بیان فرما کر اس کے بعد کا جملہ بیان فرمانے سے پہلے ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ زمین وآسمان میں قابل حمد وثنا وہی ہے ان کی پیدائش خود اس کی بزرگی پر دلیل ہے۔ پھر صبح شام کے وقتوں کی تسبیح کا بیان جو پہلے گزرا تھا اس کے ساتھ عشاء اور ظہر کا وقت ملا لیا' جو پورے اندھیرے اور کامل اجالے کا وقت ہوتا ہے۔ بے شک تمام تر پاکیزگی اسی کو سزاوار ہے، جو رات کے اندھیروں کو اور دن کے اجالوں کو پیدا کرنے والا ہے، صبح کو ظاہر کرنے والا رات کو سکون والی بنانے والا، وہی ہے۔ اس جیسی آیتیں اور بھی بہت سی ہیں ﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝﴾ ❷ اور ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝﴾ ❸ اور ﴿وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝﴾ ❹ وغیرہ۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کا نام خلیل وفادار کیوں رکھا؟ اس لئے کہ وہ صبح شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ﴾ سے ﴿تُظْهِرُوْنَ﴾ تک کی دونوں آیتیں تلاوت فرمائیں۔ ❺ طبرانی کی حدیث میں ان دونوں آیتوں کی نسبت ہے کہ جس نے صبح شام یہ پڑھ لیں اس نے دن رات میں جو اس سے فوت ہوا سے پالیا۔ ❻ پھر بیان فرمایا کہ موت وزیست کا خالق مردوں سے زندوں کو اور زندوں سے مردوں کو نکالنے والا وہی ہے۔ ہر شے پر اور اس کی ضد پر وہ قادر ہے۔ دانے سے درخت' درخت سے دانے' مرغی سے انڈا' انڈے سے مرغ' نطفے سے انسان' انسان سے نطفہ' مؤمن سے کافر' کافر سے مؤمن' غرض ہر چیز اور اس کے مقابل کی چیز پر اسے قدرت حاصل ہے' خشک زمین کو وہی تر کر دیتا ہے' بنجر زمین سے وہی زراعت پیدا کر دیتا ہے' جیسے سورۂ یٰسین میں فرمایا کہ خشک زمین کا تر وتازہ ہو کر طرح طرح کے اناج وپھل پیدا کرنا بھی میری قدرت کا ایک کامل نشان ہے۔ اور آیت میں ہے کہ تمہارے دیکھتے ہوئے اس زمین کو جس میں سے دھواں اٹھتا ہو دو بوند سے تر کر کے' میں لہلہا دیتا ہوں اور ہر قسم کی پیداوار سے اسے سرسبز کر دیتا ہوں۔ اور بھی بہت سی آیتوں میں اس مضمون کو کہیں مفصل کہیں مجمل بیان فرمایا۔ یہاں فرمایا اسی طرح تم سب بھی مرنے کے بعد قبروں میں سے زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جاؤ گے۔

---

❶ الطبری، ۲۰/ ۸۰، ۸۱۔ ❷ ۹۱/ الشمس :۳، ٤۔

❸ ۹۲/ اللیل: ۱، ۲۔ ❹ ۹۳/ الضحی: ۱، ۲۔

❺ احمد، ۳/ ٤۳۹، وسنده ضعیف اس کی سند میں ابن لہیعہ اور فائد (التقریب، ۲/ ۱۳۸:۱/ ۲۵۷) ضعیف راوی ہیں۔

❻ ابوداود، کتاب الادب، باب ما یقول اذا أصبح ٥٠٧٦، وسنده ضعیف جداً محمد بن عبدالرحمن البیلمانی ضعیف ومتهم اور اس کا والد ضعیف ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک تمہاری مٹی سے پیدائش ہے کہ پھر انسان بن کر چلتے پھرتے ہو[٢٠] اور اس کی نشانیوں میں سے تمہاری ہی جنس کی بیویاں پیدا کرنا ہے تاکہ تم ان سے آرام پاؤ۔ اس نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی قائم کر دی۔ یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔[٢١]

انسانی جسم کی تخلیق توحید باری تعالیٰ کی دلیل ہے: [آیت: ٢٠۔٢١] فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے باپ (حضرت) آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ تم سب کو اس نے بے وقعت پانی کے قطرے سے پیدا کیا۔ پھر تمہاری بہت اچھی صورتیں بنائیں' نطفے سے خون بستہ کی شکل میں، پھر گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں ڈھال کر، پھر ہڈیاں بنائیں اور ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر روح پھونکی۔ آنکھ' کان' ناک پیدا کئے۔ ماں کے پیٹ سے سلامتی سے نکالا۔ پھر کمزوری کو قوت سے بدلا۔ دن بہ دن طاقتور اور مضبوط قد آور اور زور آور کیا' عمر دی۔ حرکت وسکون کی طاقت دی' اسباب اور آلات دیئے اور مخلوق کا سردار بنایا اور ادھر سے ادھر پہنچنے کے ذرائع دیئے' سمندروں کی زمین کی مختلف سواریاں عطا فرمائیں۔ عقل' علم' سوچ' سمجھ' تدبر' غور کے لئے دل ودماغ عطا فرمائے' دنیاوی کام سمجھائے رزق' عزت حاصل کرنے کے طریقے کھول دیئے۔ ساتھ ہی آخرت کو سنوارنے کا علم اور عمل بھی سکھایا۔ پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کا صحیح اندازہ کرتا ہے ہر ایک کو ایک مرتبے پر رکھتا ہے۔ شکل وصورت میں' بول چال میں' امیری فقیری میں' عقل وہنر میں' بھلائی برائی میں' سعادت وشقاوت میں ہر ایک کو جداگانہ کر دیا تاکہ ہر شخص رب تعالیٰ کی بہت سی نشانیاں اپنے میں اور دوسرے میں دیکھ لے۔ مسند امام احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے تمام زمین سے ایک مٹھی مٹی کی لے کر اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔'' پس زمین کے مختلف حصوں کی طرح اولاد آدم کی مختلف رنگتیں ہوئیں۔ کوئی سفید' کوئی سرخ' کوئی سیاہ' کوئی خبیث' کوئی طیب' کوئی خوش خلق' کوئی بدخلق وغیرہ۔ [1] پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی قدرت یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے جوڑے بنائے کہ وہ تمہاری بیویاں بنتی ہیں اور تم ان کے خاوند ہوتے ہو یہ اس لئے کہ تمہیں ان سے سکون وراحت' آرام وآسائش حاصل ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی تاکہ وہ اس کی طرف راحت حاصل کرے۔ حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے جو سب سے زیادہ چھوٹی ہے پیدا ہوئی ہیں' پس اگر انسان کا جوڑا انسان سے نہ ملتا اور کسی اور جنس سے اس کا جوڑا بندھتا تو موجودہ الفت ورحمت اس میں نہ ہو سکتی۔ یہ پیار واخلاص یک جنسی کی وجہ سے ہے۔ ان میں آپس میں محبت ومودت' رحمت والفت' پیار واخلاص' رحم اور مہربانی ڈال دی۔ پس مرد یا تو محبت کی وجہ سے عورت کی خبر گیری کرتا ہے یا رحم کھا کر اس کا خیال رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے اولاد ہو چکی ہے۔ اس کی پرورش ان دونوں کے میل ملاپ پر موقوف ہے۔ الغرض بہت سی =

[1] ابوداود، کتاب السنة، باب فی القدر ٤٦٩٣ وسنده صحیح، ترمذی ٢٩٥٥؛ احمد، ٤/ ٤٠٦؛ حاکم، ٢/ ٢٦١؛ ابن حبان ٦١٦٠؛ الأسماء والصفات ٧١٥۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝۲۲ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝۲۳

ترجمہ: اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف بھی ہے؟ دانشمندوں کے لئے اس میں یقیناً بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔[۲۲] اور بھی اس کی قدرت کی نشانی تمہاری راتوں اور دن کی نیند میں ہے اور اس کے فضل یعنی روزی کو تمہارا تلاش کرنا بھی ہے۔ جو لوگ کان لگا کر سننے کے عادی ہیں ان کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔[۲۳]

= وجوہات رب العالمین نے رکھ دی ہیں جن کے باعث انسان باآرام اپنے جوڑے کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ یہ بھی رب تعالیٰ کی مہربانی اور اس کی قدرت کاملہ کی ایک زبردست نشانی ہے۔ ادنیٰ سا غور کر لے انسان کا ذہن اس تک پہنچ جاتا ہے۔

زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف قدرتِ الٰہی کا مظہر ہے: [آیت:۲۲-۲۳] رب العالمین اپنی زبردست قدرت کی ایک نشانی اور بیان فرماتا ہے کہ اس قدر بلند کشادہ آسمان کی پیدائش' اس میں ستاروں کا جڑاؤ' ان کی چمک دمک' ان میں سے بعض کا چلتا پھرتا ہونا' بعض کا ایک جا ثابت رہنا' زمین کو ایک ٹھوس شکل میں بنانا' اسے کثیف پیدا کرنا' اس میں پہاڑ' میدان' جنگل' دریا' سمندر' ٹیلے' پتھر' درخت وغیرہ جما دینا۔ خود تمہاری زبانوں میں رنگتوں میں اختلاف رکھنا' عرب کی زبان اور تاتاریوں کی اور کُردوں کی اور رومیوں کی اور فرنگیوں کی اور تکروریوں کی اور بربر کی اور حبشیوں کی اور ہندیوں کی اور ایرانیوں کی اور مقالبہ کی اور آرمینوں کی اور جزریوں کی اور رب جانے کتنی کتنی زبانیں زمین پر بنو آدم میں بولی جاتی ہیں۔ انسانی زبانوں کے اختلاف کے ساتھ ہی ان کی رنگتوں کا اختلاف بھی اللہ تعالیٰ کی شان کا مظہر ہے۔ خیال تو فرمائیے کہ لاکھوں آدمی جمع ہو جائیں ایک کنبے قبیلے کے ایک ملک ایک زبان کے ہوں لیکن ناممکن ہے کہ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی اختلاف نہ ہو۔ حالانکہ اعضائے بدن کے اعتبار سے کلی موافقت ہے۔ سب کی دو آنکھیں دو پلکیں' ایک ناک' دو کان' ایک پیشانی' ایک منہ' دو ہونٹ' دو رخسار' وغیرہ لیکن تاہم ایک سے ایک علیحدہ ہے۔ کوئی نہ کوئی ہیئت' عادت' خصلت' کلام' بات چیت' طرز ادا ایسی ضرور ہو گی کہ جس میں ایک دوسرے کا امتیاز ہو جائے۔ گو وہ بعض مرتبہ پوشیدہ سی اور ہلکی سی چیز ہی ہو۔ گو خوبصورتی اور بدصورتی میں کئی ایک یکساں نظر آئیں لیکن جب غور کیا جائے تو ہر ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے والا کوئی نہ کوئی وصف ضرور نظر آ جائے گا۔ ہر جاننے والا اتنی بڑی طاقتوں اور قوتوں کے مالک کو پہچان سکتا ہے اور اس صنعت سے صانع کو جان سکتا ہے۔ نیند بھی قدرت کی ایک نشانی ہے جس سے تھکان دور ہو جاتی ہے' راحت وسکون حاصل ہوتا ہے' اس کے لئے قدرت نے رات بنا دی ہے۔ کام کاج کے لئے' دنیا حاصل کرنے کے لئے' کمائی دھندے کے لئے' تلاش معاش کے لئے اس اللہ تعالیٰ نے دن کو پیدا کر دیا جو رات کے بالکل خلاف ہے۔ یقیناً سننے سمجھنے والوں کے لئے یہ چیزیں نشانِ قدرت ہیں۔ طبرانی میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ راتوں کو میری نیند اچاٹ ہو جایا کرتی تھی تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کی شکایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو ((اَللّٰهُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَهَدَاتِ الْعُيُوْنُ وَاَنْتَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَنِمْ عَيْنِي وَاهْدِئْ لَيْلِي)) میں نے جب اس دعا کو پڑھا تو نیند نہ آنے کی بیماری بفضل اللہ تعالیٰ دور ہو گئی۔ ❶

❶ طبرانی ۴۸۱۷ وسندہ ضعیف جداً۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امیدوار بنانے کے لئے بجلیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ اس میں بھی عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔[۲۴] اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان و زمین اسی کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں آواز دے گا صرف ایک بار کی آواز کے ساتھ ہی تم سب زمین سے نکل آؤ گے۔[۲۵] زمین و آسمان کی ہر ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور ہر ایک اس کے فرمان کے ماتحت ہے۔[۲۶] وہی ہے جس نے شروع شروع میں مخلوق کو پیدا کیا وہی پھر سے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے۔ اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے آسمانوں میں اور زمین میں بھی۔ اور وہی ذی عزت، غلبے والا باحکمت، حکمت والا ہے۔[۲۷]

آسمانی بجلی اللہ تعالیٰ کی عظمت کی دلیل ہے: [آیت: ۲۴۔۲۷] اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرنے والی ایک اور نشانی بیان کی جا رہی ہے کہ آسمانوں پر اس کے حکم سے بجلی کوندتی ہے جسے دیکھ کر کبھی تمہیں دہشت لگنے لگتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کڑک کسی کو ہلاک کر دے کہیں بجلی گرے وغیرہ۔ اور کبھی تمہیں امید بندھتی ہے کہ اچھا ہوا اب بارش برسے گی پانی کی ریل پیل ہو گی، ترسالی ہو جائے گی وغیرہ۔ وہی ہے جو آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اس زمین کو جو خشک پڑی ہوئی تھی جس پر نام نشان کو کوئی ہریاول (طراوت) نہ تھی مثل مردے کے بے کار تھی اس بارش سے وہ زندہ کر دیتا ہے، لہلہانے لگتی ہے، ہری بھری ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی پیداوار اگا دیتی ہے۔ عقلمندوں کے لئے عظمت ربانی کی یہ ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ وہ اس نشان کو دیکھ کر یقین کر لیتے ہیں کہ اس زمین کو زندہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہماری موت کے بعد ہمیں بھی ازسرنو زندہ کر دینے پر قادر ہے۔ اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ زمین و آسمان اسی کے حکم سے قائم ہیں۔ وہ آسمان کو زمین پر گرنے نہیں دیتا وہ آسمان و زمین کو تھامے ہوئے ہے اور انہیں زوال سے بچائے ہوئے ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کوئی تاکیدی قسم کھانا چاہتے تو فرماتے ''اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔'' پھر قیامت کے دن وہ زمین و آسمان کو بدل دے گا۔ مردے اپنی قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ خود اللہ تعالیٰ انہیں آواز دے گا اور یہ صرف ایک آواز پر زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جس دن وہ تمہیں پکارے گا تم اس کی حمد کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی کم رہے۔ اور آیت میں ہے =

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک مثال خود تمہاری ہی بیان فرمائی' جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کیا اس میں تمہارے غلاموں میں سے بھی کوئی تمہارا شریک ہے؟ کہ تم اور وہ اس میں برابر درجے کے ہو؟ اور تم ان کا ایسا خطرہ رکھتے ہو جیسا خود اپنوں کا' ہم عقل رکھنے والوں کیلئے اسی طرح کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں۔[۲۸] اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم تو بے علم کے خواہش پرستی کر رہے ہیں۔ اسے کون راہ دکھائے جسے اللہ تعالیٰ راہ سے ہٹا دے؟ ان کا ایک بھی مددگار نہیں۔[۲۹]

=﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝﴾ ❶ صرف ایک ہی آواز سے ساری مخلوق میدان محشر میں جمع ہو جائے گی۔ اور آیت میں ہے ﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝﴾ ❷ یعنی ''وہ تو صرف ایک آواز ہوگی جسے سنتے ہی سب کے سب ہمارے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔''

دوسری مرتبہ کی پیدائش تو اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے: فرماتا ہے کہ تمام آسمانوں اور ساری زمینوں کی مخلوق اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ سب اس کے لونڈی غلام ہیں سب اسی کی ملکیت میں ہیں۔ ہر ایک اس کے سامنے عاجز ولاچار، مجبور و بے بس ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں قنوت کا ذکر ہے وہاں مراد اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ ❸ ابتدائی پیدائش بھی اسی نے کی اور وہی اعادہ بھی کرے گا۔ اور اعادہ بہ نسبت ابتدا کے عادتاً آسان اور ہلکا ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں'' جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھے ابن آدم جھٹلاتا ہے اور اسے یہ چاہیے نہیں تھا۔ وہ مجھے برا کہتا ہے اور یہ بھی اسے لائق نہ تھا۔ اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے جس طرح اس نے مجھے اولاً پیدا کیا اس طرح دوبارہ پیدا کر نہیں سکتا۔ حالانکہ دوسری مرتبہ کی پیدائش پہلی دفعہ کی پیدائش سے بالکل ہی آسان ہوا کرتی ہے۔ اس کا مجھے برا کہنا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے حالانکہ میں احد وصمد ہوں'' ❹ جس کی نہ اولاد نہ ماں باپ اور جسکا کوئی ہمسر نہیں۔ الغرض دونوں پیدائشیں اس مالک کی قدرت کی مظہر ہیں نہ اس پر کوئی کام بھاری نہ بوجھل۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ﴿هُوَ﴾ کی ضمیر کا مرجع ﴿خَلْقٌ﴾ ہو ﴿مَثَل﴾ سے مراد یہاں اس کی توحید الوہیت اور توحید ربوبیت ہے نہ کہ مثال۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مثال سے پاک ہے۔ فرمان ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ ❺ ''اس کی مثال کوئی اور نہیں۔'' بعض اہل ذوق نے کہا ہے کہ جب صاف شفاف پانی کا ستھرا پاک صاف حوض ٹھہرا ہوا ہو اور بادصبا کے

---

❶ ٨٩/ النّٰزعٰت:١٣، ١٤۔ ❷ ٣٦/ یٰسٓ ٥٣۔

❸ احمد، ٣/ ٧٥ وسنده ضعيف، یہ روایت دراج عن ابی الهيثم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مسند ابی یعلی ١٣٧٩؛ ابن حبان ٣٠٩؛ حلية الاولياء، ٨/ ٣٢٥۔ ❹ صحيح بخاری، کتاب التفسير، سورة ﴿قل هو الله احد﴾ ٤٩٧٤؛ احمد، ٢/ ٣٩٣؛ ابن حبان، ٢٦٧۔ ❺ ٤٢/ الشوریٰ:١١۔

تھپیڑے اسے ہلاتے جلاتے نہ ہوں اس وقت اس میں آسمان صاف نظر آتا ہے سورج اور چاند ستارے بالکل دکھائی دیتے ہیں اسی طرح بزرگوں کے دل ہیں جن میں وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کو ہمیشہ دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ غالب ہے جس پر کسی کا بس نہیں نہ اس کے سامنے کسی کی کچھ چل سکے' ہر چیز اس کی ماتحتی میں اور اس کے سامنے پست ولاچار' عاجز وبے بس ہے۔ اس کی قدرت' سطوت' سلطنت ہر چیز پر محیط ہے۔ وہ حکیم ہے اپنے اقوال میں افعال میں' شریعت میں' تقدیر میں' غرض ہر ہر امر میں۔ حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' ﴿مَثَلُ اَعْلٰی﴾ سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔''

اللہ تعالیٰ شرک برداشت نہیں کرتے: [آیت: ۲۸۔۲۹] مشرکین مکہ اپنے بزرگوں کو شریک رب جانتے تھے لیکن ساتھ ہی یہ بھی مانتے تھے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے غلام اور اس کے ماتحت ہیں۔ چنانچہ وہ حج وعمرے کے موقعہ پر لبیک پکارتے ہیں کہتے تھے کہ (لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ) یعنی ❶ ''ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ کہ وہ خود اور جس چیز کا وہ مالک ہے سب تیری ملکیت میں ہے'' یعنی ہمارے شریکوں کا اور ان کی ملکیت کا تو ہی اصلی مالک ہے۔ پس یہاں انہیں ایک ایسی مثال سے سمجھایا جارہا ہے جو خود یہ اپنے نفس میں ہی پائیں اور بہت اچھی طرح غور وخوض کر سکیں۔ تو فرماتا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی بھی اس امر پر راضی رضامند ہوگا؟ کہ اس کے کل مال وغیرہ میں اس کے غلام اس کے برابر کے شریک ہوں اور ہر وقت اسے یہ دھڑکا رہتا ہو کہ کہیں وہ تقسیم کر کے میری جائیداد اور ملکیت آدھوں آدھ بانٹ نہ لے جائیں۔ پس جس طرح تم یہ بات اپنے لئے پسند نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے لئے بھی یہ نہ چاہو۔ جس طرح غلام آقا کی ہمسری نہیں کر سکتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہوسکتا۔ یہ عجب ناانصافی ہے کہ اپنے لئے جس بات سے چڑیں اور نفرت کریں اللہ تعالیٰ کے لئے وہی بات ثابت کرنے بیٹھ جائیں۔ خود بیٹیوں سے جلتے بھنتے تھے اتنا سنتے ہی کہ تیرے ہاں لڑکی ہوئی ہے منہ کالے پڑ جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں کہتے تھے۔ اسی طرح خود اس بات کے کبھی روادار نہیں ہونے کے کہ اپنے غلاموں کو اپنا برابر کا شریک وسہیم سمجھیں لیکن اللہ تعالیٰ کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھ رہے ہیں۔ کس قدر انصاف کا خون ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ''کہ مشرک جو لبیک پکارتے تھے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی لاشریکی کا اقرار کر کے پھر اس کی غلامی تلے دوسروں کو مان کر پھر انہیں اس کا شریک ٹھہراتے تھے' اس پر یہ آیت اتری ہے اور اس میں بیان ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کو اپنے برابر کا شریک ٹھہرانے سے عار رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ کا شریک کیوں ٹھہرا رہے ہو؟ یہ صاف بات بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہم اسی طرح تفصیل اور دلائل غافلوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اور بتلاتا ہے کہ مشرکین کے شرک کی کوئی سند عقلی نقلی، کوئی دلیل نہیں صرف کرشمۂ جہالت اور پیروئ خواہش۔ جب کہ راہِ راست سے ہٹ گئے تو پھر انہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی راہِ راست پر لا نہیں سکتا۔ یہ گو دوسروں کو اپنا کارساز اور مددگار مانتے ہوں لیکن واقعہ یہ ہے کہ دشمنانِ رب کا دوست کوئی نہیں۔ کون ہے جو اس کی مرضی کے خلاف لب ہلا سکے؟ کون ہے جو اس پر مہربانی کرے جس پر اللہ تعالیٰ نامہربان ہو؟ اس کا چاہا ہوا ہوتا ہے اور جسے وہ نہ چاہے ہو نہیں سکتا۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة وصفتها ووقتها ۱۱۸۵ بدون الایة۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ط فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ط لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ق وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ط كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿٣٢﴾

ترجمہ: پس تو یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلنا نہیں۔ یہی راست دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ [۳۰] اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں نہ مل جاؤ۔ [۳۱] جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے نازاں ہے۔ [۳۲]

فطرت سے کیا مراد ہے: [آیت: ۳۰-۳۲] ملت ابراہیم حنیف پر جم جاؤ جس دین کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کر دیا ہے اور جسے اے نبی (ﷺ!) آپ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے کمال کو پہنچایا ہے۔ رب تعالیٰ کی فطرتِ سلیمہ پر وہی قائم ہے جو اس دین اسلام کا پابند ہے۔ اسی پر یعنی توحید پر رب تعالیٰ نے تمام انسانوں کو بنایا ہے۔ روزِ ازل میں اسی کا سب سے اقرار کر لیا گیا تھا کہ کیا میں تم سب کا رب تعالیٰ نہیں ہوں؟ تو سب نے اقرار کیا کہ بے شک تو ہی ہمارا رب تعالیٰ ہے۔ وہ حدیثیں عنقریب ان شاء اللہ بیان ہوں گی جن سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جملہ مخلوق کو اپنے سچے دین پر پیدا کیا ہے گو اس کے بعد لوگ یہودیت نصرانیت وغیرہ پر چلے گئے۔ فرمایا: ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ لوگو! اللہ تعالیٰ کی اس فطرت کو نہ بدلو۔ لوگوں کو اس راہ راست سے نہ ہٹاؤ۔ تو یہ خبر معنی میں امر کے ہوگی جیسے ﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ ❶ میں یہ معنی نہایت عمدہ اور صحیح ہیں۔ دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو فطرت سلیمہ پر یعنی دین اسلام پر پیدا کیا۔ رب تعالیٰ کے اس دین میں کوئی تغیر تبدل نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی معنی کئے ہیں کہ یہاں خلق اللہ تعالیٰ سے مراد دین اور فطرت اسلام ہے۔ ❷ بخاری میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمان رسول اللہ ﷺ ہے ''کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے بکری کا صحیح سالم بچہ ہوتا ہے جس کے کان لوگ کتر دیتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ ❸ '' ❹ مسند احمد میں ہے حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' آپ کے ساتھ مل کر کفار سے جہاد کیا وہاں ہم بفضل اللہ تعالیٰ غالب آ گئے اس دن لوگوں نے بہت سے کفار کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ چھوٹے بچوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔'' حضور اکرم ﷺ کو جب اس کا پتہ چلا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے ''یہ کیا بات ہے کہ لوگ حد سے آگے نکل جاتے ہیں' آج بچوں کو بھی قتل کر دیا ہے۔'' کسی نے کہا یا رسول اللہ! آخر وہ بھی تو مشرکین کی ہی اولاد تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں نہیں۔ یاد رکھو تم میں سے بہترین لوگ مشرکین کے

❶ ۳/ آل عمران: ۹۷۔ ❷ صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة الروم باب ﴿لا تبديل لخلق الله﴾ قبل حديث ٤٧٧٥۔

❸ ۳۰/ الروم: ۳۰۔ ❹ صحيح بخاري حواله سابق ٤٧٧٥؛ صحيح مسلم ٢٦٥٨۔

بچے ہیں، خبردار بچوں کو کبھی قتل نہ کرنا' نابالغوں کے قتل سے رک جانا' ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنی زبان سے کچھ کہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی بنا لیتے ہیں۔'' ❶ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں'' ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اسے زبان آ جائے' اب یا تو شاکر بنتا ہے یا کافر۔'' ❷

مسند احمد میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کی اولاد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا'' کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا اعمال کرنے والے ہیں۔'' ❸ آپ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ ایک زمانہ میں میں کہتا تھا مسلمانوں کی اولاد مسلمانوں کے ساتھ ہے اور مشرکوں کی مشرکوں کے ساتھ ہے۔ یہاں تک کہ فلاں شخص نے فلاں سے روایت کر کے مجھے سنایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ خوب عالم ہے اس چیز سے جو وہ کرتے۔''

اس حدیث کو سن کر میں نے اپنا فتویٰ چھوڑ دیا۔ ❹ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مسند امام احمد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبے میں فرمایا'' کہ مجھے جناب باری عز و جل نے حکم دیا کہ جو اس نے آج مجھے سکھایا ہے اور اس سے تم جاہل ہو وہ میں تمہیں سکھا دوں۔ فرمایا ہے کہ جو میں نے اپنے بندوں کو دیا ہے میں نے ان کے لئے حلال کیا ہے۔ میں نے اپنے سب بندوں کو یک طرفہ خالص دین والا بنایا ہے ان کے پاس شیطان پہنچتا ہے اور انہیں دین سے گمراہ کرتا ہے اور حلال کو ان پر حرام کرتا ہے اور انہیں میرے ساتھ شریک کرنے کو کہتا ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف نگاہ ڈالی اور عرب عجم کو سب کو ناپسند فرمایا سوائے چند اہل کتاب کے کچھ لوگ کے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں نے تجھے صرف آزمائش کے لئے بھیجا ہے تیری اپنی بھی آزمائش ہو گی اور تیری وجہ سے اور سب کی بھی۔ میں تجھ پر وہ کتاب اتاروں گا جسے پانی دھو نہ سکے۔ تو اسے سوتے جاگتے پڑھتا رہے گا۔ پھر مجھ سے جناب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں قریش کو ہوشیار کر دوں میں نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا کہ کہیں وہ میرا سر کچل کر روٹی جیسا نہ بنا دیں؟ تو فرمایا سن جیسے یہ تجھے نکالیں گے میں انہیں نکالوں گا تو ان سے جہاد کر میں تیرا ساتھ دوں گا' تو خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔ تو لشکر بھیج میں اس سے پانچ حصے زیادہ لشکر بھیجوں گا۔ فرمانبرداروں کو لے کر اپنے نافرمانوں پر چڑھائی کر دے۔ اہل جنت تین قسم کے ہیں۔ عادل بادشاہ، توفیق خیر والا سخی' نرم دل ہر مسلمان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے والا پاک دامن سوال سے اور حرام سے بچنے والا عیال دار آدمی۔ اہل جہنم پانچ قسم کے لوگ ہیں۔ وہ بے وقعت کمینے لوگ جو بے زر اور بے گھر ہیں جو تمہارے دامنوں میں لپٹے رہتے ہیں۔ وہ خائن جو حقیر حقیر چیزوں میں بھی خیانت کئے بغیر نہیں رہتا۔ وہ لوگ جو ہر وقت لوگوں کو ان کی جان مال اور اہل و عیال میں دھوکے دیتے رہتے ہیں' صبح شام چالبازیوں اور مکر و فریب میں لگے رہتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل کا یا کذاب کا ذکر کیا اور فرمایا پانچویں قسم کے لوگ بدزبان بدگو ہیں'' ❺ (مسلم وغیرہ)

یہی فطرت سلیمہ' یہی شریعت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا ہی سچا اور سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں اور اپنی اسی ==

---

❶ احمد، ۳/ ۴۳۵ ح ۱۵۵۸۹ وسنده ضعیف؛ الحسن البصری عنعن، السنن الکبری ۸۶۱۶؛ مسند ابی یعلی ۹۴۲؛ طبرانی ۸۲۹؛ مجمع الزوائد، ۵/ ۳۱۶۔ ❷ احمد، ۳/ ۳۵۳ وسنده ضعیف، مجمع الزاوئد، ۷/ ۲۱۸۔

❸ احمد، ۱/ ۳۲۸، صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین ۱۳۸۳؛ صحیح مسلم ۲۶۶۰۔

❹ احمد، ۵/ ۷۳ سنده صحیح الی ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

❺ احمد، ۴/ ۱۶۲ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار، ۲۸۶۵۔

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾ فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿٣٩﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٠﴾ ع

ترجمہ: لوگوں کو جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے رب تعالیٰ کی طرف پوری طرح رجوع ہو کر دعائیں کرتے ہیں پھر جب وہ اپنی طرف سے رحمت کا ذائقہ چکھاتا ہے تو ان میں کی ایک جماعت اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے [۳۳] تاکہ وہ اس چیز کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی ہے۔ اچھا تم فائدہ اٹھا لو ابھی ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ [۳۴] کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل نازل کی ہے جو اسے بیان کرے جسے یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کر رہے ہیں۔ [۳۵] اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ خوب خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اگر انہیں ان کے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو ایک دم وہ محض ناامید ہو جاتے ہیں۔ [۳۶] کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے کشادہ روزی دیتا ہے اور تنگ بھی۔ اس میں بھی ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں نشانیاں ہیں۔ [۳۷] قرابت دار کو مسکین کو مسافر کو ہر ایک کو اس کا حق دے۔ یہ ان کے لئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کا منہ دیکھنا چاہتے ہوں ایسے ہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ [۳۸] تم جو بیاج پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا۔ اور جو کچھ صدقہ زکوٰۃ تم اللہ تعالیٰ کے رضا کی طلب کے لئے دو تو ایسے لوگ ہی ہیں اپنا دوچند کرنے والے۔ [۳۹] اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر روزی دی پھر مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا بتاؤ تمہارے شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو ان میں سے کچھ بھی کر سکتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی اور برتری ہے ہر اک اس شریک سے جو یہ لوگ مقرر کرتے ہیں۔ [۴۰]

= جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ایسے پاک دین سے دور بلکہ محروم رہ جاتے ہیں' جیسے اور آیت میں ہے گو تیری حرص ہو لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے ایمان ہی رہیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ اگر تو اکثریت کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے راہ رب سے بہکا دیں گے۔ تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف راغب رہو اسی کی جانب جھکے رہو' اسی کا ڈر خوف رکھو' اسی کا لحاظ رکھو۔ نمازوں کی پابندی کرو جو سب سے بڑی عبادت اور اطاعت ہے۔ تم مشرک نہ بنو بلکہ موحد خالص بن جاؤ' اس کے سوا اور سے کوئی مراد وابستہ نہ رکھو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''یہ تین چیزیں ہیں اور یہی نجات کی جڑ ہیں' اول: اخلاص جو فطرت ہے' جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ دوم: نماز جو دراصل دین ہے' سوم: اطاعت جو عصمت اور بچاؤ ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''آپ نے سچ کہا ہے۔'' ❶ تمہیں مشرکوں میں نہ ملنا چاہیے' تمہیں ان کا ساتھ نہ دینا چاہیے اور نہ ان جیسا فعل کرنا چاہیے جنہوں نے دین ربانی کو بدل دیا' بعض باتوں کو مان لیا' بعض سے انکار کر گئے ﴿فَرَّقُوْا﴾ کی دوسری قرأت ﴿فَارَقُوْا﴾ ہے یعنی انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا جیسے یہود و نصاریٰ' مجوس' بت پرست اور باقی باطل مذہب والے۔ جیسے ارشاد ہے جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق کی اور گروہ بندی کر لی تو ان میں شامل ہی نہیں ان کا آخر سپرد رب تعالیٰ ہے تم سے پہلے والے گروہ گروہ میں ہو گئے اور سب کے سب باطل پر جم گئے اور ہر فرقہ یہی دعویٰ کرتا رہا کہ وہ سچا ہے اور دراصل حقانیت ان سب سے گم ہو گئی تھی۔ اس امت میں بھی تفرقہ پڑا لیکن ان میں ایک حق پر ہے ہاں باقی سب گمراہی پر ہیں۔ یہ حق والی جماعت اہل سنت والجماعت ہے' جو کتاب اللہ کو اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوط تھامنے والی ہے جس پر اگلے زمانے کے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین اور ائمہ مسلمین رحمہم اللہ تھے گزشتہ زمانے میں بھی اور اب بھی۔ جیسے مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ان سب میں نجات پانے والا فرقہ کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((مَنْ كَانَ عَلٰى مَآ اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاَصْحَابِي)) یعنی ''وہ لوگ جو اس پر ہوں جس پر آج میں اور میرے اصحاب ہیں'' ❷ (برادران! غور فرمائیے کہ وہ چیز جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم آپ کے زمانے میں تھے وہ وحی الٰہی یعنی قرآن و حدیث ہی تھی؟ یا کسی امام کی تقلید؟)

انسان کی عجیب حالت کا تذکرہ: [آیت: ۳۳۔۴۰] اللہ تعالیٰ لوگوں کی حالت بیان فرما رہا ہے کہ دکھ درد' مصیبت و تکلیف کے وقت تو وہ اللہ ﴿وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ﴾ کو بڑی عاجزی زاری' نہایت توجہ اور پوری دلسوزی کے ساتھ پکارتے ہیں اور جب اس کی نعمتیں ان پر برسنے لگتی ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں ﴿لِيَكْفُرُوْا﴾ میں لام بعض تو کہتے ہیں لام عاقبت ہے اور بعض کہتے ہیں لام تعلیل ہے۔ لیکن اس کا لام تعلیل ہونا اس وجہ سے بھلا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ مقرر کیا پھر انہیں دھمکایا کہ تم ابھی معلوم کر لو گے۔ بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ کوتوال یا سپاہی اگر کسی کو ڈرائے دھمکائے تو وہ کانپ اٹھتا ہے۔ تعجب ہے کہ اس کے دھمکانے سے ہم دہشت میں نہ آئیں جس کے قبضے میں ہر چیز ہے اور جس کا صرف یہ کہہ دینا ہر امر کے لئے کافی ہے کہ ہو جا۔ پھر مشرکین کا محض بے دلیل ہونا بیان فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے ان کے شرک کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ پھر انسان کی ایک بیہودہ خصلت بطور انکار بیان ہو رہی ہے کہ سوائے چند ہستیوں کے عموماً حالت یہ ہے کہ راحتوں کے وقت بھول جاتے ہیں اور سختیوں کے وقت مایوس ہو جاتے ہیں گویا اب کوئی بہتری ملے گی ہی نہیں۔ ہاں مومن سختیوں میں صبر اور نرمیوں میں نیکیاں کرتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مومن پر تعجب ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہر قضا بہتر ہی ہوتی ہے' راحت پر شکر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے

❶ الطبری، ۲۰/ ۹۸۔ ❷ حاکم، ۱/ ۱۲۹؛ ترمذی، کتاب الایمان، باب فی افتراق الامة، ۲۶۴۱ وسندہ ضعیف عبدالرحمٰن بن زیاد الافریقی راوی ضعیف ہے۔

اور مصیبت پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کیلئے بہتر ہوتا ہے۔ ❶ اللہ تعالیٰ ہی متصرف اور مالک ہے۔ وہ اپنی حکمت کے مطابق جہان رچائے ہوئے ہے کسی کو کم دیتا ہے کسی کو زیادہ دیتا ہے۔ کوئی تنگی ترشی میں ہے کوئی وسعت اور فراخی میں۔ اس میں مومنوں کے لئے نشان ہیں۔

قرابت داروں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کا حکم: قرابتداروں کے ساتھ نیکی' سلوک اور صلہ رحمی کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ مسکین اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو یا کچھ ہو لیکن بقدر کفایت نہ ہو اس کے ساتھ بھی سلوک و احسان کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ مسافر جس کا خرچ کم پڑ گیا ہو اور سفر خرچ پاس نہ رہا ہو اس کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کا ارشاد ہوتا ہے۔ یہ ان کے لئے بہتر ہے جو چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن دیدار الٰہی کریں۔ حقیقت میں انسان کے لئے اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں۔ دنیا اور آخرت میں نجات ایسے ہی لوگوں کو ملے گی۔ اس دوسری آیت کی تفسیر تو ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد' ضحاک' قتادہ' عکرمہ' محمد بن کعب اور شعبی رحمہم اللہ سے یہ مروی ہے ''کہ جو شخص کوئی عطیہ اس ارادے سے دے کہ لوگ اسے اس سے زیادہ دیں تو گو اس ارادے سے ہدیہ دینا ہے تو مباح لیکن ثواب سے خالی ہے۔'' ❷ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بدلہ کچھ نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی روک دیا۔ اس معنی میں یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہوگا۔ اسی کی مشابہ آیت ﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝﴾ ❸ ہے یعنی زیادتی معاوضہ کی نیت سے کسی کے ساتھ احسان نہ کیا کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ''کہ سود یعنی نفع کی دو صورتیں ہیں ایک تو بیوپار تجارت میں بیاج یہ تو حرام محض ہے۔ دوسرا سود یعنی زیادتی جس میں کوئی حرج نہیں وہ کسی کو اس ارادہ سے ہدیہ تحفہ دینا ہے کہ یہ مجھے اس سے زیادہ دے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تو ثواب زکوٰۃ کے ادا کرنے کا ہے۔ زکوٰۃ دینے والوں کو بہت برکتیں ہوتی ہیں۔'' صحیح حدیث میں ہے ''کہ جو شخص ایک کھجور بھی صدقہ میں دے لیکن ہو حلال طور سے حاصل کی ہوئی تو اسے اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اور اس طرح پالتا اور بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ہے' یہاں تک کہ وہی ایک کھجور اُحد پہاڑ سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔'' ❹ اللہ تعالیٰ ہی خالق و رازق ہے۔ انسان اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا' بے علم' بے کان' بے آنکھ' بے طاقت نکلتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے سب چیزیں عطا فرماتا ہے۔ مال بھی' ملکیت بھی' کمائی بھی' تجارت بھی' غرض بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ دو صحابیوں کا بیان ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کسی کام میں مشغول تھے ہم نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بٹایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دیکھو سر ہلنے لگے تب تک بھی روزی سے کوئی محروم نہیں رہتا۔ انسان ننگا بھوکا دنیا میں آتا ہے' ایک چھلکا بھی اس کے بدن پر نہیں ہوتا' پھر رب تعالیٰ ہی اسے روزیاں دیتا ہے۔'' ❺ وہ اس حیات کے بعد تمہیں مار ڈالے گا پھر قیامت کے دن زندہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن جن کی عبادت کر رہے ہو ان میں سے ایک بھی ان باتوں میں سے کسی ایک پر قابو نہیں رکھتا۔ ان کاموں میں سے ایک بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی تنہا خالق رازق اور موت زندگی کا مالک ہے۔ وہی قیامت کے دن تمام مخلوق کو جلا دے گا۔ اس کی مقدس' منزہ =

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن امره كله خير ٢٩٩٩؛ احمد، ٤/ ٣٣٢؛ ابن حبان ٣٨٩٦۔

❷ الطبری، ٢٠/ ١٠٤، ١٠٥۔ ❸ ٧٤/ المدثر: ٦۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب الصدقة من كسب طيب ١٤١٠؛ صحیح مسلم ١٠١٤۔

❺ احمد، ٣/ ٤٦٩؛ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب التوكل واليقين ٤١٦٥ وسنده ضعيف اس کی سند اعمش کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے (التقریب، ١/ ٣٣١)

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث مصیبتیں آن پڑیں اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھادے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ باز آ جائیں۔[۴۱] زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ اگلوں کا انجام کیا ہوا؟ جن میں اکثر لوگ مشرک تھے۔[۴۲]

= معظم اور عزت وجلال والی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو یا اس جیسا ہو یا اس کے برابر ہو یا اس کی اولاد ہو یا ماں باپ ہوں۔ وہ احد ہے، صمد ہے' فرد ہے، ماں باپ سے، اولاد سے پاک ہے۔ اس کے کفو کا کوئی نہیں۔

گناہوں کا انجام: [آیت: ۴۱-۴۲] ممکن ہے بَرّ یعنی خشکی سے مراد میدان اور جنگل ہوں اور بحر یعنی تری سے مراد شہر اور دیہات ہوں۔ ❶ ورنہ ظاہر ہے کہ بر کہتے ہیں خشکی کو اور بحر کہتے ہیں تری کو۔ خشکی کے فساد سے مراد بارش کا نہ ہونا، پیداوار کا نہ ہونا، قحط سالیوں کا آنا ہے۔ تری کے فساد سے مراد بارش کا رک جانا جس سے پانی کے جانور اندھے ہو جاتے ہیں۔ انسان کا قتل اور کشتیوں کا جبراً چھین جھپٹ لینا' یہ خشکی تری کا فساد ہے۔ بحر سے مراد جزیرے اور بر سے مراد شہر اور بستیاں ہیں لیکن اوّل قول زیادہ ظاہر ہے اور اسی کی تائید محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے ہوتی ہے ''کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلہ کے بادشاہ سے صلح کی اور اس کا بحر یعنی شہر اسی کے نام کر دیا۔'' پھلوں کے اناج کا نقصان دراصل انسان کے گناہوں کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نافرمان زمین کے بگاڑنے والے ہیں۔ آسمان وزمین کی اصلاح اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت سے ہے۔ ابوداؤد میں حدیث ہے ''کہ زمین پر ایک حد کا قائم ہونا زمین والوں کے حق میں چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے۔'' ❷ یہ اس لئے کہ حد کے قائم ہونے سے مجرم گناہوں سے باز رہیں گے اور جب گناہ نہ ہوں گے تو آسمانی اور زمینی برکتیں لوگوں کو حاصل ہوں گی۔ چنانچہ آخر زمانہ میں جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اتریں گے اور اس پاک شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے' مثلاً خنزیر کا قتل' صلیب کی شکست' جزیے کا ترک یعنی اسلام کی قبولیت یا جنگ۔ پھر جب آپ علیہ السلام کے زمانے میں دجال اور اس کے مرید ہلاک ہو جائیں گے، یاجوج ماجوج تباہ ہو جائیں گے تو زمین سے کہا جائے گا کہ اپنی برکتیں لوٹا دے اس دن ایک انار لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو کافی ہوگا' اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے چھلکے تلے یہ سب لوگ سایہ حاصل کر لیں۔ ایک اونٹنی کا دودھ ایک پورے قبیلے کو کفایت کرے گا۔ یہ ساری برکتیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے جاری کرنے کی وجہ سے ہوں گی' جوں جوں عدل وانصاف مطابق شرع بڑھے گا دوں دوں خیر وبرکت بڑھتی چلی جائے گی۔ اس کے برخلاف فاجر شخص کے بارے میں حدیث میں ہے کہ اس کے مرنے پر بندے اور شہر اور درخت اور جانور سب راحت پا لیتے ہیں۔ ❸ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے ''کہ زیاد کے زمانہ میں ایک تھیلی پائی گئی جس میں کھجور کی بڑی گٹھلی جیسے گیہوں =

---

❶ الطبری، ۲۰/ ۱۰۸۔ ❷ نسائی، کتاب قطع السارق، باب الترغیب فی اقامة الحد ۴۹۰۸؛ ابن ماجه ۲۵۳۸؛ ابن حبان ۴۳۹۷؛ احمد، ۳/ ۴۳۶ وسندہ ضعیف جریر بن یزید الجبلی راوی ضعیف ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت ۶۵۱۲؛ صحیح مسلم ۹۵۰؛ احمد، ۵/ ۲۹۶، بتصرف یسیر۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ
يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ۝۴۳ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ
يَمْهَدُوْنَ ۝۴۴ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الْكٰفِرِيْنَ ۝۴۵ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ
وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۴۶ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا
مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَاۗءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ
وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷

ترجمہ: پس تو اپنا رخ اس سچے اور سیدھے دین کی طرف ہی رکھ قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جس کی بازگشت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ہی نہیں۔ اس دن سب متفرق ہو جائیں گے۔[۴۳] کفر کرنے والوں پر ان کا کفر ہوگا اور نیک کام کرنے والے اپنی ہی آرام گاہ سنوار رہے ہیں[۴۴] تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے۔ وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔[۴۵] اس کی نشانیوں میں سے خوشخبریاں دینے والی ہواؤں کو چلانا بھی ہے اس لئے کہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور اس لئے کہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اس لئے کہ اس کے فضل کو تم ڈھونڈو اور اس لئے کہ تم شکر گزاری کرو۔[۴۶] ہم نے تجھ سے پہلے بھی اپنے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ وہ ان کے پاس دلیلیں لائے۔ پھر ہم نے گنہگاروں سے انتقام لیا۔ ہم پر مومنوں کی مدد لازم ہے۔[۴۷]

== کے دانے تھے اور اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ اس زمانے میں اگتے تھے جس میں عدل و انصاف کو کام میں لایا جاتا تھا۔'' ❶ زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مراد فساد سے شرک ہے لیکن یہ قول تامل طلب ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ مال اور پیداوار کی اور پھل اناج کی کمی بطور آزمائش کے اور بطور ان کے بعض اعمال کے بدلے کے ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾ ❷ ہم نے انہیں بھلائیوں برائیوں میں مبتلا کیا تاکہ وہ لوٹ جائیں۔ تم زمین میں چل پھر کر آپ ہی دیکھ لو کہ تم سے پہلے جو مشرک تھے ان کے نتیجے کیا ہوئے؟ رسولوں کی نہ ماننے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے کا کیا کچھ وبال ان پر آیا؟ یہ دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔

قیامت اللہ تعالیٰ کے ایک حکم سے آ جائے گی: [آیت:۴۳۔۴۷] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دین پر جم جانے کی اور چستی سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور فرماتا ہے مضبوط دین کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاؤ' اس سے پہلے کہ قیامت کا دن آ جائے۔ جب اس کے آنے کا اللہ تعالیٰ کا حکم ہو چکے گا پھر اس حکم کو یا اس آنے والی ساعت کو کوئی لوٹا نہیں سکتا۔ اس دن نیک بد علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔ ایک جماعت جنت میں ایک جماعت بھڑکتی ہوئی آگ میں۔ کافر اپنے کفر کے بوجھ تلے دب رہے ہوں ==

❶ احمد، ۲/ ۲۹٦ وسندہ ضعیف۔ ❷ ۷/ الاعراف:۱٦۸۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾ وَ لَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہوائیں چلاتا ہے وہ ابر کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ اپنی منشا کے مطابق اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تیرے دیکھتے ہوئے اس کے اندر سے قطرے نکلتے ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان اپنے بندوں پر وہ پانی برساتا ہے تو وہ خوش خوش ہو جاتے ہیں۔[۴۸] یقین مانا کہ بارش ان پر برسے اس سے پہلے پہلے تو ناامید ہو رہے تھے۔[۴۹] پس تو رحمت الٰہی کے آثار دیکھ کہ زمین کی موت کے بعد کس طرح اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر دیتا ہے؟ کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے۔[۵۰] اور اگر ہم بادِ تند چلا دیں اور یہ لوگ انہیں کھیتوں کو مرجھائی ہوئی زرد پڑی ہوئی دیکھ لیں تو پھر اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔[۵۱]

= گے۔ اور نیک اعمال لوگ اپنے کئے ہوئے بہترین آرام دہ ذخیرے پر خوش وخرم ہوں گے۔ رب تعالیٰ انہیں ان کی نیکیوں کا اجر بہت کچھ بڑھا چڑھا کر کئی کئی گنا کر کے دے رہا ہوگا۔ ایک ایک نیکی دس دس بلکہ سات سات سو بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کر کے انہیں ملے گی۔ کفار کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا لیکن تاہم ان پر بھی ظلم نہ ہوگا۔

بارش اللہ کی قدرت کی نشانی اور نعمت ہے: بارش کے آنے سے پہلے بھینی بھینی ہواؤں کا چلنا اور لوگوں کو بارش کی امید دلانا۔ اس کے بعد مینہ برسانا تاکہ بستیاں آباد رہیں' جاندار رہیں' سمندروں میں' دریاؤں میں جہاز اور کشتیاں چلیں۔ کیونکہ کشتیوں کا چلنا بھی ہوا پر موقوف ہے۔ اب تم اپنی تجارت اور کمائی دھندے کے لئے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر جا آ سکو۔ پس تمہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار ان گنت نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرو۔ پھر اپنے نبی اکرم ﷺ کو تسکین اور تسلی دینے کے لئے فرماتا ہے کہ اگر آپ کو لوگ جھٹلاتے ہیں تو آپ اسے کوئی انوکھی بات نہ سمجھیں۔ آپ سے پہلے کے رسولوں کو بھی ان کی امتوں نے ایسے ہی ٹیڑھے ترچھے فقرے سنائے ہیں۔ وہ بھی صاف روشن اور واضح دلیلیں' معجزے اور احکام لائے تھے' بالآخر جھٹلانے والے عذاب کے شکنجے میں کس دیئے گئے اور مومنوں کو اس وقت ہر قسم کی برائی سے نجات ملی۔ اپنے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے نفس کریم پر یہ بات لازم کر لی ہے کہ وہ اپنے باایمان بندوں کو مدد دے گا۔ جیسے فرمان ہے ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ ❶ ابن ابی حاتم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی آبرو بچا لے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اس سے

❶ ٦/ الانعام:٥٤۔

جہنم کی آگ کو ہٹالے۔ پھر آپ ﷺ نے پڑھا ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾" ❶، ❷

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اور بارش اللہ تعالیٰ کا انعام: [آیت: ۴۸۔۵۱] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں یا تو سمندروں پر سے یا جس طرح اور جہاں سے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔ پھر رب العالمین ابر کو آسمان پر پھیلا دیتا ہے اسے بڑھا دیتا ہے تھوڑے کو زیادہ کر دیتا ہے تم نے اکثر دیکھا ہوگا کہ بالشت دو بالشت کا ابر اٹھا پھر جو وہ پھیلا تو آسمان کے کنارے ڈھانپ لئے۔ اور کبھی یہ بھی دیکھا ہوگا کہ سمندروں سے پانی کے بھرے ابر اٹھتے ہیں۔ اسی مضمون کو آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ﴾ ❸ الخ۔ میں بیان فرمایا ہے پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے اور تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے۔ وہ پانی سے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ زمین کے قریب ہو جاتے ہیں۔ پھر بارش ان بادلوں کے درمیان سے برسنے لگتی ہے جہاں برسی وہیں کے لوگوں کی باچھیں کھل گئیں۔ پھر فرماتا ہے یہی لوگ بارش سے ناامید ہو چکے تھے اور پوری ناامیدی کے وقت بلکہ ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برسیں اور جل تھل ہو گئے۔ دو دفعہ مِنْ قَبْلِ کا لفظ لانا تاکید کے لئے ہے۔ ہ کی ضمیر کا مرجع اِنْزَال ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ تاسیسی دلالت ہو یعنی بارش ہونے سے پہلے یہ اس کے محتاج تھے اور وہ حاجت پوری ہو اس سے پہلے وقت کے ختم ہو جانے کے قریب بارش نہ ہونے کی وجہ سے یہ مایوس ہو چکے تھے۔ پھر اس ناامیدی کے بعد دفعتہً ابر اٹھتا ہے اور برس جاتا ہے اور ریل پیل کر دیتا ہے اور ان کی خشک زمین تر ہو جاتی ہے قحط سالی تر سالی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو زمین صاف چٹیل میدان تھی یا ہر طرف ہریاول دکھائی دینے لگتی ہے۔ دیکھ لو کہ پروردگار عالم بارش سے کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے؟ یاد رکھو کہ جس رب تعالیٰ کی یہ قدرت تم دیکھ رہے ہو وہ ایک دن مردوں کو ان کی قبروں سے بھی نکالنے والا ہے جبکہ ان کے جسم گل سڑ گئے ہوں گے۔ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر ہم باد تند چلا دیں اگر آندھیاں آ جائیں اور ان کی لہلہاتی ہوئی کھیتیاں برباد ہو جائیں تو وہ پھر سے کفر کرنے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ واقعہ میں بھی یہی بیان ہوا ہے ﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ﴾ ❹ سے ﴿مَحْرُومُونَ﴾ تک۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "ہوائیں آٹھ قسم کی ہیں چار رحمت کی چار زحمت کی۔ ناشرات مبشرات مرسلات اور ذاریات تو رحمت کی ہیں اور عقیم صرصر عاصف اور قاصف عذاب کی۔" ان میں سے پہلی دو خشکیوں کی ہیں اور آخری دو تری کی۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں "ہوائیں دوسری سے مسخر ہیں یعنی دوسری زمین سے جب اللہ تعالیٰ نے عادیوں کی ہلاکت کا ارادہ کیا تو ہواؤں کے داروغہ کو یہ حکم دیا۔ اس نے دریافت کیا کہ جناب باری تعالیٰ! کیا میں ہواؤں کے خزانے میں اتنا سوراخ کر دوں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے؟ تو فرمان رب تعالیٰ ہوا کہ نہیں نہیں اگر ایسا ہوا تو کل زمین اور زمین کی کل چیزیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی اتنا نہیں بلکہ اتنا سوراخ کرو جتنا انگوٹھی میں ہوتا ہے۔" اب صرف اتنے سے سوراخ سے ہوا چلی جہاں پہنچی وہاں بھس اڑا دیا۔ جس چیز پر سے گزری اسے بے نشان کر دیا۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا مرفوع ہونا منکر ہے۔ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ یہ خود حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

---

❶ احمد، ٦/ ٤٤٩ وسنده ضعيف بدون ذكر الآية اس روایت میں لیث بن ابی سلیم ضعیف راوی ہے۔

❷ ٣٠/ الروم:٤٧۔

❸ ٧/ الاعراف:٥٧۔

❹ ٥٦/ الواقعة:٦٣۔

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ ع

ترجمہ: بے شک تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتا ہے جب کہ پیٹھ پھیر کر مڑ گئے ہوں۔ [۵۲] اور نہ تو اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت کرنے والا ہے تو تو صرف ان ہی لوگوں کو سناتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ہیں بھی وہ اطاعت گزار۔ [۵۳]

کیا مردے بھی سنتے ہیں؟ [آیت: ۵۲-۵۳] باری تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ جس طرح یہ تیری قدرت سے خارج ہے کہ مردوں کو جو قبروں میں ہوں تو اپنی آواز سنا سکے اور جس طرح یہ ناممکن ہے کہ بہرے شخص کو جب کہ وہ پیٹھ پھیرے منہ موڑے جا رہا ہو تو اپنی بات سنا سکے' اسی طرح سے جو حق سے اندھے ہوں تو ان کی رہبری ہدایت کی طرف نہیں کر سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جب چاہے مردوں کو زندوں کی آواز بھی سنا سکتا ہے۔ ہدایت ضلالت اس کی طرف سے ہے۔ تو تو صرف انہیں سنا سکتا ہے جو باایمان ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والے ہوں اس کے فرمانبردار ہوں یہ لوگ حق کو سنتے ہیں اور مانتے بھی ہیں۔ یہ تو ہوئی حالت مسلمان کی اور اس سے پہلے جو حالت بیان ہوئی وہ کافر کی ہے۔ جیسے اور آیت میں ﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ﴾ ❶ الخ۔ تیری پکار وہی قبول کریں گے جو کان دھر کر سنیں گے' مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ اٹھائے گا' پھر سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان مشرکین سے جو جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کئے گئے تھے اور بدر کی کھائیوں میں ان کی لاشیں پھینک دی گئی تھیں ان کی موت کے تین دن بعد ان سے خطاب کر کے انہیں ڈانٹا اور غیرت دلائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ ﷺ ان سے خطاب کرتے ہیں جو مر کر مردہ ہو گئے ہیں' تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم بھی میری اس بات کو جو میں انہیں کہہ رہا ہوں۔ اتنا نہیں سنتے جتنا یہ سن رہے ہیں۔ ہاں وہ جواب نہیں دے سکتے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی سن کر فرمایا ''کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا ہے کہ وہ اب بخوبی جانتے ہیں کہ جو میں ان سے کہتا تھا وہ حق ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا نے مردوں کے نہ سن سکنے پر اسی آیت سے استدلال کیا کہ ﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾'' ❷ حضرت قتادہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا تھا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی یہ بات انہوں نے سن لی تاکہ انہیں پوری ندامت اور کافی شرمساری ہو۔ ❸ لیکن علما کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کے بہت سے شواہد ہیں۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ایک روایت صحت کر کے وارد کی ہے ''کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے یہ دنیا میں پہچانتا تھا اور سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ جواب دے۔'' ❹

---

❶ ٦/ الانعام: ٣٦۔

❷ صحيح بخاری، كتاب المغازی، باب قتل ابی جهل ٣٩٨٠، ٣٩٨١؛ صحيح مسلم ٩٣٢۔

❸ صحيح بخاری حواله سابق ٣٩٧٦۔ ❹ الاستذكار شرح الموطا، ١/ ١٨٥ ح ١٥١ وسنده ضعيف، اس میں فاطمہ بنت الریان مجہولہ ہے اور ابن عبدالبر نے اسے صحیح نہیں کہا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد توانائی دی پھر اس توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ سب سے پورا واقف اور سب پر پورا قادر ہے۔[۵۴] جس دن قیامت برپا ہو جائے گی گنہگار لوگ قسمیں کھانے لگیں گے کہ ایک گھڑی سے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح یہ بہکے ہوئے ہی رہے[۵۵] اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا ہے وہ جواب دیں گے کہ تم تو جیسا کہ کتاب اللہ میں ہے یوم قیامت تک ٹھہرے رہے۔ آج کا یہ دن قیامت ہی کا دن ہے لیکن تم تو یقین ہی نہیں مانتے تھے۔[۵۶] آج ظالموں کو ان کی عذر معذرت کچھ کام نہ آئے گی اور نہ ان سے توبہ طلب کی جائے گی۔[۵۷]

انسان کی اصل کیا ہے؟ [آیت:۵۴-۵۷] انسان کی ترقی وتنزلی پر نظر ڈالو اس کی اصل تو مٹی سے ہے' پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے پھر اسے ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں پھر ہڈیوں پر گوشت پوست پہنایا جاتا ہے پھر روح پھونکی جاتی ہے پھر ماں کے پیٹ سے ضعیف ونحیف ہو کر نکلتا ہے پھر تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے اور مضبوط ہوتا جاتا ہے پھر بچپن کے زمانے کی بہاریں دیکھتا ہے پھر جوانی کے قریب پہنچتا ہے پھر جوان ہوتا ہے۔ آخر نشوونما موقوف ہو جاتی ہے۔ اب قویٰ پھر مضمحل ہونے شروع ہوتے ہیں' طاقتیں گھٹنے لگتی ہیں۔ ادھیڑ عمر کو پہنچتا ہے پھر بڑھا ہوتا ہے پھر بڑھا پھوس ہو جاتا ہے۔ طاقت کے بعد کی یہ ناطاقتی بھی قابل عبرت ہوتی ہے کہ ہمت پست ہے' دیکھنا' سننا' چلنا' پھرنا' اچکنا' پکڑنا' غرض ہر طاقت گھٹ جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ بالکل جواب دے جاتی ہے اور ساری صفتیں متغیر ہو جاتی ہیں۔ بدن پر جھریاں پڑ جاتی ہیں' رخسارے پچک جاتے ہیں' دانت ٹوٹ جاتے ہیں' بال سفید ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے قوت کے بعد کی ضعیفی اور بڑھاپا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بنانا بگاڑنا اس کی قدرت کے ادنیٰ کرشمے ہیں۔ ساری مخلوق اس کی غلام' وہ سب کا مالک' وہ عالم وہ قادر' نہ اس کا سا کسی کا علم نہ اس جیسی کسی کی قدرت۔ حضرت عطیہ عوفی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں'' کہ میں نے اس آیت کو ﴿ضُعْفًا﴾ تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے پڑھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اسے تلاوت کیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس آیت کو اتنا ہی پڑھا تھا جو آپ پڑھنے لگے' جس طرح میں نے تمہاری قرأت پر قرأت شروع کر دی'' [1] (ابوداود' ترمذی' مسند احمد)

---

[1] احمد، ۲/ ۵۸؛ ابوداود، کتاب الحروف، ۳۹۷۸ وسندہ ضعیف، ترمذی ۲۹۳۶، اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۲/ ۲٤، رقم:۲۱٦)

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

ترجمہ: بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے سامنے کل مثالیں بیان کر دی ہیں۔ تو ان کے پاس کوئی بھی نشان لایا کافر تو یہی کہیں گے کہ تم بے ہودہ گو جھوٹے ہو۔[۵۸] اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے یوں ہی مہر کر دیتا ہے۔[۵۹] تو صبر کر یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تجھے وہ لوگ خفیف نہ کریں جو یقین نہیں رکھتے۔[۶۰]

مجرم کی دنیا اور آخرت میں جھوٹی قسمیں: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ کفار دنیا اور آخرت کے کاموں سے بالکل جاہل ہیں۔ دنیا کی ان کی جہالت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے رہے اور آخرت میں یہ جہالت کریں گے کہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں صرف ایک ساعت ہی رہے۔

اس سے مقصود ان کا یہ ہوگا کہ اتنے تھوڑے سے وقت میں ہم پر کوئی حجت قائم نہیں ہوئی' ہمیں معذور سمجھا جائے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہ جیسے یہاں بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں دنیا میں بھی یہ بہکے ہوئے ہی رہے۔ فرماتا ہے کہ ان کے اس کہنے پر علمائے کرام جیسے دنیا میں انہیں دلائل دے کر قائل معقول کرتے رہے آخرت میں بھی ان سے کہیں گے کہ تم جھوٹی قسمیں کھا رہے ہو' تم کتاب اللہ یعنی کتاب الاعمال میں اپنی پیدائش سے لے کر جی اٹھنے تک ٹھہرے رہے لیکن تم بے علم اور نرے جاہل لوگ ہو۔ پس قیامت کے دن ظالموں کو اپنے کرتوت سے معذرت کرنا محض بے سود رہے گا اور وہ دنیا کی طرف لوٹائے نہ جائیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ﴾ (1) یعنی ''اگر وہ دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں تو لوٹ نہیں سکتے۔''

نبی ﷺ کو صبر کی تلقین: [آیت:۵۸-۶۰] حق کو ہم نے اس پاک کلام میں پوری طرح واضح کر دیا ہے اور مثالیں دے دے کر سمجھا دیا ہے کہ لوگوں پر حق کھل جائے اور اس کی تابعداری میں لگ جائیں۔ ان کے پاس تو کوئی بھی معجزہ آ جائے' کیسا ہی نشان حق دیکھ لیں لیکن یہ تو جھٹ سے بلا غور علی الفور کہہ دیں گے کہ یہ جادو ہے' باطل ہے' جھوٹ ہے۔ دیکھئے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

خود قرآن کریم کی آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ﴾ (2) الخ۔ میں ہے کہ جن پر تیرے رب تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے گو ان کے پاس تمام نشانیاں آ جائیں یہاں تک کہ وہ دردناک عذابوں کا معائنہ کر لیں۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ بے علم لوگوں کے دلوں پر اسی طرح مہر الٰہی لگ جاتی ہے۔ اے نبی آپ صبر کیجئے ان کی مخالفت اور دشمنی پر درگزر کئے چلے جائیے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے' وہ ضرور تمہیں ایک دن ان پر غالب کرے گا اور تیری امداد فرمائے گا اور دنیا اور آخرت میں تجھے اور تیرے تابعداروں کو مخالفین پر غلبہ دے گا۔ تمہیں چاہئے کہ اپنے کام پر لگے رہو۔ حق پر جم جاؤ اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہٹو' اسی میں ساری ہدایت ہے باقی سب باطل کے ڈھیر ہیں۔

(1) ٤١/ حٰم السجدة:٢٤۔ (2) ١٠/ يونس:٩٦۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں تھے جو ایک خارجی نے آپ کا نام لے کر زور سے اس آیت کی تلاوت کی ﴿ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴾ ❶ آپ نے خاموشی سے اس آیت کو سنا سمجھا اور نماز ہی میں اس کے جواب میں آیت ﴿ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ○ ﴾ ❷ تلاوت فرمائی'' ❸ (ابن جریر، ابن ابی حاتم)۔ (وہ حدیث جس سے اس مبارک سورت کی فضیلت اور اسکی قرأت کا صبح کی نماز میں مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے)۔

ایک صحابی فرماتے ہیں ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے اسی سورت کی قرأت کی۔ اثنائے قرأت میں آپ کو وہم سا ہو گیا فارغ ہو کر فرمانے لگے تم میں بعض ایسے لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن با قاعدہ ٹھیک ٹھاک وضو نہیں کرتے۔ تم میں سے جو بھی ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہو اسے اچھی طرح وضو کرنا چاہیے'' ❹ (مسند احمد)۔ اس کی اسناد حسن ہے۔ متن بھی حسن ہے اور اس میں ایک عجیب بھید اور بہت بڑی خبر ہے اور وہ یہ کہ آپ کے مقتدیوں کے وضو بالکل درست نہ ہونے کا اثر آپ پر بھی پڑا۔ پس ثابت ہوا کہ مقتدیوں کی نماز معلق ہے امام کی نماز کے ساتھ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰه سورۂ روم کی تفسیر ختم ہوئی۔

❶ ٣٩/ الزمر: ٦٥۔ ❷ ٣٠/ الروم: ٦٠۔

❸ التاریخ لابن جریر، ٤/ ٥٤ وهو حسن، حاكم، ٣/ ١٤٦، بسند آخر وسنده ضعيف۔

❹ احمد، ٣/ ٤٧١؛ نسائی، كتاب الافتتاح، باب القراءة فی الصبح بالروم ٩٤٨ وهو صحيح۔

تفسیر سورۂ لقمان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ہُدًی مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَہۡوَ الۡحَدِیۡثِ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ٭ۖ وَّ یَتَّخِذَہَا ہُزُوًا ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۶﴾ وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسۡتَکۡبِرًا کَاَنۡ لَّمۡ یَسۡمَعۡہَا کَاَنَّ فِیۡۤ اُذُنَیۡہِ وَقۡرًا ۚ فَبَشِّرۡہُ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۷﴾

ترجمہ: رب رحیم مہربان وکریم کے نام سے شروع۔

الٓمٓ [۱] یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں [۲] جو نیک کاروں کے لئے رہبر اور سراسر رحمت ہے۔ [۳] جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں اور آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ [۴] یہی لوگ ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ [۵] بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والے عذاب ہیں۔ [۶] جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے کہ گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ ہیں تو اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دے۔ [۷]

قرآن مجید ہدایت' رحمت اور شفا ہے: [آیت: ۱-۷] سورۂ بقرہ کی تفسیر کے اوّل میں ہی حروف مقطعات کے معنی اور مطلب کی توضیح کر دی گئی ہے۔ یہ قرآن ہدایت' شفا' اور رحمت ہے ان نیک کاروں کے لئے جو شریعت کے پورے پابند ہیں۔ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ ارکان' اوقات وغیرہ کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ہی نوافل وسنت وغیرہ بھی نہیں چھوڑتے۔ فرض' زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ صلہ رحمی' سلوک و احسان' سخاوت اور داد و دہش کرتے رہتے ہیں۔ آخرت کی جزا کا انہیں کامل یقین ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف پوری رغبت کرتے ہیں' ثواب کے کام کرتے ہیں اور رب تعالیٰ کے اجر پر نظریں رکھتے ہیں۔ نہ ریاکاری کرتے ہیں نہ لوگوں سے داد چاہتے ہیں۔ ان اوصاف والے راہ یافتہ ہیں' راہ اللہ تعالیٰ پر لگا دیئے گئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو دین و دنیا میں فلاح' نجات اور کامیابی حاصل کریں گے۔

گانے' میوزک' موسیقی کفار کا شیوہ ہے: اوپر بیان ہوا تھا نیک بختوں کا جو کتاب اللہ سے ہدایت پاتے تھے اور اسے سن کر نفع اٹھاتے تھے۔ تو یہاں بیان ہو رہا ہے ان بدبختوں کا جو کلام اللہ تعالیٰ کو سن کر نفع حاصل کرنے سے باز رہتے ہیں اور بجائے اس کے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۙ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور کام بھی مطابق سنت کئے ان کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں[۸] جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے۔ وہ بہت بڑی عزت والا اور کامل حکمت والا ہے۔[۹]

= گانے بجانے باجے گاجے ڈھول تاشے سنتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''قسم اللہ تعالیٰ کی اس سے مراد گانا اور راگ ہے۔'' ❶ ایک اور جگہ ہے کہ آپ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا ''کہ اس سے مقصد گانا اور راگ راگنیاں ہیں۔'' یہی قول حضرت ابن عباس، جابر رضی اللہ عنہم عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب، علی ابن جذیمہ رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ یہ آیت گانے بجانے، باجوں گاجوں کے بارے میں اتری ہے۔'' حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ اس سے مراد صرف وہی نہیں جو اس لہو ولعب میں پیسے خرچے یہاں مراد خرید سے اسے محبوب رکھنا اور پسند کرنا ہے۔ انسان کو یہی گمراہی کافی ہے کہ وہ باطل کی بات کو حق پر پسند کرلے اور نقصان کی چیز کو نفع کی بات پر مقدم کرلے۔'' ❷ ایک قول یہ بھی ہے کہ لغو بات خریدنے سے مراد گانے والی لونڈیوں کی خریداری ہے۔ چنانچہ ابن ابی حاتم وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''کہ گانے والیوں کی خرید و فروخت حلال نہیں اور ان کی قیمت کا کھانا حرام ہے'' انہیں کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث کو لائے ہیں ❸ اور اسے غریب کہا ہے اور اس کے ایک راوی علی بن یزید کو ضعیف کہا ہے۔ میں کہتا ہوں خود علی، ان کے استاد اور ان کے کل شاگرد ضعیف ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''کہ مراد اس سے شرک ہے۔'' امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ یہ ہے ''کہ ہر وہ کلام جو کلام اللہ تعالیٰ اور اتباع شرع سے روکے وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔'' ❹ اس سے غرض اس کی اسلام اور اہل اسلام کی مخالفت ہوتی ہے۔ ایک قرأت میں ﴿لِيَضِلَّ﴾ ہے تو لام لام عاقبت ہوگا یا لام تعلیل ہوگا۔ یعنی امر تقدیری ان کی اس کارگزاری سے ہوکر رہے گا۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ کو ہنسی بنا لیتے ہیں۔ آیات الٰہی کو بھی مذاق میں اڑاتے ہیں۔ اب ان کا انجام بھی سن لو کہ جس طرح انہوں نے راہ الٰہی کی، کتاب الٰہی کی اہانت، کی قیامت کے دن ان کی اہانت ہوگی اور خطرناک عذابوں میں ذلیل ورسوا ہوں گے۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ یہ بدنصیب جو کھیل تماشوں باجوں گاجوں پر راگ راگنیوں پر ریجھا ہوا ہے۔ یہ قرآن کی آیتوں سے بھاگتا ہے۔ ان سے کان بہرے کرلیتا ہے یہ اسے اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ سن بھی لیتا ہے تو بے سنی کر دیتا ہے۔ بلکہ ان کا سننا اسے ناگوار گزرتا ہے کوئی مزہ نہیں آتا۔ وہ اسے فضول کام قرار دیتا ہے چونکہ اس کی کوئی اہمیت اور عزت اس کے دل میں نہیں اس لئے وہ ان سے کوئی نفع حاصل نہیں کرسکتا وہ ان سے تو محض بے پرواہ ہے۔ خیر یہاں اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے اکتاتا ہے تو قیامت کے دن عذاب بھی وہ ہوں گے کہ اکتا اکتا اٹھے۔ یہاں آیات قرآنی سن کر اسے دکھ ہوتا ہے وہاں دکھ دینے والے عذاب اسے بھگتنے پڑیں گے۔

محسن اور منعم حقیقی اللہ ہی ہے: [آیت:۸۔۹] نیک لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے' =

❶ الطبری، ۲۰/ ۱۲۷؛ حاکم، ۲/ ۴۱۱ وسندہ حسن۔ ❷ الطبری، ۲۰/ ۱۲۷۔ ❸ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة لقمان ۳۱۹۵ وسندہ ضعیف اس کی سند میں عبیداللہ بن زحر (الجرح والتعدیل، ۵/ ۳۱۵) اور علی بن یزید (المیزان، ۳/ ۱۶۱، رقم:۵۹٦٦) ضعیف راوی ہیں۔ ❹ الطبری، ۲۰/ ۱۳۰۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾

ع

ترجمہ: اسی نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا ہے تم انہیں دیکھ رہے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو ڈال دیا تاکہ وہ تمہیں جنبش نہ دے سکے اور ہر طرح کے جاندار زمین میں پھیلا دیئے۔ اور ہم نے آسمان سے پانی برسا کر زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اگا دیئے۔ [۱۰] یہ ہے مخلوق الٰہی۔ اب تم مجھے اس کے سوا دوسرے کسی کی کوئی مخلوق تو دکھاؤ۔ کچھ نہیں بلکہ یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔ [۱۱]

= رسول اللہ ﷺ کو مانتے رہے' شریعت کی ماتحتی میں نیک کام کرتے رہے ان کے لئے جنتیں ہیں جن میں طرح طرح کی نعمتیں' لذیذ غذائیں' بہترین پوشاکیں' عمدہ عمدہ سواریاں' پاکیزہ نورانی چہروں والی بیویاں ہیں۔ وہاں انہیں اور ان کی نعمتوں کو ہمیشگی ہے کبھی زوال نہیں۔ نہ تو یہ مریں' نہ ان کی نعمتیں فنا ہوں' نہ کم ہوں' نہ خراب ہوں۔ یہ حتماً اور یقیناً ہونے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے اور رب تعالیٰ کی باتیں بدلتی نہیں اس کے وعدے ٹلتے نہیں۔ وہ کریم ہے' منان ہے' محسن ہے' منعم ہے' جو چاہے کرسکتا ہے ہر چیز پر قادر ہے' عزیز ہے' سب کچھ اس کے قبضے میں ہے' حکیم ہے' کوئی کام' کوئی بات' کوئی فیصلہ خالی از حکمت نہیں۔ اس نے قرآن کریم کو مؤمنوں کے لئے ہادی اور شافی بنایا ہے' ہاں بے ایمانوں کے کانوں میں بوجھ ہیں اور آنکھوں میں اندھاپن ہے۔ اور آیت ہے ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ❶ یعنی جو قرآن ہم نے نازل فرمایا ہے وہ مؤمنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالم تو نقصان میں ہی بڑھتے ہیں۔

زمین و آسمان کا خالق اللہ ہے: [آیت: ۱۰-۱۱] اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ زمین و آسمان اور ساری مخلوق کا خالق صرف وہی ہے۔ آسمان کو اس نے بے ستون اونچا رکھا ہے۔ واقع میں کوئی ستون ہے ہی نہیں۔ گو مجاہد رحمہ اللہ علیہ کا یہ قول بھی ہے "کہ ستون ہمیں نظر نہیں آتے۔" اس مسئلہ کا پورا فیصلہ میں سورۂ رعد کی تفسیر میں لکھ چکا ہوں اس لئے یہاں دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ زمین کو مضبوط کرنے کے لئے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لئے اس نے اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں کہ وہ تمہیں زلزلے اور جنبش سے بچالے۔ اس قدر قسم قسم کے بھانت بھانت کے جاندار اس خالق حقیقی نے پیدا کئے کہ آج تک ان کا کوئی حصر نہیں کرسکا۔ اپنا خالق اور خلاق ہونا بیان فرما کر اب رازق اور رزاق ہونا بیان فرما رہا ہے کہ آسمان سے بارش اتار کر زمین میں سے طرح طرح کی پیداوار اگا دی جو دیکھنے میں خوش منظر' کھانے میں بے ضرر' نفع میں بہت بہتر۔ شعبی رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے "کہ انسان بھی زمین کی پیداوار ہے۔ جنتی کریم ہیں اور دوزخی لئیم ہیں۔" ❷ اللہ تعالیٰ کی یہ ساری مخلوق تو تمہارے سامنے ہے اب جنہیں تم اس کے سوا پوجتے ہو ذرا بتاؤ تو ان کی مخلوق کہاں ہے؟ جب نہیں تو وہ خالق نہیں اور جب خالق نہیں تو معبود نہیں پھر ان کی عبادت نرا ظلم اور سخت ناانصافی ہے۔ فی الواقع اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں سے زیادہ اندھا' بہرا' بے عقل' بے علم' بے سمجھ' بیوقوف اور کون ہوگا؟

❶ ۱۷/ الاسرآء:۸۲۔ ❷ الدر المنثور، ۶/ ۲۸۹۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر کر۔ ہر شکر کرنے والا اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے۔ جو بھی ناشکری کرے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔[۱۲]

کیا حضرت لقمان نبی تھے؟ [آیت:۱۲]اس میں سلف کا اختلاف ہے کہ حضرت لقمان نبی تھے یا نہ تھے؟ اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ آپ نبی نہ تھے پرہیز گار ولی اور اللہ تعالیٰ کے پیارے بزرگ بندے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ''کہ آپ حبشی غلام تھے اور بڑھئی تھے۔'' ❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جب سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ''حضرت لقمان پستہ قد اونچی ناک والے موٹے ہونٹ والے نوبی تھے۔'' ❷ سعید بن مسیب رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ آپ مصر کے رہنے والے حبشی تھے۔ حکمت آپ کو عطا ہوئی تھی لیکن نبوت نہیں ملی تھی۔ ❸ آپ نے ایک مرتبہ ایک سیاہ رنگ غلام حبشی سے فرمایا اپنی رنگت کی وجہ سے اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھ' تین شخص جو تمام لوگوں سے اچھے تھے' تینوں سیاہ رنگ تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے' حضرت مہجع رضی اللہ عنہ جو جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور حضرت لقمان حکیم جو حبشہ کے نوبہ تھے۔'' ❹

حضرت خالد ربعی رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے ''کہ حضرت لقمان جو حبشی غلام بڑھئی تھے ان سے ایک روز ان کے مالک نے کہا کہ بکری ذبح کرو اور اس کے دو بہترین اور نفیس ٹکڑے گوشت کے میرے پاس لاؤ۔ وہ دل اور زبان لے گئے۔ کچھ دنوں بعد پھر ان کے آقا نے یہی حکم دیا اور کہا کہ آج اس کے سارے گوشت میں سے جو بدترین اور خبیث ٹکڑے ہوں وہ لا دو۔ آپ آج بھی یہی دو چیزیں لے گئے۔ مالک نے پوچھا اس کی کیا وجہ کہ بہترین ٹکڑے تجھ سے مانگے تو تو یہی دو لایا اور بدترین ٹکڑے مانگے تو تو نے یہی لا دیئے۔ یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا جب یہ اچھے رہیں تو ان سے بہتر جسم کا کوئی عضو نہیں اور جب یہ برے بن جائیں تو پھر سب سے بدتر بھی یہی ہیں۔'' ❺ حضرت مجاہد رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے ''کہ حضرت لقمان نبی نہ تھے' نیک بندے تھے' ❻ سیاہ فام غلام تھے۔ موٹے ہونٹوں والے اور بھرے قدموں والے۔'' اور بزرگ سے یہ بھی مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے۔ ایک اور قول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں آپ تھے۔ ایک مرتبہ آپ کسی مجلس میں وعظ فرما رہے تھے تو ایک چرواہے نے آپ کو دیکھ کر کہا کیا تو وہی نہیں ہے جو میرے ساتھ فلاں فلاں جگہ بکریاں چرایا کرتا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں۔ اس نے کہا پھر تجھے یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا سچ بولنے اور بے کار کلام نہ کرنے سے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی بلندی کی وجہ یہ بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور امانت کی ادائیگی اور کلام کی سچائی اور بے نفع کاموں کا چھوڑ دینا۔ الغرض ایسے ہی آثار صاف ہیں کہ آپ نبی نہ تھے۔ لیکن ان میں بھی آپ کا غلام ہونا بیان کیا گیا ہے جو ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ نبی نہ تھے' کیونکہ غلامی نبوت کے خلاف ہے۔ انبیا علیہم السلام عالی نسب اور عالی خاندان ہوا کرتے ہیں۔

اسی لئے جمہور سلف کا قول ہے کہ حضرت لقمان نبی نہ تھے۔ ہاں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ''آپ نبی تھے لیکن =

❶ الطبری، ۲۰/ ۱۳۵۔ ❷ الدرالمنثور، ۵/ ۳۱۰۔ ❸ الطبری، ۲۰/ ۱۳۵۔
❹ ایضا۔ ❺ ایضا۔ ❻ ایضا، ۲۰/ ۱۳٤۔

وَاِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ ۚ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِـوَالِدَيۡكَ ؕ اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا ۫ وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنا۔ بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔[۱۳] ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ [۱۴] اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کر دوں گا۔[۱۵]

= یہ بھی جب کہ سند ثابت ہو جائے۔" لیکن اس کی سند میں جابر بن یزید جعفی ہیں جو ضعیف ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ کہتے ہیں کہ حضرت لقمان حکیم سے ایک شخص نے کہا کیا تو بنی حسحاس کا غلام نہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ہوں۔ اس نے کہا کیا تو بکریوں کا چرواہا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! ہوں۔ کہا کیا تو سیاہ رنگ نہیں؟ آپ نے فرمایا ظاہر ہے میں سیاہ رنگ ہوں۔ تم یہ بتلاؤ کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا یہی کہ پھر کیا وجہ ہے کہ تیری مجلس پُر رہتی ہے لوگ تیرے دروازے پر آتے رہتے ہیں اور تیری باتیں شوق سے سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سنو بھائی جو باتیں میں تمہیں کہتا ہوں ان پر عمل کر لو تم بھی مجھ جیسے ہو جاؤ گے۔ آنکھیں حرام چیزوں سے بند کر لو۔ زبان بیہودہ باتوں سے روک لو۔ مال حلال کھایا کرو۔ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔ زبان سے سچ بات بولا کرو۔ وعدے کو پورا کیا کرو۔ مہمان کی عزت کرو۔ پڑوسی کا خیال رکھو۔ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دو۔ انہی عادتوں کی وجہ سے میں نے بزرگی پائی ہے۔"

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "حضرت لقمان حکیم کسی بڑے گھرانے کے امیر اور بہت زیادہ کنبے والے نہ تھے۔ ہاں! ان میں بہت سی بھلی عادتیں تھیں۔ وہ خوش خلق' خاموش' غور وفکر کرنے والے' گہری نظر والے' دن کو نہ سونے والے تھے۔ لوگوں کے سامنے تھوکتے نہ تھے نہ پاخانہ پیشاب اور غسل کرتے تھے، لغو کاموں سے دور رہتے تھے' ہنستے نہ تھے جو کلام کرتے تھے حکمت سے خالی نہ ہوتا تھا' جس وقت ان کی اولاد فوت ہوئی یہ بالکل نہ روئے۔ وہ بادشاہوں امیروں کے پاس اس لئے جاتے تھے کہ غور و فکر اور عبرت و نصیحت حاصل کریں۔ اسی وجہ سے انہیں بزرگی ملی۔" حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عجیب اثر وارد ہے "کہ حضرت لقمان کو حکمت و نبوت کے قبول کرنے میں اختیار دیا گیا تو آپ نے حکمت قبول فرمائی۔ راتوں رات ان پر حکمت برسا دی گئی اور رگ و پے میں حکمت بھر دی گئی۔ صبح کو ان کی باتیں اور ان کی عادتیں سب حکیمانہ ہو گئی۔ آپ سے سوال ہوا کہ آپ نے نبوت کے مقابلہ میں حکمت کیسے اختیار کی؟ تو جواب دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نبی بنا دیتا تو تو اور بات تھی ممکن تھا کہ منصب نبوت کو میں نبھا جاتا۔ لیکن جب مجھے اختیار دیا

گیا تو مجھے ڈر لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نبوت کا بوجھ نہ سہار سکوں اس لئے میں نے حکمت ہی کو پسند کیا۔'' اس روایت کے ایک راوی سعید بن بشیر ہیں جن میں ضعف ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''مراد حکمت سے اسلام کی سمجھ ہے۔'' حضرت لقمان نبی نہ تھے نہ ان پر وحی آتی تھی۔ پس سمجھ' علم اور عبرت مراد ہے۔ ہم نے انہیں اپنا شکر بجالانے کا حکم فرمایا تھا کہ میں نے تجھے جو علم و عقل دی ہے اور دوسروں پر جو بزرگی عطا فرمائی ہے اس پر تو میری شکر گزاری کر۔ شکر گزار کچھ مجھ پر احسان نہیں کرتا وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ○﴾ ❶ ''نیکی والے اپنے لئے ہی بھلا توشہ تیار کرتے ہیں۔'' یہاں فرمان ہے کہ اگر کوئی ناشکری کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی ناشکری ضرر نہیں پہنچاتی وہ اپنے بندوں سے بے پرواہ ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ سب سے بے نیاز ہے۔ ساری زمین والے بھی اگر کافر ہو جائیں تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' وہ سب سے غنی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں' ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت: [آیت: ۱۳۔۱۵] حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے کو جو نصیحت و وصیت کی تھی اس کا بیان ہو رہا ہے۔ یہ لقمان بن عنقاء بن سدون تھے۔ ان کے بیٹے کا نام بموجب بیان سہیلی، ثاران ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اچھائی سے کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ انہیں حکمت عنایت فرمائی گئی تھی۔ انہوں نے جو بہترین وعظ اپنے لڑکے کو سنایا تھا اور مفید ضروری اور عمدہ نصیحتیں انہیں کی تھیں ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اولاد سے زیادہ پیاری چیز انسان کو اور کوئی نہیں ہوتی اور انسان اپنی بہترین اور انمول چیز اپنی اولاد کو دینا چاہتا ہے۔ تو سب سے پہلے یہ نصیحت کی کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ یاد رکھو اس سے بڑی بے حیائی اس سے زیادہ برا کام اور کوئی نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے ''کہ جب آیت ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ ❷ الخ۔ اتری تو اصحاب رسول اللہ پر بڑی مشکل آ پڑی اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے وہ کون ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو؟ اور آیت میں ہے کہ ایمان کو جنہوں نے ظلم سے نہیں ملایا وہی باامن اور راہ راست والے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ظلم سے مراد عام گناہ نہیں ہیں بلکہ ظلم سے مراد وہ ظلم ہے جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بچے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانا یہ بڑا بھاری ظلم ہے۔'' ❸

اس پہلی وصیت کے بعد حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ دوسری وصیت کرتے ہیں اور وہ بھی درجے اور تاکید کے لحاظ سے واقعی ایسی ہی ہے کہ اس پہلی وصیت سے ملائی جائے۔ یعنی ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرنا' جیسے فرمان جناب باری تعالیٰ ہے ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ ❹ الخ۔ یعنی ''تیرا رب تعالیٰ یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ بجز اس کے کسی اور کی تم عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرتے رہو۔''

عموماً قرآن کریم میں ان دونوں چیزوں کا بیان ایک ساتھ ہے۔ یہاں بھی اسی طرح ہے۔ وَهْن کے معنی مشقت' تکلیف' ضعف وغیرہ کے ہیں۔ ❺ ایک تکلیف تو حمل کی ہوتی ہے جسے ماں برداشت کرتی ہے۔ حالت حمل کے دکھ درد کی حالت سب کو معلوم ہے۔ پھر دو سال تک اسے دودھ پلاتی رہتی ہے اور اس کی پرورش میں لگی رہتی ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَالْوَالِدَاتُ

❶ ۳۰/ الروم: ٤٤۔ ❷ ٦/ الانعام: ٨٢۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة لقمان باب ﴿لا تشرك بالله ان الشرك لظلم عظیم﴾ ٤٧٧٦؛ صحیح مسلم ١٢٤؛ ترمذی ٣٠٦٧؛ احمد، ١/ ٣٨٧۔

❹ ١٧/ بنی اسرآءیل: ٢٣۔ ❺ الطبری، ٢٠/ ١٣٧۔

﴿يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ ❶ الخ ۔یعنی ’’جولوگ اپنی اولاد کو پورا پورا دودھ پلانا چاہیں ان کے لئے آخری انتہائی میعاد یہ ہے کہ دو سال کامل تک ان بچوں کو ان کی مائیں اپنا دودھ پلاتی رہیں۔‘‘

چونکہ ایک اور آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ ❷ یعنی ’’مدت حمل اور دودھ چھٹائی کل تیس ماہ ہے۔‘‘ اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے بڑے بڑے اماموں نے استدلال کیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینے ہے۔ ماں کی اس تکلیف کو اولاد کے سامنے اس لئے ظاہر کیا جاتا ہے کہ اولاد اپنی ماں کی ان مہربانیوں کو یاد کر کے شکر گزاری، اطاعت اور احسان کرے۔ اور آیت میں فرمانِ عالی شان ہے ﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ ❸ ’’ہم سے دعا کرو اور کہو کہ میرے سچے پروردگار! میرے ماں باپ پر اس طرح رحم وکرم فرما جس طرح میرے بچپن میں وہ مجھ پر رحم وکرم کیا کرتے تھے۔‘‘ یہاں فرمایا تا کہ تو میرا اور اپنے ماں باپ کا احسان مند ہو۔ سن لے آخری لوٹنا تو میری ہی طرف ہے اگر میری اس بات کو مان لیا تو بھرپور جزا دوں گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنا کر بھیجا۔ آپ نے وہاں پہنچ کر سب سے پہلے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا ’’میں تمہاری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا آیا ہوں، یہ پیغام لے کر کہ تم ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' میری باتیں مانتے رہو، میں تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ سب کو لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے۔ پھر یا تو جنت مکان بنے گی یا جہنم ٹھکانا ہوگا۔ پھر وہاں سے نہ اخراج ہوگا نہ موت آئے گی۔‘‘ ❹ پھر فرمایا اگر تمہارے ماں باپ تمہیں اسلام کے سوا اور دین قبول کرنے کو کہیں' گو وہ تمام تر طاقت خرچ کر ڈالیں' خبردار! تم ان کی مان کر ہرگز میرے ساتھ شریک نہ کرنا۔ لیکن اس سے یہ بھی مطلب نہیں کہ تم ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنا بھی چھوڑ دو۔ نہیں، دنیوی حقوق جو تمہارے ذمہ ان کے ہیں ادا کرتے رہو۔ ایسی باتیں ان کی نہ مانو بلکہ ان کی تابعداری کرو جو میری طرف رجوع ہو چکے ہیں۔ سن لو تم سب لوٹ کر ایک دن میرے سامنے آنے والے ہو اس دن میں تمہیں تمہارے تمام تر اعمال کی خبر دوں گا۔

طبرانی کی کتاب العشرہ میں ہے کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ’’کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں اپنی ماں کی بہت خدمت کیا کرتا تھا اور ان کا پورا اطاعت گزار تھا۔ جب مجھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف ہدایت کی تو میری والدہ مجھ پر بہت بگڑیں اور کہنے لگیں بچے! یہ نیا دین تو کہاں سے نکال لایا۔ سنو میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اس دین سے دستبردار ہو جاؤ ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی اور یونہی بھوکی مر جاؤں گی۔ میں نے اسلام کو چھوڑا نہیں اور میری ماں نے کھانا' پینا ترک کر دیا اور چاروں طرف سے مجھ پر آوازہ کشی ہونے لگی کہ یہ اپنی ماں کا قاتل ہے۔ میں بہت ہی دل تنگ ہوا۔ اپنی والدہ کی خدمت میں بار بار عرض کیا' خوشامدیں کیں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی ضد سے باز آ جاؤ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اس سچے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی ضد میں میری والدہ پر تین دن کا فاقہ گزر گیا اور اس کی حالت بہت ہی خراب ہوگئی تو میں اس کے پاس گیا اور میں نے کہا میری اچھی اماں جان سنو! تم مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہو لیکن میرے دین سے زیادہ عزیز نہیں ہو۔ واللہ ایک نہیں تمہاری ایک سو جانیں ہوں اور اسی بھوک پیاس میں ایک ایک کر کے سب نکل جائیں تو بھی میں آخری لمحہ تک اپنے سچے دین اسلام کو نہ چھوڑوں گا پر نہ چھوڑوں گا۔ اب میری=

❶ ۲/ البقرۃ: ۲۳۳۔ ❷ ٤٦/ الاحقاف: ۱۵۔ ❸ ۱۷/ بنیٓ اسرآء یل: ۲٤۔

❹ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف ابو اسحاق عنعن، حاکم، ۱/ ۸۳ بسند آخر وسندہ ضعیف۔

یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۶﴾ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ۚ وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ۚ وَ اقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾ؑ

ع ۸

ترجمہ: پیارے بیٹے! اگر چہ کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ بھی خواہ کسی پتھر کے تلے ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔[۱۶] اے میرے چھوٹے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تجھ پر آ جائے اس پر صبر کرنا۔ یقین مان کہ یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔[۱۷] لوگوں کے سامنے اپنے رخسار نہ پھلا اور زمین میں اترا اترا کر نہ چل کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔[۱۸] اپنی رفتار میں میانہ روی کر اور اپنی آواز کو پست کر۔ یقیناً بد سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔[۱۹]

= ماں مایوس ہوگئیں اور کھانا پینا شروع کر دیا۔''

مزید ایمان افروز نصیحت: [آیت:۱۶۔۱۹] حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی یہ اور وصیتیں ہیں اور چونکہ یہ سب حکمتوں سے پر ہیں، قرآن انہیں بیان فرما رہا ہے تاکہ لوگ ان پر عمل کریں۔ فرماتے ہیں کہ برائی' خطا' ظلم اگر چہ رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ خواہ کتنا ہی پوشیدہ اور لکا چھپا ہو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے پیش کرے گا۔ میزان میں رکھی جائیں گی اور بدلہ دیا جائے گا۔ نیک کام پر جزا، بد پر سزا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ﴾ ❶ الخ۔ یعنی قیامت کے دن عدل کی ترازو رکھ کر ہر ایک کو بدلہ دیں گے کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور آیت میں ہے ذرے برابر نیکی اور ذرے برابر برائی' ہر ایک دیکھ لے گا خواہ وہ نیکی یا بدی کسی مکان میں' محل میں' قلعے میں' پتھر کے سوراخ میں' آسمانوں کے کونوں میں' زمین کی تہہ میں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں' وہ اسے لا کر پیش کرے گا وہ بڑے باریک علم والا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اس پر ظاہر ہے' اندھیری رات میں چیونٹی جو چل رہی ہو اس کے پاؤں کی آہٹ کا بھی وہ علم رکھتا ہے۔ بعضوں نے یہ بھی جائز رکھا ہے کہ ﴿اِنَّهَا﴾ میں ضمیر شان کی اور قصہ کی ہے اور اس بنا پر انہوں نے مِثْقَالُ کی لام کا پیش پڑھنا بھی جائز رکھا ہے لیکن پہلی بات ہی زیادہ اچھی ہے۔ بعض کہتے ہیں صَخْرَةٍ سے مراد وہ پتھر ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ اس کی بعض سندیں بھی سدی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہیں اگر صحیح ثابت ہو جائیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے یہ مروی تو ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ بہت ممکن ہے کہ یہ بھی بنی اسرائیل سے منقول ہو لیکن ان کی کتابوں کی کسی بات کو ہم نہ سچی مان سکیں نہ جھٹلا سکیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بقدر رائی کے دانہ کے کوئی عمل حقیر ہو اور ایسا پوشیدہ ہو کہ کسی پتھر کے اندر ہو۔ جیسے مسند احمد کی

❶ ۲۱/ الانبیآء:۴۷۔

حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''اگر تم میں سے کوئی شخص کوئی عمل کرے کسی بے سوراخ کے پتھر کے اندر جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ کھڑکی ہو نہ سوراخ ہو، تاہم اللہ تعالیٰ اسے لوگوں پر ظاہر کردے گا خواہ کچھ ہی عمل ہو نیک ہو یا بد۔'' ❶ پھر فرماتے ہیں بیٹے! نماز کا خیال رکھنا۔ اس کے فرائض اس کے واجبات، ارکان، اوقات وغیرہ کی پوری حفاظت کرنا۔ اپنی طاقت کے مطابق پوری کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تبلیغ اپنوں پرایوں میں کرتے رہنا' بھلی باتوں کے کرنے کو بری باتوں سے بچنے کو ہر ایک سے کہنا اور چونکہ نیکی کا حکم' بدی سے روک وہ چیز ہے جو عموماً لوگوں کو کڑوی لگتی ہے اور حق گو شخص سے لوگ دشمنی رکھتے ہیں' اس لئے ساتھ ہی فرمایا کہ لوگوں سے جو ایذا اور مصیبت پہنچے اس پر صبر کر درحقیقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں ننگی شمشیر رہنا اور حق پر مصیبتیں جھیلتے ہوئے سست نہ پڑنا یہ بڑا بھاری اور جوانمردی کا کام ہے۔ پھر فرماتے ہیں اپنا منہ لوگوں سے نہ موڑ، انہیں حقیر سمجھ کر یا اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر لوگوں سے تکبر نہ کر۔ بلکہ نرمی برت' خوش خلقی سے پیش آ' خندہ پیشانی سے بات کر۔ حدیث مبارکہ میں ہے ''کہ کسی مسلمان بھائی سے تو کشادہ پیشانی سے ہنس مکھ ہو کر مل لے یہ بھی تیری بڑی نیکی ہے۔'' تہمد اور پاجامے کو ٹخنے سے نیچا نہ کر۔ یہ تکبر و غرور ہے اور تکبر اور غرور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ ❷ حضرت لقمان علیہ السلام بھی اپنے بچے کو تکبر نہ کرنے کی وصیت کرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو حقیر سمجھ کر تو ان سے منہ موڑ لے اور مسکینوں سے بات کرنے میں بھی شرمائے۔ منہ موڑے ہوئے باتیں کرنا بھی غرور میں داخل ہے۔ باچھیں پھاڑ کر لہجہ بدل کر حکومت کے ساتھ گھمنڈ بھرے الفاظ سے بات چیت بھی ممنوع ہے۔ صَعَر ایک بیماری ہے جو اُونٹوں کی گردن میں ظاہر ہوتی ہے یا سر میں اور اس سے گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ پس متکبر شخص کو اسی ٹیڑھ منہ شخص سے ملا دیا گیا ہے۔ عرب عموماً تکبر کے موقعہ پر صعر کا استعمال کرتے ہیں اور یہ استعمال ان کے شعروں میں بھی موجود ہے۔ زمین پر اینٹھ اکڑ کر، اترا کر، غرور و تکبر سے نہ چلو یہ چال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند رکھتا ہے جو خود بین' متکبر' سرکش اور فخر و غرور کرنے والے ہوں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾ ❸ یعنی ''اکڑ کر زمین پر نہ چلو نہ تم زمین کو ڈھا سکتے ہو نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتے ہو۔'' اس آیت کی تفسیر بھی اس کی جگہ گزر چکی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے سامنے ایک مرتبہ تکبر کا ذکر آ گیا تو آپ نے اس کی بڑی مذمت فرمائی اور فرمایا ''کہ ایسے خود پسند مغرور لوگوں سے اللہ تعالیٰ غصے ہوتا ہے۔'' اس پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں جب کپڑے دھوتا ہوں اور خوب سفید ہو جاتے ہیں تو مجھے بہت اچھے لگتے ہیں میں ان سے خوش ہوتا ہوں۔ اسی طرح جوتے میں اچھا تسمہ بھلا لگتا ہے۔ کوڑے کا خوبصورت غلاف بھلا معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ تکبر نہیں ہے۔ تکبر اس کا نام ہے کہ تو حق کو حقیر سمجھے اور لوگوں کو ذلیل خیال کرے'' ❹ یہ روایت اور طریق سے بہت لمبی مروی ہے اور اس میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے انتقال اور ان کی وصیت کا ذکر بھی ہے۔ اور میانہ روی کی چال چلا کر نہ بہت آہستہ خراماں خراماں، نہ بہت جلدی لمبے ڈگ بھر بھر کے۔ کلام میں مبالغہ نہ کر' بے فائدہ چیخ چلا نہیں۔ بدترین آواز گدھے کی ہے' جو پوری طاقت لگا کر بے سود چلاتا ہے' باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی ظاہر کرتا ہے۔ پس یہ بری مثال دے کر سمجھا دیا کہ بلاوجہ چیخنا' ڈانٹ ڈپٹ کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''بری مثالوں کے لائق ہم نہیں۔ اپنی دے

❶ احمد، ۳/ ۲۸ وسندہ ضعیف۔ ❷ ابوداود، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار ٤٠٨٤ وسندہ صحیح۔

❸ ۱۷/ بنیٓ اسرآئیل:۳۷۔

❹ المعجم الکبیر ۱۳۱۷ وسندہ ضعیف، محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف، مجمع الزوائد، ٥/ ۱۳۳۔

دی ہوئی چیز کو واپس لینے والا ایسا ہے جیسے کتا جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔'' ❶ نسائی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو۔ اور جب گدھے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرو۔ اس لئے کہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔'' ❷ ایک روایت میں ہے رات کو' ❸ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال زریں: یہ وصیتیں حضرت لقمان حکیم کی نہایت ہی نفع بخش ہیں' قرآن حکیم نے اسی لئے بیان فرمائی ہیں۔ آپ سے اور بھی بہت سے حکیمانہ قول اور وعظ ونصیحت کے کلمات مروی ہیں بطور نمونہ کے اور دستور کے ہم بھی تھوڑے سے بیان کرتے ہیں۔ مسند احمد میں بزبان مبارک رسول اللہ ﷺ حضرت لقمان حکیم کا ایک قول یہ بھی مروی ہے ''کہ اللہ تعالیٰ کو جب کوئی چیز سونپ دی جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے'' ❹ اور حدیث میں آپ کا یہ قول بھی مروی ہے ''کہ تصنع سے بچ یہ رات کے وقت ڈراؤنی چیز ہے اور دن کو مذمت و برائی والی چیز ہے۔'' ❺ آپ نے اپنے بیٹے سے یہ بھی فرمایا تھا کہ'' حکمت سے مسکین لوگ بادشاہ بن جاتے ہیں۔'' ❻ آپ کا فرمان ہے کہ ''جب کسی مجلس میں پہنچو پہلے اسلامی طریق کے مطابق سلام کرو پھر مجلس کے ایک طرف بیٹھ جاؤ۔ دوسرے نہ بولیں تو تم بھی خاموش رہو۔ اور اگر وہ لوگ ذکر اللہ تعالیٰ کریں تو تم ان میں سب سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کرو اور اگر گپ شپ شروع کر دیں تو تم اس مجلس کو چھوڑ دو۔'' مروی ہے ''کہ آپ اپنے بچے کو نصیحت کرنے کے لئے جب بیٹھے تو رائی کی بھری ہوئی ایک تھیلی اپنے پاس رکھ لی تھی اور ہر ہر نصیحت کے بعد ایک دانہ اس میں سے نکال لیتے یہاں تک کہ تھیلی خالی ہو گئی' تو آپ نے فرمایا بچے اگر اتنی نصیحت کسی پہاڑ کو کرتا تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔'' چنانچہ آپ کے صاحبزادے کا بھی یہی حال ہوا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''حبشیوں کا خیال رکھا کر ان میں سے تین شخص اہل جنت کے سردار ہیں' لقمان حکیم' نجاشی اور بلال مؤذن۔'' ❼

تواضع اور فروتنی کا بیان: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بچے کو اس کی وصیت کی تھی اور ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ ہم اس میں سے اہم باتیں یہاں ذکر کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''بہت سے پراگندہ بالوں والے میلے کچیلے کپڑوں والے جو کسی بڑے گھر تک نہیں پہنچ سکتے' اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنے بڑے مرتبہ والے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر کوئی قسم لگا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ اسے بھی پوری فرما دے۔'' ❽ اور حدیث میں ہے براء بن مالک ایسے ہی لوگوں میں سے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو قبر رسول اللہ کے پاس روتے دیکھ کر دریافت فرمایا۔'' تو جواب دیا کہ صاحب قبر ﷺ سے ایک حدیث میں نے سنی ہے جسے یاد کر کے رو رہا ہوں۔ میں نے آپ ﷺ سے سنا' فرماتے تھے تھوڑی سی ریاکاری

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الھبة، باب لا یحل لاحدان یرجع فی ھبته وصدقته ۲۶۲۲؛ ترمذی ۱۲۹۸؛ احمد، ۱/ ۲۱۷۔

❷ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم...... ۳۳۰۳؛ صحیح مسلم ۲۷۲۹؛ ابو داود ۵۱۰۲؛ ترمذی ۳۴۵۹۔ ❸ السنن الکبری، ۱۰۷۷۹ وسندہ صحیح۔

❹ احمد، ۲/ ۸۷ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۳۵، ۱۰۳۵۳؛ شعب الایمان ۳۳۴۴۔

❺ حاکم، ۲/ ۴۱۱، وسندہ ضعیف لانقطاعه۔ ❻ الدر المنثور، ۵/ ۳۱۶۔

❼ طبرانی، ۱۱۴۸۲ وسندہ ضعیف جداً باطل أبین بن سفیان وعثمان بن عبدالرحمٰن مجروحان، کتاب المجروحین، ۱/ ۱۸۰؛ الموضوعات، ۲/ ۲۳۱۔ ❽ المعجم الأوسط ۸۶۵؛ مجمع الزوائد، ۱۰ / ۲۶۴، وسندہ ضعیف عبداللہ بن موسیٰ التیمی ضعیف وللحدیث شواھد ضعیفة۔

بھی شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھتا ہے جو متقی ہیں' جو لوگوں میں چھپے چھپائے ہیں، جو کسی گنتی میں نہیں آتے' اگر وہ کسی مجمع میں نہ ہوں تو کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں اگر آ جائیں تو کوئی آؤ بھگت نہیں لیکن ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں وہ ہر ایک غبار آلود اندھیرے سے بچ کر نور حاصل کر لیتے ہیں۔ ❶ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں یہ میلے کچیلے کپڑوں والے جو ذلیل گنے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے مقرب ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ پوری کر دے گو انہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا نہیں دی لیکن اگر ان کی زبان سے پوری جنت کا سوال بھی نکل جائے تو اللہ تعالیٰ پورا کر لیتا ہے۔'' ❷

آپ ﷺ فرماتے ہیں ''میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر آ کر وہ لوگ ایک دینار (اشرفی) ایک درہم (روپیہ) بلکہ ایک فلوس (پیسہ) بھی مانگیں تو تم نہ دو لیکن اللہ تعالیٰ کے وہ ایسے پیارے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ سے جنت کی جنت مانگیں تو پروردگار دے دے' ہاں دنیا نہ تو انہیں دیتا ہے نہ روکتا ہے اس لئے کہ یہ کوئی قدر کے قابل چیز نہیں۔ یہ میلی کچیلی دو چادروں میں رہتے ہیں اگر کسی موقعہ پر قسم کھا بیٹھیں تو جو قسم انہوں نے کھائی ہو اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے۔'' ❸

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ''کہ جنت کے بادشاہ وہ لوگ ہیں جو پراگندہ اور بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں' غبار آلود اور گرد سے اٹے ہوئے' وہ امیروں کے گھر جانا چاہیں تو انہیں اجازت نہیں ملتی۔ وہ اگر کسی بڑے گھرانے میں نکاح کی مانگ کر ڈالیں تو وہاں کی بیٹی انہیں نہیں ملتی۔ ان مسکینوں سے انصاف کے برتاؤ نہیں برتے جاتے۔ ان کی حاجتیں اور ان کی امنگیں اور مرادیں پوری ہونے سے پہلے وہ خود ہی فوت ہو جاتے ہیں اور آرزوئیں دل کی دل میں ہی رہ جاتی ہیں انہیں قیامت کے دن اس قدر نور ملے گا کہ اگر وہ تقسیم کیا جائے تو تمام دنیا کو کافی ہو جائے۔'' ❹ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے شعروں میں ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو دنیا میں حقیر و ذلیل سمجھے جاتے ہیں کل قیامت کے دن تخت و تاج والے' ملک و منال والے' عزت و جلال والے بنے ہوئے ہوں گے۔ باغات میں نہروں میں نعمتوں میں راحتوں میں مشغول ہوں گے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں ''کہ جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ میرا پسندیدہ ولی وہ ہے جو مؤمن ہو کم مال والا' کم جانوں والا' نمازی' عبادت و اطاعت گزار' پوشیدہ و علانیہ مطیع ہو' لوگوں میں اس کی عزت اور اس کا وقار نہ ہو' اس کی جانب انگلیاں نہ اٹھتی ہوں اور وہ اس پر صابر ہو۔'' پھر حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ جھاڑ کر فرمایا ''اس کی موت جلدی آ جاتی ہے' اس کی میراث بہت کم ہوتی ہے' اس کی رونے والیاں تھوڑی ہوتی ہیں۔ ❺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب بندے غربا ہیں جو اپنے دین کو لئے پھرتے ہیں جہاں دین کے کمزور ہونے کا خطرہ ہوتا ہے وہاں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوں گے۔'' حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھ پر انعام و اکرام

---

❶ ابن ماجه، كتاب الفتن، باب من ترجى له السلامة من الفتن...... ٣٩٨٩ وهو ضعيف، حاكم، ١/ ٤۔

❷ ضعیف اس کی سند میں حمید بن عطاء الأعرج ضعیف راوی ہے (المیزان، ١/ ٦١٤، رقم: ٢٣٤٠) جب کہ اس روایت کا پہلا حصہ صحیح روایات سے ثابت ہے جو گزر چکا ہے۔

❸ یہ روایت مرسل ہے جب کہ موصول المعجم الأوسط ٧٥٤٤ اور مجمع الزوائد، ١٠/ ٢٦٤ میں (اگر وہ دنیا کا سوال کریں تو وہ بھی مل جائے گا) کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور الاوسط والی اس روایت کی سند ضعیف ہے، اعمش و ابو معاویہ دونوں مدلس ہیں۔

❹ اس سند میں عوف کا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے، شعب الایمان للبیهقی: ١٠٤٨٦ میں دوسری سند ہے وہ بھی حسن بصری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❺ ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الكفاف والصبر عليه ٢٣٤٧ وسنده ضعيف ابن ماجه ٤١١٧ وسنده ضعيف اس روایت میں علی بن یزید الالهانی متروک راوی ہے۔ (المیزان، ٣/ ١٦١، رقم: ٥٩٦٦)

نہیں فرمایا؟ کیا میں نے تجھے دیا نہیں؟ کیا میں نے تیرا جسم نہیں ڈھانپا؟ کیا میں نے یہ نہیں دیا؟ کیا یہ نہیں کیا؟ کیا لوگوں میں تجھے عزت نہیں دی تھی؟ وغیرہ تو اگر ہو سکے تو جہاں تک ان سوالوں کا موقعہ کم ملے اچھا۔ کیا فائدہ کہ لوگ خوبیاں بیان کریں؟ اور اگر وہ مذمت بھی کریں تو ہمارا کیا بگڑے گا؟ ہمارے نزدیک تو وہ شخص زیادہ اچھا جسے لوگ برا کہتے ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہو۔'' ابن محیریز رحمۃ اللہ علیہ تو دعا کرتے تھے ''کہ اے اللہ میری شہرت نہ ہو۔'' خلیل بن احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی دعا میں کہتے تھے ''اے اللہ مجھے اپنی نگاہوں میں تو بلندی عطا فرما اور خود میری نظر میں مجھے بہت حقیر کر دے اور لوگوں کی نگاہ میں مجھے درمیانہ درجہ کا رکھ۔'' پھر ''شہرت'' کا باب باندھ کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو لائے ہیں ''انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ لوگ اسکی دینداری یا دنیا داری کی شہرت دینے لگیں اور اس کی طرف انگلیاں اٹھنے لگیں' اشارے ہونے لگیں' بس اسی میں آ کر بہت سے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں مگر جنہیں اللہ تعالیٰ بچا لے۔ سنو اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ دلوں کو اور عملوں کو دیکھتا ہے۔'' (1) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی روایت مرسلاً مروی ہے جب آپ نے یہ روایت بیان کی تو کسی نے کہا آپ کی طرف بھی تو انگلیاں اٹھتی ہیں' آپ نے فرمایا ''تم سمجھے نہیں' مراد انگلیاں اٹھنے سے دینی بدعت یا دنیوی فسق و فجور ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے ''کہ شہرت حاصل کرنا نہ چاہو۔ اپنے آپ کو اونچا نہ کرو کہ لوگوں میں تذکرے ہونے لگیں۔ علم حاصل کرو لیکن چھپاؤ' چپ رہو تا کہ سلامت رہو' نیکوں کو خوش رکھو' بدکاروں سے نفرت رکھو'' حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' شہرت کا چاہنے والا اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہوتا۔'' حضرت ایوب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے'' کہ جسے اللہ تعالیٰ دوست بنا لیتا ہے وہ تو لوگوں سے اپنا درجہ چھپاتا پھرتا ہے۔''

محمد بن علاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' کہ اللہ تعالیٰ کے دوست لوگ اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا کرتے۔'' سماک بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''عام لوگوں کے میل جول سے اور احباب کی زیادتی سے پرہیز کرو۔'' حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' کہ اگر اپنے دین کو سالم رکھنا چاہتے ہو تو لوگوں سے کم جان پہچان رکھو۔'' حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قاعدہ تھا جب دیکھتے کہ ان کی مجلس میں تین سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے تو انہیں چھوڑ کر خود چل دیتے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے ساتھ بھیڑ دیکھی تو فرمانے لگے ''طمع کی مکھیاں اور آگ کے پروانے۔'' حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو لوگ گھیرے کھڑے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑا تانا اور فرمایا ''اس میں تابع کی ذلت اور متبوع کے لئے فتنہ ہے۔'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب لوگ چلنے لگے تو آپ نے فرمایا ''اگر میری پوشیدگیاں تم پر کھل جائیں تو تم میں سے دو بھی شاید میرے پیچھے چلنا پسند نہ کرتے۔'' حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں'' کہ جب ہم کسی مجلس کے پاس سے گزرتے اور ہمارے ساتھ ایوب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو لوگ سلام کرتے اور وہ سختی سے جواب دیتے۔ پس یہ ایک نعمت تھی۔ آپ لمبی قمیص پہنتے۔ اس پر لوگوں نے کہا، تو آپ نے جواب دیا کہ لمبی قمیص اگلے زمانے میں شہرت کی چیز تھی۔ لیکن اب یہ شہرت اس کے اونچا کرنے میں ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنی ٹوپیاں مسنون رنگ کی رنگوائیں کچھ دنوں پہن کر اتار دیں اور فرمایا میں نے دیکھا کہ عام لوگ انہیں نہیں پہنتے۔'' حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے'' کہ نہ تو ایسا لباس پہنو کہ لوگوں کی انگلیاں اٹھیں نہ اتنا گھٹیا پہنو کہ لوگ حقارت سے دیکھیں۔'' ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' عام سلف کا یہی معمول تھا کہ نہ بہت بڑھیا کپڑا پہنتے تھے نہ بالکل گھٹیا۔'' ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص بہت ہی بہترین اور شہرت کا لباس پہنے ہوئے آیا' تو آپ نے فرمایا ''اس آواز دینے والے

---

(1) سنده ضعيف۔

گدھے سے بچو۔'' حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ بعض لوگوں نے دلوں میں تو تکبر بھر رکھا ہے اور ظاہری لباس میں تواضع کر رکھی ہے گویا چادر ایک بھاری ہتھوڑا ہے۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے ''کہ آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا میرے سامنے تو درویشوں کی پوشاک میں آئے ہو حالانکہ تمہارے دل بھیڑیوں جیسے ہیں۔ سنو لباس چاہے بادشاہوں جیسا پہنو مگر دل خوف الٰہی سے نرم رکھو۔''

اچھے اخلاق کا بیان: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر اخلاق والے تھے۔ ❶ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کونسا مؤمن بہتر ہے؟ فرمایا: ''سب سے اچھے اخلاق والا۔'' ❷ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''کہ باوجود کم اعمال کے صرف اچھے اخلاق کی وجہ سے انسان بڑے بڑے درجے اور جنت کی اعلیٰ منزل حاصل کر لیتا ہے اور باوجود بہت ساری نیکیوں کے صرف اخلاق کی برائی کی وجہ سے جہنم کے نیچے کے طبقے میں چلا جاتا ہے۔ ❸ فرماتے ہیں اچھے اخلاق ہی میں دنیا آخرت کی بھلائی ہے۔ ❹ فرماتے ہیں انسان اپنی خوش اخلاقی کے باعث راتوں کو قیام کرنے والے اور دنوں کو روزے رکھنے والوں کے درجوں کو پا لیتا ہے۔'' ❺ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ دخول جنت کا موجب عام طور سے کیا ہے؟ ''فرمایا اللہ تعالیٰ کا ڈر اور اخلاق کی اچھائی۔ پوچھا گیا عام طور سے جہنم میں کونسی چیز لے جاتی ہے؟ فرمایا دو سوراخ دار چیزیں یعنی منہ اور شرمگاہ۔'' ❻ ایک مرتبہ چند اعراب کے اس سوال پر کہ انسان کو سب سے بہتر عطیہ کیا ملا ہے؟ فرمایا: ''حسن خلق۔'' ❼ فرماتے ہیں نیکی کی ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی چیز اور کوئی نہیں۔ ❽ فرماتے ہیں تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے۔ ❾ فرماتے ہیں جس طرح مجاہد کو جو راہ اللہ تعالیٰ میں جہاد کرتا ہے صبح شام اجر ملتا ہے اسی طرح اچھے اخلاق پر بھی اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرماتا ہے۔ ❿ ارشاد ہے تم میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قریب مجھ سے وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا ہو۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ بغض و نفرت کے قابل اور سب سے دور مجھ سے جنت کی منزل میں وہ ہے جو بدخلق، بدگو، بدزبان ہو۔ ⓫ فرماتے ہیں کامل ایمان دار اچھے اخلاق والے ہیں جو ہر ایک سے سلوک و محبت سے ملیں جلیں۔ ⓬ ارشاد ہے جس کی پیدائش اور اخلاق اچھے ہیں اسے اللہ تعالیٰ جہنم کا لقمہ نہیں بنائے گا۔ ⓭ ارشاد ہے دو خصلتیں مؤمن میں جمع نہیں ہوتیں، بخل اور بدخلقی۔ فرماتے ہیں بدخلقی سے زیادہ بڑا کوئی گناہ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الکنیة للصبی وقبل ان یولد للرجال ۶۲۰۳؛ صحیح مسلم ۲۳۱۰؛ ابوداود ۴۷۷۳؛ ترمذی ۲۰۱۵۔ ❷ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الموت والاستعداد له ۴۲۵۹ وهو حسن۔

❸ ابن ابی الدنیا فی التواضع والخمول ۱۶۸ وسنده ضعیف۔ ❹ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الکبر ۲۰۰۰، وسنده ضعیف اس کی سند میں عمر بن راشد الیمانی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۳/ ۱۹۳ رقم: ۶۱۰۱)

❺ ابوداود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق ۴۷۹۸ وهو حسن، احمد، ۶/ ۹۴؛ ابن حبان، ۴۸۰۔

❻ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی حسن الخلق ۲۰۰۴ وسنده صحیح، ابن ماجه ۴۲۴۶؛ ابن حبان ۴۷۶۔

❼ احمد، ۴/ ۲۷۸ ح ۱۸۴۵۴ وسنده صحیح، حاکم، ۱/ ۱۲۱۔

❽ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق ۲۰۰۳ وسنده حسن۔

❾ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۵۵۹؛ صحیح مسلم ۲۳۲۱؛ احمد، ۲/ ۱۶۱۔

❿ اس کی سند میں محمد بن ابی سارہ کا حسن سے سماع ثابت نہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

⓫ احمد، ۴/ ۱۹۳ ح ۱۷۷۳۲ وسنده ضعیف، ابن حبان ۴۸۲ وسنده ضعیف، مکحول لم یدرك ابا ثعلبه رضی اللہ عنہ۔

⓬ شعب الایمان، ۸۱۱۸ وسنده ضعیف، علی بن عاصم ضعیف مشهور۔

⓭ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

نہیں۔ ❶ اس لئے کہ بداخلاقی سے ایک سے ایک بڑے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ❷

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ''کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدخلقی سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ اچھے اخلاق سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بداخلاقیاں نیک اعمال کو غارت کر دیتی ہیں جیسے شہد کو سرکہ خراب کر دیتا ہے۔'' ❸ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ''غلام خریدنے سے مال نہیں بڑھتا لیکن خوش اخلاقی سے لوگ بہت سے گرویدہ اور فدائی ہو سکتے ہیں۔'' ❹

تکبر کی مذمت کا بیان: امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''کہ اچھا خلق دین کی مدد ہے'' حضور ﷺ فرماتے ہیں ''وہ جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے برابر تکبر ہے۔ اور وہ جہنمی نہیں جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو۔'' ❺ فرماتے ہیں ''جس دل میں ایک ذرے کے برابر تکبر ہو وہ اوندھے منہ جہنم میں جائے گا۔'' ❻ ارشاد ہے کہ انسان اپنے غرور اور خود پسندی میں بڑھتے بڑھتے اللہ تعالیٰ کے ہاں جباروں میں لکھ دیا جاتا ہے پھر سرکشیوں کے عذاب میں پھنس جاتا ہے۔ امام مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ایک دن حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اپنے تخت پر بیٹھے تھے۔ آپ علیہ السلام کی دربارداری میں اس وقت دو لاکھ انسان تھے اور دو لاکھ جن تھے۔ آپ علیہ السلام کو آسمان تک پہنچایا گیا یہاں تک کہ فرشتوں کی تسبیح کی آواز کان میں آنے لگی اور پھر زمین تک لایا گیا یہاں تک کہ سمندر کے پانی سے آپ علیہ السلام کے قدم بھیگ گئے۔ پھر ہاتف غیب نے ندا دی کہ اگر اس کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی تکبر ہوتا تو جتنا اونچا گیا تھا اس سے زیادہ نیچے دھنسا دیا جاتا۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں انسان کی ابتدائی پیدائش کا بیان فرماتے ہوئے فرمایا ''کہ یہ دو شخصوں کی پیشاب گاہ سے نکلتا ہے اس طرح اسے بیان فرمایا کہ سننے والے گھن کرنے لگے۔'' امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''کہ جس نے دو شخصوں کو قتل کر دیا وہ بڑا ہی سرکش اور جبار ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًاۢ بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ﴾ ❼ کیا تو مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے؟ جیسے کہ تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ تیرا ارادہ تو دنیا میں سرکش اور جبار بن کر رہنے کا معلوم ہوتا ہے۔'' حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے ''وہ انسان جو ہر دن میں دو مرتبہ اپنا پاخانہ اپنے ہاتھ سے دھوتا ہے وہ کس بنا پر تکبر کرتا ہے اور اس کا وصف اپنے میں پیدا کرنا چاہتا ہے جس نے آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور اپنے قبضے میں رکھا ہے۔'' ضحاک بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے دنیا کی مثال اس چیز سے بھی دینا مروی ہے جو انسان سے نکلتی ہے۔ امام محمد بن حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس دل میں جتنا تکبر اور گھمنڈ ہوتا ہے اتنی ہی عقل اس کی کم ہو جاتی ہے۔'' یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ سجدہ کرنے کے ساتھ تکبر اور توحید کے ساتھ نفاق نہیں ہوا کرتا۔ بنی امیہ مار مار کر اپنی اولاد کو اکڑ کر چلنا سکھاتے تھے۔'' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی خلافت سے پہلے ایک مرتبہ اٹھلاتی ہوئی چال چلتے ہوئے دیکھ کر حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے پہلو میں ایک چوکا مارا اور فرمایا ''یہ چال

❶ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی البخل ۱۹۶۲ وسنده ضعیف اس کی سند میں صدقہ بن موسیٰ ضعیف راوی ہے۔

❷ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

❸ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے المعجم الأوسط ۸۵۴ وسنده حسن اور مجمع الزوائد، ۸/ ۲۴ میں موجود ہے۔

❹ مسند ابی یعلی ۶۵۵۰؛ مسند البزار ۱۹۷۷؛ حاکم، ۱/ ۱۲۴ وسنده ضعیف جداً مردود، الترغیب ۳۹۳۵۔

❺ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانه ۹۱؛ ابوداود ۴۰۹۱؛ ترمذی ۱۹۹۸؛ ابن ماجه ۴۱۷۳؛ احمد، ۱/ ۴۱۳؛ ابن حبان ۲۲۴۔

❻ احمد، ۲/ ۲۱۵ وسنده صحیح۔

❼ ۲۸/ القصص: ۱۹۔

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ
نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۗ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا
هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيرٍ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا
وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوهُمْ إِلٰى عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿٢١﴾
وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ وَإِلَى اللَّهِ
عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٢٢﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ ۗ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۗ
إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٣﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلٰى عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔[۲۰] اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی وحی کی تابعداری کرو تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ ہم نے تو جس طریق پر اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اس کی تابعداری کریں گے، بھلا اگرچہ شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو۔[۲۱] جو شخص اپنے منہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے اور ہو بھی وہ نیک کار یقیناً اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔ تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔[۲۲] کافروں کے کفر سے آپ (ﷺ) رنجیدہ نہ ہوں۔ آخر ان سب کا لوٹنا تو ہماری ہی جانب ہے۔ اس وقت ان کے کئے تک سے اللہ تعالیٰ انہیں خبردار کرے گا۔ وہ تو دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔[۲۳] ہم انہیں گو کچھ یونہی سا فائدہ دے دیں لیکن بالآخر انہیں نہایت بے چارگی کی حالت میں سخت عذابوں کی طرف ہنکا لے جائیں گے۔[۲۴]

= اس کی ہے جس کے پیٹ میں پاخانہ بھرا ہوا ہے! حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بہت شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے معاف فرمائیے ہمیں مار مار کر اس چال کی عادت ڈلوائی گئی ہے۔"

فخر و گھمنڈ کی مذمت کا بیان: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "جو شخص فخر و غرور سے اپنا کپڑا اپنے نیچے لٹکا کر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔" ❶ فرماتے ہیں اس کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر نہ ڈالے گا جو اپنا تہبند لٹکائے۔ ❷ ایک شخص دو عمدہ چادریں اوڑھے دل میں غرور لئے ہوئے اکڑتا ہوا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ قیامت تک وہ دھنستا ہوا چلا جائے گا۔ ❸

اللہ تعالیٰ کا اپنی نعمتوں کا اظہار: [آیت: ۲۰-۲۴] اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی نعمتوں کا اظہار فرما رہا ہے کہ دیکھو آسمان کے ستارے =

---

❶ سندہ ضعیف، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے، ابن ابی الدنیا فی التواضع والخمول: ۲۳۸؛ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب جر ازارہ من غیر خیلاء ۵۷۸۴؛ صحیح مسلم ۲۰۸۵؛ ابوداود ۴۰۸۵؛ ابن ماجہ ۳۵۶۹۔

❷ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء ۵۷۸۸؛ صحیح مسلم ۲۰۸۷؛ ابن ماجہ ۳۵۷۱۔

❸ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء ۵۷۸۹؛ صحیح مسلم ۲۰۸۸۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۵ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۶

ترجمہ: اگر تو ان سے دریافت کرے کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے؟ تو یہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ (اللہ تعالیٰ) تو کہہ دے کہ سب تعریفوں کے لائق اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن ان میں کے اکثر بے علم ہیں۔[۲۵] آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بڑا غنی بے نیاز اور سزاوار حمد وثنا ہے۔[۲۶]

= تمہارے لئے کام میں مشغول ہیں، چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں، بادل، بارش، اولے، خشکی سب تمہارے نفع کی چیزیں ہیں، خود آسمان تمہارے لئے محفوظ اور مضبوط چھت ہے۔ زمین کی نہریں، چشمے، دریا، سمندر، درخت، کھیتی، پھل، پھول، یہ سب نعمتیں بھی اسی نے دے رکھی ہیں۔ پھر ان ظاہری بے شمار نعمتوں کے علاوہ باطنی بے شمار نعمتیں بھی اس نے تمہیں دے رکھی ہیں۔ مثلاً رسولوں کو بھیجنا، کتابوں کا نازل فرمانا، شک شبہ وغیرہ دلوں سے دور کرنا وغیرہ۔ اتنی بڑی اور اتنی ساری نعمتیں جس نے دے رکھی ہیں حق یہ تھا کہ اسکی ذات پر سب کے سب ایمان لاتے لیکن افسوس کہ بہت لوگ اب تک اللہ تعالیٰ کے بارے میں یعنی اس کی توحید اور اس کے رسولوں کی رسالت کے بارے میں ہی الجھ رہے ہیں اور محض جہالت سے ضلالت سے بغیر کسی سند اور دلیل کے اڑے ہوئے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کی اتباع کرو تو نری بے حیائی کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے اگلوں کی تقلید کرینگے گو انکے باپ دادے محض بے عقل اور بے راہ تھے، شیطان کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے اور اس نے انہیں دوزخ کی راہ پر ڈال دیا تھا۔ یہ تھے ان کے سلف اور یہ ہیں انکے خلف۔

اللہ تعالیٰ فرمانبردار بندے کی حفاظت کرتا ہے: فرماتا ہے کہ جو اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرے جو اللہ تعالیٰ کا سچا فرمانبردار بن جائے، جو شریعت کا تابعدار ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرے، اللہ تعالیٰ کے منع کردہ کاموں سے باز آ جائے اس نے مضبوط دستاویز لے لیا گویا اللہ تعالیٰ کا وعدہ لے لیا کہ عذابوں سے وہ نجات یافتہ ہے۔ کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ اے پیارے پیغمبر! کافروں کے کفر سے آپ غمگین نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر یونہی جاری ہو چکی ہے سب کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ اس وقت اعمال کے بدلے ملیں گے اس اللہ تعالیٰ پر کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ دنیا میں مزے کر لیں پھر تو ان عذابوں کو بے بسی سے سہنا پڑے گا جو بہت سخت اور نہایت گھبراہٹ والے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ [1] اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرنے والے فلاح سے محروم رہ جاتے ہیں۔ فائدہ دنیا کا تو خیر الگ چیز ہے لیکن ہمارے ہاں آ چکنے کے بعد تو اپنے کفر کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔

جب خالق اللہ تعالیٰ ہے تو معبود کیوں نہیں: [آیت:۲۵-۲۶] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہ مشرک اس بات کو مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اکیلا ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر بھی دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کی نسبت خود جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اور اس کے ماتحت ہیں۔ ان سے اگر پوچھا جائے کہ خالق کون ہے؟ تو ان کا جواب بالکل سچا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ! تو کہہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اتنا تو تمہیں اقرار ہے۔ بات یہ ہے کہ اکثر مشرک بے علم ہوتے ہیں۔ زمین وآسمان کی ہر چھوٹی بڑی، چھپی =

[1] ١٦/ النحل:١١٦۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٢٨﴾

ترجمہ: روئے زمین کے تمام درختوں کی اگر قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں تاہم اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور باحکمت ہے۔[٢٧] تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد جلانا ایسا ہی ہے جیسے ایک جی کا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔[٢٨]

= کھلی چیز اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اور اسی کی ملکیت ہے۔ وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں' وہی سزاوار حمد ہے' وہی خوبیوں والا ہے۔ پیدا کرنے میں بھی' احکام مقرر کرنے میں بھی وہ قابل تعریف ہی ہے۔

قلم وقرطاس اللہ تعالیٰ کی تعریف سے عاجز ہیں: [آیت: ٢٧۔ ٢٨] اللہ رب العالمین اپنی عزت' کبریائی' بڑائی' بزرگی' جلالت اور شان بیان فرما رہا ہے۔ اپنی پاک صفتیں' اپنے بلند ترین نام اور اپنے بے شمار کلمات کا ذکر فرما رہا ہے جنہیں نہ کوئی گن سکے نہ شمار کر سکے نہ ان پر کسی کا احاطہ ہو نہ ان کی حقیقت کو کوئی پا سکے۔ سید البشر خاتم النبیین ﷺ فرمایا کرتے تھے ((لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ)) ❶ ''اے اللہ! میں تیری نعمتوں کا اتنا شمار بھی نہیں کر سکتا جتنی ثنا تو نے اپنی آپ بیان فرمائی ہے۔''

پس یہاں جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر روئے زمین کے تمام تر درخت قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کے پانی سیاہی بن جائیں اور ان کے ساتھ ہی سات سمندر اور بھی ملائے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وصفات' جلالت و بزرگی کے کلمات لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ تمام قلم گھس جائیں، ختم ہو جائیں' سب سیاہیاں پوری ہو جائیں، ختم ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہٗ کی تعریفیں ختم نہ ہوں گی۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ سات سے زیادہ سمندر ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات لکھنے کے لئے کافی ہو جائیں۔ نہیں' یہ گنتی تو زیادتی دکھانے کے لئے ہے اور یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ سات سمندر موجود ہیں اور وہ عالم کو گھیرے ہوئے ہیں۔ البتہ بنو اسرائیل کی ان سات سمندروں کی بابت ایسی روایتیں ہیں لیکن نہ تو انہیں سچ کہا جا سکتا ہے اور نہ جھٹلایا جا سکتا ہے۔ ہاں جو ہم نے بیان کی ہے اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا﴾ ❷ الخ۔ یعنی اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور رب تعالیٰ کے کلمات کا لکھنا شروع ہو تو کلمات ربانی کے ختم ہونے سے پہلے ہی سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ایسا ہی اور سمندر اس کی مدد میں لائیں۔

پس یہاں بھی مراد صرف اسی جیسا ایک ہی سمندر لانا نہیں بلکہ ویسا ایک پھر ایک اور بھی ویسا ہی پھر ویسا ہی پھر ویسا ہی' الغرض خواہ کتنے ہی آ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''کہ اگر اللہ تعالیٰ لکھوانا شروع کرے کہ میرا یہ امر اور یہ امر تو تمام قلمیں ٹوٹ جائیں اور تمام سمندروں کے پانی ختم ہو جائیں۔'' مشرکین کہتے تھے کہ یہ کلام اب ختم ہو جائے گا' جس کا رد اس آیت میں ہو رہا ہے کہ نہ رب تعالیٰ کے عجائبات ختم ہوں' نہ اس کی حکمت کی انتہا، نہ اس کی صفت اور اس کے علم کا آخر۔ تمام بندوں کے علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں فنا نہیں ہوتیں نہ اسے =

❶ صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود ٤٨٦۔ ❷ ١٨/ الكهف: ١٠٩۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾

ع ۱۱ / ۱۲

ترجمہ: کیا تو نہیں دیکھتا؟ کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں کھپا دیتا ہے۔ سورج چاند کو اسی نے فرمانبردار کر رکھا ہے کہ ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔[۲۹] یہ سب انتظامات اس وجہ سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بلندیوں والا بڑی شان والا ہے۔[۳۰]

= کوئی ادراک کر سکتا ہے۔ ہم جو کچھ اس کی تعریفیں کریں وہ ان سے سوا ہے۔ یہود کے علما نے مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ یہ جو آپ قرآن میں پڑھتے ہیں ﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ❶ یعنی ''تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے'' اس سے کیا مراد ہے ہم یا آپ کی قوم؟ آپ نے فرمایا ''ہاں سب۔'' انہوں نے کہا پھر آپ کلام اللہ کی اس آیت کو کیا کریں گے جہاں فرمان ہے کہ توراۃ میں ہر چیز کا بیان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''سنو وہ اور تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے کلمات کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ تمہیں جو کفایت ہو اتنا اللہ تعالیٰ نے نازل فرما دیا ہے۔'' اس پر یہ آیت اتری ❷ لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مدنی ہونی چاہیے۔ حالانکہ مشہور یہ ہے کہ آیت مکی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے تمام اشیاء اس کے سامنے پست و عاجز ہیں کوئی اس کے ارادہ کے خلاف نہیں جا سکتا۔ وہ اپنے افعال، اقوال، شریعت' حکمت اور تمام صفتوں میں سب سے اعلیٰ اور سب پر غالب وقہار ہے۔ پھر فرماتا ہے تمام لوگوں کو پیدا کرنا اور انہیں مار ڈالنے کے بعد جلا دینا مجھ پر ایسا ہی آسان ہے جیسے شخص واحد کا۔ اس کا تو کسی بات کا حکم فرما دینا کافی ہے۔ ایک آنکھ جھپکاتے جتنی دیر بھی نہیں لگتی۔ نہ دوبارہ کہنا پڑے نہ اسباب اور مادے کی ضرورت۔ ایک فرمان میں قیامت قائم ہو جائے گی' ایک ہی آواز کے ساتھ سب جی اٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام باتوں کا سننے والا ہے' سب کے کاموں کا جاننے والا ہے۔ ایک شخص کی باتیں اور اس کے کام جیسے اس پر مخفی نہیں اسی طرح تمام جہان کے معاملات اس سے پوشیدہ نہیں۔

دن، رات اور موسمی تغیرات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانی: [آیت:۲۹۔۳۰] رات کو کچھ گھٹا کر دن کو کچھ بڑھانے والا اور دن کو کچھ گھٹا کر رات کو کچھ بڑھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جاڑوں کے دن چھوٹے اور راتیں بڑی' گرمیوں کے دن بڑے اور راتیں چھوٹی' اسی کی قدرت کا ظہور ہے۔ سورج چاند اسی کے تحت فرمان ہیں۔ جو جگہ مقرر ہے وہیں چلتے ہیں' قیامت تک برابر اسی چال چلتے رہیں گے' اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔ صحیحین میں ہے'' حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جا کر اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے سجدے میں گر پڑتا ہے اور اپنے رب تعالیٰ سے اجازت چاہتا ہے۔ قریب ہے کہ ایک دن اس سے کہہ دیا جائے =

❶ ۱۷/ الاسراء: ۸۵۔ ❷ الطبری، ۲۰/ ۱۵۲ وسندہ ضعیف اس روایت میں محمد بن ابی محمد مجہول راوی ہے (الضعفاء والمتروکین، ۳/ ۹۶، رقم: ۳۱۷۹)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۬ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: کیا تو اس پر غور نہیں کرتا کہ دریا میں کشتیاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چل رہی ہیں اس لئے کہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھا دے۔ یقیناً اس میں ہر ایک صبر وشکر کرنے والے کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔[۳۱] اور جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ نہایت خلوص کے ساتھ اعتقاد کر کے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں۔ پھر جب باری تعالیٰ انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچاتا ہے تو کچھ ان میں سے اعتدال پر رہتے ہیں۔ ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہوں۔[۳۲]

= گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں کو لوٹ جا۔" ❶ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے "کہ سورج بمنزلہ ساقیہ کے ہے۔ دن کو اپنے دوران میں جاری رہتا ہے غروب ہو کر رات کو پھر زمین کے نیچے گردش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اپنی مشرق سے ہی طلوع ہو۔" اسی طرح چاند بھی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ جیسے فرمان ہے کیا تو نہیں جانتا کہ زمین آسمان میں جو کچھ ہے سب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ سب کا خالق سب کا عالم اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسے ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کئے اور انہیں کے مثل زمینیں بنائیں الخ۔ یہ نشانیاں پروردگار عالم اس لئے ظاہر فرماتا ہے کہ تم ان سے اللہ تعالیٰ کے حق وجود پر ایمان لاؤ اور اس کے سوا سب کو باطل مانو۔ وہ سب سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ سب کے سب اس کے محتاج اور اس کے در کے فقیر ہیں۔ سب اس کی مخلوق اور اس کے غلام ہیں، کسی کو ایک ذرے کے حرکت میں لانے کی قدرت نہیں۔ گو ساری مخلوق مل کر ارادہ کرلے کہ ایک مکھی پیدا کریں سب عاجز آجائیں گے اور ہرگز اتنی قدرت بھی نہیں پائیں گے۔ وہ سب سے بلند ہے جس پر کوئی چیز نہیں وہ سب سے بڑا ہے جس کے سامنے کسی کو کوئی بڑائی نہیں۔ ہر چیز اس کے سامنے حقیر اور پست ہے۔

تلاطم خیز سمندر اور کشتیاں: [آیت:۳۱-۳۲] اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندروں میں جہاز رانی ہو رہی ہے۔ اگر وہ پانی میں کشتی کو تھامنے کی اور کشتی میں پانی کو کاٹنے کی قوت نہ رکھتا تو پانی میں کشتیاں کیسے چلتیں؟ وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلا رہا ہے۔ مصیبت میں صبر اور راحت میں شکر کرنے والے ان سے بہت کچھ عبرتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ جب ان کفار کو سمندروں میں موجیں گھیر لیتی ہیں اور ان کی کشتی ڈگمگانے لگتی ہے اور موجیں پہاڑوں کی طرح ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر کشتیوں کے ساتھ اٹکھیلیاں کرنے لگتی ہیں تو اپنا شرک کفر سب بھول جاتے ہیں اور گریہ وزاری سے ایک رب کو پکارنے لگتے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ﴾ ❷ الخ۔ دریا میں جب تمہیں ضرر پہنچتا ہے تو بجز اللہ تعالیٰ کے سب کو کھو بیٹھتے ہو۔ اور آیت میں ہے ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ﴾ ❸ الخ۔ ان کی اس وقت کی لجاجت پر اگر ہمیں رحم آگیا ہو اور انہیں سمندر سے پار کر دیا تو سوائے چند کے سب کافر ہو جاتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ علیہ نے یہی تفسیر کی ہے۔ ❹ جیسے فرمان ہے ﴿اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ﴾ ❺ لفظی معنی یہ ہیں =

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر ۳۱۹۹؛ صحیح مسلم ۱۵۹؛ السنن الکبری ۱۱۱۷۶؛ ابن حبان ۶۱۵۳۔ ❷ ۱۷/ الاسرآء:۶۷۔ ❸ ۲۹/ العنکبوت:۶۵۔ ❹ الطبری، ۲۰/ ۱۵۷۔ ❺ ۲۹/ العنکبوت:۶۵۔

ترجمہ: لوگو! اپنے رب تعالیٰ کا لحاظ رکھواور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کا ذرا سا بھی نفع کرنے والا ہوگا۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے دیکھو تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز شیطان تمہیں دھوکے میں ڈال دے۔ [۳۳] سمجھ رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے۔ کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا کچھ کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔ [۳۴]

= کہ ان میں سے بعض متوسط درجے کے ہوتے ہیں۔ ابن زید رحمۃ اللہ علیہ یہی کہتے ہیں۔ ❶ جیسے فرمان ہے ﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ ❷ الخ۔ ان میں کے بعض ظالم ہیں بعض میانہ رو ہیں الخ۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ جس نے ایسی حالت دیکھی ہو جو اس مصیبت سے نکلا ہوا ہے تو چاہیے کہ نیکیوں میں پوری طرح کوشش کرے لیکن تاہم یہ بیچ میں ہی رہ جاتے ہیں اور کچھ تو پھر کفر پر چلے جاتے ہیں۔ ختار کہتے ہیں غدار کو جو عہد شکن ہو۔ ختر کے معنی پوری عہد شکنی کے ہیں۔ کفور کہتے ہیں منکر کو جو نعمتوں سے ہٹ جائے، منکر ہو جائے۔ شکر تو ایک طرف بھول جائے اور ذکر بھی نہ کرے۔

قیامت کے دن نفسانفسی کا عالم ہوگا: [آیت:۳۳-۳۴] اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرا رہا ہے اور اپنے تقویٰ کا حکم فرما رہا ہے۔ ارشاد ہے اس دن باپ اپنے بچے کو یا بچہ اپنے باپ کو کچھ کام نہ آئے گا۔ ایک دوسرے کا فدیہ نہ ہو سکے گا۔ تم دنیا پر اعتماد نہ کر لو، دار آخرت کو فراموش نہ کر جاؤ۔ شیطان کے فریب میں نہ آ جاؤ وہ تو صرف پردہ کی آڑ میں شکار کھیلنا جانتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے عزیر علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی تکلیف ملاحظہ کی اور غم و رنج بہت بڑھ گیا نیند اچاٹ ہوگئی تو اپنے رب تعالیٰ کی طرف جھک پڑے۔ فرماتے ہیں میں نے نہایت تضرع و زاری کی، خوب رویا گڑگڑایا، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، دعائیں مانگیں۔ ایک مرتبہ رو رو کر تضرع کر رہا تھا کہ میرے سامنے ایک فرشتہ آ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا نیک لوگ بروں کی شفاعت کریں گے؟ یا باپ بیٹوں کے کام آئیں گے؟ اس نے فرمایا قیامت کا دن جھگڑوں کے فیصلوں کا دن ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ خود سامنے ہوگا، کوئی بغیر اس کی اجازت کے لب نہ ہلا سکے گا، کسی کو دوسرے کے بارے میں نہ پکڑا جائے گا، نہ باپ بیٹے کے بدلے نہ بیٹا باپ کے بدلے نہ بھائی بھائی کے بدلے نہ غلام آقا کے بدلے نہ کوئی کسی کا غم و رنج کرے گا نہ کسی کو کسی سے شفقت و محبت ہوگی نہ ایک دوسرے کی طرف سے پکڑا جائے گا۔ ہر شخص آپادھاپی میں ہوگا، ہر ایک اپنی فکر میں ہوگا، ہر ایک کو اپنا رونا پڑا ہوگا، ہر ایک اپنا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا نہ کسی

❶ الطبری، ۲۰/ ۱۵۷۔ ❷ ۳۵/ فاطر: ۳۲۔

اور کا۔

خزانہ غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں: یہ غیب کی وہ کنجیاں ہیں جن کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اسے معلوم کرائے۔ قیامت کے آنے کا صحیح وقت نہ تو کوئی نبی مرسل جانے نہ کوئی مقرب فرشتہ اس کا وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسی طرح بارش کب کہاں اور کتنی برسے گی، اس کا علم بھی کسی کو نہیں۔ ہاں جب ان فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جو اس پر مقرر ہیں تب وہ جانتے ہیں اور جسے اللہ معلوم کرائے۔ اسی طرح حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ اسے بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہاں جب جناب باری کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جو اسی کام پر مقرر ہیں تب انہیں پتہ چلتا ہے کہ نر ہوگا یا مادہ' لڑکا ہوگا یا لڑکی' نیک ہوگا یا بد؟ اسی طرح کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کل وہ کیا کرے گا؟ نہ کسی کو یہ علم ہے کہ وہ کہاں مرے گا؟ اور آیت میں ہے ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ ❶ ''غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں جنہیں بجز اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔'' اور حدیث میں ہے کہ غیب کی کنجیاں یہی پانچ چیزیں ہیں جن کا بیان آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ﴾ ❷ الخ۔ میں ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' پانچ باتیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔'' ❸ بخاری کی حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں کہ یہ پانچ غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا...... ❹ مسند احمد میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے'' مجھے ہر چیز کی کنجیاں دی گئی ہیں مگر پانچ' پھر یہی آیت آپ ﷺ نے پڑھی۔'' ❺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ ہماری مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے۔ پوچھنے لگے: یارسول اللہ! ایمان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ کو' فرشتوں کو' کتابوں کو' رسولوں کو' آخرت کو' مرنے کے بعد جی اٹھنے کو مان لینا۔ اس نے پوچھا: اسلام کیا ہے؟ فرمایا: ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا' نمازیں پڑھنا' زکوٰۃ دینا' رمضان کے روزے رکھنا۔ اس نے دریافت کیا: احسان کیا ہے؟ فرمایا: تیرا اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا: حضور اکرم ﷺ قیامت کب ہے؟ فرمایا اس کا علم نہ مجھے نہ تجھے' ہاں میں اس کی نشانیاں بتلاتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے میاں کو جنے اور جب ننگے پیروں اور ننگے بدنوں والے لوگوں کے سردار بن جائیں۔ علم قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ وہ شخص واپس چلا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اسے لوٹا لاؤ۔ لوگ دوڑ پڑے' لیکن وہ کہیں بھی نظر نہ آیا۔ آپ نے فرمایا یہ جبریل علیہ السلام تھے لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے۔'' ❻ (بخاری)

ہم نے اس حدیث کا مطلب شرح بخاری میں خوب بیان کر دیا ہے۔ مسند میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی ہتھیلیاں حضور اکرم ﷺ کے گھٹنوں پر رکھ کر یہ سوالات کئے تھے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' یہ کہ تو اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے اور اللہ تعالیٰ کے واحد ولاشریک ہونے کی گواہی دے اور محمد کے عبدورسول ہونے کی۔ جب تو یہ کر لے تو تو مسلمان ہو

---

❶ ٦/ الانعام:٥٩۔ ❷ ٣١/ لقمان:٣٤۔

❸ احمد، ٥/ ٣٥٣ وسنده حسن، البزار ٢٢٤٩؛ مجمع الزوائد، ٧/ ٨٩۔

❹ صحيح بخاری، كتاب الاستسقاء، باب لا يدری متی يجیء المطر الا الله تعالى ١٠٣٩۔

❺ احمد، ٢/ ٨٥، ٨٦ ح ٥٥٧٩ وسنده صحيح؛ البخاری، ٤٧٧٢ بغير هذا اللفظ مختصراً جداً۔

❻ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة لقمان باب قوله ﴿ان الله عنده علم الساعة﴾ ٤٧٧٧؛ صحيح مسلم ٩، ١٠۔

گیا۔ پوچھا اچھا ایمان کس کا نام ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ پر' آخرت کے دن پر' فرشتوں پر' کتاب پر' نبیوں پر عقیدہ رکھنا' موت اور موت کے بعد کی زندگی کو ماننا' جنت دوزخ' حساب میزان اور تقدیر کی بھلائی برائی پر ایمان رکھنا۔'' پوچھا جب میں ایسا کرلوں تو کیا میں مؤمن ہو جاؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' پھر احسان کا پوچھا اور جواب پایا جو اوپر مذکور ہوا پھر قیامت کا پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''سبحان اللہ! یہ ان پانچ چیزوں میں ہے جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ پھر نشانیوں میں یہ بھی ذکر ہے کہ لوگ لمبی چوڑی عمارتیں بنانے لگیں گے۔'' ❶ ایک صحیح سند کے ساتھ مسند احمد میں مروی ہے کہ بنو عامر قبیلے کا ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہنے لگا: میں آؤں؟ آپ نے اپنے خادم کو بھیجا کہ جا کر انہیں ادب سکھاؤ۔ یہ اجازت مانگنا نہیں جانتے۔ ان سے کہو کہ پہلے سلام کرو پھر دریافت کرو کہ میں آ سکتا ہوں؟ انہوں نے سن لیا اور اسی طرح سلام کیا اور اجازت چاہی۔ یہ گئے اور جا کر کہا کہ آپ ہمارے لئے کیا لے کر آئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''بھلائی ہی بھلائی۔ سنو تم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو لات وعزیٰ کو چھوڑ دو۔ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینے کے روزے رکھو۔ اپنے مال داروں سے زکوٰۃ وصول کر کے اپنے فقیروں پر تقسیم کرو۔ انہوں نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا علم میں سے کچھ ایسا بھی باقی ہے جسے آپ نہ جانتے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایسا علم بھی ہے جسے بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھی۔'' ❷ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ گاؤں کے رہنے والے ایک شخص نے آ کر حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ میری عورت حمل سے ہے بتلایئے کیا بچہ ہوگا؟ ہمارے شہر میں قحط ہے فرمایئے بارش کب ہوگی؟ یہ تو میں جانتا ہوں کہ میں کب پیدا ہوا اب یہ آپ معلوم کرا دیجئے کہ کب مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ مجھے ان چیزوں کا مطلق علم نہیں۔'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہی غیب کی کنجیاں ہیں جن کی نسبت فرمان باری تعالیٰ ہے کہ غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''جو تم سے کہے کہ رسول اللہ ﷺ کل کی بات جانتے تھے تو سمجھ لینا کہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا؟ ❸ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''کہ بہت سی چیزیں ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں کرایا' نہ نبی اکرم ﷺ کو نہ فرشتہ کو۔ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے کوئی نہیں جانتا کہ کس سال کس مہینے کس دن یا کس رات میں وہ آئے گی۔ اسی طرح بارش کا علم بھی اس کے سوا کسی کو نہیں کہ کب آئے؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ حاملہ کے پیٹ کا بچہ نر ہوگا یا مادہ' سرخ ہوگا یا سیاہ؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ نیکی کرے گا یا بدی؟ مرے گا یا جیئے گا بہت ممکن ہے کل موت یا آفت آ جائے۔ نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ کس زمین میں وہ دبایا جائے گا یا سمندر میں بہایا جائے گا' یا جنگل میں مرے گا یا نرم یا سخت زمین میں جائے گا۔'' حدیث مبارکہ میں ہے ''جب کسی کی موت دوسری زمین میں ہوتی ہے تو اس کا وہیں کا کوئی کام نکل آتا ہے اور وہیں موت آ جاتی ہے۔'' ❹ اور روایت میں ہے کہ یہ فرما کر رسول کریم ﷺ نے یہی آیت پڑھی۔ اعشیٰ ہمدانی کے شعر ہیں جن میں اس مضمون کو نہایت خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے ''کہ قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ یہ ہیں تیری امانتیں جو تو نے مجھے سونپ رکھی تھیں۔'' ❺ طبرانی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔

---

❶ احمد، ۱/ ۳۱۹، سنده حسن۔

❷ احمد، ۵/ ۳٦۸، ۳٦۹، وسنده صحيح۔

❸ الطبري، ۲۰/ ۱٦۰۔ ❹ ترمذي، كتاب القدر، باب ما جاء ان النفس تموت حيث ما كتب لها ۲۱٤٦، ۲۱٤۷ وسنده صحيح، احمد، ۵/ ۲۲۷؛ حاكم، ۱/ ٤۲۔

❺ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له ٤۲٦۳ وهو صحيح، شعب الايمان ۹۸۸۹۔

تفسیر سورۂ السجدہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مہربان لطف و کرم والے کے نام سے شروع۔

الٓمّٓ ۔[۱] بلاشبہ اس کتاب کا اتارنا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔[۲] کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے۔ نہیں نہیں! بلکہ یہ تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے حق ہے تاکہ تو انہیں ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا' ہو سکتا ہے کہ وہ راہ راست پر آ جائیں۔[۳] اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں' کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ؟[۴] وہ آسمان سے زمین کی طرف کاموں کی تدبیر اتارتا ہے پھر ایک ہی دن میں اس کی طرف چڑھ جاتا ہے جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔[۵] یہی ہے چھپے کھلے کا جاننے والا' زبردست غالب' بہت ہی مہربان۔[۶]

سورت سجدہ کی فضیلت: حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجمعہ میں حدیث وارد کی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں ﴿الٓمّٓ السَّجْدَةَ﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ الخ۔ پڑھا کرتے تھے۔" ❶ مسند احمد میں ہے کہ "حضور اکرم ﷺ ہمیشہ سونے سے پہلے سورۂ ﴿الٓمّٓ سجدہ﴾ اور سورۂ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ پڑھ لیا کرتے تھے۔" ❷

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے: [آیت: ۱۔۶] سورتوں کے شروع میں جو مقطعات حروف ہیں انکی پوری بحث ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ کتاب قرآن حکیم بے شک وشبہ اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے مشرکین کا یہ قول غلط ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خود اسے گھڑ لیا ہے۔ نہیں یہ تو یقیناً =

❶ صحیح بخاری کتاب الجمعة باب ما یقراء فی صلاة الفجر یوم الجمعة ۸۹۱؛ صحیح مسلم ۸۸۰۔

❷ احمد، ۳/ ۳۴۰، ترمذی کتاب فضائل القرآن باب ما جاء فی فضل سورة الملك ۲۸۹۲ و سنده ضعیف یہ روایت ابوالزبیر مدلس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دارمی، ۲/ ۴۵۵؛ حاکم، ۲/ ۴۱۲۔

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝

ترجمہ: جس نے نہایت خوب بنائی جو چیز بھی بنائی اور انسان کی بناوٹ مٹی سے شروع کی۔[۷] پھر اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے خلاصے سے پیدا کی۔[۸] جسے ٹھیک ٹھاک کر کے اس میں اپنی روح پھونکی اسی نے تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی تھوڑا احسان مانتے ہو۔[۹] کہنے لگے کیا جب ہم زمین میں کھو جائیں گے کیا پھر نئی پیدائش میں آ جائیں گے؟ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے پروردگار کی ملاقات کا یقین ہی نہیں۔[۱۰] کہہ دے کہ تمہیں موت کا وہ فرشتہ فوت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔[۱۱]

= اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس لئے اترا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس قوم کو ڈراوے کے ساتھ آگاہ کر دیں جن کے پاس آپ ﷺ سے پہلے کوئی اور پیغمبر نہیں آیا تاکہ وہ حق کی اتباع کر کے نجات حاصل کر لیں۔

زمین و آسمان کی تخلیق کا تذکرہ: تمام چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے چھ دن میں زمین و آسمان بنائے۔ پھر عرش پر قرار پکڑا۔ اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ مالک خالق وہی ہے ہر چیز کی نکیل اسی کے ہاتھ ہے۔ تدبیریں سب کاموں کی وہی کرتا ہے ہر چیز پر غلبہ اسی کا ہے۔ اس کے سوا مخلوق کا نہ کوئی والی نہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارشی۔ اے وہ لوگو! جو اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو دوسروں پر بھروسہ کرتے ہو کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ اتنی بڑی قدرتوں والا کیوں کسی کو اپنا شریک کار بنانے لگا؟ وہ برابری سے، وہ وزیر و مشیر سے، وہ شریک و سہیم سے پاک، منزہ اور مبرا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے علاوہ کوئی پالنہار ہے۔

نسائی میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میرا ہاتھ تھام کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزیں پیدا کر کے ساتویں دن عرش پر قیام کیا۔ مٹی ہفتے کے دن بنی پہاڑ اتوار کے دن درخت پیر کے دن برائیاں منگل کے دن نور بدھ کے دن جانور جمعرات کے دن آدم علیہ السلام جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں اسے تمام روئے زمین کی مٹی سے پیدا کیا جس میں سرخ سیاہ اچھی بری ہر طرح کی تھی اسی باعث اولاد آدم بھلی بری ہوئی۔" ❶ امام بخاری رحمہ اللہ اسے معلل بتاتے ہیں۔

فرماتے ہیں اور سند سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے کعب احبار سے بیان کیا ہے اور حضرات محدثین رحمہم اللہ علیہم نے بھی اسے معلول بتایا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

❶ صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب ابتداء الخلق وخلق آدم علیہ السلام ٢٧٨٩؛ السنن الكبرى ١١٠١٠؛ ابن حبان ٦١٦١؛ احمد، ٢/ ٣٢٧۔

اس کا حکم ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اترتا ہے اور ساتوں زمینوں کے نیچے تک پہنچتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ﴾ ❶ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور انہی کے مثل زمینیں اس کا حکم ان سب کے درمیان اترتا ہے۔ اعمال اپنے دیوان کی طرف اٹھائے اور چڑھائے جاتے ہیں جو آسمان دنیا کے اوپر ہے۔ زمین سے آسمان اوّل پانچ سو سال کے فاصلہ پر ہے اور اتنا ہی اس کا دَل (گھیراؤ) ہے۔ اتنا اترنا چڑھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے فرشتہ ایک آنکھ جھپکنے میں کر لیتا ہے۔ اسی لئے فرمایا ایک دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے۔ ان امور کا مدبر اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اعمال سے باخبر ہے۔ سب چھوٹے بڑے عمل اس کی طرف چڑھتے ہیں۔ وہ غالب ہے جس نے ہر چیز کو اپنا ماتحت کر رکھا ہے کل بندے اور کل گردنیں اس کے سامنے جھکی ہوئی ہیں، وہ اپنے مؤمن بندوں پر بہت ہی مہربان ہے عزیز ہے اپنی رحمت میں اور رحیم ہے اپنی عزت میں۔

اس کی ہر تخلیق شاہکار ہے: [آیت: ۷۔۱۱] فرماتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر چیز قرینے سے، بہترین طور سے، بہترین ترکیب پر، خوبصورت بنائی ہے۔ ہر چیز کی پیدائش کتنی عمدہ کیسی مستحکم اور مضبوط ہے۔ آسمان و زمین کی پیدائش کے ساتھ ہی خود انسان کی پیدائش پر غور کرو۔ اس کا شروع دیکھو کہ مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔ پھر ان کی نسل نطفے سے جاری رکھی جو مرد کی پیٹھ اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے۔ پھر اسے یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرنے کے بعد ٹھیک ٹھاک اور درست کیا اور اس میں اپنے پاس کی روح پھونکی۔ تمہیں کان آنکھ سمجھ عطا فرمائی۔ افسوس کہ پھر بھی تم شکر گزاری میں کثرت نہیں کرتے۔ نیک انجام اور خوش خرم وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں کو اسی کی راہ میں خرچ کرتا ہے جَلَّ شَانُهٗ وَعَزَّ اسْمُهٗ.

موت کے فرشتے سے ملاقات: کفار کا عقیدہ بیان ہو رہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد جینے کے قائل نہیں اور اسے وہ محال جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہمارے ریزے ریزے جدا ہو جائیں گے اور مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے پھر بھی ہم نئے سرے سے بنائے جا سکتے ہیں؟ افسوس یہ لوگ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کو بھی قیاس کرتے ہیں اور اپنی محدود قدرت پر اللہ تعالیٰ کی نامعلوم قدرت کا اندازہ کرتے ہیں۔ مانتے ہیں، جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اوّل بار پیدا کیا ہے۔ تعجب ہے کہ پھر دوبارہ پیدا کرنے پر اسے قادر کیوں نہیں مانتے؟ حالانکہ اس کا تو صرف فرمان چلتا ہے۔ جہاں کہا: یوں ہو جاؤ، ہیں وہ ہو گیا۔ اسی لئے فرمادیا کہ انہیں اپنے پروردگار کی ملاقات سے انکار ہے۔ اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ ملک الموت جو تمہاری روح کے قبض کرنے پر مقرر ہیں تمہیں فوت کر دیں گے۔ اس آیت سے بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت ایک فرشتہ کا لقب ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس کا بیان سورۂ ابراہیم میں گزر چکا ہے اس سے بھی پہلی بات یہی سمجھ میں آتی ہے اور بعض آثار میں ان کا نام عزرائیل بھی ہے اور یہی مشہور ہے۔ ❷ ہاں ان کے ساتھ اور ان کے ساتھ کام کرنے والے اور فرشتے بھی ہیں جو جسم سے روح کو نکالتے ہیں اور نرخرے تک پہنچ جانے کے بعد ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔ ان کے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور ایسی ہے جیسے ہمارے سامنے کوئی طشتری رکھی ہوئی ہو کہ جو چاہا اٹھا لیا۔ ❸ ایک مرسل حدیث ❹ بھی اس مضمون کی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مقولہ بھی ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک انصاری کے سرہانے ملک الموت کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ملک الموت میرے صحابی =

---

❶ ٦٥/ الطلاق:١٢۔ ❷ الطبری، ٢٠/ ١٧٥۔ ❸ ایضًا۔ ❹ الدر المنثور، ٥/ ٣٣٢۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: کاش کہ تو دیکھتا جب کہ یہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے کہیں گے کہ اے اللہ! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب تو ہمیں واپس لوٹا دے۔ تو نیک اعمال کریں گے ہم یقین کرنے والے ہیں۔[۱۲] اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرما دیتے' لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے پر کر دوں گا۔[۱۳] اب تم اپنے اس دن کی ملاقات کے فراموش کر دینے کا مزہ چکھو۔ ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا اپنے کئے ہوئے اعمال کی شامت سے ابدی عذاب کا لطف اٹھاؤ۔[۱۴]

= کے ساتھ آسانی کیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اے نبی اللہ! تسکین خاطر رکھئے اور دل خوش کیجئے واللہ میں خود با ایمان کے ساتھ نہایت ہی نرمی کرنے والا ہوں۔ سنو یا رسول اللہ! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی تمام دنیا کے ہر کچے پکے گھر میں خواہ وہ خشکی میں ہو یا تری میں ہر دن میں میرے پانچ پھیرے ہوتے ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو میں اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں جتنا وہ خود اپنے آپ کو جانتے ہوں۔ یا رسول اللہ! یقین مانئے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تو ایک مچھر کی جان قبض کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو جائے۔'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''ملک الموت علیہ السلام کا دن میں پانچ وقت ایک ایک شخص کی ڈھونڈ بھال کرنا یہی ہے کہ آپ علیہ السلام پانچوں نمازوں کے وقت دیکھ لیا کرتے ہیں اگر وہ نمازوں کی حفاظت کرنے والا ہے تو فرشتے اس کے قریب رہتے ہیں اور شیطان اس سے دور رہتا ہے اور اس کے آخری وقت فرشتہ اسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرتا ہے۔ ❶
مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ہر دن ہر گھر پر ملک الموت دو دفعہ آتے ہیں۔'' کعب احبار اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں'' کہ ہر دروازے پر ٹھہر کر دن بھر میں سات مرتبہ نظر مارتے ہیں کہ اس میں کوئی وہ تو نہیں جس کی روح نکالنے کا حکم ہو چکا ہو۔'' پھر قیامت کے دن سب کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ قبروں سے نکل کر میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی اپنی کرنی کا پھل پائیں گے۔

روز قیامت گنہگاروں کی حالت زار: [آیت: ۱۲-۱۴] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ گنہگار اپنا دوبارہ جینا خود اپنی آنکھوں دیکھ لیں گے اور نہایت ذلت وحقارت کے ساتھ نادم ہو کر گردنیں جھکائے سر ڈالے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے' اس وقت کہیں گے اے اللہ! ہماری آنکھیں روشن ہو گئیں' کان کھل گئے۔ اب ہم تیرے احکام کی بجا آوری کے لئے ہر طرح تیار ہیں۔ اس دن خوب سوچ سمجھ والے دانا بینا ہو جائیں گے۔ سب اندھا پن اور بہرا پن جاتا رہے گا خود اپنے آپ کو ملامت کرنے لگیں گے اور جہنم میں جاتے ہوئے کہیں گے کہ اگر کانوں اور آنکھوں سے دنیا میں کام لیتے تو آج جہنمی نہ بنتے۔ اب اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ ہمیں پھر سے دنیا میں بھیج دے تو ہم نیک اعمال کر آئیں۔ ہمیں اب یقین آ گیا کہ تیری ملاقات سچ ہے تیرا کلام حق ہے۔ لیکن =

❶ یہ معضل منقطع روایت ہے اور اس کی سند میں عمرو بن شمر کذاب راوی ہے۔ (المیزان، ۳/ ۲۶۸، رقم: ٦٣٨٤) لہٰذا یہ روایت موضوع ہے۔

ترجمہ: ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں جنہیں جب کبھی ان سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبر سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔[۱۵] ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں۔ اپنے رب تعالیٰ کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے رہتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔[۱۶] کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے' جو کچھ وہ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔[۱۷]

= اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ اگر دوبارہ بھی بھیجے جائیں تو یہی حرکت کریں گے پھر سے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلائیں گے دوبارہ نبیوں کو ستائیں گے۔ جیسے کہ خود قرآن کریم کی آیت ﴿وَلَوْ تَرٰىٓ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ﴾ ❶ میں ہے۔ اسی لئے یہاں فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے' جیسے فرمان ہے اگر تیرا رب تعالیٰ چاہتا تو زمین کا ایک ایک رہنے والا مومن بن جاتا' لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ انسان اور جنات سے جہنم پر ہونی ہے۔ یہ اٹل امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اور اس کے پورے پورے کلمات سے ہم اس کے تمام عذابوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ جہنم والوں سے بطور سرزنش کے کہا جائے گا کہ اس دن کی ملاقات کی فراموشی کا مزہ چکھو اور اس کے جھٹلانے کا خمیازہ بھگتو۔ اسے محال سمجھ کر تم نے وہ معاملہ کیا کہ جو ایک بھولنے والا کیا کرتا ہے۔ اب ہم بھی تمہارے ساتھ یہی سلوک کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقی نسیان اور بھول سے پاک ہے۔ یہ تو صرف بدلے کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اور روایت میں ہے ﴿اَلْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ ❷ الخ۔ "آج ہم تمہیں بھول جاتے ہیں جیسے تم اس دن کی ملاقات کو بھولے بیٹھے تھے۔ اپنے کفر و تکذیب کی وجہ سے اب دائمی عذاب کا مزہ اٹھاؤ۔" اور آیت میں ہے ﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝﴾ ❸ الخ۔ وہاں ٹھنڈک اور پانی نہ رہے گا سوائے گرم پانی اور لہو پیپ کے اور کچھ نہ ہوگا......۔

رضائے الٰہی کی تلاش کا حکم: [آیت: ۱۵۔۱۷] سچے ایمانداروں کی نشانی یہ ہے کہ وہ دل کے کانوں سے ہماری آیتوں کو سنتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ زبانی حق مانتے ہیں اور دل سے بھی برحق جانتے ہیں۔ سجدہ کرتے ہیں اور اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح اور حمد بیان کرتے ہیں' اور اتباع حق سے جی نہیں چراتے۔ نہ اکڑتے اینٹھتے ہیں۔ یہ بدعادت کافروں کی ہے۔ جیسے فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝﴾ ❹ یعنی "میری عبادت سے تکبر کرنے والے ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ ان سچے ایمانداروں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ راتوں کو نیند چھوڑ کر اپنے بستروں سے الگ ہو کر نمازیں ادا کرتے ہیں' تہجد پڑھتے ہیں۔ ❺ مغرب و عشاء کے درمیان کی نماز بھی بعضوں نے مراد لی ہے۔ کوئی کہتا ہے مراد اس سے عشاء کی نماز کا انتظار

❶ ٦/ الانعام:٢٧۔ ❷ ٤٥/ الجاثیة:٣٤۔ ❸ ٧٨/ النبا:٢٤۔ ❹ ٤٠/ المؤمن:٦٠۔ ❺ الطبری، ٢٠/ ١٨٠۔

ہے۔ ❶ اور قول ہے کہ عشاء کی اور صبح کی نماز با جماعت اس سے مراد ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں اس کے عذابوں سے نجات پانے کے لئے اور اس کی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے۔ ساتھ ہی صدقہ خیرات بھی کرتے رہتے ہیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق راہ رب میں دیتے رہتے ہیں۔ وہ نیکیاں بھی کرتے ہیں جن کا تعلق انہیں کی ذات سے ہے اور وہ نیکیاں بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جن کا تعلق دوسروں سے ہے۔ ان بہترین نیکیوں میں سب سے بڑھے ہوئے وہ ہیں جو درجات میں بھی سب سے آگے ہیں۔ یعنی سید اولاد آدم فخر دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، جیسے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے شعروں میں ہے ؎

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ　　اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الصُّبْحِ سَاطِعُ

يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ　　اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

یعنی ”ہم میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں جو صبح ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ راتوں کو جبکہ مشرکین گہری نیند میں سوتے ہیں حضور اکرم ﷺ کی کروٹ آپ کے بستر سے الگ ہوتی ہے۔“ ❷ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ دو شخصوں سے بہت ہی خوش ہوتا ہے ایک تو وہ جو رات کو میٹھی نیند سویا ہوا ہے لیکن دفعتہً اپنے رب تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی سزائیں یاد کر کے اٹھ بیٹھتا ہے اپنے نرم و گرم بستر کو چھوڑ کر میرے سامنے کھڑا ہو کر نماز شروع کر دیتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو ایک غزوے میں ہے کافروں سے لڑتے لڑتے مسلمانوں کا پانسہ کمزور پڑ جاتا ہے لیکن یہ شخص یہ سمجھ کر کہ بھاگنے میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور آگے بڑھنے میں رب تعالیٰ کی رضامندی ہے، میدان کی طرف لوٹتا ہے اور کافروں سے جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا سر اس کے نام پر قربان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فخر سے اپنے فرشتوں کو اسے دکھاتا ہے اور ان کے سامنے اس کے عمل کی تعریف کرتا ہے۔“ ❸ مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا، صبح کے وقت میں آپ ﷺ کے قریب ہی چل رہا تھا۔ میں نے پوچھا: اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے جو مجھے جنت میں پہنچا دے اور جہنم سے الگ کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے سوال تو بڑے کام کا کیا لیکن اللہ تعالیٰ جس پر آسان کر دے اس پر بہت سہل ہے۔ سن! تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہ، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، نمازوں کی پابندی کر، رمضان کے روزے رکھ، بیت اللہ کا حج کر، زکوٰۃ ادا کرتا رہ، آ اب میں تجھے بھلائیوں کے دروازے بتلاؤں۔ روزہ ڈھال ہے صدقہ گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے اور انسان کی آدھی رات کی نماز۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿تَتَجَافٰى﴾ کی ﴿يَعْمَلُوْنَ﴾ تک تلاوت فرمائی، پھر فرمایا اب میں تجھے اس امر کے سر، اس کے ستون اور اس کی کوہان کی بلندی بتلاؤں۔ اس تمام کام کا سر تو اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے، اس کے کوہان کی بلندی اللہ تعالیٰ کی راہ کا جہاد ہے۔ پھر فرمایا اب میں تجھے ان تمام کاموں کے سردار کی خبر دوں؟ پھر اپنی زبان پکڑ کر فرمایا اسے روک رکھ۔ میں نے کہا: کیا ہم اپنی بات چیت پر بھی پکڑے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! افسوس تجھے یہ معلوم ہی نہیں کہ انسان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالنے والی چیز تو اس کی زبان کے کنارے ہی ہیں۔“ ❹ یہی حدیث کئی سندوں سے مروی

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة السجدة ۳۱۹۶ وسنده حسن یہ روایت موقوف ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب هجاء المشرکین ۶۱۵۱۔

❸ احمد، ۱/ ۴۱۶؛ ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الرجل یشری نفسه ۲۵۳۶ وسنده حسن، ابن حبان ۲۵۵۷؛ حاکم، ۲/ ۱۱۲۔ ❹ احمد، ۵/ ۲۳۱؛ ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی حرمة الصلاة ۲۶۱۶ وهو حسن، ابن ماجه ۳۹۷۳؛ السنن الکبریٰ ۱۱۳۹۲۔

ہے۔ ایک میں یہ بھی ہے کہ اس آیت ﴿ تَتَجَافٰى ﴾ کو پڑھ کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اس سے مراد بندے کا رات کی نماز پڑھنا ہے۔'' اور روایت میں حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے کہ انسان کا آدھی رات کو قیام کرنا۔ پھر حضور اکرم ﷺ کا اسی آیت کو تلاوت فرمانا مروی ہے۔ ایک حدیث میں ہے ''کہ قیامت کے دن جبکہ اوّل و آخر سب لوگ میدان محشر میں جمع ہوں گے تو ایک منادی فرشتہ بآواز بلند ندا کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی' وہ کہے گا کہ آج سب کو معلوم ہو جائے گا کہ سب سے زیادہ ذی عزت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون ہے؟ پھر لوٹ کر آواز لگائے گا کہ تہجد گزار لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور اس آیت کی تلاوت فرمائے گا تو یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور گنتی میں بہت کم ہوں گے۔'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''کہ جب آیت اتری ہم لوگ مجلس میں بیٹھے تھے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو مغرب کے بعد سے لے کر عشاء تک نماز میں مشغول رہتے تھے' پس یہ آیت نازل ہوئی۔'' اس حدیث کی یہی ایک سند ہے۔ پھر فرماتا ہے ان کے لئے جنت میں کیا کیا نعمتیں اور لذتیں پوشیدہ بنا رکھی ہیں اس کا کسی کو علم نہیں۔ چونکہ یہ لوگ بھی پوشیدہ طور پر عبادت کرتے تھے اسی طرح ہم نے بھی پوشیدہ طور پر ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے دل کا سکھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی دل پر خیال گزرا۔ بخاری کی حدیث قدسی میں ہے ''کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ رحمتیں اور نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ کے دیکھنے میں آئیں نہ کسی کان کے سننے میں نہ کسی کے دل کے سوچنے میں۔ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی حدیث نے کہا قرآن کی اس آیت کو پڑھ لو ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ ﴾'' الخ۔ اس روایت میں ﴿ قُرَّةِ ﴾ کے بجائے ﴿ قُرَّاتِ ﴾ پڑھنا بھی مروی ہے۔ ❶ اور روایت میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے ''کہ جنت کی نعمتیں جسے ملیں وہ کبھی بھی بے نعمت نہیں ہونے کا۔'' ان کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے' ان کی جوانی ڈھلے گی نہیں' ان کے لئے جنت میں وہ ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل پر ان کا وہم و گمان ہوا۔ ❷ (مسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جنت کا وصف بیان کرتے ہوئے آخر میں یہی فرمایا ''اور پھر یہ آیت ﴿ تَتَجَافٰى ﴾ سے ﴿ يَعْمَلُوْنَ ﴾ تک تلاوت فرمائی۔'' ❸ حدیث قدسی میں ہے میں نے اپنے بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ آنکھوں نے دیکھی ہیں نہ کانوں نے سنی ہیں بلکہ اندازے میں بھی نہیں آسکتیں۔ صحیح مسلم میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عزوجل سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ ادنیٰ جنتی کا درجہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ ادنیٰ جنتی وہ شخص ہے جو کل جنتیوں کے جنت میں چلے جانے کے بعد آئے گا' اس سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ' وہ کہے گا: اے اللہ! کہاں جاؤں؟ ہر ایک نے اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنی چیزیں سنبھال لی ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو اس پر خوش ہے کہ تیرے لئے اتنا ہو جتنا دنیا کے کسی بہت بڑے بادشاہ کے پاس تھا؟ وہ کہے گا پروردگار میں اس پر خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے لئے اتنا ہے اور اتنا ہی اور' اور اتنا ہی اور' اور اتنا ہی اور' اور اتنا ہی اور' پانچ گنا۔ یہ کہے گا بس بس اے رب تعالیٰ میں راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سب ہم نے تجھے دیا اور اس کا دس گنا اور بھی دیا اور اور بھی جس چیز کو تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ یہ کہے گا میرے پروردگار! میری تو باچھیں کھل گئیں' جی خوش ہو گیا۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''پھر اے اللہ! اعلیٰ درجہ کے جنتی کی کیا کیفیت ہے؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کی خاطر و مدارت کی کرامت میں نے اپنے ہاتھ سے بوئی اور اس پر اپنی مہر لگا دی=

❶ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة سجدة ٤٧٧٩؛ باب قوله ﴿فلا تعلم نفس ما أخفی......﴾؛ صحيح مسلم ٢٨٢٤۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب فی دوام نعيم اهل الجنة واهلها...... ٢٨٣٦؛ احمد، ٢/ ٤١٦۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب صفة الجنة ٢٨٢٥۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿١٨﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ ع ١٥

ترجمہ: کیا وہ جو مومن ہو مثل اس کے ہے جو فاسق ہو؟ برابر نہیں ہو سکتے۔ [١٨] جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال بھی کیے ان کے لئے ہمیشگی والی جنتیں ہیں، مہمانداری ہے ان کے اعمال کے بدلے جو وہ کرتے تھے۔ [١٩] لیکن جن لوگوں نے حکم عدولی کی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب کبھی اس سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ اپنے جھٹلانے کے بدلے آگ کا عذاب چکھو۔ [٢٠] بالیقین ہم انہیں قریب کے چھوٹے سے بعض عذاب اس بڑے عذاب سے پہلے اس کے سوا بھی چکھائیں گے تاکہ وہ لوٹ آئیں۔ [٢١] اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے وعظ کیا گیا پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیر لیا۔ یقین مانو کہ ہم بھی گنہگاروں سے انتقام لینے والے ہیں۔ [٢٢]

= پھر نہ تو وہ کسی کے دیکھنے میں آئی نہ کسی کے سننے میں، نہ کسی کے خیال میں۔'' اس کا مصداق اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیت ﴿فَلَا تَعْلَمُ﴾ الخ ہے۔ (١) حضرت عامر بن عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک جنتی اپنی حور کے ساتھ محبت پیار میں ستر سال تک مشغول رہے گا کسی دوسری چیز کی طرف اس کا التفات ہی نہ ہوگا، پھر جو دوسری طرف التفات ہوگا تو دیکھے گا کہ پہلی سے بہت زیادہ خوبصورت اور نورانی شکل کی ایک اور حور ہے وہ اسے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر خوش ہو کر کہے گی کہ اب میری مراد بھی پوری ہوگی۔ یہ کہے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جواب دے گی میں مزید میں سے ہوں۔ اب یہ سراپا اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا پھر ستر سال تک دوسری طرف دیکھے گا بھی نہیں۔ اتنی مدت کے بعد پھر جو اس کا التفات اور جانب ہوگا تو دیکھے گا کہ اس سے بھی اچھی ایک اور حور ہے۔ وہ کہے گی اب وقت آ گیا کہ آپ میں میرا حصہ بھی ہو۔ یہ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ جواب دے گی میں ان میں سے ہوں جن کی نسبت جناب باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کوئی نہیں جانتا کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی کیا کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔''

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''فرشتے جنتیوں کے پاس دنیا کے دن کے اندازے سے ہر دن میں تین تین بار جنت عدن کے ربانی تحفے لے کر جائیں گے جو ان کی جنت میں نہیں'' اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ وہ فرشتے ان سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہے۔ حضرت ابوالیمان ہوزنی یا کسی اور سے مروی ہے ''کہ جنت کے سو درجے ہیں پہلا درجہ چاندی کا ہے اس کی زمین بھی چاندی کی، اس کے محلات بھی چاندی کے اس کی مٹی مشک ہے، دوسرا درجہ سونے کا ہے زمین بھی سونے کی مکانات بھی سونے کے

(١) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها ١٨٩؛ ترمذی ٣١٩٨؛ ابن حبان ٦٢١٦۔

برتن بھی سونے کے مٹی مشک ہے تیسری موتی کی زمین بھی موتی کی گھر بھی موتی کے برتن بھی موتی کے اور مٹی مشک کی۔ اور باقی ستانوے تو وہ ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے نہ کسی انسان کے دل میں گزریں۔ پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔'' ابن جریر میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ حضرت روح الامین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انسان کی نیکیاں بدیاں لائی جائیں گی بعض بعض سے کم کی جائیں گی پھر اگر ایک نیکی بھی باقی بچ گئی تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دے گا اور جنت میں کشادگی عطا فرمائے گا۔'' ❶

راوی نے یزداد سے پوچھا کہ نیکیاں کہاں چلی گئیں؟ تو انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی کہ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ❷

یعنی ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم نے قبول فرمالئے اور ان کی برائیوں سے ہم نے درگزر فرمایا۔'' راوی نے کہا پھر اس آیت کے کیا معنی ہیں؟ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ﴾ ❸ فرمایا بندہ جب کوئی نیکی لوگوں سے چھپا کر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس کے آرام کی چیزیں جو اس کے لئے پوشیدہ رکھ چھوڑی تھیں عطا فرمائے گا۔

مؤمن اور فاسق برابر نہیں: آیت: [١٨-٢٢] اللہ تعالیٰ کے عدل وکرم کا بیان ان آیتوں میں ہے کہ اس کے نزدیک نیک کار اور بدکار برابر نہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ❹ الخ۔ یعنی ''کیا ان لوگوں نے جو برائیاں کر رہے ہیں یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں مثل ایماندار اور نیک عمل والوں کے کر دیں؟ ان کی موت زیست برابر ہے؟ یہ کیسے برے منصوبے بنا رہے ہیں'' اور آیت میں ہے ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ❺ الخ۔ یعنی ایماندار نیک عمل لوگوں کو کیا ہم زمین کے فسادیوں کے برابر کر دیں؟ پرہیزگاروں کو گنہگاروں کے برابر کر دیں؟ اور آیت میں ہے ﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ ❻ الخ۔ دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے۔

یہاں بھی فرمایا کہ مؤمن اور کافر قیامت کے دن ایک مرتبہ کے نہیں ہوں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ❼ پھر ان دونوں قسموں کا تفصیلی بیان فرمایا کہ جس نے اپنے دل سے کلام اللہ کی تصدیق کی اور اس کے مطابق عمل بھی کیا تو انہیں وہ جنتیں ملیں گی جن میں مکانات ہیں، بلند بالا خانے ہیں اور رہائشی آرام کے تمام سامان ہیں۔ یہ ان کی نیک عملی کے بدلے کی مہمانداری ہوگی اور جن لوگوں نے اطاعت چھوڑ دی ان کی جگہ جہنم میں ہوگی جس میں سے وہ نکل نہ سکیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا﴾ ❽ یعنی ''جب کبھی وہاں کے غم سے چھٹکارا چاہیں گے دوبارہ وہیں جھونک دیئے جائیں گے۔'' حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''واللہ ان کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں گے آگ کے شعلے انہیں اوپر نیچے لے جا رہے ہوں گے فرشتے انہیں سزائیں دے رہے ہوں گے اور جھڑک کر فرماتے ہوں گے کہ اس جہنم کے عذاب کا لطف اٹھاؤ جسے تم جھوٹا جانتے تھے۔'' عذاب ادنیٰ سے مراد دنیوی مصیبتیں، آفتیں دکھ درد اور بیماریاں ہیں یہ اس لئے ہوتی ہیں کہ انسان ہوشیار ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جائے ❾ اور بڑے =

---

❶ الطبری، ٢٠/ ١٨٥ اس روایت کی سند میں غطریف مجہول الحال راوی ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ ❷ ٤٦/ الاحقاف:١٦۔

❸ ٣٢/ السجدة:١٧۔ ❹ ٤٥/ الجاثية:٢١۔ ❺ ٣٨/ ص:٢٨۔ ❻ ٥٩/ الحشر:٢٠۔

❼ الطبری، ٢٠/ ١٨٨۔ ❽ ٢٢/ الحج:٢٢۔ ❾ ایضا، ٢٠/ ١٨٩، ١٩٠۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٣﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۣ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٢٥﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تجھے ہرگز اس کی ملاقات میں شک نہ کرنا چاہئے۔ اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا ذریعہ بنایا۔[۲۳] اور ہم نے ان میں سے چونکہ ان لوگوں نے صبر کیا تھا ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور تھے بھی وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے۔[۲۴] تیرا رب تعالیٰ ان سب کے درمیان ان تمام باتوں کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا جن میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔[۲۵]

= عذابوں سے نجات حاصل کر لے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد گناہوں کی وہ مقرر کردہ سزائیں ہیں جو دنیا میں دی جاتی ہیں جنہیں شرعی اصطلاح میں حدود کہتے ہیں۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ نسائی میں ہے کہ اس سے مراد قحط سالیاں ہیں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''چاند کا شق ہو جانا' دھوئیں کا آنا اور پکڑ اور برباد کن عذاب' ❶ اور بدر کے دن ان کفار کا قید ہونا اور قتل کیا جانا کیونکہ بدر کی اس شکست نے مکہ معظمہ کے گھر گھر کو ماتم کدہ بنا دیا تھا۔'' ان عذابوں کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ پھر فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں سن کر اس کی وضاحت کو پا کر پھر ان سے منہ موڑے بلکہ ان کا انکار کر جائے اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا؟ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض نہ کرو ایسا کرنے والے بے عزت' بے وقعت اور بڑے گنہگار ہیں۔'' یہاں بھی فرمان ہوتا ہے کہ ایسے گنہگاروں سے ہم ضرور انتقام لیں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''کہ تین کام جس نے کئے وہ مجرم ہو گیا جس نے بے وجہ کوئی جھنڈا باندھا، جس نے ماں باپ کی نافرمانی کی، جس نے ظالم کے ظلم میں اس کا ساتھ دیا۔'' یہ مجرم لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم مجرموں سے باز پرس کرینگے اور ان سے پورا بدلہ لیں گے (ابن ابی حاتم) ❷

معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات: [آیت: ۲۳-۲۵] فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات دی تو اس کی ملاقات کے بارے میں شک وشبہ میں نہ رہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یعنی معراج والی رات میں۔'' ❸ حدیث میں ہے ''میں نے معراج والی رات حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ گندم گون رنگ کے، لمبے قد کے، گھونگریالے بالوں والے تھے ایسے جیسے قبیلہ شنوءۃ کے آدمی ہوتے ہیں۔ اسی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا' وہ درمیانہ قد کے سرخ وسفید تھے' سیدھے بال تھے' میں نے اسی رات حضرت مالک علیہ السلام کو دیکھا جو جہنم کے داروغہ ہیں۔ اور دجال کو دیکھا۔'' یہ سب ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں۔ پس تو اس کی ملاقات میں شک وشبہ نہ کر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے ملے جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی۔ ❹ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے بنی اسرائیل کا =

---

❶ احمد، ۵/ ۱۲۸، وسندہ صحیح یہ روایت موقوف صحیح ہے۔ اور اس کی اصل صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب الدخان ۲۷۹۹ میں موجود ہے۔ ❷ سندہ ضعیف اس روایت میں عبدالعزیز بن عبیداللہ الصہبی ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲/ ۶۳۲، رقم: ۵۱۱۶) ❸ الطبری، ۲۰/ ۱۹۳۔ ❹ الطبری، ۲۰/ ۱۹۴۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: کیا اس بات نے بھی انہیں ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا جن کے مکانوں میں یہ چل پھر رہے ہیں، اس میں تو بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔ کیا پھر بھی یہ نہیں سنتے؟[۲۶] کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم پانی کو بنجر، غیر آباد زمین کی طرف بہا کر لے جاتے ہیں پھر اس کی وجہ سے ہم کھیتیاں نکالتے ہیں جسے ان کے چوپائے اور یہ خود کھاتے ہیں۔ کیا پھر بھی یہ نہیں دیکھتے؟[۲۷]

= ہادی بنا دیا ❶ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے اسرائیلیوں کی ہدایت بنائی۔ جیسے سورۂ بنی اسرائیل میں ہے ﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ❷ الخ۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور اسے بنو اسرائیل کے لئے ہادی بنایا کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھو۔ پھر فرماتا ہے کہ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور اس کی نافرمانیوں کے ترک اور اس کی باتوں کی تصدیق اور اس کے رسولوں کی اتباع پر صبر سے جمے رہے ہم نے ان میں سے ہدایت کے پیشوا بنا دیئے جو اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں کو پہنچاتے ہیں، بھلائی کی طرف بلاتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں لیکن جب ان کی حالت بدل گئی، انہوں نے کلام اللہ میں تبدیل تحریف تاویل شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے یہ منصب چھین لیا۔ ان کے دل سخت کر دیئے۔ عمل صالح اور اعتقاد صحیح ان سے دور ہو گیا۔ پہلے تو یہ دنیا سے بچے ہوئے تھے۔'' حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''یہ لوگ ایسے ہی تھے انسان کو لائق ہے کہ اس کا پیشوا ہو جس کی یہ اقتدا کر کے دنیا سے بچا ہوا رہے۔ آپ فرماتے ہیں'' کہ دین کے لئے علم ضروری ہے جیسے جسم کے لئے غذا ضروری ہے۔'' حضرت سفیان رحمہ اللہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے بارے میں سوال ہوا کہ صبر کا درجہ ایمان میں کیسا ہے؟ فرمایا ایسا ہے جیسا سر کا جسم میں۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہیں سنا ہم نے ان کے صبر کی وجہ سے ایسا پیشوا بنا دیا کہ وہ ہمارے حکم کی ہدایت کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے تمام کاموں کے سر کو لے لیا اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں پیشوا بنا دیا۔ چنانچہ فرمان ہے ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت اور نبوت دی اور پاکیزہ روزیاں عنایت فرمائیں اور جہان والوں پر فضیلت دی الخ۔ یہاں بھی آیت کے آخر میں فرمایا کہ جن عقائد و اعمال میں ان کا اختلاف ہے، ان کا فیصلہ قیامت کے دن خود اللہ کر دے گا۔

رسولوں کی مخالفت کا انجام: [آیت: ۲۶-۲۷] کیا یہ اس بات کے ملاحظہ کے بعد بھی راہ راست پر نہیں چلتے؟ کہ ان سے پہلے کے گمراہوں کو ہم نے تہ و بالا کر دیا ہے۔ آج ان کے کھوج مٹ گئے۔ انہوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی باتوں سے بے پرواہی کی۔ اب یہ جھٹلانے والے بھی ان ہی کے مکانوں میں رہتے سہتے ہیں۔ ان کی ویرانی ان کے اگلے مالکوں کی ہلاکت ان کے سامنے ہے لیکن تاہم یہ عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اسی بات کو قرآن حکیم نے کئی جگہ بیان فرمایا ہے کہ یہ غیر آباد کھنڈر، یہ اجڑے ہوئے محلات تو تمہاری آنکھوں کو اور تمہارے کانوں کو کھولنے کے لئے اپنے اندر بہت سی نشانیاں رکھتے ہیں۔ دیکھ لو اللہ تعالیٰ کی باتیں نہ ماننے کا

❶ طبرانی ۱۲۷۵۸ وسندہ ضعیف قتادہ اور سعید بن ابی عروبہ دونوں مدلس ہیں۔ مجمع الزوائد، ۷/ ۹۳۔ ❷ ۱۷/ الاسراء: ۲۔

رسولوں کی حقارت کرنے کا کتنا بدانجام ہوا۔ کیا تمہارے کان ان کی خبروں سے ناآشنا ہیں؟

یہ ندی نالے آبشار اور سمندر قدرت الٰہی کی نشانی: پھر جناب باری تعالیٰ اپنے لطف وکرم کو احسان وانعام کو بیان فرما رہا ہے کہ آسمان سے پانی اتارتا ہے' پہاڑوں سے' اونچی جگہوں سے سمٹ کر نالوں کے' ندیوں کے' دریاؤں کے ذریعہ وہ ادھر ادھر پھیل جاتا ہے۔ بنجر غیر آباد زمین اس سے ہریاول والی ہو جاتی ہے۔ خشکی تری سے موت زیست سے بدل جاتی ہے۔ گو مفسرین کا قول یہ بھی ہے کہ ﴿جُرُزٍ﴾ مصر کی زمین ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہاں مصر میں بھی ایسی زمین ہو تو ہو آیت میں مراد تمام وہ حصے ہیں جو سوکھ گئے ہوں' جو پانی کے محتاج ہوں' سخت ہو گئے ہوں' زمین پیوست کے مارے پھٹنے لگی ہو۔ بے شک مصر کی زمین بھی ایسی ہے دریائے نیل سے وہ سیراب کی جاتی ہے۔ حبش کی بارشوں کا پانی اپنے ساتھ سرخ رنگ کی مٹی کو بھی گھسیٹتا جاتا ہے اور مصر کی زمین جو شور اور ریتلی ہے وہ اس پانی اور اس مٹی سے کھیتی کے قابل بن جاتی ہے اور ہر سال ہر فصل کا غلہ تازہ پانی سے انہیں میسر آتا ہے جو ادھر ادھر کا ہوتا ہے۔ اس حکیم وکریم' منان ورحیم کی یہ سب مہربانیاں ہیں۔ اسی کی ذات قابل تعریف ہے۔

روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے بوونہ کے مہینے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہماری قدیمی عادت ہے کہ اس مہینے میں کسی کو دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارھویں تاریخ کو ہم ایک باکرہ لڑکی کو لیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو اس کے والدین کو دے دلا کر رضامند کر لیتے ہیں اور اسے بہت عمدہ کپڑے اور بہت قیمتی زیور پہنا کر' بنا سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا بہاؤ چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا ہی نہیں۔ سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے' اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ باز رہے' دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا۔ مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک پڑا ہوا ہے۔ لوگ تنگ آ کر ارادے کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں' یہاں کی بود وباش ترک کر دیں۔ اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور دربار خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں۔ اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا اب میں اپنے اس خط میں ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر نیل کے دریا میں ڈال دو۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا'' کہ یہ خط ہے اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف' بعد حمد وصلوۃ کے مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اپنی مرضی سے چل رہا ہے تو خیر نہ چل اور اگر اللہ تعالیٰ واحد وقہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں وہ تجھے رواں کر دے۔'' یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر نے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ ابھی ایک رات بھی گزرنے نہیں پائی تھی جو دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے' گرانی ارزانی سے بدل گئی۔ خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہو گیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا۔ اس کے بعد سے ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اور مصر سے اس ناپاک رسم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوا ❶ (کتاب السنہ للحافظ ابوالقاسم اللالکائی)۔ اسی آیت کے مضمون کی آیت یہ بھی ہے ﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ﴾ ❷ الخ۔ یعنی انسان اپنی غذا کو دیکھے کہ ہم نے بارش اتاری اور زمین پھاڑ کر اناج اور پھل پیدا کیے۔ اسی طرح یہاں بھی فرمایا کیا یہ لوگ اسے نہیں دیکھتے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں'' جرز وہ زمین ہے جس پر بارش ناکافی برستی ==

---

❶ سندہ ضعیف۔

❷ ٨٠/ عبس:٢٤۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: اور کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ۔[٢٨] جواب دے کہ فیصلے والے دن ایمان لانا بے ایمانوں کو کچھ کام نہ آئے گا اور نہ انہیں ڈھیل دی جائے گی۔[٢٩] اب تو ان کا خیال بھی چھوڑ دے اور منتظر رہ یہ بھی منتظر ہیں۔[٣٠]

= ہے پھر نالوں اور نہروں کے پانی سے وہ سیراب ہوتی ہے۔'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہ زمین یمن میں ہے۔'' حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ایسی بستیاں یمن اور شام میں ہیں۔'' ابن زید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول ہے ''یہ وہ زمین ہے جس میں پیداوار نہ ہو اور غبار آلود ہو۔'' اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ﴾ ❶ الخ۔ ان کے لئے مردہ زمین بھی ایک نشانی ہے جسے ہم زندہ کردیتے ہیں۔

کافروں کو حکم کہ قیامت کا انتظار کرو: [آیت:٢٨۔٣٠] کافر اعتراضاً کہا کرتے تھے کہ اے نبی! تم جو ہمیں کہا کرتے ہو اور اپنے ساتھیوں کو بھی مطمئن کردیا ہے کہ تم ہم پر فتح پاؤ گے اور ہم سے بدلے لو گے' وہ وقت کب آئے گا؟ ہم تو مدتوں سے تمہیں مغلوب' زیر اور بے وقعت دیکھ رہے ہیں' چھپ رہے ہو، ڈر رہے ہو' اگر سچے ہو تو اپنے غلبے کا اور اپنی فتح کا وقت تو بتلاؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب عذاب الٰہی آ جائے گا اور جب اس کا غصہ اور غضب اتر پڑتا ہے خواہ دنیا میں ہو خواہ آخرت میں اس وقت کا نہ ایمان نفع دیتا ہے نہ مہلت ملتی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ❷ الخ۔ یعنی جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر دلیلیں لے کر آئے تو یہ اپنے پاس کے علم پر نازاں ہونے لگے' پوری دو آیتوں تک اس سے فتح مکہ مراد نہیں۔ فتح مکہ کے دن تو رسول اللہ ﷺ نے کافروں کا اسلام لانا قبول فرمایا تھا اور تقریباً دو ہزار آدمی اس دن مسلمان ہوئے تھے۔ اگر اس آیت میں فتح مکہ مراد ہوتی تو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام ان کا اسلام قبول نہ فرماتے۔ جیسے اس آیت میں ہے کہ اس دن کافروں کا اسلام لانا، نا مقبول ہوگا۔ بلکہ یہاں مراد فتح سے فیصلہ ہے جیسے قرآن میں ہے ﴿فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا﴾ ❸ ہمارے درمیان تو فتح کر یعنی فیصلہ کر۔ اور جیسے اور مقام پر ہے ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ﴾ ❹ ''یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے آپس کے فیصلے فرمائے گا۔'' اور آیت میں ہے ﴿وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ ❺ یہ فیصلہ چاہتے ہیں ،سرکش ضدی تباہ ہوئے۔ اور جگہ ہے ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ❻ اس سے پہلے وہ کافروں پر فتح چاہتے تھے۔ اور آیت میں فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ﴾ ❼ اگر تم فیصلے کے آرزومند ہو تو لو فتح آ گئی۔ پھر فرماتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے بے پرواہ ہو جایئے جو رب تعالیٰ نے اتارا ہے اسے پہنچاتے رہیے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اپنے رب تعالیٰ کی وحی کی اتباع کر اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں...... پھر فرمایا تم اپنے رب تعالیٰ کے وعدوں کو سچا مان لو اس کی باتیں اٹل ہیں' اس کے فرمان سچے ہیں وہ عنقریب تجھے تیرے مخالفین پر غالب کرے گا وہ وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ یہ بھی منتظر ہیں چاہتے ہیں کہ آپ پر کوئی آفت آئے لیکن ان کی یہ چاہتیں بے سود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے والوں کو بھولتا نہیں نہ انہیں چھوڑتا ہے۔ بھلا

❶ ٣٦/ یٰس:٣٣۔ ❷ ٤٠/ المؤمن:٨٣۔ ❸ ٢٦/ الشعرآء:١١٨۔ ❹ ٣٤/ سبا:٢٦۔
❺ ١٤/ ابراھیم:١٥۔ ❻ ٢/ البقرۃ:٨٩۔ ❼ ٨/ الانفال:١٩۔

جو رب تعالیٰ کے احکام پر جمے رہیں اللہ تعالیٰ کی باتیں دوسروں کو پہنچائیں وہ تائیدایزدی سے کیسے محروم کردیئے جائیں؟ یہ جو کچھ تم پر دیکھنا چاہتے ہیں وہ ان پر اترے گا۔نکبت وادبار میں ہائے وائے واویلا میں گرفتار کیے جائیں گے۔رب تعالیٰ کے عذابوں کا شکار ہوں گے۔کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور لطف ورحم سے سورۂ سجدہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ احزاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَ لَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ۙ﴿۱﴾ وَّ اتَّبِعۡ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا ۙ﴿۲﴾ وَّ تَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا ﴿۳﴾

ترجمہ: بہت ہی رحم وکرم والے سچے معبود کے نام سے شروع

اے نبی (ﷺ)! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور منافقوں کی باتوں میں نہ آ جانا' اللہ تعالیٰ بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔[۱] جو کچھ تیری جانب تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اس کی تابعداری کرتا رہ۔ یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر ایک عمل سے باخبر ہے۔[۲] تو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل رکھ' وہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔[۳]

حضرت زر رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ سورۂ احزاب کی کتنی آیتیں شمار ہوتی ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تہتر۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں میں نے تو دیکھا ہے کہ یہ سورت سورۂ بقرہ کے قریب قریب تھی۔ اسی میں یہ آیت بھی پڑھی جاتی تھی ((اَلشَّیۡخُ وَالشَّیۡخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارۡجُمُوۡہُمَا الۡبَتَّۃَ نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ)) یعنی جب بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت بدکاری کریں تو انہیں ضرور سنگسار کرو' یہ سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور حکمت والا ہے ❶ (مسند احمد)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کی کچھ آیتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہٹالی گئیں۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ۔

اللہ تعالیٰ پر توکل رکھو: [آیت:۱۔۳] تنبیہ کی ایک مؤثر صورت یہ بھی ہے کہ بڑے کو کہا جائے تاکہ چھوٹا چوکنا ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کو کوئی بات تاکید سے کہے تو ظاہر ہے کہ اوروں پر وہ تاکید اور بھی زیادہ ہے۔ تقویٰ اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ثواب کے طلب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت کی جائے اور فرمان باری تعالیٰ کے مطابق اس کے عذابوں سے بچنے کے لئے اس کی نافرمانیاں ترک کی جائیں۔ کافروں اور منافقوں کی باتیں نہ ماننا نہ ان کے مشوروں پر کاربند ہونا نہ ان کی باتیں قبولیت کے ارادے سے سننا۔ علم وحکمت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے چونکہ وہ اپنے وسیع علم سے ہر کام کا نتیجہ جانتا ہے اور اپنی بے پایاں حکمت سے اس کا کوئی فعل غیر حکیمانہ نہیں ہوتا تو تو اسی کی اطاعت کرتا رہ تاکہ بدانجام سے اور بگاڑ سے بچار ہے۔ جو قرآن وسنت تیری طرف وحی ہو رہا ہے اس کی پیروی کر اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی فعل مخفی نہیں۔ اپنے تمام امور واحوال میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی بھروسہ رکھ۔ اس پر بھروسہ کرنے والوں کو وہ کافی ہے کیونکہ تمام کارسازی پر وہ قادر ہے۔ اس کی طرف جھکنے والا کامیاب ہی کامیاب ہے۔

❶ عبداللہ بن احمد فی زوائدہ، ۵/ ۱۳۲ وسندہ حسن، ونسخ الباقی وبقیت ھذہ السورۃ فی عھد رسول اللہ ﷺ، السنن الکبری ۷۱۵۰؛ ابن حبان ۴۴۲۹؛ مسند الطیالسی ۵۴۰۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝۴ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵

ترجمہ: کسی آدمی کے سینے میں اللہ تعالیٰ نے دو دل نہیں رکھے۔ اور اپنی جن بیویوں کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچ مچ کی مائیں نہیں بنایا' اور نہ تمہارے لے پالک لڑکوں کو تمہارے واقعی بیٹے بنائے ہیں۔ یہ تو تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا ہے اور وہ سیدھی راہ سجھاتا ہے۔[۴] لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے۔ پھر اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ تم سے بھول چوک سے جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں' البتہ گناہ وہ ہے جس کو تم قصد اور ارادہ دل سے کرو۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔[۵]

لے پالک حقیقی بیٹا نہیں ہو سکتا: [آیت:۴۔۵] مقصود کو بیان کرنے سے پہلے بطور مقدمے اور ثبوت کے مثلاً ایک وہ بات بیان فرمائی جسے سب محسوس کرتے ہیں اور پھر اس کی طرف سے ذہن ہٹا کر اپنے مقصود کی طرف لے گئے۔ بیان فرمایا کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی انسان کے دل دو نہیں ہوتے اسی طرح تم سمجھ لو کہ اپنی جس بیوی کو تم ماں کہہ دو وہ واقعی ماں نہیں ہو جاتی۔ ٹھیک اسی طرح دوسرے کی اولاد کو اپنا بیٹا بنا لینے سے وہ سچ مچ بیٹا ہی نہیں ہو جاتا۔ اپنی بیوی سے اگر کسی نے بحالت غضب وغصہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو اس کہنے سے وہ سچ مچ ماں نہیں بن جاتی۔ جیسے فرمایا ﴿مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ﴾ ❶ الخ۔ یعنی ایسا کہہ دینے سے وہ مائیں نہیں بن جاتیں۔ مائیں تو وہ ہیں جن کے بطن سے یہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان دونوں باتوں کے بیان کے بعد اصل مقصود کو بیان فرمایا کہ تمہارے لے پالک لڑکے بھی درحقیقت تمہاری اولاد نہیں۔ یہ آیت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ تھے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا۔ انہیں زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ اس آیت سے اس نسبت اور اس الحاق کا توڑ دینا منظور ہے جیسے کہ اسی سورت کے اثنا میں ہے ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ❷ تم میں سے کسی مرد کے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔'' یہاں فرمایا یہ تو صرف تمہاری ایک زبانی بات ہے جو تم کسی کے لڑکے کو کسی کا لڑکا کہو اس سے حقیقت بدل نہیں سکتی۔ واقع میں اس کا باپ وہ ہے جس کی پیٹھ سے یہ نکلا۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک لڑکے کے دو باپ ہوں۔ جیسے یہ ناممکن ہے کہ ایک سینے میں دو دل ہوں۔ اللہ تعالیٰ حق فرمانے والا اور سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں یہ آیت ایک قریشی کے بارے میں اتری ہے جس نے مشہور کر رکھا تھا کہ اس کے دو دل ہیں اور دونوں

❶ ۵۸/ المجادلۃ:۲۔ ❷ ۳۳/ الاحزاب:۴۰۔

عقل وفہم سے پرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید کر دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ خطرہ گزرا اس پر جو منافق نماز میں شامل تھے وہ کہنے لگے دیکھو اس کے دو دل ہیں ایک تمہارے ساتھ ایک ان کے ساتھ۔“ اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”یہ تو صرف بطور مثال کے فرمایا گیا ہے یعنی جس طرح کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے“ ❶ اسی طرح کسی بیٹے کے دو باپ نہیں ہوتے۔ اسی کے مطابق ہم نے بھی اس آیت کی تفسیر کی ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔ پہلے تو رخصت تھی کہ لے پالک لڑکے کو پالنے والے کی طرف نسبت کر کے اس کا بیٹا کہہ کر پکارا جائے لیکن اب اسلام اس کو منسوخ کر رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ ان کے اپنے حقیقی باپ جو ہیں ان کی طرف منسوب کر کے انہیں پکارو۔ عدل، نیکی، انصاف اور راستی یہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت کے اترنے سے پہلے ہم (حضرت زید) کو زید بن محمد کہا کرتے تھے لیکن اس کے نازل ہونے کے بعد ہم نے یہ کہنا چھوڑ دیا۔ ❷ بلکہ پہلے تو ایسے لے پالک کے وہ تمام حقوق ہوتے تھے جو سگی اور صلبی اولاد کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے اترنے کے بعد حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا حاضر خدمت نبوی ہو کر عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ! ہم نے سالم کو منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا اب قرآن نے ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا۔ میں اس سے اب تک پردہ نہیں کرتی وہ آتے جاتے ہیں لیکن میرا خیال ہے میرے خاوند حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کے اس طرح آنے سے کچھ بیزار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”پھر کیا ہے جاؤ سالم کو اپنا دودھ پلا دو اس پر حرام ہو جاؤ گی۔“ ❸ الخ۔ الغرض یہ حکم منسوخ ہو گیا اب صاف لفظوں میں ایسے لڑکوں کی بیویوں کی بھی حلت انہیں لڑکا بنانے والوں کے لئے بیان فرما دی اور جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی صاحبہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا نکاح ان سے کر لیا، اور مسلمان اس ایک مشکل سے بھی چھوٹ گئے فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اسی کا لحاظ رکھتے ہوئے جہاں حرام عورتوں کا ذکر کیا وہاں فرمایا ﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ ❹ یعنی تمہاری اپنی صلب سے جو لڑکے ہوں ان کی بیویاں تم پر حرام ہیں۔ ہاں رضاعی لڑکا نسبی اور صلبی لڑکے کے حکم میں ہے جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ ❺ یہ بھی خیال رہے کہ پیار سے کسی کو بیٹا کہہ دینا یہ اور چیز ہے یہ ممنوع نہیں۔

مسند احمد وغیرہ میں ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”ہم سب خاندان عبدالمطلب کے چھوٹے بچوں کو مزدلفہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو ہی جمرات کی طرف رخصت کر دیا اور ہماری رانیں تھپکتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیٹو! سورج نکلنے سے پہلے جمرات پر کنکریاں نہ مارنا۔“ ❻ یہ واقعہ ۱۰ ہجری ماہ ذی الحجہ کا ہے اور اس کی دلالت ظاہر ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الاحزاب ۳۱۹۹ وسندہ ضعیف، احمد، ۱/ ۱۶۸، اس کی سند میں قابوس بن ابی ظبیان ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۳/ ۳۶۷، رقم: ۶۷۸۸)

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب باب ﴿ادعوهم لابائهم هو أقسط عند الله﴾ ۴۷۸۲؛ صحیح مسلم ۲۴۲۵؛ ترمذی ۳۲۰۹۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب رضاعة الکبیر ۱۴۵۳؛ ابوداود ۲۰۶۱؛ ابن حبان ۴۲۱۴ بتصرف یسیر۔

❹ ۴/ النسآء: ۲۳۔ ❺ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب الشهادة علی الانساب والرضاع ۲۶۴۵؛ صحیح مسلم ۱۴۴۷۔ ❻ ابوداود، کتاب المناسک، باب التعجیل من جمع ۱۹۴۰ وسندہ ضعیف لا رسالہ الحسن العرنی کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت مرسل ہے۔ نسائی ۳۰۶۶؛ ابن ماجه ۳۰۲۵؛ احمد، ۱/ ۲۳۴۔

جن کے بارے میں یہ حکم اترا یہ ۸ھ ہجری میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیٹا کہہ کر بلایا۔ ❶ اسے بیان فرما کر کہ لے پالک لڑکوں کو ان کے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا کرو پالنے والوں کی طرف نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر تمہیں ان کے باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور اسلامی دوست ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرۃ القضاء کے سال مکہ مکرمہ سے واپس لوٹے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی چچا چچا کہتی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دوڑیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں لے کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو دے دیا اور فرمایا یہ تمہاری چچازاد بہن ہیں انہیں اچھی طرح رکھو۔ حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے اس بچی کے حقدار ہم ہیں ہم انہیں پالیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے نہیں یہ میرے ہاں رہیں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو یہ دلیل دی کہ میرے چچا کی لڑکی ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہنے لگے میرے چچا کی لڑکی ہیں اور ان کی چچی میرے گھر میں ہیں یعنی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا۔ آخر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا ''کہ صاحبزادی تو اپنی خالہ کے پاس رہیں کیونکہ خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو صورت سیرت میں میرے مشابہ ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے۔ ❷ اس حدیث میں بہت سے احکام ہیں۔ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم حق سنا کر اور دعویداروں کو بھی ناراض نہیں ہونے دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت پر عمل کرتے ہوئے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور ہمارے دوست ہو۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اسی آیت کے ماتحت میں تمہارا بھائی ہوں۔'' ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''واللہ اگر یہ بھی معلوم ہوتا کہ ان کے والد کوئی ایسے ویسے ہی تھے تو بھی یہ ان کی طرف منسوب ہوتے۔'' حدیث مبارکہ میں ہے'' کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنی نسبت اپنے باپ کی طرف سے دوسرے کی طرف کرے اس نے کفر کیا۔'' ❸ اس سے سخت وعید پائی جاتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ صحیح نسبت سے اپنے تئیں ہٹانا بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ پھر فرماتا ہے: جب تم نے اپنے طور پر جتنی طاقت تم میں ہے تحقیق کر کے کسی کو کسی کی طرف نسبت کیا اور فی الحقیقت وہ نسبت غلط ہے تو اس خطا پر تمہاری پکڑ نہیں۔ چنانچہ خود پروردگار نے ہمیں دعا تعلیم کی کہ ہم اس کی جناب میں کہیں ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ ❹ ''اے اللہ! ہماری بھول چوک اور غلطی نہ پکڑ۔'' صحیح مسلم کی حدیث میں ہے'' کہ جب مسلمانوں نے یہ دعا پڑھی جناب باری تعالیٰ نے فرمایا میں نے یہ دعا قبول فرمائی۔'' ❺ صحیح بخاری میں ہے ''جب حاکم اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائے اپنے اجتہاد میں صحت کو پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر خطا کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔'' ❻ اور حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کو ان کی خطائیں بھول چوک اور جو کام ان سے زبردستی کرائے جائیں ان سے درگزر فرمالیا ہے۔'' ❼ یہاں بھی یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ ہاں جو کام تم قصد قلب سے عمداً کرو وہ بے شک قابل گرفت ہیں۔ قسموں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ اوپر جو حدیث بیان ہوئی ==

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الادب، باب جواز قوله لغیر ابنه یابنی...... ۲۱۵۱؛ ابوداود ٤٩٦٤؛ ترمذی ۲۸۳۱۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب کیف یکتب هذا ما صالح...... ۲٦۹۹؛ احمد، ٤/ ۲۹۸؛ ابن حبان ٤٤٨٧٣۔

❸ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب نمبر ٥، حدیث ۳۵۰۸؛ صحیح مسلم ٦١۔ ❹ ۲/ البقرة: ۲۸٦۔

❺ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تجاوز الله تعالىٰ عن حدیث النفس والخواطر...... ۱۲٦۔

❻ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الحجة علی من قال...... ۷۳۵۳؛ صحیح مسلم ۱۷۱٦۔

❼ ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب طلاق المکره والناسی ۲۰٤۳ وهو صحیح بالشواهد۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾

ترجمہ: پیغمبر مؤمنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں۔ اور رشتے دار کتاب اللہ کی رو سے بہ نسبت دوسرے مؤمنوں اور مہاجروں کے آپس میں زیادہ حقدار ہیں ہاں تمہیں اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنے کی اجازت ہے۔ یہ حکم لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔[٦]

= کہ نسب بدلنے والا کفر کا مرتکب ہے وہاں بھی یہ لفظ ہیں کہ باوجود جاننے کے۔ آیت قرآن جواب تلاوتاً منسوخ ہے اس میں تھا ﴿فَاِنَّ كُفْرًا بِكُمْ اَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآءِ كُمْ﴾ یعنی تمہارا اپنے باپ کی طرف سے نسبت ہٹانا کفر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اس میں رجم کی بھی آیت تھی حضور اکرم ﷺ نے خود بھی رجم کیا۔ (یعنی شادی شدہ زانیوں کو سنگسار کیا) اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد رجم کیا۔ ہم نے قرآن میں یہ آیت بھی پڑھی ہے کہ اپنے باپوں سے اپنا سلسلۂ نسب نہ ہٹاؤ یہ کفر ہے۔'' حضور اکرم کا ارشاد ہے ''مجھے تم میری تعریفوں میں اس طرح بڑھا چڑھا نہ دینا جیسے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ میں تو صرف بندہ الٰہی ہوں تو تم مجھے بندۂ الٰہی اور رسول اللہ کہنا۔'' ایک روایت میں صرف ابن مریم علیہ السلام ہے۔ ❶ اور حدیث میں ہے ''تین خصلتیں لوگوں میں ہیں جو کفر ہیں' نسب میں طعنہ زنی' میت پر نوحہ' ستاروں سے باراں طلبی۔'' ❷

رسول اللہ ﷺ کا اپنی اُمت پر مہربان ہونا: [آیت:٦] چونکہ رب العزت وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کو علم ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی امت پر خود ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ مہربان ہیں' اس لئے آپ ﷺ کو ان کی اپنی جانوں سے بھی ان کا زیادہ اختیار دیا۔ یہ خود اپنے لئے کوئی تجویز نہ کریں بلکہ ہر حکم رسول اللہ ﷺ کو بہ دل و جان قبول کرتے جائیں جیسے فرمایا ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ❸ الخ۔ تیرے رب تعالیٰ کی قسم یہ مؤمن نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے تمام اختلافات میں تجھے حکم نہ مان لیں۔ اور تیرے تمام تر احکام اور فیصلوں کو بہ دل و جان، بکشادہ پیشانی قبول نہ کر لیں۔ صحیح حدیث مبارکہ میں ہے ''اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی باایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے نفس سے اس کے مال سے اس کی اولاد سے اور دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' ❹

ایک اور صحیح حدیث میں ہے ''کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! آپ مجھے تمام جہان سے زیادہ محبوب ہیں لیکن ہاں خود میرے اپنے نفس سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں نہیں عمر! جب تک کہ میں تجھے خود تیرے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ بن

❶ احمد، ١/ ٤٧، صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب رجم الحبلی فی الزنا اذا احصنت ٦٨٣٠۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحة ٩٣٤؛ ابن ماجه ١٥٨١؛ احمد، ٥/ ٣٤٢؛ مسند ابی یعلی ١٥٧٧، ان میں (حسب پر فخر) کا اضافہ ہے۔ ❸ ٤/ النسآء: ٦٥۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول ﷺ من الایمان ١٥؛ صحیح مسلم ٤٤؛ مسند ابی عوانه، ١/ ٣٣٠؛ احمد، ٣/ ١٧٧؛ ابن ماجه ٦٧؛ ابن حبان ١٧٩؛ بدون ذکر (من نفسه)

جاؤں۔!" یہ سن کر جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمانے لگے قسم اللہ تعالیٰ کی یارسول اللہ! آپ اب مجھے ہر چیز سے یہاں تک کہ میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب ٹھیک ہے۔" ❶ بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "تمام مومنوں کا زیادہ حقدار دنیا اور آخرت میں خود ان کی اپنی جانوں سے بھی میں ہوں۔ اگر تم چاہو تو پڑھ لو ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ❷ سنو جو مسلمان مال چھوڑ کر مرے اس کا مال تو اس کے وارثوں کا حصہ ہے اور اگر کوئی مر جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو یا اس کے چھوٹے چھوٹے بال بچے ہوں تو اس قرض کی ادائیگی کا میں ذمہ دار ہوں اور ان بچوں کی پرورش میرے ذمہ ہے۔" ❸ پھر فرماتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن حرمت اور احترام میں عزت اور اکرام میں بزرگی اور اعظام میں تمام مسلمانوں میں ایسی ہیں جیسی خود ان کی مائیں۔ ہاں ماں کے اور احکام مثلاً خلوت یا ان کی لڑکیوں اور بہنوں سے نکاح کی حرمت یہ یہاں ثابت نہیں گو بعض علماء نے ان کی بیٹیوں کو بھی مسلمانوں کی بہنیں لکھا ہے جیسے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر میں نصاً فرمایا ہے لیکن یہ عبارت کا اطلاق ہے نہ کہ حکم کا اثبات۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو جو کسی نہ کسی ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے انہیں ماموں کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو کہا ہے کہ کہہ سکتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوالمومنین کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ خیال رہے کہ ابوالمومنین کہنے میں مسلمان عورتیں بھی آ جائیں گی جمع مذکر سالم میں باعتبار تغلیب کے مونث بھی شامل ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ "نہیں کہہ سکتے۔"

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قولوں میں بھی زیادہ صحیح قول یہی ہے۔ ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ﴿اُمَّهٰتُهُمْ﴾ کے بعد یہ لفظ ہیں ﴿وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ﴾ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے والد ہیں۔ مذہب شافعی میں بھی ایک قول یہی ہے اور کچھ تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تمہارے لئے قائم مقام باپ کے ہوں، میں تمہیں تعلیم دے رہا ہوں۔ سنو تم میں سے جب کوئی پاخانے میں جائے تو نہ قبلے کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ نہ اپنے داہنے ہاتھ سے ڈھیلے لے نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین ڈھیلے لینے کا حکم دیتے تھے اور گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے کی ممانعت فرماتے تھے" ❹ (نسائی وغیرہ) دوسرا قول یہ ہے کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باپ نہ کہا جائے کیونکہ قرآن مجید میں ہے ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ❺ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔" پھر فرماتا ہے کہ بہ نسبت عام مومنوں مہاجرین اور انصار کے ورثے کے زیادہ مستحق قرابتدار ہیں۔ اس سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں جو بھائی چارہ کرایا تھا اس کے اعتبار سے یہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے اور قسمیں کھا کر ایک دوسروں کے جو حلیف بنے ہوئے تھے یہ بھی آپس میں ورثہ بانٹ لیا کرتے تھے۔ اس کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔ پہلے اگر انصاری مر گیا تو اس کے وارث اس کی قرابت کے لوگ نہیں ہوتے تھے بلکہ مہاجر ہوتے تھے جن کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ ❻ حضرت زبیر بن =

❶ صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ ٦٦٣٢۔ ❷ ٣٣/ الاحزاب:٦۔
❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الاحزاب باب ﴿النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم﴾ ٤٧٨١؛ احمد، ٢/ ٣٥٦۔
❹ ابوداود، کتاب الطهارة، باب کراهیة استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ٨ وسنده حسن، نسائی ٤٠؛ ابن ماجه ٣١٣۔
❺ ٣٣/ الاحزاب: ٤٠۔
❻ صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب ذوی الارحام ٦٧٤٧۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّإِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿٧﴾ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَأَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴿٨﴾

ترجمہ: جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا بالخصوص تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور عہد بھی ہم نے ان سے پکا اور پختہ لیا [۷] تا کہ آخر کار اللہ تعالیٰ سچوں سے ان کی سچائی دریافت فرمائے۔ نہ ماننے والوں کے لیے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھے ہیں۔[۸]

= عوام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''یہ حکم خاص ہم انصار و مہاجرین کے بارے میں اترا ہے ہم جب مکہ چھوڑ کر مدینہ آئے تو ہمارے پاس کچھ مال نہ تھا یہاں آ کر ہم نے انصاریوں سے بھائی چارہ کیا یہ بہترین بھائی ثابت ہوئے یہاں تک کہ ان کے فوت ہونے کے بعد ان کے مال کے وارث بھی ہم ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھائی چارہ حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فلاں کے ساتھ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک زرقی شخص کے ساتھ۔ خود میرا (حضرت) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔ یہ زخمی ہوئے اور یہ زخم بھی کاری تھے اگر اس وقت ان کا انتقال ہو جاتا تو میں بھی ان کا وارث بنتا۔ پھر یہ آیت اتری اور میراث کا عام حکم ہمارے لئے بھی ہو گیا۔'' ❶ پھر فرماتا ہے ورثہ تو ان کا نہیں لیکن ویسے اگر تم اپنے ان مخلص احباب کے ساتھ سلوک کرنا چاہو تو تمہیں اختیار ہے وصیت کے طور پر کچھ دے دلا سکتے ہو۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہلے ہی سے اس کتاب میں لکھا ہوا تھا جس میں کوئی ترمیم و تبدیلی نہیں ہوئی۔ بیچ میں جو بھائی چارے پر ورثہ بٹتا تھا یہ صرف ایک خاص مصلحت کی بنا پر خاص وقت تک کے لئے تھا اب یہ ہٹا دیا گیا اور اصلی حکم دے دیا گیا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اولوالعزم پیغمبروں اور دیگر نبیوں سے عہد: [آیت:۷۔۸] فرمان ہے کہ ان پانچوں اولوالعزم پیغمبروں سے اور عام نبیوں سے سب سے ہم نے عہد و وعدہ لیا ہے وہ میرے دین کی تبلیغ کریں گے' اس پر قائم رہیں گے' آپس میں ایک دوسرے کی مدد امداد اور تائید کریں گے اور اتفاق و اتحاد رکھیں گے۔ اسی عہد کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ﴾ ❷ الخ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے قول قرار لیا کہ جو کچھ کتاب و حکمت دے کر میں تمہیں بھیجوں پھر تمہارے ساتھ کی چیز کی تصدیق کرنے والا رسول آ جائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا۔ بولو تمہیں اس کا اقرار ہے؟ اور میرے سامنے اس کا پختہ وعدہ کرتے ہو؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں ہمیں اقرار ہے۔ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا بس اب گواہ رہنا اور میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ یہاں عام نبیوں کا ذکر کر کے پھر خاص جلیل القدر پیغمبروں کا نام بھی لے دیا۔ اسی طرح ان کے نام اس آیت میں بھی ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا﴾ ❸ الخ۔ یہاں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے جو زمین پر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے جو سب سے آخری پیغمبر تھے اور ابراہیم، موسیٰ' عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر ہے۔ جو درمیانی پیغمبر تھے۔ ایک لطافت اس میں یہ ہے کہ پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کے بعد کے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا اور آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے پہلے کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور درمیان پیغمبروں میں سے حضرت ابراہیم اور حضرت =

❶ حاکم، ٤/ ٣٤٤، ٣٤٥ وسندہ حسن۔ ❷ ٣/ آل عمران:٨١۔ ❸ ٤٢/ الشوریٰ:١٣۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝٩ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝١٠

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا اسے یاد کرو جبکہ تمہارے مقابلے کو فوجیں کی فوجیں آئیں پھر ہم نے ان پر تیز و تند آندھی اور لشکر بھیجے جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں۔[۹] جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب کو دیکھتا ہے۔ جب کہ دشمن تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے آ گئے اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کی نسبت مختلف گمان کرنے لگے۔[۱۰]

= موسیٰ علیہما السلام کا ذکر کیا۔ یہاں تو ترتیب یہ رکھی کہ فاتح اور خاتم کا ذکر کر کے بیچ کے نبیوں کا بیان کیا اور اس آیت میں سب سے پہلے خاتم النبیین ﷺ کا نام لیا اس لئے کہ سب سے اشرف و افضل آپ ﷺ ہی ہیں۔ پھر یکے بعد دیگرے جس طرح آئے ہیں اسی طرح ترتیب وار بیان کیا اللہ تعالیٰ اپنے تمام نبیوں پر اپنا درود و سلام نازل فرمائے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''پیدائش کے اعتبار سے میں سب نبیوں سے پہلے ہوں اور دنیا میں آنے کے اعتبار سے سب آخر ہوں' پس مجھی سے ابتدا کی ہے۔'' ❶ یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے لیکن اس کے ایک راوی سعید بن بشیر ضعیف ہیں اور سند سے یہ مرسل مروی ہے اور یہی زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ اور بعضوں نے اسے موقوف روایت کی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ پانچ پیغمبر ہیں: نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ علیہم السلام اور محمد ﷺ۔'' اس میں ایک راوی حمزہ ضعیف ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں جس عہد و میثاق کا ذکر ہے یہ وہ ہے جو روز ازل میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے تمام انسانوں کو نکال کر لیا تھا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''حضرت آدم علیہ السلام کو بلند کیا گیا' آپ نے اپنی اولاد کو دیکھا ان میں مال دار، مفلس، خوبصورت اور ہر طرح کے لوگ دیکھے تو کہا کہ اے اللہ! کیا اچھا ہوتا کہ تو نے ان سب کو برابر ہی رکھا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا کہ یہ اس لئے ہے کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ ان میں جو انبیائے کرام علیہم السلام تھے انہیں بھی آپ علیہ السلام نے دیکھا وہ مثل روشنی کے نمودار تھے۔ ان پر نور برس رہا تھا' ان سے نبوت اور رسالت کا ایک اور خاص عہد لیا گیا تھا' جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ صَادِقُوْنَ سے ان کے صدق کا سوال ہو یعنی ان سے جو احادیث رسول ﷺ پہنچانے والے تھے۔ ❷ ان کی امتوں میں سے جو بھی ان کو نہ مانے اسے سخت عذاب ہوگا۔ اے اللہ تعالیٰ! تو گواہ رہ ہماری گواہی ہے ہم دل سے مانتے ہیں کہ بے شک تیرے رسولوں نے تیرا پیغام تیرے بندوں کو بلا کم و کاست پہنچا دیا۔ انہوں نے پوری خیر خواہی کی اور حق کو صاف طور پر نمایاں طریقے سے واضح کر دیا۔ جس میں کوئی پوشیدگی کوئی شبہ کسی طرح کا شک نہ رہا۔ گو بدنصیب ضدی جھگڑالو لوگوں نے انہیں نہ مانا۔ ہمارا ایمان ہے کہ تیرے رسولوں کی تمام باتیں سچ اور حق ہیں اور جس نے ان کی راہ نہ پکڑی وہ گمراہ اور باطل پر ہے۔

جنگ خندق میں اللہ کی نصرت کا نزول: [آیت:۹-۱۰] جنگ خندق میں جو ۵ھ ماہ شوال میں ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر

❶ اس کی سند میں سعید بن بشیر ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲/ ۱۲۸، رقم:۳۱٤۳) لہٰذا یہ روایت ضعیف مردود ہے۔

❷ الطبری، ۲۰/ ۲۱٤۔

جواپنا فضل واحسان کیا تھا اس کا بیان ہورہا ہے۔ جب کہ مشرکین نے پوری طاقت سے اور پورے اتحاد سے مسلمانوں کو مٹا دینے کے ارادے سے زبردست لشکر لے کر حملہ کیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں جنگ خندق ۵ھ میں ہوئی تھی۔ ❶ اس لڑائی کا قصہ یہ ہے کہ بنونضیر کے یہودی سرداروں نے جن میں سلام بن ابوحقیق' سلام بن مشکم' کنانہ بن ربیع وغیرہ تھے' مکہ میں آ کر قریشیوں کو جو اوّل ہی سے تیار تھے حضور اکرم ﷺ سے لڑائی کرنے پر آمادہ کیا اور ان سے وعدہ کیا کہ ہم اپنے زیر اثر لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کی جماعت میں شامل ہیں۔ انہیں آمادہ کر کے یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے ان سے بھی ساز باز کر کے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ قریشیوں نے بھی ادھر ادھر پھر کر تمام عرب میں آگ لگا کر سب گرے پڑے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ ان سب کا سردار ابوسفیان صخر بن حرب بنا اور غطفان کا سردار عیینہ بن حصن بن بدر مقرر ہوا۔ ان لوگوں نے کوشش کر کے دس ہزار کا لشکر اکٹھا کر لیا اور مدینے کی طرف چڑھ دوڑے۔ حضور اکرم ﷺ کو جب اس لشکر کشی کی خبریں پہنچیں تو آپ نے بمشورۂ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی مشرقی سمت میں خندق یعنی کھائی کھدوائی۔ اس خندق کے کھودنے میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم مہاجرین وانصار شامل تھے اور خود آپ بھی بہ نفس نفیس اس میں حصہ لیتے تھے کھودنے میں بھی اور مٹی ڈھونے میں بھی۔ مشرکین کا لشکر بلا مزاحمت مدینہ منورہ تک پہنچ گیا اور مدینہ کے مشرقی حصے میں احد پہاڑ کے متصل اپنا پڑاؤ جمایا۔ یہ تھا مدینہ طیبہ کا نچلا حصہ، اوپر کے حصے میں انہوں نے اپنی ایک بڑی بھاری جمعیت بھیج دی جس نے اعالی مدینہ میں لشکر کا پڑاؤ ڈالا اور نیچے اوپر مسلمانوں کو محصور کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے ساتھ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو تین ہزار سے نیچے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ صرف سات سو تھے، لے کر ان کے مقابلہ پر آئے۔ سلع پہاڑی کو آپ ﷺ نے اپنی پشت پر کیا اور دشمنوں کی طرف متوجہ ہو کر فوج کی ترتیب دی۔ خندق جو آپ نے کھودی اور کھدوائی تھی اس میں پانی وغیرہ نہ تھا وہ صرف ایک گڑھا تھا جو مشرکین کے ریلے کو بے روک آنے نہیں دیتا تھا۔ آپ ﷺ نے بچوں اور عورتوں کو مدینے کے ایک محلے میں کر دیا تھا۔ یہودیوں کی ایک جماعت بنو قریظہ مدینہ طیبہ میں تھی۔ مشرقی جانب ان کا محلہ تھا نبی اکرم ﷺ سے ان کا معاہدۂ صلح مضبوط تھا' ان کا بھی بڑا گروہ تھا۔ تقریباً آٹھ سو جنگجو لڑنے کے قابل مردان میں موجود تھے۔ مشرکین اور یہود نے ان کے پاس حیی بن اخطب نضری کو بھیجا۔ اس نے انہیں بھی شیشے میں اتار کر سبز باغ دکھلا کر اپنی طرف کر لیا اور انہوں نے بھی ٹھیک موقعہ پر مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور علانیہ طور پر صلح توڑ دی۔ باہر سے دس ہزار کا وہ لشکر جو گھیرا ڈالے پڑا ہے' اندر سے ان یہودیوں کی بغاوت جو بغلی پھوڑے کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسلمان بتیس دانتوں میں زبان یا آٹے میں نمک کی طرح ہو گئے۔ یہ کل سات سو آدمی کر ہی کیا سکتے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جس کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے کہ آنکھیں پتھرا گئیں، دل الٹ گئے، طرح طرح کے خیالات آنے لگے' جھنجھوڑ دیئے گئے اور سخت امتحان میں مبتلا ہو گئے۔ مہینہ بھر تک محاصرہ کی یہی تلخ صورت قائم رہی۔

گو مشرکین کی یہ جرأت تو نہیں ہوئی کہ خندق سے پار ہو کر دستی لڑائی لڑتے' لیکن ہاں گھیرا ڈالے پڑے رہے اور مسلمانوں کو تنگ کر دیا۔ البتہ عمرو بن عبدود عامری جو عرب کا مشہور شجاع پہلوان اور فن سپہ سالاری میں یکتا تھا ساتھ ہی بہادر جی دار اور قوی تھا ایک مرتبہ ہمت کر کے اپنے ساتھ چند جاں باز پہلوانوں کو لے کر خندق سے اپنے گھوڑوں کو کدا لایا۔ یہ حال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سواروں کی طرف اشارہ کیا' لیکن کہا جاتا ہے کہ انہیں تیار نہ پا کر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم اس کے مقابلہ پر

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق قبل حدیث ۴۰۹۷۔

جاؤ' آپ گئے تھوڑی دیر تک تو دونوں بہادروں میں تلوار چلتی رہی لیکن بالآخر شیر الٰہی نے کفر کے اس دیو کو تہ تیغ کیا جس سے مسلمان بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ فتح ہماری ہے۔ پھر پروردگار نے وہ تیز وتند آندھی بھیجی کہ مشرکین کے تمام خیمے اکھڑ گئے کوئی چیز قرینے سے نہ رہی' آگ کا جلانا مشکل ہو گیا' کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی۔ بالآخر تنگ آکر نامردی سے واپس ہوئے' جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ جس ہوا کا اس آیت میں ذکر ہے بقول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ یہ صبا ہے اور اس کی تائید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ ''میں صبا ہوا سے مدد دیا گیا ہوں اور عادی دبور ہوا سے ہلاک کیے گئے تھے۔'' ❶ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جنوبی ہوا نے شمالی ہوا سے اس جنگ احزاب میں کہا کہ چل ہم تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں تو شمالی ہوا نے کہا کہ گرمی رات کو نہیں چلا کرتی۔ پھر ان پر صبا ہوا بھیجی گئی۔'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے میرے ماموں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے خندق والی رات سخت جاڑے اور تیز ہوا میں مدینہ منورہ بھیجا کہ کھانا اور لحاف لے آؤں۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے جو صحابی تمہیں ملیں انہیں کہنا کہ میرے پاس چلے آئیں۔ اب میں چلا۔ ہوائیں زناٹے کی شائیں شائیں چل رہی تھیں۔ مجھے جو مسلمان ملا میں نے اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دیا اور جس نے سنا الٹے پاؤں فوراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل دیا یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ ہوا میری ڈھال کو دھکے دے رہی تھی اور وہ مجھے لگ رہی تھی یہاں تک کہ اس کا لوہا میرے پاؤں پر گر پڑا جسے میں نے نیچے پھینک دیا۔'' اس ہوا کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھی نازل فرمائے تھے جنہوں نے مشرکین کے دل اور سینے خوف اور رعب سے بھر دیئے۔ یہاں تک کہ جتنے سرداران لشکر تھے اپنے ماتحت سپاہیوں کو اپنے پاس بلا بلا کر کہنے لگے نجات کی صورت تلاش کرو' بچاؤ کا انتظام کرو۔ یہ تھا فرشتوں کا ڈالا ہوا ڈر اور رعب اور یہی وہ لشکر ہے جس کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس لشکر کو تم نے نہیں دیکھا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے ایک نوجوان شخص نے جو کوفے کے رہنے والے تھے کہا کہ ''اے ابوعبداللہ! تم بڑے خوش نصیب ہو کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے بتاؤ تو تم کیا کرتے تھے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ! ہم جاں نثاریاں کرتے تھے۔ نوجوان فرمانے لگے سنئے چچا! اگر ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو پاتے تو واللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قدم بھی زمین پر نہ رکھنے دیتے' اپنی گردنوں پر اٹھا کر لے جاتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھتیجے لو' ایک واقعہ سنو۔ جنگ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی رات تک نماز پڑھتے رہے۔ فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ کوئی ہے جو جا کر لشکر کفار کی خبر لائے؟ اللہ تعالیٰ کے نبی اس سے شرط کرتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کوئی کھڑا نہ ہوا کیونکہ خوف' بھوک اور سردی کی انتہا تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر فرمایا' ہے کوئی جا کر یہ خبر لائے کہ مخالفین نے کیا کیا؟ اللہ تعالیٰ کے رسول اسے مطمئن کرتے ہیں کہ وہ ضرور واپس آئے گا اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں میرا رفیق کرے۔ اب کے بھی کوئی کھڑا نہ ہوا' اور کھڑا ہوتا کیسے؟ بھوک کے مارے پیٹ کمر سے لگ رہا تھا سردی کے مارے دانت سے دانت بج رہا تھا' خوف کے مارے پتے پانی ہو رہے تھے۔ بالآخر میرا نام لے کر سردار رسول اللہ نے آواز دی' اب تو بے کھڑے ہوئے چارہ ہی نہ تھا۔ فرمانے لگے حذیفہ! تو جا اور دیکھ کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ دیکھ جب تک میرے پاس واپس نہ پہنچ جاؤ کوئی نیا کام نہ کرنا۔ میں نے بہت خوب کہہ کر اپنی راہ لی اور جرأت کے ساتھ مشرکوں میں گھس گیا' وہاں جا کر عجیب حال دیکھا کہ دکھائی نہ دینے والے اللہ تعالیٰ کے لشکر اپنا کام پھرتی سے کر رہے ہیں۔ چولھوں پر سے دیگیں ہوا نے الٹ دی

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب ٤١٠٥؛ صحیح مسلم ٩٠٠۔

ہیں، خیموں کی چوبیں اکھڑ گئیں ہیں، آگ جلا نہیں سکتے، کوئی چیز اپنے ٹھکانے نہیں رہی۔ اس وقت ابوسفیان کھڑا ہوا اور با آواز بلند منادی کی کہ اے قریشیو! اپنے اپنے ساتھی سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اپنے ساتھی کو دیکھ بھال لو ایسا نہ ہو کہ کوئی غیر کھڑا ہوا ہو۔ میں نے یہ سنتے ہی میرے پاس جو ایک قریشی جوان تھا اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں۔ میں نے کہا اب ہوشیار رہنا۔

پھر ابوسفیان نے کہا قریشیو! بخدا ہم اس وقت کسی ٹھہرنے کی جگہ پر نہیں ہیں۔ ہمارے مویشی، ہمارے اونٹ ہلاک ہو رہے ہیں۔ بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی، اس نے ہمیں بڑی تکلیف پہنچائی۔ پھر اس ہوا نے تو ہمیں پریشان کر رکھا ہے، ہم پکا کھا نہیں سکتے، آگ تک جلا نہیں سکتے، خیمے ڈیرے ٹھہر نہیں سکتے۔ میں تو تنگ آ گیا ہوں اور میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ واپس ہو جاؤں۔ پس میں تم سب کو حکم دیتا ہوں کہ واپس چلو۔ اتنا کہتے ہی اپنے اونٹ پر جو زانو بندھا ہوا بیٹھا تھا چڑھ گیا اور اسے مارا وہ تین پاؤں سے ہی کھڑا ہو گیا۔ پھر اس کا پاؤں کھولا۔ اس وقت ایسا اچھا موقعہ تھا کہ اگر میں چاہتا تو ایک تیر ہی میں ابوسفیان کا کام تمام کر دیتا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرما دیا تھا کہ کوئی نیا کام نہ کرنا اس لئے میں نے اپنے دل کو روک لیا۔ اب میں واپس لوٹا اور اپنے لشکر میں آ گیا جب میں پہنچتا ہوں تو میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ ایک چادر کو لپیٹے ہوئے، جو آپ کی کسی بیوی صاحبہ کی تھی نماز میں مشغول ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر اپنے دونوں پیروں کے درمیان بٹھا لیا اور چادر مجھے بھی اوڑھا دی۔ پھر رکوع وسجدہ کیا اور میں وہیں چادر اوڑھے بیٹھا رہا جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو میں نے سارا واقعہ بیان کیا۔'' قریشیوں کے واپس جانے کی خبر جب قبیلہ غطفان کو پہنچی تو انہوں نے بھی سامان باندھا اور واپس لوٹ گئے۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب میں چلا تو باوجود کڑاکے کی سخت سردی کے قسم اللہ تعالیٰ مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں کسی گرم حمام میں ہوں۔ اس وقت ابوسفیان آگ سلگائے ہوئے تاپ رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر پہچان کر اپنا تیر کمان میں چڑھا لیا اور چاہتا ہی تھا کہ چلا دوں اور وہ بالکل زد میں تھا، ناممکن تھا کہ میرا نشانہ خالی جائے لیکن مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا کہ وہ چوکنے ہو کر بھڑک جائیں۔ تو میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ جب میں واپس آیا اس وقت بھی مجھے کوئی سردی محسوس نہ ہوئی بلکہ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا میں حمام میں چل رہا ہوں۔ ہاں جب حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو بڑے زور کی سردی لگنے لگی اور میں کپکپانے لگا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی چادر مجھ کو اوڑھا دی۔ میں جو اوڑھ کر لیٹا تو مجھے نیند آ گئی اور صبح تک پڑا سوتا رہا، صبح خود حضور اکرم ﷺ نے مجھے یہ کہہ کر جگایا کہ اے سونے والے بیدار ہو جا'' [1] اور روایت میں ہے کہ جب اس تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کاش کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے اور آپ ﷺ کے زمانے کو پاتے، تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کاش کہ تم جیسا ایمان ہمیں نصیب ہوتا کہ باوجود نہ دیکھنے کے پورا اور پختہ عقیدہ رکھتے ہو۔ برادرزادے! جو تمنا تم کرتے ہو یہ تمنا ہی ہے، نہ جانے ہوتے تو کیا کرتے؟ ہم پر تو ایسے کٹھن وقت آئے ہیں۔ یہ کہہ کر پھر آپ نے مندرجہ بالا لیلۃ الخندق کا واقعہ بیان کیا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ہوا جھڑی اور آندھی کے ساتھ بارش بھی تھی۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کے واقعات کو بیان فرما رہے تھے جو اہل مجلس نے کہا اگر ہم اس وقت موجود ہوتے تو یوں اور یوں کرتے'' اس پر آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ باہر سے تو دس ہزار کا لشکر گھیرے ہوئے ہے، اندر سے بنو قریظہ کے آٹھ سو یہودی بگڑے ہوئے ہیں، بال بچے اور عورتیں مدینہ طیبہ میں ہیں

[1] صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة الاحزاب ۱۷۸۸؛ ابن حبان ۷۱۲۵؛ دلائل النبوة ۳/ ۴۴۹۔

خطرہ لگا ہوا ہے اگر بنوقریظہ نے اس طرف کا رخ کیا تو ایک ساعت میں ہی عورتوں بچوں کا فیصلہ کر دیں گے۔ واللہ اس رات جیسی خوف و ہراس کی حالت کبھی ہم پر نہیں گزری۔ پھر وہ ہوائیں چلتی ہیں' آندھیاں اٹھتی ہیں' اندھیرا چھاتا ہے' کڑک گرج اور بجلی ہوتی ہے کہ العظمۃ للہ۔ ساتھی کو دیکھنا تو کہاں؟ اپنی انگلیاں بھی نظر نہ آتی تھیں۔ جو منافق ہمارے ساتھ تھے وہ ایک ایک ہو کر یہ بہانا بنا کر کہ ہمارے بال بچے اور عورتیں وہاں ہیں اور گھر کا نگہبان کوئی نہیں' حضور اکرم ﷺ سے آ آ کر اجازت چاہنے لگے اور آپ ﷺ نے بھی کسی ایک کو نہ روکا۔ جس نے کہا کہ میں جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شوق سے جاؤ'' وہ ایک ایک ہو کر سرکنے لگے اور ہم صرف تین سو کے قریب رہ گئے۔ حضور اکرم ﷺ اب تشریف لائے ایک ایک کو دیکھا میری عجیب حالت تھی نہ میرے پاس دشمن سے بچنے کے لئے کوئی آلہ تھا نہ سردی سے محفوظ رہنے کے لئے کوئی کپڑا تھا۔ صرف میری بیوی کی ایک چھوٹی سی چادر تھی جو میرے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتی تھی۔ جب حضور اکرم ﷺ میرے پاس پہنچے اس وقت میں اپنے گھٹنوں میں سر ڈالے ہوئے دبک کر بیٹھا ہوا کپکپا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے کہا حذیفہ۔ فرمایا حذیفہ سن! واللہ مجھ پر تو زمین تنگ ہو گئی کہ کہیں حضور اکرم ﷺ مجھے کھڑا نہ کریں میری تو درگت ہو رہی ہے لیکن کرتا کیا حضور اکرم ﷺ کا فرمان تھا' میں نے کہا ''حضور اکرم! سن رہا ہوں۔ ارشاد؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''دشمنوں میں ایک نئی بات ہونے والی ہے' جاؤ ان کی خبر لاؤ'' واللہ! اس وقت مجھ سے زیادہ نہ تو کسی کو خوف تھا نہ گھبراہٹ تھی نہ سردی تھی لیکن حضور اکرم ﷺ کا حکم سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا تو میں نے سنا کہ آپ ﷺ میرے لئے دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ! اس کے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے نیچے سے اس کی حفاظت کر۔ حضور اکرم ﷺ کی اس دعا کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ کسی قسم کا خوف ڈر یا دہشت میرے دل میں تھی ہی نہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے مجھے آواز دے کر فرمایا ''دیکھو حذیفہ! وہاں جا کر میرے پاس واپس آنے تک کوئی نئی بات نہ کرنا۔'' اس روایت میں یہ بھی ہے کہ میں ابوسفیان کو اس سے پہلے نہ پہچانتا تھا۔ میں گیا تو وہاں یہی آوازیں لگ رہی تھیں کہ چلو کوچ کرو' واپس چلو۔ ایک عجیب بات میں نے یہ بھی دیکھی کہ وہ خطرناک ہوا جو دیگیں الٹ دیتی تھیں وہ صرف ان کے لشکر کے احاطہ تک ہی تھی' واللہ اس سے ایک بالشت بھر باہر نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ پتھر اڑ کر ان پر گرتے تھے۔ جب میں واپس چلا ہوں تو میں نے دیکھا کہ تقریباً بیس سوار ہیں جو عمامے باندھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو خبر کر دو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفایت کر دی اور آپ کے دشمنوں کو مات دی۔ اس میں یہ بھی بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی عادت میں داخل تھا کہ جب کبھی کوئی گھبراہٹ اور دقت کا وقت ہوتا تو آپ نماز شروع کر دیتے۔ جب میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ خبر پہنچائی اسی وقت یہ آیت اتری۔ پس آیت میں نیچے کی طرف سے آنے والوں سے مراد بنوقریظہ ہیں شدت خوف اور سخت گھبراہٹ سے آنکھیں الٹ گئی تھیں اور دل حلقوم تک پہنچ گئے تھے اور طرح طرح کے گمان ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ بعض منافقوں نے سمجھ لیا تھا کہ اب کی لڑائی میں کافر غالب آ جائیں گے۔ عام منافقوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے؟ معتب بن قشیر کہنے لگا کہ آنحضرت ﷺ تو ہمیں کہہ رہے تھے کہ ہم قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک بنیں گے اور یہاں حالت یہ ہے کہ پاخانے کو جانا بھی دوبھر ہو رہا ہے۔ یہ مختلف گمان مختلف لوگوں کے تھے' مسلمان تو یقین کرتے تھے کہ غلبہ ہمارا ہی ہے جیسا کہ فرمان ہے ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [1] الخ۔ لیکن منافقین کہتے تھے کہ اب کی مرتبہ سارے مسلمان مع آنحضرت ﷺ گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے جائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ==

[1] ۳۳/ الاحزاب:۲۲۔

ھُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ وَاِذْ قَالَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ڋ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ڔ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝

ترجمہ: یہیں مومنوں کا امتحان کر لیا گیا اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیئے گئے۔[۱۱] اس وقت منافق اور کمزور دل والے کہنے لگے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے محض دھوکے فریب کے ہی وعدے کئے تھے۔[۱۲] ان ہی کی ایک جماعت نے ہانک لگائی کہ اے مدینہ والو! تمہارے ٹھہرنے کا یہ مقام نہیں، چلو لوٹ چلو۔ ان کی ایک اور جماعت یہ کہہ کر نبی اکرم ﷺ سے اجازت مانگنے لگی کہ ہمارے گھر خالی اور غیر محفوظ ہیں، دراصل وہ کھلے ہوئے اور غیر محفوظ نہ تھے لیکن ان کا تو پختہ ارادہ بھاگ کھڑے ہونے کا ہو چکا تھا۔[۱۳]

= نے عین اس گھبراہٹ اور پریشانی کے وقت رسول اللہ سے کہا کہ حضور! اس وقت ہمیں اس سے بچاؤ کی کوئی دعا تلقین کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا مانگو ((اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَّوْعَاتِنَا)) اللہ تعالیٰ! ہماری پردہ پوشی کر اللہ تعالیٰ! ہمارے خوف ڈر کو امن وامان سے بدل دے۔ ادھر مسلمانوں کی یہ دعائیں بلند ہوئی ادھر لشکر ربانی ہواؤں کی شکل میں آیا اور کافروں کا تیا پانچا کر دیا، ❶ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

منافقوں کا میدانِ جنگ سے فرار: [آیت:۱۱-۱۳] اس گھبراہٹ اور پریشانی کا حال بیان ہو رہا ہے جو جنگ احزاب کے موقعہ پر مسلمانوں کی تھی کہ باہر سے دشمن اپنی پوری قوت اور کافی لشکر سے گھیرا ڈالے کھڑا ہے۔ اندرون شہر میں بغاوت کی آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ یہودیوں نے دفعۃً صلح توڑ کر بے چینی پیدا کر دی ہے۔ مسلمان کھانے پینے تک سے تنگ ہو گئے ہیں۔ منافق کھلم کھلا الگ ہو گئے ہیں۔ ضعیف دل لوگ طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں، کہہ رہے ہیں کہ بس اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے وعدے دیکھ لئے۔ کچھ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کے کان میں صور پھونک رہے ہیں کہ میاں پاگل ہو گئے ہو؟ دیکھ نہیں رہے؟ دو گھڑی میں نقشہ پلٹنے والا ہے، بھاگ چلو، لوٹو لوٹو واپس چلو۔ یثرب سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ جیسے صحیح حدیث میں ہے کہ "مجھے خواب میں تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے۔ جو دو سنگلاخ میدانوں کے درمیان ہے، پہلے تو میرا خیال ہوا تھا کہ یہ ہجر ہے لیکن نہیں وہ جگہ یثرب ہے۔" ❷ اور روایت میں ہے کہ وہ جگہ مدینہ طیبہ ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ جو مدینہ طیبہ کو یثرب کہے وہ استغفار کر لے۔ مدینہ تو طابہ ہے وہ طابہ ہے۔ ❸ یہ حدیث صرف مسند احمد میں ہے اور اس کی اسناد میں ضعف ہے۔ کہا گیا ہے کہ عمالیق میں سے جو شخص یہاں آ کر ٹھہرا تھا چونکہ اس کا نام یثرب بن عبید بن مہلائیل بن عوص بن عملاق بن لاود بن ارم بن سام بن نوح تھا، =

---

❶ احمد، ۳/ ۳ ح ۱۰۹۹۶، وسندہ ضعیف للانقطاعہ، فی سماع ربیع من ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ نظر والزبیر بن عبداللہ ضعیف، یہ روایت ضعیف ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب اذا رای بقرا تنحر ۷۰۳۵؛ صحیح مسلم ۲۲۷۲؛ ابن حبان ۶۲۷۶۔

❸ احمد، ۴/ ۲۸۵؛ مسند ابی یعلی ۱۶۸۸ وسندہ ضعیف اس روایت میں یزید بن ابی زیاد ضعیف راوی ہے (التقریب، ۲/ ۳۶۵)

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْــُٔــوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْۗءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اگر مدینے کے چوطرف سے ان پر لشکر داخل کیے جائیں پھر ان سے فتنہ طلب کیا جائے تو یہ ضرور اسے برپا کر دیں گے اور کچھ ڈھیل بھی کریں گے تو یونہی سی۔ [۱۴] اس سے پہلے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کی باز پرس ضرور ہے۔ [۱۵] کہہ دے کہ گو تم موت سے یا خوف قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہیں کچھ بھی کام نہ آئے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ مند کیے جاؤ گے۔ [۱۶] پوچھ تو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی برائی پہنچانا چاہے یا تم پر کوئی فضل کرنا چاہے تو کون ہے جو تمہیں بچا سکے یا تم سے روک سکے؟ اپنے لئے بجز اللہ تعالیٰ کے نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔ [۱۷]

== اس لئے اس شہر کو بھی اسی کے نام سے مشہور کیا گیا۔ یہ بھی قول ہے کہ توراۃ میں اس کے گیارہ نام آئے ہیں۔ مدینہ، طابہ، جلیلہ، جابرہ، محبہ، محبوبہ، قاصمہ، مجبورہ، عذرا، مرحومہ، طیبہ۔ کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ہم توراۃ میں یہ عبارت پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ سے فرمایا اے طیبہ اور اے طابہ اور اے مسکینہ! خزانوں میں مبتلا نہ ہو تمام بستیوں پر تیرا درجہ بلند ہو گا۔'' کچھ لوگ تو اس موقعہ خندق پر کہنے لگے، یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرنے کی جگہ نہیں، اپنے گھروں کو لوٹ چلو۔ بنو حارثہ کہنے لگے یا رسول اللہ! ہمارے گھروں میں چوری ہونے کا خطرہ ہے'' وہ خالی پڑے ہیں ہمیں واپس جانے کی اجازت ملنی چاہیے۔ اوس بن قیظی نے بھی یہی کہا تھا ❶ کہ ہمارے گھروں میں دشمن کے گھس جانے کا اندیشہ ہے ہمیں جانے کی اجازت دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی بات بتلا دی کہ یہ تو ڈھونگ رچایا ہے حقیقت میں عذر کچھ بھی نہیں نامردی سے بھگوڑا پن دکھاتے ہیں، لڑائی سے جی چرا کر سرکنا چاہتے ہیں۔

جہاد سے فرار کی سزا: [آیت: ۱۴۔۱۷] جو لوگ یہ عذر کر کے جہاد سے بھاگ رہے تھے کہ ہمارے گھر اکیلے پڑے ہیں جن کا بیان اوپر گزرا۔ ان کی نسبت جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ان پر دشمن مدینے کے چوطرف سے اور ہر ہر رخ سے آ جائے پھر ان سے کفر میں داخل ہونے کا سوال کیا جائے تو بے تامل کفر کو قبول کر لیں گے لیکن تھوڑے خوف اور خیالی دہشت کی بنا پر ایمان سے دست برداری کر رہے ہیں۔ یہ ان کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ پھر فرماتا ہے یہی تو ہیں جو اس سے پہلے لمبی لمبی ڈینگیں مارتے تھے کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے ہم میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنے والے نہیں، کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ جو وعدے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے تھے اللہ تعالیٰ ان کی باز پرس کرے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ موت و فوت سے بھاگنا، لڑائی سے منہ چھپانا، میدان میں پیٹھ دکھانا جان نہیں

❶ الطبری، ۲۰/ ۲۲۵۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم میں سے انہیں بخوبی جانتا ہے جو دوسروں کو روکتے ہیں اور اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔ اور کبھی کبھی ہی لڑائی میں آ جاتے ہیں۔[۱۸] تمہاری مدد میں پورے بخیل ہیں، پھر جب ڈر دہشت کا موقعہ آ جائے تو تو انہیں دیکھے گا کہ تیری طرف نظریں جما دیتے ہیں اور ان کی آنکھیں اس طرح گھومتی ہیں جیسے اس شخص کی جس پر موت کی غشی طاری ہو۔ پھر جب خوف جاتا رہتا ہے تو تم پر اپنی تیز زبانوں سے بڑی باتیں بناتے ہیں مال کے بڑے ہی حریص ہیں۔ یہ ایمان لائے ہی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال نابود کر دیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے۔[۱۹]

بچا سکتا بلکہ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اچانک پکڑ کے جلد آ جانے کا باعث ہو جائے اور دنیا کا تھوڑا سا نفع بھی حاصل نہ ہو سکے۔ حالانکہ دنیا تو آخرت جیسی باقی چیز کے مقابلہ پر کل کی کل حقیر اور محض ناچیز ہے۔ پھر فرمایا کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہ دے سکے نہ دلا سکے نہ مددگاری کر سکے نہ حمایت پر آ سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ارادوں کو پورا کر کے ہی رہتا ہے۔

جہاد سے فرار حقیقت میں ایمان سے فرار ہے: [آیت:۱۸-۱۹] اللہ تعالیٰ اپنے محیط علم سے انہیں خوب جانتا ہے جو دوسروں کو بھی جہاد سے روکتے ہیں۔ اپنے ہم صحبتوں سے یار دوستوں سے کنبے قبیلے والوں سے کہتے ہیں کہ آؤ تم بھی ہمارے ساتھ رہو اپنے گھروں کو اپنے آرام کو اپنی زمین کو اپنے جورو بچوں کو نہ چھوڑو۔ خود بھی جہاد میں آتے نہیں یہ اور بات ہے کہ کسی کسی وقت منہ دکھا جائیں اور نام لکھا جائیں۔ یہ بڑے بخیل ہیں نہ ان سے تمہیں کوئی مدد پہنچے نہ ان کے دل میں تمہاری ہمدردی نہ مال غنیمت میں تمہارے حصے پر یہ خوش۔ خوف کے وقت تو ان نامردوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے ہیں، آنکھیں چھاچھ پانی ہو جاتی ہیں۔ مایوسانہ نگاہوں سے تکنے لگتے ہیں۔ لیکن خوف دور ہوا کہ انہوں نے لمبی لمبی زبانیں نکال ڈالیں اور بڑے چڑھے دعوے کرنے لگے۔ ہمیں دو، ہمیں دو کا غل مچا دیتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھی ہیں، ہم نے جنگی خدمات انجام دی ہیں ہمارا حصہ ہے اور جنگ کے وقت صورتیں بھی نہیں دکھاتے، بھاگتوں کے آگے اور لڑتوں کے پیچھے رہا کرتے ہیں۔ مال کی طمع میں مکھیوں کی طرح چمٹنے لگتے ہیں۔ بھلا جھوٹ اور نامردی دونوں عیب جس میں جمع ہوں اس جیسا بے خیر انسان اور کون ہو گا؟ امن کے وقت عیاری، بدخلقی، بدزبانی اور لڑائی کے وقت نامردی، روباہ بازی اور زنانہ پن۔ لڑائی کے وقت حائضہ عورتوں کی طرح الگ اور یکسو اور مال لینے کے وقت گدھوں کی طرح ڈھینچو ڈھینچو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بات یہ ہے کہ ان کے دل شروع سے ہی ایمان سے خالی ہیں، اس لئے ان کے اعمال بھی اکارت ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

ترجمہ: سمجھتے ہیں کہ اب تک لشکر چلے نہیں گئے اور اگر فوجیں آ جائیں تو تمنائیں کرتے ہیں کہ کاش کہ وہ جنگلوں میں بادیہ نشینوں کے ساتھ ہوتے کہ تمہاری خبریں دریافت کیا کرتے۔ اگر وہ تم میں موجود ہوں تو بھی کیا؟ یونہی چھدا اتارنے کو ذرا سی لڑائی کر لیں۔[۲۰] یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔[۲۱] ایمانداروں نے جب کفار کے لشکر کو دیکھا بے ساختہ کہہ اٹھے کہ انہی کا وعدہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سچے ہیں۔ یہ تو ایمان میں اور شیوۂ فرمانبرداری میں اور بھی بڑھ گئے۔[۲۲]

نفاق بزدلی ہے: [آیت:۲۰۔۲۲] ان کی بزدلی اور ڈرپوکی کا یہ عالم ہے کہ اب تک انہیں اس بات کا یقین ہی نہیں ہوا کہ لشکر کفار لوٹ گیا۔ اور خطرہ ہے کہ وہ پھر کہیں آن پڑے۔ مشرکین کے لشکروں کو دیکھتے ہی چھکے چھوٹ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کاش کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ اس شہر میں ہی نہ ہوتے۔ بلکہ گنواروں کے ساتھ کسی اجاڑ گاؤں یا کسید وردراز کے جنگل میں ہوتے' کسی آتے جاتے سے پوچھ لیتے کہ کہو بھئی لڑائی کا کیا حشر ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اگر تمہارے ساتھ بھی ہوں تو بے کار ہیں' ان کے دل مردہ ہیں' نامردی کے گھن نے انہیں کھوکھلا کر رکھا ہے یہ کیا لڑیں گے اور کونسی بہادری دکھائیں گے؟

رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے: یہ آیت بہت بڑی دلیل ہے اس امر پر کہ آنحضرت ﷺ کے کل اقوال' افعال' احوال اقتداء' پیروی اور تابعداری کے لائق ہیں۔ جنگ احزاب میں بھی جو صبر و تحمل اور عدیم المثال شجاعت کی مثال حضور ﷺ نے قائم کی' جیسے راہ اللہ تعالیٰ کی تیاری' شوق جہاد اور سختی کے وقت بھی رب سے آسانی کی امید اس وقت آپ نے دکھائی یقیناً یہ تمام چیزیں اس قابل ہیں کہ مسلمان انہیں اپنی زندگی کا جزو عظیم بنالیں اور اپنے پیارے پیغمبر حبیب الٰہی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے لئے بہترین نمونہ بنالیں اور ان اوصاف سے اپنے تئیں بھی موصوف کریں۔ اسی لئے قرآن کریم میں لوگوں کو جو اس وقت سٹ پٹا رہے تھے اور گھبراہٹ و پریشانی کا اظہار کرتے تھے فرماتا ہے کہ تم نے میرے نبی اکرم ﷺ کی تابعداری کیوں نہ کی؟ میرے رسول تو تم میں موجود تھے ان کا نمونہ تمہارے سامنے تھا۔ تمہیں صبر و استقلال کی نہ صرف تلقین کی تھی بلکہ ثابت قدمی، استقلال اور اطمینان کا پہاڑ تمہاری نگاہوں کے سامنے تھا۔ تم جب کہ اللہ تعالیٰ پر قیامت پر ایمان رکھتے ہو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ تم اپنے رسول کو اپنے لئے نمونہ اور نظیر نہ قائم کرتے؟

پھر اللہ تعالیٰ کی فوج کے سچے مؤمنوں کی، حضور اکرم ﷺ کے سچے ساتھیوں کے ایمان کی پختگی بیان ہو رہی ہے کہ انہوں =

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ۚ

ترجمہ: مومنوں میں وہ جوان مرد ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیے تھے انہیں سچا کر دکھایا۔ بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض موقعہ کے منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔[۲۳] تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور اگر چاہے منافقوں کو سزا دے یا ان پر بھی مہربانی فرمائے۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا اور بہت ہی مہربانی کرنے والا ہے۔[۲۴]

= نے جب ٹڈی دل لشکر کفار کو دیکھا تو پہلی نگاہ میں ہی بول اٹھے کہ انہیں پر فتح پانے کی ہمیں خوشخبری دی گئی ہے' ان ہی کی شکست کا ہم سے وعدہ ہوا ہے اور وعدہ بھی کس کا، اللہ تعالیٰ کا اور رسول اللہ ﷺ کا۔ اور یہ ناممکن محض ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا وعدہ غلط ہو۔ یقیناً اس جنگ کی فتح کا سہرا ہو گا ہمارے سر۔ ان کے اس کامل یقین اور سچے ایمان کو رب تعالیٰ نے بھی دیکھ لیا اور دنیا آخرت میں انجام کی بہتری انہیں عطا فرمائی۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جس وعدے کی طرف اس میں اشارہ ہے وہ آیت یہ ہو جو سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ ❶ الخ۔ یعنی کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بغیر اس کے کہ تمہاری آزمائش ہو تم جنت میں چلے جاؤ گے؟ تم سے اگلے لوگوں کی آزمائش بھی ہوئی انہیں بھی دکھ درد لڑائی بھڑائی میں مبتلا کیا گیا یہاں تک کہ انہیں ہلا یا گیا کہ ایماندار اور خود رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکل گیا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کو دیر کیوں لگ گئی؟ یاد رکھو رب تعالیٰ کی مدد بہت ہی قریب ہے ❷ یعنی یہ تو صرف امتحان ہے ادھر تم نے ثابت قدمی دکھائی اور ادھر رب تعالیٰ کی مدد آئی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ سچا ہے۔ فرماتا ہے کہ ان اصحاب رسول کا ایمان اپنے مخالفین کی اس قدر جمعیت دیکھ کر اور بڑھ گیا۔ یہ اپنے ایمان میں اپنی تسلیم میں اور بڑھ گئے۔ یقین کامل ہو گیا' فرمانبرداری اور بڑھ گئی۔ اس آیت میں دلیل ہے ایمان کی زیادتی ہونے پر اور بہ نسبت اوروں کے ان کے ایمان کے قوی ہونے پر۔ جمہور ائمہ کرام ؒ کا بھی یہی فرمان ہے کہ ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے۔ ہم نے بھی اسکی تقریر شرح بخاری کے شروع میں کر دی ہے' ولله الحمد والمنه۔ پس فرماتا ہے کہ اس تنگی ترشی نے' اس سختی اور تنگ حالی نے' اس حال اور اس نقشہ نے ان کا جو ایمان اللہ تعالیٰ پر تھا اسے اور بڑھا دیا اور جو تسلیم کی خو ان میں تھی کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی باتیں مانا کرتے تھے اور ان پر عامل تھے اس اطاعت میں اور بڑھ گئے۔

مؤمنوں اور کافروں میں فرق: [آیت:۲۳-۲۴] منافقوں کا ذکر اوپر گزر چکا کہ وقت سے پہلے تو جاں نثاری کے لمبے چوڑے دعوے کرتے تھے لیکن وقت آنے پر پورے بزدل اور نامرد ثابت ہوئے' سارے دعوے اور وعدے رکھے کے رکھے رہ گئے اور بجائے ثابت قدمی کے پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہاں مؤمنوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنے وعدے پورے کر دکھائے۔ بعض نے تو جام شہادت نوش فرما لیا اور بعض اس کے انتظار میں بے چین ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جب ہم نے قرآن لکھنا شروع کیا تو ایک آیت مجھے نہیں ملتی تھی حالانکہ سورۂ احزاب میں وہ آیت میں نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ آخر (حضرت) خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس یہ آیت ملی۔ یہ وہ صحابی ہیں جن کی اکیلے کی گواہی کو

❶ ۲/ البقرة:۲۱۴۔ ❷ الطبری، ۲۰/ ۲۳۶۔

رسول کریم ﷺ نے دو گواہوں کے برابر کر دیا تھا۔ وہ آیت ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ﴾ الخ ہے۔" ❶

یہ آیت (حضرت) انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ❷ واقعہ یہ ہے کہ آپ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے جس کا انہیں سخت افسوس تھا کہ سب سے پہلی جنگ میں جس میں خود رسول اللہ ﷺ بہ نفس نفیس شریک تھے میں شامل نہ ہو سکا اب جو جہاد کا موقعہ آئے گا میں اللہ تعالیٰ کو اپنی سچائی دکھا دوں گا' اور یہ بھی کہ میں کیا کرتا ہوں؟ اس سے زیادہ کہتے ہوئے خوف کھایا۔ اب جنگ احد کا موقعہ جب آیا تو انہوں نے دیکھا کہ سامنے سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ واپس آ رہے ہیں انہیں دیکھ کر تعجب سے فرمایا کہ ابو عمرو کہاں جا رہے ہو؟ واللہ مجھے احد پہاڑ کے اس طرف سے جنت کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔ یہ کہتے ہی آپ آگے بڑھے اور مشرکین میں خوب تلوار چلائی۔ چونکہ مسلمان لوٹ گئے تھے یہ تنہا تھے ان کے بے پناہ حملوں نے کفار کے دانت کھٹے کر دیئے اور بھڑ بھڑا کر آ گئے اور چو طرف سے گھیر لیا اور شہید کر دیا۔ آپ کو اسی سے اوپر زخم آئے تھے' کوئی نیزے کا کوئی تلوار کا کوئی تیر کا۔ شہادت کے بعد کوئی آپ کو پہچان نہ سکا یہاں تک کہ آپ کی ہمشیرہ نے آپ کو پہچانا اور وہ بھی ہاتھوں کی انگلیوں کی پوریاں دیکھ کر۔ انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ❸ اور یہی ایسے تھے جنہوں نے جو کہا تھا کر دکھایا' رضی اللہ عنہم۔ اور روایت میں ہے کہ جب مسلمان بھاگے تو آپ نے فرمایا "الٰہی انہوں نے جو کیا میں اس سے اپنی معذوری ظاہر کرتا ہوں اور مشرکوں نے جو کیا اس سے بے زار ہوں۔" اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا "میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ساتھ چلے بھی لیکن فرماتے ہیں جو وہ کر رہے تھے وہ میری طاقت سے باہر تھا۔" ❹ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ابن ابی حاتم میں ہے کہ "جنگ احد سے جب رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ آئے تو منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور مسلمانوں سے ہمدردی ظاہر کی۔ جو جو شہید ہو گئے تھے ان کے درجوں کی خبر دی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ ایک مسلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ! جن لوگوں کا اس آیت میں ذکر ہے وہ کون ہیں؟ اس وقت میں سامنے سے آ رہا تھا اور حضرمی سبز رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ آپ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا: اے پوچھنے والے یہ بھی ان ہی میں سے ہیں۔ ❺ ان کے صاحبزادے حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں گئے' جب وہاں سے واپس آنے لگے دروازے سے باہر نکلے ہی تھے جو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے واپس بلایا اور فرمایا آؤ مجھ سے ایک حدیث سنتے جاؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تمہارے والد طلحہ رضی اللہ عنہ ان میں سے ہیں جن کا بیان اس آیت میں ہے کہ انہوں نے اپنا عہد اور نذر پوری کر دی۔" ❻

رب العالمین ان کا بیان فرما کر فرماتا ہے کہ بعض اس دن کے منتظر ہیں کہ پھر لڑائی ہو اور وہ اپنی کارگزاری اللہ تعالیٰ کو دکھائیں اور جام شہادت نوش فرمائیں۔ پس بعضوں نے تو سچائی اور وفاداری ثابت کر دی اور بعض موقعہ کے منتظر ہیں انہوں نے نہ عہد بدلا، نہ نذر کو پوری نہ کرنے کا کبھی انہیں خیال گزرا بلکہ وہ اپنے وعدے پر قائم ہیں۔ وہ منافقوں کی طرح وقت پر بہانے بنانے والے نہیں۔ یہ خوف اور یہ زلزلہ محض اس واسطے تھا کہ خبیث و طیب کی تمیز ہو جائے اور برے بھلے کا حال ہر ایک پر کھل جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو =

❶ صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة الاحزاب باب ﴿فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر......﴾ ٤٧٨٤؛ ترمذي ٣١٠٤۔

❷ صحيح بخاري، حواله سابق ٤٧٨٣۔ ❸ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب ثبوت الجنة للشهيد ١٩٠٣؛ ترمذي ٣٢٠٠؛ احمد، ٣/ ١٩٤۔ ❹ ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الاحزاب ٣٢٠١؛ صحيح مسلم ٢٨٠٥۔

❺ ترمذي حواله سابق ٣٢٠٣ وسنده حسن؛ مسند ابي يعلى، ٦٦٣ بتصرف يسير۔

❻ ترمذي حواله سابق ٣٢٠٢ وسنده حسن؛ ابن ماجه ١٢٦۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ؀

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافروں کو غصے میں بھرے ہوئے ہی نامراد لوٹا دیا کہ ان کی کوئی مراد پوری نہ ہوئی اور اس جنگ میں اللہ تعالیٰ خود ہی مؤمنوں کو کافی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا اور غالب ہے۔[۲۵]

= عالم الغیب ہے اس کے نزدیک تو چھپا کھلا برابر ہے جو نہیں ہوا اسے بھی وہ تو اسی طرح جانتا ہے جس طرح اسے جو ہو چکا۔ لیکن اس کی عادت ہے کہ جب تک مخلوق عمل نہ کر لے انہیں صرف اپنے علم کی بنا پر جزا سزا نہیں دیتا۔ جیسے اس کا فرمان ہے ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ﴾ ❶ الخ ''ہم تمہیں خوب پرکھ کر مجاہدین صابرین کو تم میں سے ممتاز کر دیں گے'' پس وجود سے پہلے کا علم پھر وجود کے بعد کا علم دونوں اللہ تعالیٰ کو ہیں اور اس کے بعد جزا سزا۔ جیسے فرمایا ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ﴾ ❷ الخ یعنی ''اللہ تعالیٰ جس حال پر تم ہو اسی پر مؤمنوں کو چھوڑ دے ایسا نہیں جب تک وہ بھلے برے کی تمیز نہ کرے۔ نہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے۔'' پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ یہ اس لئے کہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور عہد شکن منافقوں کو سزا دے یا انہیں توفیق توبہ دے کہ یہ اپنی روش بدل دیں اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جائیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان پر مہربان ہو جائے اور ان کی خطائیں معاف فرما دے۔ اس لئے کہ وہ اپنی مخلوق کی خطائیں معاف کرنے والا اور ان پر مہربانیاں کرنے والا ہے۔ اس کی رافت اور رحمت غضب و غصے سے بڑھی ہوئی ہے۔

جنگ خیبر میں اللہ کی مدد کا نزول: [آیت: ۲۵] اللہ اپنا احسان بیان فرما رہا ہے کہ اس نے طوفان باد و باراں بھیج کر اور اپنے نہ نظر آنے والے لشکر اتار کر کافروں کا دھڑ توڑ دیا اور انہیں سخت مایوسی اور نامرادی کے ساتھ محاصرہ ہٹانا پڑا۔ بلکہ اگر رحمۃ للعالمین کی امت میں یہ نہ ہوتے تو یہ ہوائیں ان کے ساتھ وہی کرتیں جو عادیوں کے ساتھ اس بے برکت ہوا نے کیا تھا۔ چونکہ رب العالمین کا فرمان ہے کہ تو جب تک ان میں ہے اللہ تعالیٰ انہیں عام عذاب نہیں کرے گا۔ لہٰذا انہیں صرف ان کی شرارت کا مزہ چکھا دیا۔ ان کے مجمع کو منتشر کر کے ان پر سے اپنا عذاب ہٹا لیا چونکہ ان کا یہ اجتماع محض ہوائے نفسانی تھا۔ اس لئے ہوا نے ہی انہیں پراگندہ کر دیا جو سوچ سمجھ کر آئے تھے سب خاک میں مل گیا۔ کہاں کی غنیمت؟ کہاں کی فتح؟ جان کے لالے پڑ گئے۔ اور ہاتھ ملتے' دانت پیستے، پیچ و تاب کھاتے' ذلت و رسوائی کے ساتھ نامرادی اور ناکامیابی سے واپس ہوئے۔ دنیا کا خسارہ الگ ہوا آخرت کا وبال الگ ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی کام کا قصد کرے اور اپنے قصد کو عملی صورت بھی دے دے تو پھر اس میں کامیاب ہو یا نہ ہو گنہگار تو ہو ہی گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ کے قتل اور آپ کے دین کو فنا کرنے کی آرزو، پھر اہتمام، پھر اقدام سب کچھ انہوں نے کر لیا لیکن قدرت نے دونوں جہان کا باران پر لاد کر انہیں جلے دل واپس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی مؤمنوں کی طرف سے ان کا مقابلہ کیا نہ مسلمان ان سے لڑے نہ انہیں ہٹایا بلکہ مسلمان اپنی جگہ رہے اور وہ بھاگتے بنے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر کی لاج رکھ لی اور اپنے بندے کی مدد کی اور خود ہی کافی ہو گیا۔ اسی لئے حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس نے اپنے وعدے کو سچا کیا اپنے بندے کی مدد کی اپنے لشکر کی عزت کی' تمام دشمنوں سے آپ ہی نمٹ لیا اور سب کو شکست دیدی۔ اس کے بعد اور کوئی بھی نہیں'' ❸ =

❶ ۴۷/ محمد: ۳۱۔ ❷ ۳/ آل عمران: ۱۷۹۔

❸ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق ٤١١٤؛ صحیح مسلم ٢٧٢٤؛ دلائل النبوة، ٣/ ٤٥٦۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢٧﴾ ع

ترجمہ: جن اہل کتاب نے ان سے ساز باز کر لی تھی انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعوں سے نکال دیا۔ اور ان کے دلوں میں بھی رعب بھر دیا کہ تم ان کی ایک جماعت کو قتل کر رہے ہو اور ایک جماعت کو قیدی بنا رہے ہو۔[٢٦] اس نے تمہیں ان کی زمینوں کا' ان کے گھر بار کا' ان کے مال کا وارث کر دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تمہارے قدم ہی نہیں گئے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکنے پر قادر ہے۔[٢٧]

= (بخاری و مسلم) حضور ﷺ نے جنگ احزاب کے موقعہ پر جناب باری تعالیٰ سے جو دعا کی تھی وہ بھی بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ((اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ وَزَلْزِلْهُمْ)) "اے اللہ تعالیٰ! اے کتاب کے اتارنے والے! جلد حساب لینے والے! ان لشکروں کو شکست دے اور انہیں ہلا ڈال۔" [1] اس فرمان ﴿وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی کفایت جنگ سے کر دی۔ اس میں ایک نہایت لطیف بات یہ ہے کہ نہ صرف اس جنگ سے ہی مسلمان چھوٹ گئے' نہیں بلکہ آئندہ ہمیشہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے بچ گئے کہ مشرکین ان پر چڑھ دوڑیں چنانچہ آپ تاریخ دیکھ لیں جنگ خندق کے بعد کافروں کی ہمت پڑی ہی نہیں کہ وہ مدینہ طیبہ پر یا حضور ﷺ پر کسی جگہ خود چڑھائی کرتے۔ ان کے منحوس قدموں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے مسکن و آرام گاہ کو محفوظ کر لیا' فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ بلکہ برخلاف اس کے مسلمان ان پر چڑھ گئے یہاں تک کہ عرب کی سرزمین سے اللہ تعالیٰ نے شرک و کفر کو ختم کر دیا۔ جب اس جنگ سے کافر لوٹے اسی وقت رسول اکرم ﷺ نے بطور پیشینگوئی فرما دیا تھا کہ اس سال کے بعد قریش تم سے جنگ نہیں کریں گے بلکہ تم ان سے جنگ کرو گے [2] چنانچہ یہی ہوا۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ فتح ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قوت کا مقابلہ بندے کے بس کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ اسی نے اپنی مدد و قوت سے ان بپھرے ہوئے اور بکھرے ہوئے لشکروں کو پسپا کیا۔ انہیں برائے نام بھی کوئی نفع نہ پہنچا۔ اس نے اسلام اور اہل اسلام کو غالب کیا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے عبد و رسول ﷺ کی مدد فرمائی فَلَهُ الْحَمْدُ.

بنو قریظہ کا محاصرہ: [آیت: ٢٦-٢٧] اتنا ہم پہلے لکھ چکے ہیں جب مشرکین و یہود کے لشکر مدینہ طیبہ پر آئے اور انہوں نے گھیرا ڈالا تو بنو قریظہ کے یہودی جو مدینہ طیبہ میں تھے اور جن سے حضور ﷺ کا عہد و پیمان ہو چکا تھا' انہوں نے بھی عین موقعہ پر بے وفائی کی' عہد توڑ کر آنکھیں دکھانے لگے۔ ان کا سردار کعب بن اسد باتوں میں آ گیا اور حیی ابن اخطب خبیث نے اسے بدعہدی پر آمادہ کر دیا پہلے تو یہ نہ مانا اور اپنے عہد پر قائم رہا۔ حیی نے کہا کہ دیکھ تو سہی میں تجھے عزت کا تاج پہنانے آیا ہوں۔ قریش اور ان کے ساتھی' غطفان اور ان کے ساتھی اور ہم سب ایک ساتھ ہیں۔ ہم نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک ایک ایک مسلمان کا قیمہ نہ کر لیں

---

[1] صحیح بخاری حوالہ سابق ٤١١٥؛ صحیح مسلم ١٧٤٢؛ بیهقی، ٣/ ٤٥٦۔

[2] دلائل النبوة، ٣/ ٤٥٨، اس کی سند میں محمد بن اسحاق مدلس راوی ہے (التقریب، ٢/ ١٤٤) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ جبکہ (اب ہم ان سے جنگ کریں گے وہ ہم سے جنگ نہیں کریں گے) کے الفاظ سے صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق ٤١١٠؛ احمد، ٤/ ٢٦٢؛ دلائل النبوة، ٣/ ٤٥٧ میں موجود ہے۔

یہاں سے نہیں ہٹنے کے، کعب چونکہ جہاں دیدہ شخص تھا اس نے جواب دیا کہ یہ محض غلط ہے۔ یہ تمہارے بس کے نہیں۔ تو ہمیں ذلت کا طوق پہنانے آیا ہے۔ تو بڑا منحوس شخص ہے میرے سامنے سے ہٹ جا اور مجھے اپنی مکاری کا شکار نہ بنا۔ لیکن حیی پھر بھی نہ ٹلا اور اسے سمجھاتا بجھاتا رہا۔ آخر میں کہا سن! اگر بالفرض قریش اور غطفان بھاگ بھی جائیں تو میں مع اپنی جماعت کے تیری گڑھی میں آ جاؤں گا اور جو کچھ تیرا اور تیری قوم کا حال ہوگا وہی میرا اور میری قوم کا حال ہوگا۔ بالآخر کعب پر حیی کا جادو چل گیا اور بنو قریظہ نے صلح توڑ دی جس سے حضور ﷺ کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو سخت صدمہ ہوا اور بہت ہی بھاری پڑا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے غلاموں کی مدد کی اور حضور ﷺ مع اصحاب رضی اللہ عنہم کے مظفر و منصور مدینہ منورہ کو واپس آئے، صحابہ نے ہتھیار کھول دیئے اور حضور ﷺ بھی ہتھیار اتار کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گرد و غبار سے پاک صاف ہونے کے لئے غسل کرنے کو بیٹھے ہی تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوئے، آپ کے سر پر ریشمی عمامہ تھا خچر پر سوار تھے جس پر ریشمی گدی تھی فرمانے لگے کہ ''یا رسول اللہ! کیا آپ نے کمر کھول لی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔'' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا لیکن فرشتوں نے اب تک اپنے ہتھیار الگ نہیں کئے۔ میں کافروں کے تعاقب سے ابھی ابھی آ رہا ہوں۔ سنئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلیے اور ان کی پوری گوشمالی کیجئے۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم مل چکا ہے کہ میں انہیں تھرا دوں۔ حضور ﷺ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے، تیار ہو کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو کوچ کا حکم کیا اور فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک عصر کی نماز بنو قریظہ ہی میں پڑھے۔ ظہر کے بعد یہ حکم ملا تھا۔

بنو قریظہ کا قلعہ یہاں سے کئی میل پر تھا۔ نماز کا وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کو راستہ ہی میں آ گیا تو بعضوں نے تو نماز ادا کر لی اور فرمایا حضور ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہی تھا کہ ہم بہت تیز چال چلیں۔ اور بعضوں نے کہا کہ ہم تو وہاں پہنچے بغیر نماز نہیں پڑھیں گے۔ جب آپ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے دونوں میں سے کسی کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی۔ آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں لشکر کا جھنڈا دیا اور آپ ﷺ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیچھے ہی پیچھے بنو قریظہ کی طرف چلے اور جا کر ان کے قلعہ کو گھیر لیا یہ محاصرہ پچیس روز تک رہا۔ جب یہودیوں کا ناک میں دم آ گیا اور تنگ حال ہو گئے تو انہوں نے اپنا حکم (ثالث) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنایا جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ بنو قریظہ میں اور اوس میں زمانہ جاہلیت میں اتفاق و یگانگت تھی، ایک دوسرے کے حلیف تھے اس لئے ان یہودیوں کو خیال رہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہمارا لحاظ اور پاس کریں گے جیسے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے بنو قینقاع کو چھڑوایا تھا۔ ادھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ جنگ خندق میں انہیں اکحل کی رگ میں ایک تیر لگا تھا جس سے خون جاری تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے زخم پر داغ لگوایا تھا اور مسجد کے خیمے میں ہی انہیں رکھا تھا کہ پاس ہی پاس عیادت اور بیمار پرسی کر لیا کریں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جو دعائیں کیں ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی کہ اے پروردگار! اگر اب بھی کوئی ایسی لڑائی باقی ہے جس میں کفار قریش تیرے نبی پر چڑھ آئیں تو تو مجھے زندہ رکھ کہ میں اس میں شرکت کر سکوں اور اگر تو نے کوئی ایک ایسی لڑائی ابھی باقی نہیں رکھی تو خیر میرا زخم خون بہاتا رہے لیکن اے میرے رب تعالیٰ! جب تک بنو قریظہ کی سرکشی کی سزا سے میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی نہ کر لوں تو میری موت کو موخر کرنا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسے مستجاب الدعوات کی دعا کی قبولیت کی شان دیکھئے کہ آپ یہ دعا کرتے ہیں ادھر یہود ان بنو قریظہ آپ کے فیصلے پر اظہار رضامندی کر کے قلعے کو مسلمانوں کے سپرد کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ آدمی بھیج کر آپ کو مدینہ طیبہ سے بلواتے ہیں کہ آپ آ کر ان کے بارے میں اپنا فیصلہ سنا دیں۔ یہ گدھے پر سوار کرا لئے گئے اور سارا قبیلہ اوس لپٹ گیا کہ دیکھئے حضرت خیال رکھیئے گا، بنو قریظہ آپ

کے آدمی ہیں انہوں نے آپ پر بھروسہ کیا ہے وہ آپ کے حلیف ہیں۔ آپ کی قوم کے دکھ سکھ کے ساتھی ہیں آپ ان پر رحم فرمایئے گا ان کے ساتھ نرمی سے پیش آیئے گا۔ دیکھئے اس وقت ان کا کوئی نہیں وہ آپ کے بس میں ہیں وغیرہ۔ لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ محض خاموش تھے کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ ان لوگوں نے مجبور کیا کہ جواب دیں پیچھا ہی نہ چھوڑا۔ آخر آپ نے فرمایا وقت آ گیا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ اس بات کا ثبوت دے کہ ''اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں۔'' یہ سنتے ہی ان لوگوں کے تو دل ڈوب گئے اور سمجھ لیا کہ بنو قریظہ کی خیر نہیں۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سواری اس خیمے کے قریب پہنچ گئی جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو آپ نے فرمایا ''لوگو! اپنے سردار کے استقبال کے لئے اٹھو' چنانچہ مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو باعزت و اکرام، وقعت و احترام سے سواری سے اتارا۔ یہ اس لئے تھا کہ اس وقت آپ حکم کی حیثیت میں تھے ان کے فیصلے پورے ناطق و نافذ سمجھے جائیں۔ آپ کے بیٹھتے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے فیصلے پر رضامند ہو کر قلعے سے نکل آئے ہیں اب آپ ان کے بارے میں جو چاہیں حکم کیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا جو میں ان پر حکم کروں وہ پورا ہو گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں' کیوں نہیں۔ کہا اور اس خیمے والوں پر بھی اس کی تعمیل ضروری ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً پوچھا اور اس طرف والوں پر بھی؟ اور اشارہ اس طرف کیا جس طرف خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ لیکن آپ کی طرف نہیں دیکھا آپ کی بزرگی اور عزت و عظمت کی وجہ سے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں اس طرف والوں پر بھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میرا فیصلہ سنئے۔ میں کہتا ہوں بنو قریظہ میں جتنے لوگ لڑنے والے ہیں انہیں قتل کر دیا جائے' ان کی اولاد کو قید کر لیا جائے ان کے مال قبضے میں لائے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے سعد! تم نے ان کے بارے میں وہی حکم کیا جو اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر حکم کیا ہے۔'' ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم نے سچے مالک اللہ تعالیٰ کا جو حکم تھا وہی سنایا ہے۔''

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خندقیں کھائی کھدوا کر انہیں بندھا ہوا بلوا کر ان کی گردنیں ماری گئیں یہ گنتی میں سات آٹھ سو تھے۔ ان کی عورتیں نابالغ بچے اور مال لے لئے گئے۔ ہم نے یہ کل واقعات اپنی کتاب السیر میں بسط و تفصیل سے لکھ دیئے ہیں' وَالْحَمْدُ لِلّٰه.

پس فرماتا ہے کہ جن اہل کتاب یعنی یہودیوں نے کافروں کے لشکروں کی ہمت افزائی کی تھی اور ان کا ساتھ دیا تھا ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعے خالی کرا دیئے۔ اس قوم قریظہ کے بڑے سردار جن سے ان کی نسل جاری ہوئی تھی اگلے زمانے میں آ کر حجاز میں اسی طمع میں بسے تھے کہ جس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہماری کتابوں میں ہے وہ چونکہ یہیں ہونے والے ہیں تو ہم سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی سعادت سے مسعود ہوں گے لیکن ان ناخلفوں نے جب اللہ تعالیٰ کے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تکذیب کی، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی لعنت ان پر نازل ہوئی۔ ''صَيَاصِي'' سے مراد قلعے ہیں۔ [1] اسی معنی کے لحاظ سے سینگوں کو بھی صیاصی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ جانور کے سارے جسم کے اوپر اور سب سے بلند یہی ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا انہوں نے ہی مشرکین کو بھڑکا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کرائی تھی۔ عالم جاہل برابر نہیں ہوتے۔ یہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو جڑوں سے اکھیڑ دینا چاہا تھا' لیکن معاملہ برعکس ہو گیا پانسہ پلٹ گیا' قوت کمزوری سے اور مراد نامرادی سے بدل گئی۔

[1] الطبری، ۲۰/ ۲٤۹۔

نقشہ بگڑ گیا حمایتی بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ بے دست و پا رہ گئے۔ عزت کی خواہش نے ذلت دکھائی' مسلمانوں کے برباد کرنے اور پیس ڈالنے کی خوشی نے اپنے آپ کو پسوا دیا اور ابھی آخرت کی بدنصیبی باقی ہے' کچھ قتل کر دیئے گئے' باقی قید کر لئے گئے۔ عطیہ قرظی کا بیان ہے کہ میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو میرے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تردد ہوا' فرمایا' 'اسے الگ لے جاؤ دیکھو اگر اس کے ناف کے نیچے بال ہوں تو قتل کر دو ورنہ قیدیوں میں بٹھا دو۔'' دیکھا تو میں بچہ ہی تھا زندہ چھوڑ دیا گیا۔ ❶ ان کی زمین کے' ان کے گھر کے' ان کے مال کے مالک مسلمان ہو گئے بلکہ اس زمین کے بھی جواب تک پڑی تھی اور جہاں مسلمانوں کے نشان قدم بھی نہ ہوئے تھے یعنی خیبر کی زمین یا مکہ مکرمہ کی زمین یا فارس کی یا روم کی زمین اور ممکن ہے کہ یہ کل خطے مراد ہوں۔ اللہ تعالیٰ بڑی قدرتوں والا ہے۔ ❷

مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ'' خندق والے دن میں نکلی کہ لشکر کا کچھ حال معلوم کروں کہ مجھے اپنے پیچھے سے کسی کے بڑے زور سے آنے کی آہٹ اور اس کے ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دی۔ میں راستے سے ہٹ کر ایک جگہ بیٹھ گئی دیکھا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ لشکر کی طرف جا رہے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے بھائی حارث بن اوس تھے جن کے ہاتھ میں ان کی ڈھال تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے تھے لیکن بڑے لمبے چوڑے تھے' زرہ پورے بدن پر نہیں آئی تھی' ہاتھ کھلے تھے' اشعار رجز پڑھتے ہوئے جھومتے جھامتے چلے جا رہے تھے۔ میں یہاں سے اور آگے بڑھی اور ایک باغیچے میں چلی گئی وہاں کچھ مسلمان موجود تھے جن میں حضرت عمر بن خطاب بھی تھے اور ایک صاحب جو خود اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ لیا۔ پھر کیا تھا بڑے ہی بگڑے اور مجھ سے فرمانے لگے یہ دلیری تم نہیں جانتیں لڑائی ہو رہی ہے؟ اللہ تعالیٰ جانے کیا نتیجہ ہو؟ تم کیسے یہاں چلی آئیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ غرض مجھے اس قدر ملامت کی کہ زمین پھٹ جاتی تو میں اس میں سما جاتی۔ جو صاحب مغفر (خود) سے اپنے منہ چھپائے ہوئے تھے انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر اپنے سر سے لوہے کا ٹوپ اتارا' دیکھا' اب میں پہچان گئی کہ وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خاموش کیا کہ کیا ملامت شروع کر رکھی ہے نتیجے کا کیا ڈر ہے؟ کیوں تمہیں اتنی گھبراہٹ ہے؟ کوئی بھاگ کے جائے گا کہاں سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک قریشی نے تاک کر تیر لگایا اور کہا لے میں ابن عرقہ ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی رگ اکحل پر وہ تیر پڑا اور پیوست ہو گیا۔ خون کے فوارے چھوٹ گئے۔ اسی وقت آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے موت نہ دینا جب تک کہ بنو قریظہ کی تباہی اپنی آنکھوں نہ دیکھ لوں۔ اللہ تعالیٰ کی شان سے اسی وقت خون تھم گیا۔ مشرکین کو ہواؤں نے بھگا دیا اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی کفایت کر دی۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی تو بھاگ کر تہامہ میں چلے گئے۔ عیینہ بن بدر اور اسکے ساتھی نجد میں چلے گئے۔ بنو قریظہ اپنے قلعے میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ میدان خالی دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں ہی چمڑے کا ایک خیمہ نصب کیا گیا۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے آپ کا چہرہ گرد آلود تھا' فرمانے لگے آپ نے ہتھیار کھول دیئے حالانکہ فرشتے اب تک ہتھیار بند ہیں۔ اٹھئے بنو قریظہ سے بھی فیصلہ کر لیجئے' ان پر چڑھائی کیجئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہتھیار لگائے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی کوچ کی منادی کرا دی۔ بنو تمیم کے مکانات مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہی تھے راہ میں آپ نے ان سے پوچھا کیوں بھئی؟ کسی کو جاتے ہوئے دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ابھی ابھی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ گئے ہیں۔ حالانکہ تھے تو وہ =

❶ ابوداود، کتاب الحدود، باب فی الغلام، یصیب الحد ٤٤٠٤ وسندہ صحیح، ترمذی ١٥٨٤؛ نسائی ٣٤٦٠؛ ابن ماجہ ٢٥٤١؛ احمد، ٤/ ٣١٠؛ ابن حبان ٤٧٨٠۔ ❷ الطبری ٢٠/ ٢٥٠۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم!) اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہاری مراد زندگانی دنیا اور زینت دنیا ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ چھوڑ دوں۔[۲۸] اور اگر تمہاری مراد اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کا گھر ہے تو یقین مانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر رکھ چھوڑے ہیں۔[۲۹]

== حضرت جبرئیل علیہ السلام لیکن آپ علیہ السلام کی داڑھی چہرہ بالکل حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے ملتا جلتا تھا۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر بنو قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ پچیس روز تک یہ محاصرہ رہا۔ جب وہ گھبرائے اور تنگ آ گئے تو ان سے کہا گیا کہ قلعہ ہمیں سونپ دو اور تم بھی ہمارے ہاتھوں میں آ جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بارے میں جو چاہیں گے فیصلہ فرما دیں گے۔ انہوں نے حضرت ابو لبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے اشارہ کیا کہ اس صورت میں اپنی جان سے ہاتھ دھو لینا ہے۔ انہوں نے یہ معلوم کر کے اسے تو نامنظور کر دیا اور کہنے لگے ہم قلعہ خالی کر دیتے ہیں آپ کی فوج کو قبضہ دے دیتے ہیں ہمارے بارے میں فیصلہ ہم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دیتے ہیں۔ آپ نے اسے بھی منظور فرما لیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ آپ تشریف لے آئے گدھے پر سوار تھے جس پر کھجور کے درخت کی چھال کی گدی تھی۔ آپ اس پر بمشکل سوار کر دیئے گئے تھے۔ آپ کی قوم آپ کو گھیرے ہوئے تھی اور سمجھا رہی تھی کہ دیکھو بنو قریظہ ہمارے حلیف ہیں ہمارے دوست ہیں۔ ہماری موت و زیست کے شریک ہیں اور ان کے تعلقات جو ہم سے ہیں وہ آپ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ خاموشی سے سب کی باتیں سنتے جاتے تھے جب ان کے محلے میں پہنچے تو ان کی طرف نظر ڈالی اور کہا وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی مطلقاً پرواہ نہ کروں۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے پاس ان کی سواری پہنچی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے سید کی طرف اٹھو اور انہیں اتارو۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارا سید تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتارو۔ لوگوں نے مل جل کر انہیں سواری سے اتارا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سعد! ان کے بارے میں جو حکم کرنا چاہو کر دو۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کے بڑے قتل کر دیئے جائیں ان کے چھوٹے غلام بنائے جائیں' ان کا مال تقسیم کر لیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سعد! تم نے اس حکم میں اللہ تعالیٰ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پوری موافقت کی۔'' پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! اگر تیرے نبی پر قریش کی کوئی اور چڑھائی بھی باقی ہو تو مجھے اس کی شمولیت کے لئے زندہ رکھ ورنہ اپنی طرف بلا لے۔ اسی وقت زخم سے خون بہنے لگا حالانکہ وہ پورا بھر چکا تھا۔ یونہی سا باقی تھا۔ چنانچہ انہیں پھر واپس اسی خیمے میں پہنچا دیا گیا اور آپ وہیں شہید ہو گئے' خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ بھی آئے سب رو رہے تھے اور میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آواز اور عمر رضی اللہ عنہ کی آواز میں تمیز بھی کر رہی تھی میں اس وقت اپنے حجرے میں تھی۔'' فی الواقع اصحاب رسول ایسے ہی تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ آپس میں ایک دوسرے کی پوری محبت اور ایک دوسرے سے الفت رکھنے والے تھے۔ حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ام المومنین! یہ تو

فرمائیے کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح رویا کرتے تھے؟ فرمایا ''آپ کی آنکھیں کسی پر آنسو نہیں بہاتی تھیں ہاں غم و رنج کے موقعہ پر آپ اپنی داڑھی مبارک اپنی مٹھی میں لے لیتے تھے۔'' ❶

اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے فضائل: [آیت: ۲۸۔۲۹] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی بیویوں کو دو باتوں میں سے ایک کی قبولیت کا اختیار دیں۔ اگر تم دنیا اور اس کی رونق پر ریجھی ہوئی ہو تو آؤ میں تمہیں اپنے نکاح سے الگ کر دیتا ہوں۔ اور اگر تم تنگی ترشی پر یہاں صبر کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشی، رسول اللہ ﷺ کی رضا مندی چاہتی ہو اور آخرت کی رونق پسند ہے تو صبر و سہار سے میرے ساتھ زندگی گزارو، اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی تمام بیویوں سے جو ہماری مائیں ہیں خوش رہے، سب نے اللہ تعالیٰ کو، اس کے رسول کو اور دار آخرت کو ہی پسند فرمایا جس پر رب تعالیٰ راضی ہوا اور پھر آخرت کے ساتھ ہی دنیا کی مسرتیں بھی عطا فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ''اس آیت کے اترتے ہی اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں ایک بات کا تم سے ذکر کرنے والا ہوں تم جواب میں جلدی نہ کرنا اپنے ماں باپ سے مشورہ کر کے جواب دینا۔ یہ تو آپ جانتے ہی تھے کہ ناممکن ہے کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدائی کرنے کا مشورہ دیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ میں نے فوراً جواب دیا کہ یا رسول اللہ! اس میں ماں باپ سے مشورہ کرنے کی کونسی بات ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ پسند ہے اس کے رسول اللہ ﷺ پسند ہیں اور آخرت کا گھر پسند ہے۔ آپ ﷺ کی اور تمام بیویوں نے بھی وہی کیا جو میں نے کیا تھا۔'' ❷ اور روایت میں ہے کہ تین دفعہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ''کہ دیکھو بغیر اپنے ماں باپ سے مشورہ کئے کوئی فیصلہ نہ کر لینا۔''

پھر جب حضور اکرم ﷺ نے میرا جواب سنا تو آپ خوش ہو گئے اور ہنس دیئے۔ پھر آپ دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں میں تشریف لے گئے۔ ان سے پہلے ہی فرما دیتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو یہ جواب دیا ہے۔ وہ کہتی تھیں یہی جواب ہمارا بھی ہے۔ فرماتی ہیں کہ اس اختیار کے بعد جب ہم نے آپ کو اختیار کیا تو یہ اختیار طلاق میں شمار نہیں ہوا۔ ❸ مسند احمد میں ہے کہ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا۔ لوگ آپ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ اندر تشریف فرما تھے اجازت ملی نہیں۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اجازت چاہی لیکن انہیں اجازت نہ ملی۔ تھوڑی دیر میں دونوں کو یاد فرمایا گیا۔ گئے دیکھا کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کے پاس بیٹھی ہیں اور آپ خاموش ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا دیکھو میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کو ہنسا دیتا ہوں۔ پھر کہنے لگے یا رسول اللہ! کاش کہ آپ دیکھتے میری بیوی نے آج مجھ سے روپیہ پیسہ مانگا میرے پاس تھا نہیں جب زیادہ ضد کرنے لگیں تو میں نے اٹھ کر گردن ناپی۔ یہ سنتے ہی حضور اکرم ﷺ ہنس پڑے اور فرمانے لگے یہاں بھی یہی قصہ ہے۔ دیکھو یہ سب بیٹھی ہوئی مجھ سے مال طلب کر رہی ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لپکے اور عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف، اور فرمانے لگے: افسوس! تم رسول اللہ ﷺ سے وہ مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں۔ وہ تو کہئے خیر گزری جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں روک لیا ورنہ =

❶ احمد، ٦/ ١٤١، ١٤٢؛ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب...... ٤١٢٢؛ صحیح مسلم ١٧٦٩ مختصراً؛ ابن حبان ٧٠٢٨۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الاحزاب باب قوله ﴿یا ایها النبی قل لازواجك ان کنتن......﴾ ٤٧٨٥، ٤٧٨٦؛ صحیح مسلم ١٤٧٥۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب من خیر ازواجه ٥٢٦٢؛ صحیح مسلم ١٤٧٧۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی بداخلاقی کرے گی اسے دوہرا دوہرا عذاب کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت ہی سہل سی بات ہے۔[٣٠]

= عجب نہیں دونوں بزرگ اپنی اپنی صاحبزادیوں کو مارتے۔ اب تو سب بیویاں کہنے لگیں کہ اچھا قصور ہوا اب سے ہم حضور اکرم ﷺ کو ہرگز اس طرح تنگ نہ کریں گی۔" اب یہ آیتیں اتریں اور دنیا اور آخرت کی پسندیدگی میں اختیار دیا گیا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے انہوں نے آخرت کو پسند کیا' جیسے کہ تفصیل وار بیان گزر چکا۔ ساتھ ہی یہ درخواست کی کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی کسی بیوی سے یہ نہ فرمایئے گا کہ میں نے آپ کو اختیار کیا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چھپانے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ میں سکھانے والا' آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مجھ سے تو جو دریافت کرے گی میں صاف صاف بتا دوں گا۔ ❶ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ طلاق کا اختیار نہیں دیا گیا تھا بلکہ دنیا یا آخرت کی ترجیح کا اختیار دیا تھا ❷ لیکن اس کی سند میں بھی انقطاع ہے اور یہ آیت کے ظاہری لفظوں کے بھی خلاف ہے کیونکہ پہلی آیت کے آخر میں صاف موجود ہے کہ آؤ میں تمہارے حقوق ادا کر دوں اور تمہیں رہائی دے دوں۔ اس میں علماء کرام کا گو اختلاف ہے کہ اگر آپ ﷺ طلاق دے دیں تو پھر کسی کو ان سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے تاکہ اس طلاق سے وہ نتیجہ ملے یعنی دنیا طلبی اور دنیا کی زینت و رونق انہیں حاصل ہو سکے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ جب یہ آیت اتری اور جب اس کا حکم حضور اکرم ﷺ نے ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو سنایا' اس وقت آپ ﷺ کی نو بیویاں تھیں۔ پانچ تو قریشیہ۔ عائشہ' حفصہ' ام حبیبہ' سودہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن اور صفیہ بنت حیی جو قبیلہ نضیر کی تھیں اور میمونہ بنت حارث جو ہلالیہ تھیں اور زینب بنت جحش جو اسدیہ تھیں اور جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہن جو مصطلقیہ تھیں۔ ❸

اُمہات المومنین عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں: [آیت:٣٠] حضور اکرم ﷺ کی بیویوں نے یعنی مومنوں کی ماؤں نے جب اللہ تعالیٰ کو اس کے رسول ﷺ کو اور آخرت کے بھلے گھر کو پسند کر لیا اور حضور اکرم ﷺ کے گھر میں وہ ہمیشہ کے لئے مقرر ہو چکیں تو اب جناب باری عَزَّ اِسْمُهُ اس آیت میں انہیں وعظ فرما رہا ہے اور بتلا رہا ہے کہ تمہارا معاملہ عام عورتوں جیسا نہیں ہے۔ اگر بالفرض تم نے نبی اکرم ﷺ کی فرمانبرداری سے سرتابی کی اور اگر بالفرض تم سے کوئی بدخلقی سرزد ہوئی تو تمہیں دنیا اور آخرت میں عتاب ہوگا۔ چونکہ تمہارے بڑے رتبے ہیں تمہیں گناہوں سے بالکل دور رہنا چاہئے ورنہ رتبے کے مطابق مشکل بھی بڑھ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ پر سب باتیں سہل اور آسان ہیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ فرمان بطور شرط کے ہے اور شرط کا واقع ہونا ضروری نہیں ہوتا جیسے فرمان ہے ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ ❹ الخ۔ اے نبی! اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے......۔ نبیوں کا ذکر کر کے فرمایا ﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ ❺ اگر یہ شرک کریں تو ان کی

❶ احمد، ٣/ ٣٢٨؛ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان ان تخییره امراته لا یکون طلاقا الا بالنیة ١٤٧٨۔

❷ احمد، ١/ ٧٨ وسنده ضعیف زوائد عبدالله بن احمد بن حنبل اس روایت میں محمد بن عبیدالله المدنی ضعیف ہے۔ (المیزان، ٣/ ٦٣٤، رقم: ٧٩٠٤) اور علی بن حسین کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

❸ الطبری، ٢٠/ ٢٥٢۔

❹ ٣٩/ الزمر: ٦٥۔ ❺ ٦/ الانعام: ٨٨۔

نیکیاں بے کار ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ ۝﴾ ❶ اگر رحمان کے اولاد ہو تو میں تو سب سے پہلے عابد ہوں۔ اور آیت میں ارشاد ہو رہا ہے ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّا اصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ ❷ الخ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو اولاد منظور ہوتی تو وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا پسند فرما لیتا وہ پاک ہے وہ یکتا اور ایک ہے وہ غالب اور سب پر حکمران ہے۔ پس ان پانچوں آیتوں میں شرط کے ساتھ بیان ہے لیکن ایسا ہوا نہیں نہ نبیوں سے شرک ہونا ممکن نہ رسولوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے یہ ممکن نہ اللہ تعالیٰ کی اولاد اسی طرح امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی نسبت بھی جو فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی کھلی لغو حرکت کرے تو اسے دگنی سزا ہوگی اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ واقعی ان میں سے کسی نے کوئی ایسی نافرمانی اور بدخلقی کی ہو نعوذ باللہ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اکیسویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی۔

❶ ۴۳/ الزخرف:۸۱۔ ❷ ۳۹/ الزمر:۴۔

فہرست

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

ع

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک کام کرے گی ہم اسے دوہرا اجر دیں گے۔ اور اس کے لئے ہم نے بہترین روزی تیار کر رکھی ہے۔[۳۱] اے نبی کی بیویو! اگر تم پرہیزگاری کرو تو تم مثل معمولی عورتوں کے نہیں ہو تم نرم لہجے سے بات نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ کوئی خیال کرنے لگے ہاں قاعدے کے مطابق کلام کیا کرو۔[۳۲] اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کیا کرو۔ نماز ادا کرتی رہو زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ ہر قسم کی لغویات کو دور کردے اور تمہیں خوب صاف کردے۔[۳۳] تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیتیں اور رسول کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں یاد رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا خبردار ہے۔[۳۴]

فرمانبرداروں کیلئے دوہرا اجر ہے: [آیت:۳۱-۳۴] اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے عدل اور فضل کا بیان فرما رہا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ تمہاری اطاعت گزاری اور نیک کاری پر تمہیں دگنا اجر ہے اور تمہارے لئے جنت میں باعزت روزی ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ساتھ آپ کی منزل میں ہوں گی اور حضور اکرم ﷺ کی منزل اعلیٰ علیین میں ہے جو تمام لوگوں سے بالاتر ہے۔ اسی کا نام وسیلہ ہے۔ یہ جنت کی سب سے اعلیٰ اور سب سے اونچی منزل ہے، جس کی چھت عرش الٰہی ہے۔

نبی ﷺ کی بیویوں کیلئے آداب: اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کی بیویوں کو آداب سکھاتا ہے اور چونکہ تمام عورتیں انہی کے ماتحت ہیں اس لئے یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔ پس فرمایا کہ تم میں سے جو پرہیزگاری کریں وہ بہت بڑی فضیلت اور مرتبے والی ہیں۔ مردوں سے جب تمہیں کوئی بات کرنی پڑے تو آواز بنا کر بات نہ کرو کہ جن کے دلوں میں روگ ہے انہیں طمع پیدا ہو بلکہ بات اچھی اور مطابق دستور کرو۔ پس عورتوں کو غیر مردوں سے نزاکت کے ساتھ خوش آوازی سے باتیں کرنی منع ہیں۔ گھل مل کر وہ صرف اپنے خاوندوں سے ہی کلام کر سکتی ہیں پھر فرمایا بغیر کسی ضروری کام کے گھر سے باہر نہ نکلو۔ مسجد میں نماز کے لئے آنا بھی شرعی ضرورت ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے' اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ لیکن انہیں چاہیے کہ سیدھی سادھی جس طرح

گھروں میں رہتی ہیں اسی طرح آئیں۔ ❶

ایک روایت میں ہے کہ ان کے لئے ان کے گھر بہتر ہیں۔ ❷ بزار میں ہے کہ عورتوں نے حاضر ہو کر رسول اللہ سے کہا کہ جہاد وغیرہ کی کل فضیلتیں مرد ہی لے گئے' اب آپ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے ہم مجاہدین کی فضیلت کو پاسکیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں پردے اور عصمت کے ساتھ بیٹھی رہے وہ جہاد کی فضیلت پالے گی۔ ❸ ترمذی وغیرہ میں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے۔ یہ جب گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو شیطان جھانکنے لگتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب اس وقت ہوتی ہے۔ جب کہ یہ اپنے گھر کے اندرونی حجرے میں ہو۔'' ❹

ابوداؤد وغیرہ میں ہے عورت کا اپنے گھر کی اندرونی کوٹھری کی نماز' گھر کی نماز سے افضل ہے اور گھر کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے۔ ❺ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرا کرتی تھیں۔ اب اسلام بے پردگی کو حرام قرار دیتا ہے۔ ناز سے' اٹھلا کر چلنا ممنوع ہے۔ دوپٹہ گلے میں ڈال لیا لیکن اسے لپیٹا نہیں' جس سے گردن اور کانوں کے زیورات دوسروں کی نظر میں آئیں' یہ جاہلیت کا بناؤ تھا جس سے اس آیت میں روکا گیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''حضرت نوح اور حضرت ادریس علیہما السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا زمانہ تھا۔ اس درمیان میں حضرت آدم علیہ السلام کی دو نسلیں آباد تھیں ایک تو پہاڑ پر دوسری نرم زمین پر۔ پہاڑیوں کے مرد خوش شکل تھے عورتیں سیاہ فام تھیں اور زمین والوں کی عورتیں خوبصورت تھیں اور مردوں کے رنگ سانولے تھے۔ ابلیس انسانی صورت اختیار کر کے انہیں بہکانے کے لئے نرم زمین والوں کے پاس آیا اور ایک شخص کا غلام بن کر رہنے لگا پھر اس نے بانسری کی طرح کی ایک چیز بنائی اور اسے بجانے لگا۔ اس کی آواز پر لوگ لٹو ہو گئے اور بھیڑ لگنے لگی۔ اور ایک دن میلے کا مقرر ہو گیا جس میں ہزار ہا مرد عورت جمع ہونے لگے۔ اتفاقاً ایک دن ایک پہاڑی آدمی بھی آ گیا اور ان کی عورتوں کو دیکھ کر واپس جا کر اپنے لوگوں میں ان کے حسن کا چرچا کرنے لگا اب وہ لوگ بہ کثرت آنے لگے اور آہستہ آہستہ ان عورتوں اور مردوں میں اختلاط بڑھ گیا اور بدکاری اور زناکاری کا عام رواج ہو گیا۔''

یہی جاہلیت کا بناؤ ہے' جس سے یہ آیت روک رہی ہے۔ ان کاموں سے روکنے کے بعد اب کچھ احکام بیان ہو رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے۔ اس کی پابندی کرو اور بہت اچھی طرح اسے ادا کرتی رہو۔ اسی طرح مخلوق کے ساتھ بھی نیک سلوک کرو یعنی زکوٰۃ نکالتی رہو۔ ان خاص احکام کی بجا آوری کا حکم دے کر پھر عام طور پر اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا: اس اہل بیت سے ہر قسم کے میل کچیل کے دور کرنے کا ارادہ ہو چکا ہے وہ تمہیں بالکل پاک صاف کر دے گا۔ یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ان آیتوں میں اہل بیت میں داخل

---

❶ ابوداود، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی خروج النساء الی المساجد ٥٦٥ وسنده حسن۔

❷ ابوداود، حواله سابق، ٥٦٧ وهو صحیح۔

❸ البزار ١٤٧٥ وسنده ضعیف، ابن حبان، ١/ ١٩٩؛ مجمع الزوائد، ٤/ ٣٠٧؛ مسند ابی یعلی ٣٤١٦، ان کی سند میں روح بن مسیب جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ومجروح راوی ہے۔

❹ ترمذی، کتاب الرضاع، باب استشراف الشیطان المرأة اذا خرجت ١١٧٣ وسنده ضعیف، قتادہ مدلس راوی ہے اور ان کی تصریح بالسماع ثابت نہیں۔ (یہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب اس وقت ہوتی ہے جب کہ یہ......) کے الفاظ اس میں نہیں ہیں۔

❺ ابوداود، کتاب الصلاة، باب التشدید فی ذلك ٥٧٠ وسنده ضعیف قتادہ مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں۔

ہیں۔اس لئے کہ یہ آیت انہی کے بارے میں اتری ہے۔آیت کا شان نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے۔گو بعض کہتے ہیں کہ صرف وہی داخل ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں وہ بھی اور اس کے سوا بھی' اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ تو بازاروں میں منادی کرتے پھرتے تھے کہ ''یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں ہی کے بارے میں خاص طور پر نازل ہوئی ہے۔'' (ابن جریر) ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو چاہے مجھ سے مباہلہ کر لے یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ❶ اس قول سے اگر یہ مطلب ہے کہ شان نزول یہی ہے اور نہیں' تو یہ ٹھیک ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اہل بیت میں اور کوئی ان کے سوا داخل ہی نہیں تو اس میں نظر ہے۔اس لئے کہ احادیث سے اہل بیت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سوا اوروں کا داخل ہونا بھی پایا جاتا ہے۔

مسند احمد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لئے جب نکلتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر پہنچ کر فرماتے ''اے اہل بیت نماز کا وقت آ گیا۔ پھر اسی آیت تطہیر کی تلاوت کرتے۔'' ❷ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔ابن جریر کی ایک اسی حدیث میں سات مہینے کا بیان ہے۔ ❸ اس میں ایک راوی ابوداؤد اعمٰی نفیع بن حارث کذاب ہے۔یہ روایت ٹھیک نہیں۔

اہل بیت کی فضیلت: مسند میں ہے شداد بن عمار کہتے ہیں ''میں ایک دفعہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔اس وقت وہاں کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا وہ آپ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔میں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔جب وہ لوگ چلے گئے تو مجھ سے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے؟ میں نے کہا: ہاں! میں نے بھی سب کی زبان میں زبان ملائی۔تو فرمایا سن میں نے جو دیکھا ہے تجھے سناتا ہوں۔ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں گئے ہوئے ہیں۔میں ان کے انتظار میں بیٹھ گیا۔تھوڑی دیر میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔دونوں بچے آپ کی انگلی تھامے ہوئے تھے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تو اپنے سامنے بٹھا لیا اور دونوں نواسوں کو اپنے گھٹنوں پر بٹھا لیا اور ایک کپڑے سے ڈھک لیا پھر اسی آیت کی تلاوت کر کے فرمایا: اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے اہل بیت زیادہ حق دار ہیں۔'' ❹ دوسری روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے یہ دیکھ کر کہا' یا رسول اللہ! میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں۔آپ نے فرمایا ہاں تو بھی میرے اہل بیت میں سے ہے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان میرے لئے بہت ہی بڑی امید کا ہے ❺ اور روایت میں ہے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جو حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن' حضرت حسین رضی اللہ عنہم آئے۔آپ نے اپنی

---

❶ الطبري، ۲۰/ ۲٦۷۔ ❷ احمد، ۳/ ۲۵۹، ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الاحزاب ۳۲۰٦ وسنده ضعيف، مسند ابي يعلى ۳۹۷۸؛ مسند الطيالسي ۲۰۵۹؛ المعجم الكبير ۲٦۷۱؛ مشكل الآثار ۷۷٤؛ اس کی سند میں علی بن زید ضعیف راوی ہے (التقريب، ۱/ ۳۰٦، رقم:۲٦٤) ❸ اس کی سند میں ابوداؤد اعمٰی متروک وکذاب راوی ہے جس طرح کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔ ❹ احمد، ٤/ ۱۰۷؛ مسند ابي يعلى ۷٤۸٦؛ طبراني ۲٦۷۰؛ بيهقي، ۲/ ۱۵۲؛ حاكم، ۳/ ۱٤۷، امام حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔اس کی سند صحیح ہے۔

❺ تفسير ابن جرير، ۲۲/ ٦ وسنده ضعيف، عبدالكريم بن ابي عمير نامعلوم ہے اور باقی سند صحیح ہے۔

چادر ان پر ڈال کر فرمایا: ''اے اللہ! یہ میرے اہل وعیال ہیں یا اللہ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں پاک کر دے۔ میں نے کہا میں بھی۔ آپ نے فرمایا ہاں تو بھی۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ میرا مضبوط عمل یہی ہے۔'' ❶

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حریرے کی ایک پتیلی بھری ہوئی لائیں۔ آپ نے فرمایا: اپنے میاں کو اور اپنے دونوں بچوں کو بھی بلالو چنانچہ وہ بھی آ گئے اور کھانا شروع ہوا۔ آپ اپنے بسترے پر تھے' خیبر کی ایک چادر آپ کے نیچے بچھی ہوئی تھی' میں حجرے میں نماز ادا کر رہی تھی کہ یہ آیت اتری۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چادر اڑھادی اور چادر میں سے ایک ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا کی کہ: الٰہی! یہ میرے اہل بیت اور حمایتی ہیں' تو ان سے ناپاکی دور کر اور انہیں طاہر کر۔ میں نے اپنا سر گھر میں سے نکال کر کہا' یا رسول اللہ! میں بھی آپ سب کے ساتھ ہوں۔ آپ نے فرمایا یقیناً تو بہتری کی طرف ہے فی الواقع تو خیر کی طرف ہے۔'' ❷ اس روایت کے راویوں میں عطا کے استاد کا نام نہیں جو معلوم ہو سکے کہ وہ کیسے راوی ہیں باقی راوی ثقہ ہیں۔ دوسری سند سے انہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا ''تو آپ نے فرمایا آیت تطہیر تو میرے گھر میں اتری ہے۔ آپ میرے ہاں آئے اور فرمایا کسی اور کو آنے کی اجازت نہ دینا تھوڑی دیر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ اب بھلا میں بیٹی کو باپ سے کیسے روکتی پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے' نواسے کو نانا سے کون روکے؟ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے میں نے انہیں بھی نہ روکا۔ پھر حضرت علی آئے۔ میں انہیں بھی نہ روک سکی۔ جب یہ سب جمع ہو گئے تو جو چادر حضرت اوڑھے ہوئے تھے اسی میں ان سب کو لے لیا اور کہا الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں' ان سے پلیدی دور کر دے اور انہیں خوب پاک کر دے۔ پس یہ آیت اس وقت اتری جب یہ چادر پر جمع ہو چکے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں بھی لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے آپ اس پر خوش نہ ہوئے اور فرمایا تو خیر کی طرف ہے۔''

مسند کی اور روایت میں ہے کہ ''میرے گھر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ خادم نے آ کر خبر دی کہا فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں تو آپ نے مجھ سے فرمایا ایک طرف ہو جاؤ میرے اہل بیت آ گئے۔ میں گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ جو دونوں ننھے بچے اور یہ دونوں صاحب تشریف لائے۔ آپ نے دونوں بچوں کو گودی میں لے لیا' پیار کیا' ایک ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گردن میں دوسرا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گردن میں ڈال کر ان دونوں کو بھی پیار کیا اور ایک سیاہ چادر سب پر ڈال کر فرمایا: یا اللہ! تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف' میں اور میری اہل بیت۔ میں نے کہا میں بھی؟ فرمایا' ہاں تو بھی۔'' ❸ اور روایت میں ہے کہ ''میں اس وقت گھر کے دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بھلائی کی طرف ہے اور نبی کی بیویوں میں سے ہے۔'' اور روایت میں ہے ''میں نے کہا مجھے بھی ان کے ساتھ شامل کر لیجئے' تو فرمایا تو میری اہل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ چادر اوڑھے ہوئے ایک دن صبح ہی صبح نکلے اور ان چاروں کو اپنی چادر تلے لے کر یہ آیت پڑھی'' ❹ (مسلم وغیرہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرتبہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا ''وہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے ان کے گھر میں آپ کی صاحبزادی تھیں جو سب سے زیادہ آپ کی محبوب تھیں۔ پھر چادر کا واقعہ بیان فرما کر فرمایا' میں نے قریب جا کر کہا۔ یا رسول اللہ! میں بھی آپ کے اہل بیت میں

❶ المعجم الکبیر ٢٦٦٩ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ٩/ ١٦٨۔

❷ احمد، ٦/ ٢٩٢ وھو حدیث صحیح۔ ❸ احمد، ٦/ ٢٩٦ وسندہ ضعیف۔

❹ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ٢٤٢٤۔

سے ہوں۔ فرمایا دور رہو، تم یقیناً خیر پر ہو۔'' ❶ (ابن ابی حاتم)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''میرے اور ان چاروں کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔'' اور سند سے یہ ابوسعید رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہونا مروی ہے' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' جب حضور اکرم ﷺ پر وحی اتری تو آپ نے ان چاروں کو اپنے کپڑے تلے لے کر فرمایا' یارب! یہ میرے اہل ہیں اور میرے اہل بیت ہیں۔'' (ابن جریر)

صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت یزید بن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' میں اور حصین ابن سبرہ اور عمر بن مسلمہ مل کر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حصین کہنے لگے: اے زید! آپ کو تو بہت سی بھلائیاں مل گئیں۔ آپ نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی' آپ کی احادیث سنیں' آپ کے ساتھ جہاد کئے' آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ غرض آپ نے بہت خیر و برکت پالی۔ اچھا ہمیں کوئی حدیث تو سناؤ! آپ نے فرمایا: بھتیجے! اب میری عمر بڑی ہوگئی۔ حضور اکرم ﷺ کا زمانہ دور ہوگیا۔ بعض باتیں ذہن سے جاتی رہیں۔ اب تو ایسا کرو جو باتیں میں از خود بیان کروں انہیں قبول کرلو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو۔ سنو مکے اور مدینہ کے درمیان کی ایک پانی کی جگہ پر جسے خم کہا جاتا ہے' حضور اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر ہمیں ایک خطبہ سنایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور وعظ و پند کے بعد فرمایا: میں ایک انسان ہوں' بہت ممکن ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کی مان لوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ پہلی تو کتاب اللہ جس میں ہدایت و نور ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔ پھر تو آپ نے کتاب اللہ کی بڑی رغبت دلائی اور اس کی طرف ہمیں خوب متوجہ فرمایا۔ پھر فرمایا اور میرے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ تین مرتبہ یہی کلمہ فرمایا۔ تو حصین نے حضرت زید سے پوچھا' آپ ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟

اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں؟: کیا آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت نہیں ہیں؟ فرمایا آپ کی بیویاں تو آپ کی اہل بیت ہیں ہی' لیکن آپ کی اہل بیت وہ ہیں' جن پر آپ کے بعد صدقہ کھانا حرام ہے۔ پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا آل علی' آل عقیل' آل جعفر' آل عباس رضی اللہ عنہم۔ پوچھا کیا ان سب پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ کہا: ہاں۔'' دوسری سند سے یہ بھی مروی ہے'' کہ میں نے پوچھا' کیا آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں داخل ہیں؟ کہا نہیں' قسم ہے اللہ تعالیٰ کی بیوی کا تو یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے پاس گو عرصہ دراز سے ہو' لیکن پھر اگر وہ طلاق دے دے تو اپنے میکے میں اور اپنی قوم میں چلی جاتی ہے۔ آپ کے اہل بیت آپ کے اصل اور عصبہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔'' ❷ اس روایت میں یہی ہے لیکن پہلی روایت ہی اولیٰ ہے اور اسی کو لینا ٹھیک ہے اور اس دوسری میں جو ہے اس سے مراد صرف حدیث میں جن اہل بیت کا ذکر ہے وہ ہے۔ کیونکہ وہاں وہ آل مراد ہے جن پر صدقہ خوری حرام ہے۔ یا یہ کہ مراد صرف بیویاں ہی نہیں بلکہ وہ مع آپ کے اور آل کے ہیں۔ یہی بات زیادہ راجح ہے اور اس سے اس روایت اور اس سے پہلے کی روایت میں جمع بھی ہو جاتی ہے اور قرآن اور پہلی احادیثوں میں بھی جمع ہو جاتی ہے لیکن یہ اس صورت میں کہ ان احادیث کی صحت کو تسلیم کرلیا جائے کیونکہ ان کی بعض اسنادوں میں نظر ہے' وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

جس شخص کو نور معرفت حاصل ہو اور قرآن میں تدبر کرنے کی عادت ہو وہ یقیناً بیک نگاہ جان لے گا کہ اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کی بیویاں بلا شک و شبہ داخل ہیں اس لئے کہ اوپر سے کلام ہی ان کے ساتھ اور انہی کے بارے میں چل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور رسول کی باتیں جن کا درس تمہارے گھروں میں ہو رہا ہے انہیں یاد رکھو اور

❶ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۲۴۰۸۔

ان پر عمل کرو۔

پس آیات اللہ اور حکمت سے مراد بہ قول حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کتاب وسنت ہے ❶ پس یہ خاص خصوصیت ہے جو ان کے سوا کسی اور کو نہیں ملی کہ ان کے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی وحی اور رحمت الٰہی نازل ہوا کرتی ہے اور ان میں بھی یہ شرف حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بہ طور اولیٰ اور سب سے زیادہ حاصل ہے کیونکہ حدیث شریف میں صاف وارد ہے کہ کسی عورت کے بستر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی نہیں آئی بجز آپ کے بستر ے کے۔ ❷ یہ اس لئے بھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا تھا ان کا بستر بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کے لئے نہ تھا۔ پس اس زیادتی درجہ اور بلند مرتبہ کی وہ صحیح طور پر مستحق تھیں۔

ہاں جب کہ آپ کی بیویاں آپ کی اہل بیت ہوئیں تو آپ کے قریبی رشتہ دار بہ طور اولیٰ آپ کی اہل بیت ہیں جیسے حدیث میں گزر چکا کہ میرے اہل بیت زیادہ حقدار ہیں۔ اس کی مثال میں یہ آیت ٹھیک طور پر پیش ہو سکتی ہے ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ﴾ ❸ الخ کہ یہ اتری تو ہے مسجد قبا کے بارے میں' جیسے کہ صاف صاف احادیث میں موجود ہے لیکن صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ اس مسجد سے کونسی مسجد مراد ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میری ہی مسجد ہے یعنی مسجد نبوی۔ ❹ پس جو صفت مسجد قبا میں تھی وہی صفت چونکہ مسجد نبوی میں بھی ہے اس لئے اس مسجد کو بھی اسی نام سے اس آیت کے تحت داخل کر دیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ آپ ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ بنو اسد کا ایک شخص کود کر آیا اور سجدے کی حالت میں آپ کے جسم میں خنجر گھونپ دیا۔ جو آپ کے نرم گوشت میں لگا جس سے آپ کئی مہینے بیمار رہے جب اچھے ہو گئے تو مسجد میں آئے۔ منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا جس میں فرمایا ''اے عراقیو! ہمارے بارے میں خوف الٰہی کرو۔ ہم تمہارے حاکم ہیں' تمہارے مہمان ہیں' ہم اہل بیت ہیں' جن کے بارے میں آیت ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ﴾ الخ اتری ہے۔ اس پر آپ نے خوب زور دیا اور اس مضمون کو بار بار ادا کیا جس سے مسجد والے رونے لگے۔'' ایک مرتبہ علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شامی سے فرمایا تھا ''کیا تو نے سورۂ احزاب کی آیت تطہیر نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں کیا اس سے مراد تم ہو؟ فرمایا ہاں'' اللہ تعالیٰ بڑے لطف وکرم والا بڑے علم اور پوری خبر والا ہے اس نے جان لیا کہ تم اس کے لطف کے اہل ہو اس لئے اس نے تمہیں یہ نعمتیں عطا فرمائیں اور یہ فضیلتیں تمہیں دیں۔ پس آیت کے معنی مطابق تفسیر ابن جریر کے ہوئے کہ اے نبی کی بیویو! اللہ تعالیٰ کی نعمت تم پر ہے اسے تم یاد کرو کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں آباد کیا جہاں آیات اللہ اور حکمت پڑھی جاتی ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اس کا شکر کرنا چاہیے اور اس کی حمد پڑھنی چاہئے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں آباد کیا۔ ❺ حکمت سے مراد سنت وحدیث ہے اللہ تعالیٰ انجام تک سے خبر دار ہے اس لئے اپنے پورے اور صحیح علم سے جانچ کر تمہیں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بننے کے لئے منتخب کیا پس دراصل یہ بھی اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے جو لطیف وخبیر ہے ہر چیز کے جزو کل سے۔

❶ الطبری، ۲۰/ ۲۶۸۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب فضل عائشة ۳۷۷۵۔
❸ ۹/ التوبة: ۱۰۸۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان المسجد الذی اسس علی التقوی...... ۱۳۹۸۔
❺ الطبری، ۲۰/ ۲۶۸۔

إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٣٥﴾

ترجمہ: مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں' فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں بردار عورتیں' راست باز مرد اور راست باز عورتیں' صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں' عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں' خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں' روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں' اپنے نفس کی نگہبانی کرنے والے مرد اور نگہبانی کرنے والیاں' بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں' ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے وسیع مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔[۳۵]

مؤمنوں کی علامات اور فضائل: [آیت:۳۵] ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ "آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ مردوں کا ذکر قرآن میں آتا رہتا ہے لیکن ہم عورتوں کا تو ذکر ہی نہیں کیا جاتا۔ ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھی اپنا سر سلجھا رہی تھی کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز منبر پر سنی۔ میں نے بالوں کو تو یونہی لپیٹ لیا اور حجرے میں آ کر آپ کی بات سننے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے۔" ❶ نسائی وغیرہ میں اور بہت سی روایتیں آپ سے مختصراً مروی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ چند عورتوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ عورتوں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے یہ کہا تھا۔ اسلام اور ایمان کو الگ الگ بیان کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ ایمان اسلام کا غیر ہے اور ایمان اسلام سے مخصوص وممتاز ہے ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا﴾ ❷ والی آیت اور بخاری مسلم کی حدیث کہ زانی زنا کے وقت مومن نہیں ہوتا' ❸ پھر اس امر پر اجماع کہ زنا سے کفر لازم نہیں آتا۔ یہ اس پر دلیل ہے اور ہم شرح بخاری کی ابتدا میں اسے ثابت کر چکے ہیں (یہ یاد رہے کہ اس میں فرق اس وقت ہے جب اسلام حقیقی نہ ہو۔ جیسے کہ امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری "کتاب الایمان" میں بہ دلائل کثیر ثابت کیا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مترجم)

قنوت سے مراد سکون کے ساتھ اطاعت گزاری ہے جیسے ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ﴾ ❹ میں ہے۔ اور فرمان ہے ﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾ ❺ یعنی "آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار ہے۔" اور فرماتا ہے ﴿يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ﴾ ❻ الخ اور فرماتا ہے ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ ❼ یعنی "اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب' فرماں برداری کی صورت میں کھڑے ہوا کرو۔" پس اسلام کے اوپر کا مرتبہ ایمان ہے اور ان کے اجتماع سے انسان میں حکم برداری اور اطاعت گزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ باتوں کی سچائی اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے اور یہ عادت ہر طرح محمود ہے۔ صحابہ کبار میں تو وہ بزرگ

❶ احمد، ٦/ ٣٠٥ وسنده صحيح۔ ❷ ٤٩/ الحجرات:١٤۔
❸ صحيح بخاری، كتاب المحاربين، باب اثم الزناة، ٦٨٠٩؛ صحيح مسلم ٥٧؛ ابوداود ٤٦٨٩؛ ترمذی ٢٦٢٥؛ احمد، ٢/ ٣٧٦؛ ابن حبان ١٨٦؛ بيهقی، ١٠/ ١٨٦۔ ❹ ٣٩/ الزمر:٩۔
❺ ٣٠/ الروم:٢٦۔ ❻ ٣/ آل عمران:٤٣۔ ❼ ٢/ البقرة:٢٣٨۔

بھی تھے جنہوں نے جاہلیت کے زمانے میں بھی کوئی جھوٹ نہ بولا تھا۔ سچائی ایمان کی نشانی ہے اور جھوٹ نفاق کی علامت ہے۔ سچا نجات پاتا ہے۔ سچ ہی بولا کرو۔ سچائی نیکی کی طرف رہبری کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف۔ جھوٹ سے بچو، جھوٹ بدکاری کی طرف رہبری کرتا ہے اور فسق و فجور انسان کو جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ انسان سچ بولتے بولتے اور سچائی کا قصد کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ بولتے ہوئے اور جھوٹ کا قصد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔ ❶ اور بھی اس بارے میں بہت سی۔ اس علم پر کہ تقدیر کا لکھا ٹلتا نہیں۔ سب سے زیادہ سخت صبر صدمے کے ابتدائی وقت پر ہے اور اسی کا اجر زیادہ ہے۔ پھر تو جوں جوں زمانہ گزرتا ہے خواہ مخواہ ہی صبر آ جاتا ہے۔ خشوع سے مراد تسکین، دلجمعی، تواضع، فروتنی اور عاجزی ہے یہ انسان میں اس وقت آتی ہے جب کہ دل میں خوف الٰہی ہو اور رب کو ہر وقت حاضر و ناظر جانتا ہو اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہو جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور یہ نہیں تو کم از کم اس درجہ پر تو ضرور ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ صدقے سے مراد محتاج ضعیفوں کو جن کی کوئی کمائی نہ ہو، نہ جن کا کوئی کمانے والا ہو۔ انہیں اپنا فالتو مال دینا اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو اور اس کی مخلوق کا کام بنے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے ''سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سائے میں جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اس میں ایک وہ بھی ہے جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس طرح پوشیدہ طور پر کہ داہنے ہاتھ کے خرچ کی بائیں ہاتھ کو خبر نہیں لگتی۔'' ❷ اور حدیث میں ہے ''صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔'' ❸ اور بھی اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں جو اپنی اپنی جگہ موجود ہیں۔ روزے کی بابت حدیث میں ہے کہ ''یہ بدن کی زکوٰۃ ہے ❹ یعنی اسے پاک صاف کر دیتا ہے اور طبعاً بھی ردی اخلاط کو مٹا دیتا ہے۔'' حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''رمضان کے روزے رکھ کر جس نے ہر مہینے میں تین روزے رکھ لئے وہ ﴿وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمَاتِ﴾ ❺ میں داخل ہو گیا۔'' ❻ روزہ شہوت کو بھی جھکا دینے والا ہے۔ حدیث میں ہے ''اے نوجوانو! تم میں سے جسے طاقت ہو وہ تو اپنا نکاح کر لے تاکہ اس سے نگاہیں نیچی رہیں اور پاکدامنی حاصل ہو جائے اور جسے نکاح کی طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے یہی اس کے لئے گویا خصی ہونا ہے۔'' ❼ اسی لئے روزوں کے ذکر کے بعد ہی بدکاری سے بچنے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ مسلمان مرد و عورت، حرام سے اور گناہ کے کاموں سے بچے رہتے ہیں۔ اپنی اس خاص قوت کو جائز جگہ صرف کرتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے کہ ''یہ لوگ اپنے بدن کو روکے رہتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے اور لونڈیوں سے ان پر کوئی ملامت نہیں۔'' ہاں اس کے سوا جو اور کچھ طلب کرے وہ حد سے گزر جانے والا ہے۔ ذکر اللہ کی نسبت ایک =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب قول اللّٰہ تعالی ﴿یاایها الذین امنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین﴾ ٦٠٩٤؛ صحیح مسلم ٢٦٠٧؛ ابن حبان ٢٧٣۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاة ٦٦٠؛ صحیح مسلم ١٠٣١؛ ابن حبان ٤٤٨٦؛ احمد، ٢/ ٤٣٩۔

❸ ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی حرمة الصلاة ٢٦١٦ وهو حسن، ابن ماجه، ٣٩٧٣، ٢١١٠۔

❹ ابن ماجه، کتاب الصیام، باب فی الصوم زکاة الجسد ١٧٤٥ وسنده ضعیف موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔ ابن ابی شیبه، ٣/ ٧۔

❺ ٣٣/ الاحزاب:٣٥۔ ❻ الدر المنثور، ٥/ ٣٨٠۔

❼ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ ((من استطاع منکم الباءة ......)) ٥٠٦٥؛ صحیح مسلم ١٤٠٠؛ ابوداود ٢٠٤٦؛ ترمذی ١٠٨١؛ ابن ماجه ١٨٤٥؛ احمد، ١/ ٣٧٨؛ ابن حبان، ٤٠٢٦۔

ترجمہ: کسی مسلمان مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔[۳۶]

= حدیث میں ہے کہ "جب میاں اپنی بیوی کو رات کے وقت جگا کر دو رکعت نماز دونوں پڑھ لیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں میں لکھ لئے جاتے ہیں" ❶ (ملاحظہ ہو ابوداؤد وغیرہ)۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ! سب سے بڑے درجے والا بندہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون ہے؟ آپ نے فرمایا بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی راہ کے مجاہد سے بھی؟ آپ نے فرمایا: اگرچہ وہ کافروں پر تلوار چلائے یہاں تک کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے' جب بھی یہ اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والا اس سے افضل ہی رہے گا" ❷ (مسند احمد)۔

مسند احمد ہی میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکے کے راستے میں جا رہے تھے۔ جمدان پر پہنچ کر فرمایا یہ جمدان ہے مفرد بن کر چلے چلو مفرد سبقت کر گئے۔ لوگوں نے پوچھا: مفرد سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے۔ پھر فرمایا' اے اللہ! حج وعمرے میں اپنا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔ لوگوں نے کہا بال کتروانے والوں کے لئے بھی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ سر منڈوانے والوں کو بخش۔ لوگوں نے پھر کتروانے والوں کے لئے درخواست کی' تو آپ نے فرمایا کتروانے والے بھی۔" ❸ آپ کا فرمان ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے نجات دینے والا کوئی عمل ذکر اللہ سے بڑا نہیں۔" ایک مرتبہ آپ نے فرمایا "میں تمہیں سب سے بہتر سب سے پاک اور سب سے بلند درجہ کا عمل بتاؤں؟ جو تمہارے حق میں سونا چاندی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹانے سے بھی بہتر ہو' اور اس سے بھی افضل ہو کہ کل تم اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرو' تم ان کی گردنیں مارو' اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ لوگوں نے کہا حضور! ضرور بتلایئے۔ فرمایا اللہ عز وجل کا ذکر۔" ❹ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ "ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا مجاہد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا۔ اس نے پھر روزہ دار کی نسبت پوچھا یہی جواب ملا۔ پھر نماز' زکوٰۃ' حج' صدقہ سب کی بابت پوچھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کا یہی جواب دیا۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا' پھر تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے بہت ہی بڑھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں" ❺ کثرت ذکر اللہ تعالیٰ کی فضیلت میں اور بھی بہت سی احادیث آئی ہیں۔ اسی سورت کی آیت ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا

❶ ابوداود، کتاب التطوع، باب قیام اللیل ۱۳۰۹ وسندہ ضعیف، سفیان اور اعمش دونوں مدلس راوی ہیں اور سماع کی صراحت نہیں۔ ابن ماجہ ۱۳۳۵؛ السنن الکبری ۱۳۱۰؛ ابن حبان ۲۵۲۹۔

❷ احمد ۳/ ۷۵ وسندہ ضعیف۔ ❸ احمد، ۲/ ۴۱۱ وھو صحیح بالشواھد اس کی اصل صحیح مسلم ۲۶۷۶ میں موجود ہے۔ ❹ احمد، ۵/ ۲۳۹ وسندہ ضعیف اس کی سند میں زیاد بن ابی زیاد ہے جس کا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

❺ احمد، ۳/ ۴۳۸ وسندہ ضعیف۔

اللّٰہ﴾ ❶ الخ کی تفسیر میں ہم ان احادیث کو بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ ۔ پھر فرمایا یہ نیک صفتیں جن میں ہوں ہم نے ان کے لئے مغفرت تیار کر رکھی ہے اور اجر عظیم یعنی جنت ۔

پیغمبر ﷺ کے حکم کے آگے کسی کو کچھ اختیار نہیں: [آیت:۳۶] رسول اللہ ﷺ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئے ۔ انہوں نے کہا' میں ان سے نکاح نہیں کروں گی ۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو اور ان سے نکاح کر لو ۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اچھا پھر کچھ مہلت دیجئے میں کچھ سوچ لوں ۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وحی نازل ہوئی اور یہ آیت اتری ۔ اسے سن کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا' یا رسول اللہ! کیا آپ اس نکاح سے رضامند ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ۔ تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ بس پھر مجھے کوئی انکار نہیں ۔ میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہیں کروں گی میں نے اپنا نفس ان کے نکاح میں دے دیا اور روایت میں ہے کہ وجہ انکار یہ تھی کہ نسب کے اعتبار سے یہ بہ نسبت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے زیادہ شریف تھیں ۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے ۔ حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ یہ آیت عقبہ بن ابومعیط کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔ صلح حدیبیہ کے بعد سب سے پہلی مہاجر عورت یہی تھیں ۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور! میں اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہوں ۔ آپ نے فرمایا'' مجھے قبول ہے ۔ پھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کرا دیا ۔'' غالباً یہ نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی علیحدگی کے بعد ہوا ہوگا ۔ اس سے حضرت ام کلثوم ناراض ہوئیں اور ان کے بھائی بھی بگڑ بیٹھے کہ ہمارا اپنا ارادہ خود حضور اکرم ﷺ سے نکاح کا تھا نہ کہ آپ کے غلام سے نکاح کرنے کا ۔ اس پر یہ آیت اتری بلکہ اس سے بھی زیادہ معاملہ صاف کر دیا گیا اور فرما دیا گیا کہ ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ❷ '' نبی ﷺ مومنوں کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ اولیٰ ہیں ۔'' پس آیت ﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ﴾ خاص ہے اور اس سے بھی جامع آیت یہ ہے ۔ مسند احمد میں ہے کہ '' ایک انصاری کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی لڑکی کا نکاح جلیبیب سے کر دو ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اچھی بات ہے' میں اس کی ماں سے بھی مشورہ کر لوں ۔ جا کر ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا ۔ ہم نے فلاں فلاں ان سے بڑے بڑے آدمیوں کے پیغام تو واپس کر دیئے اور اب جلیبیب رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیں ۔ انصاری رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کا یہ جواب سن کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جانا چاہتے ہی تھے کہ لڑکی جو پردے کے پیچھے سے یہ تمام گفتگو سن رہی تھی' بول پڑی کہ تم رسول اللہ ﷺ کی بات رد کرتے ہو؟ جب آپ ﷺ اس سے خوش ہیں تو تمہیں انکار نہ کرنا چاہئے ۔ اب دونوں نے کہا کہ بچی ٹھیک کہہ رہی ہے ۔ بیچ میں رسول اللہ ﷺ ہیں اس نکاح سے انکار کرنا گویا حضور اکرم ﷺ کے پیغام کو اور آپ کی خواہش کو رد کرنا ہے یہ ٹھیک نہیں ۔ چنانچہ انصاری سیدھا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپ اس بات سے خوش ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں تو اس سے رضامند ہوں' کہا پھر آپ کو اختیار ہے آپ نکاح کر دیجئے ۔ چنانچہ نکاح ہو گیا ۔ ایک مرتبہ اہل اسلام مدینے والے دشمنوں کے مقابلے کے لئے نکلے' لڑائی ہوئی جس میں حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ۔ انہوں نے بہت سے کافروں کو قتل کیا تھا جن کی لاشیں ان کے آس پاس پڑی ہوئی تھیں ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا' ان کا گھر بڑا آسودہ حال تھا تمام مدینہ میں ان سے زیادہ خرچیلا کوئی نہ تھا'' ❸ اور روایت میں حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ '' حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں مذاق تھا اس لئے میں نے اپنے گھر میں کہہ دیا تھا=

---

❶ ۳۳/ الاحزاب:۴۱ ۔ ❷ ۳۳/ الاحزاب:۶ ۔

❸ احمد، ۳/ ۱۳۶ وسندہ صحیح، ابن حبان ۴۰۵۹؛ مجمع الزوائد، ۹/ ۳۶۸ ۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

ترجمہ: جب کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام کیا اور تو نے بھی کہ تو اپنی بیوی کو آباد رکھ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ اس سے ڈرے۔ پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا۔ تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے۔ جب کہ وہ اپنا جی ان سے بھر لیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔[۳۷]

= کہ یہ تمہارے پاس نہ آئیں۔ انصاریوں کی عادت تھی کہ وہ کسی عورت کا نکاح نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ یہ معلوم کر لیں کہ حضور اکرم ﷺ ان کی بابت کچھ نہیں فرماتے' پھر وہ واقعہ بیان فرمایا جو اوپر مذکور ہوا۔"

اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ نے سات کافروں کو اس غزوے میں قتل کیا تھا۔ پھر کافروں نے بھیڑ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ ان کو تلاش کرتے ہوئے جب ان کی نعش کے پاس آئے تو فرمایا "سات کو مار کر پھر شہید ہوئے ہیں یہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔" دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا۔ پھر قبر کھدوا کر اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر قبر میں اتارا' رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک ہی ان کا جنازہ تھا اور کوئی چار پائی وغیرہ نہ تھی۔ یہ بھی مذکور نہیں کہ انہیں غسل دیا گیا ہو۔ اس نیک بخت انصاریہ عورت رضی اللہ عنہا کے لئے' جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی بات کی عزت رکھ کر اپنے ماں باپ کو سمجھایا تھا کہ انکار نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ اس پر اپنی رحمتوں کی باش برسا اور اسے زندگی کے پورے لطف عطا فرما یا تمام انصار میں ان سے زیادہ خرچ کرنے والی کوئی عورت نہ تھی۔ ❶ انہوں نے جب پردے کے پیچھے سے اپنے والدین سے کہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی بات رد نہ کرو' اس وقت یہ آیت ﴿ما کان لمؤمن﴾ الخ نازل ہوئی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت طاؤس رحمہ اللہ پوچھتے ہیں کہ "عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھ سکتے ہیں؟ تو آپ نے منع فرمایا اور اس آیت کی تلاوت کی۔ پس یہ آیت گو شان نزول کے اعتبار سے مخصوص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کے ہوتے ہوئے نہ تو کوئی مخالفت کر سکتا ہے نہ اسے ماننے نہ ماننے کا اختیار کسی کو باقی رہتا ہے نہ رائے قیاس کرنے کا حق نہ کسی اور بات کا۔ جیسے فرمایا ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ❷ یعنی "قسم ہے تیرے رب کی لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے آپس کے تمام اختلافات میں تجھے حاکم نہ مان لیں۔ پھر تیرے فرمان سے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ رکھیں بلکہ دل کھول کر تسلیم کر لیا کریں۔" صحیح حدیث میں ہے "اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں

---

❶ احمد، ٤/ ٤٢٢ وسندہ صحیح، ابن حبان، ٤٠٣٥؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل جلیبیب رضی اللہ عنہ ٢٤٧٢ مختصراً۔ ❷ ٤/ النسآء:٦٥۔

سے کوئی مؤمن نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کی تابعدار نہ بن جائے جسے میں لایا ہوں۔" ❶ اسی لئے یہاں بھی اس کے خلاف کی برائی بیان فرمادی کہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والا کھلم کھلا گمراہ ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ❷ یعنی جو لوگ ارشاد نبی ﷺ کے خلاف کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہے کہ ایسا نہ ہو ان پر کوئی فتنہ آ پڑے یا انہیں کوئی دردناک عذاب ہو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا واقعہ: [آیت:۳۷] اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کے نبی ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہر طرح سمجھایا ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام تھا کہ اسلام اور متابعت رسول ﷺ کی توفیق دی اور حضور اکرم ﷺ کا بھی ان پر احسان تھا کہ انہیں غلامی سے آزاد کر دیا۔ یہ بڑی شان والے تھے اور حضور اکرم ﷺ کو بہت ہی پیارے تھے یہاں تک کہ انہیں سب مسلمان حِبُّ الرَّسُوْل کہتے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی "حب بن حب" (یعنی محبوب بن محبوب) کہتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ "جس لشکر میں حضور اکرم ﷺ انہیں بھیجتے تھے اس لشکر کا سرداران ہی کو بناتے تھے۔ اگر یہ زندہ رہتے تو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ بن جاتے" ❸ (احمد) بزار میں ہے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں مسجد میں تھا میرے پاس حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آئے اور مجھ سے کہا جاؤ حضور اکرم ﷺ سے ہمارے لئے اجازت طلب کرو۔ میں نے آپ کو خبر کی۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو وہ کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں جاؤ بلا لو۔ یہ آئے اور کہا یا رسول اللہ! ذرا فرمایئے تو آپ کو اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہ۔ انہوں نے کہا ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہیں پوچھتے۔ آپ نے فرمایا پھر اسامہ بن زید بن حارثہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور میں نے بھی۔ ❹ حضور اکرم ﷺ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی لڑکی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اسدیہ سے کر دیا تھا۔ دس دینار اور سات درہم مہر دیا تھا۔ ایک دوپٹہ ایک چادر ایک کرتا پچاس مد اناج اور دس مد کھجوریں دی تھیں۔ ایک سال اور کچھ اوپر تک تو یہ گھر بسا لیکن پھر ناچاقی شروع ہوگئی۔" حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر شکایت کی تو آپ انہیں سمجھانے لگے کہ گھر نہ توڑو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔" ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے اس جگہ بہت سے غیر صحیح آثار نقل کئے ہیں جن کا نقل کرنا بھی ہم نامناسب جان کر ترک کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بھی ثابت اور صحیح نہیں۔ مسند احمد میں بھی ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے لیکن اس میں بھی بڑی غرابت ہے۔ اس لئے ہم نے اسے بھی وارد نہیں کیا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ یہ آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے۔ ❺ ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے اپنے نبی اکرم ﷺ کو خبر دے دی تھی۔ کہ حضرت زینب آپ کے نکاح میں آئیں گی یہی بات تھی جسے آپ نے ظاہر نہ کیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سمجھایا کہ وہ اپنی بیوی کو الگ نہ کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

---

❶ شرح السنة، ۱۰٤ وسنده ضعيف، هشام بن حسان مدلس وعنعن وأما نعيم بن حماد فصدوق يحتج به، مشكوة كتاب الايمان باب الاعتصام بالكتاب والسنة ۱٦۷۔ ❷ ۲٤/ النور:٦۳۔

❸ احمد، ٦/ ۲۸۱؛ السنن الكبرىٰ ۸۱۸۲ وسنده حسن، حاكم، ۳/ ۲۱۵۔

❹ ترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب اسامة بن زيد رضی اللہ عنہ ۳۸۱۹ وسنده حسن۔

❺ صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة الاحزاب باب قوله ﴿وتخفي في نفسك......﴾ ٤۷۸۷؛ ترمذي ۳۲۱۲؛ ابن حبان ٤۰٤۵؛ احمد، ۳/ ۱٤۹۔

فرماتی ہیں ''حضور اکرم ﷺ اگر اللہ تعالیٰ کی وحی کتاب اللہ میں سے ایک آیت بھی چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپا لیتے۔'' ❶ ''وَطَرًا'' کے معنی حاجت کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب زید رضی اللہ عنہ ان سے سیر ہو گئے اور باوجود سمجھانے بجھانے کے میل ملاپ قائم نہ رہ سکا بلکہ طلاق ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں دے دیا۔ اس لئے ولی کی ایجاب و قبول کی مہر اور گواہوں کی ضرورت نہ رہی۔'' مسند احمد میں ہے کہ ''حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو چکی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کہا تم جاؤ اور انہیں مجھ سے نکاح کرنے کا پیغام پہنچاؤ۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ گئے اس وقت آپ آٹا گوندھ رہی تھیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ پر ان کی عظمت اس قدر چھائی کہ سامنے پڑ کر بات نہ کر سکے منہ پھیر کر بیٹھ گئے اور ذکر کیا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا ٹھہرو میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر لوں یہ تو کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں۔ ادھر رسول اللہ ﷺ پر وحی اتری جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ان کا نکاح تجھ سے کر دیا۔ چنانچہ اسی وقت حضور اکرم ﷺ بے اطلاع چلے آئے۔ پھر ولیمہ کی دعوت میں آپ نے ہم سب کو گوشت روٹی کھلائی۔ لوگ کھا پی کر چلے گئے۔ مگر چند آدمی وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ آپ باہر نکل کر اپنی بیویوں کے پاس گئے آپ انہیں سلام علیک کرتے تھے اور وہ آپ سے دریافت کرتی تھیں کہ فرمائیے بیوی صاحبہ سے خوش تو ہیں؟ مجھے یہ یاد نہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو خبر دی یا آپ خبر دیئے گئے کہ لوگ وہاں سے چلے گئے اس کے بعد آپ اس گھر کی طرف تشریف لے گئے میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ میں نے آپ کے ساتھ ہی جانے کا ارادہ کیا لیکن آپ نے پردہ کرا دیا اور میرے اور آپ کے درمیان حجاب ہو گیا اور پردہ کی آیتیں اتریں اور صحابہ کو نصیحت کی گئی اور فرما دیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں بے اجازت نہ جاؤ۔'' ❷

مسلم وغیرہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت زینب اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فخراً کہا کرتی تھیں کہ ''تم سب کے نکاح تمہارے ولی وارثوں نے کئے اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر کرا دیا۔'' ❸ سورۂ نور کی تفسیر میں ہم یہ روایت بیان کر چکے ہیں کہ ''حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا' میرا نکاح آسمان سے اترا اور ان کے مقابلے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میری برات کی آیتیں آسمان سے اتریں جن کا حضرت زینب نے اقرار کیا۔'' ❹ ابن جریر میں ہے کہ ''حضرت زینب نے رسول اللہ ﷺ سے ایک مرتبہ کہا مجھ میں اللہ تعالیٰ نے تین خصوصیتیں رکھی ہیں جو آپ کی اور بیویوں میں نہیں۔ ایک تو یہ کہ میرا اور آپ کا دادا ایک ہے دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مجھے آپ کے نکاح میں دیا تیسرے یہ کہ ہمارے درمیان سفیر حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔'' ❺ پھر فرماتا ہے ہم نے ان سے نکاح کرنا تیرے ساتھ جائز کر دیا تاکہ مسلمانوں پر ان کے لے پالک لڑکوں کی بیویوں کے بارے میں جب انہیں طلاق دے دی جائے کوئی حرج نہ رہے۔ یعنی وہ اگر چاہیں تو ان سے نکاح کر سکیں۔ حضور اکرم ﷺ نے نبوت سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا۔ عام طور پر انہیں زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ قرآن نے اس نسبت سے بھی ممانعت کر دی اور حکم دیا کہ انہیں اپنے حقیقی باپ کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو۔ پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جب حضرت زینب کو طلاق دے دی تو اللہ پاک نے انہیں اپنے نبی کے نکاح میں دے کر یہ بات بھی ہٹا دی۔ جس آیت میں حرام عورتوں کا ذکر آیا ہے وہاں بھی یہی فرمایا کہ =

❶ الطبری، ٤/ ٢٧٤ وسندہ ضعیف، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل ﴿ولقد راہ نزلة أخرى﴾ ١٧٧ وسندہ صحیح۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش......١٤٢٨؛ السنن الکبرىٰ للنسائی، ٨١٨٠ مختصراً؛ احمد، ٣/ ١٩٥؛ مسند ابی یعلی ٣٣٣٢۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب وکان عرشه علی الماء ٧٤٢٠۔ ❹ الطبری، ١٩/ ١١٨۔ ❺ الطبری، یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ﴿٣٨﴾ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٣٩﴾ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾

ع

ترجمہ: جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے حلال کی ہیں ان میں نبی پر کوئی حرج نہیں۔ یہی دستورِ الٰہی ان میں بھی رہا جو پہلے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے کام اندازے پر مقرر کئے ہوئے ہیں۔ [۳۸] یہ سب ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ [۳۹] تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔ [۴۰]

= تمہارے اپنے صلبی لڑکوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں تاکہ لے پالک لڑکوں کی بیویاں اس حکم سے خارج رہیں کیونکہ ایسے لڑکے عرب میں بہت تھے یہ امر اللہ کے نزدیک مقرر ہو چکا تھا اس کا ہونا حتمی یقینی اور ضروری تھا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ شرف ملنا پہلے ہی سے لکھا جا چکا تھا کہ وہ ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں داخل ہوں۔

احکام الٰہی ہی نافذ ہونے والے ہیں: [آیت: ۳۸-۴۰] فرماتا ہے کہ جب اللہ کے نزدیک اپنے لے پالک متبنٰی کی بیوی سے اس کی طلاق کے بعد نکاح کرنا حلال ہے پھر اس میں نبی پر کیا حرج ہے اگلے نبیوں پر جو حکم الٰہی نازل ہوتے تھے ان پر عمل کرنے میں ان پر کوئی حرج نہ تھا۔ اس سے غرض منافقوں کے اس قول کا رد کرنا ہے کہ دیکھو اپنے آزاد کردہ غلام اور لے پالک لڑکے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امور ہو کر ہی رہتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

اولیاء اللہ کے اوصاف: ان کی تعریف ہو رہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور امانت الٰہی کی ادائیگی کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور بجز اللہ کے کسی کا خوف نہیں کرتے۔ کسی سطوت وشان سے مرعوب ہو کر پیغام الٰہی کے پہنچانے میں خوف نہیں کھاتے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد کافی ہے۔ اس منصب کی ادائیگی میں سب کے پیشوا بلکہ ایک امر میں سب کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ خیال فرمائیے کہ مشرق ومغرب میں ہر ایک بنی آدم کو حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کی اور جب تک اللہ تعالیٰ کا دین چار دانگ عالم میں پھیل نہ گیا۔ آپ برابر مشقت سے اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ سے پہلے کے تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم ہی کی طرف آتے رہے لیکن حضور اکرم ﷺ ساری دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول بن کر آئے تھے۔ قرآن میں فرمان الٰہی ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' سلام علیہ۔ پھر آپ کے بعد منصب تبلیغ آپ کی امت کو ملا۔ ان میں سب کے سردار آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں' جو کچھ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے سیکھا تھا سب کچھ بعد والوں کو سکھا دیا۔ تمام اقوال وافعال واحوال دن اور رات کے' سفر اور حضر کے' ظاہر اور

پوشیدہ دنیا کے سامنے رکھ دیئے' اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رضامندی نازل فرمائے پھر ان کے بعد والے ان کے وارث ہوئے اور اسی طرح ہر بعد والے اپنے سے پہلے والوں کے وارث بنے اور اللہ تعالیٰ کا دین ان سے پھیلتا رہا اور قرآن وحدیث لوگوں کے کانوں میں پڑتا رہا۔ ہدایت والے ان کی اقتدا سے منور ہوتے رہے اور توفیق خیر والے ان کے مسلک پر چلتے رہے اللہ کریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی ان میں سے کر دے آمین۔

آنحضرت ﷺ کی اولاد: مسند احمد میں ہے ''تم میں سے کوئی اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے لوگوں نے کہا' حضور یہ کیسے؟ فرمایا خلاف شرع کام دیکھ کر لوگوں کے خوف کے مارے خاموش رہے' قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی کہ تو کیوں خاموش رہا؟ یہ کہے گا کہ لوگوں کے ڈر سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سب سے زیادہ خوف رکھنے کے قابل تو میری ذات تھی۔'' ❶ پھر اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے کہ کسی کو حضور اکرم ﷺ کا صاحبزادہ نہ کہا جائے۔ لوگ جو زید بن محمد کہتے تھے جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ زید کے والد نہیں۔ یہی ہوا بھی کہ حضور اکرم ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد بلوغت کو پہنچی ہی نہیں۔ قاسم' طیب اور طاہر تین بچے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور اکرم ﷺ کے ہاں ہوئے لیکن تینوں بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ پھر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ایک بچہ ہوا جس کا نام حضرت ابراہیم تھا لیکن یہ بھی دودھ پلائی کے زمانے میں ہی انتقال کر گئے۔ آپ کی لڑکیاں حضرت خدیجہ سے چار تھیں۔ زینب' رقیہ' ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن' ان میں تین تو آپ کی زندگی ہی میں رحلت فرما گئیں صرف حضرت فاطمہ کا انتقال آپ کے چھ ماہ بعد ہوا۔

آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں: پھر فرماتا ہے بلکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھتا ہے۔ یہ آیت نص ہے اس امر پر کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب نبی ہی نہیں تو رسول کہاں؟ کوئی نبی رسول آپ کے بعد نہیں آئے گا۔ رسالت تو نبوت سے بھی خاص چیز ہے ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں۔ متواتر احادیث سے بھی حضور اکرم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہے۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ احادیث روایت کی گئی ہیں۔ مسند احمد میں ہے ''حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں میری مثال نبیوں میں ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو جہاں کچھ نہ رکھا لوگ اسے چاروں طرف دیکھتے بھالتے اور اس کی بناوٹ سے خوش ہوتے لیکن کہتے کیا اچھا ہوتا کہ اس اینٹ کی جگہ بھی پر کر لی جاتی۔ پس میں نبیوں میں اسی اینٹ کی جگہ ہوں۔'' ❷ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث کو لائے ہیں اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''رسالت اور نبوت ختم ہوگئی میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ بات گراں گزری تو آپ نے فرمایا۔ لیکن خوشخبریاں دینے والے۔ صحابہ نے پوچھا خوشخبریاں دینے والے کیا ہیں؟ فرمایا مسلمانوں کے خواب جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہیں۔'' یہ حدیث بھی ترمذی شریف میں ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے صحیح غریب کہتے ہیں۔ ❸

محل کی مثال والی حدیث ابوداؤد طیالسی میں بھی ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ ''میں اس اینٹ کی جگہ ہوں۔ مجھ سے انبیا علیہم السلام

---

❶ ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنهى عن المنكر ٤٠٠٨ وسنده ضعيف، سند منقطع ہے ابوالبختری کا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ احمد، ۳/ ۳۰۔

❷ ترمذى، كتاب المناقب، باب ((سلوا الله لى الوسيلة......)) ٣٦١٣ وهو حسن؛ احمد، ٥/ ١٣٦، ١٣٧۔

❸ ترمذى، كتاب الرؤيا، باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات ٢٢٧٢ وسنده صحيح؛ احمد، ٣/ ٢٦٧۔

ختم کئے گئے۔ اسے بخاری و مسلم اور ترمذی ❶ بھی لائے ہیں۔ مسند کی اس حدیث کی سند میں ہے کہ میں آیا اور اس خالی اینٹ کی جگہ پر کر دی۔ ❷ مسند میں ہے ''میرے بعد نبوت نہیں مگر خوش خبری والے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا نیک خواب۔'' ❸ عبدالرزاق وغیرہ میں محل کی اینٹ کی مثال والی حدیث میں ہے کہ لوگ اسے دیکھ کر محل والے سے کہتے ہیں کہ تو نے اس اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی۔ پس میں وہ اینٹ ہوں۔ ❹ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''مجھے تمام انبیا پر چھ فضیلتیں دی گئی ہیں مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں۔ صرف رعب سے میری مدد کی گئی۔ میرے لیے غنیمتوں کے مال حلال کئے گئے ہیں۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو بنائی گئی ہے۔ میں ساری مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور میرے ساتھ نبیوں کو ختم کیا گیا ہے'' ❺ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ صحیح مسلم وغیرہ میں بھی محل کی مثال والی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پورا کر دیا۔ ❻ مسند احمد میں ہے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبیوں کا ختم کرنے والا تھا اس وقت جب کہ آدم علیہ السلام بھی پورے طور پر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ ❼

آنحضرت ﷺ کے چند نام: اور حدیث میں ہے کہ ''میرے کئی نام ہیں' میں محمد ہوں' میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں تمام لوگوں کا حشر میرے قدموں تلے ہوگا۔ اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔'' ❽ (بخاری و مسلم)۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''ایک روز حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس آئے گویا کہ آپ رخصت کر رہے ہیں اور تین مرتبہ فرمایا میں امی نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں فاتح کلمات دیا گیا ہوں اور نہایت جامع' اور پورے طور پر میں جانتا ہوں کہ جہنم کے داروغے کتنے ہیں اور عرش کے اٹھانے والے کتنے ہیں۔ میرا اپنی امت سے تعارف کرایا گیا ہے جب تک میں تم میں ہوں میری سنتے رہو اور مانتے چلے جاؤ۔ جب میں رخصت ہو جاؤں تو کتاب اللہ کو تھام لو اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو۔'' ❾ (مسند امام احمد)۔

آپ ﷺ کے بعد جو دعویٔ نبوت کرے وہ جھوٹا ہے: اس بارے میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع رحمت پر اس کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے رحم و کرم سے ایسے بڑے رسول ﷺ کو ہماری طرف بھیجا اور انہیں ختم المرسلین اور خاتم النبیین بنایا اور یکسوئی والا آسان سچا اور سہل دین آپ کے ہاتھوں کمال کو پہنچایا۔ رب العالمین نے اپنی کتاب میں اور رحمۃ للعالمین نے اپنی متواتر احادیث میں یہ خبر دے دی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس جو شخص بھی آپ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا' مفتری' دجال' گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے گو وہ شعبدے دکھائے اور جادوگری کرے اور بڑے کمالات اور عقل کو حیران =

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ ۳۵۳٤؛ صحیح مسلم ۲۲۸۷؛ مسند الطیالسی ۱۷۸۵۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونه ﷺ خاتم النبیین، ۲۲۸٦؛ احمد، ۳/ ۹۔

❸ احمد، ٥/ ٤٥٤ وسندہ صحیح؛ مجمع الزوائد، ۷ / ۱۷۳۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ ۳۵۳۵؛ صحیح مسلم، ۲۲۸٦؛ احمد، ۲/ ۳۱۲؛ ابن حبان ٦٤۰۵۔

❺ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة ۵۲۳؛ ترمذی ۱۵۵۳؛ ابن ماجه ۵٦۷ مختصرًا۔

❻ صحیح مسلم: ۲۲۸۷ وترقیم دارالسلام: ۵۹٦۳۔ ❼ احمد، ٤/ ۱۲۷ وسندہ حسن، التاریخ الکبیر، ٦/ ٦۸؛ ابن حبان ٦٤۰٤؛ السنة لابن ابی عاصم ٤۰۹؛ مجمع الزوائد، ۸/ ۲۲۳، شیخ عبدالرزاق المہدی نے اس روایت کو بشواہد صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (تخریج ابن کثیر، ۱/ ۳۸٦) ❽ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی اسماء رسول الله ﷺ ۳۵۳۲؛ صحیح مسلم، ۲۳۵٤؛ مسند الطیالسی، ۹۲٤؛ احمد، ٤/ ۸۰؛ مصنف عبدالرزاق، ۱۹۷۵۷؛ ترمذی، ۲۸٤؛ ابن حبان ٦۳۱۳؛ مسند حمیدی ۵۵۵۔ ❾ احمد، ۲/ ۲۱۲ وسندہ ضعیف، ابن لهيعه مدلس وعنعن۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿٤٤﴾

ترجمہ: مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرتے رہا کرو۔[۴۱] اور صبح شام اس کی پاکیزگی بیان کرو[۴۲] وہ تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اس کے فرشتے تمہارے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بہت ہی مہربان ہے۔[۴۳] جس دن یہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔[۴۴]

= کر دینے والی چیزیں پیش کرے اور طرح طرح کی نیرنگیاں دکھائے لیکن عقل مند جانتے ہیں کہ یہ سب فریب دھوکہ اور مکاری ہے۔ یمن کے مدعی نبوت عنسی کو اور یمامہ کے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو دیکھ لو کہ دنیا نے انہیں جیسے یہ تھے' سمجھ لیا اور ان کی اصلیت سب پر ظاہر ہوگئی۔ یہی حال ہوگا ہر اس شخص کا جو قیامت تک اس دعوے سے مخلوق کے سامنے آئے گا کہ اس کا جھوٹ اور اس کی گمراہی سب پر کھل جائے گی یہاں تک کہ سب سے آخری دجال مسیح دجال آئے گا۔ اس کی علامتوں میں سے بھی ہر عالم اور ہر مومن اس کا کذاب ہونا جان لے گا۔ پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے کہ ایسے جھوٹے دعویداروں کو یہ نصیب ہی نہیں ہوتا کہ وہ نیکی کے احکام دیں اور برائی سے روکیں۔ ہاں جن احکام میں ان کا اپنا مقصد ہوتا ہے ان پر بہت زور دیتے ہیں ان کے اقوال وافعال' افترا اور فجور والے ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝﴾ ❶ یعنی کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کن کے پاس آتے ہیں؟ ہر ایک بہتان باز گنہگار کے پاس سچے نبیوں کا حال اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے وہ نہایت نیکی والے' بہت سچے ہدایت والے' استقامت والے' قول وفعل کے اچھے' نیکیوں کا حکم دینے والے' برائیوں سے روکنے والے ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تائید ہوتی ہے معجزوں اور خارق عادت چیزوں سے ان کی سچائی اور زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور اس قدر ظاہر وواضح اور صاف دلیلیں ان کی نبوت پر ہوتی ہیں کہ قلب سلیم ان کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے سب سچے نبیوں پر قیامت تک اپنے درود وسلام نازل فرماتا رہے۔

ذکر الٰہی کے فضائل ومسائل: [آیت: ۴۱-۴۴] بہت سی نعمتوں کے انعام کرنے والے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو رہا ہے کہ ہمیں اس کا بہ کثرت ذکر کرنا چاہیے اور اس پر بھی ہمیں نعمتوں اور بڑے اجر وثواب کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کیا میں تمہارے بہتر عمل اور بہت ہی پاکیزہ کام اور سب سے بڑے درجے کی نیکی اور سونے چاندی کو راہ الٰہی خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد سے بھی افضل کام نہ بتاؤں؟ لوگوں نے پوچھا حضور وہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ عزوجل کا ذکر'' ❷ (ترمذی ابن ماجہ وغیرہ) یہ حدیث پہلے ﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ﴾ کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا سنی ہے جسے میں کسی وقت ترک نہیں کرتا۔ ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِيْحَتَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَحْفَظُ

❶ ۲۶/ الشعراء: ۲۲۱، ۲۲۲۔ ❷ ترمذی، کتاب الدعوات، باب نمبر ٦، حدیث ٣٣٧٧ وسندہ حسن؛ ابن ماجہ ٣٧٩٠؛ احمد، ٦/ ٤٤٦؛ حاکم، ١/ ٤٩٦۔

وَ صِیَّتَکَ)) یعنی اے اللہ! تو مجھے اپنا بہت بڑا شکر گزار فرماں بردار بہ کثرت ذکر کرنے والا اور تیرے احکام کی حفاظت کرنے والا بنا دے" ❶ (ترمذی وغیرہ) دو اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ ایک نے پوچھا سب سے اچھا شخص کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "جو لمبی عمر پائے اور نیک اعمال کرے۔" دوسرے نے پوچھا حضور! احکام اسلام تو بہت سارے ہیں مجھے کوئی چوٹی کا حکم بتا دیجئے کہ اس سے چمٹ جاؤں۔ آپ نے فرمایا "ذکر اللہ میں ہر وقت اپنی زبان کو تر رکھ" ❷ (ترمذی) فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہو یہاں تک کہ لوگ تمہیں مجنون کہنے لگیں ❸ (مسند احمد) فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرو یہاں تک کہ منافق تمہیں ریا کار کہنے لگیں ❹ (طبرانی)

فرماتے ہیں "جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت و افسوس کا باعث بنے گی" ❺ (مسند احمد)۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "ہر فرض کام کی کوئی حد ہے پھر عذر کی حالت میں وہ معاف بھی ہے لیکن ذکر اللہ کی کوئی حد نہیں نہ وہ کسی وقت ٹلتا ہے ہاں کوئی دیوانہ ہو تو اور بات ہے۔" کھڑے بیٹھے، رات کو، دن کو، خشکی میں، تری میں، سفر میں، حضر میں، غنا میں، فقر میں، صحت میں، بیماری میں، پوشیدگی میں، ظاہر میں، غرض ہر حال میں ذکر الٰہی کرنا چاہئے۔ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنی چاہیے۔ تم جب یہ کرلو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا اور فرشتے تمہارے لئے ہر وقت دعا گو رہیں گے۔ ❻ اس بارے میں اور بھی بہت سے احادیث و آثار ہیں۔ اس آیت میں بھی بہ کثرت ذکر اللہ کرنے کی ہدایت ہو رہی ہے بزرگوں نے ذکر اللہ اور وظائف کی بہت سی مستقل کتابیں لکھی ہیں جیسے امام نسائی، امام معمری رحمہم اللہ وغیرہ۔

ان سب میں بہترین کتاب اس موضوع پر حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ صبح شام اس کی تسبیح بیان کرتے رہو جیسے فرمایا ﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ ❼ الخ اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی ہے جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو اسی کے لئے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور بعد از زوال اور ظہر کے وقت۔ پھر اس کی فضیلت بیان کرنے اور اس کی طرف رغبت دلانے کے لئے فرماتا ہے وہ خود تم پر رحمت بھیج رہا ہے یعنی جب وہ تمہیں یاد رکھتا ہے تو کیا وجہ کہ تم اس کے ذکر سے غفلت کرو؟ جیسے فرمایا ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ﴾ ❽ الخ جس طرح ہم نے تم میں خود تمہیں میں سے رسول بھیجا جو تم پر ہماری کتاب پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ سکھاتا ہے جسے تم جانتے ہی نہ تھے۔ پس تم میرا ذکر کرو میں تمہاری یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے

---

❶ ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء ((اللهم اجعلنى اعظم شكرك......)) ٣٦٠٤ وسنده ضعيف؛ احمد، ٢/ ٣١١، اس کی سند میں فرج بن فضالہ ضعیف (المیزان، ٣/ ٣٤٣، رقم:٦٦٩٦) اور ابوسعید مجہول راوی ہے۔ ❷ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فى فضل الذكر ٣٣٧٥ وسنده حسن؛ ابن ماجه ٣٧٩٣؛ احمد، ٤/ ١٩٠؛ حاكم، ١/ ٤٩٥۔

❸ احمد، ٣/ ٦٨ وسنده ضعيف؛ حاكم، ١/ ٤٩٩؛ ابن حبان ٨١٧؛ مسند ابى يعلى ١٣٧٦؛ شعب الايمان ٥٢٦۔

❹ طبرانى ١٢٧٨٦ وسنده ضعيف الحسن بن ابى جعفر ضعيف الحديث مع عبادته وفضله حلية الاولياء، ٣/ ٨٠۔

❺ احمد، ٢/ ٢٢٤ وهو حديث حسن، مجمع الزوائد، ١٠/ ٨٠۔

❻ الطبرى، ٢٠/ ٢٨٠۔ ❼ ٣٠/ الروم:١٧۔

❽ ٢/ البقرة:١٥١۔

میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہوں میں اسے جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے۔ ❶

صلوٰۃ کے معانی: صلوٰۃ جب اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہو تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی اپنے فرشتوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ ❷ اور قول میں ہے مراد اس سے رحمت ہے اور دونوں قولوں کا انجام ایک ہی ہے۔ فرشتوں کی صلوٰۃ ان کی دعا اور استغفار ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ﴾ ❸ الخ عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس والے اپنے رب کی حمد و تسبیح بیان کرتے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور مؤمن بندوں کے لئے استغفار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے ہر چیز کو رحمت و علم سے گھیر لیا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! تو انہیں بخش جو توبہ کرتے ہیں اور تیری راہ پر چلتے ہیں انہیں عذاب جہنم سے بھی نجات دے انہیں ان جنتوں میں لے جا جن کا تو ان سے وعدہ کر چکا ہے اور انہیں بھی ان کے ساتھ پہنچا دے جو ان کے باپ داداؤں بیویوں اور اولادوں میں سے نیک ہوں انہیں برائیوں سے بچا لے الخ۔ وہ اپنی رحمت کو تم پر نازل فرما کر اپنے فرشتوں کی دعا کو تمہارے حق میں قبول فرما کر تمہیں جہالت و ضلالت کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت و یقین کے نور کی طرف لے جاتا ہے وہ دنیا اور آخرت میں مؤمنوں پر رحیم و کریم ہے دنیا میں حق کی طرف ان کی رہبری کرتا ہے اور روزیاں عطا فرماتا ہے اور آخرت میں گھبراہٹ اور ڈر خوف سے بچا لے گا۔ فرشتے آ آ کر انہیں بشارت دیں گے کہ تم جہنم سے آزاد ہو اور جنتی ہو۔ کیونکہ فرشتوں کے دل مؤمنوں کی محبت و الفت سے پر ہیں۔ حضور اکرم ﷺ ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ راستے سے گزر رہے تھے ایک چھوٹا بچہ راستے میں تھا۔ اس کی ماں نے جب ایک جماعت کو آتے ہوئے دیکھا تو میرا بچہ میرا بچہ کہتی ہوئی دوڑی اور بچہ کو گود میں لے کر ایک طرف ہٹ گئی۔ ماں کی اس محبت کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ! خیال تو فرمائیے کیا یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ حضور اکرم ﷺ ان کے مطلب کو سمجھ کر فرمانے لگے ''قسم اللہ کی! اللہ تعالیٰ بھی اپنے دوستوں کو آگ میں نہیں ڈالے گا۔'' ❹ (مسند احمد)۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ''حضور اکرم ﷺ نے ایک قیدی عورت کو دیکھا کہ اس نے اپنے بچے کو دیکھتے ہی اٹھا لیا۔ اور اپنے کلیجے سے لگا کر اسے دودھ پلانے لگی۔ آپ نے فرمایا بتلاؤ تو اگر اس کے اختیار میں ہو تو کیا یہ اپنی خوشی سے اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے۔'' ❺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا تحفہ جس دن یہ اس سے ملیں گے سلام ہوگا۔ جیسے فرمایا۔ ﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ ❻ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرے گا۔ ❼ اس کی تائید بھی آیت ﴿دَعْوَاهُمْ فِيْهَا﴾ ❽ سے ہوتی ہے اللہ نے ان کے لئے اجر عظیم یعنی جنت مع اس کی تمام نعمتوں کے تیار کر رکھی ہے جس میں سے ہر نعمت کھانا' پینا' پہننا' =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی ﴿ويحذركم الله نفسه﴾ ٧٤٠٥؛ صحیح مسلم ٢٦٧٥ احمد، ٢/ ٢٥١؛ ابن حبان ٣٢٨۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الاحزاب باب قوله ﴿ان الله وملائكته يصلون على النبى﴾ تعليقا قبل حديث ٤٧٩٧۔ ❸ ٤٠/ المؤمن:٧۔ ❹ احمد، ٣/ ١٠٤ ح ١٢٠١٨ وسنده ضعيف حميد الطويل مدلس وعنعن، مسند ابى يعلى ٣٧٤٧؛ مجمع الزوائد، ١٠/ ٢١٢۔

❺ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته ٥٩٩٩؛ صحیح مسلم ٢٧٥٤؛ الأسماء والصفات ١٠٣٩۔

❻ ٣٦/ يس:٥٨۔ ❼ الطبری، ٢٠/ ٢٨٠۔ ❽ ١٠/ يونس:١٠۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴿٤٧﴾ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٤٨﴾

ترجمہ: اے نبی! یقیناً ہم نے ہی تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے' گواہیاں دینے والا' خوشخبریاں سنانے والا' آگاہ کرنے والا۔[۴۵] اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ[۴۶] تو مومنوں کو خوشخبری سنا دے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔[۴۷] کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیے اور جو ایذا ان کی طرف سے پہنچے اس کا خیال بھی نہ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کئے رہ کافی ہے اللہ تعالیٰ کام بنانے والا۔[۴۸]

= اوڑھنا' عورتیں' لذتیں' منظر وغیرہ ایسی ہیں کہ آج تو کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتیں چہ جائیکہ دیکھنے میں یا سننے میں آئیں۔

نبی علیہ السلام کی صفاتِ عالیہ: [آیت:۴۵۔۴۸] عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں تورات میں کیا ہیں؟ فرمایا جو صفتیں آپ کی قرآن میں ہیں انہیں میں سے بعض اوصاف آپ کے تورات میں بھی ہیں۔ تورات میں ہے: اے نبی ہم نے تجھے گواہ اور خوشی سنانے والا۔ ڈرانے اور امتیوں کو بچانے والا بنا کر بھیجا ہے تو میرا بندہ اور رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو بدگو اور فحش کلام نہیں ہے نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف فرماتا ہے اسے اللہ تعالیٰ قبض نہیں کرے گا جب تک لوگوں کے ٹیڑھا کر دیے ہوئے دین کو اس کی ذات سے بالکل سیدھا کر دے اور وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے قائل نہ ہو جائیں جس سے اندھی آنکھیں روشن ہو جائیں اور بہرے کان سننے والے بن جائیں اور پردوں والے دلوں کے زنگ چھوٹ جائیں۔" ❶ (بخاری)

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت شعیب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ میں تمہاری زبان سے اپنی باتیں کہلواؤں گا" میں امیوں میں سے ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں' نہ بدخلق ہے نہ بدگو نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والا' اس قدر سکون والا ہے کہ اگر چراغ کے پاس سے بھی گزر جائے تو وہ نہ بجھے اور اگر بانسوں پر بھی چلے تو پاؤں کی چاپ نہ معلوم ہو۔ میں اسے خوش خبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا جو حق گو ہو گا۔ میں اس کی وجہ سے اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا اور بہرے کانوں کو سننے والا کر دوں گا اور زنگ آلود دلوں کو صاف کر دوں گا۔ ہر بھلائی کی طرف اس کی رہبری کروں گا ہر نیک خصلت اس میں موجود رکھوں گا۔ دلجمعی اس کا لباس ہو گی نیکی اس کا وطیرہ ہو گا۔ تقویٰ اس کا ضمیر ہو گا۔ حکمت اس کی گویائی ہو گی۔ صدق ووفا اس کی عادت ہو گی' عفو ودرگزر اس کا خلق ہو گا' حق اس کی شریعت ہو گی عدل اس کی سیرت ہو گی' ہدایت اس کی امام ہو گی' اسلام اس کا دین ہو گا' احمد اس کا نام ہو گا' گمراہوں کو میں اس کی وجہ سے ہدایت دوں گا' جاہلوں کو اس کی بدولت علما بنا دوں گا' تنزل والوں کو ترقی پر پہنچا دوں گا' انجانوں کو مشہور ومعروف کر دوں گا' قلت کو اس کی وجہ سے کثرت سے' فقیری کو امیری سے' فرقت کو الفت سے' اختلاف کو اتفاق میں بدل دوں گا۔ مختلف اور متضاد دلوں کو متفق اور متحد کر دوں =

❶ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کراھیة السخب فی السوق ۲۱۲۵؛ احمد، ۲/ ۱۷۴۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا نَكَحْتُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ۖ فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٤٩﴾

ترجمہ: اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو۔ پھر ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو۔ تمہیں کچھ نہ کچھ انہیں دے دینا چاہیے اور بھلے طریق پر انہیں رخصت کر دینا چاہیے۔[۴۹]

= گا' جداگانہ خواہشوں کو یکسو کر دوں گا' دنیا کو اس کی وجہ سے ہلاکت سے بچالوں گا' تمام امتوں سے اس کی امت کو اعلیٰ و افضل بنا دوں گا۔ وہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے دنیا میں پیدا کئے جائیں گے' ہر ایک کو نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے' وہ موحد ہوں گے' مؤمن ہوں گے' اخلاص والے ہوں گے۔ رسولوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے سب کو سچ ماننے والے ہوں گے۔ وہ اپنی مسجدوں مجلسوں اور بستروں پر چلتے پھرتے' بیٹھتے اٹھتے میری تسبیح' حمد و ثنا' بزرگی اور بڑائی بیان کرتے رہیں گے۔ کھڑے اور بیٹھے نمازیں ادا کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے صفیں باندھ کر حملے کر کے جہاد کریں گے۔ ان میں سے ہزار ہا لوگ میری رضامندی کی جستجو میں اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوں گے۔ منہ ہاتھ وضو میں دھویا کریں گے۔ تہبند آدھی پنڈلی تک کا باندھیں گے۔ میری راہ میں قربانیاں دیں گے' میری کتاب ان کے سینوں میں ہوگی' راتوں کو عابد اور دنوں کو مجاہد ہوں گے۔ میں اس نبی کے اہل بیت اور اولاد میں سبقت کرنے والے صدیق' شہید اور صالح لوگ پیدا کروں گا۔ اس کی امت اس کے بعد دنیا کو حق کی ہدایت کرے گی اور حق کے ساتھ عدل و انصاف کرے گی' ان کی امداد کرنے والوں کو میں عزت والا کروں گا اور ان کو ملانے والوں کی میں مدد کروں گا۔ ان کے مخالفین اور ان کے باغی اور ان کے بدخواہوں پر میں برے دن لاؤں گا۔ میں انہیں ان کے نبی کا وارث کر دوں گا جو اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے' نیکیوں کی باتیں بتلائیں گے برائیوں سے روکیں گے' نماز ادا کریں گے' زکوٰۃ دیں گے وعدے پورے کریں گے۔ اس خیر کو میں ان کے ہاتھوں پورا کروں گا جو ان سے شروع ہوا تھا۔ یہ ہے میرا فضل جسے چاہوں دوں اور میں بہت بڑے فضل و کرم کا مالک ہوں۔'' ابن ابی حاتم میں ہے کہ ''آپ ﷺ حضرت علی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے جو یہ آیت اتری۔ تو آپ نے ان سے فرمایا جاؤ خوشخبریاں سنانا نفرت نہ دلانا' آسانی کرنا سختی نہ کرنا' دیکھو مجھ پر یہ آیت اتری ہے۔'' ❶ الخ۔

طبرانی میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا ''مجھ پر یہ اترا ہے کہ اے نبی! ہم نے تجھے تیری امت پر گواہ بنا کر جنت کی خوشخبری دینے والا بنا کر اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی توحید کی شہادت کی طرف لوگوں کو بلانے والا بنا کر اور روشن چراغ قرآن کے ساتھ بنا کر بھیجا ہے۔ ❷ پس آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں' گواہ ہیں۔ اور قیامت کے دن آپ لوگوں کے اعمال پر گواہ ہوں گے۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا﴾ ❸ یعنی ''ہم تجھے ان پر گواہ بنا کر لائیں گے۔'' اور آیت میں ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور تم پر یہ رسول گواہ ہیں۔ آپ مؤمنوں کو بہترین اجر کی بشارت سنانے والے اور کافروں کو بدترین عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کی بجا آوری کے ماتحت آپ مخلوق کو

❶ طبرانی ۱۱۸٤۱ وسنده ضعیف اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ العرزمی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۲/ ۵۸۵، رقم: ٤٩٥١) اور قتادہ مدلس ہیں۔ ❷ مجمع الزوائد، ۷/ ۹۲ وھو ضعیف۔ ❸ ٤/ النسآء: ٤١۔

خالق کی عبادت کی طرف بلانے والے ہیں۔ آپ کی سچائی اس طرح ظاہر ہے جیسے سورج کی روشنی۔ ہاں کوئی ضدی اڑ جائے تو اور بات ہے۔ اے نبی! کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو نہ ان کی طرف کان لگاؤ اور ان سے درگزر کرو۔ یہ جو ایذائیں پہنچاتے ہیں۔ انہیں خیال میں بھی نہ لاؤ اور اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ کرو۔ وہ کافی ہے۔

اگر جماع سے پہلے طلاق دے تو کیسا ہے: [آیت:۴۹] اس آیت میں بہت سے احکام ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت میں اس سے زیادہ صراحت والی آیت اور نہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ لفظ نکاح حقیقت میں صرف ایجاب وقبول کیلئے ہے؟ یا صرف جماع کے لئے ہے؟ یا ان دونوں کے مجموعے کے لئے؟ قرآن کریم میں اطلاق عقد و وطی دونوں پر ہی ہوا ہے۔ لیکن اس آیت میں صرف عقد پر ہی اطلاق ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دخول سے پہلے بھی خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ مؤمنات کا ذکر یہاں پر بوجہ غلبہ کے ہے' ورنہ حکم کتابیہ عورت کا بھی یہی ہے۔ سلف کی ایک بڑی جماعت نے اس آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ طلاق اسی وقت واقع ہوتی ہے جب اس سے پہلے نکاح ہو گیا ہو۔ اس آیت میں نکاح کے بعد طلاق کو فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے نہ طلاق صحیح ہے نہ وہ واقع ہوتی ہے۔ ❶ امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ اور بہت بڑی جماعت سلف وخلف کا یہی مذہب ہے۔ مالک اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا خیال ہے کہ نکاح سے پہلے بھی طلاق درست ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے تو اب جب بھی اس سے نکاح کرے گا طلاق پڑ جائے گی۔ پھر مالک اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو کہتے ہیں جس سے وہ نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نہیں پڑے گی' کیونکہ کسی خاص عورت کو مقرر کر کے اس نے یہ نہیں کہا۔ جمہور جو اس کے خلاف ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے نکاح سے پہلے یہ کہا ہو کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا' اس صورت میں طلاق نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے طلاق کو نکاح کے بعد فرمایا ہے پس نکاح سے پہلے کی طلاق کوئی چیز نہیں۔

مسند احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ''ابن آدم جس کا مالک نہ ہو اس میں طلاق نہیں' ❷ اور حدیث میں ہے جو طلاق نکاح سے پہلے کی ہو وہ کسی شمار میں نہیں۔'' ❸ (ابن ماجہ)۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم عورتوں کو نکاح کے بعد ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر کوئی عدت نہیں بلکہ وہ جس سے چاہیں اسی وقت نکاح کر سکتی ہیں۔ ہاں اگر ایسی حالت میں اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو یہ حکم نہیں' اسے چار ماہ دس دن کی عدت گزارنی پڑے گی۔ علما کا اس پر اتفاق ہے۔ پس نکاح کے بعد ہی میاں نے بیوی کو چھونے سے پہلے ہی اگر طلاق دے دی ہے تو اگر مہر مقرر ہو چکا ہے تو اس کا آدھا دینا پڑے گا ورنہ تھوڑا بہت دے دینا کافی ہے۔ اور آیت میں ہے۔ ﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ ❹ یعنی' اگر مہر مقرر ہو چکا ہے اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی تو آدھے مہر کی وہ مستحق ہے۔'' اور آیت میں ارشاد ہے ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾ ❺ الخ ''یعنی اگر تم اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے =

❶ الطبری، ۲۰/ ۲۸۳۔ ❷ ابوداود، کتاب الطلاق، باب الطلاق قبل النکاح ۲۱۹۰ وسندہ حسن؛ ترمذی ۱۱۸۱؛ ابن ماجہ ۲۰۴۷؛ احمد، ۲/ ۱۸۹؛ حاکم، ۲/ ۲۰۵۔ ❸ ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب لا طلاق قبل النکاح ۲۰۴۸ وھو حسن۔
❹ ۲/ البقرۃ:۲۳۷۔ ❺ ۲/ البقرۃ:۲۳۷۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٥٠﴾

ترجمہ: اے نبی! ہم نے تیرے لئے تیری وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جنہیں تو ان کے مہر دے چکا ہے اور وہ لونڈیاں بھی جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں تجھے دی ہیں۔ اور تیرے چچا کی لڑکیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ باایمان عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے یہ اس صورت میں کہ خود نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہے یہ خاص طور پر صرف تیرے لئے ہی ہے اور مؤمنوں کے لئے نہیں۔ ہم اسے بخوبی جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں احکام مقرر کر رکھے ہیں یہ اس لئے کہ تجھ پر حرج واقع نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشش اور بڑے رحم والا ہے۔[۵۰]

= سے پہلے ہی طلاق دے دو تو یہ کچھ گناہ کی بات نہیں۔ اگر ان کا مہر مقرر نہ ہوا ہو تو تم انہیں کچھ نہ کچھ دے دو اپنی اپنی طاقت کے مطابق امیر و غریب دستور کے مطابق ان سے سلوک کرے بھلے لوگوں پر یہ ضروری ہے چنانچہ ایسا ایک واقعہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی گزرا کہ آپ نے امیمہ بنت شراجیل سے نکاح کیا یہ رخصت ہو کر آ گئیں۔ آپ گئے ہاتھ بڑھایا تو گویا اس نے اسے پسند نہ کیا۔ آپ نے حضرت ابواُسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ''ان کا سامان تیار کر دیں اور دو کپڑے ارزقیہ کے انہیں دے دیں۔'' ❶ پس سراح جمیل یعنی اچھائی سے رخصت کر دینا یہی ہے کہ اس صورت میں اگر مہر مقرر ہے تو آدھا دے دے اور اگر مقرر نہیں تو اپنی طاقت کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کر دے۔ ❷

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرتِ ازواج کی اجازت: [آیت:۵۰] اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہا ہے کہ آپ نے اپنی جن بیویوں کو مہر دیئے ہیں وہ سب آپ پر حلال ہیں۔ آپ کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا جس کے پانچ سو درہم ہوتے ہیں۔ ہاں ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کا مہر حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس سے چار سو دینار دیا تھا اور اسی طرح ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی کا مہر صرف ان کی آزادی تھی۔ خیبر کے قیدیوں میں آپ بھی تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا اور اسی آزادگی کو مہر قرار دیا اور نکاح کر لیا۔ اور حضرت جویریہ بنت حارثہ مصطلقہ نے جتنی رقم پر مکاتبہ کیا تھا وہ پوری رقم آپ نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو ادا کر کے ان سے عقد باندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر اپنی رضامندی نازل فرمائے۔ اسی طرح جو لونڈیاں غنیمت میں آپ کے قبضے میں آئیں وہ بھی آپ پر حلال ہیں۔ صفیہ اور جویریہ رضی اللہ عنہما کے مالک آپ ہو گئے تھے۔ پھر آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ ریحانہ بنت شمعون نصریہ اور ماریہ قبطیہ بھی آپ کی ملکیت میں آئی تھیں۔ حضرت ماریہ سے آپ کا فرزند بھی ہوا جن کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام تھا۔ چونکہ نکاح کے

❶ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب من طلق وهل یوجه الرجل امراته بالطلاق، ۵۲۵۶۔ ❷ الطبری، ۲۰/ ۲۸۳۔

بارے میں نصرانیوں نے افراط اور یہودیوں نے تفریط سے کام لیا تھا۔ اس لئے اس عدل وانصاف والی سہل اور صاف شریعت نے درمیانہ راہ حق کو ظاہر کر دیا۔ نصرانی تو سات پشتوں تک جس عورت مرد کا نسب نہ ملتا ہو‘ ان کا نکاح جائز جانتے تھے اور یہودی بہن اور بھائی کی لڑکی سے بھی نکاح کر لیتے تھے پس اسلام نے بھانجی بھتیجی سے نکاح کرنے کو روکا اور چچا کی لڑکی پھوپھی کی لڑکی ماموں کی لڑکی اور خالہ کی لڑکی سے نکاح کو مباح قرار دیا۔ اس آیت کے الفاظ کی خوبی پر نظر ڈالئے کہ عم اور خال‘ چچا اور ماموں کے لفظ کو تو واحد لائے اور عمات اور خالات یعنی پھوپھی اور خالہ کے لفظ کو جمع لائے۔ جس میں مردوں کی ایک قسم کی فضیلت عورتوں پر ثابت ہو رہی ہے جیسے ﴿يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ❶ اور جیسے ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ﴾ ❷ یہاں بھی چونکہ ظلمات اور نور یعنی اندھیرے اور اجالے کا ذکر تھا اور اجالے کو اندھیرے پر فضیلت ہے اس لئے لفظ ظلمات جمع لائے اور لفظ نور مفرد لائے اس کی اور بھی بہت سی نظیریں دی جا سکتی ہیں۔ پھر فرمایا جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مانگا آیا تو میں نے اپنی معذوری ظاہر کی‘ جسے آپ نے تسلیم کر لیا اور یہ آیت اتری۔ میں ہجرت کرنے والیوں میں نہ تھی بلکہ فتح مکے کے بعد ایمان لانے والیوں میں تھی۔ ❸ مفسرین نے بھی یہی کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جنہوں نے مدینے کی طرف آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔ قتادہ رحمہ اللہ سے ایک روایت میں اس سے مراد اسلام لانا بھی مروی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرات میں ﴿وَاللّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ ہے۔ ❹ پھر فرمایا اور وہ مومنہ عورت جو اپنا نفس اپنے نبی کے لئے ہبہ کر دے اور نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو بے مہر دیئے اسے نکاح میں لا سکتے ہیں۔ پس یہ حکم دو شرطوں کے ساتھ ہے۔ جیسے آیت ﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ﴾ ❺ میں یعنی حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں اگر میں تمہیں نصیحت کرنا چاہوں اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اس نصیحت سے مستفید کرنا نہ چاہے تو میری نصیحت تمہیں کوئی نفع نہیں دے سکتی۔ اور جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان میں ﴿اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴾ ❻ یعنی اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو اور اگر مسلمان ہو گئے ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ پس جیسے ان دونوں آیتوں میں دو دو شرطیں ہیں اسی طرح اس آیت میں بھی دو شرطیں ہیں۔ ایک تو اس کا اپنا نفس ہبہ کرنا دوسرے آپ کا بھی اسے اپنے نکاح میں لانے کا ارادہ کرنا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور کہا میں اپنا نفس آپ کے لئے ہبہ کرتی ہوں۔ پھر وہ دیر تک کھڑی رہی تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا‘ یا رسول اللہ! اگر آپ ان سے نکاح کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو میرے نکاح میں دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا ”تمہارے پاس کچھ ہے بھی؟ جو انہیں مہر میں دیں۔ جواب دیا کہ اس تہبند کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ اگر تم انہیں دے دو گے تو خود بغیر تہبند کے رہ جاؤ گے کچھ اور تلاش کرو۔ اس نے کہا میں اور کچھ نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا تلاش تو کرو گو لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔ انہوں نے ہر چند دیکھ بھال کی لیکن کچھ بھی نہ پایا۔ آپ نے فرمایا قرآن کی کچھ سورتیں بھی تمہیں یاد ہیں؟ اس نے کہا ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ نے فرمایا بس تو انہی سورتوں پر میں نے انہیں تمہارے نکاح میں دے دیا۔“ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ❼ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب یہ واقعہ بیان کرنے لگے تو ان کی

---

❶ ۲/ البقرۃ:۲۵۷۔ ❷ ٦/ الانعام:۱۔ ❸ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الاحزاب ۳۲۱٤ وسندہ ضعیف ابوصالح باذام راوی ضعیف ہے۔ حاکم، ۲/ ٤۲۰؛ بیہقی، ۷/ ٥٤۔

❹ الطبری، ۲۰/ ۲۸٥۔ ❺ ۱۱/ ھود:۳٤۔ ❻ ۱۰/ یونس:۸٤۔

❼ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب تزویج المعسر ٥۰۸۷؛ صحیح مسلم ۱٤۲٥؛ احمد، ٥/ ۳۳٦؛ ابوداود ۲۱۱۱؛ ترمذی ۱۱۱٤؛ ابن ماجه ۱۸۸۹؛ ابن حبان، ٤۰۹۳۔

صاحبزادی بھی سن رہی تھیں۔ کہنے لگیں اس عورت میں بہت ہی کم حیا تھی۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم سے وہ بہتر تھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی رغبت کر رہی تھیں اور آپ پر اپنا نفس پیش کر رہی تھیں۔'' ❶ (بخاری)

مسند احمد میں ہے کہ ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور اپنی بیٹی کی بہت سی تعریفیں کر کے کہنے لگیں کہ حضور! میری مراد یہ ہے کہ آپ اس سے نکاح کر لیں۔ آپ نے قبول فرمالیا۔ وہ پھر بھی تعریف کرتی رہیں یہاں تک کہ کہا حضور! نہ وہ کبھی بیمار پڑی ہیں نہ سر میں درد ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا پھر مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ ❷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ''اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی بیوی صاحبہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا تھیں۔'' اور روایت میں ہے یہ قبیلہ بنو سلیم میں سے تھیں۔ اور روایت میں ہے یہ بڑی نیک بخت عورت تھیں' ممکن ہے ام سلیم ہی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری کوئی عورت ہوں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ عورتوں سے نکاح کیا جن میں سے چھ تو قریشیہ تھیں' خدیجہ' عائشہ' حفصہ' ام حبیبہ' سودہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن' اور تین بنو عامر بن صعصعہ کے قبیلے میں سے تھیں اور دو عورتیں قبیلہ بنو ہلال بن عامر میں سے تھیں۔ حضرت میمونہ بنت حارث' یہی وہ ہیں جنہوں نے اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کی کنیت ام المساکین تھی اور ایک عورت بنو ابی بکر بن کلاب سے' یہ وہی ہے جس نے دنیا کو اختیار کیا تھا اور بنو جون میں سے ایک عورت جس نے پناہ طلب کی تھی۔ اور ایک اسدیہ جن کا نام زینب بنت جحش ہے۔ دو کنیزیں تھیں۔ صفیہ بنت حیی بن اخطب اور جویریہ بنت حارث بن عمرو بن مصطلق خزاعیہ رضی اللہ عنہن۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی عورت حضرت میمونہ بنت حارث تھیں۔ لیکن اس میں انقطاع ہے اور یہ روایت مرسل ہے۔ یہ مشہور بات ہے کہ حضرت زینب جن کی کنیت ام المساکین تھی' یہ زینب بنت خزیمہ تھیں۔ قبیلہ انصار میں سے تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی انتقال کر گئیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مقصد یہ ہے کہ وہ عورتیں جنہوں نے اپنے نفس کا اختیار آپ کو دیا تھا وہ بہت سی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ''میں ان عورتوں پر غیرت کیا کرتی تھی۔ جو اپنا نفس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیتی تھیں اور مجھے بڑا تعجب معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں اپنا نفس ہبہ کرتی ہیں۔ جب یہ آیت اتری کہ ﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ ❸ الخ تو ان میں سے جسے چاہ اس سے نہ کر اور جسے چاہ اپنے پاس جگہ دے اور جن سے تو نے یکسوئی کر لی ہے انہیں بھی اگر تم لے آؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ تو میں نے کہا بس تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر خوب وسعت و کشادگی کر دی۔'' ❹

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''کوئی ایسی عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تھی جس نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہو۔'' حضرت یونس بن بکیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گو آپ کے لئے یہ مباح تھا کہ جو عورت اپنے تئیں آپ کو سونپ دے آپ اسے اپنے گھر میں رکھ لیں' لیکن آپ نے ایسا کیا نہیں کیونکہ یہ امر آپ کی مرضی پر رکھا گیا تھا۔ یہ بات کسی اور کے لئے جائز نہیں ہاں مہر ادا کر دے تو بے شک جائز ہے۔ چنانچہ حضرت بروع بنت واشق رضی اللہ عنہا کے بارے میں جنہوں نے اپنا نفس سونپ دیا تھا' جب اس کے شوہر انتقال کر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ ان کے خاندان کی اور عورتوں کے مثل انہیں مہر دیا جائے جس طرح موت مہر =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب عرض المراۃ نفسها علی الرجل الصالح، ۵۱۲۰؛ احمد، ۳/ ۲۶۸۔

❷ احمد، ۳/ ۱۵۵ وسندہ ضعیف، مسند ابی یعلی ۴۲۳۴؛ مجمع الزوائد، ۲/ ۲۹۴، اس کی سند میں سنان بن ربیعہ قول راجح میں ضعیف راوی ہے۔ لہٰذا اسناد کے بارے میں میری سابقہ تحقیق منسوخ سمجھی جائے۔ ۱۶ ستمبر ۲۰۰۷ء۔

❸ ۳۳/ الاحزاب: ۵۱۔

❹ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب باب قولہ ﴿ترجی من تشاء منهن......﴾ ۴۷۸۸؛ صحیح مسلم ۱۴۶۴۔

ترجمہ: ان میں سے جسے تو چاہے موقوف رکھ دے اور جسے چاہے اپنے پاس رکھ لے اور اگر تو ان میں سے بھی کسی کو اپنے پاس بلا لے جنہیں تو نے موقوف کر رکھا تھا تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ اس میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ ان عورتوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور جو کچھ بھی تو انہیں دے دے اس پر سب کی سب راضی رہیں تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم اور حلم والا ہے۔[۵۱]

= کو مقرر کر دیتی ہے اسی طرح صرف دخول سے بھی مہر واجب ہو جاتا ہے۔ ہاں حضور اکرم ﷺ اس حکم سے مستثنیٰ تھے' ایسی عورتوں کو کچھ دینا آپ پر واجب نہ تھا۔ گو اسے شرف بھی حاصل ہو چکا ہو اس لئے کہ آپ کو بغیر مہر کے اور بغیر ولی کے اور بغیر گواہوں کے نکاح کر لینے کا اختیار تھا جیسے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے قصے میں ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کسی عورت کو یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو بغیر ولی اور بغیر مہر کے کسی کے نکاح میں دے دے۔ ہاں صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ تھا'' ❶ اور مومنوں پر جو ہم نے مقرر کر دیا ہے اسے ہم خوب جانتے ہیں یعنی وہ چار سے زیادہ بیویاں ایک ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ ❷ ہاں ان کے علاوہ لونڈیاں رکھ سکتے ہیں اور ان کی کوئی تعداد مقرر نہیں۔ اسی طرح ولی کی' مہر کی' گواہوں کی بھی شرط ہے۔ پس امت کے لئے تو یہ حکم ہے اور آپ پر اس کی پابندیاں نہیں تاکہ آپ پر کوئی حرج نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور ورحیم ہے۔

پیغمبر علیہ السلام کو بیویوں کو رکھنے یا نہ رکھنے میں اختیار ہے: [آیت:۵۱] بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ''میں ان عورتوں پر عار رکھا کرتی تھی جو اپنا نفس حضور اکرم ﷺ کو ہبہ کریں اور کہتی تھیں کہ عورتیں بغیر مہر کے اپنے آپ کو حضور اکرم ﷺ کے حوالے کرنے میں شرماتی نہیں ہیں؟ یہاں تک کہ یہ آیت اتری تو میں نے کہا کہ آپ کا رب آپ کے لئے کشادگی کرتا ہے۔'' ❸ پس معلوم ہوا کہ آیت سے مراد یہی عورتیں ہیں۔ ان کے بارے میں نبی اللہ کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں قبول کریں اور جسے چاہیں قبول نہ فرمائیں۔ پھر اس کے بعد یہ بھی آپ کے اختیار میں ہے کہ جنہیں قبول نہ فرمائیں انہیں جب چاہیں نواز دیں۔ عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جنہیں موخر کر رکھا تھا ان میں حضرت ام شریک تھیں۔ ایک مطلب اس جملہ کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اپنی بیویوں کے بارے میں آپ کو اختیار تھا کہ اگر چاہیں تقسیم کریں چاہیں نہ کریں' جسے چاہیں مقدم کریں جسے چاہیں موخر کریں' اسی طرح خاص بات چیت میں بھی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی پوری عمر برابر اپنی ازواج مطہرات میں عدل کے ساتھ برابری کی تقسیم کرتے رہے۔ بعض فقہائے شافعیہ کا قول ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر تقسیم واجب تھی۔

❶ الطبری، ۲۰/ ۲۸۸۔ ❷ ایضا، ۲۰/ ۲۹۰۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب باب قوله ﴿ترجی من تشاء منهن......﴾ ۴۷۸۸؛ صحیح مسلم ۱۴۶۴؛ ابن ماجه ۲۰۰۰؛ احمد، ۶/ ۱۵۸۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ ع

ترجمہ: ان عورتوں کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ انہیں چھوڑ کر اور عورتوں سے نکاح کریں اگرچہ ان کی صورت اچھی بھی لگتی ہو مگر جو تیری مملوکہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا نگہبان ہے۔[۵۲]

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ''اس آیت کے نزول کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اجازت لیا کرتے تھے۔ مجھ سے تو جب دریافت فرماتے میں کہتی اگر میرے بس میں ہو تو میں کسی اور کے پاس ہرگز نہ جانے دوں۔'' ❶ پس صحیح بات جو بہت اچھی ہے اور جس سے ان اقوال میں مطابقت بھی ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آیت عام ہے۔ اپنے نفس سونپنے والیوں اور آپ کی بیویوں کو سب کو شامل ہے ہبہ کرنے والیوں کے بارے میں نکاح کرنے نہ کرنے کا اور نکاح والیوں میں تقسیم کرنے نہ کرنے کا آپ کو اختیار تھا۔ ❷ پھر فرماتا ہے کہ یہی حکم بالکل مناسب ہے اور ازواج رسول اللہ کے لئے سہولت والا ہے۔ جب وہ جان لیں گی کہ آپ باریوں کے مکلف نہیں ہیں پھر بھی مساوات قائم رکھتے ہیں تو انہیں بہت خوشی ہو گی اور ممنون و شکر گزار ہوں گی اور آپ کے انصاف کی داد دیں گی۔ اللہ تعالیٰ دلوں کی حالتوں سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ کسے کس طرف زیادہ رغبت ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طور پر صحیح تقسیم اور پورے عدل کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتے تھے کہ: الٰہ العالمین! جہاں تک میرے بس میں تھا میں نے انصاف کر دیا۔ اب جو میرے بس میں نہیں اس پر تو مجھے ملامت نہ کرنا۔ ❸ یعنی دل کے رجوع کرنے کا اختیار مجھے نہیں۔ اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کا عالم ہے لیکن حلم و کرم والا ہے' چشم پوشی کرتا ہے' معاف فرماتا ہے۔

ازواجِ مطہرات کے لیے انعامِ ربانی: [آیت:۵۲] پہلی آیتوں میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو حضور اکرم کی زوجیت میں رہیں اور اگر چاہیں تو آپ سے علیحدہ ہو جائیں۔ لیکن امہات المؤمنین نے دامن رسول کو چھوڑنا پسند نہ فرمایا۔ اس پر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیوی بدلہ میں ایک یہ بھی ملا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں حکم ہوا کہ اب ان کے سوا کسی اور عورت سے آپ نکاح نہیں کر سکتے نہ آپ ان میں سے کسی کو چھوڑ کر اس کے بدلے دوسری لا سکتے ہیں گو وہ کتنی ہی خوش شکل کیوں نہ ہو؟ ہاں لونڈیوں اور کنیزوں کی اور بات ہے۔ اس کے بعد رب العالمین نے یہ تنگی آپ پر سے اٹھا لی اور نکاح کی اجازت دے دی لیکن خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اور کوئی نکاح کیا ہی نہیں۔ اس حرج کے اٹھانے اور پھر عمل کے نہ ہونے میں بہت بڑی مصلحت یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ احسان اپنی بیویوں پر رہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ''آپ کی وفات سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور عورتیں بھی حلال کر دی تھیں'' ❹ (ترمذی' نسائی وغیرہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ مروی ہے کہ حلال کرنے والی آیت ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ﴾ ہے یعنی جو اس آیت سے پہلے گزر چکی ہے

❶ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ٤٧٨٩؛ صحیح مسلم، ١٤٧٦؛ ابوداود، ٢١٣٦؛ احمد، ٦/ ٧٦؛ ابن حبان، ٤٢٠٦۔

❷ الطبری، ٢٠/ ٣٠٤۔ ❸ ابوداود، كتاب النكاح، باب فی القسم بين النساء ٢١٣٤ وسنده صحيح؛ ترمذی ١١٤٠؛ نسائی، ٣٣٦٥؛ ابن ماجه، ١٩٧١؛ احمد، ٦/ ١٤٤؛ ابن ابی شيبه، ٤/ ٣٨٦؛ دارمی، ٢/ ١٤٤؛ ابن حبان، ٤٢٠٥؛ حاكم، ٢/ ١٨٧؛ بيهقی، ٧/ ٢٩٨۔

❹ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الاحزاب ٣٢١٦ وسنده صحيح؛ احمد، ٦/ ٤١؛ ابن حبان ٦٣٦٦۔

بیان میں وہ پہلے ہے اور اترنے میں وہ پیچھے ہے۔ سورۂ بقرہ میں بھی اسی طرح عدت وفات کی پچھلی آیت منسوخ ہے اور پہلی آیت اس کی ناسخ ہے۔ (وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ)

اس آیت کے ایک اور معنی بھی بہت سے حضرات سے مروی ہیں۔ وہ کہتے ہیں مطلب اس سے یہ ہے کہ جن عورتوں کا ذکر اس سے پہلے ہے ان کے سوا اور حلال نہیں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بیویاں تھیں اگر وہ آپ کی موجودگی میں انتقال کر جاتیں تو آپ اور عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے تھے؟ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ تو سائل نے ﴿لَا يَحِلُّ﴾ والی آیت پڑھی۔ یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اس کا مطلب تو یہ ہے کہ عورتوں کی جو قسمیں اس سے پہلے بیان ہوئی ہیں یعنی نکاحتا بیویاں، لونڈیاں، چچا کی، پھوپھیوں کی، ماموں کی، خالاؤں کی بیٹیاں، ہبہ کرنے والی عورتیں، ان کے سوا جو اور قسم کی ہوں، جن میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ آپ پر حلال نہیں ہیں۔" (ابن جریر) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سوائے ان مہاجرات مؤمنات کے اور عورتوں سے نکاح کرنے کی آپ کو ممانعت کر دی گئی غیر مسلم عورتوں سے نکاح حرام کر دیا گیا۔ قرآن میں ہے ﴿وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهٗ﴾ ❶ یعنی ایمان کے بعد کفر کرنے والے کے اعمال غارت ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿اِنَّاۤ اَحۡلَلۡنَا﴾ ❷ الخ میں عورتوں کی جن قسموں کا ذکر کیا وہ تو حلال ہیں ان کے علاوہ اور حرام ہیں۔ ❸

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ان کے سوا ہر قسم کی عورتیں خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ یہودیہ ہوں خواہ نصرانیہ سب حرام ہیں۔" ابوصالح فرماتے ہیں کہ "اعرابیہ اور انجان عورتوں کے نکاح سے روک دیئے گئے لیکن جو عورتیں حلال تھیں ان میں سے اگر چاہیں سینکڑوں کر لیں حلال ہیں۔" الغرض آیت عام ہے ان عورتوں کو جو آپ کے گھر میں تھیں اور ان عورتوں کو جن کے اقسام بیان ہوئے سب کو شامل ہے اور جن لوگوں سے اس کے خلاف مروی ہے ان سے اس کے مطابق بھی مروی ہے لہٰذا کوئی منفی نہیں۔ ہاں اس پر ایک بات باقی رہ جاتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی پھر ان سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے فراق کا بھی ارادہ کیا تھا جس پر انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔ اس کا جواب امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ بات یہی ہے لیکن ہم کہتے ہیں اس جواب کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ آیت میں ان کے سوا دوسریوں سے نکاح کرنے اور انہیں نکال کر اوروں کو لانے کی ممانعت ہے نہ کہ طلاق دینے کی۔ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا والے واقعہ میں آیت ﴿وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ﴾ ❹ اتری ہے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والا واقعہ ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے۔ ❺

ابویعلیٰ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دن آئے دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ پوچھا کہ شاید تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی۔ سنو اگر رجوع ہو گیا اور پھر یہی موقعہ پیش آیا تو قسم اللہ تعالیٰ کی، میں مرتے دم تک تم سے کلام نہ کروں گا۔ ❻ آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو زیادت کرنے سے اور کسی کو نکال کر اس کے بدلے =

---

❶ ٥/ المآئدة:٥۔ ❷ ٣٣/ الاحزاب:٥٠۔ ❸ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الاحزاب ٣٢١٥ وسندہ حسن۔ ❹ ٤/ النسآء:١٢٨۔ ❺ ابوداود، کتاب الطلاق، باب المراجعة ٢٢٨٣ وسندہ صحیح، نسائی، ٣٥٩٠؛ ابن ماجه ٢٠١٦؛ ابن حبان ٤٢٧٥؛ حاکم، ٢/ ١٩٧۔ شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (السلسلة الصحيحه ٢٠٠٧)

❻ مسند ابی یعلی ١٧٢؛ ابن حبان ٤٢٧٦ دوسرا نسخه ٤٢٦٣ وسندہ ضعیف، الاعمش مدلس وعنعن عن ابی صالح رحمہ اللہ مجمع الزوائد، ٩/ ٢٤٤۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝٥٣ اِنْ تُبْدُوْا شَـيْـــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝٥٤

ترجمہ: مسلمانو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو۔ کھانے کے لئے بھی اجازت کے بعد جاؤ یہ نہیں کہ پہلے سے جا کر بیٹھ گئے اور کھانے کے پکنے کا انتظار کرتے رہے بلکہ جب بلایا جائے جاؤ اور جب کھا چکو نکل کھڑے ہو جایا کرو پھر وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو نبی کو تمہاری یہ حرکت ناگوار گزرتی ہے لیکن وہ لحاظ کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بیان حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کیا کرو تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی یہی ہے۔ نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ (ﷺ) کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔[۵۳] تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا مخفی رکھو اللہ تعالیٰ تو ہر ہر چیز کا بخوبی علم رکھنے والا ہے۔[۵۴]

= دوسری کو لانے سے منع کیا ہے مگر لونڈیاں حلال رکھی گئی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں ایک خبیث رواج یہ بھی تھا کہ لوگ آپس میں بیویوں کا تبادلہ کر لیا کرتے تھے۔ یہ اپنی اسے دے دیتا تھا اور وہ اپنی اسے دے دیتا تھا۔ اسلام نے اس گندے طریقے سے مسلمانوں کو روک دیا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ عیینہ بن حصن فزاری حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور اپنی جاہلیت کی عادت کے مطابق بغیر اجازت لئے چلے آئے۔ اس وقت آپ کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا ''تم بے اجازت کیوں چلے آئے؟ اس نے کہا واہ! میں نے تو آج تک قبیلہ مضر کے خاندان کے کسی شخص سے اجازت مانگی ہی نہیں، پھر کہنے لگا یہ آپ کے پاس کونسی عورت بیٹھی ہوئی تھیں؟ آپ نے فرمایا یہ (ام المؤمنین حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ تو کہنے لگا حضور! انہیں چھوڑ دیں میں ان کے بدلے اپنی بیوی آپ کو دیتا ہوں جو خوبصورتی میں بے مثل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسا حرام کر دیا ہے۔ جب وہ چلے گئے تو مائی صاحبہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کون تھا؟ آپ نے فرمایا ایک احمق سردار تھا' تم نے ان کی باتیں سنیں؟ اس پر بھی یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔'' ❶ اس روایت کا ایک راوی اسحٰق بن عبداللہ بالکل گرے ہوئے درجے کا ہے۔

❶ البزار ۲۲۵۱؛ دار قطنی، ۳/ ۲۱۸ وسندہ ضعیف جداً، مجمع الزوائد، ۷/ ۹۵، اس کی سند میں اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ متروک راوی ہے۔ (المیزان، ۱/ ۱۹۳، رقم:۷۶۸)

4/2

حکم پردہ کا نزول اور پیغمبر ﷺ کے گھر کا احترام: [آیت:۵۳۔۵۴] اس آیت میں پردے کا حکم ہے اور شرعی آداب واحکام کا بیان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق جو آیتیں اتری ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ بخاری ومسلم میں آپ سے مروی ہے کہ ''تین باتیں میں نے کہیں جن کے مطابق ہی رب العالمین کے احکام نازل ہوئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ مقام ابراہیم کو قبلہ بنائیں تو بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم اترا کہ ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ ❶ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ گھر میں ہر کہہ ومہ آ جائے' آپ اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دیں تو اچھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردے کا حکم نازل ہوا۔ جب حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات غیرت کی وجہ سے کچھ کہنے سننے لگیں تو میں نے کہا کسی غرور میں نہ رہنا' اگر حضور اکرم ﷺ تمہیں چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ کو دلوائے گا۔ چنانچہ یہی آیت قرآن میں نازل ہوئی۔'' ❷ صحیح مسلم میں ایک چوتھی موافقت بھی مذکور ہے' وہ بدر کے قیدیوں کا فیصلہ ہے ❸ اور روایت میں ہے۔ ۵ھ ماہ ذی قعدہ میں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جو نکاح خود اللہ تعالیٰ نے کرایا تھا' اسی صبح کو پردے کی آیت نازل ہوئی ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں یہ واقعہ ۳ ہجری کا ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

صحیح بخاری شریف میں ہے' حضور اکرم ﷺ نے جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو لوگوں کی دعوت کی وہ کھا پی کر باتوں میں بیٹھے رہے۔ آپ نے اٹھنے کی تیاری بھی کی پھر بھی وہ نہ اٹھے یہ دیکھ کر آپ کھڑے ہو گئے۔ آپ کے ساتھ ہی کچھ لوگ تو اٹھ کر چل دیئے۔ لیکن پھر بھی تین شخص وہیں بیٹھے رہ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ حضور اکرم ﷺ پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ پھر لوٹ گئے۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو خبر دی۔ اب آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے بھی جانا چاہا تو آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ کر دیا اور یہ آیت اتری۔ ❹ اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس موقعہ پر گوشت روٹی کھلائی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا کہ لوگوں کو بلا لائیں۔ لوگ آتے تھے کھاتے تھے اور واپس جاتے تھے۔ جب ایک بھی ایسا نہ بچا کہ جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ بلاتے' تو آپ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا' 'اب دستر خوان بڑھا دو۔'' لوگ سب چلے گئے مگر تین شخص باتوں میں لگے رہے۔ حضور اکرم ﷺ یہاں سے نکل کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا' 'السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مائی صاحبہ نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ' فرمایئے حضور! بیوی صاحبہ سے خوش تو ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ اسی طرح آپ اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے اور سب جگہ یہی باتیں ہوئیں۔ اب لوٹ کر جو آئے تو دیکھا کہ وہ تینوں صاحب اب تک گئے نہیں۔ چونکہ آپ میں شرم وحیا لحاظ ومروت بے حد تھا۔ اس لئے آپ کچھ فرما نہ سکے اور پھر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف چلے' اب نہ جانے میں نے خبر دی یا آپ کو خود خبردار کر دیا گیا کہ وہ تینوں بھی چلے گئے تو آپ پھر آئے اور چوکھٹ میں ایک قدم رکھتے ہی آپ نے پردہ ڈال دیا اور پردہ کی آیت نازل ہوئی۔'' ❺ ایک روایت میں بجائے تین شخصوں کے دو کا ذکر ہے۔ ❻ ابن ابی حاتم

❶ ۲/ البقرة:۱۲۵۔ ❷ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة البقرة باب ﴿واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى﴾ ٤٤٨٣؛ ترمذی ۲۹۵۹؛ احمد، ۱/ ۲٤؛ ابن حبان ٦٨٩٢۔ ❸ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ ۲۳۹۹۔

❹ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة الاحزاب باب قوله ﴿لا تدخلوا بيوت النبی الا......﴾ ٤٧٩١؛ صحيح مسلم ١٤٢٨۔

❺ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة الاحزاب باب قوله ﴿لا تدخلوا بيوت النبی الا......﴾ ٤٧٩٣۔

❻ صحيح بخاری حواله سابق ٤٧٩٤۔

میں ہے کہ ''آپ کے کسی نئے نکاح پر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مالیدہ بنا کر ایک لگن میں رکھ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: اسے اللہ تعالیٰ کے رسول کو پہنچاؤ اور کہہ دینا یہ تھوڑا سا تحفہ ہماری طرف سے قبول فرمائیے اور میرا سلام بھی کہہ دینا۔ اس وقت لوگ تھے بھی تنگی میں۔ میں نے جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' مائی صاحبہ کا سلام پہنچایا اور پیغام بھی۔ آپ نے اسے دیکھا اور فرمایا اچھا اسے رکھ دو! میں نے گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا۔ پھر فرمایا جاؤ فلاں اور فلاں کو بلا لاؤ۔ بہت سے لوگوں کے نام لئے اور فرمایا ان کے علاوہ جو مسلمان مل جائے۔ میں نے یہی کیا۔ جو ملا اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کھانے کے لئے بھیجتا رہا۔ واپس لوٹا تو دیکھا کہ گھر اور انگنائی اور بیٹھک سب لوگوں سے پر ہے۔ تقریباً تین سو آدمی جمع ہو گئے تھے۔ اب مجھ سے آپ نے فرمایا' جاؤ وہ پیالہ اٹھا لاؤ! میں لایا تو آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر دعا کی اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے زبان سے کہا' پھر فرمایا چلو دس دس آدمی حلقہ کر کے بیٹھ جاؤ اور بسم اللہ کہہ کہہ کر اپنے اپنے آگے سے کھانا شروع کرو۔ اسی طرح کھانا شروع ہوا اور سب کے سب کھا چکے تو آپ نے فرمایا' پیالہ اٹھا لو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پیالہ اٹھا کر دیکھا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ جس وقت رکھا تھا اس وقت اس میں زیادہ کھانا تھا یا اب؟ چند لوگ آپ کے گھر میں ٹھہر گئے ان میں باتیں ہو رہی تھیں اور ام المؤمنین دیوار کی طرف منہ پھیرے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کا اتنی دیر تک نہ ہٹنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گزر رہا تھا۔ لیکن شرم ولحاظ کی وجہ سے کچھ فرماتے نہ تھے اگر انہیں اس بات کا علم ہو جاتا تو وہ نکل جاتے لیکن وہ بے فکری سے بیٹھے ہی رہے۔ آپ گھر سے نکل کر اور ازواج مطہرات کے حجروں کے پاس چلے گئے۔ پھر واپس آئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب تو یہ بھی سمجھ گئے بڑے نادم ہوئے اور جھٹ سے نکل چلے۔ آپ اندر بڑھے اور پردہ لٹکا دیا۔ میں بھی حجرے ہی میں تھا جو یہ آیت اتری اور آپ اس کی تلاوت کرتے ہوئے باہر آئے۔ سب سے پہلے اس آیت کو عورتوں نے سنا اور میں تو سب سے اول ان کا سننے والا ہوں۔'' ❶ پہلے حضرت زینب کے پاس آپ کا پیغام لے جانے کی روایت آیت ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ﴾ ❷ الخ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ اس کے آخر میں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ پھر لوگوں کو نصیحت کی گئی۔ اور ہاشم کی اس حدیث میں اس آیت کا بیان بھی ہے۔ ❸

ابن جریر میں ہے کہ رات کے وقت ازواج مطہرات قضائے حاجت کے لئے جنگل کو جایا کرتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ پسند نہ تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انہیں اس طرح نہ جانے دیجئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر توجہ نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نکلیں تو چونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی منشا یہ تھی کہ کسی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا یہ نکلنا بند ہو' اس لئے انہیں ان کے قد و قامت کی وجہ سے پہچان کر بہ آواز بلند کہا کہ ہم نے تمہیں اے سودہ! پہچان لیا۔ اس کے بعد پردے کی آیتیں اتریں۔ اس روایت میں یونہی ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔

چنانچہ مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حجاب کے حکم کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نکلیں الخ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ اسی وقت واپس آ گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے ایک ہڈی ہاتھ میں تھی۔ آ کر واقعہ بیان کیا اسی وقت وحی نازل ہوئی جب ختم ہوئی اس وقت بھی وہ ہڈی ہاتھ میں ہی تھی' ابھی چھوڑی ہی نہ تھی تو آپ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری

---

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الھدیة للعروس ٥١٦٣؛ صحیح مسلم، ١٤٢٨؛ ترمذی، ٣٢١٨۔

❷ ٣٣/ الاحزاب:٣٧۔

❸ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ونزول الحجاب...... ١٤٢٨۔

ضرورتوں کی بنا پر باہر نکلنے کی اجازت دیتا ہے۔" ❶ آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس عادت سے روکتا ہے جو جاہلیت میں اور ابتدائے اسلام میں ان میں تھیں کہ بے اجازت دوسرے کے گھر میں چلے جانا۔ پس اللہ تعالیٰ اس امت کا اکرام کرتے ہوئے اسے یہ ادب سکھاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون ہے کہ خبردار عورتوں کے پاس نہ جاؤ۔ ❷ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں مستثنیٰ کرلیا جنہیں اجازت دے دی جائے، تو فرمایا مگر یہ کہ تمہیں اجازت دی جائے کھانے کی طرف ایسے طور پر کہ تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ کھانے کے پکنے اور اس کے تیار ہونے کے وقت ہی نہ پہنچو۔ ❸ جب سمجھا کہ کھانا تیار ہوگا، جا گھسے۔ یہ خصلت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ یہ دلیل ہے طفیلی بننے کی حرمت پر۔ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس کی مذمت میں پوری ایک کتاب لکھی ہے۔ پھر فرمایا جب بلائے جاؤ تو جاؤ اور جب کھا چکو تو نکل جاؤ۔ صحیح مسلم شریف میں ہے "کہ تم میں سے کسی کو جب اس کا بھائی بلائے تو اسے دعوت قبول کرنی چاہیے خواہ نکاح کی ہو یا کوئی اور۔" ❹ اور حدیث میں ہے "اگر مجھے ایک کھر کی دعوت دی جائے تو بھی میں اسے قبول کروں گا۔ دستور دعوت میں یہ بھی بیان فرمایا۔ کہ جب کھا چکو تو پھر میزبان کے ہاں چوکڑی مار کر نہ بیٹھ جاؤ، بلکہ وہاں سے چلے جاؤ۔" ❺ باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو، جیسے ان تین شخصوں نے کیا تھا جس سے حضور اکرم ﷺ کو تکلیف ہوئی لیکن شرم اور لحاظ سے کچھ نہ بولے۔ اسی طرح یہ مطلب بھی ہے کہ تمہارا بے اجازت آنحضرت ﷺ کے گھروں میں چلے جانا آپ پر شاق گزرتا ہے لیکن آپ بوجہ شرم و حیا کے تم سے کہہ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف بیان فرما رہا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا۔ وہ حق تعالیٰ حکم دینے سے حیا نہیں کرتا۔ تمہیں جس طرح بے اجازت آپ کی بیویوں کے پاس جانا منع ہے۔ اسی طرح ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی حرام ہے اگر تمہیں ان سے کوئی ضروری چیز لینی دینی بھی ہو تو پس پردہ لین دین ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ "حضور اکرم ﷺ ایک مرتبہ مالیدہ کھا رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بلا لیا۔ آپ بھی کھانے بیٹھ گئے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پہلے ہی سے کھانے میں شریک تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات کے پردے کی تمنا میں تھے، کھاتے ہوئے انگلیوں سے انگلیاں لگ گئیں تو بے ساختہ فرمانے لگے، کاش کہ میری مان لی جاتی اور پردہ کرایا جاتا تو کسی کی نگاہ بھی نہ پڑتی۔ ❻ اس وقت پردے کا حکم اترا۔" پھر پردے کی تعریف فرما رہا ہے کہ مردوں عورتوں کے دلوں کی پاکیزگی کا یہ ذریعہ ہے۔ کسی شخص نے آپ کی کسی بیوی سے آپ کے بعد نکاح کرنے کا ارادہ کیا ہوگا اس آیت میں یہ حرام قرار دیا گیا کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی بیویاں زندگی میں اور جنت میں بھی آپ کی بیویاں ہیں اور جملہ مسلمانوں کی وہ مائیں ہیں اس لئے مسلمانوں پر ان سے نکاح کرنا محض حرام ہے یہ حکم ان بیویوں کے لئے جو آپ کے گھر میں آپ کے انتقال کے وقت تھیں، سب کے نزدیک اجماعاً ہے لیکن جس بیوی کو آپ نے اپنی زندگی میں طلاق دے دی اور اس سے میل ہو چکا ہو تو اس سے کوئی اور نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں دو مذہب ہیں اور جس سے دخول نہ کیا ہو

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الاحزاب باب قوله ﴿لا تدخلوا بیوت النبی﴾ ٤٧٩٥؛ صحیح مسلم ٢١٧٠؛ احمد، ٦/ ٥٦؛ ابویعلی ٤٤٣٣۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامراة الاذو محرم...... ٥٢٣٢؛ صحیح مسلم ٢١٧٢؛ ترمذی ١١٧١؛ احمد، ٤/ ١٤٩؛ ابن حبان ٥٥٨٨۔

❸ الطبری، ٢٠/ ٣٠٦۔

❹ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الأمر باجابة الداعی الی دعوة ١٤٢٩۔

❺ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من اجاب الی کراع ٥١٨٧؛ احمد، ٢/ ٤٢٤؛ ابن حبان ٥٢٩١۔

❻ السنن الکبریٰ ١١٤١٩ وسنده ضعيف

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

ترجمہ: عورتوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور عورتوں اور ملکیت کے ماتحتوں کے سامنے ہوں۔ عورتو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر شاہد ہے۔[۵۵] اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور اچھی طرح سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔[۵۶]

اور طلاق دے دی ہو اس سے دوسرے نکاح کر سکتے ہیں۔ قیلہ بنت اشعث بن قیس حضور اکرم ﷺ کی ملکیت میں آ گئی تھی آپ کے انتقال کے بعد اس نے عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل سے نکاح کر لیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر یہ گراں گزرا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ اے خلیفہ رسول یہ حضور اکرم ﷺ کی بیوی نہ تھی نہ اسے حضور اکرم ﷺ نے اختیار دیا نہ اسے پردے کا حکم دیا اور اس کی قوم کی ردت کے ساتھ کی اس کی ردت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے حضور اکرم ﷺ سے بری کر دیا یہ سن کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اطمینان ہو گیا۔ پس ان دونوں باتوں کی برائی بیان فرماتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینا ان کی بیویوں سے ان کے بعد نکاح کر لینا یہ دونوں گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑے ہیں۔ تمہاری پوشیدہ اور علانیہ باتیں سب اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہیں اس پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ آنکھوں کی خیانت کو سینے میں چھپی ہوئی باتوں اور دل کے ارادوں کو وہ جانتا ہے۔

جن سے پردہ نہ کرنے کی اجازت ہے: [آیت:۵۵-۵۶] چونکہ اوپر کی آیتوں میں اجنبیوں سے پردے کا حکم ہوا تھا اس لئے جن قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہ تھا ان کا بیان اس آیت میں کر دیا۔ سورۂ نور میں بھی اسی طرح فرمایا کہ عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں، باپوں، سسروں، لڑکوں، خاوند کے لڑکوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، عورتوں اور ملکیت جن کی ان کے ہاتھوں میں ہو ان کے سامنے یہ کام کرنے والے غیر خواہشمند مردوں یا بچوں کے سامنے اس کی پوری تفسیر اسی آیت کے تحت میں گزر چکی ہے۔ چچا اور ماموں کا ذکر یہاں اس لئے نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے وہ اپنے لڑکوں کے سامنے ان کے اوصاف بیان کریں۔ حضرت شعبی اور حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تو ان دونوں کے سامنے عورت کا دوپٹہ اتارنا مکروہ جانتے تھے [1] ﴿نِسَآئِهِنَّ﴾ سے مراد مومن عورتیں ہیں۔ ماتحت سے مراد لونڈی غلام ہیں، جیسے کہ پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے اور حدیث بھی ہم وہیں وارد کر چکے ہیں۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اس سے مراد صرف لونڈیاں ہی ہیں۔'' اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔ چھپا کھلا سب اسے معلوم ہے۔ اس موجود اور حاضر کا خوف رکھو اور اس کا لحاظ کرتی رہو۔

آیت درود اور صلوٰۃ کے معانی: صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی پر درود

[1] الطبری، ۲۰/ ۳۱۸۔

بھیجنا اپنے فرشتوں کے سامنے آپ کی ثنا وصفت کا بیان کرنا ہے اور فرشتوں کا درود آپ کے لئے دعا کرنا ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی برکت کی دعا۔ ❶ اکثر اہل علم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا درود رحمت ہے فرشتوں کا درود استغفار ہے۔ ❷ عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''اللہ تبارک وتعالیٰ کی صلوٰۃ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ غَضَبِيْ ہے۔'' مقصود اس آیت شریفہ سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت' عزت اور مرتبت لوگوں کی نگاہوں میں جچ جائے وہ جان لیں کہ خود اللہ تعالیٰ آپ کا ثناخواں ہے اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے رہتے ہیں ملاء اعلیٰ کی یہ خبر دے کر اب زمین والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا کرو تا کہ عالم علوی اور عالم سفلی کے لوگوں کا اس پر اجماع ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے پوچھا تھا کہ کیا اللہ تعالیٰ تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ان سے کہہ دو کہ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں پر رحمت بھیجتا رہتا ہے۔ اس کی طرح اس آیت میں بھی اشارہ ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہی رحمت اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں پر بھی نازل فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ﴾ ❸ الخ یعنی اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرتے رہا کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کیا کرو۔ وہ خود تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔ اور آیت میں ہے۔ ﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ❹ الخ صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ﴾ الخ پڑھتے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے درود نازل ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کے داہنی طرف والوں پر صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں۔ ❺

درود کے الفاظ: دوسری حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شخص کے لئے یہ دعا مروی ہے کہ ''اے اللہ! آل ابی اوفی پر اپنی رحمت نازل فرما۔'' ❻ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے اور میرے خاوند کے لئے صلوٰۃ بھیجئے تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے خاوند پر درود نازل فرمائے۔'' ❼ درود شریف کے بیان کی بہت سی احادیث ہیں جن میں سے تھوڑی ہم یہاں وارد کرتے ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ﴾ بخاری شریف میں ہے آپ سے کہا گیا یارسول اللہ! ہم آپ کو سلام کرنا تو جانتے ہیں' صلوٰۃ کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے اَلتَّحِيَّاتُ کے بعد دونوں درود بتلائے لیکن دونوں میں وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ کا لفظ نہیں ہے۔ ❽ ایک اور روایت میں عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ کا لفظ نہیں۔ ❾ اور روایت میں پہلا درود تو پورے لفظوں کے ساتھ ہے اور دوسرا کچھ تغیر کے ساتھ۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ آخر میں وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ بھی کہتے تھے۔ ❿ (ترمذی)۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب باب قولہ ﴿ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی......﴾ تعلیقًا قبل حدیث ٤٧٩٧۔ ❷ ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحت رقم: ٤٨٥ بے سند ہے۔

❸ ٣٣/ الاحزاب: ٤٣۔ ❹ ٢/ البقرۃ: ١٥٥۔ ❺ ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب من یستحب أن یلی الامام فی الصف وکراھیۃ التأخر ٦٧٦ وسندہ حسن؛ ابن ماجہ ١٠٠٥؛ ابن حبان ٢١٦٠۔ ❻ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب صلاۃ الامام ودعائہ لصاحب الصدقۃ...... ١٤٩٧؛ صحیح مسلم ١٠٧٨؛ ابوداود ١٥٩٠؛ احمد، ٤/ ٣٥٣؛ مسند الطیالسی ٨١٩۔

❼ ابوداود، کتاب الوتر، باب الصلاۃ علی غیر النبی ١٥٣٣ وسندہ صحیح؛ احمد، ٣/ ١٩٨؛ دارمی، ١/ ٢٤؛ ابن حبان ٩١٦؛ بیہقی، ٢/ ١٥٣۔ ❽ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب باب قولہ ﴿ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی﴾ ٤٧٩٧؛ احمد، ٤/ ٢٤٤؛ صحیح مسلم ٤٠٦۔

❾ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی بعد التشہد، ٤٠٥۔

❿ ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی صفۃ الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ٤٨٣ وھو صحیح۔

سلام کے الفاظ: جس سلام کا یہاں ذکر ہے وہ التحیات میں ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ)) ہے یہ التحیات آپ مثل قرآن کی سورت کے سکھایا کرتے تھے۔ایک روایت میں ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ)) بھی ہے اور پچھلے درود میں قدرے تغیر ہے۔ ❶ ایک روایت میں درود کے الفاظ یہ ہیں ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)) ❷ بعض روایتوں میں عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ کے بعد فِي الْعَالَمِيْنَ کا لفظ بھی ہے۔ ❸ ایک روایت میں سوال میں یہ لفظ بھی ہیں کہ درود نماز میں ہم کس طرح پڑھیں...... ❹ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ نماز کے آخری تشہد میں اگر کسی نے درود نہیں پڑھا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی درود کا پڑھنا اس جگہ واجب ہے۔ بعض متاخرین نے اس مسئلہ میں امام صاحب کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صرف انہی کا قول ہے اور اس کے خلاف اجماع ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک اور جماعت نے یہی کہا ہے۔ مثلاً حضرت ابن مسعود، حضرت ابو مسعود بدری، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم۔ تابعین میں بھی اس مذہب کے لوگ گزرے ہیں جیسے شعبی، ابوجعفر باقر، مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اور شافعیہ کا تو سب کا یہی مذہب ہے امام احمد کا بھی آخری قول یہی ہے جیسے کہ ابوزرعہ دمشقی کا بیان ہے۔ اسحٰق بن راہویہ، امام محمد بن ابراہیم فقیہ رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں بلکہ بعض حنبلی ائمہ نے بھی کہا ہے کہ کم از کم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا نماز میں کہنا واجب ہے جیسے کہ صحابہ کے سوال پر آپ نے تعلیم دی اور ہمارے بعض ساتھیوں نے آپ کی آل پر درود بھیجنا بھی واجب کہا ہے۔ الغرض درود کا نماز میں واجب ہونے کا قول بہت ظاہر ہے اور حدیث میں اس کی دلیل بھی موجود ہے اور سلف وخلف میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور ائمہ بھی اس کے قائل رہے ہیں۔ پس یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کہ امام صاحب ہی کا یہ قول ہے اور یہ خلاف اجماع ہے اس کی تائید اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ وغیرہ میں ہے کہ ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے تھے ایک شخص نے بغیر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کئے اور بغیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اپنی نماز میں دعا کی تو آپ نے فرمایا اس نے بہت جلدی کی۔ پھر اسے بلا کر فرمایا یا کسی اور کو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریفیں بیان کرے پھر درود پڑھے پھر جو چاہے دعا مانگے۔'' ❺ ابن ماجہ میں ہے جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں، جو وضو میں بِسْمِ اللّٰهِ نہ کہے اس کا وضو نہیں، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ❻ جو انصار سے محبت نہ رکھے اس کی نماز نہیں۔ لیکن اس کی سند میں عبدالمہیمن نامی راوی متروک ہے۔ طبرانی میں یہ روایت ان کے بھائی سے مروی ہے لیکن اس میں بھی نظر ہے اور معروف روایت پہلی ہی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مسند میں ہے کہ ہم نے کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر سلام کہنا تو

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب باب قوله ﴿ان الله وملائكته يصلون على النبي﴾ ٤٧٩٨؛ ابن ماجه ٩٠٣۔

❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نمبر ١٠، حدیث ٣٣٦٩؛ صحیح مسلم ٤٠٧؛ ابوداود ٩٧٩؛ ابن ماجه ٩٠٥۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشهد ٤٠٥۔

❹ ابوداود، کتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي بعد التشهد، ٩٨١ وهو صحيح؛ احمد، ٤/ ١١٩؛ ابن خزيمه ٧١١؛ ابن حبان ١٩٥٩؛ حاكم، ١/ ٢٦٨۔ ❺ ابوداود، كتاب الوتر، باب الدعاء ١٤٨١ وسنده حسن؛ ترمذی ٣٤٧٧؛ نسائی ١٢٨٥؛ احمد، ٦/ ١٨؛ ابن خزيمه ٧٠٩؛ ابن حبان ١٩٦٠؛ حاكم، ١/ ٢٣٠۔

❻ ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب ما جاء في التسمية في الوضوء ٤٠٠ وسنده ضعيف، عبدالمهيمن راوی ضعیف ہے۔ دارقطنی ١/ ٣٥٥؛ حاكم، ١/ ٢٦٩؛ بيهقی، ٢/ ٣٧٩۔

جانتے ہیں درود سکھا دیجئے ۔ تو آپ نے فرمایا یوں کہو ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)) ❶ اس کا ایک راوی ابوداؤد اعمی جس کا نام نفیع بن حارث ہے وہ متروک ہے ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو اس دعا کا سکھانا بھی مروی ہے ۔

(اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ وَ بَارِئَ الْمَسْمُوْكَاتِ وَجَبَّارَ الْقُلُوْبِ عَلٰى فِطْرَتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيْدِهَا اجْعَلْ شَرَآئِفَ صَلَوٰتِكَ وَنَوَاحِيَ بَرَكَاتِكَ وَفَضَائِلَ اٰلَائِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَالدَّامِغِ لِجَيْشَاتِ الْاَبَاطِيْلِ كَمَا حَمَلَ فَاضْطَلَعَ بِاَمْرِكَ بِطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِزًا فِيْ مَرْضَاتِكَ غَيْرَ نَكِلٍ فِيْ قَدَمٍ وَّلَا وَهْنٍ فِيْ عَزْمٍ وَاعِيًا لِّوَحْيِكَ حَافِظًا لِّعَهْدِكَ مَاضِيًا عَلٰى نَفَاذِ اَمْرِكَ حَتّٰى اَوْرٰى قَبَسًا لِّقَابِسٍ اٰلَاءُ اللّٰهِ تَصِلُ بِاَهْلِهٖ اَسْبَابٌ بِهٖ هُدِيَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْاِثْمِ وَاَبْهَجَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْاَحْكَامِ وَمُنِيْرَاتِ الْاِسْلَامِ فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ خَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ وَشَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ وَبَعِيْثُكَ نِعْمَةً وَّرَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً اَللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهٗ فِيْ عَدْنِكَ وَاجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ لَهٗ مُهَنَّاٰتٍ غَيْرَ مُكَدَّرَاتٍ مِّنْ فَوْزِ ثَوَابِكَ الْمَعْلُوْلِ وَجَزِيْلِ عَطَائِكَ الْمَحْلُوْلِ اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰى بِنَاءِ النَّاسِ بِنَاءَهٗ وَاَكْرِمْ مَثْوَاهُ لَدَيْكَ وَنُزُلَهٗ وَاَتْمِمْ لَهٗ نُوْرَهٗ وَاَجْزِهٖ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهٗ مَقْبُوْلَ الشَّهَادَةِ مَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ وَّخُطَّةٍ فَصْلٍ وَّحُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ عَظِيْمٍ) ❷

مگر اس کی سند ٹھیک نہیں ۔ اس کا راوی ابوالحجاج حزری سلامہ کندی نہ تو معروف ہے نہ اس کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے ۔ ابن ماجہ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو تو بہت اچھا درود پڑھا کرو بہت ممکن ہے کہ تمہارا یہ درود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جائے ۔'' لوگوں نے کہا پھر آپ ہی ہمیں کوئی ایسا درود سکھا یئے ۔ آپ نے فرمایا ''بہتر ہے یہ پڑھو ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَ خَاتِمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُهُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ)) اس کے بعد التحیات کے بعد کے دونوں درود ہیں ۔'' ❸ یہ روایت بھی موقوف ہے ۔ ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت یونس بن حباب نے اپنے فارس کے ایک خطبے میں اس آیت کی تلاوت کی پھر لوگوں کے درود کے طریقے کے سوال کو بیان فرما کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا رَحِمْتَ اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ کو بھی بیان فرمایا ہے ❹ اس سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ آپ کے لئے رحم کی دعا بھی ہے ۔ جمہور کا یہی مذہب ہے ۔ اس کی مزید تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ایک اعرابی نے اپنی دعا میں کہا تھا اے اللہ مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر تو آپ نے اس سے فرمایا تو نے بہت ہی زیادہ کشادہ چیز کو تنگ کر دیا ۔ ❺ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور مالکیہ سے اس کا عدم جواز نقل کیا ہے ۔ ابو محمد ابن ابوزید بھی اس کے جواز کی طرف گئے ہیں ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تک کوئی

---

❶ احمد، ٥/ ٣٥٣ وسندہ ضعيف جداً اس روایت میں ابوداؤد الاعمی متروک راوی ہے ۔ ❷ اس کی سند میں سلامۃ کندی مجہول اور اس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ۔ جس طرح کہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا ہے ۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے ۔

❸ ابن ماجه، كتاب اقامة الصلوات، باب الصلاة على النبی صلی اللہ علیہ وسلم ٩٠٦ وسندہ ضعيف اس کی سند میں عبدالرحمٰن مسعودی مختلط راوی ہے ۔ (التقريب، ١/ ٦٨٧، رقم: ١٠٠٨) ❹ اس کی سند میں ایک راوی ہے ۔ جس کا نام نہیں لیا گیا ہے ۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے ۔

❺ صحيح بخاری، كتاب الادب باب رحمة الناس والبهائم ٦٠١٠؛ ابوداود ٣٨٠؛ ترمذی ١٤٨؛ احمد، ٢/ ٢٣٩؛ ابن حبان ٩٨٧ ۔

شخص مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے تب تک فرشتے بھی اس کے لئے دعائے رحم کرتے رہتے ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ کمی کرو یا زیادتی کرو ❶ (ابن ماجہ)۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ''سب سے اولیٰ روز قیامت مجھ سے وہ ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھا کرتا تھا'' ❷ (ترمذی)۔

فرمان ہے ''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا پھر میں اپنی دعا کا آدھا وقت درود میں ہی خرچ کروں گا۔ فرمایا جیسی تیری مرضی۔ اس نے کہا پھر میں دو تہائیاں کرلوں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہے۔ اس نے کہا پھر تو میں اپنا سارا ہی وقت اس کے لئے ہی کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے دین و دنیا کے غم سے نجات دے دے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا'' ❸ (ترمذی)۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ''کہ آدھی رات کو حضور اکرم ﷺ باہر نکلتے اور فرماتے ہیں' ہلا دینے والی آ رہی ہے اور اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی بھی ہے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کہا' حضور اکرم! میں رات کو کچھ نماز پڑھا کرتا ہوں تو اس کا تہائی حصہ آپ پر درود پڑھتا رہوں۔ آپ نے فرمایا آدھا حصہ۔ انہوں نے کہا آدھا کرلوں؟ فرمایا دو تہائی۔ کہا اچھا میں پورا وقت اسی میں گزاروں گا۔ آپ نے فرمایا تب تو اللہ تعالیٰ تیرے تمام گناہ معاف فرما دے گا'' ❹ (ترمذی)

اسی روایت کی ایک اور سند میں ہے دو تہائی رات گزرنے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو' لوگو ذکر اللہ کرو۔ دیکھو کپکپا دینے والی آ رہی ہے موت اپنے ساتھ کی کل مصیبتوں اور آفتوں کو لئے ہوئے چلی آ رہی ہے۔ موت اپنے ساتھ کی کل چیزوں کو لئے ہوئے آ رہی ہے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ پر بہ کثرت درود پڑھتا ہوں پس کتنا وقت اس میں گزاروں؟ آپ نے فرمایا جتنا تو چاہے۔ کہا چوتھائی؟ فرمایا جتنا چاہو اور زیادہ کرلو تو اور اچھا ہے۔ کہا آدھا؟ تو یہی جواب دیا۔ پوچھا دو تہائی؟ تو یہی جواب ملا۔ کہا بس تو میں سارا ہی وقت اس میں گزاروں گا۔ فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تجھے تیرے تمام ہم و غم سے بچالے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا'' ❺ (ترمذی)۔

ایک شخص نے آپ سے کہا' حضور! اگر میں اپنی تمام تر صلوٰۃ آپ ہی پر کردوں تو؟ آپ نے فرمایا ''دنیا اور آخرت کے تمام مقاصد پورے ہو جائیں گے'' ❻ (مسند احمد)۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''آپ ایک مرتبہ گھر سے نکلے میں ساتھ ہولیا آپ کھجوروں کے ایک باغ میں گئے وہاں جا کر سجدے میں گر گئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا اس قدر دیر لگائی کہ مجھے تو یہ کھٹکا گزرا کہ کہیں آپ کی روح پرواز نہ کر گئی ہو۔ قریب جا کر آپ کو دیکھنے لگا۔ اتنے میں آپ نے سر اٹھایا۔ مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے اپنی حالت ظاہر کی۔ فرمایا بات یہ تھی کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا میں تمہیں بشارت سناتا ہوں کہ

---

❶ ابن ماجہ، كتاب اقامة الصلوات، باب الصلاة على النبى ﷺ ٩٠٧ وسنده ضعيف عاصم بن عبیداللہ راوی ضعیف ہے۔ احمد، ٣/ ٤٤٥۔ ❷ ترمذی، كتاب الوتر، باب ما جاء فى فضل الصلاة على النبى ﷺ ٤٨٤ وسنده حسن؛ التاريخ الكبير، ٥/ ١٧٧؛ ابن حبان ٩١١۔ ❸ وسنده ضعيف۔

❹ فضل الصلاة على النبى ﷺ ١٤ وسنده ضعيف جداً۔

❺ ترمذى، كتاب صفة القيامة، باب فى الترغيب فى ذكر الله وذكر الموت...... ٢٤٥٧؛ احمد، ٥/ ١٣٦؛ حاكم، ٢/ ٥١٣ وسنده ضعيف عبداللہ بن محمد بن عقیل راوی ضعیف ہے۔ ❻ احمد، ٥/ ١٣٦ وسنده ضعيف۔

جناب باری عَزَّ اسْمُهٗ فرماتا ہے جو تجھ پر درود بھیجے گا میں بھی اس پر درود بھیجوں گا اور جو تجھ پر سلام بھیجے گا میں بھی اس پر سلام بھیجوں گا'' ❶ (مسند احمد بن حنبل)۔

اور روایت میں ہے کہ یہ سجدہ اس امر پر اللہ تعالیٰ کے شکریے کا تھا۔ ❷ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ اپنے کسی کام کے لئے نکلے' کوئی نہ تھا جو آپ کے ساتھ جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے پیچھے پیچھے گئے۔ دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں۔ دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے آپ نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھ کر فرمایا ''تم نے یہ بہت اچھا کیا کہ مجھے سجدے میں دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ سنو میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا آپ کی امت میں سے جو ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں اتارے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا'' ❸ (طبرانی)۔

ایک مرتبہ آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے۔ چہرے سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سبب دریافت کیا تو فرمایا ''ایک فرشتے نے آ کر مجھے یہ بشارت دی کہ میرا امتی جب مجھ پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر اتریں گی۔ اسی طرح ایک سلام کے بدلے دس سلام'' ❹ (نسائی)۔ اور روایت میں ہے کہ ''ایک درود کے بدلے دس نیکیاں ملیں' دس گناہ معاف ہوں گے دس درجے بڑھیں گے اور اسی کے مثل اس پر لوٹایا جائے گا۔'' ❺ (مسند)۔ جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا ❻ (مسلم وغیرہ)۔ فرماتے ہیں ''مجھ پر درود بھیجا کرو' وہ تمہارے لئے زکوٰۃ ہے اور میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو وہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے جو ایک شخص کو ہی ملے گا کیا عجب کہ وہ میں ہی ہوں۔'' ❼ (مسند احمد) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''حضور اکرم ﷺ پر جو درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر درود بھیجتے ہیں۔ اب جو چاہے کم کرے اور جو چاہے زیادتی کرے۔ سنو! ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس آئے ایسے کہ گویا کوئی کسی کو رخصت کر رہا ہو۔ تین بار فرمایا کہ میں امی نبی محمد (ﷺ) ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں' مجھے نہایت کھلا بہت جامع اور ختم کر دینے والا کلام دیا گیا ہے۔ مجھے جہنم کے داروغوں کی' عرش کے اٹھانے والوں کی گنتی بتلا دی گئی ہے مجھ پر خاص عنایت کی گئی ہے اور مجھے اور میری امت کو عافیت عطا فرمائی گئی ہے۔ جب تک میں تم میں موجود ہوں سنتے اور مانتے رہو جب مجھے میرا رب لے جائے تو تم کتاب اللہ کو مضبوط تھامے رہنا۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھنا'' ❽ (مسند امام احمد)۔ فرماتے ہیں ''کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اسے چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے۔ ایک مرتبہ کے درود بھیجنے سے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے'' ❾ (ابوداؤد طیالسی)۔

---

❶ احمد، ۱/ ۱۹۱ وسندہ ضعیف عبدالواحد بن محمد کے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے سماع میں نظر ہے۔ حاکم، ۲/ ۳۳۳؛ مجمع الزوائد، ۲/ ۲۸۷۔ ❷ احمد، ۱/ ۱۹۱ وسندہ ضعیف۔

❸ المعجم الصغیر ۲/ ۹۰ وسندہ ضعیف۔

❹ نسائی، کتاب السھو، باب فضل التسلیم علی النبی ﷺ ۱۲۸٤ وسندہ حسن؛ احمد، ٤/ ۳۰؛ ابن حبان ۹۱۵؛ حاکم، ۲/ ٤۲۰۔ ❺ احمد، ٤/ ۲۹ وسندہ ضعیف، ابومعشر ضعیف راوی ہے۔

❻ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ بعد التشھد ٤۰۸؛ ابوداود ۱۵۳۰؛ ترمذی ٤۸۵؛ ابن حبان ۹۰٦؛ احمد، ۳/ ۳۷۲۔ ❼ احمد، ۲/ ۳٦۵ وسندہ ضعیف، مسند ابی یعلی ٦٤۱٤۔

❽ احمد، ۲/ ۱۷۲ وسندہ ضعیف (التقریب: ۱/ ٤٤ رقم: ۵۷٤)

❾ السنن الکبریٰ ۹۸۸۹ وسندہ ضعیف، ابو اسحاق السبیعی عنعن، مسند ابی یعلی ٤۰۰۲؛ مسند الطیالسی ۲۱۲۲۔

ایک درود دس رحمتیں دلواتا ہے اور دس گناہ معاف کراتا ہے ❶ (مسند احمد)۔ ''بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا'' ❷ (ترمذی) اور روایت میں ہے ''ایسا شخص سب سے بڑا بخیل ہے۔'' ایک مرسل حدیث میں ہے کہ ''انسان کو یہ بخل کافی ہے کہ میرا نام سن کر درود نہ پڑھے۔'' فرماتے ہیں وہ ''شخص برباد ہوا جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔ وہ بھی برباد ہوا جس کی زندگی میں رمضان آیا اور ختم ہو جانے تک اس کے گناہ معاف نہ ہوئے۔ وہ بھی برباد ہوا جس نے اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کے زمانے کو پالیا پھر بھی انہوں نے اسے جنت میں نہ پہنچایا'' ❸ (ترمذی)۔

یہ احادیث دلیل ہیں اس امر پر کہ حضور اکرم ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ علما کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے جیسے طحاوی' حلیمی وغیرہ۔ ابن ماجہ میں ہے ''جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا اس نے جنت کی راہ سے خطا کی۔'' ❹ یہ حدیث مرسل ہے لیکن پہلی احادیث سے اس کی پوری تقویت ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں مجلس میں ایک دفعہ تو واجب ہے پھر مستحب ہے۔ ❺ چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے ''جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور درود پڑھے بغیر اٹھ کھڑے ہوں وہ مجلس قیامت کے دن ان پر وبال ہو جائے گی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں عذاب کرے چاہے معاف کر دے۔'' ❻ اور روایت میں ذکر اللہ کا ذکر نہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ گو وہ جنت میں جائیں' لیکن محرومی ثواب کے باعث انہیں سخت افسوس رہے گا۔ بعض کا قول ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ آپ پر درود واجب ہے پھر مستحب ہے تاکہ آیت کی تعمیل ہو جائے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کے وجوب کو بیان فرما کر اسی قول کی تائید کی ہے۔ لیکن طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت سے تو استحباب ہی ثابت ہوتا ہے اور اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان کا مطلب بھی یہی ہو کہ ایک مرتبہ واجب پھر مستحب جیسے آپ کی نبوت کی گواہی۔ لیکن میں کہتا ہوں بہت سے ایسے اوقات ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کا ہمیں حکم ملا ہے۔ لیکن بعض وقت واجب ہے اور بعض جگہ واجب نہیں۔ چنانچہ اذان سن کر دیکھئے مسند کی حدیث میں ہے ''جب تم اذان سنو تو جو موذن کہہ رہا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود بھیجو' ایک کے بدلے دس درود اللہ تم پر بھیجے گا پھر میرے لئے وسیلہ مانگو جو جنت کی ایک منزل ہے اور ایک ہی بندہ اس کا مستحق ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ سنو جو میرے لئے وسیلہ کی دعا کرتا ہے اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جاتی ہے۔'' ❼ پہلے درود کی زکوٰۃ ہونے کی حدیث میں بھی اس کا بیان گزر چکا ہے۔ فرمان ہے کہ جو شخص درود بھیجے اور کہے اللّٰھُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ

---

❶ نسائی، کتاب السهو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی ﷺ، ۱۲۹۸ وسنده صحيح؛ الادب المفرد ٦٤٣؛ احمد، ٣/ ١٠٢؛ ابن حبان ٩٠٤۔ ❷ ترمذی، کتاب الدعوات، باب رغم انف رجل ذكرت عنده ٣٥٤٦ وسنده حسن؛ السنن الكبرى ٩٨٨٤؛ احمد، ١/ ٢٠١؛ حاكم، ١/ ٥٤٩۔ ❸ ترمذی، کتاب الدعوات، باب رغم انف رجل ذكرت عنده...... ٣٥٤٥ وسنده حسن۔ ❹ ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوات، باب الصلاة علی النبی ﷺ، ٩٠٨ وسنده ضعيف جداً جبارة بن المغلس راوی سخت ضعیف ہے۔ ❺ ترمذی تحت، رقم ٣٥٤٥ بے سند ہے۔

❻ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی القوم يجلسون ولا يذكرون الله ٣٣٨٠ وهو صحيح؛ احمد، ٢/ ٤٤٦؛ ابن حبان ٥٩٠۔ ❼ صحيح مسلم، کتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ٣٨٤؛ ابوداود ٥٢٣؛ ترمذی ٣٦١٤؛ احمد، ٢/ ١٦٨؛ ابن حبان ١٦٩٠؛ بيهقی، ١/ ٤١٠۔

الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن واجب ہو جائے گی۔ ❶ (مسند احمد)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دعا منقول ہے۔ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ الْكُبْرٰى وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى كَمَا اٰتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى.

مسجد میں جانے اور مسجد سے نکلنے کے وقت۔ چنانچہ مسند میں ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں جاتے تو درود وسلام پڑھ کر اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ اور جب مسجد سے نکلتے تو درود وسلام کے بعد اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ پڑھتے۔ ❷ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ جب مسجد میں جاؤ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کرو۔

نماز کے آخری قعدہ میں التحیات کا درود۔ اس کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ ہاں اول تشہد میں اسے کسی نے واجب نہیں کہا البتہ مستحب ہونے کا ایک قول شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے گو دوسرا قول اس کے خلاف بھی انہیں سے مروی ہے۔

جنازے کی نماز میں آپ پر درود پڑھنا۔ چنانچہ سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورۂ فاتحہ پڑھے دوسری میں درود پڑھے تیسری میں میت کے لئے دعا کرے چوتھی میں اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ الخ پڑھے۔ ایک صحابی کا قول ہے مسنون نماز جنازہ یوں ہے کہ امام تکبیر کہہ کر آہستہ سے الحمد پڑھے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور جنازے کے لئے مخلصانہ دعا کرے اور تکبیروں میں کچھ نہ پڑھے۔ پھر آہستہ سلام پھیر دے۔ ❸ (نسائی)

عید کی نماز میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے پاس آ کر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا عید کا دن ہے۔ بتاؤ تکبیروں کی کیا کیفیت ہے؟ عبداللہ نے فرمایا ''تکبیر تحریمہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کر، اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج پھر دعا مانگ پھر تکبیر کہہ کر، یہی کر پھر تکبیر کہہ کر یہی کر، پھر تکبیر کہہ کر، یہی کر پھر تکبیر کہہ کر۔ پھر قرأت کر پھر تکبیر کہہ کر رکوع کر۔ پھر کھڑا ہو کر پڑھ اور اپنے رب کی حمد بیان کر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ پڑھ اور دعا کر اور تکبیر کہہ اور اسی طرح کر پھر رکوع میں جا۔ حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما نے بھی اس کی تصدیق کی۔''

دعا کے خاتمے پر۔ ترمذی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دعا آسمان وزمین میں معلق رہتی ہے یہاں تک کہ تو درود پڑھے تب چڑھتی ہے۔ ❹ ایک روایت مرفوع بھی اسی طرح کی آئی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دعا کے اول میں درمیان میں اور آخر میں درود پڑھ لیا کرو۔ ایک غریب اور ضعیف حدیث میں ہے کہ مجھے سوار کے پیالے کی طرح نہ کرلو کہ جب وہ اپنی تمام ضروری چیزیں لے لیتا ہے تو پانی کا کٹورہ بھی بھر لیتا ہے اگر وضو کی ضرورت پڑی تو وضو کیا پیاس لگی تو پی لیا ورنہ پانی بہا دیا۔ دعا کی ابتدا میں دعا کے درمیان میں اور دعا کے آخر میں مجھ پر درود پڑھا کرو۔ خصوصاً دعائے قنوت میں درود کی زیادہ تاکید ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے

---

❶ احمد، ٤/ ١٠٨ وسنده ضعيف وفاء بن شريح مجهول الحال لم يوثقه غير ابن حبان، المعجم الاوسط ٣٣٠٩؛ مجمع الزوائد، ١/ ١٦٣۔ ❷ ترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء ما يقول عند دخول المسجد ٣١٤ وسنده ضعيف ليث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔ ابن ماجه، ٧٧١؛ احمد، ٦/ ٢٨٢؛ مسند ابی یعلی، ٦٨٢٢؛ شرح السنة، ٣٨١؛ ابن ابی شیبه، ١/ ٣٣٨۔

❸ حاکم، ١/ ٣٦٠ وهو صحيح؛ النسائی، ٤/ ٧٥، ح ١٩٩١؛ بیهقی، ٤/ ٣٩؛ الام للشافعی، ١/ ٢٣٩۔

❹ ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ٤٨٦ وسنده ضعيف ابوقرة مجہول راوی ہے۔

ہیں" مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات سکھائے جنہیں وتروں میں پڑھا کرتا ہوں۔ ((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ)) ❶ (اہل السنن) نسائی کی روایت میں آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ ((وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ)) ❷ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں۔

مسند احمد میں ہے "سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اسی میں قبض کیے گئے اسی میں نفخہ ہے اس میں بے ہوشی ہے۔ پس تم اس دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو۔ تمہارے درود مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا آپ تو زمین میں دفنا دیئے گئے ہوں گے۔ پھر ہمارے درود آپ پر کیسے پیش کیے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔" ابوداؤد نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ❸ ابن ماجہ میں ہے "جمعہ کے دن بہ کثرت درود پڑھو۔ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جب تک وہ فارغ ہو۔ پوچھا گیا موت کے بعد بھی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو گلانا سڑانا حرام کر دیا ہے نبی اللہ زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔" ❹ یہ حدیث غریب ہے اور اس میں انقطاع ہے۔ عبادہ بن نسی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو پایا نہیں واللہ اَعْلَمُ۔ بیہقی میں بھی حدیث ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر بہ کثرت درود بھیجو۔ ❺ لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔ ایک روایت میں ہے اس کا جسم زمین نہیں کھاتی جس سے روح القدس نے کلام کیا ہو۔ لیکن یہ حدیث مرسل ہے۔ ایک اور مرسل حدیث میں بھی جمعہ کے دن اور رات میں درود کی کثرت کا حکم ہے۔ اسی طرح خطیب پر بھی دونوں خطبوں میں درود واجب ہے اس کے بغیر خطبے صحیح نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور اس میں ذکر اللہ واجب ہے پس ذکر رسول بھی واجب ہوگا۔ جیسے اذان و نماز۔ شافعی اور احمد کا یہی مذہب ہے۔

ابوداؤد میں ہے "جو مسلمان مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔" ❻ ابوداؤد میں ہے "اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ میری قبر پر عرس میلہ نہ لگاؤ ہاں مجھ پر درود پڑھو گو تم کہیں بھی ہو لیکن تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔" ❼ قاضی اسمٰعیل بن اسحاق اپنی کتاب فضل الصلوۃ میں ایک روایت لائے ہیں کہ "ایک شخص ہر صبح روضہ رسول پر آتا تھا اور درود و سلام پڑھتا تھا۔ ایک دن اس سے حضرت علی بن حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تم روز ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرنا مجھے بہت مرغوب ہے۔ آپ نے فرمایا: سنو! میں تمہیں ایک حدیث سناؤں۔ میں نے اپنے باپ سے انہوں نے میرے دادا سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری قبر کو عید نہ بناؤ نہ اپنے گھروں کو قبریں

---

❶ ابوداود، کتاب الوتر، باب القنوت فی الوتر ١٤٢٥، ١٤٢٦ وھو صحیح؛ ترمذی، ٤٦٤؛ ابن ماجه، ١١٧٨؛ احمد، ١/ ٢٠٠؛ ابن حبان، ٩٤٥۔ ❷ نسائی، کتاب قیام اللیل، باب الدعاء في الوتر ١٧٤٧ وسنده ضعیف عبداللہ بن علی کی حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ملاقات ثابت نہیں ہے، پس سند منقطع ہے۔ ❸ ابوداود، کتاب الصلاة الجمعة، باب فضل یوم الجمعة ١٠٤٧ وسنده ضعیف عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم راوی ضعیف ہے۔ نسائی، ١٣٧٥؛ ابن ماجه، ١٠٨٥؛ احمد، ٤/ ٨؛ ابن حبان، ٩١٠۔

❹ ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه ﷺ، ١٦٣٦ وسنده ضعیف۔

❺ بیهقی، ٣/ ٢٤٩۔ ❻ ابوداود، کتاب المناسك، باب زیارة القبور ٢٠٤١ وسندہ ضعیف سند میں انقطاع کا شبہ ہے۔ احمد، ٢/ ٥٢٧۔ ❼ ابوداود، کتاب المناسك، باب زیارة القبور، ٢٠٤٢ وسنده حسن۔

بتاؤ۔ جہاں کہیں تم ہو وہیں سے مجھ پر درود و سلام بھیجو وہ مجھے پہنچ جاتے ہیں۔'' ❶ اس کی اسناد میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام مذکور نہیں اور سند سے یہ روایت مرسل مروی ہے۔ حسن بن حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ کی قبر کے پاس کچھ لوگوں کو دیکھ کر انہیں یہ حدیث سنائی کہ آپ کی قبر پر میلہ لگانے سے آپ نے روک دیا ہے۔ ❷ ممکن ہے ان کی کسی بے ادبی کی وجہ سے یہ حدیث آپ کو سنانے کی ضرورت پڑی ہو۔ مثلاً وہ بلند آواز سے بول رہے ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حضور اکرم ﷺ کے روضے پر پے در پے آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ تو اور جو شخص اندلس میں ہو حضور اکرم ﷺ پر سلام بھیجنے کے اعتبار سے بالکل یکساں ہیں۔

طبرانی میں ہے ''جہاں کہیں تم ہو وہیں سلام بھیجو۔ تمہارے سلام مجھے پہنچا دیئے جاتے ہیں۔'' طبرانی میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ خاص راز ہے۔ اگر تم مجھ سے نہ پوچھتے تو میں بھی نہ بتاتا۔ سنو میرے ساتھ فرشتے مقرر ہیں۔ جب میرا ذکر کسی مسلمان کے سامنے کیا جاتا ہے اور وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے اور خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہیں جو زمین پر آمین کہتے ہیں۔ ❸ یہ حدیث بہت غریب ہے اور اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔

مسند احمد میں ہے ''اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے رہتے ہیں میری امت کے سلام مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔'' ❹ نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''جو میری قبر کے پاس سے مجھ پر سلام پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جو دور سے سلام بھیجتا ہے اسے میں پہنچایا جاتا ہوں۔'' ❺ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں۔ محمد بن مروان سدی صغیر متروک ہے۔

(۱۰) ہمارے ساتھیوں کا قول ہے کہ احرام والا جب لبیک پکارے تو اسے بھی درود پڑھنا چاہیے۔ دار قطنی وغیرہ میں قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق کا فرمان مروی ہے کہ لوگوں کو اس بات کا حکم کیا جاتا تھا۔ صحیح سند سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ ''جب تم مکہ پہنچو تو سات مرتبہ طواف کرو۔ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کرو پھر صفا پر چڑھو اتنا کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آئے۔ وہاں کھڑے رہ کر سات تکبیریں کہو ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو۔ اور درود پڑھو اور اپنے لئے دعا کرو۔ پھر مروہ پر بھی اسی طرح کرو۔''

(۱۱) ہمارے ساتھیوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ذبح کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ درود پڑھنا چاہیے۔ آیت ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ ❻ سے انہوں نے تائید چاہی ہے کیونکہ اس کی تفسیر میں ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے وہیں آپ کا نام بھی لیا جائے گا جمہور اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہاں صرف ذکر اللہ کافی ہے۔ جیسے کھانے کے وقت اور جماع کے وقت وغیرہ وغیرہ کہ ان اوقات میں درود کا پڑھنا سنت سے ثابت نہیں ہوا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیا اور رسولوں پر بھی صلوۃ و سلام بھیجو وہ بھی میری طرح اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کی سند میں دو ضعیف راوی ہیں۔ عمر بن ہارون اور ان کے استاد۔

❶ مسند ابی یعلی ٤٦٩ وسنده ضعيف ، فيه من يجهل حاله ـ

❷ مصنف عبد الرزاق، ٦٧٢٧ وسنده ضعيف وهو مسلسل بالعلل۔

❸ طبرانی ٢٧٥٣ وسنده موضوع اس کی سند میں حکم بن عبداللہ بن خطاف ہے جسے ہیثمی نے کذاب کہا ہے۔ مجمع الزوائد، ٧/ ٩٦۔

❹ نسائی، کتاب السهو، باب التسليم على النبی ﷺ ١٢٨٣ وسنده صحيح ، احمد، ١/ ٤٥٢۔

❺ اس کی سند میں محمد بن مروان سدی متروک (متہم) راوی ہے۔ جس طرح کہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا ہے لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف و مردود ہے۔

❻ ٩٤/ الم نشرح:٤۔

(۱۲) کان کی سنسناہٹ کے وقت بھی درود پڑھنا ایک حدیث میں ہے اگر اس کی اسناد صحیح ثابت ہو جائیں تو صحیح ابن خزیمہ میں ہے "جب تم میں سے کسی کے کان میں سرسراہٹ ہو تو مجھے ذکر کر کے درود پڑھے اور کہے کہ جس نے مجھے بھلائی سے یاد کیا اسے اللہ تعالیٰ بھی یاد کرے۔" اس کی سند غریب ہے اور اس کے ثبوت میں نظر ہے۔

مسئلہ: اہل کتابت اس بات کو مستحب جانتے ہیں کہ کاتب جب حضور اکرم ﷺ کا نام لکھے ساتھ لکھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ "جو شخص کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھے اس کے درود کا ثواب اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ کتاب رہے" لیکن کئی وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں۔ بلکہ امام ذہبی رحمہ اللہ کے استاد تو اسے موضوع کہتے ہیں۔ حدیث بہت سے طریق سے مروی ہے۔ لیکن اس کی ایک سند بھی صحیح نہیں۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب آداب الراوی والسامع میں لکھتے ہیں۔ میں نے امام احمد رحمہ اللہ کی دستی لکھی ہوئی کتاب میں بہت جگہ رسول اللہ ﷺ کا نام دیکھا جہاں درود لکھا ہوا نہ تھا۔ آپ زبانی درود پڑھ لیا کرتے تھے۔ (فصل) نبیوں کے سوا غیر نبیوں پر صلوۃ بھیجنا اگر تبعاً ہو تو بے شک جائز ہے جیسے حدیث میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ ہاں صرف غیر نبیوں پر صلوۃ بھیجنے میں اختلاف ہے بعض تو اسے جائز بتلاتے ہیں اور دلیل میں آیت ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ﴾ ❶ الخ اور ﴿اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ﴾ ❷ اور ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ ❸ پیش کرتے ہیں اور یہ حدیث بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی قوم کا صدقہ آتا تو آپ ﷺ فرماتے صَلِّ عَلَيْهِمْ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب میرے والد آپ کے پاس اپنا صدقہ کا مال لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى)) (بخاری و مسلم)۔ ❹ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! مجھ پر اور میرے خاوند پر صلوۃ بھیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى زَوْجِكِ۔" ❺ لیکن جمہور علما اس کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیا کے سوا اوروں پر خاصۃً صلوۃ بھیجنا ممنوع ہے۔ اس لئے اس لفظ کا استعمال انبیا علیہم السلام کے لئے اس قدر بہ کثرت ہو گیا ہے کہ سنتے ہی ذہن میں یہی خیال جاتا ہے کہ یہ نام کسی نبی کا ہے تو احتیاط اسی میں ہے کہ غیر نبی کے لئے یہ الفاظ نہ کہے جائیں۔ مثلاً ابو بکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام نہ کہا جائے گو معنی اس میں کوئی قباحت نہیں جیسے محمد عزوجل نہیں کہا جاتا۔ حالانکہ ذی عزت اور ذی مرتبہ آپ بھی ہیں۔ اس لئے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مشہور ہو چکے ہیں اور کتاب و سنت میں صلوۃ کا استعمال غیر انبیا کے لئے ہوا ہے۔ وہ بطور دعا کے ہے۔ اسی وجہ سے آل ابی اوفی کو اس کے بعد کسی نے ان الفاظ سے یاد نہیں کیا۔ نہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کو، یہی مسلک ہمیں بھی اچھا لگتا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ بعض ایک اور وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ غیر انبیا علیہم السلام کے لئے یہ الفاظ صلوۃ استعمال کرنا بددینوں کا شیوہ ہو گیا ہے وہ اپنے بزرگوں کے حق میں یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں پس ان کی اقتدا ہمیں نہ کرنی چاہئے۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ مخالفت کس درجہ کی ہے، حرمت کے طور پر یا کراہیت کے طور پر یا خلاف اولیٰ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اس لئے کہ بدعتیوں کا طریقہ ہے جس پر کاربند ہونا ہمیں ٹھیک نہیں اور مکروہ وہی ہوتا ہے جس میں نہی مقصود ہو۔ زیادہ تر اعتبار اس میں اسی پر ہے کہ صلوۃ کا لفظ سلف میں نبیوں پر ہی بولا جاتا رہا جیسے کہ عزوجل کا لفظ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بولا جاتا رہا۔ اب رہا سلام سو اس کے بارے میں شیخ ابو محمد جوینی فرماتے ہیں کہ یہ بھی صلوۃ کے معنی میں ہے۔ پس غائب پر اس کا استعمال نہ کیا جائے اور جو نبی نہ ہو اس کے لئے خاصۃً اسے بھی نہ بولا جائے۔ پس علی علیہ السلام نہ کہا جائے۔ زندوں اور مردوں کا یہی حکم ہے ہاں جو سامنے موجود ہو اس سے =

❶ ۳۳/ الاحزاب: ۴۳۔ ❷ ۲/ البقرۃ: ۱۵۷۔ ❸ ۹/ التوبۃ: ۱۰۳۔
❹ اس کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔ ❺ اس کی تخریج پہلے ہی گزر چکی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

ترجمہ: جولوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے نہایت ذلیل عذاب ہیں۔[۵۷]
جولوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جوان سے سرزد ہوا ہو وہ بڑے ہی بہتان باز اور کھلا گنہگار ہیں۔[۵۸]

= خطاب کر کے سَلَامٌ عَلَيْكَ یا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ یا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ یا عَلَيْكُمْ کہنا جائز ہے اور اس پر اجماع ہے۔ یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عموماً مصنفین کے قلم سے علی علیہ السلام نکلتا ہے یا علی کرم اللہ وجہہ نکلتا ہے گو معناً اس میں کوئی حرج نہ ہو لیکن اس سے اور صحابہ کی جناب میں ایک طرح کی سوءِ ادبی پائی جاتی ہے۔ ہمیں سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھنی چاہیے۔ یہ الفاظ تعظیم و تکریم کے ہیں اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ مستحق ان کے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر صلوۃ نہ بھیجنی چاہیے۔ ہاں مسلمان مردوں عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کرنی چاہیے۔'' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خط میں لکھا کہ ''بعض لوگ آخرت کے اعمال سے دنیا کے جمع کرنے کی فکر میں ہیں اور بعض مولوی وعظ میں اپنے خلیفوں اور امیروں کے لئے صلوۃ کے وہی الفاظ بولتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے۔ جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو ان سے کہہ دینا کہ صلوۃ صرف نبیوں کے لئے ہے اور عام مسلمانوں کے لئے اس کے سوا جو چاہیں دعا کریں۔''

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ''ہر صبح ستر ہزار فرشتے اتر کر قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پر سمیٹ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اور ستر ہزار رات کو آتے ہیں۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن جب آپ کی قبر مبارک شق ہوگی تو آپ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ (فرع) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ والسلام ایک ساتھ بھیجنے چاہئیں صرف صلی اللہ علیہ یا صرف علیہ السلام نہ کہے۔'' اس آیت میں بھی دونوں ہی کا حکم ہے۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا۔

اللہ تعالیٰ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو ایذا دینا گناہ ہے: [آیت:۵۷-۵۸] جولوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کر کے اس کے روکے ہوئے کاموں سے نہ رک کر اس کی نافرمانیوں پر جم کر اسے ناراض کر رہے ہیں اور اس کے رسول کے ذمہ طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں وہ ملعون اور معذب ہیں۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اس سے مراد تصویریں بنانے والے ہیں۔'' بخاری و مسلم میں فرمان رسول ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے ابن آدم ایذا دیتا ہے وہ زمانے کو گالیاں دیتا ہے اور زمانہ میں ہوں۔ میں ہی دن رات کا ہیر پھیر کر رہا ہوں۔'' ❶ مطلب یہ ہے کہ جاہلیت والے کہا کرتے تھے۔ ہائے زمانے کو ہلاکی اس نے ہمارے ساتھ یہ کیا اور یوں کیا۔ پس اللہ تعالیٰ کے افعال کو زمانے کی طرف منسوب کر کے پھر زمانے کو برا کہتے تھے۔ تو گویا افعال کے =

❶ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿یریدون ان یبدلوا کلام اللہ﴾ ۷۴۹۱؛ صحیح مسلم ۲۲۴۶؛ ابو داود ۵۲۷۴؛ احمد، ۲/ ۲۳۸؛ ابن حبان ۷۵۱۶۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾ لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٠﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٦٢﴾

ربع

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔[٥٩] اگر اب بھی یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ کے وہ لوگ جو غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم تجھے ان کی تباہی پر مسلط کر دیں گے پھر تو وہ چند دن ہی تیرے ساتھ اس شہر میں رہ سکیں گے۔[٦٠] ان پر پھٹکار برسائی گئی۔ جہاں بھی مل جائیں پکڑ کر اور خوب مار پیٹ کی جائے۔[٦١] ان سے اگلوں میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہی دستور جاری رہا تو اللہ تعالیٰ کے دستور میں کبھی ردو بدل نہ پائے گا۔[٦٢]

= فاعل یعنی خود اللہ کو برا کہتے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا تو اس پر بھی بعض لوگوں نے باتیں بنانی شروع کی تھیں۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ آیت اس بارے میں اتری۔ ❶ آیت عام ہے کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دے وہ اس آیت کے ماتحت ملعون اور معذب ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینی گویا اللہ تعالیٰ کو ایذا دینی ہے۔ جس طرح آپ کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کو بیچ میں رکھ کر میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے اصحاب کو میرے بعد نشانہ نہ بنا لینا۔ میری محبت کی وجہ سے ان سے بھی محبت رکھنا ان سے بغض و بیر رکھنے والا مجھ سے دشمنی کرنے والا ہے انہیں جس نے ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی یقین مان کہ اللہ تعالیٰ اس کی بھوسی اڑا دے گا" ❷ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے۔ جو لوگ ایمان داروں کی طرف ان برائیوں کو منسوب کرتے ہیں جن سے وہ بری ہیں وہ بڑے بہتان باز ہیں اور زبردست گنہگار ہیں۔ اس وعید میں سب سے پہلے تو کفار داخل ہیں۔ پھر رافضی شیعہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم پر عیب گیری کرتے ہے اور اللہ تعالیٰ نے جن کی تعریفیں کی ہیں یہ انہیں برا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ انصار و مہاجرین سے خوش ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ ان کی مدح و ستائش موجود ہے لیکن یہ بے خبر کند ذہن انہیں برا کہتے ہیں۔ ان کی مذمت کرتے ہیں اور ان میں وہ باتیں بتاتے ہیں جن سے وہ بالکل الگ ہیں۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل اندھے ہو گئے ہیں۔ اس لئے ان کی زبانیں بھی الٹی چلتی ہیں۔ قابل

---

❶ الطبری، ٢٠/ ٣٢٣۔ ❷ ترمذی، کتاب المناقب، باب من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ٣٨٦٢ وسندہ ضعیف؛ احمد، ٥/ ٥٤، ٥٥؛ ابن حبان ٧٢٥٦، اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد مجہول الحال راوی ہے۔

مدح لوگوں کی مذمت کرتے ہیں اور مذمت والوں کی تعریفیں کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں ''تیرا اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جسے اگر وہ سنے تو اسے برا معلوم ہو۔ آپ سے سوال ہوا کہ اگر وہ بات اس میں ہو تب؟ آپ نے فرمایا جبھی تو غیبت ہے ورنہ بہتان ہے'' ❶ ترمذی وغیرہ۔ ایک مرتبہ آپ نے اصحاب (رضی اللہ عنہم) سے سوال کیا کہ سب سے بڑی سود خواری کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ جانے اور اللہ کا رسول جانے۔ آپ نے فرمایا ''سب سے بڑا سود اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی مسلمان کی آبروریزی کرنا ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔'' ❷

مؤمن عورتوں کو پردے کا حکم: [آیت:۵۹۔۶۲] اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو فرماتا ہے کہ آپ مؤمن عورتوں سے فرما دیں بالخصوص اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں سے کیوں کہ وہ تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل ہیں کہ وہ اپنی چادریں قدرے لٹکا لیا کریں تاکہ جاہلیت کی عورتوں سے ممتاز ہو جائیں۔ اسی طرح لونڈیوں سے بھی آزاد عورتوں کی پہچان ہو جائے۔ ''جلباب'' اس چادر کو کہتے ہیں جو عورتیں اپنے دوپٹہ کے اوپر ڈال لیتی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی کام کے لئے باہر نکلیں تو جو چادر وہ اوڑھتی ہیں اسے سر پر سے جھکا کر منہ ڈھک لیا کریں۔ صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔'' ❸ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے سوال پر حضرت عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ نے اپنا چہرہ اور سر ڈھانک کر اور بائیں آنکھ کھلی رکھ کر بتلا دیا کہ یہ مطلب اس آیت کا ہے۔ ❹ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اپنی چادر سے اپنا گلا ڈھانپ لے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''اس آیت کے اترنے کے بعد انصار کی عورتیں جب نکلتی تھیں تو اس طرح لگی چھپی چلتی تھیں کہ گویا ان کے سروں پر پرند ہیں۔ سیاہ چادریں اپنے اوپر ڈال لیا کرتی تھیں۔'' ❺ جب زہری رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ کیا لونڈیاں بھی چادر اوڑھیں! خواہ خاوندوں والی ہوں یا بے خاوندوں کی ہوں۔ فرمایا دوپٹہ تو ضروری اوڑھیں اگر وہ خاوندوں والیاں ہوں اور چادر نہ اوڑھیں تاکہ ان میں اور آزاد عورتوں میں فرق رہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ''ذمی کافروں کی عورتوں کی زینت کا دیکھنا صرف خوف زنا کی وجہ سے ممنوع ہے نہ کہ ان کی حرمت و عزت کی وجہ سے کیونکہ آیت میں مؤمنوں کی عورتوں کا ذکر ہے چادر کا لٹکانا چونکہ علامت ہے آزاد پاک دامن عورتوں کی اس لئے یہ چادر کے لٹکانے سے پہچان لی جائیں گی کہ یہ نہ واہی عورتیں ہیں نہ لونڈیاں ہیں۔'' سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ''فاسق لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے گزرنے والی عورتوں پر آوازے کستے تھے اس لئے یہ نشان ہو گیا کہ گھر گرہست عورتوں اور لونڈیوں باندیوں وغیرہ میں تمیز ہو جائے اور ان پاک دامن عورتوں پر کوئی لب نہ ہلا سکے۔'' پھر فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں جو بے پردگی کی رسم تھی؛ جب تم اللہ کے اس حکم کے عامل بن جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمام اگلی خطاؤں سے درگزر فرمالے گا اور تم پر رحم و کرم کرے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر منافق لوگ اور بدکار لوگ اور جھوٹی افواہیں دشمنوں کی چڑھائی وغیرہ کی اڑانے والے اب بھی باز نہ آئے اور حق کے طرفدار نہ ہوئے تو ہم اے نبی تجھے ان پر غالب اور مسلط کر دیں گے پھر تو وہ مدینہ میں ٹھہر ہی نہیں سکیں گے بہت جلد تباہ کر دیئے جائیں گے اور جو کچھ دن ان کے مدینے کی اقامت کے گزریں گے وہ بھی لعنت و پھٹکار میں ذلت اور مار میں گزریں گے۔ ہر طرف سے دھتکارے ==

---

❶ ابوداود، کتاب الادب، باب فی الغیبة ٤٨٧٤ وھو صحیح، ترمذی ١٩٣٤؛ احمد، ٢/ ٣٨٤؛ ابن حبان ٥٧٥٨، اس معنی کی روایت صحیح مسلم ٢٥٨٩ میں بھی موجود ہے۔ ❷ ابن ابی حاتم ومسند ابی لیلیٰ، ٤٦٨٩ وسندہ ضعیف، عمار بن انس صرابہ عمران بن انس المکی وھو ضعیف۔ ❸ الطبری، ٢٠/ ٣٢٤۔ ❹ ایضًا، ٢٠/ ٣٢٥۔

❺ ابوداود، کتاب اللباس، باب فی قول اللّٰہ تعالیٰ ﴿یدنین علیھن من جلابیبھن﴾، ٤١٠١ وسندہ حسن۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ۚ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاۗءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝ۧ

ع ٥

ترجمہ: لوگ تجھ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے تجھے کیا خبر بہت ممکن ہے قیامت بالکل ہی قریب ہو۔[٦٣] اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔[٦٤] جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے کوئی حامی اور مددگار نہ پائیں گے۔[٦٥] اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے۔ حسرت و افسوس سے کہیں گے کہ کاش کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے۔[٦٦] اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بزرگوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔[٦٧] پروردگار تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔[٦٨]

= جائیں گے، راندۂ درگاہ ہو جائیں گے، جہاں پائے جائیں گے گرفتار کئے جائیں گے اور بری طرح قتل کئے جائیں گے ایسے کفار و منافقین پر جب کہ وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں مسلمانوں کو غلبہ دینا یہ ہماری قدیمی سنت ہے جس میں نہ کبھی تغیر و تبدل ہوا نہ اب ہوگا۔

قیامت قائم ہونے کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے: [آیت: ٦٣۔٦٨] لوگ یہ سمجھ کر کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم حضور اکرم ﷺ کو ہے آپ سے سوال کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سب کو اپنے نبی کی زبانی معلوم کرا دیا کہ اس کا نبی کو مطلق علم نہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ سورۂ اعراف میں بھی یہ بیان ہے اور اس سورت میں بھی۔ پہلی سورت مکے میں اتری تھی یہ سورۃ مدینے میں نازل ہوئی جس سے ظاہر کرا دیا کہ ابتدا سے انتہا تک قیامت کے صحیح وقت کی تعین آپ کو معلوم نہ تھی۔ ہاں اتنا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو معلوم کرا دیا تھا کہ قیامت کا وقت ہے قریب جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ ❶ اور آیت میں ہے ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ ❷ اور ﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ﴾ ❸ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے ان پر اپنی ابدی لعنت نازل فرمائی ہے۔ دار آخرت میں ان کے لئے جہنم تیار ہے جو بڑی بھڑکنے والی چیز ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ کبھی نکل سکیں نہ چھوٹ سکیں گے اور وہاں نہ کوئی اپنا فریادرس پائیں گے۔ نہ کوئی دوست و مددگار جو انہیں چھڑا لے یا بچا سکے۔ یہ جہنم میں منہ کے بل ڈالے جائیں گے۔ اس وقت تمنا کریں گے کہ کاش ہم اللہ و رسول کے تابعدار ہوتے۔ میدان قیامت میں بھی ان کی یہی تمنائیں رہیں گی۔ ہاتھوں کو چباتے ہوئے کہیں گے کہ کاش ہم قرآن کے عامل ہوتے۔ کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے قرآن و حدیث سے بہکا دیا۔ فی الواقع شیطان انسان کو ذلیل کرنے والا ہے۔

❶ ٥٤/ القمر:١۔ ❷ ٢١/ الانبیآء:١۔ ❸ ١٦/ النحل:١۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾

ترجمہ: ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف دی جو داغ وہ لگاتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بری کر دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی عزت تھے۔[۶۹]

اور آیت میں ہے ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ ❶ عنقریب کفار آرزو کریں گے کہ کاش! وہ مسلمان ہوتے۔ اس وقت کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے علما کی پیروی کی امرا اور مشائخین کے پیچھے لگے رسول کا خلاف کیا اور یہ سمجھا کہ ہمارے بڑے راہ راست پر ہیں ان کے پاس حق ہے۔ آج ثابت ہوا کہ درحقیقت وہ کچھ نہ تھے۔ انہوں نے تو ہمیں بہکا دیا۔ پروردگار تو انہیں دوہرا عذاب کر ایک تو ان کے اپنے کفر کا ایک ہمیں برباد کرنے کا اور ان پر بدترین لعنت نازل کر۔ ایک قرأت میں ﴿كَبِيْرًا﴾ کے بدلے ﴿كَثِيْرًا﴾ ہے مطلب دونوں کا یکساں ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایسی دعا کی درخواست کی جسے وہ نماز میں پڑھیں تو آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ)) یعنی ''اے اللہ میں نے بہت سے گناہ کئے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی انہیں معاف نہیں کر سکتا۔ پس تو اپنے پاس کی بخشش سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر تو بڑا ہی بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ ❷ اس حدیث میں بھی ظُلْمًا كَثِيْرًا اور كَبِيْرًا دونوں ہی مروی ہیں بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دعا میں کثیراً کبیراً دونوں لفظ ملائے لیکن یہ ٹھیک نہیں بلکہ ٹھیک یہ ہے کبھی كَثِيْرًا کہے کبھی كَبِيْرًا دونوں لفظوں میں سے جسے چاہے کہے اختیار ہے جیسے کہ آیت میں دونوں قرأتوں میں سے جسے چاہے پڑھ سکتا ہے۔ لیکن دونوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک ساتھی آپ کے مخالفین سے کہہ رہا تھا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے ہاں جا کر یہ کہو گے کہ ﴿رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک عجیب واقعہ: [آیت:۶۹] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ''حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی شرمیلے اور بڑے لحاظ دار تھے۔'' ❸ یہی مطلب ہے قرآن کی اس آیت کا۔ کتاب التفسیر میں تو امام صاحب رحمہ اللہ اس حدیث کو اتنی ہی مختصر لائے ہیں۔ لیکن احادیث انبیا کے بیان میں اسے مطول لائے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ وہ بوجہ سخت حیا و شرم کے اپنا بدن کسی کے سامنے ننگا نہیں کرتے تھے۔ بنو اسرائیل آپ کی ایذا کے درپے ہو گئے اور یہ اڑا دیا کہ چونکہ ان کے جسم پر برص کے داغ ہیں یا ان کے بیضے بڑھ گئے ہیں یا کوئی اور آفت ہے اس وجہ سے یہ اس قدر پردے داری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ یہ بدگمانی آپ سے دور کر دے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں ننگے نہا رہے تھے۔ ایک پتھر پر آپ نے کپڑے رکھ دیئے تھے۔ جب غسل سے فارغ ہو کر آئے۔ کپڑے لینے چاہے تو پتھر آگے کو سرک گیا آپ اپنی لکڑی لئے اس کے پیچھے گئے۔ وہ دوڑنے لگا۔ آپ بھی اسے

❶ ١٥/ الحجر:٢۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء قبل السلام ٨٣٤؛ صحیح مسلم ٢٧٠٥؛ ترمذی ٣٥٣١؛ ابن ماجه ٣٨٣٥؛ احمد، ١/ ٤؛ ابن حبان ١٩٧٦۔

❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب باب ﴿لا تکونوا کالذین اذوا موسٰی﴾ ٤٧٩٦۔

پتھر! میرے کپڑے' میرے کپڑے' کہتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑے' بنی اسرائیل کی جماعت ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ جب آپ وہاں تک پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پتھر ٹھہر گیا۔ آپ نے اپنے کپڑے پہن لئے بنو اسرائیل نے آپ کے تمام جسم کو دیکھ لیا اور جو نکمی باتیں ان کے کانوں میں پڑی تھیں ان سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بری کر دیا۔ غصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین یا چار یا پانچ لکڑیاں پتھر پر ماری تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ واللہ ان لکڑیوں کے نشان اس پتھر پر پڑ گئے۔'' اسی براءت وغیرہ کا ذکر اس آیت میں ہے۔ ❶

یہ حدیث مسلم میں نہیں یہ روایت بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں ہے۔ بعض روایتیں موقوف بھی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''ایک مرتبہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پہاڑ پر گئے تھے۔ جہاں حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بدگمانی کی اور آپ کو ستانا شروع کیا پروردگار عالم نے فرشتوں کو حکم دیا اور وہ اسے اٹھا لائے اور بنو اسرائیل کی مجلس کے پاس سے گزرے اللہ تعالیٰ نے اسے زبان دی اور قدرتی موت کا اظہار کیا۔'' ان کی قبر کا صحیح نشان نامعلوم ہے صرف اس ٹیلے کا لوگوں کو علم ہے اور وہی ان کی قبر کی جگہ جانتا ہے لیکن بے زبان تو ہے ❷ ہوسکتا ہے کہ ایذا یہی ہو اور ہوسکتا ہے کہ وہ ایذا ہو جس کا بیان پہلے گزرا۔ لیکن میں کہتا ہوں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اور وہ دونوں ہوں بلکہ ان کے سوا اور بھی ایذائیں ہوں۔ ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ لوگوں میں کچھ تقسیم کیا۔ اس پر ایک شخص نے کہا اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جب یہ سنا تو میں نے کہا۔ اے اللہ تعالیٰ کے دشمن میں تیری اس بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور پہنچاؤں گا۔ چنانچہ میں نے جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دی۔ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو موسیٰ علیہ السلام پر وہ اس سے بہت زیادہ ایذا دیئے گئے' لیکن صبر کیا'' ❸ (بخاری و مسلم)۔

اور روایت میں ہے کہ ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عام ارشاد تھا کہ کوئی بھی میرے پاس کسی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تم میں آ کر بیٹھوں تو میرے دل میں کسی کی طرف سے کوئی بات چبھتی نہ ہو۔ ایک مرتبہ کچھ مال آپ کے پاس آیا' آپ نے اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ دو شخص اس کے بعد آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے' ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ واللہ اس تقسیم سے نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی خوشی کا ارادہ کیا نہ آخرت کے گھر کا۔ میں ٹھہر گیا اور دونوں کی باتیں سنیں۔ پھر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ نے تو یہ فرمایا ہے کہ کسی کی کوئی بات میرے سامنے نہ لایا کرو۔ ابھی کا واقعہ ہے کہ میں جا رہا تھا جو فلاں اور فلاں سے میں نے یہ باتیں سنیں۔ اسے سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصے کے مارے سرخ ہو گیا اور آپ پر یہ بات بہت ہی بھاری پڑی۔ پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ عبداللہ جانے دو۔ دیکھو موسیٰ اس سے بھی زیادہ ستائے گئے لیکن انہوں نے صبر کیا۔'' ❹ قرآن فرماتا ہے موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبے والے تھے مستجاب الدعوات تھے۔ جو دعا کرتے تھے قبول ہوتی تھی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہوا' اس لئے کہ یہ طاقت انسانی سے خارج تھا۔ سب سے بڑھ کر ان کی وجاہت کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے نبوت مانگی۔ اللہ تعالیٰ =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نمبر ۲۸، حدیث ۳٤۰٤؛ صحیح مسلم ۳۳۹؛ بتصرف یسیر؛ ترمذی ۳۲۲۱۔

❷ حاکم، ۲/ ۵۷۹۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان ٤۳۳۵؛ صحیح مسلم ۱۰۶۲؛ احمد، ۱/ ۲۳۵؛ ابن حبان ۲۹۱۷۔ ❹ ابوداود، کتاب الادب، باب فی رفع الحدیث من المجلس ٤۸۶۰ مختصراً وسندہ ضعیف ولید بن ہشام مستور اور زید بن زائد مجہول الحال راوی ہے۔ ترمذی ۳۸۹۶؛ احمد، ۱/ ۳۹۵ واللفظ لہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝ لِّيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سچی باتیں کیا کرو [۷۰] تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے اس نے بڑی مراد پالی۔ [۷۱] ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں پر زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا' وہ بڑا ہی ظالم جاہل ہے۔ [۷۲] یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں عورتوں کو اور مشرک مردوں عورتوں کو سزا دے اور مؤمن مردوں عورتوں کی توبہ قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔ [۷۳]

= نے وہ بھی عطا فرمائی۔ فرماتا ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا﴾ ❶ ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر دیا۔

مؤمن کو سیدھی بات کرنی چاہیے: [آیت: ۷۰-۷۳] اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو اپنے تقوے کی ہدایت کرتا ہے ان سے فرماتا ہے کہ اس طرح وہ اس کی عبادت کریں کہ گویا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور بات بالکل صاف سیدھی سچی اور بھلی بولا کریں۔ جب وہ دل میں تقویٰ زبان پر سچائی اختیار کر لیں گے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں اعمال صالحہ کی توفیق دے گا اور ان کے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ بلکہ آئندہ کے لئے بھی استغفار کی توفیق دے گا تاکہ گناہ باقی نہ رہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کے فرماں بردار سچے کامیاب ہیں جہنم سے دور اور جنت سے سرفراز ہیں۔ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد مردوں کی طرف متوجہ ہو کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور سیدھی بات بولنے کا حکم دوں۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر بھی یہی فرمایا۔'' (ابن ابی حاتم) ❷

ابن ابی الدنیا کی کتاب التقویٰ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ منبر پر ہر خطبے میں یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اس کی سند غریب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کی عزت کریں اسے اللہ تعالیٰ ڈرتے رہنا چاہیے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قول سدید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ خباب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سچی بات قول سدید ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

❶ ۱۹/ مریم: ۵۳۔

❷ احمد، ۴/ ۳۹۱ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۷/ ۹۷، اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم ضعیف راوی ہے۔

ہیں ہر سیدھی بات قول سدید ہے۔ یہ سب قول سدید میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی امانت سے کیا مراد ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ "امانت" سے مراد یہاں اطاعت ہے اسے حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کرنے سے پہلے زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا۔ لیکن وہ بار امانت نہ اٹھا سکے اور اپنی مجبوری اور معذروی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اب حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کیا کہ یہ سب تو انکاری ہیں تم کہو۔ آپ نے پوچھا اے اللہ! اس میں بات کیا ہے؟ فرمایا اگر بجالاؤ گے تو ثواب پاؤ گے اور برائی کی سزا پاؤ گے۔ آپ نے فرمایا میں تیار ہوں۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں۔ دوسروں پر جو پیش کیا تھا یہ بطور حکم کے نہ تھا بلکہ جواب طلب کیا تھا تو ان کا انکار اور اظہار مجبوری گناہ نہ تھی۔ بلکہ اس میں ایک قسم کی تعظیم تھی کہ باوجود پوری طاقت کے اللہ تعالیٰ کے خوف سے تھرا اٹھے کہ کہیں پوری ادائیگی نہ ہو سکے اور مارے نہ جائیں لیکن انسان جو کہ بھولا تھا اس نے اس بار امانت کو خوشی خوشی اٹھا لیا۔ ❶ آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ "عصر کے قریب یہ امانت اٹھائی تھی اور مغرب سے پہلے ہی خطا سرزد ہو گئی۔" ❷ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "عورت کی پاکدامنی بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ ❸ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے دین، فرائض، حدود سب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔" ❹ جنابت کا غسل بھی بقول بعض امانت ہے۔ زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "تین چیزیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں، غسل جنابت اور روزہ اور نماز۔" مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں سب کی سب امانت الٰہی میں داخل ہیں۔ کل احکام کو بجالانے، کل ممنوعات سے پرہیز کرنے کا انسان مکلف ہے جو بجالائے گا ثواب پائے گا جو گناہ کرے گا سزا پائے گا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خیال کرو آسمان باوجود اس پختگی اور زینت اور نیک فرشتوں کا مسکن ہونے کے اللہ تعالیٰ کی امانت برداشت نہ کر سکا جب اس نے یہ معلوم کر لیا کہ بجاآوری اگر نہ ہوئی تو عذاب ہوگا۔ زمین باوجود صلاحیت اور سختی کے لمبائی اور چوڑائی کے ڈر گئی اور اپنی عاجزی ظاہر کرنے لگی۔ پہاڑ باوجود اپنی بلندی اور طاقت اور سختی کے اس سے کانپ گئے اور اپنی لاچاری ظاہر کرنے لگے۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "پہلے آسمانوں نے جواب دیا اور کہا، یوں تو ہم مطیع ہیں لیکن ہاں ہمارے بس کی یہ بات نہیں، کیونکہ عدم بجاآوری کی صورت میں خطرہ بہت بڑا ہے۔ پھر زمین سے کہا گیا کہ اگر پوری اتری تو فضل و کرم سے نوازوں گا۔ لیکن اس نے کہا یوں تو ہر طرح تابع فرمان ہوں جو فرمایا جائے عمل کروں میری وسعت سے تو یہ باہر ہے۔ پھر پہاڑوں سے کہا گیا۔ انہوں نے بھی جواب دیا کہ نافرمانی تو ہم کرنے کے نہیں، امانت ڈال دی جائے تو اٹھا لیں گے لیکن یہ بس کی بات نہیں۔ ہمیں معاف فرمایا جائے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا۔ انہوں نے کہا اے اللہ تعالیٰ! اگر پورا اتروں تو کیا ملے گا؟ فرمایا بڑی بزرگی و جنت ملے گی، رحم و کرم ہوگا اور اگر اطاعت نہ کی تو نافرمانی کی پھر سخت سزا ہوگی اور آگ میں ڈال دیئے جاؤ گے۔ انہوں نے کہا اے اللہ! منظور ہے۔" مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "آسمان نے کہا میں نے ستاروں کو جگہ دی فرشتوں کو اٹھا لیا لیکن یہ نہیں اٹھا سکوں گا۔ یہ تو فرائض کا تحمل ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں۔ زمین نے کہا مجھ میں تو نے درخت بوئے، دریا جاری کئے، لوگوں کو بسائے گا، لیکن یہ امانت میرے بس کی نہیں، میں فرض کی پابند ہو کر ثواب کی امید پر عذاب کے احتمال کو نہیں اٹھا سکتی۔ پہاڑوں نے بھی یہی کہا۔ لیکن انسان نے اسے لپک کر اٹھا لیا۔" بعض روایات میں ہے کہ تین دن تک وہ گریہ وزاری کرتے رہے اور اپنی بے بسی بتلاتے رہے لیکن انسان نے اسے اپنے سر چڑھا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا۔ اب سن اگر تو نیک نیت رہا تو میری اعانت ہمیشہ تیرے شامل حال رہے گی۔ تیری

---

❶ الطبری، ۲۰/ ۳۳۷۔ ❷ حاکم، ۲/ ۴۲۲ وسندہ حسن۔

❸ الطبری، ۲۰/ ۳۳۸؛ حاکم، ۲/ ۴۲۲ وسندہ ضعیف۔ ❹ الطبری، ۲۰/ ۳۳۹۔

آنکھوں پر میں دو پلکیں کر دیتا ہوں کہ میری ناراضگی کی چیزوں سے تو انہیں بند کر لے میں تیری زبان پر دو ہونٹ بنا دیتا ہوں کہ جب وہ میری مرضی کے خلاف بولنا چاہے تو تو اسے بند کر لے تیری شرمگاہ کی حفاظت کے لئے میں لباس اتارتا ہوں کہ میری مرضی کے خلاف تو اسے نہ کھولے۔ زمین و آسمان نے ثواب عذاب سے انکار کر دیا اور فرماں برداری میں مسخر رہے۔ لیکن انسان نے اسے اٹھالیا۔

ایک بالکل غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ ''امانت اور وفا انسان پر نبیوں کی معرفت نازل ہوئیں اللہ تعالیٰ کا کلام ان کی زبانوں میں اترا نبیوں کی سنتوں سے انہوں نے ہر بھلائی اور برائی معلوم کر لی۔ ہر شخص کی نیکی بدی کو جان گیا۔ یاد رکھو! سب سے پہلے لوگوں میں امانت داری تھی' پھر وفا اور عہد کی نگہبانی اور ذمہ داری کو پورا کرنا تھا۔ امانت داری کے دھندلے سے نشان لوگوں کے دلوں پر رہ گئے۔ کتابیں ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ عالم عمل کرتے ہیں جاہل جانتے ہیں' لیکن انجان بن رہے ہیں۔ اب یہ امانت و وفا مجھ تک اور میری امت تک پہنچی یاد رکھو اللہ تعالیٰ اسی کو ہلاک کرتا ہے جو اپنے تئیں آپ ہلاک کر لے' اسے چھوڑ کر غفلت میں پڑ جائے۔ لوگو ہوشیار رہو دیکھتے بھالتے رہو شیطانی وسوسوں سے بچو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں آزما رہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟ ❶ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص ایمان کے ساتھ ان چیزوں کو لائے گا' جنت میں جائے گا۔ پانچوں اوقات میں نماز کی حفاظت کرتا ہو' وضو' رکوع' سجدہ اور وقت سمیت زکوٰۃ کو ادا کرتا ہو' دل کی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ کی رقم نکالتا ہو۔ سنو! واللہ یہ بغیر ایمان کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اور امانت کو ادا کرے۔'' حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ امانت کی ادائیگی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جنابت کا غسل۔ پس اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اپنے دین میں سے کسی چیز کی اس کے سوا امانت نہیں دی۔ ❷ تفسیر ابن جریر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ کی راہ کا قتل تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے مگر امانت کی خیانت کو نہیں مٹاتا۔ ان خائنوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا جاؤ ان کی امانتیں ادا کرو۔ یہ جواب دیں گے اے اللہ تعالیٰ کہاں سے ادا کریں؟ دنیا تو جاتی رہی۔ تین مرتبہ یہی سوال و جواب ہوگا۔ پھر حکم ہوگا کہ انہیں ان کی ماں ہادیہ میں لے جاؤ! فرشتے دھکے دیتے ہوئے گرا دیں گے' یہاں تک کہ اس کی تہہ تلے تک پہنچ جائیں گے تو انہیں اسی امانت کی ہم شکل جہنم کی آگ کی چیز نظر پڑے گی یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھیں گے جب کنارے تک پہنچیں گے تو پاؤں پھسل جائے گا۔ پھر گر پڑیں گے اور جہنم کے نیچے تک گرتے چلے جائیں گے۔ پھر لائیں پھر گریں گے۔ ہمیشہ اسی عذاب میں رہیں گے۔ امانت وضو میں بھی ہے نماز میں بھی ہے۔ امانت بات چیت میں بھی ہے اور ان سب سے زیادہ امانت ان چیزوں میں ہے جو کسی کے پاس بہ طور امانت رکھی جائیں۔''

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سوال ہوتا ہے کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کیا حدیث بیان فرما رہے ہیں؟ تو آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہاں ٹھیک ہے۔ ❸ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے دو احادیث سنیں۔ ایک کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور دوسری کے ظہور کا انتظار ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ نے فرمایا۔ امانت لوگوں کی جبلت میں اتاری گئی' پھر قرآن اترا' احادیث بیان ہوئیں پھر آپ نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت فرمایا۔ انسان سوئے گا جو اس کے دل سے امانت اٹھ جائے گی اور ایسا نشان رہ جائے گا جیسے کسی کے پیر پر کوئی انگارہ لڑھک کر آ گیا ہو اور پھپولا پڑ گیا ہو کہ ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اندر کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ نے ایک کنکر لے کر اسے اپنے پیر پر لڑھکا کر دکھا دیا کہ اس طرح لوگ لین دین خرید و فروخت کیا

❶ اس کی سند میں عیسیٰ بن ابراہیم بن طھمان الہاشمی متروک راوی ہے۔ (المیزان، ۳/ ۳۰۸، رقم: ٦٥٤٦) للہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

❷ ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب المحافظة على الصلوات ٤٢٩؛ مجمع الزوائد، ١/ ٤٧ وسنده ضعيف ابان بن عیاش راوی متروک ہے۔ ❸ الطبری، ٢٠/ ٣٤٠ وسنده ضعيف بطوله وأصل الحديث سنده حسن۔

کریں گے۔ لیکن تقریباً ایک بھی ایماندار نہ ہوگا یہاں تک کہ مشہور ہو جائے گا کہ فلاں قبیلے میں کوئی امانت دار ہے اور یہاں تک کہ کہا جائے گا یہ شخص کیسا عقلمند کس قدر زیرک دانا اور فراست والا ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔" حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "دیکھو اس سے پہلے تو میں ہر ایک سے ادھار سدھار کر لیا کرتا تھا کیونکہ اگر مسلمان ہے تو خود وہ میرا حق مجھے دے جائے گا اور اگر یہودی نصرانی ہے تو حکومت اسلام مجھے اس سے دلوا دے گی۔ لیکن اب تو صرف فلاں فلاں کو ہی ادھار دیتا ہوں باقی بند کر دیا۔" ❶ (مسلم وغیرہ)

مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "چار باتیں جب تجھ میں ہوں پھر اگر ساری دنیا بھی فوت ہو جائے تو تجھے نقصان نہیں، امانت کی حفاظت، بات چیت کی صداقت، حسن اخلاق اور حلال کی روزی۔" ❷ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی کتاب الزہد میں ہے کہ جبلہ بن سحیم حضرت زیاد کے ساتھ تھے اتفاق سے ان کے منہ سے باتوں ہی باتوں میں نکل گیا قسم ہے امانت کی، اس پر حضرت زیاد رونے لگے اور بہت روئے۔ میں ڈر گیا کہ مجھ سے کوئی سخت گناہ سرزد ہوا۔ میں نے کہا کیا وہ اسے مکروہ جانتے تھے؟ فرمایا ہاں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسے بہت مکروہ جانتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے۔ ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ ہم میں سے نہیں جو امانت کی قسم کھائے۔" ❸ امانت داری جو حضرت آدم علیہ السلام نے کی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ منافق مرد وعورت اور مشرک مرد وعورت، یعنی وہ جو ظاہر میں مسلمان اور باطن میں کافر تھے اور وہ جو اندر باہر یکساں کافر تھے انہیں تو سخت سزا ملے اور مؤمن مرد وعورت پر رحمت الٰہی نازل ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کو اس کے فرشتوں کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سچے فرماں بردار رہے۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سورۂ احزاب کی تفسیر ختم ہوئی۔

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب رفع الامانة ٦٤٩٧؛ صحیح مسلم ١٤٣؛ ترمذی ٢١٧٩؛ ابن ماجه ٢٠٥٣؛ احمد، ٥/ ٣٨٣؛ ابن حبان ٦٧٦٢؛ بیهقی، ١٠/ ١٢٢۔ ❷ احمد، ٢/ ١٧٧ وسنده ضعیف۔

❸ ابوداود، کتاب الایمان والنذور، باب کراهية الحلف بالأمانة ٣٢٥٣ وسنده صحیح، ابن حبان ١٣١٨؛ احمد، ٥/ ٣٥٢۔

تفسیر سورۂ سبا

سُوْرَةُ سَبَإٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱﴾ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾

ترجمہ: سچے معبود مہربان کرم فرما کے نام سے شروع۔

تمام تعریفیں اس معبود برحق کے لئے سزاوار ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے آخرت میں بھی قابل تعریف وہی ہے۔ وہ بڑی حکمتوں والا اور پورا خبردار ہے[۱] جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے جو آسمان سے اترے اور جو چڑھ کر اس میں جائے وہ سب سے باخبر ہے۔ اور وہ مہربان نہایت بخشش والا ہے۔[۲]

تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں: [آیت:۱-۲] چونکہ دنیا اور آخرت کی سب نعمتیں رحمتیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں ساری حکومتوں کا حاکم وہی ایک ہے۔ اس لئے ہر قسم کی ہر ایک تعریف وثنا کا مستحق بھی وہی ہے۔ وہی معبود ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کیلئے دنیا اور آخرت کی حمد وثنا سزاوار ہے اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف سب لوٹائے جاتے ہیں۔ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اس کے ماتحت ہے' جتنے بھی ہیں سب اس کے غلام ہیں' اس کے قبضے میں ہیں' سب پر تصرف اسی کا ہے۔ جیسے اور آیت ہے ﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى﴾ ❶ آخرت میں اسی کی تعریفیں ہوں گی۔ وہ اپنے اقوال وافعال اور تقدیر سب میں حکمتوں والا ہے اور ایسا خبردار ہے جس پر کوئی چیز مخفی نہیں جس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں' جو اپنے احکام میں حکیم' جو اپنی مخلوق سے باخبر۔ جتنے قطرے بارش کے زمین میں جاتے ہیں جتنے دانے اس میں بوئے جاتے ہیں' اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو زمین سے نکلتا ہے' اگتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے۔ اس کے محیط اور وسیع اور بے پایاں علم سے کوئی چیز دور نہیں۔ ہر چیز کی گنتی کیفیت اور صفت اسے معلوم ہے۔ آسمان سے جو بارش برستی ہے اس کے قطروں کی گنتی بھی اس کے علم میں محفوظ ہے جو رزق وہاں سے اترتا ہے۔ اس کے علم سے نیک اعمال وغیرہ جو آسمان پر چڑھتے ہیں وہ بھی اس کے علم میں ہیں۔ وہ اپنے بندوں پر خود اس سے بھی زیادہ مہربان ہے اسی وجہ سے ان کے گناہوں پر اطلاع رکھتے ہوئے انہیں جلدی سے سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کرلیں اور برائیاں چھوڑ دیں' رب کی طرف رجوع کرلیں۔ پھر غفور ہے' ادھر بندہ جھکا روبا پیٹا' ادھر اس نے بخش دیا' معاف فرما دیا' درگزر کرلیا۔ توبہ کرنے والا دھتکارا نہیں جاتا۔ توکل کرنے والا نقصان نہیں اٹھاتا۔

---

❶ ۹۲/ اللیل:۱۳۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝

ترجمہ: کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت قائم ہونے ہی کی نہیں۔ تو کہہ دے کہ مجھے میرے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے کہ وہ یقیناً تم پر آئے گی اللہ تعالیٰ سے ایک ذرے کے برابر کی چیز بھی پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز کھلی کتاب میں موجود ہے۔[۳] تاکہ وہ ایمان والوں اور نیک کاروں کو بھلا بدلہ عطا فرمائے یہی لوگ ہیں جن کے لئے مغفرت اور باکرامت روزی ہے[۴] ہماری آیتوں کے مقابلے میں جنہوں نے کوشش کی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے المناک سزاؤں کا عذاب ہے۔[۵] جنہیں علم ہے کہ وہ دیکھ لیں گے کہ جو کچھ تیری جانب تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ سراسر حق ہے اور اللہ تعالیٰ غالب خوبیوں والے کی راہ کی رہبری کرتا ہے۔[۶]

قیامت برحق ہے: [آیت:۳-۶] پورے قرآن میں تین آیتیں ہیں جہاں قیامت کے آنے پر قسم کھا کر بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک تو سورۂ یونس میں ﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ❶ لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا قیامت کا آنا حق ہی ہے؟ تو کہہ دے کہ ہاں ہاں میرے رب کی قسم وہ یقیناً حق ہی ہے اور تم اللہ تعالیٰ کو مغلوب نہیں کر سکتے۔ دوسری آیت یہی۔ تیسری آیت سورۂ تغابن میں ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ﴾ ❷ یعنی کفار کا خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے نہ جائیں گے تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ پھر اپنے اعمال کی خبر دیئے جاؤ گے اور یہ تو اللہ تعالیٰ پر بالکل ہی آسان ہے۔ پس یہاں بھی کافروں کا انکار قیامت ذکر کر کے اپنے نبی (ﷺ) کو ان کا جواب قسمیہ بتلا کر پھر اس کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے جس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں سب اس کے علم میں ہے۔ گو ہڈیاں سڑ گل جائیں' ان کے ریزے متفرق ہو جائیں۔ لیکن وہ کہاں ہیں؟ کتنے ہیں؟ سب وہ جانتا ہے۔ وہ ان سب کے جمع کرنے پر بھی قادر ہے جیسے کہ پہلے انہیں پیدا کیا۔ وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور تمام چیزیں اس کے پاس اس کی کتاب میں بھی لکھی ہوئی ہیں۔ پھر قیامت کے آنے کی حکمت بیان فرمائی کہ ایمان والوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے' وہ مغفرت اور رزق کریم سے نوازے جائیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی باتوں سے ضد کی رسولوں کی نہ مانی انہیں بدترین اور سخت سزائیں ہوں۔ نیک کار مؤمن جزا اور بدکار کفار سزا پائیں گے۔ جیسے فرمایا جہنمی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی کامیاب اور مقصد وَر ہیں۔

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حق ہے: اور آیت میں ہے ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ❸ الخ یعنی مؤمن اور مفسد' متقی =

❶ ۱۰/ یونس:۵۳۔ ❷ ٦٤/ التغابن:۷۔ ❸ ۳۸/ صٓ:۲۸۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾ ع

ترجمہ: کافروں نے کہا آؤ ہم تمہیں ایک ایسا شخص بتلائیں جو تمہیں یہ خبر پہنچا رہا ہے کہ جب تم بالکل ہی ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم پھر سے ایک نئی پیدائش میں آؤ گے۔ [۷] ہم نہیں کہہ سکتے کہ خود اس نے ہی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا اسے دیوانگی ہے حقیقت یہ ہے کہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے ہی عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں۔ [۸] کیا وہ اپنے آگے پیچھے آسمان و زمین دیکھ نہیں رہے۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ یقیناً اس میں پوری دلیل ہے ہر اس بندے کے لئے جو دل سے متوجہ ہو۔ [۹]

= اور فاجر برابر نہیں۔ پھر قیامت کی ایک اور حکمت بیان فرمائی کہ ایمان دار بھی قیامت کے دن نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل کر لیں گے اور اس وقت کہہ اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے اور اس وقت کہا جائے گا کہ یہ ہے جس کا وعدہ رحمان نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو لکھ دیا تھا کہ تم قیامت تک رہو گے تو اب قیامت کا دن آ چکا وہ اللہ تعالیٰ عزیز ہے یعنی بلند جناب والا' بڑی سرکار والا ہے' بہت عزت والا ہے پورے غلبے والا ہے نہ اس پر کسی کا بس نہ کسی کا زور' ہر چیز اسکے سامنے پست اور عاجز۔ وہ قابل تعریف ہے اپنے اقوال و افعال شرع و فعل میں ان تمام میں اس کی ساری مخلوق اس کی ثناخواں ہے۔ جَلَّ وَعَلَا۔

دوبارہ اٹھنے پر کفار کا استہزا: [آیت: ۷۔۹] کافر اور ملحد جو قیامت کے آنے کو محال جانتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کے نبی کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان کے کفریہ کلمات کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آپس میں کہتے تھے لو اور سنو! ہم میں ایک صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ جب مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور چورا چورا اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اس کے بعد بھی ہم زندہ کئے جائیں گے اس شخص کی نسبت دو ہی خیال ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہ ہوش و حواس کی درستی میں وہ عمداً اللہ تعالیٰ کے ذمے ایک جھوٹ بول رہا ہے اور جو اس نے نہیں فرمایا وہ اس کی طرف نسبت کر کے یہ کہہ رہا ہے اور اگر یہ نہیں تو اس کا دماغ خراب ہے' مجنون ہے' بے سوچے سمجھے جو جی میں آیا' زبان پر چڑھا' کہہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ یہ دونوں باتیں نہیں۔ آنحضرت ﷺ سچے ہیں' نیک ہیں' راہ یافتہ ہیں' دانا ہیں' باطنی اور ظاہری بصیرت والے ہیں۔ لیکن اسے کیا کیا جائے کہ منکر لوگ جہالت اور بے سمجھی سے کام لے رہے ہیں اور غور و فکر سے بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے ایک انکار سیکھ لیا ہے جسے جا بجا اور بے جا استعمال کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے حق بات اور سیدھی راہ ان سے چھوٹ جاتی ہے اور بہت دور نکل کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا اس کی قدرت میں تم کوئی کمی دیکھ رہے ہو۔ جس نے محیط آسمان اور بسیط زمین پیدا کر دی۔ جہاں جاؤ نہ آسمان کا سایہ چھوٹے نہ زمین کا فرش۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: ہم نے داؤد پر اپنا فضل کیا۔اے پہاڑو اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو۔اور پرندوں کو بھی اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا[۱۰] کہ تو پوری پوری زرہیں بنا اور جوڑوں میں اندازہ رکھ تم سب نیک کام کیا کرو۔یقین مانو کہ میں تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہوں۔[۱۱]

جیسے فرمان ہے ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ﴾ ❶ ''ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں۔زمین کو ہم نے ہی بچھایا اور ہم بہت اچھے بچھانے والے ہیں۔''

یہاں بھی فرمایا کہ آگے دیکھو تو اور پیچھے دیکھو تو اسی طرح دائیں نظر ڈالو تو اور بائیں طرف التفات کرو تو وسیع آسمان اور بسیط زمین نظر آئے گی۔اتنی بڑی مخلوق کا خالق اتنی زبردست قدرتوں پر قادر' کیا تم جیسی چھوٹی سی مخلوق کو فنا کر کے پھر پیدا کرنے پر قدرت کھو بیٹھا؟ وہ تو قادر ہے کہ اگر چاہے تمہیں زمین میں دھنسا دے یا آسمان تم پر توڑ دے۔یقیناً تمہارے ظلم اور گناہ اسی قابل ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ کا حلم اور عفو ہے کہ وہ تمہیں مہلت دیئے ہوئے ہے۔جس میں عقل ہو جس میں دوربینی کا مادہ ہو' جس میں غور و فکر کی عادت ہو۔جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والی طبیعت ہو' جس کے سینے میں دل' دل میں حکمت اور حکمت میں نور ہو' وہ تو ان زبردست نشانات کو دیکھنے کے بعد اس قادر و خالق اللہ تعالیٰ کی اس قدرت میں شک کر ہی نہیں سکتا کہ مرنے کے بعد پھر جینا ہے۔آسمانوں جیسے شامیانے اور زمینوں جیسے فرش جس نے پیدا کر دیئے اس پر انسان کی پیدائش کیا مشکل ہے؟ جس نے ہڈیوں' گوشت اور کھال کو ابتدا پیدا کیا۔اسے ان کے سڑ گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو کر جھڑ جانے کے بعد اکٹھا کر کے اٹھا نا بٹھانا کیا بھاری ہے؟

اسی کو اور آیت میں فرمایا ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ﴾ ❷ الخ یعنی جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے اور آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ❸ یعنی ''انسانوں کی پیدائش سے بہت زیادہ مشکل تو آسمان و زمین کی پیدائش ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی برتتے ہیں۔''

حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت: [آیت:۱۰-۱۱] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت داؤد علیہ السلام پر دنیوی اور اخروی رحمت نازل فرمائی نبوت بھی دی' بادشاہت بھی' لاؤ لشکر بھی دیئے' طاقت و قوت بھی دی' پھر ایک پاکیزہ معجزہ یہ عطا فرمایا کہ ادھر نغمہ داؤدی ہوا میں گونجا' ادھر پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی وجد آ گیا۔پہاڑوں نے آواز میں آواز ملا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا شروع کی۔پرندوں نے پر ہلانے چھوڑ دیئے اور اپنی قسم قسم کی پیاری پیاری بولیوں میں رب کی وحدانیت کے گیت گانے لگے۔صحیح حدیث میں ہے کہ ''رات کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے۔دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے' انہیں نغمہ داؤدی کا کچھ حصہ مل گیا۔'' ❹ ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ''واللہ ہم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے زیادہ پیاری آواز کسی باجے کی بھی نہیں سنی۔'' ﴿اَوِّبِيْ﴾ کے معنی حبشی زبان میں یہ ہیں کہ تسبیح

❶ ۵۱/ الذاریات:۴۷، ۴۸۔ ❷ ۳۶/ یٰس:۸۱۔ ❸ ۴۰/ المؤمن:۵۷۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن ۷۹۳؛ احمد، ۵/ ۳۴۹؛ بیهقی، ۱۰/ ۲۳۰۔

بیان کرو۔ لیکن ہمارے نزدیک اس میں مزید غور کی ضرورت ہے۔ لغت عرب میں یہ لفظ ترجیع کے معنی میں موجود ہے۔ پس پہاڑوں کو اور پرندوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کے ساتھ اپنی آواز بھی ملا لیا کریں۔ تَاْوِیْب کے ایک معنی دن کو چلنے کے بھی آتے ہیں۔

جیسے سَـــرِیَ کے معنی رات کو چلنے کے ہیں لیکن یہ معنی بھی یہاں کچھ زیادہ مناسبت نہیں رکھتے۔ یہاں تو یہی مطلب ہے کہ داؤد علیہ السلام کی تسبیح کی آواز میں تم بھی آواز ملا کر خوش آوازی سے رب کی حمد بیان کرو۔ اور فضل ان پر یہ ہوا کہ ان کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا۔ نہ انہیں لوہے کو بھٹی میں ڈالنے کی ضرورت نہ ہتھوڑے مارنے کی حاجت۔ ہاتھ میں آتے ہی ایسا ہو جاتا تھا جیسے دھاگے۔ ❶ اب اس لوہے سے بہ فرمان الٰہی آپ زرہیں بناتے تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے زرہ آپ ہی نے ایجاد کی ہے۔ ❷ ہر روز ایک زرہ صرف بناتے چھ ہزار درہم میں بک جاتی دو ہزار گھر بار کے خرچ کے لئے رکھ چھوڑتے چار ہزار لوگوں کے کھلانے پلانے میں صرف کر دیتے۔ زرہ بنانے کی ترکیب خود اللہ تعالیٰ کی سکھائی ہوئی تھی کہ کڑیاں ٹھیک ٹھیک رکھیں حلقے چھوٹے نہ ہوں کہ ٹھیک نہ بیٹھیں، بہت بڑے نہ ہوں کہ ڈھیلا پن رہ جائے۔ بلکہ ناپ تول اور صحیح انداز سے حلقے اور کڑیاں ہوں۔

ابن عساکر میں ہے کہ ''حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر نکلا کرتے اور رعایا کے لوگوں سے مل کر ان سے اور باہر کے آنے جانے والوں سے دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ لیکن ہر شخص کو تعریفیں کرتا ہوا ہی پاتے۔ کسی سے کوئی بات اپنی نسبت قابل اصلاح نہ سنتے۔

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو انسانی صورت میں نازل فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ان سے بھی ملاقات ہوئی تو جیسے اوروں سے پوچھتے تھے ان سے بھی سوال کیا۔ انہوں نے کہا داؤد ہے تو اچھا آدمی اگر ایک کمی اس میں نہ ہوتی تو کامل بن جاتا۔ آپ نے بڑی رغبت سے پوچھا کہ وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ وہ اپنا بوجھ مسلمانوں کے بیت المال پر ڈالے ہوئے ہے۔ خود بھی اسی میں سے لیتا ہے۔ اور اپنے اہل و عیال کو بھی اسی میں سے کھلاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں بات بیٹھ گئی کہ یہ شخص ٹھیک کہتا ہے۔ اسی وقت جناب باری کی طرف جھک پڑے اور گریہ و زاری کے ساتھ دعائیں کرنے لگے کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے کوئی کام کاج ایسا سکھا دے جس سے میرا پیٹ بھر جایا کرے کوئی صنعت اور کاری گری مجھے بتا دے جس سے میں اتنا حاصل کر لیا کروں کہ وہ مجھے اور میرے بال بچوں کو کافی ہو جائے۔'' اللہ تعالیٰ نے انہیں زرہیں بنانی سکھائیں اور پھر اپنی رحمت سے لوہے کو ان کے لئے بالکل نرم کر دیا۔ سب سے پہلے زرہیں آپ نے ہی بنائی ہیں۔ ایک زرہ بنا کر فروخت فرماتے اور اس کی قیمت کے تین حصے کر لیتے۔ ایک اپنے کھانے پینے کے لئے، ایک صدقہ کے لئے، ایک رکھ چھوڑنے کیلئے تاکہ دوسری زرہ بنانے تک اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دیتے رہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو نغمہ دیا گیا تھا۔ وہ محض بے نظیر تھا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے کو بیٹھتے آواز نکلتے ہی چرند، پرند، وحوش طیور، پہاڑ کنکر سب وجد میں آ جاتے اور ہر چیز صبر و سکون کے ساتھ محویت کے عالم میں آپ کی آواز سے متاثر ہو کر کتاب اللہ میں مشغول ہو جاتی۔ سارے باجے شیاطین نے نغمہ داؤدی سے نکالے ہیں۔ آپ کی بے مثل خوش آوازی کی یہ چڑاؤنی نقلیں ہیں۔ اپنی ان نعمتوں کو بیان فرما کر حکم دیتا ہے کہ اب تمہیں بھی چاہیے کہ نیک اعمال کرتے رہو۔ میرے فرمان کا خلاف نہ کرو یہ بہت بری بات ہے کہ جس کے اتنے بڑے اور بے پایاں احسان ہوں اس کی فرماں برداری ترک کر دی جائے۔ میں تمہارے اعمال کا نگراں ہوں تمہارا کوئی عمل چھوٹا بڑا نیک بد مجھ سے پوشیدہ نہیں۔

❶ الطبری، ۲۰/ ۳۵۹۔ ❷ ایضًا۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۱۲ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝۱۳

ترجمہ: ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ صبح کی منزل اس کی مہینہ بھر کی ہوتی تھیں اور شام کی منزل بھی۔ اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے۔ اور ان میں سے جو کبھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ [۱۲] جو کچھ سلیمان چاہتے وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں' اے آل داؤد اس کے شکریہ میں نیک عمل کرو میرے بندوں میں سے شکرگزار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔ [۱۳]

حضرت سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات: [آیت: ۱۲-۱۳] حضرت داؤد علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا بیان کر کے پھر آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ ان کے لئے ہوا کو تابع فرمان بنا دیا۔ مہینے بھر کی راہ صبح ہی صبح طے ہو جاتی اور اتنی ہی مسافت کا سفر شام کو ہو جاتا۔ مثلاً دمشق سے تخت معہ فوج واسباب کے اڑایا اور تھوڑی دیر میں اصطخر پہنچا دیا جو تیز سوار کے لئے بھی مہینے بھر کا سفر تھا۔ اسی طرح شام کو وہاں سے تخت اڑا شام ہی کو کابل پہنچ گیا۔ ❶ تانبے کو بہ طور پانی کر کے اللہ تعالیٰ نے اس کے چشمے بہا دیئے تھے کہ جس کام میں جس طرح جس وقت لانا چاہیں بلا وقت لے لیا کریں۔ یہ تانبا انہیں کے وقت سے کام میں آ رہا ہے۔ سدی کا قول ہے کہ تین دن تک یہ بہتا رہا۔ جنات کو ان کی ماتحتی میں کر دیا۔ جو وہ چاہتے اپنے سامنے ان سے کام لیتے ان میں سے جو جن احکام سلیمانی کی تعمیل سے جی چراتا فوراً آگ سے جلا دیا جاتا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ''جنات کی تین قسمیں ہیں ایک تو پردار ہے۔ دوسری قسم سانپ اور کتے ہیں تیسری قسم وہ ہے جو سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اترتے ہیں وغیرہ۔'' یہ حدیث بہت غریب ہے۔ ابن انعم سے روایت ہے کہ جنات کی تین قسمیں ہیں ''ایک کے لئے تو عذاب ثواب ہے۔ ایک آسمان وزمین میں اڑتے رہتے ہیں' ایک سانپ کتے ہیں۔ انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سایہ دے گا۔ جس دن بجز اس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا اور ایک قسم مثل چوپایوں کے ہے بلکہ ان سے بھی بدتر اور تیسری قسم انسانی صورتوں میں شیطانی دل رکھنے والے۔''

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جن ابلیس کی اولاد میں سے ہیں اور انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ دونوں میں مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی' عذاب ثواب میں دونوں شریک ہیں دونوں کے ایماندار ولی اللہ ہیں۔ اور دونوں کے بے ایمان شیطان ہیں۔'' ﴿مَحَارِيْبَ﴾ کہتے ہیں بہترین عمارتوں کو' گھر کے بہترین حصے کو مجلس کی صدارت کی جگہ کو' بقول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ان عمارتوں کو جو محلات سے کم درجہ کی ہوں۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسجدوں کو۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بڑے بڑے محل اور مسجدوں کو۔ =

❶ الطبري، ۲۰/ ۳٦۲۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿١٤﴾

ترجمہ: پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم بھیج دیا تو ان کی موت کی خبر جنات کو کسی نے نہ دی بجز گھن کے کیڑے کے جو ان کی لکڑی کو کھا رہا تھا۔ پس جب سلیمان (علیہ السلام) گر پڑے اس وقت جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب داں ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں مبتلا نہ رہتے۔[١٤]

= ابن زید کہتے ہیں گھروں کو۔ ﴿تَمَاثِيلَ﴾ کہتے ہیں تصویروں کو یہ تانبے کی تھیں۔ بقول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وہ مٹی اور شیشے کی تھیں۔ ﴿جَوَابِ﴾ جمع ہے ﴿جَابِيَةٌ﴾ کی جابیہ اس حوض کو کہتے ہیں جس میں پانی آ تا رہتا ہے یہ مثل تالاب کے تھیں۔ بہت بڑے بڑے لگن تھے تاکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بہت بڑی فوج کے لئے کھانا بیک وقت بہت سا تیار ہو سکے اور ان کے سامنے لایا جا سکے۔ اور جمی ہوئی دیگیں جو بوجہ اپنی بڑائی کے اور بھاری پنے کے ادھر ادھر نہیں کی جا سکتی تھیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ دین و دنیا کی جو نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں ان پر میرا شکر کرو۔ شکر مصدر ہے بغیر فعل کے یا مفعول لہ ہے۔ اور دونوں تقدیروں پر اس میں دلالت ہے کہ شکر جس طرح قول اور ارادہ سے ہوتا ہے فعل سے بھی ہوتا ہے۔ جیسے شاعر کا قول ہے۔

اَفَادَتْكُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّيْ ثَلَاثَةً ۔۔۔ يَدِيْ وَلِسَانِيْ وَالضَّمِيْرُ الْمُحَجَّبَا

اس میں بھی شاعر نعمتوں کا شکر تینوں طرح مانتا ہے۔ فعل سے زبان سے اور دل سے۔ حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نماز بھی شکر ہے اور روزہ بھی شکر ہے اور بھلا عمل جسے تو اللہ تعالیٰ کے لئے کرے شکر ہے اور سب سے افضل شکر حمد ہے۔ ❶

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "شکر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور نیک عمل ہے۔" آل داؤد دونوں طرح کا شکر ادا کرتے تھے۔ قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی اہل و عیال اولاد اور عورتوں پر اس طرح اوقات کی پابندی کے ساتھ نفل نماز تقسیم کی تھی کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی نماز میں مشغول نظر آتا۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے "اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز تھی۔ آپ آدھی رات سوتے تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ سو رہتے۔ اسی طرح سب روزوں سے زیادہ محبوب روزے بھی اللہ تعالیٰ کو آپ ہی کے تھے۔ آپ ایک دن روزے سے رہتے اور ایک دن بے روزہ۔ ایک خوبی آپ میں یہ تھی کہ دشمن سے جہاد کے وقت منہ نہ پھیرتے۔" ❷ ابن ماجہ میں ہے کہ "حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے آپ سے فرمایا کہ پیارے بچے رات کو بہت نہ سویا کرو۔ رات کی زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنا دیتی ہے۔" ❸

ابن ابی حاتم میں اس موقعہ پر حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک مطول حدیث مروی ہے۔ اسی کتاب میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت

---

❶ الطبری، ۲۰/ ۳٦۹۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب احب الصلاۃ الی اللّٰہ صلاۃ داود ۳٤۱۹، ۳٤۲۰؛ صحیح مسلم ۱۱۵۹؛ ابوداود ۲٤٤۸؛ السنن الکبری ۱۳۲۷؛ ابن ماجه ۱۷۱۲۔

❸ ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوات، باب ماجاء فی قیام اللیل ۱۳۳۲ وسنده ضعیف، یوسف بن محمد بن المنکدر راور سنید بن داود ضعیف راوی ہیں۔ شعب الایمان ٤۷٤٦؛ الموضوعات، ۳/ ٦۸۔

داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الہ العالمین تیرا شکر کیسے ادا ہوگا شکر گزاری خود تیری ایک نعمت ہے۔ جواب ملا' داؤد اب تو نے میری شکر گزاری ادا کر لی جب کہ تو نے اسے جان لیا کہ کل نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں۔ پھر ایک واقعے کی خبر دی جاتی ہے کہ بندوں میں سے شکر گزار بندے بہت ہی کم ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا ذکر: [آیت:۱۴] حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کی کیفیت بیان ہو رہی ہے اور یہ بھی کہ جو جنات ان کے فرمان کے ماتحت کام کاج میں مصروف تھے ان پر ان کی موت کیسے نامعلوم رہی' وہ انتقال کے بعد بھی لکڑی کو ٹیکے کھڑے ہی رہے اور یہ انہیں زندہ سمجھتے ہوئے سر جھکائے اپنے سخت سخت کاموں میں مشغول رہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں ''تقریباً سال بھر اسی طرح گزرا۔ جس لکڑی کے سہارے آپ کھڑے تھے جب اسے دیمک چاٹ گئی اور وہ کھوکھلی ہوگئی تو آپ گر پڑے۔ اب جنات اور انسانوں کو آپ کی موت کا پتہ چلا۔ تب تو نہ صرف انسانوں کو بلکہ خود جنات کو بھی یقین ہوگیا کہ ان میں سے کوئی بھی غیب داں نہیں۔''

ایک مرفوع منکر اور غریب حدیث میں ہے لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں' فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز پڑھتے تو ایک درخت اپنے سامنے دیکھتے' اس سے پوچھتے کہ تو کیسا درخت ہے؟ تیرا کیا نام ہے؟ وہ بتا دیتا۔ آپ اسے اسی استعمال میں لاتے۔ ایک مرتبہ جب نماز کو کھڑے ہوئے اور اسی طرح ایک درخت دیکھا تو پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا خروب۔ پوچھا کس لئے ہے؟ کہا اس گھر کو اجاڑنے کے لئے۔ تب آپ نے دعا مانگی کہ اے اللہ میری موت کی خبر جنات پر ظاہر نہ ہونے دے تاکہ انسانوں کو یقین ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے۔ اب آپ ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور جنات کو مشکل مشکل کام سونپ دیئے۔ آپ کا انتقال ہوگیا لیکن لکڑی کے سہارے آپ ویسے ہی کھڑے رہے۔ جنات دیکھتے رہے اور سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں۔ اپنے اپنے کام میں مشغول رہے۔ ایک سال کامل ہوگیا چونکہ دیمک آپ کی لکڑی کو چاٹ رہی تھی۔ سال بھر گزرنے پر وہ اسے کھا گئی اور اب حضرت سلیمان علیہ السلام گر پڑے اور انسانوں نے جان لیا کہ جنات غیب نہیں جانتے۔ ورنہ سال بھر تک اس مصیبت میں نہ رہتے۔ لیکن اس کا راوی عطاء بن مسلم خراسانی کی بعض احادیث میں نکارت ہوتی تھی۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ''حضرت سلیمان علیہ السلام کی عادت تھی آپ سال سال دو دو سال یا کم و بیش مدت کے لئے مسجد قدس میں اعتکاف میں بیٹھ جاتے' آخری مرتبہ انتقال کے وقت بھی آپ مسجد بیت المقدس میں تھے۔ ہر صبح ایک درخت آپ کے سامنے نمودار ہوتا' آپ اس سے نام پوچھتے فائدہ پوچھتے' وہ بتاتا۔ آپ اسی کام میں لیتے۔ بالآخر ایک درخت ظاہر ہوا جس نے اپنا نام خروبہ بتایا۔ کہا تو کس مطلب کا ہے؟ کہا اس مسجد کے اجاڑنے کے لئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے۔ فرمانے لگے میری زندگی میں تو یہ مسجد ویران ہوگی نہیں۔ البتہ تو میری موت اور ویرانی کے لئے ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے اپنے باغ میں لگا دیا۔ مسجد کی بیچ کی جگہ میں کھڑے ہو کر ایک لکڑی کے سہارے نماز شروع کر دی۔ وہیں انتقال ہوگیا۔ لیکن کسی کو اس کا علم نہ ہوا۔ شیاطین سب کے سب اپنی نوکری بجا لاتے رہے کہ ایسا نہ ہو ہم سستی کریں اور اللہ تعالیٰ کے رسول آ جائیں تو ہمیں سزا دیں' یہ محراب کے آگے پیچھے آئے۔ ان میں جو ایک بہت بڑا پاجی شیطان تھا۔ اس نے کہا دیکھو جی اس میں آگے اور پیچھے سوراخ ہیں اگر میں یہاں سے جا کر وہاں سے نکل آؤں تو میری طاقت مانو گے یا نہیں؟ چنانچہ وہ گیا اور نکل آیا۔ لیکن اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی آواز نہ آئی۔ دیکھ تو سکتے نہ تھے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف نگاہ بھر کر دیکھتے ہی وہ مر جاتے تھے۔ لیکن اس کے دل میں کچھ خیال سا گزرا۔ اس=

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: قوم سبا کے لئے اپنی بستیوں میں قدرت الٰہی کی نشانی تھی۔ ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے۔ اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، عمدہ شہر اور بخشنے والا رب۔ [۱۵] لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کی رو کا پانی کا نالہ بھیج دیا اور ہم نے ان کے ہرے بھرے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ میووں والے اور بکثرت جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے [۱۶] ہم نے ان کی ناشکری کا یہ بدلہ انہیں دیا۔ ہم ایسی سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں ہی کو دیتے ہیں۔ [۱۷]

= نے پھر اور جرأت کی اور مسجد میں چلا گیا۔ دیکھا کہ وہاں جانے کے بعد بھی وہ نہ جلا تو اس کی ہمت اور بڑھ گئی۔ اور اس نے نگاہ بھر کر آپ کو دیکھا تو دیکھا کہ وہ گر پڑے ہیں اور انتقال فرما چکے ہیں۔ اب آ کر سب کو خبر کی، لوگ آئے، محراب کو کھولا تو واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول کو زندہ نہ پایا۔ آپ کو مسجد سے نکال لائے۔ مدت انتقال کا علم حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اسی لکڑی کو دیمک کے سامنے ڈال دیا۔ ایک دن رات تک جس قدر دیمک نے اسے کھایا، اسے دیکھ کر اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے انتقال کو پورا سال گزر چکا ہے۔ تمام لوگوں کو اس وقت کامل یقین ہو گیا کہ جنات جو بنتے تھے کہ ہم غیب کی خبریں جانتے ہیں یہ محض ڈھونگ تھا۔ ورنہ سال بھر تک کیوں مصیبت پیٹتے رہتے۔ اس وقت سے جنات گھن کے کیڑے کو مٹی اور پانی لا دیا کرتے ہیں۔ گویا اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہا یہ بھی تھا کہ اگر تو کچھ کھاتا پیتا ہوتا تو ہم بہتر سے بہتر غذا تجھے پہنچاتے۔" لیکن ہیں یہ سب باتیں بنی اسرائیل کے علما کی' ان میں سے جو مطابق حق ہوں قبول' خلاف حق ہوں مردود' دونوں سے الگ ہوں وہ نہ تصدیق کے قابل نہ تکذیب کے' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ "حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت سے کہہ رکھا تھا کہ میری موت کا مجھے کچھ پہلے بتا دینا۔ حضرت ملک الموت نے یہی کیا تو آپ نے جنات کو بغیر دروازے کے ایک شیشے کا مکان بنانے کا حکم دیا اور اس میں ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر نماز شروع کی یہ موت کے ڈر کی وجہ سے نہ تھا۔ حضرت ملک الموت اپنے وقت پر آئے اور روح قبض کر گئے۔ پھر لکڑی کے سہارے آپ سال بھر تک اسی طرح کھڑے رہے۔ جنات ادھر ادھر سے دیکھ کر آپ کو زندہ سمجھ کر اپنے کاموں میں آپ کی ہیبت کی وجہ سے مشغول رہے۔ لیکن جو کیڑا آپ کی لکڑی کو کھا رہا تھا جب وہ آدھی کھا چکا تو اب لکڑی بوجھ نہ سہار سکی اور آپ گر پڑے جنات کو آپ کی موت کا یقین ہو گیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔" اور بھی بہت سے سلف سے یہ مروی ہے۔

قوم سبا کا تذکرہ: [آیت:۱۵-۱۷] قوم سبا یمن میں رہتی تھی۔ تبع بھی ان میں سے ہی تھے۔ بلقیس بھی ان ہی میں سے تھیں۔ یہ بڑی نعمتوں اور راحتوں میں تھے۔ چین آرام سے زندگی گزار رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ان کے پاس آئے انہوں نے شکر کرنے کی تلقین کی۔ رب کی وحدانیت کی طرف بلایا' اس کی عبادتیں سمجھائیں تو کچھ زمانے تک یونہی رہے لیکن پھر جب کہ انہوں نے سرتابی اور روگردانی کی' احکام الٰہی بے پرواہی سے ٹال دیئے تو ان پر زور کا سیلاب آیا اور تمام ملک اور باغات اور کھیتیاں وغیرہ تاخت وتاراج

ہوگئیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا کہ ''سبا کسی عورت کا نام ہے یا مرد کا یا جگہ کا؟ تو آپ نے فرمایا یہ ایک مرد تھا جس کے دس لڑکے تھے جن میں سے چھ تو یمن میں جا بسے تھے اور چار شام میں۔ مذحج' کندہ' ازد' اشعری' انمار' حمیر' یہ چھ قبیلے یمن میں۔ لخم' جذام' عاملہ' اور غسان یہ چار قبیلے شامی ہیں'' ❶ (مسند احمد)۔ فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنی قوم میں سے ماننے والوں اور آگے بڑھنے والوں کو لے کر نہ ماننے اور پیچھے ہٹنے والوں سے لڑوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ جب میں جانے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا دیکھو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا نہ مانیں تب جہاد کی تیاری کرنا۔ میں نے کہا حضور! یہ سبا کس کا نام ہے؟ آپ ﷺ کا جواب تقریباً وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ قبیلہ انمار میں سے بجیلہ اور خثعم بھی ہیں۔'' ❷ ایک اور مطول روایت میں اس آیت کے شان نزول کے متعلق اسی کے ساتھ ہے کہ حضرت فروہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ ''یا رسول اللہ! جاہلیت کے زمانے میں قوم سبا کی عزت تھی مجھے اب ان کے ارتداد کا خوف ہے تو اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے جہاد کروں۔ آپ نے فرمایا ان کے بارے میں حکم نہیں دیا گیا۔'' پس یہ آیت اتری الخ۔ لیکن اس میں غرابت ہے۔ اس سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ آیت مدنی ہے حالانکہ سورت مکیہ ہے۔

محمد بن اسحاق سبا کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتے ہیں' عبدالشمس بن یشجب بن یعرب بن قحطان' اسے سبا اس لئے کہتے ہیں کہ اسی نے سب سے پہلے عرب میں دشمن کے قید کرنے کا رواج نکالا اور اسی نے سب سے پہلے مال غنیمت کو فوجیوں میں تقسیم کرنے کا رواج ڈالا۔ اس وجہ سے اسے رائش بھی کہتے ہیں۔ مال کو ریش اور ریاش بھی عربی میں کہتے ہیں۔ یہ بھی مذکور ہے کہ اس بادشاہ نے آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے ہی آپ کی پیش گوئی کی تھی کہ ملک کا مالک ہمارے بعد ایک نبی ہوگا جو حرم کی عزت کرے گا۔ اس کے بعد اس کے خلیفے ہوں گے' جن کے سامنے دنیا کے بادشاہ سرنگوں ہو جائیں گے۔ پھر ہم میں بھی بادشاہت آئے گی اور بنو قحطان کے نیک بادشاہ بھی ہوں گے۔ اس نبی کا نام احمد ہوگا (ﷺ)۔ کاش! میں بھی ان کی نبوت کے زمانے کو پالیتا تو ہر طرح کی خدمت کو غنیمت سمجھتا۔ لوگو! جب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ظاہر ہوں تو تم پر فرض ہے کہ ان کا ساتھ دو اور ان کے مددگار بن جاؤ اور جو بھی آپ سے ملے اس پر میری جانب سے فرض ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دے (اکلیل ہمدانی) قحطان کے بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ارم بن سام بن نوح کی نسل میں سے ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ عابر یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی نسل سے ہے۔ تیسرا یہ کہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی نسل سے ہے۔ ان سب کو تفصیل کے ساتھ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الانباہ میں ذکر کیا ہے۔ بعض روایتوں میں جو آیا ہے کہ سبا عرب میں سے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے جن کی نسل سے عرب ہوئے۔ ان کا نسل ابراہیمی میں سے ہونا مشہور نہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

صحیح بخاری میں ہے قبیلہ اسلم جب تیروں سے نشانہ بازی کر رہے تھے اور حضور اکرم ﷺ ان کے پاس سے نکلے تو آپ نے فرمایا: ''اے اولاد اسماعیل! تیر اندازی کئے جاؤ تمہارے والد بھی پورے تیر انداز تھے۔'' ❸ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سبا کا سلسلہ نسبت خلیل الرحمٰن علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ اسلم انصار کا ایک قبیلہ تھا اور انصار سارے کے سارے غسان میں سے ہیں اور یہ سب یمنی تھے سبا کی اولاد ہیں۔ یہ لوگ مدینے میں اس وقت آئے تھے جب سیلاب سے ان کا وطن تباہ ہوگیا۔ ایک جماعت یہاں آ کر بسی تھی

---

❶ احمد، ١/ ٣١٦ سنده ضعيف، المستدرك، ٢/ ٢٤٣ ح ٣٥٨٥ وفي سنده نظر، عبدالله بن عياش لعله ابن لهيعة وعنعن۔

❷ ابوداود، كتاب الحروف، ٣٩٨٨ وسنده حسن؛ ترمذي ٣٢٢٢۔

❸ صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب التحريض على الرمي...... ٢٨٩٩؛ احمد، ٤/ ٥٠؛ ابن حبان، ٤٦٩٣۔

دوسری شام چلی گئی۔ انہیں غسانی اس لئے کہتے ہیں کہ اسی نام کی پانی والی ایک جگہ پر یہ ٹھہرے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشلل کے قریب ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے کہ ایک پانی والی جگہ یا اس کنویں کا نام غسان تھا۔ یہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی دس اولادیں تھیں۔ اس سے مراد صلبی اولادیں نہیں۔ کیونکہ بعض بعض دو دو تین تین نسلوں بعد کے بھی ہیں جیسے کہ کتب انساب میں موجود ہے۔ یہ جو شام اور یمن میں جا کر آباد ہوئے یہ بھی سیلاب کے آنے کے بعد کا ذکر ہے بعض وہیں رہے بعض ادھر ادھر چلے گئے۔ دیوار کا قصہ یہ ہے کہ ان کے دونوں جانب پہاڑ تھے جہاں سے نہریں اور چشمے بہہ بہہ کر ان کے شہروں میں آتے تھے اسی طرح نالے بھی اور دریا بھی ادھر ادھر سے آتے تھے۔ ان کے قدیمی بادشاہوں میں سے کسی نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط پشتہ بنوا دیا تھا۔ جس دیوار کی وجہ سے پانی ادھر ادھر ہو گیا تھا۔ خوبصورت دریا جاری رہا کرتا تھا۔ جس کے دونوں جانب باغات اور کھیتیاں لگا دی تھیں۔ پانی کی کثرت اور زمین کی عمدگی کی وجہ سے یہ خطہ بہت ہی زرخیز اور ہرا بھرا رہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ کوئی عورت اپنے سر پر جھلی رکھ کر چلتی تھی۔ کچھ دور جانے تک وہ جھلی پھلوں سے بالکل بھر جاتی تھی۔ درختوں سے جو پھل خود بخود جھڑتے تھے وہ اس قدر کثرت سے ہوتے تھے کہ ہاتھ سے توڑنے کی حاجت نہیں پڑتی تھی۔ ❶ یہ دیوار مارب میں تھی جو صنعاء سے تین منزل پر تھی اور سد مارب کے نام سے مشہور تھی۔ آب و ہوا کی عمدگی صحت مزاج اور اعتدال عنایت الٰہی سے اس طرح تھا کہ ان کے ہاں مکھی مچھر اور زہریلے جانور بھی نہ ہوتے تھے۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانیں اور بہ دل و جان اس کی خلوص کے ساتھ عبادت کریں۔ یہ تھی وہ نشانی قدرت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان آبادی بستی اور بستی کے دونوں طرف ہرے بھرے پھلدار باغات اور سرسبز کھیتیاں۔ ان سے جناب باری نے فرما دیا تھا کہ اپنے رب کی دی ہوئی روزیاں کھاؤ پیو اور اس کے شکر میں لگے رہو۔ لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو اور اس کی نعمتوں کے شکر کو بھلا دیا اور سورج کی پرستش کرنے لگے۔ جیسے کہ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ ﴿ جِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍۢ بِنَبَإٍ يَّقِيْنٍ ﴾ ❷ الخ یعنی میں تمہارے پاس سبا کی ایک پختہ خبر لایا ہوں' ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے' جس کے پاس تمام چیزیں موجود' عظیم الشان تخت سلطنت پر وہ متمکن ہے۔ رانی اور رعایا سب سورج پرست ہیں۔ شیطان نے ان کی راہ مار رکھی ہے۔ بے راہ ہو رہے ہیں۔ مروی ہے کہ بارہ یا تیرہ پیغمبران کے پاس آئے تھے۔ بالآخر شامت اعمال رنگ لائی۔ جو دیوار انہوں نے بنا رکھی تھی اسے چوہوں نے اندر سے کھوکھلی کر دی اور بارش کے زمانے میں وہ ٹوٹ گئی پانی کی ریل پیل ہو گئی۔ ان دریاؤں کے چشموں کے بارش کے نالوں کے سب پانی آ گئے۔ ان کی بستیاں ان کے محلات ان کے باغات اور ان کی کھیتیاں سب تباہ و برباد ہو گئیں۔ ہاتھ ملتے رہ گئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ پھر تو وہ تباہی آئی کہ اس زمین پر کوئی پھلدار درخت جمتا ہی نہ تھا۔ پیلو کے' جھاؤ کے' کیکر کے' ببول کے اور ایسے ہی بے میوہ بدمزہ بے کار درخت اگتے تھے۔ ہاں البتہ کچھ بیریوں کے درخت اگ آئے تھے جو نسبتاً اور درختوں سے کارآمد تھے۔ لیکن وہ بھی بہت زیادہ خاردار اور بہت کم پھلدار تھے۔ یہ تھا ان کے کفر و شرک' سرکشی اور تکبر کا بدلہ کہ نعمتیں کھو بیٹھے اور زحمتوں میں مبتلا ہو گئے۔ کافروں کو یہی اور اس جیسی ہی سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ حضرت ابن خیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''گناہوں کا بدلہ یہی ہوتا ہے کہ عبادتوں میں سستی آ جائے' روزگار میں تنگی واقع ہو' لذتوں میں سختی آ جائے۔ یعنی جہاں کسی راحت کا منہ دیکھا کہ کوئی زحمت آ پڑی' مزہ مٹی ہو گیا۔''

---

❶ الطبری، ۲۰/ ۳۷۶۔ ❷ ۲۷/ النمل:۲۲۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۝۱۸ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۱۹

ترجمہ: ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی چند بستیاں اور رکھی تھیں جو برسرِ راہ ظاہر تھیں اور ان میں چلنے کی منزلیں ہم نے مقرر کر دی تھیں ان میں راتوں اور دنوں کو بہ امن و امان چلتے پھرتے رہو۔[۱۸] لیکن انہوں نے پھر درخواست کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفر دور دراز کے کر دے چونکہ خود انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا برا کیا' اس لئے ہم نے انہیں گزشتہ فسانوں کی صورت میں کر دیا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لئے اس ماجرے میں بہت سی عبرتیں ہیں۔[۱۹]

قوم سبا پر انعاماتِ الٰہی: [آیت:۱۸۔۱۹] ان پر جو اور نعمتیں تھیں' ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ قریب قریب آبادیاں تھیں۔ کسی مسافر کو اپنے سفر میں توشہ یا پانی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ تھی۔ ہر ہر منزل پر پختہ مزیدار تازے میوے خوشگوار میٹھا پانی موجود۔ ہر رات کو کسی بستی میں گزار لیں اور راحت و آرام امن و امان سے جائیں آئیں۔ کہتے ہیں کہ بستیاں صنعاء کے قرب و جوار میں تھیں۔ بَاعِدْ کی دوسری قرأت ﴿بَعِّدْ﴾ ہے اس راحت و آرام سے پھول گئے اور جس طرح بنو اسرائیل نے من و سلویٰ کے بدلے لہسن پیاز وغیرہ طلب کیا تھا' انہوں نے بھی دور دراز کے سفر طے کرنے کی چاہت کی تاکہ درمیان میں جنگل بھی آئیں غیر آباد جگہیں بھی آئیں' تو کھانے پینے کا لطف بھی آئے۔ قوم موسیٰ کی اس طلب نے ان پر ذلت و مسکنت ڈالی۔ اسی طرح انہیں بھی فراخی روزی کے بعد ہلاکت ملی۔ بھوک اور خوف میں پڑے۔ اطمینان اور امن غارت ہوا۔ انہوں نے کفر کر کے خود اپنا ہی بگاڑا' اب ان کی کہانیاں رہ گئیں۔ لوگوں میں ان کے افسانے رہ گئے۔ تتر بتر ہو گئے یہاں تک کہ جو قوم تین تیرہ ہو جائے تو عرب میں انہیں سبائیوں کی مثل سناتے ہیں۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ ان کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''ان میں ایک کاہنہ اور ایک کاہن تھا جن کے پاس جنات ادھر ادھر کی خبریں لایا کرتے تھے۔ اس کاہن کو کہیں پتہ چل گیا کہ اس بستی کی ویرانی کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور یہاں کے لوگ ہلاک ہونے والے ہیں۔ تھا یہ بڑا مال دار خصوصاً جائیداد بہت ساری تھی اس نے سوچا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اور ان حویلیوں مکانات اور باغات کی نسبت کیا انتظام کرنا چاہیے۔ آخر ایک بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اس کے سسرال کے لوگ بہت سارے تھے اور وہ قبیلہ بھی علاوہ جری ہونے کے مال دار تھا۔ اس نے اپنے لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا سنو کل لوگ میرے پاس جمع ہو جائیں گے۔ میں تجھے کسی کام کو کہوں گا تو انکار کر دینا میں تجھے برا بھلا کہوں گا تو مجھے بھی میری گالیوں کا جواب دینا میں اٹھ کر تجھے تھپڑ ماروں گا تو بھی اس کے جواب میں مجھے تھپڑ مارنا۔ اس نے کہا ابا جی مجھ سے یہ کیسے ہو سکے گا؟ کاہن نے کہا تم نہیں سمجھتے ایک ایسا ہی اہم معاملہ درپیش ہے اور تمہیں میرا حکم مان لینا چاہئے۔ اس نے اقرار کیا دوسرے دن جب کہ اس کے پاس اس کے ملنے جلنے والے سب جمع ہو گئے۔ اس نے اپنے اس لڑکے سے کسی کام کو کہا۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس نے اسے گالیاں دیں' تو اس نے بھی سامنے گالیاں دیں' یہ غصے میں اٹھا

اور اسے مارا۔ لڑکے نے بھی پلٹ کر اسے پیٹا اور یہ غضبناک ہوا اور کہنے لگا۔ چھری لاؤ میں تو اسے ذبح کروں گا۔ تمام لوگ گھبرا گئے ہر چند سمجھایا لیکن یہ یہی کہتا رہا کہ میں تو اسے ذبح کروں گا۔ لوگ دوڑے بھاگے گئے اور لڑکے کے ننھیال والوں کو خبر کی کہ سب آ گئے۔ اول تو منت سماجت کی منوانا چاہا لیکن یہ کب مانتا تھا۔ انہوں نے کہا آپ اسے کوئی اور سزا دیجئے۔ اس کے بدلے ہمیں جو جی چاہے سزا دیجئے۔ اس نے کہا میں تو اسے لٹا کر باقاعدہ ذبح کروں گا۔ انہوں نے کہا آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ اس سے پہلے ہم آپ کو مار ڈالیں گے۔ اس نے کہا اچھا جب یہاں تک بات پہنچ گئی ہے تو میں ایسے شہر میں نہیں رہنا چاہتا جہاں میرے اور میری اولاد کے درمیان اور لوگ پڑیں۔ مجھ سے میرے مکانات' جائیداد اور زمینیں خرید لو میں یہاں سے کہیں اور چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے سب کچھ بیچ ڈالا اور قیمت نقد وصول کر لی۔ جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنی قوم کو خبر دی کہ سنو عذاب الٰہی آ رہا ہے' زوال کا وقت قریب پہنچ چکا ہے۔ اب تم میں سے جو محنت کر کے لمبا سفر کر کے نئے گھروں کا آرزو مند ہو۔ تو وہ عمان چلا جائے اور جو کھانے پینے کا شوقین ہو وہ بصرے چلا جائے اور جو مزیدار کھجوریں باغات میں بیٹھ کر آزادی سے کھانا چاہتا ہو وہ مدینے چلا جائے۔ قوم کو اس کی باتوں کا یقین تھا۔ جسے جو جگہ اور جو چیز پسند آئی اور اسی طرف منہ اٹھائے بھاگا۔ بعض عمان کی طرف بعض بصرے کی طرف بعض مدینے کی طرف۔ اس طرف تین قبیلے چلے تھے اوس' خزرج' اور بنو عثان۔ جب یہ لوگ بطن مر میں پہنچے تو بنو عثان نے کہا ہمیں تو یہ جگہ بہت پسند ہے۔ اب ہم آگے نہیں جائیں گے چنانچہ یہ یہیں بس گئے اور اسی وجہ سے انہیں خزاعہ کہا گیا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے۔ اوس و خزرج برابر مدینے پہنچے اور یہاں آ کر قیام کیا۔''

یہ اثر بھی عجیب و غریب ہے۔ جس کاہن کا اس میں ذکر ہے اس کا نام عمرو بن عامر ہے یہ یمن کا سردار تھا اور سبا کے بڑے لوگوں میں سے تھا اور ان کا کاہن تھا۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ سب سے پہلے یہی یمن سے نکلا تھا اس لئے کہ سد مارب کو کھوکھلا کرتے ہوئے اس نے چوہوں کو دیکھ لیا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ اب یمن کی خیر نہیں یہ دیوار گری اور سیلاب سب تہہ و بالا کر دے گا تو اس نے اپنے سب سے چھوٹے لڑکے کو وہ مکر سکھایا جس کا ذکر اوپر گزرا۔ اس وقت اس نے غصے میں کہا کہ میں ایسے شہر میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ میں اپنی جائیدادیں اور زمینیں اسی وقت بیچتا ہوں۔ لوگوں نے کہا عمرو کے اس غصے کو غنیمت جانو۔ چنانچہ سستا مہنگا سب کچھ بیچ ڈالا اور فارغ ہو کر چل پڑا۔ قبیلہ اسد بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ راستے میں عکہ ان سے لڑے۔ برابر برابر کی لڑائی رہی جس کا ذکر عباس بن مرداس سلمی کے شعروں میں بھی ہے۔ پھر یہ یہاں سے چل کر مختلف شہروں میں پہنچ گئے۔ آل جفنہ بن عمرو بن عامر شام میں گئے اوس وخزرج مدینے میں۔ خزاعہ مر میں' ازد سراۃ مراۃ میں۔ ازد عمان میں۔ یہاں سیل آئی (یعنی سیلاب آیا) نے مارب کے بند کو توڑ دیا۔ سدی نے اس قصے میں بیان کیا ہے کہ اس نے اپنے مقابلے کے لئے اپنے بیٹے کو نہیں بلکہ بھتیجے کو کہا تھا۔ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ اس کی عورت نے جس کا نام طریفہ تھا۔ اپنی کہانت سے یہ بات معلوم کر کے سب کو بتلائی تھی۔

اور روایت میں ہے کہ عمان میں غسانی اور ازدبھی ہلاک کر دیئے گئے۔ باوجود میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی ریل پیل' پھلوں اور کھیتوں کے بے شمار روزی کے سیل عرم سے یہ حالت ہو گئی کہ ایک ایک لقمے کو اور ایک ایک بوند پانی کو ترس گئے۔ یہ پکڑ اور عذاب یہ تنگی اور سزا جو انہیں پہنچی اس سے ہر صابر و شاکر عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کس طرح انسان کو گھیر لیتی ہیں' عافیت کو ہٹا کر آفت کو لے آتی ہیں۔ مصیبتوں پر صبر نعمتوں پر شکر کرنے والے اس میں دلائل قدرت پائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے مومن کے لئے تعجب ناک فیصلہ کیا ہے اگر راحت ملے اور یہ شکر کرے تو اجر پائے اور اگر اسے مصیبت پہنچے اور =

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع

ترجمہ: شیطان نے ان کے بارے میں جو سوچ رکھا تھا اسے سچا کر دکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے تابعدار بن گئے سوائے مؤمنوں کی جماعت کے۔[۲۰] شیطان کا ان پر کوئی زور اور دباؤ نہ تھا مگر تاکہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں میں ممتاز طور پر ظاہر کر دیں' جو آپ سے شک میں ہیں۔ تیرا رب ہر ہر چیز پر نگہبان ہے۔[۲۱]

= صبر کرے تو اجر پائے' غرض مؤمن کو ہر حالت پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ اس کا ہر کام نیک ہے یہاں تک کہ محبت کے ساتھ جو لقمہ اٹھا کر یہ اپنی بیوی کے منہ میں دے اس پر بھی اسے ثواب ملتا ہے۔'' ❶ (مسند احمد)

بخاری و مسلم میں ہے آپ فرماتے ہیں ''تعجب ہے کہ مؤمن کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہر قضا بھلائی کے لئے ہی ہوتی ہے اگر اسے راحت اور خوشی پہنچتی ہے تو شکر کر کے بھلائی حاصل کرتا ہے اور اگر برائی اور غم پہنچتا ہے تو یہ صبر کرتا ہے اور بدلہ حاصل کرتا ہے۔ یہ نعمت تو صرف مؤمن کو ہی حاصل ہے کہ جس کی ہر حالت بہتری اور بھلائی والی ہے۔'' ❷ حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''صبر و شکر کرنے والا بندہ کتنا اچھا ہے کہ جب اسے نعمت ملے تو شکر کرے اور جب زحمت پہنچے تو صبر کرے۔''

شیطان کا بہکاوا: [آیت: ۲۰-۲۱] سبا کے قصے کے بیان کے بعد شیطان کے اور مریدوں کا عام طور پر ذکر فرماتا ہے کہ وہ ہدایت کے بدلے ضلالت بھلائی کے بدلے برائی لے لیتے ہیں۔ ابلیس نے راندۂ درگاہ ہو کر جو کہا تھا کہ میں آدم علیہ السلام کی اولاد کو ہر طرح برباد کرنے کی کوشش کروں گا' اور بجز تھوڑی سی جماعت کے باقی کے سب لوگوں کو تیری سیدھی راہ سے بھٹکا دوں گا۔ اس نے یہ کر دکھایا اور اولاد آدم کو اپنے پنجے میں پھانس لیا۔ جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام اپنی خطا کی وجہ سے جنت سے اتار دیئے گئے اور ابلیس لعین بھی ان کے ساتھ اترا' اس وقت وہ بہت خوش تھا اور جی میں اٹھلا رہا تھا کہ انہیں میں نے بہکا لیا تو ان کی اولاد کو تباہ کر دینا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اس خبیث کا قول تھا کہ میں ابن آدم کو سبز باغ دکھاتا رہوں گا۔ غفلت میں رکھوں گا۔ طرح طرح سے دھوکے دوں گا اور اپنے جال میں پھنسائے رکھوں گا۔ جس کے جواب میں جناب باری جل جلالہ نے فرمایا تھا۔ مجھے بھی اپنی عزت کی قسم! موت کے غرغرے سے پہلے جب کبھی وہ توبہ کرے گا میں فوراً قبول کر لوں گا۔ وہ مجھے جب پکارے گا میں اس کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔ مجھ سے جب کبھی وہ توبہ کرے گا میں فوراً قبول کر لوں گا۔ وہ مجھے جب پکارے گا میں اس کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔ مجھ سے جب کبھی جو کچھ مانگے گا میں اسے دوں گا۔ مجھ سے جب وہ بخشش طلب کرے گا میں اسے بخش دوں گا۔ ❸ (ابن ابی حاتم)

اس کا کوئی غلبہ حجت زبردستی' مار پیٹ انسان پر نہ تھی۔ صرف دھوکہ فریب اور مکر بازی تھی جس میں یہ سب پھنس گئے۔ اس میں حکمت الٰہی یہ تھی کہ مؤمن و کافر ظاہر ہو جائیں حجت الٰہی ختم ہو جائے۔ آخرت کو ماننے والے شیطان کی نہیں مانیں گے۔ اس کے =

❶ احمد، ۱/ ۱۷۳ وسنده ضعيف، ابو اسحاق عنعن وحديث الشافعي (ح۱۲۹ وسنده صحيح) يغني عنه، عمل اليوم والليلة ۱۰۷۵۔ ❷ صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير ۲۹۹۹؛ ابن حبان ۲۸۹۶؛ احمد، ۴/ ۳۳۳ عن صهيب رضي الله عنه۔ ❸ الدر المنثور، ۶/ ۶۹۵۔

ترجمہ: کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو۔ نہ تو ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے۔[۲۲] درخواست شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی۔ بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔[۲۳]

= منکر رحمان کی اتباع نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ مؤمنوں کی جماعت اس کی حفاظت کا سہارا لیتی ہے۔ اس لئے ابلیس ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور کافروں کی جماعت خود اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیتی ہے۔ اس لئے ان پر سے اللہ تعالیٰ کی نگہبانی ہٹ جاتی ہے اور وہ شیطان کے ہر فریب کا شکار بن جاتے ہیں۔

سب اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں: [آیت:۲۲-۲۳] بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے واحد ہے احد ہے فرد ہے صمد ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بے نظیر بے شریک اور بے مثل ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، ساتھی نہیں، مشیر نہیں، وزیر نہیں، مددگار و پشتی بان نہیں۔ پھر ضد کرنے والا اور خلاف کہنے والا تو کہاں؟ جن جن کو پکارا کرتے ہو پکار کر دیکھ لو معلوم ہو جائے گا کہ ایک ذرے کے بھی مختار نہیں۔ محض بے بس اور بالکل محتاج و عاجز ہیں۔ نہ زمینوں میں ان کی کچھ چلے نہ آسمانوں میں، جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ ❶ کہ وہ ایک کھجور کے چھلکے کے بھی مالک نہیں اور یہی نہیں کہ انہیں خود اختیاری حکومت نہ ہو نہ سہی شرکت کے طور پر بھی نہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے کسی کام میں مدد لیتا ہے بلکہ یہ سب کے سب فقیر محتاج ہیں۔ اس کے در کے غلام اور اس کے بندے ہیں۔ اس کی عظمت و کبریائی عزت و بڑائی ایسی ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کی جرأت نہیں کہ اس کے سامنے کسی کی سفارش کے لئے بھی لب ہلا سکے۔ جیسے فرمان ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ ❷ کون ہے؟ جو اس کے سامنے کسی کی شفاعت بغیر اس کی رضامندی کے کر سکے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ❸ الخ یعنی آسمانوں کے کل فرشتے بھی اس کے سامنے کسی کی سفارش کے لئے لب ہلا نہیں سکتے مگر جس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی سے اجازت دے دے۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ ❹ الخ۔ وہ لوگ صرف ان کی شفاعت کر سکتے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو۔ وہ تو خود ہی اس کے خوف سے تھرا رہے ہیں۔ تمام اولاد آدم کے سردار سب سے بڑے شفیع اور سفارشی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی جب قیامت کے دن مقام محمود میں شفاعت کے لئے تشریف لے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ آئے اور مخلوق کے فیصلے کرے، اس وقت کی نسبت آپ فرماتے ہیں ”میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں

❶ ۳۵/ فاطر:۱۳۔ ❷ ۲/ البقرۃ:۲۵۵۔ ❸ ۵۳/ النجم:۲۶۔ ❹ ۲۱/ الانبیآء:۲۸۔

گر پڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کب تک سجدے میں پڑا رہوں گا۔ اس سجدے میں اس قدر اپنے رب کی تعریفیں بیان کروں گا کہ اس وقت تو وہ الفاظ بھی مجھے معلوم نہیں۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا۔ اے محمد! اپنا سر اٹھائیے آپ بات کیجئے آپ کی بات سنی جائے گی' آپ مانگئے آپ کو دیا جائے گا۔ آپ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی......۔'' ❶

رب کی عظمت کا ایک اور مقام بیان ہو رہا ہے کہ جب وہ اپنی وحی میں کلام کرتا ہے اور آسمانوں کے مقرب فرشتے اسے سنتے ہیں تو ہیبت سے کانپ اٹھتے ہیں اور غشی والے کی طرح ہو جاتے ہیں۔ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ ہٹ جاتی ہے۔ ﴿فزع﴾ کی دوسری قرأت ﴿فُرِّغَ﴾ بھی آئی ہے۔ مطلب دونوں کا ایک ہے تو اب آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کہ اس وقت رب کا کیا حکم نازل ہوا؟ پس اہل عرش اپنے پاس والوں کو' وہ اپنے پاس والوں کو یونہی درجہ بدرجہ حکم الٰہی پہنچا دیتے ہیں۔ بلا کم و کاست ٹھیک ٹھیک اسی طرح پہنچا دیتے ہیں۔ ایک مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب سکرات کا وقت آتا ہے اس وقت مشرک یہ کہتے ہیں اور اسی طرح قیامت کے دن بھی جب اپنی غفلت سے چونکیں گے اور ہوش و حواس قائم ہو جائیں گے اس وقت یہ کہیں گے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ جواب ملے گا حق۔ فرمایا حق فرمایا اور جس چیز سے دنیا میں بے فکر تھے آج ان کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ تو دلوں سے گھبراہٹ دور کئے جانے کے یہ معنی ہوئے کہ جب آنکھوں پر سے پردہ اٹھا دیا جائے گا اس وقت سب شک و تکذیب الگ ہو جائیں گئے۔ شیطانی وسواس دور ہو جائیں گے' اس وقت رب کی مدتوں کی حقانیت تسلیم کریں گے اور اس کی بلندی اور بڑائی کے قائل ہوں گے۔ پس نہ تو موت کے وقت کا اقرار نفع دے نہ قیامت کے میدان کا اقرار فائدہ پہنچائے۔ لیکن امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی تفسیر ہی راجح ہے یعنی مراد اس سے فرشتے ہیں۔ اور یہی ٹھیک بھی ہے اور اسی کی تائید احادیث و آثار سے بھی ہوتی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا فیصلہ آسمان میں کرتا ہے تو عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں اور رب کا کلام ایسا واقع ہوتا ہے جیسے اس زنجیر کی آواز جو پتھر پر بجائی جاتی ہو۔ جب ہیبت کم ہو جاتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے اس وقت کیا فرمایا؟ جواب ملتا ہے کہ جو فرمایا حق ہے اور وہ علی و کبیر ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جو جنات فرشتوں کی باتیں سننے کی غرض سے گئے ہوئے ہیں اور جو تہہ بہ تہہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں وہ کوئی کلمہ سن لیتے ہیں۔ اوپر والا نیچے والے کو وہ اپنے سے نیچے والے کو سنا دیتا ہے اور وہ کاہنوں کے کانوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ ان کے پیچھے فوراً ان کے جلانے کو آگ کا شعلہ لپکتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی تو وہ آئے اس سے پہلے ہی ایک دوسرے کو پہنچا دیتا ہے اور کبھی پہنچانے سے پہلے ہی جلا دیا جاتا ہے۔ کاہن اس ایک کلمے کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں میں پھیلاتا ہے۔ وہ ایک بات سچی نکلتی ہے لوگ اس کے مرید بن جاتے ہیں کہ دیکھو یہ بات اس کے کہنے کے مطابق ہی ہوئی۔'' ❷

مسند احمد میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو ایک ستارہ جھڑا اور زبردست روشنی ہو گئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ ''جاہلیت میں تمہارا خیال ان ستاروں کے جھڑنے کی نسبت کیا تھا؟ انہوں نے کہا ہم اس موقع پر سمجھتے تھے کہ یا تو کوئی بہت بڑا آدمی پیدا ہوا یا مرا۔'' زہری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ''کیا جاہلیت کے زمانے میں بھی ستارے جھڑتے تھے۔ ==

❶ صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى ﴿لما خلقت بيدي﴾ ٧٤١٠؛ صحيح مسلم ١٩٣۔

❷ صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة الحجر باب قوله ﴿الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبين﴾ ٤٧٠١؛ ابوداود ٣٩٨٩؛ ترمذي ٣٢٢٣؛ ابن ماجه ١٩٤؛ ابن حبان ٣٦۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: پوچھ کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے؟ خود جواب دے کہ اللہ تعالیٰ۔ سنو ہم یا تم یا تو یقیناً ہدایت پر یا کھلی گمراہی میں ہیں [۲۴] کہہ کہ ہمارے کئے ہوئے گناہوں کی بابت تم سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا نہ تمہارے اعمال کی باز پرس ہم سے کی جائے گی۔ [۲۵] انہیں خبر دے دے کہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کر کے پھر ہم میں سچے فیصلے کر دے گا۔ وہ فیصلے چکانے والا ہے اور دانا۔ [۲۶] کہہ کہ اچھا مجھے بھی تو انہیں دکھا دو جنہیں تم شریک الٰہی ٹھہرا کر اس کے ساتھ ملا رہے ہو ایسا ہرگز نہیں' بلکہ وہی اللہ ہے غالب باحکمت۔ [۲۷]

= کہا ہاں لیکن کم آپ کی بعثت کے زمانے سے ان میں بہت زیادتی ہوگئی۔'''' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سنو انہیں کسی کی موت و حیات سے کوئی واسطہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ جب ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کسی امر کا آسمانوں میں فیصلہ کرتا ہے تو حاملانِ عرش اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں پھر ساتویں آسمان والے پھر چھٹے آسمان والے یہاں تک کہ یہ تسبیح آسمان دنیا تک پہنچتی ہے۔ پھر عرش کے آس پاس کے فرشتے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ وہ انہیں بتلاتے ہیں۔ پھر ہر نیچے والا اوپر والے سے دریافت کرتا ہے اور وہ اسے بتلاتا ہے یہاں تک کہ آسمان اول والوں کو خبر پہنچتی ہے۔ کبھی اچک لے جانے والے جنات اسے سن لیتے ہیں تو ان پر یہ ستارے جھڑتے ہیں۔ تاہم جو بات اللہ تعالیٰ کو پہنچانی منظور ہوتی ہے اسے وہ لے اڑتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ بہت کچھ باطل اور جھوٹ ملا کر لوگوں میں شہرت دیتے ہیں۔'' ❶

ابن ابی حاتم میں ہے ''اللہ تعالیٰ جب اپنے امر کی وحی کرتا ہے تو آسمان مارے خوف کے کپکپا اٹھتے ہیں اور فرشتے ہیبت زدہ ہو کر سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان سنتے ہیں۔ پھر ان کی زبانی اور فرشتے سنتے ہیں اور وہ کہتے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا وہ بلندی اور بڑائی والا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا امین فرشتہ جس کی طرف ہوا سے پہنچا دیتا ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ اس وحی کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبیوں کے نہ ہونے کے زمانے میں بندرہ کر پھر ابتداءً ختم المرسلین ﷺ پر نازل ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ابتدائی وحی کے بھی اس آیت کے تحت میں داخل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن آیت شامل ہے اسے اور اس کو سب کو۔

بعض صفاتِ الٰہی کا ذکر: [آیت: ۲۴۔۲۷] اللہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ صرف وہی خالق و رازق ہے اور صرف وہی الوہیت والا ہے۔ جیسے ان لوگوں کو اس کا اقرار ہے کہ آسمان سے بارشیں برسانے والا اور زمینوں سے اناج اگانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ایسے ہی انہیں یہ بھی مان لینا چاہیے کہ عبادت کے لائق بھی فقط وہی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ہم تم میں اتنا بڑا اختلاف ہے تو لامحالہ ایک ہدایت پر اور دوسرا ضلالت پر ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ دونوں فریق ہدایت پر ہوں یا دونوں ضلالت پر ہوں۔ ==

❶ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکہانۃ واتیان الکہان ۲۲۲۹؛ ترمذی ۳۲۲۴؛ ابن حبان ۶۱۲۹؛ احمد، ۱/ ۲۱۸۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: ہم نے تجھے تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور دھمکا دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔[۲۸] پوچھتے ہیں کہ وہ وعدہ ہے کب؟ سچے ہو تو بتا دو۔[۲۹] جواب دے کہ وعدے کا دن ٹھیک معین ہے۔ جس میں ایک ساعت نہ تم پیچھے ہٹ سکتے ہو نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔[۳۰]

= ہم موحد ہیں اور توحید کے دلائل کھلے کھلے اور بہت واضح ہم بیان کر چکے ہیں اور تم شرک پر ہو جس کی کوئی دلیل تمہارے ہاتھوں میں نہیں۔ پس یقیناً ہم ہدایت پر اور یقیناً تم ضلالت پر ہو۔ اصحاب رسول نے مشرکوں سے یہی کہا تھا کہ ہم فریقین میں سے ایک ضرور سچا ہے کیونکہ اس قدر تضاد و تباین کے بعد دونوں کا سچ ہونا تو عقلاً محال ہے۔ ❶ اس آیت کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ ہم ہی ہدایت پر اور تم ضلالت پر ہو۔ ہمارا تمہارا بالکل کوئی تعلق نہیں۔ ہم تم سے اور تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہیں۔ ہاں جس راہ پر ہم چل رہے ہیں' اسی راہ پر تم بھی آ جاؤ تو بے شک تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں ورنہ ہم تم میں کوئی لگاؤ نہیں۔ اور آیت میں بھی ہے کہ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرا عمل میرے ساتھ ہے اور تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے۔ تم میرے اعمال سے چڑتے ہو اور میں تمہارے کرتوتوں سے بے زار ہوں۔

سورۂ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ ❷ الخ میں بھی اسی بے تعلقی اور برأت کا ذکر ہے۔ رب العالمین تمام عالم کو میدان قیامت میں اکٹھے کر کے سچے فیصلے کر دے گا۔ نیکوں کو ان کی جزا اور بدوں کو ان کی سزا دے گا۔ اس دن تمہیں ہماری حقانیت وصداقت معلوم ہو جائے گی۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ ❸ الخ۔ قیامت کے دن سب جدا جدا ہو جائیں گے۔ ایماندار جنت کے پاک باغیچوں میں خوش وقت وفرحاں ہوں گے۔ اور ہماری آیتوں اور آخرت کے دن کو جھٹلانے والے کفر کرنے والے دوزخ کے گڑھوں میں حیران و پریشان ہوں گے۔ وہ حاکم و عادل ہے۔ حقیقت حال کا پورا عالم ہے تم اپنے ان معبودوں کو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ لیکن کہاں سے ثبوت دے سکو گے۔ جب کہ میرا رب لانظیر' بے شریک اور عدیم المثل ہے۔ وہ اکیلا ہے وہ ذی عزت ہے جس نے سب کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے اور ہر ایک پر غالب آ گیا ہے۔ حکیم ہے اپنے اقوال وافعال میں اسی طرح شریعت اور تقدیر میں بھی برکتوں والا پاک منزہ اور مشرکوں کی تمام تہمتوں سے الگ ہے۔

پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نذیر وبشیر ہے: [آیت: ۲۸-۳۰] اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور اپنے رسول حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے فرما رہا ہے کہ ہم نے تجھے تمام کائنات کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ❹ یعنی اعلان کر دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اور آیت میں ہے ﴿تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ ❺ بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہان کو ہوشیار =

❶ الطبری، ۲۰/ ۴۰۱۔ ❷ ۱۰۹/ الکافرون: ۱۔ ❸ ۳۰/ الروم: ۱۴۔
❹ ۷/ الاعراف: ۱۵۸۔ ❺ ۲۵/ الفرقان: ۱۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: کافروں نے کہا کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانیں نہ اس سے پہلے کی کتابوں کو۔ اے دیکھنے والے کاش کے تو ان ظالموں کو اس وقت دیکھتا جب کہ یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے۔ ادنی درجے کے لوگ بڑے درجے کے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم تو مسلمان ہوتے۔ [۳۱] یہ بڑے ان چھوٹوں کو جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس ہدایت آ چکنے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روکا تھا؟ نہیں بلکہ تم خود ہی گنہگار تھے۔ [۳۲] اس کے جواب میں یہ ادنی لوگ ان متکبروں سے کہیں گے نہیں نہیں بلکہ تمہارا دن رات مکر و فریب سے ہمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے اور اس کے شریک مقرر کرنے کا حکم دینا باعث ہوا ہماری بے ایمانی کا۔ عذاب کو دیکھتے ہی سب کے سب دل ہی دل میں پشیمان ہو رہے ہوں گے۔ کافروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈال دیں گے۔ انہیں صرف ان کے کئے کرائے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ [۳۳]

= کر دے۔ یہاں بھی فرمایا کہ اطاعت گزاروں کو بشارتِ جنت دے اور نافرمانوں کو جہنم۔ لیکن اکثر لوگ اپنی جہالت سے نبی کی نبوت کو نہیں مانتے۔ جیسے فرمایا ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ❶ گو تو ہر چند چاہے تاہم اکثر لوگ بے ایمان رہیں گے۔ اور جگہ ارشاد ہوا اگر بڑی جماعت کی مانے گا تو وہ خود تجھے بھی راہ راست سے ہٹا دیں گے پس حضور اکرم ﷺ کی رسالت عام لوگوں کی طرف تھی۔ عرب و عجم سب کی طرف۔ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو سب سے زیادہ اس کا تابع فرمان ہو۔ ❷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو آسمان والوں پر اور نبیوں پر سب پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے اس کی دلیل دریافت کی تو آپ نے فرمایا: دیکھو قرآن فرماتا ہے کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس میں کھلم کھلا تبلیغ کر دے اور آنحضرت ﷺ کی نسبت فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے عام لوگوں کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا۔'' بخاری و مسلم میں فرمانِ رسالت مآب ﷺ ہے کہ ''مجھے پانچ صفتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ مہینہ بھر کی راہ تک میری مدد صرف رعب سے کی گئی ہے۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاک بنائی گئی ہے' میری امت میں سے جس کسی کو جس

❶ ۱۲/ یوسف: ۱۰۳۔ ❷ الطبری، ۲۰/ ۴۰۵۔

جگہ نماز کا وقت آ جائے وہ اسی جگہ نماز پڑھ لے۔ مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے غنیموں کا مال حلال نہیں کیا گیا تھا میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئیں۔ مجھے شفاعت دی گئی' ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں یعنی جن و انس' عرب وعجم کی طرف۔'' ❶ پھر کافروں کا قیامت کو محال ماننا بیان ہو رہا ہے کہ پوچھتے ہیں قیامت کب آئے گی؟ جیسے اور جگہ ہے بے ایمان تو اس کی جلدی مچا رہے ہیں' اور باایمان اس سے کپکپا رہے ہیں اور اسے حق جانتے ہیں الخ۔ جواب دیتا ہے کہ تمہارے لئے وعدہ کا دن مقرر ہو چکا ہے۔ جس میں تقدیم تاخیر کی زیادتی ناممکن ہے۔ جیسے ﴿اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ﴾ ❷ اور فرمایا ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ﴾ ❸ الخ۔ یعنی وہ مقررہ وقت پیچھے ہٹنے کا نہیں۔ تمہیں اس وقت مقررہ تک ڈھیل ہے جب وہ دن آ گیا پھر کوئی لب بھی نہ ہلا سکے گا۔ اس دن بعض نیک بخت ہوں گے اور بعض بد بخت۔

کافروں کی ہٹ دھرمی وسرکشی: [آیت:۳۱-۳۳] کافروں کی سرکشی اور باطل کی ضد کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ گو قرآن کی حقانیت کی ہزار ہا دلیلیں دیکھ لیں' لیکن نہیں مانیں گے۔ بلکہ اس سے اگلی کتاب پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ انہیں اپنے قول کا مزہ اس وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ کے سامنے جہنم کے کنارے کھڑے چھوٹے بڑوں کو بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے ہر ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرائے گا۔ تابعدار اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ اگر تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوئے ہوتے۔ ان کے بزرگ انہیں جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں روکا تھا؟ ہم نے ایک بات کہی تم جانتے تھے کہ یہ بے دلیل ہے۔

دوسری جانب سے دلیلوں کی برستی ہوئی بارش تمہاری آنکھوں کے سامنے تھی۔ پھر تم نے اس کی پیروی چھوڑ کر ہماری کیوں مان لی؟ یہ تو تمہاری اپنی بے عقلی تھی' تم خود شہوت پرست تھے۔ تمہارے اپنے دل اللہ تعالیٰ کی باتوں سے بھاگتے تھے۔ رسولوں کی تابعداری خود تمہاری طبیعتوں پر شاق گزرتی تھی۔ سارا قصور تمہارا اپنا ہے ہمیں کیا الزام دے رہے ہو؟ یہ بے دلیل اپنے بزرگوں کی مان لینے والے انہیں پھر جواب دیں گے کہ دن رات کی تمہاری دھوکے بازیاں' جعل سازیاں' فریب کاریاں ہمیں اطمینان دلاتا کہ ہمارے افعال اور عقائد ٹھیک ہیں۔ ہم سے بار بار کفر اور شرک کے نہ چھوڑنے کو' پرانے دین کے نہ بدلنے کو' باپ دادوں کی روش پر قائم رہنے کو کہنا' ہماری کمر تھپکنا' یہی سبب ہوا ہمارے ایمان سے رک جانے کا۔ تم ہی آ آ کر ہمیں عقلی ڈھکوسلے سنا کر اسلام سے پھیرتے تھے۔ دونوں الزام بھی دیں گے برأت بھی کریں گے لیکن دل میں اپنے کئے پر پچھتا رہے ہوں گے۔ ان سب کے ہاتھوں کو گردن سے ملا کر طوق و زنجیر سے جکڑ دیئے جائیں گے۔ اب ہر ایک کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی۔ ہر ایک کو پورا پورا عذاب ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جہنمی جب ہنکا کر جہنم کے پاس پہنچائے جائیں گے تو جہنم کے ایک ہی شعلے کی لپٹ سے سارے جسم کا گوشت جھلس کر پیروں پر آ پڑے گا۔'' ❹

ابن ابی حاتم حسن بن یحییٰ خشنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جہنم کے ہر قید خانے' ہر غار' ہر زنجیر' ہر قید پر جہنمی کا نام لکھا ہوا ہے۔ جب حضرت سلیمان دارانی کے سامنے یہ بیان ہوا تو آپ بہت روئے اور فرمانے لگے: ہائے ہائے پھر کیا حال ہو گا اس کا جس پر یہ سب عذاب جمع ہو جائیں۔ پیروں میں بیڑیاں ہوں' ہاتھوں میں ہتھکڑیاں گردن میں طوق ہوں' پھر جہنم کے غار میں دھکیل دیا۔

❶ صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب نمبر ۱، حدیث ۳۳۵؛ صحیح مسلم ۵۲۱؛ احمد، ۵/ ۱۴۵۔

❷ ۷۱/ نوح:۴۔ ❸ ۱۱/ ھود:۱۰۴۔

❹ اس کی سند میں ضرار بن صرد متروک راوی ہے (المیزان، ۲/ ۳۲۷، رقم:۳۹۵۱) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۙ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: ہم نے تو جس بستی میں جو بھی آگاہ کرنے والا بھیجا وہاں کے سرکشوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کافر ہیں۔[۳۴] کہنے لگے ہم مال واولاد میں بہت بڑھے ہوئے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم عذاب کئے جائیں۔[۳۵] کہہ دے کہ میرا رب جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[۳۶] تمہارے مال اور اولاد ایسے نہیں کہ تمہیں ہمارے پاس مرتبوں سے قریب کر دیں ہاں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لئے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے اور وہ نڈر و بے خوف ہو کر بالا خانوں میں براج رہے ہوں گے۔[۳۷] جو لوگ ہماری آیتوں کے مقابلہ کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں یہی ہیں جو عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔[۳۸] اعلان کر دے کہ میرا رب اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ تم جو کچھ بھی راہ میں خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔[۳۹]

= جائے۔ اللہ تعالیٰ تو بچانا' پروردگار تو ہمیں سلامت رکھنا۔'' اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ۔

رسول اللہ ﷺ کو تسلیاں: [آیت:۳۴-۳۹] اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے اور اگلے پیغمبروں کی سی سیرت رکھنے کو فرماتا ہے۔ فرماتا ہے کہ جس بستی میں جو رسول گیا اس کا مقابلہ ہوا۔ بڑے لوگوں نے کفر کیا۔ ہاں غربا نے تابعداری کی۔ جیسے کہ قوم نوح نے اپنے نبی سے کہا تھا۔ ﴿اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ ❶ ہم تجھ پر کیسے ایمان لائیں۔ تیرے ماننے والے تو سب نیچے درجے کے لوگ ہیں۔ یہی مضمون دوسری آیت ﴿وَمَا نَرٰكَ اتَّبَعَكَ﴾ ❷ الخ میں ہے۔ قوم صالح کے متکبر لوگ ضعیفوں سے کہتے ہیں ﴿اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ❸ الخ کیا تمہیں (حضرت) صالح علیہ السلام کے نبی ہونے کا یقین ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! ہم تو مومن ہیں۔ تو متکبرین نے صاف کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا﴾ ❹ الخ یعنی اس طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے فتنے میں ڈالا تا کہ وہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ہم سب میں سے احسان کیا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو جاننے والا نہیں۔ اور فرمان ہے ہر بستی میں وہاں کے بڑے لوگ مجرم اور مکار ہوتے ہیں اور فرمان ہے ﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ

❶ ۲۶/ الشعرآء:۱۱۱۔ ❷ ۱۱/ ھود:۲۷۔ ❸ ۷/ الاعراف:۷۵۔ ❹ ۶/ الانعام:۵۳۔

﴿ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا ﴾ ❶ الخ جب کسی بستی کی ہلاکت کا ہم ارادہ کرتے ہیں تو اس کے سرکش لوگوں کو کچھ احکام دیتے ہیں۔ وہ نہیں مانتے پھر ہم انہیں ہلاک کر دیتے ہیں۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ہم نے جس بستی میں کوئی نبی و رسول بھیجا وہاں کے جاہ و حشمت' شان و شوکت والے رئیسوں اور امیروں نے سرداروں اور بڑے لوگوں نے جھٹ سے اپنے کفر کا اعلان کر دیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ''ابو رزین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو شخص آپس میں شریک تھے۔ ایک سمندر پار چلا گیا ایک وہیں رہا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس نے اپنے ساتھی سے لکھ کر دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب میں لکھا کہ گرے پڑے لوگوں نے اس کی بات مانی ہے۔ شریف قریشیوں نے اس کی اطاعت نہیں کی۔ اس خط کو پڑھ کر وہ اپنی تجارت چھوڑ چھاڑ کر سفر کر کے اپنے شریک کے پاس پہنچا یہ پڑھا لکھا تھا۔ آسمانی کتابوں کا علم اسے حاصل تھا۔ اس سے پوچھا کہ بتاؤ حضور کہاں ہیں؟ معلوم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ نے اسلام کے ارکان اس کے سامنے بیان فرمائے وہ انہیں سنتے ہی ایمان لے آیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس کی تصدیق کیونکر ہوگئی؟ اس نے کہا اس بات سے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ابتداءً ماننے والے ہمیشہ ضعیف مسکین لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اس پر یہ آیتیں اتریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر ان سے کہلوایا کہ تمہاری بات کی سچائی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔'' اسی طرح ہرقل نے کہا تھا جب کہ اس نے ابوسفیان سے ان کی جاہلیت کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دریافت کیا تھا کہ کیا شریف لوگوں نے ان کی تابعداری کی ہے یا ضعیفوں نے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ ضعیفوں نے۔ اس پر ہرقل نے کہا تھا کہ ہر رسول کی اولاً تابعداری کرنے والے یہی ضعیف لوگ ہوتے ہیں۔ ❷ پھر فرمایا یہ خوش حال لوگ مال و اولاد کی کثرت پر ہی فخر کرتے ہیں اور اسے دلیل بناتے ہیں اس بات کی کہ وہ رب کے پسندیدہ ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت و مہربانی اس پر نہ ہوتی تو انہیں یہ نعمتیں نہ دیتا اور جب یہاں رب مہربان ہے تو آخرت میں بھی وہ مہربان ہی رہے گا۔ قرآن نے ہر جگہ اس کا رد کیا ہے۔

ایک جگہ فرمایا ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ ﴾ ❸ الخ کیا ان کا خیال ہے کہ مال و اولاد کی زیادتی ان کے لئے بہتری ہے؟ نہیں بلکہ برائی ہے لیکن یہ بے شعور ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ ﴾ ❹ الخ ان کا مال اور اولاد تجھے دھوکے میں نہ ڈالے۔ اس سے انہیں دنیا میں بھی سزا ہوگی اور مرتے دم تک یہ کفر پر ہی رہیں گے۔ اور آیات میں ہے ﴿ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴾ ❺ الخ یعنی مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دے جسے میں نے ممتاز کر دیا ہے اور بہ کثرت مال دے رکھا ہے اور حاضر باش فرزند دے رکھے ہیں اور ہر طرح کا عیش اس کے لئے مہیا کر دیا ہے تاہم اسے طمع ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔ ایسا نہیں یہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے کچھ ہی زمانہ جاتا ہے کہ اسے میں دوزخ کے پہاڑوں پر چڑھاؤں گا۔ اس شخص کا واقعہ بھی مذکور ہوا ہے جس کے دو باغ تھے مال والا' پھلوں والا' اولاد والا تھا لیکن کسی چیز نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ عذاب الٰہی سے سب چیزیں دنیا میں ہی تباہ اور خاک سیاہ ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ جس کی روزی کشادہ کرنی چاہے کشادہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کی روزی تنگ کرنا چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ دنیا تو وہ اپنے دوستوں دشمنوں سب کو دیتا ہے۔ غنی یا فقیر ہونا اس کی رضامندی اور ناراضی کی دلیل نہیں' بلکہ اس میں اور ہی حکمتیں ہوتی ہیں جنہیں اکثر لوگ جان نہیں سکتے۔ مال و اولاد کو ہماری عنایت کی دلیل بنانا غلطی ہے یہ کوئی ہمارے پاس مرتبہ بڑھانے والی چیز نہیں۔ رسول

---

❶ ۱۷/ الاسراء:۱۶۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول الله، ۷؛ صحیح مسلم، ۱۷۷۳۔ ❸ ۲۳/ المؤمنون:۵۵۔ ❹ ۹/ التوبة:۸۵۔ ❺ ۷۴/ المدثر:۱۱۔

اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔'' ❶ (مسلم)

ہاں اس کے پاس درجات دلانے والی چیز ایمان اور نیک اعمال ہیں۔ ان کی نیکیوں کے بدلے انہیں بہت بڑھا چڑھا کر دیئے جائیں گے۔ ایک ایک نیکی دس دس گنا بلکہ سات سات سو گنا کر کے دی جائے گی جنت کی بلند ترین منزلوں میں ہر ڈر خوف سے ہر کھٹکے اور غم سے پرامن ہوں گے نہ کوئی دکھ درد ہوگا نہ ایذا اور صدمہ۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے۔ ایک اعرابی نے کہا یہ بالا خانے کس کے لئے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو نرم کلامی کرے اور کھانا کھلائے اور بکثرت روزے رکھے اور لوگوں کی نیند کے وقت تہجد پڑھے۔ ❷ (ابن ابی حاتم)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے اوروں کو روکتے ہیں۔ رسولوں کی تابعداری سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تصدیق نہیں کرنے دیتے وہ جہنم کی سزاؤں میں حاضر کئے جائیں گے اور برابر بدلہ پائیں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے مطابق جسے چاہے بہت ساری دنیا دیتا ہے اور جسے چاہے بہت کم دیتا ہے۔ یہ سکھ چین کر رہا ہے وہ دکھ درد میں مبتلا ہے۔ رب کی حکمتوں کو کوئی نہیں جان سکتا اس کی مصلحتیں وہی خوب جانتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا﴾ ❸ تو دیکھ لے کہ ہم نے کس طرح ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے اور البتہ آخرت درجوں میں اور فضیلتوں میں بہت بڑی ہے۔ یعنی جس طرح فقر و غنا کے ساتھ درجوں کی اونچ نیچ یہاں ہے اسی طرح آخرت میں بھی اعمال کے مطابق درجات و درکات ہوں گے۔ نیک لوگ تو جنتوں کے بلند و بالا بالا خانوں میں اور بدلوگ جہنم کے نیچے کے طبقے کے جیل خانوں میں۔ دنیا میں سب سے بہتر شخص بہ فرمان رسول اللہ وہ ہے ''جو سچا مسلمان ہو اور بقدر کفایت روزی پاتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قناعت بھی دیا گیا ہو'' ❹ (مسلم)

اللہ تعالیٰ کے حکم یا اس کی اباحت کے ماتحت تم جو کچھ خرچ کرو گے اس کا بدلہ وہ تمہیں دونوں جہان میں دے گا۔ صحیح حدیث میں ہے ''تو خرچ کر تو تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔'' اور حدیث میں ہے کہ ''ہر صبح ایک فرشتہ دعا کرتا ہے اے اللہ بخیل کے مال کو تلف اور برباد کر دوسرا دعا کرتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو نیک بدلہ دے۔'' ❺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اے بلال! خرچ کر اور عرش والے کی طرف سے تنگی کا خیال بھی نہ کر۔'' ❻ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''تمہارے اس زمانے کے بعد ایسا زمانہ آ رہا ہے جو کاٹ کھانے والا ہوگا۔ مال ہوگا لیکن مالدار گویا اپنے مال پر دانت گاڑے ہوئے ہوں گے کہ کہیں خرچ نہ ہو جائے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے اسی آیت ﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ﴾ الخ کی تلاوت فرمائی۔'' ❼ اور حدیث میں ہے بدترین لوگ وہ ہیں جو بے بس اور مضطر لوگوں کی چیزیں کم داموں خریدتے پھریں یاد رکھو ایسی بیع حرام ہے۔ مضطر کی بیع حرام ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو دوسروں کے ساتھ سلوک اور ==

---

❶ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم وخزله...... ٢٥٦٤۔ ❷ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة غرف اهل الجنة ٢٥٢٧ وهو حسن؛ ابن ابی شیبه، ٨/ ٢٦٥؛ مسند ابی یعلی ٤٢٨۔ ❸ ١٧/ الاسراء:٢١۔

❹ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فی الکفاف والقناعة ١٠٥٤؛ ترمذی ٢٣٤٨؛ ابن ماجه ٤١٣٨؛ احمد، ٢/ ١٦٨؛ ابن حبان، ٦٧۔ ❺ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب قول الله تعالیٰ ﴿فاما من اعطی واتقی......﴾ ١٤٤٢؛ صحیح مسلم ١٠١٠۔ ❻ طبرانی، ١٠٢٠ وسنده ضعیف قیس بن ربیع ضعیف راوی ہے۔ مسند الشهاب ٧٤٩۔

❼ اس کی سند میں کوثر بن حکیم متروک راوی ہے۔ (المیزان، ٣/ ٣١٦، رقم: ٦٩٨٤) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: ان سب کو اللہ تعالیٰ اس دن جمع کر کے فرشتوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟[۴۰] وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے ہمارا ولی تو تو ہے نہ کہ یہ۔ یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں کے اکثر کو انہی پر ایمان تھا۔[۴۱] پس آج تم میں سے کوئی بھی کسی کے لئے بھی کسی قسم کے نفع و نقصان کا مالک نہ ہوگا۔ ہم ظالموں سے کہہ دیں گے کہ اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے رہے۔[۴۲]

= بھلائی کر ورنہ اس کی ہلاکت کو تو نہ بڑھا'' ❶ (ابو یعلیٰ موصلی)۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور ضعیف بھی ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہیں اس آیت کا غلط مطلب نہ لے لینا اپنے مال کو خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا۔ روزیاں بٹ چکی ہیں رزق مقسوم ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے سوال: [آیت: ۴۰-۴۲] مشرکین کو شرمندہ لاجواب اور بےعذر کرنے کے لئے ان کے سامنے فرشتوں سے سوال ہوگا جن کی مصنوعی شکلیں بنا کر یہ مشرک دنیا میں پوجتے رہے کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ سے ملا دیں۔ سوال ہوگا کہ کیا تم نے انہیں اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا؟

جیسے سورۂ فرقان میں ہے: ﴿ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ﴾ ❷ یعنی کیا تم نے انہیں گمراہ کیا تھا؟ یا یہ خود ہی بہکے ہوئے تھے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوگا کیا تم لوگوں سے کہہ آئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری اور میری ماں کی عبادت کرنا۔ آپ جواب دیں گے کہ اے اللہ تیری ذات پاک ہے مجھے جو کہنا سزاوار نہ تھا اسے میں کیسے کہہ دیتا۔ اسی طرح فرشتے بھی اپنی برأت ظاہر کریں گے اور کہیں گے تو اس سے بہت بلند اور پاک ہے کہ تیرا کوئی شریک ہو، ہم تو خود تیرے بندے ہیں۔ ہم ان سے بیزار رہے اور اب بھی ان سے الگ ہیں۔ یہ شیاطین کی پرستش کرتے تھے۔ شیطانوں نے ہی ان کے لئے بتوں کی پوجا کو مزین کر رکھا تھا اور انہیں گمراہ کر دیا تھا۔ ان میں سے اکثر کا اعتقاد شیطان ہی پر تھا۔

جیسے فرمان باری ہے۔ ﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ○ لَّعَنَهُ اللّٰهُ﴾ ❸ یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرتے ہیں اور سرکش شیطان کی عبادت کرتے ہیں، جس پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے۔ پس جن جن سے تم اے مشرکو! لو لگائے ہوئے تھے ان میں سے ایک بھی تمہیں کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ اس شدت و کرب کے وقت یہ سارے جھوٹے معبود تم سے یک سو ہو جائیں گے۔ کیونکہ انہیں کسی کے کسی طرح کے نفع و ضرر کا اختیار تھا ہی نہیں۔ آج ہم خود مشرکوں سے فرما دیں گے کہ لو جس عذاب جہنم کو جھٹلا رہے تھے آج اس کا مزہ چکھو۔

---

❶ اس کی سند بھی سابقہ سند کی طرح یعنی سخت ضعیف ہے۔ ❷ ۲۵/ الفرقان:۱۷۔ ❸ ٤/ النسآء:۱۱۷، ۱۱۸۔

ترجمہ: جب ان کے سامنے ہماری صاف صاف آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص تو تمہیں تمہارے باپ داداؤں کے معبود سے روک دینا چاہتا ہے اس کے سوا کوئی بات نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو تراشا ہوا بہتان ہے۔ حق ان کے پاس آ چکا لیکن پھر بھی کافر یہی کہتے رہے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ [۴۳] ان مکے والوں کو نہ تو ہم نے کتابیں دے رکھی ہیں جنہیں یہ پڑھتے ہوں نہ ان کے پاس تجھ سے پہلے کوئی آگاہ کرنے والا آیا ہے۔ [۴۴] ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی ہماری باتوں کو جھوٹا جانا تھا انہیں ہم نے جو دے رکھا تھا یہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا پھر دیکھ کہ میرے عذابوں کی کیا کیفیت ہوئی۔ [۴۵]

قرآن کتاب حق ہے: [آیت:۴۳۔۴۵] کافروں کی وہ شرارت بیان ہو رہی ہے جس کے باعث وہ ربانی عذابوں کے مستحق ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام تازہ بہ تازہ اس کے افضل رسول کی زبان سے سنتے ہیں۔ قبول کرنا، ماننا، اس کے مطابق عمل کرنا تو ایک طرف۔ اور کہتے ہیں کہ دیکھو یہ شخص تمہیں تمہارے پرانے اور سچے دین سے روک رہا ہے اور اپنے باطل خیالات کی طرف تمہیں بلا رہا ہے یہ قرآن تو اس کا خود تراشیدہ ہے آپ ہی گھڑ لیتا ہے اور یہ تو جادو ہے اور اس کا جادو ہونا کچھ ڈھکا چھپا نہیں، بالکل ظاہر ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان عرب کی طرف نہ تو اس سے پہلے کوئی کتاب بھیجی گئی ہے نہ آپ سے پہلے ان میں کوئی رسول آیا ہے اس لئے انہیں مدتوں سے تمنا تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کا رسول ہم میں آتا اگر کتاب اللہ ہم میں اترتی تو ہم سب سے زیادہ مطیع اور پابند ہو جاتے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دیرینہ آرزو پوری کی تو لگے جھٹلانے اور انکار کرنے۔ اس سے اگلی امتوں کے نتیجے ان کے سامنے ہیں۔ وہ قوت و طاقت، مال و متاع اسباب دنیوی ان سے بہت زیادہ رکھتے تھے یہ تو ابھی ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے لیکن میرے عذابوں کے اترنے کے بعد نہ مال کام آئے نہ اولادیں اور نہ کنبے قبیلے کام آئے نہ قوت و طاقت نے کوئی فائدہ دیا، برباد کر دیئے گئے۔

جیسے فرمایا ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ﴾ (1) الخ یعنی ہم نے انہیں قوت و طاقت دے رکھی تھی آنکھیں اور کان بھی رکھتے تھے دل بھی تھے لیکن میری آیتوں کے انکار پر جو عذاب آئے، اس وقت کسی چیز نے کچھ فائدہ نہ دیا اور جس کے ساتھ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔ کیا یہ لوگ زمین پر چل پھر کر اپنے سے اگلے لوگوں کا انجام دیکھتے نہیں جو ان سے تعداد میں زیادہ طاقت میں بڑھے ہوئے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ رسولوں کے جھٹلانے کے باعث پیس دیئے گئے، جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے۔ تم دیکھ لو غور کر لو کہ میں نے کس طرح اپنے رسولوں کی نصرت کی اور کس طرح جھٹلانے والوں پر اپنا عذاب اتارا؟

(1) ٤٦/ الاحقاف:٢٦۔

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝ (٤٦)

ترجمہ: کہہ دے کہ میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خلوص کے ساتھ ضد چھوڑ کر دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی۔ تمہارے اس رفیق کو کوئی جنون نہیں وہ تو تمہیں ایک بڑی سخت آفت کے آنے سے پہلے ہوشیار کرنے والا ہے۔[٤٦]

پیغمبر ﷺ مجنون نہیں ہیں: [آیت:٤٦] حکم ہوتا ہے کہ یہ کافر جو تجھے مجنون بتا رہے ہیں ان سے کہہ کہ ایک کام تو کرو خلوص کے ساتھ تعصب اور ضد کو چھوڑ کر ذرا سی دیر سوچو تو آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرو کہ کیا محمد مجنون ہے؟ اور ایمان داری سے ایک دوسرے کو جواب دے۔ ہر شخص تنہا تنہا بھی غور کرے اور دوسرے سے بھی پوچھے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ ضد اور ہٹ کو دماغ سے نکال کر' تعصب اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر۔ تمہیں خود معلوم ہو جائے گا تمہارے دل سے آواز اٹھے گی کہ حقیقت میں حضور اکرم ﷺ کو جنون نہیں' بلکہ وہ آپ تم سب کے خیر خواہ ہیں درد مند ہیں۔ ایک آنے والے خطرے سے جس سے تم بے خبر ہو وہ تمہیں آگاہ کر رہے ہیں۔

بعض لوگوں نے اس آیت سے تنہا اور جماعت سے نماز پڑھنے کا مطلب سمجھا ہے اور اس کے ثبوت میں ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''میں تین چیزیں دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کوئی نہیں دیا گیا۔ یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کئے گئے مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہیں کئے گئے تھے۔ وہ مال غنیمت کو جمع کر کے جلا دیتے تھے۔ اور میں ہر سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ہر نبی صرف اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو کی چیز بنا دی گئی ہے کہ میں اس کی مٹی سے تیمم کر لوں اور جہاں بھی ہوں اور نماز کا وقت آ جائے نماز ادا کر لوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب کھڑے ہو جایا کرو۔ دو دو اور ایک ایک۔ اور ایک مہینے کی راہ تک میری مدد صرف رعب سے کی گئی ہے۔'' [1] یہ حدیث سنداً ضعیف ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس میں آیت کا ذکر اور اسے جماعت سے یا الگ نماز پڑھ لینے کے معنی میں لے لینا۔ یہ راوی کا اپنا قول ہو اور اس طرح بیان کر دیا گیا ہو کہ بظاہر وہ الفاظ حدیث کے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات کی احادیث بہ سند صحیح بہت سی مروی ہیں اور کسی میں بھی یہ الفاظ نہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

آپ لوگوں کو اس عذاب سے ڈرانے والے ہیں جو ان کے آگے ہے اور جس سے یہ بالکل بے خبر بے فکری سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ''نبی کریم ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور عرب کے دستور کے مطابق یَا صَبَاحَاہ کہہ کر آواز بلند کی جو علامت تھی کہ کوئی شخص کسی اہم بات کے لئے بلا رہا ہے۔ عادت کے مطابق اسے سنتے ہی لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا سنو اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن تمہاری طرف چڑھائی کرنے چلا آ رہا ہے اور عجب نہیں کہ صبح و شام ہی تم پر حملہ کر دے۔ تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے بہ یک زبان جواب دیا: ہاں! بے شک ہم آپ کو سچا جانیں گے۔ آپ نے فرمایا: سنو میں تمہیں اس عذاب =

[1] ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف جداً عثمان بن ابی العاتکہ ضعیف اور علی بن یزید سخت ضعیف ہے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾

ترجمہ: کہہ دے کہ جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ تمہیں ہی دیا۔ میرا بدلہ تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے وہ ہر چیز پر حاضر اور مطلع ہے۔[۴۷] کہہ دے کہ میرا رب حق سچی وحی نازل فرماتا ہے وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے۔[۴۸] کہہ دے کہ حق آ چکا۔ باطل نہ تو پہلی بار ابھرا نہ دوبارہ ابھر سکے گا۔[۴۹] کہہ دے کہ اگر میں بہک جاؤں تو میرے بہکنے کا وبال مجھ ہی پر ہے اور اگر میں راہ ہدایت پر ہوں تو بہ سبب اس وحی کے جو میرے پروردگار نے مجھے کی ہے وہ بڑا ہی سننے والا اور بہت ہی قریب ہے۔[۵۰]

= سے ڈرا رہا ہوں جو تمہارے آگے ہے۔'' یہ سن کر ابولہب ملعون نے کہا' تیرے ہاتھ ٹوٹیں کیا اسی لئے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا۔ اس پر سورۂ ﴿تَبَّتْ يَدَآ﴾ ❶ الخ اتری ❷ یہ احادیث ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ ❸ کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نکلے اور ہمارے پاس آ کر تین مرتبہ آواز دی۔ فرمایا ''لوگو! میری اور اپنی مثال جانتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول ﷺ کو پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا میری اور تمہاری مثال اس قوم جیسی ہے جن پر دشمن حملہ کرنے والا تھا۔ انہوں نے اپنا آدمی بھیجا کہ جا کر دیکھے اور دشمن کے نقل وحرکت سے انہیں مطلع کرے اس نے جب دیکھا کہ دشمن ان کی طرف چلا آ رہا ہے اور قریب پہنچ چکا ہے تو وہ لپکا ہوا قوم کی طرف بڑھا کہ کہیں ایسا نہ ہو میں انہیں اطلاع پہنچاؤں' اس سے پہلے ہی دشمن کا حملہ نہ ہو جائے اس لئے اس نے راستے میں ہی اپنا کپڑا ہلانا شروع کیا کہ ہوشیار ہو جاؤ دشمن آ پہنچا۔ تین مرتبہ یہی کہا۔'' ❹ اور حدیث میں ہے میں اور قیامت ایک ساتھ ہی بھیجے گئے۔ قریب تھا کہ قیامت مجھ سے پہلے آ جاتی۔ ❺

پیغمبر ﷺ محسنِ انسانیت ہیں: [آیت:۴۷۔۵۰] حکم ہو رہا ہے کہ مشرکوں سے فرما دیجئے کہ میں جو تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں۔ تمہیں احکام دینی پہنچا رہا ہوں' وعظ ونصیحت کرتا ہوں اس پر میں تم سے کسی بدلے کا طالب نہیں۔ بدلہ تو اللہ تعالیٰ ہی دے گا جو تمام چیزوں کی حقیقت سے مطلع ہے۔ میری تمہاری حالت اس پر خوب روشن ہے۔ پھر جو فرمایا اسی طرح کی آیت ﴿يُلْقِي الرُّوْحَ﴾ ❻ الخ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرمان سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو جس پر چاہتا ہے اپنی وحی کے ساتھ بھیجتا ہے۔ وہ حق کے ساتھ فرشتہ اتارتا ہے وہ علام الغیوب ہے اس پر آسمان وزمین کی کوئی چیز مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق اور مبارک شریعت آ چکی۔ باطل پراگندہ اور بودا ہو کر برباد ہو گیا۔ جیسے فرمان ہے ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ ❼ ہم باطل پر حق =

❶ ۱۱۱/ اللھب:۱۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة سبا باب ﴿ان هو الا نذير لكم بين يدى عذاب شديد﴾ ۴۸۰۱؛ صحیح مسلم ۲۰۸۔ ❸ ۲۶/ الشعرآء:۲۱۴۔
❹ احمد، ۵/ ۳۴۸ وسنده حسن: مجمع الزوائد، ۱۰/ ۳۱۴۔
❺ ایضاً۔ ❻ ۴۰/ غافر:۱۵۔ ❼ ۲۱/ الانبیآء:۱۸۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ۝ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ۝ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝

ترجمہ: اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں جب کہ یہ کفار گھبرائے پھریں گے پھر نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور قریب ہی کی جگہ سے گرفتار کر لئے جائیں گے۔[۵۱] اس وقت کہیں گے کہ ہم اس قرآن پر ایمان لائے لیکن اس قدر دور جگہ سے کیسے ہاتھ پہنچ سکتا ہے۔[۵۲] اس سے پہلے تو انہوں نے اس سے کفر کیا تھا۔ اور دور دراز سے بن دیکھے ہی پھینکتے رہے۔[۵۳] ان کی چاہتوں اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا جیسے کہ اس سے پہلے بھی ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا۔ یہ تھے ہی شک و تردد میں۔[۵۴]

ع ۱۲

= کو نازل فرما کر باطل کے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں اور اس کی بھوسی اڑ جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے دن جب بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں کے بتوں کو اپنی کمان کی لکڑی سے گراتے جاتے تھے اور زبان سے فرماتے جاتے تھے۔ ﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ ❶ حق آ گیا باطل مٹ گیا' وہ تھا ہی مٹنے والا۔ ❷ (بخاری و مسلم)۔

باطل کا اور ناحق کا دباؤ سب دب گیا۔ بعض مفسرین سے مروی ہے کہ مراد یہاں باطل سے ابلیس ہے۔ یعنی نہ اس نے کسی کو پہلے پیدا کیا نہ آئندہ کر سکے نہ مردے کو جلا سکے' نہ اسے کوئی اور ایسی قدرت حاصل ہے۔ بات تو یہ بھی سچی ہے لیکن یہ مراد یہاں نہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر جو فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ خیر سب کی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی وحی میں ہے وہی سراسر حق ہے اور ہدایت و بیان و رشد ہے۔ گمراہ ہونے والے آپ ہی بگڑ رہے ہیں اور اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب کہ مفوضہ کا مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا اسے میں اپنی رائے سے بیان کرتا ہوں۔ اگر صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے بری ہے۔ ❸

وہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتوں کا سننے والا ہے اور قریب ہے پکارنے والے کی ہر پکار کو ہر وقت سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ صحیح کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ "تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے' جسے تم پکار رہے ہو وہ سمیع' قریب و مجیب ہے۔" ❹

روز قیامت پشیمانی اور ایمان کا اقرار نفع نہ دے گا: [آیت:۵۱-۵۴] اللہ تبارک و تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے نبی! کاش کہ آپ

❶ ۱۷/ بنی اسرآئیل:۸۱۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی اسرآئیل باب ﴿وقل جاء الحق وزهق الباطل﴾ ۴۷۲۰؛ صحیح مسلم ۱۷۸۱؛ ترمذی ۳۱۳۸۔

❸ ابوداود، کتاب النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم لها صداقا حتی مات ۲۱۱۶ وهو صحیح؛ نسائی ۳۳۶۰۔

❹ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر ۴۲۰۲؛ صحیح مسلم ۲۷۰۴؛ احمد، ۴/ ۴۰۲؛ ابوداود ۱۵۲۷؛ ترمذی ۳۳۷۱؛ ابن ماجه ۳۸۲۴؛ مسند ابی یعلی ۷۲۵۲۔

ان کافروں کی قیامت کے دن کی گھبراہٹ دیکھتے کہ ہر چند عذابوں سے چھٹکارا چاہیں گے لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہیں پائیں گے۔ نہ بھاگ کر نہ چھپ کر نہ کسی کی حمایت نہ کسی کی پناہ سے بلکہ فوراً ہی پاس سے ہی پکڑ لے جائیں گے۔ ادھر قبروں سے نکلے ادھر گرفتار کر لئے گئے۔ ادھر کھڑے ہوئے ادھر گرفتار کر لئے گئے۔ یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ دنیا میں عذابوں میں ہی پھنس گئے چنانچہ بدر وغیرہ کے میدانوں میں قتل واسیر ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ مراد قیامت کے دن کے عذاب ہیں۔ بعض کہتے ہیں بنوعباس کی خلافت کے زمانے میں مکے مدینے کے درمیان ان کے لشکروں کا زمین میں دھنسایا جانا مراد ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے اسے بیان کر کے اس کی دلیل میں ایک حدیث وارد کی ہے جو بالکل ہی موضوع اور گھڑی ہوئی ہے لیکن تعجب پر تعجب ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے اس کا موضوع ہونا بیان نہیں کیا۔ قیامت کے دن کہیں گے کہ ہم ایمان قبول کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر ایمان لائے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرٰىٓ اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ [1] الخ کاش کہ تو دیکھتا جب کہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں کھڑے ہوں گے اور شرمندگی سے کہہ رہے ہوں گے کہ: اے اللہ! ہم نے دیکھ سن لیا۔ ہمیں یقین آ گیا۔ اب تو ہمیں پھر سے دنیا میں بھیج دے تو ہم دل سے مانیں گے۔ لیکن کوئی شخص جس طرح بہت دور کی چیز کو لینے کے لئے دور سے ہی ہاتھ بڑھائے اور وہ اس کے ہاتھ نہیں آ سکتی۔ اسی طرح یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ آخرت میں وہ کام کرتے ہیں جو دنیا میں کرنا چاہئے تھا تو آخرت میں وہ ایمان لانا بے سود ہے۔ اب نہ دنیا میں لوٹائے جائیں نہ اس وقت کی گریہ و زاری، توبہ وفریاد، ایمان واسلام کچھ کام آئے۔ اس سے پہلے دنیا میں تو منکر رہے نہ اللہ تعالیٰ کو مانا نہ رسول پر ایمان لائے نہ قیامت کے قائل ہوئے یونہی جیسے کوئی بن دیکھے اندازے سے ہی نشانے پر تیر بازی کر رہا ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی باتوں کو اپنے گمان سے ہی رد کرتے رہے۔ نبی کو کبھی کاہن کہہ دیا، کبھی شاعر بتلا دیا، کبھی جادوگر کہا اور کبھی مجنون، صرف اٹکل پچو۔ قیامت کو جھٹلاتے رہے اور بے دلیل آوروں کی عبادت کرتے رہے جنت دوزخ کا مذاق اڑاتے رہے۔ اب ایمان میں اور ان میں حجاب آ گیا۔ توبہ میں اور ان میں پردہ پڑ گیا۔ دنیا ان سے چھوٹ گئی یہ دنیا سے الگ ہو گئے۔ ابن ابی حاتم نے یہاں پر عجیب وغریب اثر نقل کیا ہے جسے ہم پورا ہی نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''بنواسرائیل میں ایک فاتح شخص تھا جس کے پاس مال بہت تھا جب وہ مر گیا اور اس کا لڑکا اس کا وارث ہوا تو بری طرح نافرمانیوں میں مال لٹانے لگا۔ اس کے چچاؤں نے اسے ملامت کی اور سمجھایا اس نے غصے میں آ کر سب چیزیں بیچ کر روپے لے کر عین شجاجہ کے پاس آ کر ایک محل تعمیر کرا کر یہاں رہنے لگا۔ ایک روز زور کی آندھی اٹھی۔ جس میں ایک بہت خوبصورت خوش رو عورت اس کے پاس آ پڑی۔ اس نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا بنی اسرائیلی شخص ہوں۔ کہا یہ محل اور مال آپ ہی کا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ پوچھا آپ کی بیوی بھی ہے؟ کہا، نہیں۔ کہا پھر تم اپنی زندگی کا لطف کیا اٹھاتے ہو؟ اب اس نے پوچھا کہ کیا تمہارا خاوند ہے۔ اس نے کہا: نہیں۔ کہا پھر مجھے قبول کرو۔ اس نے جواب دیا میں یہاں سے میل بھر دور رہتی ہوں کل تم یہاں سے اپنے ساتھ دن بھر کا کھانا پینا لے کر چلو اور میرے ہاں آ ؤ راستے میں کچھ عجائبات دیکھو تو گھبرانا نہیں۔ اس نے قبول کیا اور دوسرے دن توشہ لے کر چلا۔ میل بھر دور جا کر ایک نہایت عالی شان محل دیکھا۔ دستک دینے سے ایک خوبصورت نوجوان شخص آیا۔ پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب دیا بنواسرائیلی ہوں۔ کہا کیسے آئے ہیں؟ کہا اس مکان کی مالکہ نے بلوایا ہے۔ پوچھا راستے میں

[1] ٣٢/ السجدة: ١٢۔

کچھ ہولناک چیزیں بھی دیکھیں؟ جواب دیا ہاں اور اگر مجھے یہ کہا ہوا نہ ہوتا کہ گھبرانا مت' تو میں ہول و دہشت سے ہلاک ہو گیا ہوتا۔ میں چلا' ایک چوڑے راستے پر پہنچا تو دیکھا ایک کتیا منہ پھاڑے بیٹھی ہوئی ہے۔ میں گھبرا کر دوڑا تو دیکھا کہ مجھ سے آگے آگے وہ ہے اور اس کے پلے (بچے) اس کے پیٹ میں ہیں اور بھونک رہے ہیں۔ اس نوجوان نے کہا' تو اسے نہیں پائے گا۔ یہ تو آخر زمانے ہونے والی ایک بات کی مثال تجھے دکھائی گئی ہے کہ ایک نوجوان بوڑھے بڑوں کی مجلس میں بیٹھے گا اور ان سے اپنے راز کی پوشیدہ باتیں کرے گا۔ میں اور آگے بڑھا تو دیکھا۔ ایک سو بکریاں ہیں جن کے تھن دودھ سے پر ہیں۔ ایک بچہ ہے جو دودھ پی رہا ہے جب وہ دودھ ختم ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ اور کچھ باقی نہیں رہا تو وہ منہ کھول دیتا ہے گویا اور مانگ رہا ہے۔ اس نوجوان دربان نے کہا تو اسے بھی نہیں پائے گا۔ یہ مثال تجھے بتلائی گئی ہے ان بادشاہوں کی جو آخر زمانے میں آئیں گے۔ لوگوں سے سونا چاندی گھسیٹیں گے یہاں تک کہ سمجھ لیں گے کہ اب کسی کے پاس کچھ نہیں بچا تو بھی وہ ظلم و زیادتی کر کے منہ پھیلائے رہیں گے۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے نہایت تر و تازہ' خوش رنگ اور خوش وضع' میں نے اس کی ایک ٹہنی توڑنی چاہی تو دوسرے درخت سے آواز آئی' کہ اے اللہ کے بندے میری ڈالی توڑ جا۔ پھر تو ہر ایک درخت سے یہی آواز آنے لگی۔ دربان نے کہا۔ تو اسے بھی نہ پائے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ جب ایک مرد کی طرف سے عورت کو پیغام جائے گا تو دس بیس عورتیں اسے اپنی طرف بلانے لگیں گی۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک دریا کے کنارے ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور لوگوں کو پانی بھر بھر کر دے رہا ہے پھر اپنی مشک میں ڈالتا ہے لیکن اس میں ایک قطرہ بھی نہیں ٹھہرتا۔ دربان نے کہا تو اسے بھی نہیں پائے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں ایسے علما اور واعظین ہوں گے جو لوگوں کو علم سکھائیں گے بھلی باتیں بتلائیں گے۔ لیکن خود عامل نہیں ہوں گے بلکہ خود گناہوں میں مبتلا رہیں گے۔ پھر جو میں آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بکری ہے۔ بعض لوگوں نے تو اس کے پاؤں پکڑ رکھے ہیں بعضوں نے دم تھام رکھی ہے بعضوں نے سینگ پکڑ رکھے ہیں بعض اس پر سوار ہیں اور بعض اس کا دودھ دوہ رہے ہیں۔ اس نے کہا یہ مثال ہے دنیا کی' جو اس کے پیر تھامے ہوئے ہیں یہ تو وہ ہیں جو دنیا سے گر گئے جنہیں یہ نہ ملی۔ جس نے سینگ تھام رکھے ہیں یہ وہ ہے جو اپنا گزارہ کر لیتا ہے لیکن تنگی ترشی سے' دم پکڑنے والے وہ ہیں جن سے دنیا بھاگ چکی ہے۔ سوار وہ ہیں جو از خود تارک دنیا ہو گئے ہیں۔ ہاں دنیا سے صحیح فائدہ اٹھانے والے وہ ہیں جنہیں تم نے اس بکری کا دودھ نکالتے ہوئے دیکھا۔ انہیں خوشی ہو' یہ مستحق مبارک باد ہیں۔ اس نے کہا میں اور آگے چلا تو دیکھا کہ ایک شخص ایک کنویں میں سے پانی کھینچ رہا ہے اور ایک حوض میں ڈال رہا ہے۔ جس حوض میں سے پانی پھر کنویں میں چلا جاتا ہے۔ اس نے کہا یہ وہ شخص ہے جو نیک عمل کرتا ہے لیکن قبول نہیں ہوتے۔ اس نے کہا پھر میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص نے دانے زمین میں بوئے اسی وقت کھیتی تیار ہو گئی اور بہت اچھے نفیس گیہوں نکل آئے۔ کہا یہ وہ شخص ہے جس کی نیکیاں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ شخص چت لیٹا پڑا ہے۔ مجھ سے کہنے لگا بھائی میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دو۔ واللہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں بیٹھا ہی نہیں۔ میرے ہاتھ پکڑتے ہی وہ کھڑا ہو کر تیز دوڑا یہاں تک کہ میری نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ اس دربان نے کہا یہ تیری عمر تھی جو جا چکی اور ختم ہو گئی۔ میں ملک الموت ہوں اور جس عورت سے تو ملنے آیا ہے اس کی صورت میں بھی میں ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تیرے پاس آیا تھا کہ تیری روح اس جگہ قبض کروں' پھر تجھے جہنم رسید کروں۔ اس کے بارے میں یہ آیت ﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ﴾ الخ نازل ہوئی۔'' یہ اثر غریب ہے اور اس کی صحت میں بھی نظر ہے۔ آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ کافروں کی جب

موت آتی ہے ان کی روح حیات دنیا کی لذتوں میں اٹکی رہتی ہے۔ لیکن موت مہلت نہیں دیتی اور ان کی خواہش کے اور ان کے درمیان وہ حائل ہو جاتی ہے۔ جیسے اس شخص مغرور ومفتون کا حال ہوا کہ گیا تو عورت ڈھونڈھنے کو اور ملاقات ہوئی ملک الموت سے امید پوری ہو اس سے پہلے روح پرواز کر گئی۔ پھر فرماتا ہے ان سے پہلے کی امتوں کے ساتھ بھی یہی کیا گیا وہ بھی موت کے وقت زندگی اور ایمان کی آرزو کرتے رہے جو محض بے سود تھی۔ جیسے فرمان عالی شان ہے ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا﴾ ❶ الخ جب انہوں نے ہمارے عذاب دیکھ لیے تو کہنے لگے۔ ہم اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان لائے اور جس جس کو ہم شریک الٰہی بناتے تھے ان سب سے ہم انکار کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت کے ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ ان سے پہلوں میں بھی یہی طریقہ الٰہی جاری رہا۔ کفار نفع سے محروم ہی ہیں۔ یہاں فرمایا کہ دنیا میں تو زندگی بھر شک وشبہ میں اور تردد میں ہی رہے۔ اسی وجہ سے عذاب کے معائنے کے بعد کا ایمان بے کار رہا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا آب زر سے لکھنے کے لائق یہ قول ہے جو آپ فرماتے کہ شبہات سے اور شکوک سے بچو اس پر جس کی موت آئی وہ قیامت کے دن بھی اسی پر اٹھایا جائے گا اور جو یقین پر مرا اسے یقین پر ہی اٹھایا جائے گا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے سورۂ سبا کی تفسیر ختم ہوئی تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَقَضَى اللّٰهُ حَاجَاتِنَا۔

❶ ٤٠/ المؤمن: ٨٤۔

تفسیر سورۂ فاطر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱﴾ مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَۃٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَہَا ۚ وَ مَا یُمۡسِکۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲﴾

ترجمہ: ساتھ نام اللہ تعالیٰ بخشش و مہربانی والے کے۔

اس معبود برحق کے لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں جو ابتداءً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغام پہنچانے والا۔ بنانے والا ہے مخلوق میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔[۱] اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں' اور وہی غالب حکمت والا ہے۔[۲]

اللہ تعالیٰ کی تعریف: [آیت:۱-۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ﴿فَاطِر﴾ کے بالکل ٹھیک معنی میں نے سب سے پہلے ایک اعرابی کی زبانی سن کر معلوم کئے۔ وہ اپنے ایک ساتھی اعرابی سے جھگڑتا ہوا آیا۔ ایک کنویں کے بارے میں ان کا اختلاف تھا۔ تو اعرابی نے کہا اَنَا فَطَرۡتُھَا یعنی پہلے پہل میں نے ہی اسے بنایا ہے۔ ❶ پس معنی یہ ہوئے کہ ابتدا بے نمونہ صرف اپنی قدرت کاملہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فاطر کے معنی خالق کے ہیں۔ ❷ اپنے اور اپنے نبیوں کے درمیان قاصد اس نے اپنے فرشتوں کو بنایا ہے جو پروں والے ہیں' اڑتے ہیں تاکہ جلدی سے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے رسولوں تک پہنچائیں۔ ان میں سے بعض دو پروں والے ہیں' بعض کے تین تین پر ہیں' بعض کے چار چار پر ہیں' بعض کے ان سے بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ المعراج میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے اور ہر دو پر کے درمیان مشرق و مغرب جتنا فاصلہ تھا۔'' ❸ یہاں بھی فرماتا ہے۔ رب جو چاہے اپنی مخلوق میں زیادتی کرے۔ جس کے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ پر کر دیتا ہے اور کائنات میں جو چاہے رچاتا ہے۔ اس سے مراد اچھی آواز بھی لی گئی ہے۔ چنانچہ ایک شاذ قرأت ﴿فِی الۡحَلۡقِ﴾ ''ح'' کے ساتھ بھی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے: اللہ تعالیٰ کا چاہا ہوا سب کچھ ہو کر رہتا ہے بغیر اس کی چاہت کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو وہ دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ نماز فرض کے سلام کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ

❶ الدر المنثور، ۷/ ۳۔ ❷ ایضا۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال أحدکم آمین والملائکۃ فی السماء...... ۳۲۳۲، ۳۲۳۳؛ صحیح مسلم ۱۷۴۔

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۳ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۵ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۶ۭ

ترجمہ: لوگو! تم پر جو انعام اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں انہیں یاد رکھو۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے روزی پہنچائے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں الٹے جاتے ہو؟[٣] اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تجھ سے پہلے کے تمام رسول بھی جھٹلائے جا چکے ہیں تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔[٤] لوگو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تمہیں دنیا کی زندگانی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز شیطان تمہیں غفلت میں ڈالے۔[٥] یاد رکھو شیطان تمہارا دشمن ہے تم اسے دشمن جانو۔ وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں۔[٦]

= یہی کلمات پڑھتے۔'' ((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)) اور حضور اکرم ﷺ فضول گوئی اور کثرت سوال اور مال کی بربادی سے منع فرماتے تھے اور آپ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے اور ماؤں کی نافرمانیاں کرنے اور خود لینے اور دوسروں کو نہ دینے سے بھی روکتے تھے'' ❶ (بخاری مسلم وغیرہ)۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ)) کہہ کر فرماتے۔ ((اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْاَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَمِلْاَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَللّٰهُمَّ اَهْلُ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَ كُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)) ❷ اسی آیت جیسی آیت۔ ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ﴾ ❸ الخ اور بھی اس کی نظیر کی آیتیں بہت سی ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ ''بارش برستی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم پر فتح کے تارے سے بارش برسائی گئی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے'' (ابن ابی حاتم)۔

اللہ کی نعمتوں سے اللہ کی پہچان: [آیت:٣-٦] اس بات کی دلیل بیان ہو رہی ہے کہ عبادتوں کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے کیوں کہ خالق و رازق صرف وہی ہے پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرنا فاش غلطی ہے۔ دراصل اس کے سوا لائق عبادت اور کوئی نہیں۔ پھر تم اس واضح دلیل اور ظاہر برہان کے بعد کیسے بہک رہے ہو؟ اور دوسروں کی عبادت کی طرف جھکے جاتے ہو؟ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یکرہ من قیل وقال ٦٤٧٣؛ صحیح مسلم ٥٩٣؛ احمد، ٤/ ٢٥٤۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقول اذا رفع رأسه من الرکوع ٤٧٧؛ ابوداود ٥٨٤٧؛ احمد، ٣/ ٨٧؛ ابن حبان، ١٩٠٥۔

❸ ٦/ الانعام:١٧۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۵ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۸

ع

ترجمہ: جو لوگ کافر ہوئے ان کے لئے سخت سزا ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے بخشش ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔[۷] کیا پس وہ شخص جس کے لئے اس کے برے اعمال زینت دیئے گئے ہیں اور وہ انہیں اچھے اعمال سمجھتا ہے یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے۔ پس تجھے ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہیے۔ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے۔[۸]

شیطان لوگوں کا واضح دشمن ہے: اے نبی کریم (ﷺ) اگر آپ کے زمانے کے کفار آپ کی مخالفت کریں اور آپ کی بتلائی ہوئی توحید اور خود آپ کی سچی رسالت کو جھٹلائیں تو آپ شکستہ دل نہ ہو جایا کریں۔ اگلے نبیوں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا۔ سب کاموں کا مرجع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ وہ سب کو ان کے تمام کاموں کا بدلے دے گا اور سزا جزا سب کچھ ہوگی۔ لوگو! قیامت کا دن حق ہے وہ یقیناً آنے والا ہے۔ وہ وعدہ اٹل ہے۔ وہاں کی نعمتوں کے بدلے یہاں کے فانی عیش پر الجھ نہ جاؤ۔ دنیا کی ظاہری عیش وہاں کی حقیقی خوشی سے کہیں تمہیں محروم نہ کر دے اسی طرح شیطان مکار سے بھی ہوشیار رہنا۔ اس کے چلتے پھرتے جادو میں نہ پھنس جانا۔ اس کی جھوٹی اور چکنی چپڑی باتوں میں آ کر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے حق کلام کو نہ چھوڑ بیٹھنا۔ سورۂ لقمان کے آخر میں بھی یہی فرمایا ہے۔ پس غرور یعنی دھوکے باز یہاں شیطان کو کہا گیا ہے۔ ❶ جب مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان قیامت کے دن دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ جس میں دروازہ ہوگا جس کے اندرونی حصے میں رحمت ہوگی اور ظاہری حصے میں عذاب ہوگا اس وقت منافقین مؤمنین سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہ تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ساتھی تو تھے لیکن تم نے تو اپنے تئیں فتنے میں ڈال دیا تھا اور سوچتے ہی رہے شک و شبہ دور ہی نہ کیا۔ خواہشوں کو پورا کرنے میں ڈوبے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچا اور دھوکے باز شیطان نے تمہیں بھلاوے (دھوکے) میں ہی رکھا۔ اس آیت میں بھی شیطان کو غرور کہا گیا ہے۔ پھر شیطانی دشمنی کو بیان کیا کہ وہ تو تمہیں مطلع کر کے تمہاری دشمنی اور بربادی کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ پھر تم کیوں اس کی باتوں میں آ جاتے ہو اور اس کے دھوکے میں پھنس جاتے ہو؟ اس کی اور اس کی فوج کی تو عین تمنا ہے کہ وہ تمہیں بھی اپنے ساتھ گھسیٹ کر جہنم میں لے جائے اللہ تعالیٰ قوی و عزیز سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں شیطان کا دشمن ہی رکھے اور اس کے مکر سے ہمیں محفوظ رکھے اور اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنتوں کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے وہ ہر چیز پر قادر ہے اور دعاؤں کا قبول فرمانے والا ہے۔ جس طرح اس آیت میں شیطان کی دشمنی کا بیان کیا گیا ہے اسی طرح سورۂ کہف کی آیت ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ﴾ ❷ الخ میں بھی اس کی دشمنی کا ذکر ہے۔)

دُنیا کی زندگی عارضی ہے: [آیت:۷۔۸] اوپر بیان گزر را تھا کہ شیطانوں کے تابعداروں کی جگہ جہنم ہے اس لئے یہاں بیان ہو =

❶ الطبری، ۲۰/ ۴۳۸۔ ❷ ۱۸/ الکهف: ۵۰۔

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

ترجمہ: اللہ ہی ہوائیں چلاتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم بادلوں کو خشک زمین کی طرف لے جاتے ہیں اور اس سے اس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا بھی ہے۔[۹] جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کی ساری عزت ہے تمام تر ستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل بھی جسے وہ بلند کرتا ہے۔ جو لوگ برائیوں کے داؤں گھات میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے سخت تر عذاب ہے اور ان کا یہ مکر برباد ہو جائے گا۔[۱۰] لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا ہے پھر تمہیں مرد عورت بنا دیا ہے۔ عورتوں کا حاملہ ہونا اور بچوں کا تولد ہونا سب اس کے علم سے ہی ہے اور جو بڑی عمر والا عمر دیا جائے اور جس کسی کی عمر گھٹے وہ سب کتاب میں لکھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ پر یہ سب بالکل آسان ہے۔[۱۱]

= رہا ہے کہ کفار کے لئے سخت تر عذاب ہیں۔ اس لئے کہ یہ شیطان کے تابع اور رحمان کے نافرمان ہیں۔ مؤمنوں سے جو گناہ ہو بھی جائیں بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دے اور جو نیکیاں ان کی ہیں ان پر انہیں بڑا بھاری اجر و ثواب ملے گا۔ کافر اور بدکار لوگ اپنی بداعمالیوں کو نیکیاں سمجھ بیٹھے ہیں۔ تو ایسے گمراہ لوگوں پر تیرا کیا بس ہے؟ ہدایت و گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ پس تجھے ان پر غمگین نہ ہونا چاہیے۔ مقدراتِ الٰہی جاری ہو چکے ہیں۔ مصلحت مالک الملوک کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہدایت و ضلالت میں بھی اس کی حکمت ہے کوئی کام اس سچے حکیم کا حکمت سے خالی نہیں۔ لوگوں کے تمام افعال اس پر واضح ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا۔ پھر ان پر اپنا نور ڈالا۔ پس جس پر وہ نور پڑ گیا وہ دنیا میں آ کر سیدھی راہ چلا اور جسے اس دن وہ نور نہ ملا وہ دنیا میں آ کر بھی ہدایت سے بہرہ ور نہ ہو سکا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علم کے مطابق قلم چل کر خشک ہو گیا'' ❶ (ابن ابی حاتم)۔

اور روایت میں ہے کہ ہمارے پاس حضور اکرم ﷺ آئے اور فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ کے لئے سب تعریف ہے جو گمراہی سے ہدایت پر لاتا ہے اور جس پر چاہتا ہے گمراہی خلط ملط کر دیتا ہے۔'' ❷ یہ حدیث بھی بہت ہی غریب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا بیان: [آیت:۹۔۱۱] موت کے بعد زندگی پر قرآن کریم میں عموماً خشک زمین کے ہرا ہونے سے استدلال

❶ حاکم، ۱/ ۳۰، ۳۱ ح ۸۳ وسندہ صحیح۔

❷ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف، اس میں مجہول راوی ہیں۔

کیا گیا ہے۔ جیسے سورۂ حج وغیرہ میں ہے بندوں کے لئے اس میں پوری عبرت اور مردوں کے زندہ ہونے کی پوری دلیل اس میں موجود ہے کہ زمین بالکل سوکھی پڑی ہے' کوئی تر و تازگی اس میں نظر نہیں آتی' لیکن بادل اٹھتے ہیں' پانی برستا ہے کہ اس کی خشکی' تازگی اور اس کی موت' زندگی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو ایک تنکا بھی نظر نہ آتا تھا یا کوسوں تک ہریالی ہی ہریالی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بنو آدم کے اجزا قبروں وغیرہ میں بکھرے پڑے ہوں گے ایک سے ایک الگ ہو گا۔ لیکن عرش کے نیچے سے پانی برستے ہی تمام جسم قبروں میں سے اگنے لگیں گے۔ جیسے زمین سے دانے اگ آتے ہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے "ابن آدم تمام کا تمام گل سڑ جاتا ہے۔ لیکن ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی۔ اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے ترکیب دیا جائے گا۔" ❶ یہاں بھی نشان بتا کر فرمایا۔ اسی طرح موت کے بعد کی زیست ہے۔ سورۂ حج کی تفسیر میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ "ابورزین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور! اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا' اے ابورزین! کیا تم اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گزرے کہ وہ خشک بنجر پڑی ہوتی ہے۔ پھر جو تم گزرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سبزہ زار بنی ہوئی ہے اور تازگی کے ساتھ لہلہا رہی ہے۔ حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں حضور! یہ تو اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ آپ نے فرمایا بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا۔" ❷ جو شخص دنیا اور آخرت میں باعزت رہنا چاہتا ہو۔ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کرنی چاہئے وہی اس مقصد کا پورا کرنے والا ہے۔ دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے۔ ساری عزتیں اس کی ملکیت میں ہیں۔

چنانچہ اور آیت میں ہے کہ جو لوگ مؤمنوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستیاں کرتے ہیں کہ ان کے پاس ہماری عزت ہو' وہ عزت سے ہاتھ دھو رکھیں۔ عزتیں تو اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ اور جگہ فرمانِ عالی شان ہے۔ تجھے ان کی باتیں غمناک نہ کریں۔ تمام تر عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ اور آیت میں اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ❸ یعنی عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے' لیکن منافق بے علم ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "بتوں کی پرستش میں عزت نہیں۔ عزتوں والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔" ❹ پس بقول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ طالب عزت کو احکام الٰہی کی تعمیل میں مشغول رہنا چاہئے۔ ❺ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو یہ جاننا چاہتا ہو کہ کس کے لئے عزت ہے وہ جان لے کہ ساری عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ ذکر' تلاوت' دعا وغیرہ پاک کلمے اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ہم جتنی احادیث تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ سب کی تصدیق کتاب اللہ سے پیش کر سکتے ہیں۔ سنو! مسلمان بندہ جب سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ پڑھتا ہے تو ان کلمات کو فرشتہ اپنے پر تلے لے کر آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ فرشتوں کے جس مجمع کے پاس سے گزرتا ہے وہ مجمع ان کلمات کے کہنے والے کے لئے استغفار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ رب العالمین عزوجل کے سامنے یہ کلمات پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر آپ نے ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ کی تلاوت کی ❻ (ابن جریر)۔

---

❶ صحيح بخاری، کتاب التفسير، سورة عم يتساء لون ٤٩٣٥؛ صحيح مسلم ٢٩٥٥؛ ابوداود ٤٧٤٣؛ ابن ماجه ٤٢٦٦؛ احمد، ٢/ ٣٢٢؛ ابن حبان ٣١٣٩۔ ❷ احمد، ٤/ ١١ سنده حسن، وکیع بن عدس حسن الحدیث راوی ہے۔

❸ ٦٣/ المنافقون:٨۔ ❹ الطبری، ٢٠/ ٤٤٣۔ ❺ ايضا، ٢٠/ ٤٤٤۔

❻ حاكم، ٢/ ٤٢٥ وهو اثر حسن، عبدالرحمن بن عبدالله المسعودی حدث به قبل اختلاطه۔

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''سُبْحَانَ اللّٰهِ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ عرش کے اردگرد آہستہ آہستہ آواز نکالتے ہیں جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ اپنے کہنے والے کا ذکر اللہ تعالیٰ کے سامنے کرتے رہتے ہیں اور نیک اعمال خزانوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں'' جولوگ اللہ تعالیٰ کا جلال اس کی تسبیح اس کی حمد اس کی بڑائی اس کی وحدانیت کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے ان کے یہ کلمات عرش کے آس پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ کوئی نہ کوئی تمہارا ذکر تمہارے رب کے سامنے کرتا رہے۔'' ❶ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ ''پاک کلموں سے مراد ذکر اللہ ہے اور عمل صالح سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے۔ پس جو شخص ذکر اللہ اور ادائے فریضہ کرے اس کا عمل اس کے ذکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھاتا ہے اور جو ذکر کرے لیکن فریضہ ادا نہ کرے اس کا کلام اس کے عمل پر لوٹا دیا جاتا ہے۔'' ❷ اسی طرح حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیب کو عمل صالح لے جاتا ہے۔ اور بزرگوں سے بھی یہی منقول ہے۔

بلکہ ایاس بن معاویہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اگر عمل صالح نہ ہو تو کلمہ طیبہ اوپر کو نہیں اٹھتا۔'' حسن اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں ''قول بغیر عمل کے مردود ہے۔'' برائیوں کے گھات میں لگنے والے وہ لوگ ہیں جو مکاری اور ریاکاری سے اعمال کرتے ہوں۔ ❸ لوگوں پر گو یہ ظاہر ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں لیکن دراصل اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سب سے زیادہ برے ہیں۔ جو نیکیاں وہ کرتے ہیں وہ صرف دکھاوے کی ہیں۔ یہ ذکر اللہ بہت ہی کم کرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن فرماتے ہیں' اس سے مراد مشرک ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے مشرک اس میں بہ طریق اولیٰ داخل ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اور ان کا مکر فاسد و باطل ہے۔ ان کا جھوٹ آج نہیں تو کل کھل جائے گا۔ عقلمند ان کے مکر سے واقف ہو جائیں گے۔ جو شخص جو کچھ کرے اس کا اثر اس کے چہرے سے ظاہر ہو جاتا ہے اس کی زبان اسی رنگ سے رنگ دی جاتی ہے۔ جیسا باطن ہوتا ہے اسی کا عکس ظاہر پر بھی پڑتا ہے۔ ریاکاری کی بے ایمانی لمبی مدت تک پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ ہاں کوئی بے وقوف اس کے دام میں پھنس جائے تو اور بات ہے۔ مؤمن پورے عقلمند اور کامل دانا ہوتے ہیں وہ ان دھوکے بازوں سے بخوبی آگاہ ہو جاتے ہیں اور اس عالم الغیب اللہ تعالیٰ پر تو کوئی بات بھی چھپ نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور ان کی نسل کو ایک ذلیل پانی سے جاری رکھا پھر تمہیں جوڑا جوڑا بنایا۔ یعنی مرد و عورت یہ بھی اس کا لطف و کرم اور انعام و احسان ہے کہ مردوں کے لئے بیویاں بنائیں جو ان کے سکون و راحت کا سبب ہیں۔ ہر حاملہ کے حمل کی اور ہر بچے کے تولد ہونے کی اسے خبر ہے۔ بلکہ ہر پتے کے جھڑنے سے اور اندھیرے میں پڑے ہوئے دانے سے اور ہر تر و خشک چیز سے وہ باعلم ہے بلکہ اس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا ہے۔ اسی آیت جیسی ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى﴾ ❹ الخ والی آیت بھی ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی گزر چکی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم الغیب کو یہ بھی علم ہے کہ کس نطفے کو لمبی عمر ملنے والی ہے۔ یہ بھی اس کے پاس لکھا ہوا ہے۔ ﴿وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ﴾ میں ہٖ کی ضمیر کا مرجع جنس ہے۔ عین ہی نہیں' اس لئے کہ طول عمر کتاب میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کی عمر سے کمی نہیں ہوتی۔ جنس کی طرف بھی ضمیر لوٹتی ہے۔ جیسے عرب میں کہا جاتا ہے۔ عِنْدِیْ ثَوْبٌ وَنِصْفُهٗ یعنی میرے پاس ایک کپڑا ہے اور دوسرے کپڑے کا آدھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''جس شخص کے لئے میں نے طول امر مقدر کی ہے وہ اسے پوری کر کے ہی رہے گا۔ لیکن وہ لمبی عمر میری کتاب میں لکھی ہوئی ہے وہیں تک پہنچے گی اور جس کے لئے

---

❶ ابن ماجه، كتاب الادب، باب فضل التسبيح، ٣٨٠٩ وسنده حسن؛ احمد، ٤/ ٢٦٨۔

❷ الطبرى، ٢٠/ ٤٤٥۔ ❸ الطبرى، ٢٠/ ٤٤٧۔ ❹ ١٣/ الرعد:٨۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: اور برابر نہیں دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے پینے میں رچتا پچتا اور یہ دوسرا کھاری ہے کڑوا۔ تم ان دونوں میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیورات نکالتے ہو جنہیں تم پہنتے ہو۔ اور تو دیکھتا ہے کہ بڑی بڑی کشتیاں پانی کو چیرنے پھاڑنے والی ان دریاؤں میں ہیں تاکہ تم اس کا فضل ڈھونڈو اور کیا عجب کہ تم اس کا شکر بھی کرو۔ [۱۲]

میں نے کم عمر مقرر کی ہے اس کی حیات اسی عمر تک پہنچے گی۔'' یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی پہلی کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہے اور رب پر یہ سب کچھ آسان ہے۔ ❶ عمر کے ناقص ہونے کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو نطفہ تمام ہونے سے پہلے ہی گر جاتا ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ بعض انسان سو سو سال کی عمر پاتے ہیں اور بعض پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں۔ ساٹھ سال سے کم عمر میں مرنے والا بھی ناقص عمر والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماں کے پیٹ میں عمر کی لمبائی یا کمی لکھ لی جاتی ہے۔ ساری مخلوق کی یکساں عمر نہیں ہوتی' کوئی لمبی عمر والا کوئی کم عمر والا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق ظہور میں آ رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اجل لکھی گئی ہے اور اس میں سے جو گزر رہی ہے سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ''جو چاہے کہ اس کی روزی اور عمر بڑھے وہ صلہ رحمی کیا کرے۔'' ❷ ابن ابی حاتم میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ''کسی کی اجل آ جانے کے بعد اسے مہلت نہیں ملتی۔ زیادتی عمر سے مراد نیک اولاد کا ہونا ہے۔ جس کی دعائیں اسے مرنے کے بعد اس کی قبر میں پہنچتی رہتی ہیں۔'' یہی زیادتی عمر ہے۔ ❸ یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے' اس کا علم اس کے پاس ہے۔ اس کا علم تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ ہر ہر چیز کو جانتا ہے' اس پر کچھ مخفی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کا بیان: [آیت:۱۲] مختلف قسم کی چیزوں کی پیدائش کو بیان فرما کر اپنی زبردست قدرت کو ثابت کر رہا ہے۔ دو قسم کے دریا پیدا کر دیئے ایک کا تو صاف ستھرا میٹھا اور عمدہ پانی جو آبادیوں میں جنگلوں میں برابر بہہ رہا ہے اور دوسرے ساکن دریا جن کا پانی کھاری اور کڑوا ہے جس میں بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز چل رہے ہیں۔ اور دونوں قسم کے دریا میں سے قسم قسم کی مچھلیاں تم نکالتے ہو اور تر و تازہ گوشت کھاتے رہتے ہو۔ پھر ان میں سے زیور نکالتے ہو۔ یعنی لولو اور مرجان۔ یہ کشتیاں برابر پانی کو کاٹتی رہتی ہیں۔ ہواؤں کا مقابلہ کر کے چلتی رہتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کر لو۔ تجارتی سفر ان پر طے کرو۔ ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکو اور تاکہ تم اپنے رب کا شکر کرو کہ اس نے یہ سب چیزیں تمہاری تابع فرمان بنا دیں۔ تم سمندر سے' دریاؤں سے' کشتیوں سے نفع حاصل کرتے ہو۔ جہاں جانا چاہو پہنچ جاتے ہو۔ اس قدرت والے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے یہ صرف اس کا ہی فضل و کرم ہے۔

❶ الطبری، ۲/ ۴۴۷۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من یبسط له فی الرزق لصلة الرحم ۵۹۸۶؛ صحیح مسلم ۲۵۵۷؛ ابوداود ۱۶۹۳۔

❸ اس کی سند میں سلیمان بن عطاء متروک راوی ہے۔ المیزان، ۲/ ۲۱۵، رقم ۳۴۹۳؛ لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۖ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾

ترجمہ: رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے آفتاب و ماہتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے ہر ایک میعاد معین پر چل رہا ہے۔ یہی ہے اللہ تعالیٰ تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے۔ جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔[۱۳] اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے ہیں۔ بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ تجھے کوئی بھی حق تعالیٰ جیسی خبر دار خبریں نہ دے گا۔[۱۴]

دن اور رات کی تخلیق قدرتِ الٰہی کی نشانی ہے: [آیت:۱۳-۱۴] اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرما رہا ہے کہ اس نے رات کو اندھیرے والی اور دن کو روشنی والا بنایا ہے۔ کبھی کی راتیں بڑی کبھی کے دن بڑے کبھی دونوں یکساں۔ کبھی جاڑے ہیں کبھی گرمیاں ہیں۔ اسی نے سورج اور چاند کو اور ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستاروں کو مطیع کر رکھا ہے، مقدار معین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ چال پر چلتے رہتے ہیں۔ پوری قدرتوں والے اور کامل علم والے اللہ تعالیٰ نے یہ نظام قائم کر رکھا ہے جو برابر چل رہا ہے اور وقت مقررہ یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ جس اللہ تعالیٰ نے یہ سب کیا ہے وہی دراصل لائق عبادت ہے اور وہی سب کا پالنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ جن بتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں خواہ وہ فرشتے ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اللہ کے پاس بڑے درجے رکھنے والے ہی کیوں نہ ہوں لیکن سب کے سب اس کے سامنے محض مجبور اور بالکل بے بس ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کے باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی انہیں اختیار نہیں' آسمان و زمین کی حقیر سے حقیر چیز کے بھی وہ مالک نہیں۔ جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری آواز سنتے ہی نہیں۔ تمہارے یہ بت وغیرہ بے جان چیزیں کان والی نہیں جو سن سکیں۔ بے جان چیزیں بھی کہیں کسی کی سن سکتی ہیں؟ اور بالفرض تمہاری پکار سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضے میں کوئی چیز نہیں اس لئے وہ تمہاری حاجت پوری کر نہیں سکتے۔ قیامت کے دن تمہارے اس شرک سے وہ انکاری ہو جائیں گے۔ تم سے بے زار نظر آئیں گے۔

جیسے فرمایا ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ❶ یعنی اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک ان کی پکار کو نہ قبول کر سکیں۔ بلکہ ان کی دعا سے وہ محض بے خبر اور غافل ہیں اور میدان محشر میں وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادتوں سے منکر ہو جائیں گے۔ اور آیت میں ہے۔ ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا﴾ ❷ الخ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے باعث عزت بنیں۔ لیکن ایسا ہونے کا نہیں بلکہ وہ ان کی عبادتوں سے بھی انکاری ہو جائیں گے اور ان کے مخالف اور دشمن بن جائیں گے۔ بھلا بتاؤ اللہ تعالیٰ جیسی سچی خبریں اور کون دے سکتا ہے؟ جو =

❶ ٤٦/ الاحقاف:٥۔ ❷ ١٩/ مريم:٨١۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز تعریفوں والا ہے۔[۱۵] اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے[۱۶] اور ایک نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کو کچھ مشکل نہیں۔[۱۷] کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اگر کوئی گراں بار دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گا تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھائے گا گو قرابت داری ہو۔ تو صرف انہیں کو آگاہ کر سکتا ہے جو غائبانہ طور پر اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ جو بھی پاک ہو جائے وہ اپنے ہی نفع کے لئے پاک ہو گا۔ لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔[۱۸]

= اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر ہی رہے گا۔ جو کچھ ہونے والا ہے اس سے اللہ تعالیٰ پورا خبردار ہے۔ اس جیسی خبر کوئی اور نہیں دے سکتا۔

اللہ تعالیٰ سب کو فنا کرنے پر بھی قادر ہے: [آیت: ۱۵۔۱۸] اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ غنی ہے اور سب فقیر ہیں۔ وہ بے پرواہ ہے اور سب اس کے حاجت مند ہیں۔ اس کے سامنے ہر کوئی ذلیل ہے اور وہ عزیز ہے۔ کسی قسم کی حرکت و سکون پر کوئی قادر نہیں۔ سانس تک لینا کسی کے بس میں نہیں۔ مخلوق بالکل ہی بے بس ہے۔ غنی بے پرواہ اور بے نیاز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تمام باتوں پر قادر وہی ہے۔ وہ جو کرتا ہے اس میں قابل تعریف ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت و تعریف سے خالی نہیں۔ اپنے قول میں اپنے فعل میں اپنی شرع اور تقدیروں کے مقرر کرنے میں۔ غرض ہر طرح وہ بزرگ اور لائق حمد و ثنا ہے لوگوں اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو غارت و برباد کر دے اور تمہارے عوض دوسرے لوگوں کو لائے۔ رب پر یہ کام کچھ مشکل نہیں۔ قیامت کے دن کوئی دوسرے پر لادنا چاہے تو یہ چاہت بھی اس کی پوری نہ ہو گی۔

کوئی نہ ملے گا کہ اس کا بوجھ بٹائے۔ عزیز و اقارب بھی منہ موڑ لیں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے' گو ماں باپ اور اولاد ہو۔ ہر شخص اپنے حال میں مشغول ہو گا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''پڑوسی پڑوسی کے پیچھے پڑ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ اس سے پوچھ تو سہی کہ اس نے مجھ سے اپنا دروازہ کیوں بند کر لیا تھا۔ کافر مؤمن کے پیچھے لگ جائے گا اور جو احسان اس نے دنیا میں کئے تھے وہ یاد دلا کر کہے گا کہ آج میں تیرا محتاج ہوں۔ مؤمن بھی اس کی سفارش کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ اس کا عذاب قدرے کم ہو جائے گو جہنم سے چھٹکارا محال ہے۔ باپ بیٹے کو اپنے احسان جتائے گا اور کہے گا کہ رائی کے دانے برابر مجھے آج اپنی نیکیوں میں سے دے دے۔ وہ کہے گا۔ ابا! آپ چیز تو تھوڑی سی طلب فرما رہے ہیں لیکن آج تو جو کھٹکا آپ کو ہے وہی مجھے بھی ہے میں تو کچھ بھی نہیں دے سکتا۔ پھر بیوی کے پاس جائے گا اس سے کہے گا۔ میں نے تیرے ساتھ دنیا میں کیسے سلوک کئے ہیں؟ وہ کہے گی بہت ہی اچھے۔ یہ کہے گا آج میں تیرا محتاج ہوں' مجھے ایک نیکی دے دے تا کہ عذابوں سے چھوٹ جاؤں۔ جواب =

ترجمہ: اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔[۱۹] اور نہ تاریکی اور روشنی[۲۰] اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ[۲۱] اور زندے اور مردے برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔[۲۲] آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔[۲۳] ہم ہی نے آپ کو حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔[۲۴] اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔[۲۵] پھر میں نے ان کافروں کو پکڑ لیا سو میرا عذاب کیسا ہوا۔[۲۶]

= ملے گا کہ سوال تو بہت ہلکا ہے لیکن جس خوف میں تم ہو وہی ڈر مجھے بھی لگا ہوا ہے۔ میں تو کچھ بھی سلوک آج نہیں کر سکتی۔'' قرآن کریم کی اور آیت میں ہے۔ ﴿لَا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا﴾ ❶ یعنی آج نہ باپ بیٹے کے کام آئے نہ بیٹا باپ کے کام آئے۔ اور فرمان ہے۔ ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ﴾ ❷ آج انسان اپنے بھائی سے' ماں سے' باپ سے' بیوی سے اور اولاد سے بھاگتا پھرے گا۔ ہر شخص اپنے حال میں مست و بے خود ہوگا۔ ہر ایک دوسرے سے غافل ہوگا۔ تیرے وعظ و نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو عقل مند اور صاحب فراست ہوں جو اپنے رب سے قدم قدم پر خوف کرنے والے اور اطاعت الٰہی کرتے ہوئے نمازوں کو پابندی سے ادا کرنے والے ہوں۔ نیک اعمالیاں خود تم ہی کو نفع دیں گی۔ جو پاکیزگیاں تم کرو ان کا نفع تم ہی کو پہنچے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ حساب کتاب اس کے سامنے ہونا ہے۔ اعمال کا بدلہ وہ خود دینے والا ہے۔

زندہ اور مردہ برابر نہیں: [آیت:۱۹۔۲۶] ارشاد ہوتا ہے کہ مؤمن اور کافر برابر نہیں جس طرح اندھا اور دیکھتا اندھیرا اور روشنی' سایہ اور دھوپ' زندہ اور مردہ برابر نہیں۔ جس طرح ان چیزوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسی طرح ایماندار اور بے ایمان میں بھی بے انتہا فرق ہے۔ مؤمن مثل آنکھوں والے کے اور اجالے کے اور سائے کے اور زندے کے مانند ہے۔ برخلاف کافر مثل ایک اندھے کے اور اندھیرے کے اور لو والی گرمی کے ہے۔ جیسے فرمایا۔ ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ﴾ ❸ الخ۔ یعنی جو مردہ تھا پھر اسے ہم نے زندہ کر دیا اور اسے نور دیا جسے لئے ہوئے لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ ایسا شخص اور وہ شخص جو اندھیروں میں گھرا ہوا ہے جن سے نکل ہی نہیں سکتا۔ یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اور آیت میں ہے: ﴿مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ﴾ ❹ الخ۔ یعنی ان دونوں جماعتوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھتے سنتے کی سی ہے......

❶ ۳۱/ لقمان:۳۳۔ ❷ ۸۰/ عبس:۳٤۔ ❸ ٦/ الانعام:۱۲۲۔ ❹ ۱۱/ ھود:۲٤۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے اور پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں سفید اور سرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ [۲۷] اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔ [۲۸]

مؤمن تو آنکھوں اور کانوں والا اجالے اور نور والا ہے۔ پھر راہ مستقیم پر ہے جو صحیح طور پر سایوں اور نہروں والی جنت میں پہنچے گا اور اس کے برعکس کافر اندھا بہرا اور اندھیروں میں پھنسا ہوا ہے' جن سے نکل ہی نہیں سکتا۔ اور ٹھیک جہنم میں پہنچے گا جو حرارت' تندی' تیزی اور گرمی والی آگ کا مخزن ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے سنا دے یعنی اس طرح سننے کی توفیق دے کہ سن کر قبول بھی کرتا جائے۔ تو قبر والوں کو نہیں سنا سکتا۔ یعنی جس طرح کوئی مرنے کے بعد قبر میں دفنا دیا جائے تو اسے پکارنا بے سود ہے اسی طرح کفار ہیں کہ ہدایت و دعوت ان کے لئے بے کار ہے۔ اسی طرح ان مشرکوں پر انہیں کی بدبختی چھا گئی ہے اور ان کی ہدایت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تو ان کو کسی طرح ہدایت پر نہیں لاسکتا۔ تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے۔ تیرے ذمہ صرف تبلیغ ہے ہدایت و ضلالت من جانب اللہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر امت میں رسول آتا رہا تاکہ ان کا عذر باقی نہ رہ جائے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ ❶ اور جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا﴾ ❷ الخ وغیرہ۔ ان کا تجھے جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں۔ ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا۔ جو بڑے بڑے معجزات کھلی کھلی دلیلیں صاف صاف آیتیں لے کر آئے تھے اور نورانی صحیفے ان کے ہاتھوں میں تھے۔ آخر ان کے جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے انہیں عذاب و سزا میں گرفتار کر لیا۔ دیکھ لے کہ پھر میرے انکار کا نتیجہ کیا ہوا؟ کس طرح تباہ و برباد ہوئے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مختلف رنگ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہیں: [آیت:۲۷۔۲۸] رب کی قدرتوں کے کمالات دیکھو کہ ایک ہی قسم کی چیزوں میں گوناگوں نمونے نظر آتے ہیں۔ ایک پانی آسمان سے اترتا ہے اور اسی سے مختلف قسم کے رنگ برنگ کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ سرخ' سبز' سفید وغیرہ۔ اسی طرح ہر ایک کی خوشبو الگ الگ ہر ایک کا ذائقہ جدا گانہ۔ جیسے اور آیت میں فرمایا ہے ﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ﴾ ❸ یعنی کہیں انگور ہے کہیں کھجور ہے کہیں کھیتی ہے وغیرہ اسی طرح پہاڑوں کی پیدائش بھی قسم قسم کی ہے کوئی سفید ہے کوئی سرخ ہے کوئی کالا ہے۔ کسی میں راستے اور گھاٹیاں ہیں کوئی لمبا ہے کوئی ناہموار ہے۔ ان بے جان چیزوں کے بعد جاندار چیزوں پر نظر ڈالو۔ انسانوں کو جانوروں کو چوپایوں کو دیکھو۔ ان میں بھی قدرت کی وضع وضع کی گل کاریاں پاؤ گے۔ بربر حبشی طماطم =

❶ ۱۳/ الرعد:۷۔ ❷ ۱۶/ النحل:۳۶۔ ❸ ۱۳/ الرعد:٤۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: جولوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ماندنہ ہوگی۔[۲۹] تاکہ ان کو ان کی اجرتیں پوری دیں اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیں بے شک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔[۳۰] اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے یہ بالکل ٹھیک ہے جو کہ اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے۔[۳۱] پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعض ان میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں یہ بڑا فضل ہے۔[۳۲]

= بالکل سیاہ فام ہوتے ہیں۔ صقالبہ روی بالکل سفید رنگ' عرب درمیانہ' ہندی ان کے قریب قریب۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ﴾ ❶ تمہاری بول چال کا اختلاف' تمہارے رنگوں کا اختلاف بھی ایک عالم کے لئے تو قدرت کی کامل نشانی ہے۔ اسی طرح چوپائے اور دیگر حیوانات کے رنگ روپ بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ بلکہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں ان کی رنگتیں بھی مختلف ہیں۔ بلکہ ایک ہی جانور کے جسم پر کئی کئی قسم کے رنگ ہوتے ہیں۔

سبحان اللہ سب سے اچھا خالق اللہ تعالیٰ کیسی کچھ برکتوں والا ہے۔ مسند بزار میں ہے کہ ''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ رنگ آمیزی بھی کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں' ایسا رنگ رنگتا ہے جو کبھی ہلکا نہ پڑے سرخ زرد اور سفید۔'' ❷ یہ حدیث مرسل اور موقوف بھی مروی ہے۔ اس کے بعد ہی فرمایا کہ جتنا کچھ خوف الٰہی کرنا چاہئے اتنا خوف تو اس سے صرف علما ہی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جاننے بوجھنے والے ہوتے ہیں۔ حقیقتاً جو شخص جس قدر ذات الٰہی کی نسبت معلومات زیادہ رکھے گا۔ اسی قدر اس عظیم' قدیر' علیم' الٰہی کی عظمت و ہیبت اس کے دل میں بڑھے گی اور اس قدر اس کی خشیت اس کے دل میں زیادہ ہوگی' جو جانے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ قدم قدم پر اس سے ڈرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا علم اسے حاصل ہے جو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام بتائے کاموں کو حرام جانے' اس کے فرمان پر یقین کرے

❶ ۳۰/ الروم:۲۲۔ ❷ البزار ۲۹٤٤ وسندہ ضعیف ہیثمی کہتے ہیں اس کی سند میں عطاء بن السائب مختلط راوی ہے۔ (مجمع الزوائد، ٥/ ١٣١)

اس کی وصیت کی نگہبانی کرے۔ اس کی ملاقات کو برحق جانے اپنے اعمال کے حساب کو سچ سمجھے۔ خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے کے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتی ہے عالم کہتے ہی اسے ہیں جو در پردہ بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی رغبت کرے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں' علم نام ہے بہ کثرت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا۔'' حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''کثرت روایات کا نام علم نہیں' علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔'' حضرت احمد بن صالح مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''علم کثرت روایات کا نام نہیں' بلکہ علم نام ہے اس کا جس کی تابعداری اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے یعنی کتاب وسنت اور جو صحابہ اور ائمہ سے پہنچا ہو۔ وہ روایت سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ نور جو بندے کے آگے آگے ہوتا ہے۔ وہ علم کو اور اس کے مطلب کو سمجھ لیتا ہے۔'' مروی ہے کہ علما کی تین قسمیں ہیں۔ عالم باللہ' عالم بامر اللہ' اور عالم باللہ وبامر اللہ۔ عالم باللہ عالم بامر اللہ نہیں اور عالم بامر اللہ عالم باللہ نہیں۔ ہاں عالم باللہ وبامر اللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور حدود وفرائض کو جانتا ہو۔ عالم باللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو لیکن حدود وفرائض کو نہ جانتا ہو۔ عالم بامر اللہ وہ ہے جو حدود وفرائض کو تو جانتا ہو لیکن دل اس کا خشیت الٰہی سے خالی ہو۔

مؤمنوں کی صفات: [آیت: ۲۹۔۳۲] مؤمن بندوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول رہا کرتے ہیں۔ ایمان کے ساتھ بڑھتے رہتے ہیں۔ عمل بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ نماز کے پابند' زکوٰۃ خیرات کے عادی' پوشیدہ علانیہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ سلوک کرنے والے ہوتے ہیں اور اپنے مال کے ثواب کے امیدوار اللہ سے ہوتے ہیں جس کا ملنا یقینی ہے جیسے کہ اس تفسیر کے شروع میں فضائل قرآن کے ذکر میں ہم نے بیان کیا ہے کہ کلام اللہ شریف اپنے ساتھی سے کہے گا کہ ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہے اور تو تو سب کی سب تجارتوں کے پیچھے ہے۔ انہیں ان کے پورے ثواب ملیں گے بلکہ بہت بڑھا چڑھا کر ملیں گے جس کا خیال بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کا بخشنے والا اور چھوٹے اور تھوڑے عمل کا بھی قدر دان ہے۔ حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ تو اس آیت کو قاریوں کی آیت کہتے ہیں۔ مسند کی ایک حدیث میں ہے ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو اس پر بھلائیوں کی ثنا کرتا ہے' جو اس نے کی نہ ہو۔ اور جب کسی سے ناراض ہوتا ہے تو اسی طرح برائیوں کی۔'' [1] لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔

قرآن اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے: قرآن اللہ کا حق کلام ہے جس طرح اگلی کتابیں اس کی خبر دیتی رہیں یہ بھی ان اگلی سچی کتابوں کی سچائی ثابت کر رہا ہے۔ رب خبیر وبصیر ہے۔ ہر مستحق فضیلت کو بخوبی جانتا ہے انبیا علیہم السلام کو اور انسانوں پر اس نے اپنے وسیع علم سے فضیلت دی ہے پھر انبیا علیہم السلام میں بھی آپس میں مرتبے مقرر کر دیئے ہیں۔ اور علی الاطلاق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے بڑا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیا علیہم السلام پر درود وسلام بھیجے۔

قرآن پر عمل کرنے والے لوگ: جس کتاب کا اوپر ذکر ہوا تھا اس بزرگ کتاب یعنی قرآن کریم کو ہم نے اپنے چیدہ بندوں کے ہاتھوں میں دیا یعنی اس امت کے ہاتھوں۔ پھر ان میں تین قسم کے لوگ ہوگئے۔ بعض تو ذرا کچھ آگے پیچھے ہوگئے وہ ظالم نفس کہلائے' ان سے کچھ حرمت والے کام بھی سرزد ہوگئے۔ بعض درمیانہ درجے کے رہے جنہوں نے محرمات سے اجتناب کیا' واجبات بجالاتے رہے۔ لیکن کبھی کبھی کوئی مستحب کام ان سے چھوٹ بھی گیا اور کبھی کوئی ہلکی سی نافرمانی بھی سرزد ہوگئی۔ بعض درجوں میں بہت ہی آگے نکل گئے۔ واجبات چھوڑ کر مستحبات کو بھی انہوں نے نہ چھوڑا اور محرمات چھوڑ کر مکروہات سے بھی یکسر الگ رہے بلکہ بعض مرتبہ مباح

[1] احمد، ۳/ ٤٠ وسنده ضعیف؛ ابن حبان ٣٦٨؛ مسند ابی یعلی ١٣٣١؛ مجمع الزوائد، ١/ ٢٧٢۔

چیزوں کو بھی ڈر کر چھوڑ دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "پسندیدہ بندوں سے مراد امت محمد یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہر کتاب کی وارث بنائی گئی ہے۔ ان میں جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں انہیں بخشا جائے گا اور ان میں جو درمیانہ لوگ ہیں ان سے آسانی سے حساب لیا جائے گا۔ اور ان میں جو نیکیوں میں بڑھ جانے والے ہیں انہیں بے حساب جنت میں پہنچایا جائے گا۔" ❶ طبرانی میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ "سابق لوگ تو بغیر حساب کتاب کے داخل جنت ہوں گے اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے اور اصحاب اعراف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔" ❷ الغرض اس امت کے ہلکے پھلکے گنہگار بھی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں داخل ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

گو اکثر سلف کا قول یہی ہے لیکن بعض سلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ لوگ نہ تو اس امت میں داخل ہیں اور نہ چیدہ اور پسندیدہ ہیں۔ نہ وارثین کتاب ہیں' بلکہ مراد اس سے کافر منافق اور بائیں ہاتھ سے نامہ اعمال دیئے جانے والے لوگ ہیں۔ پس یہ تین قسمیں وہی ہیں جن کا بیان سورۂ واقعہ کے اول و آخر میں ہے۔ یعنی یہ جو تین اقسام گنائی گئی ہیں' یہ برگزیدہ بندوں کی نہیں بلکہ بندوں کی ہیں یعنی ﴿عِبَادِنَا﴾ کی کہ وہ کن کن قسموں کے ہوتے ہیں۔ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ اسی امت میں ہیں۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قول کو پسند کرتے ہیں۔ اور آیت کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ "یہ تینوں گویا ایک ہیں اور تینوں ہی جنتی ہیں" ❸ (مسند احمد)۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے راویوں میں ایک راوی ہیں جن کا نام مذکور نہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت میں ہونے کے اعتبار سے اور اس اعتبار سے کہ وہ جنتی ہیں گویا ایک ہی ہیں۔ ہاں مرتبوں میں فرق ہونا لازمی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا۔ سابقین تو بے حساب جنت میں جائیں گے اور درمیانے لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۔ اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے طول محشر میں روکے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تلافی ہو جائے گی اور یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا۔ ہمارا رب بڑا ہی غفور و شکور ہے جس نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے رہائش کی ایسی جگہ عطا فرمائی جہاں ہمیں کوئی درد دکھ نہیں" ❹ (مسند احمد)۔

ابن ابی حاتم کی اس روایت میں الفاظ کی کچھ کمی بیشی ہے۔ ابن جریر نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضرت ابوثابت رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں آتے ہیں اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ "اے اللہ میری وحشت کا سامان میرے لئے مہیا کر دے اور میری غربت پر رحم کر اور مجھے کوئی اچھا رفیق عطا فرما۔ یہ سن کر صحابی ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں تیرا ساتھی ہوں۔ سن میں تجھے آج وہ حدیث رسول سناتا ہوں جسے میں نے آج تک کسی کو نہیں سنایا۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ﴿سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ تو جنت میں بے حساب جائیں گے اور ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ﴾ کو اس مکان میں غم و رنج پہنچے گا' جس سے نجات پا کر کہیں گے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے' جس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا۔" تیسری حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کی نسبت فرمایا کہ "یہ سب اسی

❶ الطبری، ۲۰/ ۴۶۵۔ ❷ طبرانی ۱۱۴۵٤ وسنده موضوع فيه موسى بن عبدالرحمن الصنعاني دجال وضاع۔
❸ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الملائكة، ۳۲۲۵ وسنده ضعيف، ابوسفیان طریف بن شہاب راوی ضعیف ہے۔
احمد، ۳/ ۷۸۔ ❹ احمد، ۵/ ۱۹۸ وسنده ضعيف اس کی سند میں علی بن عبداللہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔

امت سے ہیں۔'' ❶ چوتھی حدیث میں ہے ''میری امت کے تین حصے ہیں۔ایک بے حساب و بے عذاب جنت میں جانے والا دوسرا آسانی سے حساب لیا جانے والا اور پھر بہشت نشین ہونے والا۔تیسری وہ جماعت ہوگی جن سے باز پرس تو ضرور ہوگی۔لیکن پھر فرشتے حاضر ہوکر کہیں گے کہ ہم نے انہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ کہتے ہوئے پایا ہے۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔سچ ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں' اچھا انہیں میں نے ان کے اس قول کی وجہ سے چھوڑا جاؤ انہیں جنت میں لے جاؤ اور ان کی خطائیں جہنمیوں پر لاد دو۔''اسی کا ذکر آیت ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ ❷ میں ہے یعنی وہ ان کے بوجھ اپنے بوجھ کے ساتھ اٹھائیں گے۔اس کی تصدیق اس میں ہے جس میں فرشتوں کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جنہیں وارثین کتاب بنایا ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تین قسمیں بتائی ہیں۔پس ان میں سے جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں ان کی باز پرس کی جائے گی۔ ❸ (ابن ابی حاتم)۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اس امت کی قیامت کے دن تین جماعتیں ہوں گی۔ایک بے حساب جنت میں جانے والی۔ایک آسانی سے حساب لئے جانے والی' ایک گنہگار جس کی نسبت اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا۔حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ کون ہیں؟ فرشتے کہیں گے اے اللہ ان کے پاس بڑے بڑے گناہ ہیں۔لیکن انہوں نے کبھی بھی تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔رب عزوجل فرمائے گا انہیں میری رحمت میں داخل کر دو۔پھر حضرت عبداللہ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی'' (ابن جریر)۔ دوسرا اثر' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتی ہیں ''بیٹا! یہ سب جنتی لوگ ہیں۔﴿سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ تو وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے۔جنہیں خود آپ نے جنت کی بشارت دی۔﴿مُّقْتَصِدٌ﴾ وہ ہیں جنہوں نے آپ کے نقش قدم کی پیروی کی' یہاں تک کہ ان سے مل گئے اور ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ مجھ تجھ جیسے ہیں'' ❹ (ابوداؤد طیالسی) خیال فرمائیے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا باوجود یہ کہ ﴿سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ میں سے بلکہ ان میں سے بھی بہترین درجے والوں میں سے ہیں' لیکن کس طرح اپنے آپ کو متواضع بناتی ہیں۔حالانکہ حدیث میں آ چکا ہے کہ تمام عورتوں پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہی فضیلت ہے جو فضیلت ثرید کو ہر قسم کے طعام پر ہے۔ ❺ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ تو ہمارے بدوی لوگ ہیں اور ﴿مُّقْتَصِدٌ﴾ ہمارے شہری لوگ ہیں۔اور سابق ہمارے مجاہد ہیں'' (ابن ابی حاتم)۔

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ '' یہ تینوں قسم کے لوگ اسی امت میں سے ہیں اور سب جنتی ہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں قسم کے لوگوں کے ذکر کے بعد جنت کا ذکر کر کے پھر فرمایا ہے ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ﴾ ❻ پس یہ لوگ دوزخی ہیں'' (ابن جریر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔'' کعب کے رب کی قسم! یہ سب ایک ہی زمرے میں ہیں۔ہاں اعمال کے مطابق ان کے درجات کم و بیش ہیں۔'' ابو اسحٰق سبیعی رحمہ اللہ بھی اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تینوں جماعتیں ناجی ہیں۔

---

❶ طبرانی، ٤١٠؛ مجمع الزوائد، ٧/ ٩٩؛ حاکم، ٢/ ٤٢٦ وسنده ضعيف اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سئی الحفظ ہے۔(التقریب، ٢/ ١٨٤، رقم: ٤٦٠) ❷ ٢٩/ العنكبوت: ١٣۔

❸ وسنده ضعيف۔ ❹ حاکم، ٢/ ٤٢٦ وسنده ضعيف واخطأ الحاكم فصححه!

❺ صحيح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب فضل عائشة رضی اللہ عنہا، ٣٧٧٠؛ صحيح مسلم ٢٤٤٦۔

❻ ٣٥/ فاطر: ٣٦۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ﴿۳۴﴾ الَّذِيْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: وہ باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔ اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی۔[۳۳] اور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔[۳۴] جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا۔ جہاں نہ ہم کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی تنگی پہنچے گی۔[۳۵]

محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہ امت مرحومہ ہے۔ ان کے گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا اور ان کے مقتصد اللہ کے پاس جنت میں ہوں گے اور ان کے سابق بلند درجوں میں ہوں گے۔'' محمد بن علی باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں جن لوگوں کو ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ کہا گیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گناہ بھی کئے تھے اور نیکیاں بھی۔ ان احادیث اور آثار کو سامنے رکھ کر یہ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں عموم ہے اور اس امت کے ان تینوں قسموں کو یہ شامل ہے۔ پس علمائے کرام اس نعمت کے ساتھ سب سے زیادہ رشک کے قابل ہیں اور اس رحمت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

جیسے کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ''ایک شخص مدینے سے دمشق میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا ہے اور آپ سے ملاقات کرتا ہے تو آپ دریافت فرماتے ہیں کہ پیارے بھائی یہاں کیسے آنا ہوا؟ وہ کہتے ہیں' اس حدیث کو سننے کے لئے آیا ہوں' جو آپ بیان کیا کرتے ہیں۔ پوچھا' کیا کسی تجارت کی غرض سے نہیں آئے؟ جواب دیا نہیں۔ پوچھا' پھر کوئی اور مطلب بھی ہوگا؟ فرمایا کوئی مقصد نہیں' پوچھا پھر کیا حدیث کی طلب کے لئے یہ سفر کیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے کو طے کرے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے باغوں میں چلائے گا' اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے طالب علموں کے لئے پر بچھا دیتے ہیں کیونکہ وہ ان سے بہت ہی خوش ہیں اور ان کی خوشی کے خواہاں ہیں۔ عالم کے لئے آسمان و زمین کی ہر چیز استغفار کرتی ہے۔ یہاں تک کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں بھی۔ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے چاند کی فضیلت تاروں پر۔ علمائے نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیا علیہم السلام نے اپنے ورثے میں درہم و دینار نہیں چھوڑے ان کا ورثہ علم دین ہے جس نے اسے لیا اس نے بڑی دولت حاصل کر لی'' (ابوداؤد' ترمذی وغیرہ) ❶ ۔اس حدیث کے تمام طریق اور الفاظ اور شرح میں نے صحیح بخاری کتاب العلم کی شرح میں مفصل بیان کر دی ہے۔ فالحمد للہ۔ سورۂ طٰہٰ کے شروع میں وہ حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علما سے فرمائے گا' میں نے اپنا علم و حکمت تمہیں اس لئے ہی دیا تھا کہ میں بخش دوں گو تم کیسے ہی ہو مجھے اس کی کچھ پرواہی نہیں۔'' ❷

اہل جنت پر انعامات: [آیت:۳۳-۳۵] فرماتا ہے جن برگزیدہ لوگوں کو ہم نے وارث کتاب اللہ کیا ہے انہیں قیامت کے دن=

❶ ابوداود، کتاب العلم، باب فی فضل العلم ۳٦٤١ وسنده ضعيف داود بن جمیل اور اس کا شیخ کثیر بن قیس دونوں ضعیف راوی ہیں۔ ترمذی ۲٦٨٢؛ ابن ماجه ۲۲۳؛ احمد، ٥/ ١٩٦؛ ابن حبان ٨٨۔

❷ الطبرانی، ١٣٨١ وسنده موضوع۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝۳۶ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝۳۷ ع

ترجمہ: اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے۔ نہ تو ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔[۳۶] اور وہ لوگ اس میں چلاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو نکال لیجئے ہم اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے۔ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا سو مزہ اب چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔[۳۷]

= ہیشگی اور دائمی اور ابدی نعمتوں والی جنتوں میں پہنچائیں گے۔ جہاں انہیں سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ حدیث میں ہے ”مؤمن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔“ ❶ اس کا لباس وہاں خالص ریشمی ہوگا جس سے دنیا میں وہ ممانعت کر دیئے گئے تھے۔ حدیث میں ہے ”جو شخص یہاں دنیا میں حریر و ریشم پہنے گا۔ وہ اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔“ ❷ اور حدیث میں ہے یہ ریشم کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور تم مؤمنوں کے لئے آخرت میں ہے۔ ❸ حدیث میں ہے کہ ”حضور اکرم ﷺ نے اہل جنت کے زیوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا انہیں سونے چاندی کے زیور پہنائے جائیں گے جو موتیوں سے جڑاؤ کئے ہوئے ہوں گے۔ ان پر در و یاقوت کے تاج ہوں گے جو بالکل شاہانہ ہوں گے، وہ نوجوان ہوں گے بغیر بالوں کے سرمیلی آنکھوں والے۔ ❹ وہ جناب باری تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس نے ہم سے خوف ڈر زائل کر دیا اور دنیا اور آخرت کی پریشانیوں اور پشیمانیوں سے ہمیں نجات دے دی۔“ حدیث شریف میں ہے کہ ”لا الہ الا اللہ والوں پر قبروں میں میدان محشر میں کوئی دہشت و وحشت نہیں۔ میں تو گویا انہیں اب دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سروں پر سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہہ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا۔“ ❺ (ابن ابی حاتم) طبرانی میں ہے موت کے وقت بھی انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے ”ان کی بڑی بڑی اور بہت سی خطائیں معاف کر دی گئیں اور چھوٹی چھوٹی اور کم مقدار نیکیاں قدردانی کے ساتھ قبول فرمائی گئیں یہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے فضل و کرم، لطف و رحم سے یہ پاکیزہ بلند ترین مقامات عطا فرمائے۔ ہمارے اعمال تو اس قابل تھے ہی نہیں۔“ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ ”تم میں سے کسی کو اس کے اعمال جنت میں نہیں لے جا سکتے۔ لوگوں نے پوچھا، آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا نہ مجھے، مگر اسی صورت میں کہ اللہ تعالیٰ کی

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء، ۲۵۰۔ ❷ صحيح بخاری، كتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال و قدر ما يجوز منه ۵۸۳۴؛ صحيح مسلم ۲۰۶۹؛ السنن الكبرى ۹۵۸۴۔

❸ صحيح بخاری حواله سابق ۵۸۳۱؛ صحيح مسلم ۲۰۶۷۔

❹ وسنده ضعيف۔ ❺ وسنده ضعيف۔

رحمت میرا ساتھ دے۔" ❶ وہ کہیں گے یہاں تو ہمیں نہ کسی طرح کی مشقت و محنت نہ ہے تھکان اور تکلیف ہے۔ روح الگ خوش ہے، جسم الگ راضی ہے۔ بدلہ ہے اس کا جو دنیا میں راہ الٰہی کی تکلیفیں انہیں اٹھانی پڑتی تھیں آج راحت ہی راحت ہے۔ ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ پسند اور دل پسند کھاتے پیتے رہو۔ اس کے بدلے جو دنیا میں تم نے میری فرماں برداریاں کیں۔

اہل جہنم کی سزا: [آیت:۳۶۔۳۷] نیک لوگوں کا حال بیان فرما کر اب برے لوگوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ دوزخ کی آگ میں جلتے جھلستے رہیں گے۔ انہیں وہاں موت بھی نہیں آئے گی جو مر جائیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ ❷ نہ وہاں انہیں موت آئے گی نہ کوئی اچھی زندگی ہوگی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ "جو ابدی جہنمی ہیں انہیں وہاں موت نہیں آئے گی اور نہ اچھی زندگی ملے گی۔ ❸ وہ تو کہیں گے اے داروغہ جہنم! تم ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں موت دے دے۔ لیکن جواب ملے گا کہ تم تو یہیں پڑے رہو گے۔ پس وہ تو موت کو اپنے لئے راحت سمجھیں گے۔ لیکن وہ آئے گی ہی نہیں، نہ مریں نہ عذابوں میں کمی دیکھیں۔" جیسے اور آیت میں ہے۔ ﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ ○ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ﴾ ❹ یعنی کفار دائماً عذاب جہنم میں رہیں گے جو عذاب کبھی بھی نہ ہٹیں گے نہ کم ہوں گے۔ یہ تمام بھلائی سے محض مایوس ہوں گے اور جگہ فرمان ہے ﴿كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيْرًا﴾ ❺ آگ جہنم ہمیشہ تیز ہی ہوتی رہے گی۔ فرماتا ہے ﴿فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾ ❻ لو اب مزے چکھو عذاب ہی عذاب تمہارے لئے بڑھتے رہیں گے کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ وہ چیخ پکار کریں گے۔ ہائے وائے کریں گے، دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں گے۔ اقرار کریں گے کہ اب ہم گناہ نہیں کریں گے، نیکیاں کریں گے۔ لیکن رب العالمین خوب جانتا ہے کہ اگر یہ واپس بھی جائیں تو وہی سرکشی کریں گے۔ اسی لئے ان کا یہ ارمان پورا نہ ہوگا۔ جیسے اور جگہ فرمایا کہ انہیں ان کے اس سوال پر جواب ملے گا۔ کہ تم وہی تو ہو کہ جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان ہوتا تھا تو تم کفر کرنے لگتے تھے۔ وہاں اس کے ساتھ شرک کرنے میں تمہیں مزہ آتا تھا۔ پس اب بھی اگر تمہیں لوٹا دیا گیا تو وہی کرو گے جس سے منع کئے جاتے ہو۔ پس فرمایا دنیا میں تم بہت جئے۔ تم اس لمبی مدت میں بہت کچھ کر سکتے تھے۔ مثلاً ستر سال جئے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "لمبی عمر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت پوری کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہیے کہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ہی انسان برائیوں میں بڑھتا چلا جائے۔ دیکھو تو یہ آیت جب اتری ہے اس وقت بعض لوگ صرف اٹھارہ سال کی عمر کے ہی تھے۔" وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد بیس سال کی عمر ہے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "چالیس سال کی عمر میں انسان کو ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ "اس عمر تک پہنچنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذر بندی ہو جاتا ہے۔" آپ ہی سے ساٹھ سال بھی مروی ہیں اور یہی زیادہ صحیح بھی ہے۔ جیسے ایک حدیث میں بھی ہے۔

گو امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس کی سند میں کلام کرتے ہیں لیکن وہ کلام ٹھیک نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ساٹھ سال ہی مروی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ "قیامت کے دن ایک منادی یہ بھی ہوگی کہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جانے والے کہاں ہیں؟ لیکن اس کی سند ٹھیک نہیں۔" مسند میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں، جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساٹھ ستر سال کی عمر کو پہنچا دیا اس کا کوئی

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت ٥٦٧٣؛ صحیح مسلم ٢٨١٦؛ احمد، ٢ / ٢٦٤؛ ابن حبان ٣٤٨۔ ❷ ٨٧/ الاعلیٰ:١٣۔ ❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعة واخراج الموحدین من النار، ١٨٥؛ احمد، ٣/ ١١؛ ابن ماجه، ٤٣٠٩؛ ابن حبان ١٨٤۔ ❹ ٤٣/ الزخرف:٧٤، ٧٥۔
❺ ١٧/ الاسرآء:٩٧۔ ❻ ٧٨/ النبا:٣٠۔

عذر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں چلے گا۔ ❶ صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے۔"اس شخص کا عذر اللہ تعالیٰ نے کاٹ دیا جسے ساٹھ سال تک دنیا میں رکھا۔" ❷ اس حدیث کی اور سندیں بھی ہیں لیکن اگر نہ بھی ہوتیں تو بھی صرف حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اسے اپنی صحیح میں وارد کرنا اس کی صحت کا کافی ثبوت تھا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ اس کی سند کی جانچ کی ضرورت نہیں ہے امام بخاری کے صحیح کہنے کے مقابلہ میں ایک جو کی بھی قیمت نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم۔ بعض لوگ کہتے ہیں اطبا کے نزدیک طبعی عمر ایک سو بیس برس کی ہے۔ ساٹھ سال تک تو انسان بڑھوتری میں رہتا ہے پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ پس آیت میں بھی اسی عمر کو مراد لینا اچھا ہے اور یہی اس امت کی غالب عمر ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے "میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال تک ہیں اور اس سے تجاوز کرنے والے کم ہیں" (ترمذی وغیرہ)۔ ❸

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تو اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں اس کی اور کوئی سند نہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیسے فرما دیا۔ اس کی ایک دوسری سند ابن ابی الدنیا میں موجود ہے۔ خود ترمذی میں بھی یہ حدیث دوسری سند سے کتاب الزہد میں مروی ہے۔ ایک اور ضعیف حدیث میں ہے۔ میری امت میں ستر سال کی عمر والے بھی کم ہوں گے۔ اور روایت میں ہے کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی امت کی عمر کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا پچاس ساٹھ سال تک کی عمر ہے۔ پوچھا گیا ستر سال کی عمر والے؟ فرمایا بہت کم اللہ تعالیٰ ان پر اور اسی سال والوں پر اپنا رحم فرمائے" (بزار)۔

اس حدیث کا ایک راوی عثمان بن مطر قوی نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔" ❹ ایک قول ہے کہ ساٹھ سال کی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پینسٹھ برس کی تھی۔ واللہ اعلم۔ (تطبیق یہ ہے کہ ساٹھ سال کہنے والے راوی دہائیوں کو لگاتے ہیں اکائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پینسٹھ سال والے سال تولد اور سال وفات کو بھی گنتے ہیں اور تریسٹھ والے ان دونوں برسوں کو نہیں لگاتے پس کوئی اختلاف نہیں فالحمد للہ۔ مترجم)

اور تمہارے پاس ڈرانے والے آ گئے۔ یعنی سفید بال یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ صحیح قول دوسرا ہی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى﴾ ❺ یہ پیغمبر نذیر ہیں۔ پس عمر دے کر رسول بھیج کر اپنی حجت پوری کر دی۔ چنانچہ قیامت کے دن بھی جب دوزخی تمنائے موت کریں گے تو یہی جواب ملے گا کہ تمہارے پاس حق آ چکا تھا۔ یعنی رسول کی زبانی ہم پیغام حق تمہیں پہنچا چکے تھے۔ لیکن تم نہ مانے اور آیت میں ہے ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ❻۔ ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔ سورۂ تبارک میں فرمان ہے جب جہنمی جہنم میں ڈالے جائیں گے تو وہاں کے داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے۔ یہ جواب دیں گے کہ ہاں آئے تھے۔ لیکن ہم نے انہیں نہ مانا۔ انہیں جھوٹا جانا اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی کتاب وغیرہ نازل نہیں فرمائی۔ تم یونہی بک رہے ہو۔ پس آج قیامت کے دن ان سے کہہ دیا جائے گا کہ نبیوں کی مخالفت کا مزہ چکھو مدت العمر انہیں جھٹلاتے رہے اب آج بدلے اٹھاؤ۔ سن لو کوئی نہ کھڑا ہو گا جو تمہارے کام آ سکے تمہاری کچھ مدد کر سکے اور عذابوں سے بچا سکے یا چھڑا سکے۔

---

❶ الطبری، ۲/ ۲۷۵۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنة فقد...... ، ٦٤١٩؛ بیھقی، ۳/ ۳۷۰۔

❸ ترمذی، کتاب الدعوات، باب اعمار امتی بین الستین الی السبعین، ۳۵۵۰ وھو حسن؛ ابن ماجه، ٤٢٣٦۔

❹ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ٤٤٦٦؛ صحیح مسلم ۲۳٤۹۔

❺ ٥٣/ النجم:٥٦۔ ❻ ١٧/ الاسرآء:١٥۔

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا۔ بے شک وہی جاننے والا ہے دل کی چھپی باتوں کا۔[۳۸] وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا۔ سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور کافروں کے لئے ان کا کفر ان کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے۔ اور کافروں کے لئے ان کا کفر خسارہ ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے۔[۳۹] آپ کہیے کہ تم اپنے ان شریکوں کا حال تو بتلاؤ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہو۔ یعنی مجھ کو یہ بتلاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا جزو بنایا ہے یا ان کا آسمان میں کچھ ساجھا ہے۔ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم ہوں۔ بلکہ یہ ظالم اور ایک دوسرے سے نرے دھوکے کی باتوں کا وعدہ کرتے آتے ہیں۔[۴۰] یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہیں کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ نہ دیں اور اگر وہ موجودہ حالت کو چھوڑ بھی دیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا۔ وہ حلیم غفور ہے۔[۴۱]

اللہ تعالیٰ دل کے بھیدوں کو جانتا ہے: [آیت:۳۸۔۴۱] اللہ تعالیٰ اپنے وسیع اور بے پایاں علم کا بیان فرما رہا ہے کہ وہ تو آسمان و زمین کی ہر چیز کا عالم ہے۔ دلوں کے بھید سینوں کی باتیں اس پر عیاں ہیں۔ ہر عامل کو اس کے عمل کا وہ بدلہ دے گا۔ اس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے۔ کافروں کے کفر کا وبال خود ان پر ہے۔ وہ جوں جوں اپنے اپنے کفر میں بڑھتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ان پر بڑھتی ہے اور ان کا نقصان اور زیادہ ہوا جاتا ہے۔ برخلاف مؤمن کے کہ اس کی عمر جس قدر بڑھتی ہے نیکیاں بڑھتی ہیں اور درجے پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتا جاتا ہے۔

باطل معبودوں نے کچھ پیدا نہیں کیا: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے فرما رہا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو تم پکارا کرتے ہو تم مجھے بھی تو ذرا دکھاؤ کہ انہوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ یا یہی ثابت کردو کہ آسمانوں میں ان کا کونسا ساجھا ہے؟ جب کہ نہ وہ خالق نہ ساجھی، پھر تم مجھے چھوڑ کر انہیں کیوں پکارو۔ وہ تو ایک ذرے کے بھی مالک نہیں۔ اچھا یہ بھی نہیں تو کم از کم اپنے اس کفر و شرک کی کوئی کتابی دلیل ہی پیش کردو لیکن تم یہ بھی نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم صرف اپنی نفسانی خواہشوں اور اپنی رائے کے پیچھے لگ گئے ہو، دلیل کچھ بھی نہیں، باطل، جھوٹ اور دھوکے بازی میں مبتلا ہو، ایک دوسرے کو فریب دے رہے ہو۔ اپنے ان جھوٹے معبودوں کی کمزوری اپنے سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کی جو سچا معبود ہے قدرت و طاقت دیکھو کہ آسمان و زمین اس کے حکم سے =

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ﴿۴۲﴾ اِسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اوران کفار نے بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگران کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں پھر جب ان کے پاس ایک پیغمبر آ پہنچے تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی۔[۴۲] دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اوران کی بری تدبیروں کی وجہ سے اور بری تدبیروں کا وبال ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے۔ سو کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ سو آپ اللہ تعالیٰ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے۔[۴۳]

= قائم ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ رکا ہوا اور تھما ہوا ہے۔ ادھر ادھر جنبش بھی تو نہیں کر سکتا۔ آسمان کو زمین پر گر پڑنے سے اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے۔ یہ دونوں اس کے فرمان سے ٹھہرے ہوئے ہیں' اس کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھام سکے روک سکے۔ نظام پر قائم رکھ سکے۔ اس حلیم وغفور اللہ تعالیٰ کو دیکھو کہ مخلوق ومملوک کی نافرمان' سرکشی کفر وشرک دیکھتے ہوئے بھی بردباری اور بخشش سے کام لے رہا ہے۔ ڈھیل اور مہلت دیئے ہوئے۔ گناہوں کو معاف فرماتا جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں اس آیت کی تفسیر میں ایک غریب بلکہ منکر حدیث ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ منبر پر بیان فرمایا کہ ''آپ کے دل میں خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ کبھی سوتا بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیج دیا جس نے انہیں تین دن تک سونے نہ دیا۔ پھر ان کے ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک بوتل دی اور حکم دیا کہ ان کی حفاظت کرو یہ گرے نہیں' ٹوٹے نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں ہاتھوں میں لے کر حفاظت کرنے لگے۔ لیکن نیند کا غلبہ تھا' اونگھ آنے لگی کچھ جھونکے تو ایسے آئے کہ آپ ہوشیار ہو گئے اور بوتل گرنے نہ دی۔ لیکن آخر نیند غالب آ گئی اور بوتلیں ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئیں اور چوراچورا ہو گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ سونے والا دو بوتلیں بھی تھام نہیں سکتا۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ سوتا تو زمین آسمان کی حفاظت اس سے کیسے ہوتی۔'' لیکن بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں' بلکہ بنی اسرائیل کی گھڑت ہے۔

بھلا حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل القدر پیغمبر یہ تصور بھی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سو جاتا ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں فرما چکا ہے کہ اسے نہ تو اونگھ آئے نہ نیند۔ زمین وآسمان کی کل چیزوں کا مالک صرف وہی ہے۔ بخاری ومسلم میں حدیث ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے نہ سونا اس کی شایان شان ہے۔ وہ ترازو کو اونچا نیچا کرتا رہتا ہے۔ دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ اس کا حجاب نور ہے یا آگ ہے۔ اگر اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی تجلیاں جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے سب مخلوق کو جلا دیں۔'' ❶ ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ ''آپ

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله علیه السلام ﴿ان الله لا ینام......﴾ ۱۷۹؛ ابن ماجه، ۱۹۵؛ احمد، ٤ / ۳۹۵؛ ابن حبان، ۲٦٦۔

نے اس سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا شام سے۔ پوچھا وہاں کس سے ملے؟ کہا کعب سے۔ پوچھا کعب نے کیا بات بیان کی؟ کہا یہ کہ آسمان ایک فرشتے کے کندھے تک گھوم رہے ہیں۔ پوچھا تم نے اسے سچ جانا یا جھٹلا دیا؟ جواب دیا کچھ بھی نہیں کیا۔ فرمایا پھر تو تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ کہا سنو! کعب نے غلط کہا۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔''

اس کی اسناد صحیح ہیں۔ دوسری سند میں آنے والے کا نام ہے کہ وہ حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی تردید کرتے تھے کہ آسمان گردش میں ہیں اور اسی آیت سے دلیل لیتے تھے اور اس حدیث سے بھی۔ جس میں ہے مغرب میں ایک دروازہ ہے جو توبہ کا دروازہ ہے وہ بند نہ ہوگا جب تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو۔ ❶ یہ حدیث ہے وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کفار کا ہدایت کو قبول کرنے کی قسمیں کھانا: [آیت:۴۲-۴۳] قریش نے اور عرب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بڑی قسمیں کھا رکھی تھیں کہ اگر اللہ کا کوئی رسول ہم میں آئے تو ہم تمام دنیا سے زیادہ اس کی تابعداری کریں گے۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ﴾ ❷ الخ یعنی اس لئے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم سے پہلے کی جماعتوں پر تو البتہ کتابیں اتریں لیکن ہم تو ان سے بےخبر ہی رہے۔ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان سے بہت زیادہ راہ یافتہ ہو جاتے۔ تو لو اب تو خود تمہارے پاس تمہارے رب کی بھیجی ہوئی دلیل آ پہنچی۔ ہدایت و رحمت خود تمہارے ہاتھوں میں دی جا چکی۔ اب بتلاؤ کہ رب کی آیتوں کی تکذیب کرنے والوں اور ان سے منہ موڑنے والوں سے زیادہ ظالم کون ہے؟ اور آیتوں میں ہے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے اپنے پاس اگلے لوگوں کے عبرتناک واقعات ہوتے تو ہم تو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے بن جاتے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے اس کے ان کے پاس آ چکنے کے بعد کفر کیا۔ اب انہیں عنقریب اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور رب کی آخری اور افضل تر کتاب آ چکی۔ لیکن یہ کفر میں اور بڑھ گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی باتیں ماننے سے تکبر کیا۔ خود نہ مان کر پھر اپنی مکاریوں سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا۔ لیکن انہیں باور کر لینا چاہیے کہ اس کا وبال خود ان پر پڑے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نہیں البتہ اپنا بگاڑ رہے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''مکاریوں سے پرہیز کرو' مکر کا بوجھ مکار پر ہی پڑتا ہے اور اس کی جواب دہی اللہ کے ہاں ہو گی۔'' حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ تین کاموں کا کرنے والا نجات نہیں پا سکتا۔ ان کاموں کا وبال اس پر یقیناً آ پڑتا ہے۔ مکر اور بغاوت اور وعدوں کو توڑ دینا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ انہیں صرف اُسی کا انتظار ہے جو ان جیسے ان سے اگلوں کا حال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب اور فرمان رسول کی مخالفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دائمی عذاب ان پر آ گئے پس یہ تو اللہ تعالیٰ کی عادت ہی ہے۔ اور تو غور کر لے رب کی عادت بدلتی نہیں نہ پلٹی ہے۔ جس قوم پر عذاب کا ارادۂ الٰہی ہو چکا پھر اس ارادے کے بدلنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا نہ عذاب ان پر سے ہٹیں نہ وہ ان سے بچیں نہ کوئی انہیں بچا سکے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

---

❶ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی فضل التوبة والاستغفار...... ۳۵۳۵ وھو حسن؛ ابن ماجه ۴۰۷۰؛ احمد، ۴/ ۲۴۱؛ ابن حبان، ۱۳۲۱۔ ❷ ٦/ الانعام: ۱۵٦۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ط اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

ع ۸ / ۱۷

ترجمہ: اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اس کو ہرا دے نہ آسمان میں اور نہ زمین میں۔ وہ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے۔[۴۴] اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب دارو گیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہا ہے سو جب ان کی وہ میعاد آ پہنچے گی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا۔[۴۵]

گزشتہ اقوام کے انجام سے عبرت پکڑو: [آیت: ۴۴-۴۵] حکم ہوتا ہے کہ ان منکروں سے فرما دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں تو سہی کہ ان جیسے ان سے اگلے لوگوں کے کیسے عبرتناک انجام ہوئے۔ ان کی نعمتیں چھن گئیں، ان کے محلات اجاڑ دیئے گئے ان کی طاقت ختم ہوگئی۔ ان کے مال تباہ کر دیئے گئے۔ ان کی اولادیں ہلاک کر دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب ان پر سے کسی طرح نہ ٹلے۔ آئی ہوئی مصیبت کو وہ نہ ہٹا سکے نوچ لئے گئے، تباہ و برباد ہوگئے۔ کچھ کام نہ آیا۔ کوئی فائدہ کسی سے نہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی ہرا نہیں سکتا۔ اسے کوئی امر عاجز نہیں کر سکتا۔ اس کا کوئی ارادہ مراد سے جدا نہیں۔ اس کا کوئی حکم کسی سے ٹل نہیں سکتا۔ وہ تمام کائنات کا عالم ہے۔ وہ تمام کاموں پر قادر ہے۔ اگر وہ اپنے بندوں کے تمام گناہوں پر پکڑ کرتا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے ہلاک ہو جاتے۔ جانور اور رزق تک برباد ہو جاتے۔ جانوروں کو ان کے گھونسلوں اور بھٹوں میں بھی عذاب پہنچ جاتا۔ زمین پر کوئی جانور باقی نہ بچتا۔ لیکن اب ڈھیل دیئے ہوئے ہے عذابوں کو موخر کئے ہوئے ہے۔ وقت آ رہا ہے کہ قیامت قائم ہو جائے اور حساب کتاب شروع ہو جائے۔ طاعت کا بدلہ اور ثواب ملے نافرمانی کا عذاب اور اس پر سزا ہو۔ اجل آنے کے بعد پھر تاخیر نہیں ملنے کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ بخوبی دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے سورۂ فاطر کی تفسیر ختم ہوئی، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

تفسیر سورۂ یٰسین

سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰسٓ ۝١ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٣ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٤ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝٥ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٦ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٧

ترجمہ: رحمٰن ورحیم اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع

یٰسین [۱] قسم ہے قرآن باحکمت کی [۲] کہ بے شک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں [۳] سیدھے رستے پر ہیں۔[۴] یہ قرآن اللہ تعالیٰ زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔[۵] کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے تھے سو اسی سے یہ بے خبر ہیں۔[۶] ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے۔ سو یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔[۷]

سورۂ یٰسین کی فضیلت: ترمذی شریف میں ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن شریف کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ سورۂ یٰسین کے پڑھنے والے کو دس قرآن ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔'' ❶ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا ایک راوی مجہول ہے۔ اس باب میں اور روایتیں بھی ہیں۔ لیکن سنداً وہ بھی کچھ ایسی بہت اچھی نہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ ''جو شخص رات کو سورۂ یٰسین پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے اور جو سورۂ دخان پڑھے اسے بھی بخش دیا جاتا ہے۔'' ❷ اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں۔ مسند کی حدیث میں ہے ''سورۂ بقرہ قرآن کی کوہان ہے اور اس کی بلندی ہے۔ اس کی ایک ایک آیت کے ساتھ اسّی اسّی فرشتے اترتے ہیں۔ اس کی ایک آیت یعنی آیۃ الکرسی عرش کے نیچے سے لائی گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ملائی گئی ہے۔ سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے' اسے جو شخص نیک نیتی سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے پڑھے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔'' اسے ان لوگوں کے سامنے پڑھو جو سکرات کی حالت میں ہوں۔ ❸ بعض علمائے کرام رحمہم اللہ کا قول ہے کہ جس کام کے وقت سورۂ یٰسین پڑھی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے آسان کر دیتا ہے۔ مرنے والے کے سامنے جب اس کی تلاوت ہوتی ہے تو رحمت و برکت نازل ہوتی ہے اور روح آسانی سے =

❶ ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل یٰسین ۲۸۸۷ وسندہ ضعیف، دارمی، ۲/ ٤٥٦، اس کی سند میں ہارون ابو محمد مجہول راوی ہے۔ (التقریب، ۲/ ۳۱۲، رقم: ۳۰)

❷ مسند ابی یعلی، ٦٢٢٤ وسندہ ضعیف جداً موضوع، الموضوعات، ۱/ ۳٤۷، اس کی سند میں ہشام بن زیاد البصری متروک راوی ہے۔ (المیزان، ٤/ ۲۹۸، رقم: ۹۲۲۳)

❸ احمد، ٥/ ۲٦ وسندہ ضعیف ابو عثمان راوی مجہول ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾

ع ۱۲ ۱۸

ترجمہ: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک ہیں جس سے ان کے سراوپر کو الٹ گئے۔[۸] اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے ان کو گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔[۹] اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہیں لائیں گے۔[۱۰] بس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور اللہ تعالیٰ سے بے دیکھے ڈرے۔ سو آپ اس کو مغفرت اور عمدہ عوض کی خوشخبریاں سنا دیجئے۔[۱۱] بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں اور وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں شمار کر دیا تھا۔[۱۲]

= نکلتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔ مشائخ نے بھی فرمایا ہے کہ ایسے وقت سورۂ یٰسین پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تخفیف کر دیتا ہے اور آسانی ہو جاتی ہے۔ بزار میں فرمانِ رسول اللہ ہے کہ ''میری چاہت ہے کہ میری امت کا ہر ہر فرد اس کو یہ سورت یاد ہو۔'' ❶

حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں ہوتے ہیں۔ جیسے یہاں یٰسین ہے ان کا پورا بیان ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔ لہٰذا اب یہاں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ''یٰسین'' سے مراد ''اے انسان'' ہے۔ بعض کہتے ہیں حبشی زبان میں ''اے انسان'' کے معنی میں یہ لفظ ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ پھر فرماتا ہے قسم ہے محکم اور مضبوط قرآن کی جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا کہ بالیقین اے محمد ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ سچے اچھے مضبوط اور عمدہ سیدھے اور صاف دین پر آپ ہیں۔ یہ صراط مستقیم رب رحمان ورحیم کی ہے یہ دین اسی کا اتارا ہوا ہے جو عزت والا اور مؤمنوں پر خاص مہربانی کرنے والا ہے۔

جیسے فرمان ہے: ﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ❷ الخ تو یقیناً راہ راست کی رہبری کرتا ہے جو اس اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ ہے جو آسمان وزمین کا مالک ہے اور جس کی طرف تمام امور کا انجام ہے تا کہ تو عربوں کو ڈرائے جن کے بزرگ بھی ہوشیار نہیں کئے گئے جو محض غافل ہیں۔ ان کا تنہا ذکر کرنا اس لئے نہیں کہ دوسرے اس تنبیہ سے الگ ہیں جیسے کہ بعض افراد کے ذکر سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت عام تھی ساری دنیا کی طرف۔ اس کے دلائل بسط وتفصیل سے آیت ﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا﴾ ❸ کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں۔ اکثر لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے عذابوں کا قول ثابت ہو چکا۔

❶ البزار، کشف الاستار، ۲۳۰۵ وسندہ ضعیف ابراہیم بن الحکم بن ابان ضعیف راوی ہے۔ دیکھئے تقریب وغیرہ۔

❷ ۴۲/ الشوریٰ:۵۲۔ ❸ ۷/ الاعراف:۱۵۸۔

ہے۔انہیں تو ایمان نصیب نہیں ہونے کا وہ تو تجھے جھٹلاتے ہی رہیں گے۔

کفار کی ہٹ دھرمی کا تذکرہ اور ان کا انجام: [آیت:۸۔۱۲] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان بدنصیبوں کو ہدایت تک پہنچنا بہت مشکل بلکہ محال ہے۔ یہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے ہاتھ گردن پر باندھ دیئے جائیں اور ان کا سر اونچا جا رہا ہو۔ گردن کے ذکر کے بعد ہاتھ کا ذکر چھوڑ دیا۔ لیکن مراد یہی ہے کہ گردن ملا کر ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں اور سر اونچے ہیں' اور ایسا ہوتا ہے کہ بولنے میں ایک چیز کا ذکر کر کے دوسری چیز کو جو اسی سے سمجھ لی جاتی ہے اس کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں۔ عرب شاعروں کے شعر میں بھی یہ بات موجود ہے۔'' غل'' کہتے ہی ہیں دونوں ہاتھوں کو گردن تک پہنچا کر گردن کے ساتھ جکڑ بند کر دینے کو۔ اسی لئے گردن کا ذکر کیا اور ہاتھوں کا ذکر چھوڑ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے باندھ دیئے ہیں۔ اس لئے وہ کسی کار خیر کی طرف ہاتھ بڑھا نہیں سکتے۔ ان کے سر اونچے ہیں۔ ان کے ہاتھ ان کے منہ پر ہیں۔ وہ ہر بھلائی سے بے بس ہیں۔ گردنوں کے اس طوق کے ساتھ ہی ان کے آگے دیوار ہے' یعنی حق سے روک ہے۔ پیچھے بھی دیوار ہے یعنی حق سے روک ہے۔ اس وجہ سے تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔ حق کے پاس آ نہیں سکتے۔ ضلالتوں میں گھرے ہوئے ہیں آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حق کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ نہ حق کی طرف راہ پائیں نہ حق سے فائدہ اٹھائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ﴿فَاَعْشَيْنٰهُمْ﴾ عین سے ہے' یہ ایک قسم کی آنکھ کی بیماری ہے جو انسان کو نابینا کر دیتی ہے۔ ❶ پس اسلام و ایمان کے اور ان کے درمیان چوطرفہ روک ہے جیسے اور آیت میں ہے کہ جن پر تیرے رب کا کلمہ حق ہو چکا ہے وہ تو ایمان لانے کے ہی نہیں۔ گو تو انہیں سب آیتیں بتا دے یہاں تک کہ وہ دردناک عذابوں کو خود دیکھ لیں۔ جسے اللہ روک دے وہ کہاں سے روک ہٹا سکے۔ ایک مرتبہ ابوجہل ملعون نے کہا کہ اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ لوں گا تو یوں کروں گا اور ووں کروں گا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ لوگ اس سے کہتے تھے یہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیکن اسے آپ دکھائی نہیں دیتے تھے اور پوچھتا تھا کہاں ہیں' کہاں ہیں؟ ❷ ایک مرتبہ اسی ملعون نے ایک مجمع میں کہا تھا کہ دیکھو یہ کہتا ہے کہ اگر تم اس کی تابعداری کرو گے تو تم بادشاہ بن جاؤ گے۔ اور مرنے کے بعد خلد نشیں ہو جاؤ گے اور اگر تم اس کا خلاف کرو گے تو یہاں ذلت کی موت مارے جاؤ گے اور وہاں عذابوں میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ آج آنے تو دو۔ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کی مٹھی میں خاک تھی۔

آپ ابتدا سورۂ یٰسین سے ﴿لَا يُبْصِرُوْنَ﴾ تک پڑھتے ہوئے آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اندھا کر دیا اور آپ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے۔ ان بدبختوں کا گروہ کا گروہ آپ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھا۔ اس کے بہت بعد ایک صاحب گھر سے نکلے۔ ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے گھیرا ڈالے کھڑے ہو؟ انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے انتظار میں ہیں' آج اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس نے کہا واہ واہ وہ تو گئے بھی اور تم سب کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے نکل گئے۔ یقین نہ ہو تو اپنے سر جھاڑو۔ اب جو سر جھاڑے تو واقعی خاک نکلی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ابوجہل کی یہ بات دہرائی گئی تو آپ نے فرمایا: اس نے ٹھیک کہا۔ فی الواقع میری تابعداری ان کے لئے دونوں جہان کی عزت کا باعث ہے اور میری نافرمانی ان کے لئے ذلت کا موجب ہے اور یہی ہو گا۔ ان پر مہر الٰہی لگ چکی ہے۔ یہ نیک بات کا اثر نہیں لیتے۔ سورۂ بقرہ میں بھی اس مضمون کی ایک آیت گزر چکی ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ﴾ ❸ الخ یعنی جن پر کلمۂ عذاب ثابت ہو گیا ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا گو تو انہیں تمام نشانیاں دکھا دے یہاں تک کہ وہ خود عذاب الٰہی اپنی آنکھوں دیکھ لیں۔ ہاں تیری نصیحت ان پر اثر کر سکتی ہے

---

❶ الطبری، ۲۰/ ۴۹۶۔ ❷ ایضا، ۲۰/ ۴۹۵۔ ❸ ۱۰/ یونس: ۹۶۔۹۷۔

جو بھلی بات کی تابعداری کرنے والے ہیں' قرآن کو ماننے والے ہیں' بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں اور ایسی جگہ بھی خوف الٰہی رکھتے ہیں جہاں کوئی اور دیکھنے والا نہ ہو۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر مطلع ہے اور ہمارے افعال کو دیکھ رہا ہے۔ ایسے لوگوں کو تو گناہوں کی معافی کی' اجر عظیم وجمیل کی خوشخبری پہنچا دیجئے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جو لوگ پوشیدگی میں بھی خوف الٰہی رکھتے۔ ان کے لئے مغفرت اور ثواب کبیر ہے۔ ہمیں ہیں جو مردوں کو جلا دیتے ہیں۔ ہم قیامت کے دن انہیں نئی زندگی میں پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ مردہ دلوں کے زندہ کرنے پر بھی اس اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے۔ وہ گمراہوں کو بھی راہ راست پر ڈال دیتا ہے جیسے اور مقام پر مردہ دلوں کا ذکر کر کے قرآن حکیم نے فرمایا ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ﴾ ❶ الخ جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ ہم نے تمہاری سمجھ بوجھ کے لئے بہت کچھ بیان فرما دیا اور ہم ان کے پہلے بھیجے ہوئے اعمال لکھ لیتے ہیں اور ان کے آثار بھی۔ یعنی جو یہ اپنے بعد باقی چھوڑ آئے۔ اگر خیر باقی چھوڑ آئے ہیں تو جزا اور نہ سزا پائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے ''جو شخص اسلام میں نیک طریقہ جاری کرے اس کا اور اسے جو کریں ان سب کا بدلہ ملتا ہے۔ لیکن ان کے بدلے کم ہو کر نہیں۔ اور جو شخص کسی برے طریقے کو جاری کرے اس کا بوجھ اس پر ہے اور ان کا بھی جو اس پر اس کے بعد کاربند ہوں۔ لیکن ان کا بوجھ گھٹا کر نہیں۔'' ❷ (مسلم)

ایک لمبی حدیث میں اس کے ساتھ ہی قبیلہ مضر کے چادر پوش لوگوں کا واقعہ بھی ہے۔ اور آخر میں ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا﴾ پڑھنے کا ذکر بھی ہے۔ صحیح مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے ''جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے تمام عمل کٹ جاتے ہیں' مگر تین عمل' علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے اور وہ صدقہ جاریہ جو اس کے بعد بھی باقی رہے۔'' ❸

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ ''گمراہ لوگ جو گمراہی باقی چھوڑ جائیں۔'' سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ''ہر وہ نیکی اور بدی جسے اس نے جاری کیا اور اپنے بعد چھوڑ گیا۔'' بغوی بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ اس جملہ کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ مراد آثار سے نشان قدم ہیں' جو اطاعت یا معصیت کی طرف اٹھیں۔ ❹

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''اے ابن آدم! اگر اللہ تعالیٰ تیرے کسی فعل سے غافل ہوتا تو تیرے نشان قدم سے غافل ہوتا جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے اور تیرے کسی عمل سے غافل نہیں۔ تیرے جتنے قدم اس کی اطاعت میں اٹھتے ہیں سب اس کے ہاں لکھے ہوئے ہیں۔ تم میں سے جس سے ہو سکے وہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی طرف قدم بڑھا لے۔'' اسی معنی کی بہت سی احادیث بھی ہیں۔ پہلی حدیث مسند احمد میں ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''مسجد نبوی کے آس پاس کچھ مکانات خالی ہوئے تو قبیلہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے محلے سے اٹھ کر یہی قرب مسجد کے مکانات میں آ بسیں۔ جب اس کی خبر رسول اللہ کو ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ کیا یہ ٹھیک ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ آپ نے دو مرتبہ فرمایا ''اے بنو سلمہ! اپنے مکانات میں ہی رہو تمہارے قدم اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھے جاتے ہیں۔'' ❺

دوسری حدیث:۔ ابن ابی حاتم کی اسی روایت میں ہے کہ ''اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس قبیلے نے اپنا ارادہ بدل دیا۔'' بزار کی اسی روایت میں ہے کہ بنو سلمہ نے مسجد سے اپنے گھر دور ہونے کی شکایت حضور اکرم ﷺ سے کی۔ اس پر یہ آیت =

❶ ٥٧/ الحديد:١٧۔ ❷ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة...... ١٠١٧۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ١٦٣١۔ ❹ الطبرى، ٢٠/ ٤٩٧۔

❺ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل كثرة الخطا الى المساجد، ٦٦٥؛ احمد، ٣/ ٣٣٢؛ ابن حبان، ٢٠٤٢۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اور آپ ان کے سامنے ایک قصہ یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کیجئے جب کہ اس بستی میں کئی رسول آئے۔[۱۳] یعنی جب کہ ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا سو ان لوگوں نے اول دونوں کو جھوٹا بتلایا پھر تیسرے سے تائید کی۔ سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔[۱۴] ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم نرا جھوٹ بولتے ہو۔[۱۵] ان رسولوں نے کہا ہمارا پروردگار علیم ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔[۱۶] اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا تھا۔[۱۷]

== اتری اور پھر وہ وہیں رہتے رہے ❶ لیکن اس میں غرابت ہے۔ کیونکہ اس میں اس آیت کا اس بارے میں نازل ہونا بیان ہوا ہے اور یہ پوری سورت مکی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

تیسری حدیث: ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جن بعض انصار کے گھر سے مسجد نبوی دور تھی' انہوں نے مسجد کے قریب کے گھروں میں آنا چاہا۔ اس پر یہ آیت اتری تو انہوں نے کہا' اب ہم ان گھروں کو نہیں چھوڑیں گے۔ ❷ یہ حدیث موقوف ہے۔

چوتھی حدیث: مسند احمد میں ہے کہ ''ایک مدنی صحابی کا مدینہ شریف میں انتقال ہوا تو آپ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھا کر فرمایا: کاش! کہ یہ اپنے وطن کے سوا کسی اور جگہ فوت ہوتے۔ کسی نے کہا یہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ جب کوئی مسلمان غیر وطن میں فوت ہوتا ہے تو اس کے وطن سے لے کر وہاں تک کی زمین کا ناپ کر کے اسے جنت میں جگہ ملتی ہے۔'' ❸

ابن جریر میں حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز کے لئے مسجد کی طرف چلا۔ میں جلدی جلدی بڑے قدموں میں چلنے لگا تو آپ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور اپنے ساتھ آہستہ آہستہ ہلکے ہلکے قدموں سے لے جانے لگے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا' میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کو جا رہا تھا اور تیز قدم چل رہا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے انس! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ نشانات قدم لکھے جاتے ہیں۔ ❹ اس قول سے پہلے قول کی مزید تائید ہوتی ہے کیونکہ جب نشان قدم تک لکھے جاتے ہیں تو پھیلائی ہوئی برائی بھلائی کیوں نہ لکھی جاتی ہوگی؟ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرمایا: کل کائنات' جمیع موجودات' مضبوط کتاب لوح محفوظ میں درج ہے جوام الکتاب ہے۔ ❺ یہی تفسیر بزرگوں سے آیت ﴿يَوْمَ نَدْعُوْا﴾ ❻ کی تفسیر میں بھی مروی ہے کہ ان کا نامہ اعمال جس میں خیر و شر درج ہے۔ جیسے آیت قرآن ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة یسین ۳۲۲٦ وسنده ضعیف ابوسفیان طریف بن شہاب ضعیف راوی ہے۔ حاکم، ۲/ ٤٢٨۔ ❷ ابن جریر الطبری وسنده ضعیف، سماک بن حرب صدوق راوی ہیں لیکن عکرمہ سے ان کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

❸ نسائی، کتاب الجنائز، باب الموت بغیر مولده ۱۸۳۳ وسنده حسن؛ ابن ماجه ١٦١٤؛ احمد، ۲/ ۱۷۷۔

❹ الطبری، ٢٠/ ٤٩٨۔ ❺ أيضاً، ٢٠/ ٤٩٩۔ ❻ ۱۷/ بنیٓ اسرآئیل: ۷۱۔

الْمُجْرِمِیْنَ﴾ ❶ اور آیت ﴿وَوُضِعَ الْکِتَابُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ﴾ ❷ الخ میں ہے۔

ایک بستی والوں کا واقعہ: [آیت:۱۳۔۱۷] اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم فرما رہا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سامنے ان اگلے لوگوں کا قصہ بیان فرمائیے جنہوں نے ان سے پہلے اپنے رسولوں کو ان کی طرح جھٹلایا تھا۔ یہ واقعہ شہر انطاکیہ کا ہے وہاں کے بادشاہ کا نام انطیخس تھا۔ اس کے باپ اور دادا کا بھی یہی نام تھا یہ سب راجہ پرجا بت پرست تھے۔ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے تین پیغمبر آئے۔ صادق' صدوق اور شلوم' اللہ تعالیٰ کے درود وسلام ان پر نازل ہوں۔ لیکن ان بدنصیبوں نے سب کو جھٹلا دیا۔ ❸ عنقریب یہ بیان بھی آ رہا ہے کہ بعض بزرگوں نے اسے نہیں مانا کہ یہ واقعہ انطاکیہ کا ہو۔ پہلے تو ان کے پاس دو پیغمبر آئے انہوں نے انہیں نہ مانا۔ ان دو کی تائید میں پھر تیسرے نبی آئے۔ پہلے دو رسولوں کا نام شمعون اور یوحنا تھا اور تیسرے رسول کا نام بولص تھا۔ ان سب نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اس نے ہماری معرفت تمہیں حکم بھیجا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ حضرت قتادہ بن دعامہ کا خیال ہے کہ یہ تینوں بزرگ جناب مسیح علیہ السلام کے بھیجے ہوئے تھے۔ بستی کے ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو' پھر کیا وجہ کہ تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آئے اور ہماری طرح نہ آئے۔ ہاں اگر تم رسول ہوتے تو چاہیے تھا کہ تم فرشتے ہوتے۔ اکثر کفار نے یہی شبہ اپنے اپنے زمانے کے پیغمبروں کے سامنے پیش کیا تھا۔ جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ﴾ ❹ یعنی لوگوں کے پاس رسول آئے اور انہوں نے جواب دیا کہ انسان ہمارے ہادی بن کر آئے۔ اور آیت میں ہے ﴿قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ ❺ یعنی تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو۔ تمہاری چاہت صرف یہ ہے کہ ہمیں اپنے باپ داداؤں کے معبودوں سے روک دو' جاؤ کوئی کھلا غلبہ لے آؤ۔

اور جگہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾ ❻ یعنی کافروں نے کہا کہ اگر تم نے اپنے جیسے انسانوں کی تابعداری کی تو تم یقیناً بڑے ہی نقصان میں پڑ گئے۔ اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ آیت ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا﴾ ❼ الخ میں اس کا بیان ہے۔ یہی ان لوگوں نے بھی ان تینوں نبیوں سے کہا کہ تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے تو کچھ بھی نازل نہیں فرمایا۔ تم یونہی غلط سلط کہہ رہے ہو۔ پیغمبروں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم اس کے سچے رسول ہیں اگر ہم جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی سزا ہمیں اللہ تعالیٰ دے دیتا۔ لیکن تم دیکھو گے کہ وہ ہماری مدد کرے گا اور ہمیں عزت عطا فرمائے گا اس وقت تمہیں خود روشن ہو جائے گا کہ کون شخص باعتبار انجام کے اچھا رہا۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ شَهِیْدًا﴾ ❽ میرے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے وہ تو آسمان و زمین کے غیب جانتا ہے۔ باطل پر ایمان رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے والے ہی نقصان یافتہ ہیں۔ سنو ہمارے ذمہ تو صرف تبلیغ ہے۔ مانو گے تمہارا بھلا ہے' نہ مانو گے خود پچھتاؤ گے۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑو گے۔ کل اپنے کئے کا خمیازہ بھگتو گے۔

❶ ١٨/ الكهف:٤٩۔ ❷ ٣٩/ الزمر:٦٩۔
❸ الطبری، ٢٠/ ٥٠٠۔ ❹ ٤٠/ مؤمن:٢٢۔
❺ ١٤/ ابراهيم:١٠۔ ❻ ٤٠/ المؤمنون:٣٤۔
❼ ١٧/ بنی اسرآئیل:٩٤۔ ❽ ٢٩/ العنكبوت:٥٢۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت سزا پہنچے گی۔[۱۸] ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جائے۔ بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔[۱۹] اور ایک شخص اس شہر کے کسی دور دراز مقام سے دوڑتا ہوا آیا۔ کہنے لگا کہ اے میری قوم! ان رسولوں کی راہ پر چلو[۲۰] ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر بھی ہیں۔[۲۱]

اہل کفر رسولوں کے متعلق بدشگونی لیتے رہے: [آیت:۱۸۔۲۱] ان کافروں نے رسولوں سے کہا کہ تمہارے آنے سے ہمیں کوئی برکت و خیرت تو ملی نہیں بلکہ اور برائی اور بدی پہنچی۔ تم ہو ہی بدشگون لوگ۔ جہاں جاؤ گے بلائیں برسیں گی۔ سنو اگر تم اپنے اس طریقے سے باز نہ آئے اور یہی کہتے رہے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور سخت المناک سزائیں دیں گے۔ رسولوں نے جواب دیا کہ تم خود شریر ہو، تمہارے اعمال ہی برے ہیں اور اسی وجہ سے تم پر مصیبتیں آنے کی ہے، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے یہی بات فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے مومنوں سے کہی تھی۔ جب انہیں کوئی راحت ملتی تو کہتے ہم تو اس کے مستحق ہی تھے اور اگر کوئی رنج پہنچا تا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مومنوں کی بدشگونی پر اسے محمول کرتے۔ جس کے جواب میں جناب باری تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ❶ یعنی ان کی مصیبتوں کی وجہ ان کے اعمال بد ہیں جن کا وبال ہماری جانب سے انہیں پہنچ رہا ہے۔ قوم صالح نے بھی اپنے نبی سے یہی کہا تھا اور یہی جواب پایا تھا۔ خود جناب پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی کہا گیا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا ارشاد ہے۔ ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ﴾ الخ ❷

یعنی اگر ان کافروں کو کوئی نقصان ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے۔ تو کہہ دے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان سے یہ بات بھی نہیں سمجھی جاتی۔ پھر فرماتا ہے کہ صرف اس وجہ سے کہ ہم نے تمہیں نصیحت کی تمہاری خیر خواہی کی تمہیں بھلی راہ سمجھائی۔ تمہاری اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف رہنمائی کی۔ تمہیں اخلاص و عبادت کے طریقے سکھائے۔ تم ہمیں منحوس سمجھنے لگے اور ہمیں اس طرح ڈرانے، دھمکانے لگے اور خوف زدہ کرنے لگے اور مقابلے پر اتر آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم مسرف لوگ ہو، حدود الٰہی سے تجاوز کر جاتے ہو، ہمیں دیکھو کہ ہم تمہاری بھلائی چاہیں۔ تمہیں دیکھو کہ تم ہم سے برائی سمجھو۔ بتلاؤ تو بھلا یہ کوئی انصاف کی بات ہے۔ افسوس تم انصاف کے دائرے سے نکل گئے۔

حضرت حبیب کا ذکر: مروی ہے کہ اس بستی کے لوگ یہاں تک سرکش ہو گئے کہ انہوں نے پوشیدہ طور پر نبیوں کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ایک مسلمان شخص جو اس بستی کے آخری حصے میں رہتا تھا۔ جس کا نام حبیب تھا اور رسی کا کام کرتا تھا۔ تھا بھی بیمار جذام کی بیماری تھی،

❶ ۷/ الاعراف:۱۳۱۔ ❷ ٤/ النسآء:۷۸۔

بہت سخی آدمی تھا جو کما تا تھا اس کا آدھا حصہ راہ اللہ خیرات کر دیا کرتا تھا' دل کا نرم اور فطرت کا اچھا تھا۔ ❶ لوگوں سے الگ تھلگ ایک غار میں بیٹھ کر عبادت الٰہی کیا کرتا تھا۔ اس نے جب اپنی قوم کے اس بدارادے کو کسی طرح معلوم کر لیا تو اس سے صبر نہ ہو سکا' دوڑتا بھاگتا آیا۔ بعض کہتے ہیں یہ بڑھئی تھے ایک قول ہے کہ یہ دھوبی تھے۔ عمر بن حکم فرماتے ہیں کہ یہ جوتی گانٹھنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے' انہوں نے آ کر اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا کہ تم ان رسولوں کی تابعداری کرو' ان کا کہا مانو' ان کی راہ چلو' دیکھو تو یہ اپنا کوئی فائدہ نہیں کر رہے۔ یہ تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی بدلہ نہیں مانگتے۔ اپنی خیر خواہی کی کوئی اجرت تم سے طلب نہیں کر رہے' درددل سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور سیدھے اور سچے راستے کی رہنمائی کر رہے ہیں خود بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ تمہیں ضرور ان کی دعوت پر لبیک کہنا چاہئے اور ان کی اطاعت کرنی چاہیے۔ لیکن قوم نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ انہیں شہید کر دیا۔ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاَرْضَاهُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تفسیر ابن کثیر کا بائیسواں پارہ ختم ہوا۔

❶ الطبری، ۲۰/ ۵۰۴۔

فہرست

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب حبیب بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا جو قبیلہ بنو مازن بن نجار سے تھے جن کو جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب ملعون نے شہید کر دیا تھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم یہ حبیب رضی اللہ عنہ بھی اسی حبیب کی طرح تھے جن کا ذکر سورہ یٰسین میں ہے۔ ان سے اس کذاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ''بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔'' اس نے کہا میری نسبت بھی تو گواہی دیتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں؟ تو حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نہیں سنتا؟ اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں ان کی سچی رسالت کو مانتا ہوں۔ اس نے پھر پوچھا ''میری رسالت کی نسبت کیا کہتا ہے؟'' جواب دیا کہ میں نہیں سنتا۔ اس ملعون نے کہا ''انکی نسبت تو سن لیتا ہے اور میری نسبت بہرا بن جاتا ہے'' چنانچہ اس کے بعد ایک مرتبہ پوچھتا اور ان کے اس جواب پر ایک عضو بدن کٹوا دیتا۔ پھر پوچھتا پھر یہی جواب پاتا پھر ایک عضو بدن کٹواتا۔ اسی طرح جسم کا ایک ایک جوڑ کٹوا دیا اور وہ اپنے سچے اسلام پر آخری دم تک قائم رہے اور جو جواب پہلے تھا وہی آخر تک رہا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاَرْضَاهُ)

اس کے بعد ان لوگوں پر جو غضب الٰہی نازل ہوا اور جس عذاب سے وہ غارت کر دیئے گئے اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا' اللہ تعالیٰ کے ولی کو قتل کیا' اس لئے ان پر عذاب اترا اور ہلاک کر دیئے گئے لیکن انہیں برباد کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نہ تو کوئی لشکر آسمان سے بھیجا نہ کوئی خاص اہتمام کرنا پڑا نہ کسی بڑے سے بڑے کام کے لئے اسے اس کی ضرورت' اس کا تو صرف حکم کر دینا کافی ہے' نہ انہیں اس کے بعد کوئی تنبیہ کی گئی' نہ ان پر فرشتے اتارے گئے' بلکہ بلا مہلت عذاب میں پکڑ لئے گئے اور بغیر اس کے کہ کوئی نام لیوا پانی دینے والا ہو' اول سے آخر تک ایک ایک کر کے سب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور ان کے شہر انطاکیہ کے دروازے کی چوکھٹ تھام کر اس زور سے آواز لگائی کہ کلیجے پاش پاش ہو گئے اور دل دہل گئے اور روحیں پرواز کر گئیں۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ''ان لوگوں کے پاس جو تینوں رسول آئے تھے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے قاصد تھے لیکن اس میں قدرے کلام ہے۔ اولاً: تو یہ کہ قصے کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستقل رسول تھے۔ فرمان ہے ﴿اِذْ اَرْسَلْنَا﴾ جب کہ ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے' جب انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کی مدد کے لئے تیسرا رسول بھیجا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے یہ رسول اہل انطاکیہ سے کہتے ہیں۔ ﴿اِنَّا اِلَیْکُمْ مُّرْسَلُوْنَ﴾ یعنی ہم تمہاری طرف رسول ہیں۔

پس اگر یہ تینوں حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ہوتے تو انہیں یہ کہنا مناسب نہ تھا بلکہ وہ کوئی ایسا جملہ کہتے جس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاصد ہیں' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

پھر یہ بھی ایک قرینہ ہے کہ کفار انطاکیہ ان کے جواب میں کہتے ہیں ﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ [1] تم تو ہم ہی جیسے انسان ہو۔ دیکھ لو یہ کلمہ کفار ہمیشہ رسولوں کو ہی کہتے رہے، اگر وہ حواریوں میں سے ہوتے تب تو ان کا مستقل دعویٰ رسالت کا تھا ہی نہیں۔ پھر انہیں یہ لوگ یہ الزام ہی کیوں دیتے؟

ثانیاً: اہل انطاکیہ کی طرف حضرت مسیح کے قاصد گئے تھے اور اس وقت اس بستی کے لوگ ان پر ایمان لائے تھے بلکہ یہی وہ پہلی بستی ہے جو ساری کی ساری جناب مسیح پر ایمان لائی۔ اسی لئے نصرانیوں کے وہ چار شہر جو مقدس سمجھے جاتے ہیں' ان میں ایک یہ بھی =

[1] ٣٦/ یٰس: ١٥۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٠﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٣١﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿٣٤﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾

ع

ترجمہ: بندوں پر افسوس! کبھی بھی کوئی رسول ان کے پاس نہیں آیا جس کی ہنسی انہوں نے نہ اڑائی ہو۔[٣٠] کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ان کے پہلے بہت سی بستیاں ہم نے غارت کر دی ہیں جو ان کی طرف واپس نہیں لوٹتے۔[٣١] اور نہیں ہے کوئی جماعت مگر یہ کہ وہ جمع ہو کر ہمارے سامنے حاضر کی جائے گی۔[٣٢] ان کیلئے ایک نشانی خشک مردہ زمین ہے جس کو ہم زندہ کر دیتے ہیں جس سے اناج نکالتے ہیں جس میں سے وہ کھاتے ہیں[٣٣] اور ہم اس میں کھجوروں کے اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں جن میں ہم چشمے بھی جاری کر دیتے ہیں[٣٤] تاکہ لوگ اس کے پھل کھائیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اسے نہیں بنایا پھر کیوں شکر گزاری نہیں کرتے۔[٣٥] وہ پاک ذات ہے جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے اور خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہوں، خواہ خود ان کے نفوس ہوں خواہ وہ چیزیں ہوں جنھیں یہ جانتے بھی نہیں۔[٣٦]

= ہے۔ بیت المقدس کی بزرگی کے وہ قائل اس لئے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کا شہر ہے اور انطاکیہ کو حرمت والا شہر اس لئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہیں کے لوگ حضرت مسیح پر ایمان لائے اور اسکندریہ کی عظمت کی وجہ یہ ہے کہ یہاں انہوں نے اپنے مذہبی عہدے داروں کے تقرر پر اجماع کیا اور رومیہ کی حرمت کے قائل اس وجہ سے ہیں کہ شاہ قسطنطین کا شہر یہی ہے اور اسی بادشاہ نے ان کے دین کی امداد کی تھی اور یہیں ان کے تبرکات تھے۔ پھر جب اس نے قسطنطنیہ شہر بسایا تو ان تبرکات کو رومیہ سے یہاں لا رکھا۔

سعد بن بطریق وغیرہ نصرانی مؤرخین کی تاریخوں میں یہ سب واقعات مذکور ہیں۔ مسلمان مؤرخین نے بھی یہی لکھا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انطاکیہ والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاصدوں کی تو مان لی تھی اور یہاں بیان ہے کہ انہوں نے نہ مانی اور ان پر عذاب الٰہی آیا اور تہس نہس کر دیئے گئے تو ثابت ہوا کہ یہ واقعہ اور ہے۔ یہ رسول مستقل رسالت پر مامور تھے اور انہوں نے نہ مانا جس پر انہیں سزا ہوئی اور وہ بے نشان کر دیئے گئے اور چراغ سحری کی طرح بجھا دیئے گئے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ثالثاً: انطاکیہ والوں کا قصہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے ساتھ وقوع میں آیا' وہ قطعاً توراۃ کے اترنے کے بعد کا ہے اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ توراۃ کے نزول کے بعد کسی بستی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آسمانی عذاب سے بالکل برباد نہیں کیا بلکہ مؤمنوں کو کافروں سے جہاد کرنے کا حکم دے کر کفار کو نیچا دکھایا ہے جیسا کہ آیت ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَا اَهْلَكْنَا﴾ ❶ کی تفسیر میں ہے اور اس بستی کی آسمانی ہلاکت پر آیات قرآنی شاھد ہیں' جن سے عدل واضح ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ انطاکیہ کا نہیں جیسے کہ بعض سلف کے اقوال بھی اسے مطلق اور تعیین مقام سے آزاد کرتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ اس سے مراد یہ مشہور شہر انطاکیہ نہیں' ہاں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انطاکیہ نامی کوئی شہر اور بھی ہو اور یہ واقعہ وہاں کا ہو۔ اسلئے کہ جو انطاکیہ مشہور ہے اسکا عذاب اللہ تعالیٰ سے نیست و نابود ہونا مشہور نہیں ہوا، نہ تو نصرانیت کے زمانہ میں اور نہ اس سے پہلے' وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔ یہ بھی یاد رہے کہ طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ دنیا میں تین ہی شخص سبقت کرنے میں سب سے آگے نکل گئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے تو حضرت یوشع بن نون تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے وہ تھے جن کا ذکر سُوْرَةُ یٰسٓ میں ہے اور محمد ﷺ کی خدمت میں آگے بڑھنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ ❷ یہ حدیث بالکل منکر ہے صرف حسین اشقر اسے روایت کرتا ہے اور وہ شیعہ ہے اور متروک ہے وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔

انبیائے کرام کی بات نہ ماننے والوں پر حسرت وافسوس: [آیت:۳۰-۳۶] بندوں پر حسرت وافسوس ہے۔ بندے کل اپنے اوپر کیسے نادم ہونگے وہ بار بار کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے تو خود اپنا برا کیا۔ بعض قراتوں میں ﴿يٰحَسْرَةَ الْعِبَادِ عَلٰى اَنْفُسِهَا﴾ بھی ہے۔ ❸ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن عذابوں کو دیکھ کر ہاتھ ملیں گے کہ انہوں نے کیوں رسولوں کو جھٹلایا اور کیوں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف کیا۔

دنیا میں تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی جو رسول آیا انھوں نے بلا تامل جھٹلایا اور دل کھول کر ان کی بے ادبی اور توہین کی۔ وہ اگر یہاں تامل کرتے تو سمجھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے پیغمبروں کی نہ مانی تھی وہ غارت و برباد کردیئے گئے' ان کی بھوسی اُڑا دی گئی۔ ایک بھی تو ان میں سے نہ بچ سکا' نہ اس دار آخرت سے کوئی واپس پلٹا۔ اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو دہریہ تھے' جن کا خیال تھا کہ یونہی دنیا میں مرتے جیتے چلے جائیں گے' لوٹ لوٹ کر اس دنیا میں آئیں گے تمام گزرے ہوئے' موجود اور آنے والے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب و کتاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے اور وہاں ہر ہر بھلائی اور برائی کا بدلہ پائیں گے۔ جیسے اور آیت میں فرمایا ﴿وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ﴾ ❹ یعنی ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ تیرا رب عطا فرمائے گا۔ ایک قرأت میں ﴿لَمَا﴾ ہے تو ان اثبات کے لئے ہوگا اور لَمَّا پڑھنے کے وقت ان نافیہ ہوگا اور لَمَّا معنی میں اِلَّا کے ہوگا تو مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ نہیں ہیں سب مگر یہ کہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر شدہ ہیں۔ دوسری قرأت پر بھی مطلب یہی رہیگا' وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔

وجود باری تعالیٰ کی ایک عظیم نشانی: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے وجود پر اور میری زبردست قدرت پر اور مردوں کو زندگی دینے پر ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مردہ زمین جو بنجر خشک پڑی ہوتی ہے جس میں کوئی روئیدگی' تازگی' ہریاول اور گھاس وغیرہ نہیں ہوتی' میں اس پر آسمان سے پانی برساتا ہوں اور وہ مردہ زمین جی اٹھتی ہے' لہلہانے لگتی ہے' ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اگ جاتا ہے اور قسم قسم کے پھل پھول وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں تو فرماتا ہے کہ ہم اس مردہ زمین کو زندہ کردیتے ہیں اور اس میں قسم قسم کے اناج پیدا کرتے ہیں۔

❶ ۲۸/ القصص:۴۳۔ ❷ طبرانی، ۱۱۱۵۲، وسندہ ضعیف جداً؛ مجمع الزوائد، ۹/ ۱۰۲ اس کی سند میں حسین بن أبی السری اور حسین بن حسن سخت ضعیف راوی ہیں۔ (المیزان، ۱/ ۵۳۱، رقم: ۱۹۸۶، ۱/ ۵۳۶، رقم: ۲۰۰۳)

❸ الطبری، ۲۰/ ۵۱۲۔ ❹ ۱۱/ هود:۱۱۱۔

ترجمہ: اوران کے لئے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کو الگ کر دیتے ہیں تو وہ یکا یک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں [۳۷] اور سورج کے لئے جو مقررہ راہ ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے۔ یہ ہے اندازہ غالب باعلم اللہ تعالیٰ کا [۳۸] اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ ہر پھر کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔[۳۹] نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانیوالی ہے اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔[۴۰]

= بعض کو تم کھاتے ہو اور بعض تمہارے جانور کھاتے ہیں۔ ہم اس میں کھجوروں کے انگوروں کے باغات وغیرہ تیار کر دیتے ہیں' نہریں جاری کر دیتے ہیں جو باغوں اور کھیتوں کو سیراب' سرسبز و شاداب کرتی رہتی ہیں۔ یہ سب اس لئے کہ ان درختوں کے میوے دنیا کھائے' کھیتوں اور باغات سے نفع حاصل کرے اور حاجتیں پوری کرے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی قدرت سے پیدا ہو رہے ہیں کسی کے بس اور اختیار میں نہیں۔ تمہارے ہاتھوں کی پیدا کردہ چیزیں نہیں نہ تم میں ان کو اگانے کی طاقت' نہ تم میں ان کو بچانے کی قدرت' نہ ان کو پکانے اور تیار کرنے کا تمہیں اختیار۔ صرف اللہ تعالیٰ کے یہ کام ہیں اور اسی کی یہ مہربانی ہے اور اس کے احسان کے ساتھ ہی ساتھ یہ اس کی قدرت کے نمونے ہیں پھر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو شکر گزاری نہیں کرتے؟ اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا ان گنت نعمتیں اپنے پاس ہوتے ہوئے اس کا احسان نہیں مانتے۔

ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ باغات کے پھل جو کھاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کا بویا ہوا یہ پاتے ہیں۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿وَمِمَّا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ﴾ ہے۔ پاک و برتر اور تمام نقصانات سے بری وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے زمین کی پیداوار کو اور خود تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور مختلف قسم کی مخلوق کے جوڑے بنائے ہیں جنھیں تم جانتے بھی نہیں ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ❶ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

ایک اور نشانی کا ذکر: [آیت: ۳۷-۴۰] اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی بیان ہو رہی ہے اور وہ دن رات ہیں جو اجالے اور اندھیرے والے ہیں اور برابر ایک دوسرے کے پیچھے آ جا رہے ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا﴾ ❷ رات کو دن سے چھپاتا ہے' رات دن کو جلدی جلدی ڈھونڈتی آتی ہے۔ یہاں بھی فرمایا رات میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں' دن تو ختم ہوا اور رات آ گئی اور چاروں طرف سے اندھیرا چھا گیا۔ حدیث میں ہے کہ جب ادھر سے رات آ جائے اور دن ادھر سے چلا جائے

❶ ٥١/ الذّٰریٰت:٤٩۔ ❷ ٧/ الاعراف:٥٤۔

اور سورج غروب ہو جائے تو روزے دار افطار کر لے۔ ❶ ظاہر آیت تو یہی ہے لیکن حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب مثل آیت ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ ❷ کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو ضعیف بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں اس آیت میں جو لفظ ''ایلاج'' ہے اس کے معنیٰ ایک کی کمی کر کے دوسری میں زیادتی کرنے کے ہیں اور یہ مراد اس آیت میں نہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول حق ہے مُسْتَقَرٌ سے مراد یا تو مستقر مکانی یعنی جائے قرار ہے اور وہ عرش تلے کی وہی سمت ہے۔ پس ایک سورج ہی نہیں بلکہ کل مخلوق عرش کے نیچے ہی ہے اس لئے کہ عرش ساری مخلوق کے اوپر ہے اور سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ کُرّہ نہیں ہے جیسے کہ ہیئت داں کہتے ہیں بلکہ وہ مثل قبے کے ہے جس کے پائے ہیں اور جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں' انسانوں کے سروں کے اوپر' اوپر والے عالم میں ہے۔ پس جب کہ سورج فلکی قبے میں ٹھیک ظہر کے وقت ہوتا ہے اس وقت وہ عرش سے بہت قریب ہوتا ہے پھر جب وہ گھوم کر چوتھے فلک میں اسی مقام کے بالمقابل آ جاتا ہے' یہ آدھی رات کا وقت ہوتا ہے جب کہ وہ عرش سے بہت دور ہو جاتا ہے پس وہ سجدہ کرتا ہے اور طلوع کی اجازت چاہتا ہے جیسے کہ احادیث میں ہے۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''میں سورج کے غروب ہونے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں تھا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''جانتے ہو یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟'' میں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وہ عرش تلے جا کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿وَالشَّمْسُ﴾ تلاوت کی۔'' ❸

اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس کی قرارگاہ عرش کے نیچے ہے۔'' ❹ مسند احمد میں اس سے پہلے کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ''وہ اللہ تعالیٰ سے واپس ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے گویا اس سے کہا جاتا ہے کہ جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جا تو وہ اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے نکلتا ہے اور یہی اس کا مستقر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے ابتدائی فقرے کو پڑھا۔'' ❺ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ''قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے لیکن قبول نہ کیا جائے اور اجازت مانگے لیکن اجازت نہ دی جائے بلکہ کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا پس وہ مغرب سے ہی طلوع کرے گا۔'' ❻ یہی اس آیت کریمہ کے معنیٰ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب متی یحل فطر الصائم ١٩٥٤؛ صحیح مسلم، ١١٠٠؛ ابو داود، ٢٣٥١؛ ترمذی، ٦٩٨؛ احمد، ١/ ٢٨؛ مسند ابی یعلی، ٢٢٥؛ صحیح ابن خزیمه، ٣٠٠٥؛ ابن حبان، ٣٥٨؛ دارمی، ٥/ ١٩٦؛ بیهقی، ٤/ ٢١٦؛ مصنف عبدالرزاق، ٧٥٩٥؛ مسند الحمیدی، ١/ ٢٣۔ ❷ ٣٥/ فاطر: ١٣۔

❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة یٰسٓ باب قوله ﴿والشمس تجری لمستقرلها......﴾ ٤٨٠٢؛ صحیح مسلم، ١٥٩؛ بدون الآیة۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة یسین باب قوله ﴿والشمس تجری لمستقر لها﴾ ٤٨٠٣؛ صحیح مسلم، ١٥٩؛ احمد، ٥/ ١٥٨؛ ابن حبان، ٦١٥٢۔ ❺ احمد، ٥/ ١٥٢؛ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر ٣١٩٩؛ صحیح مسلم، ١٥٩؛ ترمذی، ٢١٨٦؛ السنن الکبریٰ، ١١٤٣٠؛ شرح مشکل الآثار، ٢٨١؛ ابن حبان، ٦١٥٤؛ الأسماء والصفات ص ٣٩٢؛ مسند الطیالسی، ٤٦٠۔ ❻ صحیح بخاری، ٣١٩٩۔

فرماتے ہیں کہ ''سورج طلوع ہوتا ہے اسے انسانوں کے گناہ لوٹا دیتے ہیں' وہ غروب ہو کر سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے' اجازت مل جاتی ہے۔ ایک دن یہ غروب ہو کر بہ عاجزی سجدہ کرے گا اور اجازت مانگے گا لیکن اجازت نہ دی جائے گی۔ وہ کہے گا کہ راہ دور ہے اور اجازت ملی نہیں اس لئے پہنچ نہیں سکوں گا۔ پھر کچھ دیر روک رکھنے کے بعد اس سے کہا جائیگا کہ جہاں سے غروب ہوا تھا وہیں سے طلوع ہو جا! یہی قیامت کا دن ہوگا جس دن ایمان لانا محض بے سود ہوگا اور نیکیاں کرنی بھی ان کے لئے جو اس سے پہلے ایماندار اور نیکوکار نہ تھے بے کار ہوں گی۔'' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مستقر سے مراد اس کے چلنے کی انتہا ہے۔ پوری بلندی جو گرمیوں میں ہوتی ہے اور پوری پستی جو جاڑوں میں ہوتی ہے پس یہ ایک قول ہوا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے اس لفظ مستقر سے مراد اس کی چال کا خاتمہ ہے۔ قیامت کے دن اس کی حرکت باطل ہو جائے گی' یہ بے نور ہو جائے گا اور یہ عالم کل کا کل ختم ہو جائے گا۔ یہ مستقر زمانی ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''وہ اپنے مستقر پر چلتا ہے یعنی اپنے وقت اور میعاد پر جس سے تجاوز نہیں کر سکتا ❶ جو اس کے راستے جاڑوں کے اور گرمیوں کے مقرر ہیں ان ہی راستوں سے آتا جاتا ہے۔'' ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت ﴿لَا مُسْتَقَرَّ لَهَا﴾ ہے یعنی اس کے لئے سکون و قرار نہیں بلکہ دن رات بحکم اللہ تعالیٰ گردش کرتا رہتا ہے نہ رکے نہ تھکے جیسے فرمایا ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ﴾ ❷ یعنی اس نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے جو نہ تھکیں نہ ٹھہریں' قیامت تک چلتے پھرتے ہی رہیں گے۔ یہ اندازہ اس اللہ تعالیٰ کا ہے جو غالب ہے جس کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا' جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ علیم ہے ہر ہر حرکت و سکون کو جانتا ہے' اس نے اپنی حکمت کاملہ سے اس کی رفتار مقرر کی ہے جس میں نہ اختلاف واقع ہو سکے نہ اس کے برعکس ہو سکے۔ جیسے فرمایا ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ﴾ ❸ صبح کا نکالنے والا جس نے رات کو راحت کا وقت بنایا اور سورج چاند کو حساب سے مقرر کیا۔ یہ ہے اندازہ غالب ذی علم کا۔ حم سجدہ کی آیت کو بھی اسی طرح ختم کیا' پھر فرماتا ہے کہ چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں وہ ایک جداگانہ چال چلتا ہے جس سے مہینے معلوم ہو جائیں' جیسے سورج کی چال سے رات دن معلوم ہو جاتے تھے۔ جیسے فرمان ہے کہ لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تو جواب دے کہ وقتوں اور حج کے موسم کو جتلانے کے لئے ہے۔ اور اس آیت میں فرمایا اس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور دیا ہے اور اس کی منزلیں ٹھہرا دی ہیں تاکہ تم برسوں کو اور حساب کو معلوم کر لو۔

ایک آیت میں ہے کہ ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دی ہیں۔ رات کی نشانی کو ہم نے دھندلا کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو روشن کیا ہے تاکہ تم اس میں اپنے رب کی نازل کردہ روزی کو تلاش کر سکو اور برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔ ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل سے بیان کر دیا ہے' پس سورج کی چمک دمک اس کے ساتھ مخصوص ہے اور چاند کی روشنی اسی میں ہے اس کی رفتار بھی مختلف ہے۔ سورج ہر دن طلوع و غروب ہوتا ہے اسی روشنی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہاں اسکے طلوع و غروب کی جگہیں جاڑے میں اور گرمی میں الگ الگ ہوتی ہیں۔ اسی سبب سے دن رات کی طوالانی میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ سورج دن کا ستارہ ہے اور چاند رات کا ستارہ ہے' اس کی منزلیں مقرر ہیں۔

مہینے کی پہلی رات طلوع ہوتا ہے بہت چھوٹا سا ہوتا ہے' روشنی کم ہوتی ہے دوسری شب روشنی اس سے بڑھ جاتی ہے اور منزل بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔ پھر جوں جوں بلند ہوتا جاتا ہے روشنی بڑھتی جاتی ہے گو اس کی نورانیت سورج سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔ آخر =

❶ الطبری، ۲۰/ ۵۱۷۔ ❷ ۱۴/ ابراھیم:۳۳۔ ❸ ٦/ الانعام:۹٦۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾

وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: ان کے لئے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا[۴۱] اور ان کے لئے اسی جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔[۴۲] اگر ہم چاہتے تو انہیں ڈبو دیتے پھر نہ تو کوئی ان کا مددگار ہوتا نہ وہ رہا کئے جاتے[۴۳] لیکن ہم اپنی طرف سے رحمت کرتے ہیں اور ایک مدت تک کے لئے انہیں فائدہ دے رہے ہیں۔[۴۴]

= چودھویں رات کو چاند کامل ہو جاتا ہے اور اس کی چاندنی بھی کمال کی ہو جاتی ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور اسی طرح درجہ بدرجہ بتدریج گھٹتا ہوا مثل کھجور کے خوشے کی ٹہنی کے ہو جاتا ہے جس پر تر کھجوریں لٹکتی ہوں اور وہ خشک ہو کر بل کھا گئی ہو۔ پھر اسے نئے سرے سے اللہ تعالیٰ دوسرے مہینے کی ابتدا میں ظاہر کرتا ہے۔ عرب میں چاند کی روشنی کے اعتبار سے مہینے کی راتوں کے نام رکھ لئے گئے ہیں مثلاً پہلی تین راتوں کا نام ''غرر'' ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام ''نفل'' ہے اور اس کے بعد کی تین راتوں کا نام ''تسع'' ہے۔ اس لئے کہ ان کی آخری رات نویں ہوتی ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام ''عشر'' ہے اس لئے کہ ان کا شروع دسویں سے ہے۔ ان کے بعد کی تین راتوں کا نام ''بیض'' ہے اس لئے کہ ان راتوں میں چاند کی روشنی آخر تک رہا کرتی ہے۔ اس کے بعد کی تین راتوں کا نام ان کے ہاں ''درع'' ہے یہ لفظ درعا کی جمع ہے ان کا یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ سولہویں کو چاند ذرا دیر سے طلوع ہوتا ہے تو تھوڑی دیر تک اندھیرا یعنی سیاہی رہتی ہے اور عرب میں اس بکری کو جس کا سر سیاہ ہو ''شاۃ درعا'' کہتے ہیں۔

اس کے بعد کی تین راتوں کو ''ظلم'' کہتے ہیں' پھر تین کو ''حنادس'' پھر تین کو ''داری'' پھر تین کو ''محاق'' اس لئے کہ اس میں چاند ختم ہو جاتا ہے اور مہینہ بھی ختم ہوتا ہے۔ ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ ان میں سے تسع اور عشر کو قبول نہیں کرتے' ملاحظہ ہو کتاب ''غریب المصنف'' سورج اور چاند کی حدیں اس نے مقرر کی ہیں ناممکن ہے کہ کوئی اپنی حد سے ادھر یا ادھر ہو جائے یا آگے پیچھے ہو جائے۔ اس کی باری کے وقت وہ گم ہے' اس کی باری کے وقت یہ خاموش ہے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ چاند رات کو ہے۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہوا کے پر ہیں اور چاند پانی کے غلاف تلے جگہ کرتا ہے۔ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی روشنی اس کی روشنی کو پکڑ نہیں سکتی۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رات کو سورج طلوع نہیں ہو سکتا نہ رات دن سے سبقت کر سکتی ہے یعنی رات کے بعد ہی رات نہیں آ سکتی بلکہ درمیان میں دن آ جائے گا۔ پس سورج کی سلطنت دن کو ہے اور چاند کی بادشاہت رات کو ہے' رات ادھر سے جاتی ہے ادھر سے دن آ تا ہے۔ ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں لیکن نہ تصادم کا ڈر ہے نہ بے نظمی کا خطرہ ہے نہ یہ کہ دن ہی چلا جائے رات نہ آئے نہ اس کے خلاف ایک جاتا ہے دوسرا آ تا ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے وقت پر غائب و حاضر ہوتا رہتا ہے۔ سب کے سب یعنی سورج' چاند' دن' رات فلک آسمان میں تیر رہے ہیں اور گھومتے پھرتے ہیں۔ زید بن عاصم کا قول ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان فلک میں یہ سب آ جا رہے ہیں۔ لیکن یہ بہت ہی غریب بلکہ منکر قول ہے بعض لوگ کہتے ہیں وہ فلک مثل چرخے کے تکلے کے ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مثل چکی کے پاٹ کے لوہے کے۔

کشتی اور قدرت الٰہی: [آیت:۴۱-۴۴] اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بتا رہا ہے کہ اس نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے جس میں کشتیاں برابر آمد و رفت کر رہی ہیں۔ سب سے پہلی کشتی حضرت نوح علیہ السلام کی تھی جس پر سوار ہو کر وہ خود اور ان کے ساتھ =

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٧﴾

ترجمہ: ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اگلے پچھلے گناہوں سے بچو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔[۴۵] ان کے پاس تو ان کے رب تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں آئی جس سے یہ بے رخی نہ برتتے ہوں۔[۴۶] ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے کچھ دو تو یہ کفار ایمان والوں کو جواب دیتے ہیں کہ ہم انہیں کیوں کھلائیں؟ جنہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا پلا دیتا۔ تم تو ہو ہی کھلی غلطی میں۔[۴۷]

= ایماندار بندے نجات پا گئے تھے' باقی روئے زمین پر ایک انسان بھی نہ بچا تھا۔ ہم نے اس زمانے کے لوگوں کے آباؤ اجداد کو کشتی میں بٹھا لیا تھا اور جو بالکل بھرپور تھی کیونکہ اس میں ضرورت کا کل اسباب بھی تھا اور ساتھ ہی حیوانات بھی تھے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں بٹھا لئے تھے۔ ہر قسم کے جانور کا ایک ایک جوڑا تھا' بڑا باوقار' مضبوط اور بوجھل وہ جہاز تھا۔ یہ صفت بھی صحیح طور پر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پر صادق آتی ہے۔ اسی طرح کی خشکی کی سواریاں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پیدا کر دی ہیں مثلاً اونٹ جو خشکی میں وہی کام دیتا ہے جو تری میں کشتی کام دیتی ہے' اسی طرح دیگر چوپائے جانور بھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کشتی نوح نمونہ بنی اور پھر اس نمونے پر اور کشتیاں اور جہاز بنتے چلے گئے' اس مطلب کی تائید آیت ﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً﴾ ❶ سے بھی ہوتی ہے یعنی جب پانی نے طغیانی کی ہم نے تمہیں کشتی پر سوار کر لیا تا کہ اسے تمہارے لئے ایک یادگار بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔ ہمارے اس احسان کو فراموش نہ کرو کہ سمندر سے ہم نے تمہیں پار کر دیا۔ اگر ہم چاہتے تو اسی میں تمہیں ڈبو دیتے' کشتی کی کشتی بیٹھ جاتی کوئی نہ ہوتا جو اس وقت تمہاری فریاد رسی کرے' نہ کوئی ایسا تمہیں ملتا جو تمہیں بچا سکے لیکن یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ خشکی اور تری کے لمبے چوڑے سفر تم باآرام و راحت طے کر رہے ہو اور ہم تمہیں اپنے ٹھیرائے ہوئے وقت تک ہر طرح سلامت رکھتے ہیں۔

کفار کی ہٹ دھرمی: [آیت: ۴۵۔۴۷] کافروں کی سرکشی' نادانی اور عناد و تکبر بیان ہو رہا ہے کہ جب ان سے گناہوں سے بچنے کو کہا جاتا ہے کہ جو کچھ کر چکے ان پر نادم ہو جاؤ اور ان سے توبہ کر لو اور آئندہ کے لئے ان سے احتیاط کرو' اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا اور تمہیں اپنے عذابوں سے بچا لے گا تو وہ اس پر کاربند ہونا تو ایک طرف' اور منہ پھلا لیتے ہیں۔ قرآن نے اس جملہ کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ آگے جو آیت ہے وہ اس پر صاف طور سے دلالت کرتی ہے۔ اس میں ہے کہ یہی ایک بات کیا' ان کی تو عادت ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات سے منہ پھیر لیں۔ نہ اس کی توحید کو مانتے ہیں اور نہ رسولوں کو سچا جانتے ہیں' نہ ان میں غور و خوض کی عادت' نہ ان میں قبولیت کا مادہ' نہ نفع کو حاصل کرنے کا ملکہ۔ ان کو جب کبھی راہ اللہ تعالیٰ میں خیرات کرنے کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں دیا ہے اس میں فقرا' مساکین اور محتاجوں کا حصہ بھی ہے۔ تو یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا تو ان غریبوں کو خود ہی دیتا۔ جب اللہ تعالیٰ ہی کا ارادہ انہیں دینے کا نہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے ارادے کے خلاف کیوں کریں؟ تم جو ہمیں خیرات کی نصیحت کر رہے ہو

❶ ٦٩/ الحاقۃ:١٢۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿٥١﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٢﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْــًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٤﴾

ع ٣ / ٤٨ / ٢

ترجمہ: کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب آئے گا سچے ہوتو بتلاؤ![۴۸] انہیں صرف ایک سخت چیخ کا انتظار ہے جوانہیں آ پکڑے گی اور یہ باہم لڑائی جھگڑے میں ہی ہوں گے۔[۴۹] اس وقت نہ تو یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے والوں کی طرف لوٹ سکیں گے۔[۵۰] صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف تیز تیز چلنے لگیں گے۔[۵۱] کہیں گے ہائے ہائے ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے اٹھا دیا۔ یہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔[۵۲] یہ نہیں ہے مگر ایک تند آواز کہ یکا یک سارے کے سارے جمع ہو کر ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔[۵۳] پس آج کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا تمہیں نہیں بدلہ دیا جائے گا مگر صرف انہی کاموں کا جو تم کیا کرتے تھے۔[۵۴]

اس میں بالکل غلطی پر ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ پچھلا جملہ کفار کی تردید میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو یعنی اللہ تعالیٰ ان کفار سے فرمارہا ہے کہ تم کھلی گمراہی میں ہو لیکن اس سے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کفار کے جواب کا حصہ ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

منکرین قیامت کا مطالبہ: [آیت:۴۸۔۵۴] کافر چونکہ قیامت کے آنے کے قائل نہ تھے اس لئے وہ نبیوں سے اور مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ پھر قیامت کو لاتے کیوں نہیں؟ اچھا یہ تو بتاؤ کہ کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ اس کے آنے کے لئے ہمیں کچھ سامان نہیں کرنے پڑیں گے' صرف ایک مرتبہ صور پھونک دیا جائے گا۔ دنیا کے لوگ روزمرہ کی طرح اپنے اپنے کام کاج میں مشغول ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ وہیں لوگ ادھر ادھر گرنے پڑنے شروع ہو جائیں گے۔ اس آسمانی تیز وتند آواز سے سب کے سب محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع کر دیئے جائیں گے۔ اس چیخ کے بعد کسی کو اتنی بھی مہلت نہیں ملے گی کہ کسی سے کچھ کہہ سن سکے' کوئی وصیت اور نصیحت کر سکے اور نہ پھر انہیں اپنے گھر والوں کی طرف واپس جانے کی طاقت رہے گی۔

اس آیت کے متعلق بہت سے آثار اور حدیثیں مذکور ہیں جن کو ہم دوسری جگہ وارد کر چکے ہیں۔ اس پہلے نفخہ کے بعد دوسرا نفخہ ہوگا جس سے سب کے سب مر جائیں گے۔ کل جہان فنا ہو جائے گا بجز اس ہمیشگی والے اللہ تعالیٰ کے جس کو فنا نہیں۔ اس کے بعد پھر جی اُٹھنے کا نفخہ ہوگا۔

دوسرا صور پھونکنے کا وقت: ان آیتوں میں دوسرے نفخہ کا ذکر ہو رہا ہے جس سے مردے جی اٹھیں گے۔ ﴿يَنْسِلُوْنَ﴾ کا مصدر =

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: جنتی لوگ آج کے دن اپنے دلچسپ مشغلوں میں ہشاش بشاش ہیں۔[۵۵] وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔[۵۶] ان کے لئے جنت میں ہر قسم کے میوے ہوں گے اور بھی جو کچھ وہ طلب کریں۔[۵۷] مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا۔[۵۸]

= نَسَلَان سے ہے اور اس کے معنیٰ تیز چلنے کے ہیں' جیسے اور آیت میں ہے ﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا﴾ ❶ الخ جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس تیزی سے چلیں گے کہ گویا وہ کسی نشان کی طرف لپکے جارہے ہیں۔ چونکہ دنیا میں انہیں قبروں سے جی اٹھنے کا ہمیشہ انکار رہا تھا اس لئے آج یہ حالت دیکھ کر کہیں گے کہ ہائے افسوس! ہمارے سونے کی جگہ سے ہمیں کس نے اٹھایا؟ اس سے قبر کے عذاب کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جس ہول و شدت کو جس تکلیف اور مصیبت کو یہ اب دیکھیں گے اس کی بہ نسبت تو قبر کے عذاب بے حد خفیف ہی تھے گویا کہ وہ وہاں آرام میں تھے۔ بعض بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے پہلے ذرا سی دیر کیلئے فی الواقع انہیں نیند آجائے گی۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''پہلے نفخے اور اس دوسرے نفخے کے درمیان یہ سو جائیں گے اس لئے اب اٹھ کر یوں کہیں گے۔'' ❷ اس کا جواب ایماندار لوگ دیں گے کہ اسی اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اور یہی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتے یہ جواب دیں گے۔ دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ مؤمن بھی کہیں اور فرشتے بھی کہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

عبدالرحمٰن بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''یہ کل قول کافروں کا ہی ہے'' لیکن صحیح بات وہ ہے جسے ہم نے پہلے نقل کیا۔ جیسے کہ سورہ صافات میں ہے کہ یہ کہیں گے ہائے افسوس ہم پر' یہ جزا کا دن ہے' یہی فیصلے کا دن ہے جسے ہم جھٹلاتے تھے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾ ❸ الخ

جس دن قیامت برپا ہوگی۔ گنہگار قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ وہ صرف ایک ساعت ہی رہے ہیں۔ اسی طرح وہ ہمیشہ حق سے پھرے رہے۔ اس وقت باایمان اور علما فرمائیں گے تم اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے کے مطابق قیامت کے دن تک رہے۔ یہی قیامت کا دن ہے لیکن تم محض بے علم ہو' تم تو اسے ان ہونی مانتے تھے حالانکہ وہ ہم پر بالکل سہل ہے۔ ایک آواز کی دیر ہے کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے موجود ہو جائے گی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ڈانٹ کے ساتھ ہی سب میدان میں جمع ہو جائیں گے۔

اور آیت میں فرمایا امر قیامت تو مثل آنکھ جھپکانے کے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور جیسے فرمایا ﴿يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ﴾ ❹ جس دن وہ تمہیں بلائے گا اور تم اس کی تعریف کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی کم مدت رہے۔ الغرض حکم کے ساتھ ہی سب حاضر سامنے موجود' اس دن کسی کا کوئی عمل مارا نہ جائے گا۔ ہر ایک کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

اہل جنت پر انعامات: [آیت:۵۵۔۵۸] جنتی لوگ میدان قیامت سے فارغ ہو کر جنتوں میں بصد اکرام و بہ ہزار تعظیم پہنچائے جائیں گے اور وہاں کی گوناگوں نعمتوں اور راحتوں میں اس طرح مشغول ہوں گے کہ کسی دوسری جانب نہ التفات ہوگا نہ کسی اور طرف

❶ ۷۰/ المعارج:۴۳۔ ❷ الطبری، ۲۰/ ۵۳۲۔ ❸ ۳۰/ الروم:۵۵۔ ❹ ۱۷/ الاسرآء:۵۲۔

کا خیال۔ یہ جہنم سے اور جہنم والوں سے بے فکر ہوں گے۔ اپنی لذتوں اور مزے داریوں میں اس قدر مسرور ہوں گے کہ اور ہر ایک چیز سے بے خبر ہو جائیں گے۔ نہایت ہشاش بشاش ہوں گے' کنواری حوریں انہیں ملی ہوئی ہوں گی۔ جن سے وہ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ طرح طرح کی راگ راگنیاں اور خوش آوازیاں دل فریبی سے ان کے دلوں کو لبھا رہی ہوں گی۔ ان کے ساتھ ہی اس لطف و سرور میں ان کی بیویاں اور ان کی حوریں بھی شامل ہوں گی۔ جنتی میوے دار درختوں کے ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں با آرام تختوں پر تکیوں سے لگے بے غمی اور بے فکری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مہمانداری سے مزے اٹھا رہے ہوں گے۔ ہر قسم کے میوے بکثرت ان کے پاس موجود ہوں گے اور بھی جس چیز کو جی چاہے جو خواہش ہو پوری کی جائے گی۔

سنن ابن ماجہ کی کتاب الزہد میں اور ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کیا تم میں سے کوئی اس جنت میں جانے کا خواہشمند اور اس کے لئے تیاریاں کرنیوالا اور مستعدی ظاہر کرنے والا ہے؟ جس میں کوئی خوف وخطر نہیں۔ رب کعبہ کی قسم! وہ سراسر نور ہی نور ہے' اس کی تازگیاں بے حد ہیں' اس کا سبزہ لہلہا رہا ہے' اسکے بالا خانے مضبوط بلند اور پختہ ہیں' اس کی نہریں پر ہیں اور رواں ہیں' اسکے پھل ذائقے دار اور پکے ہوئے اور بکثرت ہیں' اس میں خوبصورت نو جوان حوریں ہیں' ان کے لباس ریشمی اور بیش قیمت ہیں' اس کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں' وہ سلامتی کا گھر ہے' وہ سبز اور تازے پھلوں کا باغ ہے' اس کی نعمتیں بکثرت اور عمدہ ہیں' اور اس کے محلات بلند و بالا اور مزین ہیں۔ یہ سن کر جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے سب نے کہا حضور! ہم اس کے لئے تیاریاں کرنے اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان شاء اللہ کہو۔ چنانچہ انہوں نے کہا: ان شاء اللہ'' ❶

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سلام ہی سلام ہے۔ خود اللہ تعالیٰ اہل جنت کے لئے سلام ہے۔ جیسے فرمایا ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ﴾ ❷ ان کا تحفہ جس روز وہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے سلام ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جنتی اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور چمکے گا۔ یہ اپنا سر اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور رب فرمائے گا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ یہی معنی ہیں اس آیت ﴿سَلَامٌ قَوْلًا﴾ ❸ الخ کے جنتی خاص طور سے اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو دیکھے گا۔ کسی نعمت کی طرف وہ اس وقت آنکھ بھی نہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ حجاب حائل ہو جائے گا اور نور و برکت ان کے پاس باقی رہ جائے گی۔'' یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے لیکن سند کمزور ہے۔ ابن ماجہ میں بھی کتاب السنہ میں یہ روایت موجود ہے۔ ❹

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ جب دوزخیوں اور جنتیوں سے فارغ ہوگا تو ابر کے سایے میں متوجہ ہوگا۔ فرشتے اس کے ساتھ ہوں گے' جنتیوں کو سلام کرے گا اور جنتی جواب دیں گے۔'' قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہ اللہ کے فرمان ﴿سَلَامٌ قَوْلًا﴾ میں موجود ہے۔ اس وقت اللہ فرمائے گا مجھ سے جو چاہو مانگو۔ یہ کہیں گے پروردگار! سب کچھ تو موجود ہے کیا مانگیں؟ اللہ فرمائے گا ہاں ٹھیک ہے پھر بھی جو جی میں آئے طلب کرو۔ یہ کہیں گے بس تیری رضامندی مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ تو میں تمہیں دے چکا اور اسی کی بنا پر تم میرے اس مہمان خانے میں آئے اور میں نے تمہیں اس کا مالک کر دیا۔ جنتی کہیں گے: پھر اے اللہ! ہم تجھ سے کیا مانگیں؟ تو نے ہمیں اتنا دے رکھا ہے کہ اگر تو حکم دے تو ہم میں سے ایک شخص کل انسانوں اور جنوں کی دعوت =

❶ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب صفة الجنة ٤٣٣٢ وسنده ضعيف ضحاک المعافری راوی مجہول ہے۔

❷ ٣٣/ الاحزاب: ٤٤۔ ❸ ٣٦/ يٰسۤ: ٥٨۔

❹ ابن ماجه، المقدمه، باب فيما انكرت الجهمية ١٨٤ وسنده ضعيف؛ الشريعه للآجرى ٦١٦؛ صفة الجنة لأبى نعيم، ٨٨۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: اے گنہگارو! آج تم یکسوہٹ جاؤ الگ ہوجاؤ۔[۵۹] اے اولادآدم! کیا میں نے تم سے یہ قول وقرار نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی تابعداری نہ کرنا۔ وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔[۶۰] اور میری ہی عبادت کرتے رہنا۔ سیدھی راہ یہی ہے۔[۶۱] شیطان نے تو تم میں سے بہت ساری مخلوق کو بہکا دیا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟[۶۲]

= کرسکتا ہے اور انہیں پیٹ بھر کر کھلا پلا اور پہنا اوڑھا سکتا ہے بلکہ ان سب کی ضروریات پوری کرسکتا ہے اور پھر بھی اس کی ملکیت میں کوئی کمی نہیں آسکتی۔ اللہ فرمائے گا ابھی میرے پاس اور زیادتی ہے چنانچہ فرشتے ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے نئے تحفے لائیں گے۔'' ❶ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بہت سی سندوں سے لائے ہیں لیکن یہ روایت غریب ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قیامت کے دن نیک وبد میں امتیاز: [آیت:۵۹-۶۲] فرماتا ہے کہ نیک کاروں سے بدکاروں کو چھانٹ دیا جائے گا۔ کافروں سے کہہ دیا جائے گا کہ مؤمنوں سے دور ہوجاؤ۔ پھر ہم ان میں امتیاز کردیں گے' انہیں الگ الگ کردیں گے۔

اسی طرح سورۂ روم میں ہے ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ ❷ جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز سب کے سب جدا جدا ہوجائیں گے یعنی ان کے دو گروہ بن جائیں گے۔

سورۂ الصافات میں فرمان ہے کہ ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ ❸ الخ یعنی ظالموں کو اور ان جیسوں کو اور ان کے جھوٹے معبودوں کو جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے تھے جمع کرو اور انہیں جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ جنتیوں پر جس طرح کی نوازشیں ہورہی ہوں گی' اسی طرح جہنم والوں پر طرح طرح کی سختیاں ہورہی ہوں گی ان کو بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا وہ تمہارا دشمن ہے۔ لیکن اس کے باوجود تم نے مجھ رحمٰن کی نافرمانی کی اور اس شیطان کی فرمانبرداری کی۔ خالق' مالک' رازق میں' اور فرماں برداری کی جائے میرے راندۂ درگاہ کی۔ میں تو کہہ چکا تھا کہ ایک میری ہی ماننا اور صرف مجھ ہی کو پوجنا اور مجھ تک پہنچنے کا سیدھا قریب کا اور صحیح راستہ یہی ہے۔ لیکن تم الٹے چلے' یہاں بھی الٹے ہی جاؤ۔ ان نیک بختوں کی اور تمہاری راہ الگ الگ ہے۔ یہ جنتی ہیں تم دوزخی ہو۔

﴿جِبِلًّا﴾ سے مراد خلق کثیر' بہت سی مخلوق ہے۔ لغت میں جُبَلٌ بھی کہا جاتا ہے اور جُبْلٌ بھی کہا جاتا ہے۔ شیطان نے تم میں سے بکثرت لوگوں کو بہکایا اور صحیح راہ سے ہٹا دیا تم میں اتنی بھی عقل نہ تھی کہ تم اس کا فیصلہ کرسکتے کہ رحمٰن کی مانیں یا شیطان کی؟ اللہ تعالیٰ کو پوجیں یا مخلوق کو!

ابن جریر میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے حکم سے جہنم اپنی گردن نکالے گی جس میں سخت اندھیرا ہوگا اور بالکل ظاہر ہوگی۔ وہ بھی کہے گی کہ اے انسانو! کیا اللہ نے تم سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا؟ وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے اور میری عبادت کرنا یہ سیدھی راہ ہے۔

❶ الطبری، ۲۰/ ۵٤١۔ ❷ ۳۰/ الروم: ١٤۔ ❸ ۳۷/ الصّٰفّٰت: ۲۲۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤی اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰی مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمہ: یہی وہ دوزخ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔[۶۳] اپنے کفر کا بدلہ پانے کے لئے آج اس میں داخل ہو جاؤ۔[۶۴] ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے ان کاموں کی جنہیں وہ کرتے تھے۔[۶۵] اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں بے نور کر دیتے پھر یہ رستے کی طرف دوڑتے پھرتے لیکن انہیں کیسے دکھائی دیتا۔[۶۶] اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ ہی پر ان کی صورتیں مسخ کر دیتے پھر نہ وہ چل پھر سکتے اور نہ لوٹ سکتے۔[۶۷]

اس نے تم میں سے اکثروں کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم سمجھتے نہ تھے؟ اے گنہگارو! آج تم جدا ہو جاؤ۔ اس وقت نیک و بد الگ الگ ہو جائیں گے ہر ایک گھٹنوں کے بل گر پڑیگا۔ ہر ایک کو اس کے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ آج وہی بدلے پاؤ گے جو کر کے آئے ہو۔ ❶

مجرموں کے منہ بند کر دیے جائیں گے: [آیت:۶۳۔۶۷] جہنم بھڑکتی ہوئی اور شعلے مارتی ہوئی' چیختی ہوئی اور چلاتی ہوئی سامنے ہوگی اور کفار سے کہا جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جس کا ذکر میرے رسول کیا کرتے تھے' جس سے وہ ڈرایا کرتے تھے اور تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ لو اب اپنے کفر کا مزہ چکھو' اٹھو اس میں کود پڑو۔ چنانچہ اور آیت میں ہے' ﴿یَوْمَ یُدَعُّوْنَ﴾ ❷ الخ جس دن یہ جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے اور کہا جائے گا یہی وہ دوزخ ہے جس کا تم انکار کرتے رہے' بتلاؤ یہ جادو ہے؟ یا تم اندھے ہو گئے ہو؟ قیامت کے روز جب یہ کفار اور منافقین اپنے گناہوں کا انکار کریں گے اور اس پر قسمیں کھالیں گے تو اللہ ان کی زبانوں کو بند کر دے گا اور ان کے بدن کے اعضا سچی سچی گواہی دینا شروع کر دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے جو آپ یکایک ہنسے اور اس قدر کہ مسوڑھے کھل گئے پھر ہم سے دریافت کرنے لگے کہ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ فرمایا جو بندہ اپنے رب سے قیامت کے دن جھگڑا کرے گا اس پر کہے گا کہ باری تعالیٰ کیا تو نے مجھے ظلم سے بچایا نہ تھا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں۔ تو یہ کہے گا بس پھر میں کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا۔ بس میرا اپنا بدن تو میرا ہے باقی سب میرے دشمن ہیں پس اللہ فرمائیگا اچھا یونہی سہی' تو ہی اپنا گواہ سہی اور میرے بزرگ فرشتے گواہ نہ سہی۔ چنانچہ اسی وقت زبان پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضائے بدن سے فرمایا جائے گا بولو! تم خود ہی گواہی دو کہ تم سے اس نے کیا کیا کام لئے؟ وہ صاف صاف کھول کھول کر سچ سچ ایک ایک بات بتلا دیں گے۔ پھر اس کی زبان کھول دی جائے گی تو یہ اپنے جسم کے جوڑوں' اعضا سے کہے گا تمہارا ستیاناس ہو جائے تم ہی میرے دشمن بن

---

❶ الطبری، ۲۰/ ۵٤۲ وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں اسمٰعیل بن رافع متروک الحدیث ہے۔ (المیزان، ۹/ ۲۲۷، رقم:۸۷۲)

❷ ۵۲/ الطور:۱۲۔

بیٹھے' میں تو تمہارے ہی بچاؤ کی کوشش کر رہا تھا' اور تمہارے ہی فائدہ کی خاطر حجت بازی کر رہا تھا'' ❶ (نسائی وغیرہ)

نسائی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ''تمہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے بلایا جائے گا جب کہ زبان بند ہو گی۔ سب سے پہلے رانوں اور ہتھیلیوں سے سوال ہو گا۔'' ❷ قیامت کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ ''پھر تیسرے موقعے پر اس سے کہا جائیگا کہ تو کیا ہے؟ یہ کہے گا کہ تیرا بندہ ہوں' تجھ پر تیرے نبی ﷺ پر' تیری کتاب پر ایمان لایا تھا' روزے' نماز' زکوٰۃ وغیرہ کا پابند تھا اور بھی بہت سی اپنی نیکیاں بیان کر جائے گا۔ اس وقت اس سے کہا جائے گا اچھا ٹھہر جا ہم گواہ لاتے ہیں۔ یہ سوچتا ہی ہو گا کہ کسے گواہی میں پیش کیا جائے گا۔ یکا یک اس کی زبان بند کر دی جائے گی اور اس کی ران سے کہا جائے گا کہ تو گواہی دے! اب ران اور ہڈیاں اور گوشت بول اٹھے گا اور اس منافق کے سارے نفاق کو اور تمام پوشیدگیوں کو کھول کر رکھ دے گا۔ یہ سب اس لئے ہو گا کہ پھر اس کی حجت باقی نہ رہے اور اس کا عذر ٹوٹ جائے۔ چونکہ رب تعالیٰ اس پر ناراض تھا' اس لئے اس سختی سے باز پرس ہوئی'' ❸ (ابوداؤد)۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ منہ پر مہر لگنے کے بعد سب سے پہلے انسان کی بائیں ران بولے گی۔ ❹ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مؤمن کو بلا کر اس کے گناہ اس کے سامنے پیش کر کے فرمائے گا' کہو یہ ٹھیک ہے؟ یہ کہے گا: ہاں اے اللہ! سب درست ہے بیشک مجھ سے یہ خطائیں سرزد ہوئیں ہیں۔ اللہ فرمائے گا اچھا ہم نے سب بخش دیں۔ لیکن یہ گفتگو اس طرح ہو گی کہ کسی ایک کو بھی اس کا مطلق علم نہ ہو گا' اس کا ایک گناہ بھی مخلوق میں سے کسی پر ظاہر نہ ہو گا۔ اب اس کی نیکیاں لائی جائیں گی اور انہیں کھول کھول کر ساری مخلوق کے سامنے جتا جتا کر رکھی جائیں گی۔''

(اے ستار العیوب! اے غفار الذنوب! تو ہم گنہگاروں کی پردہ پوشی کر اور ہم مجرموں سے درگزر فرما' اے اللہ! اس دن ہمیں رسوا اور ذلیل نہ کر' اپنے دامن رحمت میں ہمیں ڈھانپ لے۔ اے ذرہ نواز اللہ تعالیٰ! اپنی بے پایاں بخشش کی موسلا دھار بارش کا ایک قطرہ ادھر بھی برسا دے اور ہمارے تمام گناہوں کو دھو ڈال' پروردگار ایک نظر رحمت ادھر بھی' مالک الملک ہم بھی تیری چشم رحمت کے منتظر ہیں۔ اے غفور و رحیم اللہ تعالیٰ! کیا تیرے در سے بھی کوئی سوالی خالی جھولی لے کر نا امید ہو کر آج تک لوٹا ہے۔ رحم کر رحم کر' اے مالک و خالق رحم کر' اپنے انتقام سے بچا' اپنے غصے سے نجات دے' اپنی رحمتوں سے نواز دے' اپنے عذابوں سے چھٹکارا دے' اپنی جنت میں پہنچا دے' اپنے دیدار سے مشرف فرما' آمین آمین آمین!)

اور کافر و منافق کو بلایا جائے گا' اس کے اعمال بد اس کے سامنے رکھے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا' کہو یہ ٹھیک ہے؟ یہ صاف انکار کر جائیگا اور کڑ کڑاتی ہوئی قسمیں کھانے لگے گا کہ اے اللہ! تیرے ان فرشتوں نے جھوٹی تحریر لکھی ہے میں نے ہرگز یہ گناہ نہیں کئے۔ فرشتہ کہے گا' ہائے ہائے یہ کیا کہہ رہا ہے؟ کیا فلاں دن فلاں جگہ تو نے فلاں کام نہیں کیا؟ یہ کہے گا' اے اللہ! تیری عزت کی قسم! یہ محض جھوٹ ہے' میں نے ہرگز نہیں کیا۔ اب اللہ اس کی زبان بند کر دے گا۔ غالباً سب سے پہلے اس کی داہنی ران اسکے خلاف =

❶ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر ٢٩٦٩؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ١١٦٥٣؛ ابن حبان، ٧٤٨٢؛ شعب الایمان، ٢٦٣؛ مسند ابی یعلی، ٣٨٧٠؛ الأسماء والصفات ٤٥٤۔

❷ السنن الکبریٰ، ١١٤٦٩؛ احمد، ٥/ ٥ وسندہ حسن؛ شعب الایمان، ٩٠٥٨ مطولاً؛ الطبری، ٢١/ ٤٥٢؛ مصنف عبدالرزاق، ٢٠١١٥؛ طبرانی، ١٦٣٢٨۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر ٢٩٦٨؛ ابن حبان، ٤٧٢٦؛ شعب الایمان، ٢٦٤۔

❹ احمد، ٤/ ١٥٧ وسندہ ضعیف، اس میں مجہول راوی ہے۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ: جسے ہم بوڑھا کرتے ہیں اسے پیدائشی حالت کی طرف پھر لوٹا دیتے ہیں۔ کیا پھر بھی وہ نہیں سمجھتے۔[۶۸] نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ یہ اس کے لائق ہے۔ وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔[۶۹] تاکہ وہ ہر اس شخص کو آگاہ کر دے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔[۷۰]

= شہادت دے گی۔ یہی مضمون اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو انہیں گمراہ کر دیتے اور پھر یہ کبھی ہدایت حاصل نہ کر سکتے۔ اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں اندھی کر دیتے تو یہ یونہی بھٹکتے پھرتے۔ ادھر ادھر راستے ٹٹولتے‘ حق کو نہ دیکھ سکتے نہ صحیح راستے پر پہنچ سکتے اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کے مکانوں میں ہی مسخ کر دیتے‘ ان کی صورتیں بدل دیتے‘ انہیں ہلاک کر دیتے‘ انہیں پتھر کے بنا دیتے‘ ان کی ٹانگیں توڑ دیتے‘ پھر نہ وہ چل سکتے‘ یعنی آگے کو‘ نہ وہ لوٹ سکتے‘ یعنی پیچھے کو‘ بلکہ بت کی طرح ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے‘ آگے پیچھے نہ ہو سکتے۔

جوانی اور بڑھاپا: [آیت: ۶۸-۷۰] انسان کی جوانی جوں جوں ڈھلتی جاتی ہے‘ پیری‘ ضعیفی‘ کمزوری اور ناتوانی آتی جاتی ہے۔ جیسے سورۂ روم کی آیت میں ہے ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ﴾ [1] الخ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا‘ پھر ناتوانی کے بعد طاقت عطا فرمائی‘ پھر طاقت وقوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا کر دیا‘ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ خوب جاننے والا‘ پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

اور آیت میں ہے تم میں سے بعض بہت بڑی عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ علم کے بعد وہ بے علم ہو جائیں۔ پس مطلب آیت سے یہ ہے کہ دنیا زوال اور انتقال کی جگہ ہے یہ پائیدار اور قرار گاہ نہیں۔ پھر بھی کیا یہ لوگ عقل نہیں رکھتے کہ اپنے بچپن پر پھر جوانی پر پھر بڑھاپے پر غور کریں اور اس سے نتیجہ نکال لیں کہ اس دنیا کے بعد آخرت آنے والی ہے اور اس زندگی کے بعد نئی زندگی میں دوبارہ پیدا ہونا ہے۔

شاعری پیغمبر کے شایان شان نہیں: پھر فرمایا نہ تو ہم نے اپنے پیغمبر (ﷺ) کو شاعری سکھائی‘ نہ شاعری اسکے شایان شان‘ نہ اسے شعر گوئی سے محبت نہ شعر اشعار کی طرف اسکی طبیعت کا میلان‘ اسی کا ثبوت آپ ﷺ کی زندگی میں نمایاں طور پر ملتا ہے کہ کسی کا شعر پڑھتے تھے تو بھی صحیح طور پر ادا نہیں ہوتا تھا یا پورا یاد نہیں ہوتا تھا۔ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اولاد عبدالمطلب کا ہر مرد وعورت شعر کہنا جانتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ اس سے کوسوں دور تھے۔'' (ابن عساکر)

ایک بار اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے یہ بیت پڑھی كَفٰى بِالْاِسْلَامِ وَالشَّيْبِ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا‘ حضور! یہ اسطرح نہیں بلکہ یوں ہے كَفٰى الشَّيْبُ وَالْاِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہی یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا‘ سچ مچ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں‘ اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا ﴿ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ

[1] ۳۰/ الروم: ۵۴۔

لَہٗ ﴾ ❶، ❷ (ابن ابی حاتم)

دلائل النبوۃ بیہقی میں ہے کہ ''آپ ﷺ نے ایک مرتبہ عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو نے ہی تو یہ شعر کہا ہے اَتَجْعَلُ نَهْبِیْ وَنَهْبَ الْعُبَیْدِ بَیْنَ الْاَقْرَعِ وَعُیَیْنَةَ انہوں نے کہا حضور! دراصل یوں ہے بَیْنَ عُیَیْنَةَ وَالْاَقْرَعِ آپ نے فرمایا چلو سب برابر ہے مطلب تو فوت نہیں ہوتا؟ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ. سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے (روض الانف) میں اس تقدیم تاخیر کی ایک عجیب توجیہ کی ہے، وہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے اقرع کو پہلے اور عیینہ کو بعد میں اس لئے ذکر کیا کہ عیینہ خلافت صدیقی میں مرتد ہو گیا تھا بخلاف اقرع کے کہ وہ ثابت قدم رہا تھا' ❸ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مغازی اموی میں ہے کہ بدر کے مقتول کافروں کے درمیان گشت لگاتے ہوئے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا (نُفَلِّقُ هَامًا......) (آگے کچھ نہ فرما سکے) اس پر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پورا شعر کر دیا۔

......مِنْ رِّجَالٍ اَعِزَّةٍ عَلَیْنَا، وَهُمْ كَانُوْا اَعَقَّ وَاَظْلَمَا ❹

یہ کسی عرب شاعر کا شعر ہے جو حماسہ میں موجود ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ''کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ طرفہ کا یہ بیت پڑھتے تھے۔ وَیَاْتِیْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ ❺ اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے سَتُبْدِیْ لَكَ الْاَیَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا یعنی زمانہ تجھ پر وہ امور ظاہر کردے گا جن سے تو بے خبر ہے اور تیرے پاس ایسا شخص خبریں لائیگا جسے تو نے توشہ نہیں دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال ہوا کہ کیا حضور ﷺ شعر پڑھتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ سب سے زیادہ بغض آپ کو شعروں سے تھا۔ ہاں کبھی کبھی بنو قیس والے کا کوئی شعر پڑھتے' لیکن اس میں بھی غلطی کرتے تقدیم و تاخیر کر دیا کرتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے' حضور! یوں نہیں بلکہ یوں ہے تو آپ ﷺ فرماتے نہ میں شاعر ہوں نہ شعر گوئی میرے شایانِ شان'' ❻ (ابن ابی حاتم)۔

دوسری روایت میں شعر اور آگے پیچھے کا ذکر بھی ہے یعنی وَیَاْتِیْكَ بِالْاَخْبَارِ مَا لَمْ تُزَوِّدِ کو آپ نے مَنْ لَّمْ تُزَوِّدْ بِالْاَخْبَارِ پڑھا تھا۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ پورا شعر آپ ﷺ نے کبھی نہیں پڑھا' زیادہ سے زیادہ ایک مصرعہ پڑھ لیتے تھے۔ ❼

صحیح حدیث میں ہے کہ ''حضور ﷺ نے خندق کھودتے ہوئے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھے۔ سو یاد رہے کہ آپ کا یہ پڑھنا صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھا۔ وہ اشعار یہ ہیں:

لَا هَمَّ لَوْ لَآ اَنْتَ مَا اهْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

فَاَنْزِلَنْ سَكِیْنَةً عَلَیْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّا قَیْنَا

اِنَّ الْاُوْلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَیْنَا

---

❶ ٣٦/ یسین:٦٩۔ ❷ الطبقات، ١/ ٣٨٢ وسندہ ضعیف۔

❸ الدلائل، ٥/ ١٧٩ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

❹ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو تفسیر کے علاوہ السیرۃ النبویۃ، ٢/ ٤٤٩؛ البدایۃ والنہایۃ، ٣/ ٣٥٧ میں بلا سند ذکر کیا ہے۔

❺ احمد، ٦/ ٣١؛ السنن الکبریٰ، ١٠٨٣٣ وسندہ ضعیف اس کی سند میں ارسال ہے جبکہ ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی انشاد الشعر ٢٨٤٨ وسندہ ضعیف شریک بن عبداللہ القاضی مدلس ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں۔ السنن الکبریٰ، ١٠٨٣٤ میں متصل سند کے ساتھ بھی موجود ہے۔ ❻ الطبری، ٢٠/ ٥٤٩ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

❼ بیہقی، ٧/ ٤٣ وسندہ ضعیف اس کی سند میں عمر بن احمد اور عبداللہ بن ہلال مجہول راوی ہیں۔

حضور ﷺ لفظ ''ابینا'' کو کھینچ کر پڑھتے اور ساتھ ہی بلند آواز سے پڑھتے۔ ❶

ترجمہ ان اشعار کا یہ ہے کہ:

''کوئی غم نہیں اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے نہ صدقہ دیتے اور نہ نمازیں پڑھتے۔ اب تو ہم پر تسکین نازل فرما اور جب دشمنوں سے لڑائی چھڑ جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرمایا۔ یہی لوگ ہم پر سرکشی کرتے ہیں۔ ہاں یہ جب کبھی فتنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔'' اسی طرح ثابت ہے کہ حنین کے دن آپ ﷺ نے اپنے خچر کو دشمنوں کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا۔

((اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ۔۔۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ)) ❷

اس کے بارے میں یہ یاد رہے کہ اتفاقیہ ایک کلام آپ ﷺ کی زبان سے نکل گیا جو وزن شعر پر پورا اترا' نہ کہ قصداً آپ ﷺ نے شعر کہا ہو۔

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک غار میں تھے کہ آپ ﷺ کی انگلی زخمی ہوگئی تھی تو آپ نے فرمایا

((هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ ۔۔۔ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا لَقِیْتِ))

یعنی ''تو ایک انگلی ہی تو ہے اور تو راہ الٰہی میں خون آلود ہوئی ہے۔'' ❸ یہ بھی اتفاقیہ ہے قصداً نہیں۔ اسی طرح ایک حدیث ﴿اِلَّا اللَّمَمَ﴾ ❹ کی تفسیر میں آئے گی کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

((اِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا ۔۔۔ وَاَیُّ عَبْدٍ لَّكَ مَا اَلَمَّا))

یعنی ''اے اللہ! تو جب بخشے تو ہمارے تمام گناہ بخش دے' ورنہ یوں تو تیرا کوئی بندہ نہیں جو چھوٹی چھوٹی لغزشوں سے بھی پاک ہو۔'' پس یہ سب کے سب اس آیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم آپ ﷺ کو شعر گوئی کی نہ تھی بلکہ رب العالمین نے تو آپ ﷺ کو قرآن عظیم کی تعلیم کی تھی جس کے پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا۔ قرآن حکیم کی یہ پاک نظم شاعری سے منزلوں دور تھی' اسی طرح کہانت سے اور گھڑ لینے سے اور جادو کے کلمات سے جیسے کہ کفار کے مختلف گروہ مختلف بولیاں بولتے تھے۔ آپ کی تو طبیعت ان صناعتوں سے معصوم تھی' (ﷺ)۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''میرے نزدیک یہ تینوں باتیں برابر ہیں تریاق کا پینا' گنڈے کا لٹکانا اور شعر بنانا۔'' ❺ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''شعر گوئی سے آپ کو طبعاً نفرت تھی۔ ❻ دعا میں آپ =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق ٤١٠٤؛ صحیح مسلم، ١٨٠٣؛ احمد، ٢٨٢١٤؛ السنن الکبریٰ، ١٠٣٦٧؛ ابن حبان، ٤٦١٨؛ دارمی، ٢٥١١؛ مصنف ابن ابی شیبہ، ٦/ ١٨١؛ دلائل النبوۃ للبیہقی، ١٢٩٩؛ مسند ابی عوانہ، ٦٩٢١۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ویوم حنین اذ أعجبتکم کثرتکم﴾ ٤٣١٥؛ صحیح مسلم، ١٧٧٦؛ ترمذی، ١٦٨٨؛ احمد، ٤/ ٢٨٠؛ ابن حبان، ٤٧٧٠؛ مسند ابی عوانہ، ٧٦٥٨؛ مجمع الزوائد، ٦/ ١٨٢؛ بیہقی، ٧/ ٤٣؛ السنن الکبریٰ، ٨٢٣٨؛ مصنف ابن ابی شیبہ، ٥/ ٢٧٩۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما یجوز من الشعر والرجز والحداء وما یکرہ منہ، ٦١٤٦؛ صحیح مسلم، ١٧٩٦؛ ترمذی، ٣٣٤٥؛ بیہقی، ٧/ ٤٤؛ ابن حبان، ٦٦٩٧؛ احمد، ٤/ ٣١٣؛ مسند الحمیدی، ٧٧٦؛ مسند ابی یعلی، ١٥٣٣؛ المعجم الکبیر، ١٧٠٣۔ ❹ ٥٣/ النجم:٣٢۔ ❺ ابو داود، کتاب الطب، باب فی التریاق، ٣٨٦٩ وسندہ ضعیف؛ بیہقی، ٩/ ٣٥٥؛ ابن ابی شیبہ، ٥/ ٤٥٧؛ احمد، ٢/ ٢٢٣؛ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن رافع التنوخی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ١/ ٥٦٨) ❻ احمد، ٦/ ١٣٤ وسندہ صحیح۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۝ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ۝ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝ وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ۝ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ ۝ فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝

ترجمہ: کیا وہ نہیں دیکھتے؟ کہ ہم نے اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے جانور بھی پیدا کر دیئے جن کے یہ مالک ہوگئے ہیں۔[۷۱] اوران مویشیوں کو ہم نے ان کا تابع فرمان بنا دیا ہے جن میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں۔[۷۲] انہیں ان سے اور بھی بہت سے فائدے ہیں خصوصاً (دودھ کا) پینا۔ کیا پھر بھی یہ شکر گزاری نہیں کریں گے۔[۷۳] اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود بنانے میں اس خیال سے کہ ان کی مدد کی جائے۔[۷۴] یقیناً ان میں ان کی مدد کی طاقت ہی نہیں' لیکن پھر بھی مشرکین ان کے لئے حاضر باش لشکری ہیں[۷۵] پس تجھے ان کی بات غمناک نہ کرے۔ ہم ان کی پوشیدہ اور علانیہ سب باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔[۷۶]

= کو جامع کلمات پسند آتے تھے اور اس کے سوا چھوڑ دیتے تھے'' ❶ (مسند احمد)

ابوداؤد میں ہے کہ ''کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لئے شعروں سے بھر لینے سے بہتر ہے'' ❷ (ابوداؤد)۔ مسند احمد کی ایک حدیث غریب میں ہے ''جس نے عشاء کی نماز کے بعد کسی شعر کا ایک مصرعہ بھی باندھا تو اس کی اس رات کی نماز نا مقبول ہے۔'' ❸ یاد رہے کہ شعر گوئی کی کئی قسمیں ہیں مشرکوں کی ہجو میں شعر کہنے مشروع ہیں۔ حسان بن ثابت' حضرت کعب بن مالک' حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے اکابرین صحابہ نے کفار کی ہجو میں اشعار کہے ہیں۔

بعض اشعار نصیحت' ادب اور حکمت کے لئے ہوتے ہیں جیسے کہ جاہلیت کے زمانہ کے شعرا کے کلام میں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ امیہ بن صلت کے اشعار کی بابت فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ''اس کے اشعار تو ایمان لا چکے ہیں لیکن اس کا دل کافر ہی رہا۔'' ❹ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امیہ کے ایک سو بیت سنائے۔ ہر بیت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ''اور کہو۔'' ❺ ابوداؤد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''بعض بیان مثل جادو کے ہے اور بعض شعر سراسر حکمت والے ہیں۔'' ❻ پس

---

❶ ابو داود، کتاب الوتر، باب الدعاء، ۱۴۸۲ وسنده صحیح؛ احمد، ۶/ ۱۸۹؛ ابن حبان، ۸۶۴۔

❷ ابو داود، کتاب الأدب، باب ماجاء فی الشعر، ۵۰۰۹ وهو صحیح اس متن کی روایت ان جگہوں میں بھی ہے صحیح بخاری، ۶۱۵۵؛ صحیح مسلم، ۲۲۵۸؛ ترمذی، ۲۸۵۱؛ ابن ماجه، ۳۷۶۰؛ دارمی، ۲/ ۳۸۴؛ مصنف ابن ابی شیبه، ۵/ ۲۸۲؛ احمد، ۱/ ۱۷۵؛ ابن حبان، ۵۷۷۷۔

❸ احمد، ۴/ ۱۲۵ وسنده ضعیف؛ مسند البزار، ۲۰۹۴؛ المعجم الکبیر، ۷۱۳۳ اس کی سند میں قزعہ بن سوید ضعیف راوی ہے۔

❹ الجامع الصغیر للسیوطی وقال ضعیف۔

❺ صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب فی انشاد الأشعار وبیان أشعر الکلمة...... ۲۲۵۵؛ ابن حبان، ۵۸۷۶؛ احمد، ۴/ ۳۹۰؛ مسند الحمیدی، ۸۴۴۔

❻ ابو داود، کتاب الادب، باب ما جاء فی الشعر، ۵۰۱۰ وهو عندالبخاری، ۶۱۴۵، ۵۰۱۱ وهو حسن ۵۰۱۲ وسنده ضعیف۔ اور یہ روایت مختلف حصوں کے ساتھ صحیح بخاری، ۵۷۶۷، ۶۱۴۵؛ ترمذی، ۲۰۲۸؛ احمد، ۲/ ۵۹؛ ابن حبان، ۵۷۹۵ میں بھی موجود ہے۔

فرمان ہے کہ جو کچھ ہم نے انہیں سکھایا ہے وہ سراسر ذکر ونصیحت اور واضح صاف اور روشن قرآن ہے۔ جو شخص ذرا سا بھی غور کرے اس پر یہ کھل جاتا ہے تاکہ روئے زمین پر جتنے لوگ موجود ہیں یہ ان سب کو آگاہ کر دے اور ڈرا دے۔ جیسے فرمایا ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ ❶ تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈرا دوں اور جسے بھی یہ پہنچ جائے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ ❷ یعنی جماعتوں میں سے جو بھی اسے نہ مانے وہ سزاوارِ دوزخ ہے۔ ہاں اس قرآن سے اور نبی ﷺ کے فرمان سے اثر وہی لیتا ہے جو زندہ دل اور صاف باطن ہو' عقل وبصیرت رکھتا ہو اور قولِ عذاب تو کافروں پر ثابت ہی ہے۔ پس قرآن مؤمنوں کے لئے رحمت اور کافروں پر اتمام حجت ہے۔

جانوروں کی پیدائش' اللہ کا بندوں پر انعام ہیں: [آیت:۷۱-۷۶] اللہ تعالیٰ اپنے انعام واحسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے خود ہی یہ چوپائے پیدا کئے اور انسان کی ملکیت میں دے دیئے۔ ایک چھوٹا سا بچہ بھی اونٹ کی نکیل تھام لے' اونٹ جیسا قوی اور بڑا جانور اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ سو اونٹوں کی ایک قطار ہو' ایک بچے کے ہانکنے سے سیدھی چلتی رہتی ہے۔ اس ماتحتی کے علاوہ بعض لمبے لمبے مشقت والے سفر باآسانی جلدی جلدی طے ہوتے ہیں۔ خود سوار ہوتے ہیں' اسباب لادتے ہیں' بوجھ ڈھونے کے کام آتے ہیں اور بعض کے گوشت کھائے جاتے ہیں۔ پھر صوف' اُون' بالوں اور کھالوں وغیرہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دودھ پیتے ہیں اور بطور علاج پیشاب کام میں آتے ہیں اور بھی طرح طرح کے فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔ کیا پھر ان کو نہ چاہئے کہ ان نعمتوں کے منعم' ان احسانوں کے محسن' ان چیزوں کے خالق' ان کے حقیقی مالک کا شکر بجا لائیں؟ صرف اسی کی عبادت کریں' اس کی توحید کو مانیں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کریں۔

اللہ سب کچھ جانتا ہے: مشرکین کے اس باطل عقیدے کی تردید ہو رہی ہے جو وہ سمجھتے تھے کہ جن جن کی سوائے اللہ تعالیٰ کے یہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی امداد ونصرت کریں گے۔ ان کی روزیوں میں برکت دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے تقرب حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ان کی مدد کرنے سے عاجز ہیں' ان کی مدد تو کجا وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے بلکہ یہ بت تو اپنے دشمن کے نقصان سے بھی اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے۔ کوئی آئے اور توڑ مروڑ کر بھی چلا جائے تو یہ اس کا کچھ نہیں کر سکتے۔ بلکہ بول چال پر بھی قادر نہیں' سمجھ بوجھ نہیں۔ یہ بت قیامت کے دن جمع شدہ حساب کے وقت اپنے عابدوں کے سامنے لاچاری اور بے کسی کے ساتھ موجود ہوں گے تاکہ مشرکین کی پوری ذلت وخواری ہو اور ان پر حجت تمام ہو۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "مطلب یہ ہے کہ بت تو ان کی کسی طرح کی امداد نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی یہ بے سمجھ مشرکین ان کے سامنے اس طرح موجود رہتے ہیں' جیسے کوئی حاضر باش لشکر ہو۔" وہ نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکیں' نہ کسی نقصان کو دفع کر سکیں' لیکن یہ ہیں کہ ان کے نام پر مرے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے خلاف آواز سننا نہیں چاہتے اور غصے سے بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اے نبی! ان کفار کی باتوں سے آپ غمناک نہ ہوں۔ ہم پر ان کا ظاہر اور باطن روشن ہے۔ وقت آ رہا ہے کہ گن گن کر ہم انہیں بدلے دیں۔

---

❶ ٦/ الانعام:١٩۔

❷ ١١/ هود:١٧۔

ترجمہ: کیا انسان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے؟ پھر بھی یہ تو صریح جھگڑالو بن بیٹھا۔[۷۷] اور ہمیں کو باتیں مارنے لگا اور اپنی اصل پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرسکتا ہے؟[۷۸] تو جواب دے کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے۔ جو سب طرح کی پیدائش کا بخوبی جاننے والا ہے۔[۷۹] وہی جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی جس سے تم اور آگ سلگاتے ہو۔[۸۰]

اول تخلیق کا صانع دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے: [آیت:۷۷۔۸۰] ابی بن خلف ملعون ایک مرتبہ اپنے ہاتھ میں ایک بوسیدہ کھوکھلی گلی سڑی ہڈی لے کر آیا اور اس کو اپنی چٹکی میں ملتے ہوئے جب کہ اس کے ریزے ہوا میں اڑ رہے تھے' حضور ﷺ سے کہنے لگا آپ کہتے ہیں کہ ان ہڈیوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کریگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں! اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دیگا پھر زندہ کر دے گا' پھر تیرا حشر جہنم کی طرف ہوگا۔'' اس موقعہ پر اس سورت کی آخری آیتیں نازل ہوئیں۔ ❶ اور روایت میں ہے کہ یہ اعتراض کرنے والا عاص بن وائل تھا' اور اس آیت سے لے کر ختم سورۃ تک کی آیتیں نازل ہوئیں۔ ❷ اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ عبداللہ بن ابی سے ہوا تھا ❸ لیکن یہ ذرا غور طلب ہے۔ اس لئے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور عبداللہ بن ابی تو مدینہ میں تھا۔ بہر صورت خواہ ابی کے سوال پر یہ آیتیں اتری ہوں یا عاص کے سوال پر' ہیں عام۔ لفظ انسان پر جو الف لام ہے وہ جنس کا ہے۔ جو شخص بھی دوسری زندگی کا منکر ہو اسے جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو چاہئے کہ اپنی شروع پیدائش پر غور کریں۔ جس نے ایک حقیر و ذلیل قطرے سے انسان کو پیدا کر دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ کچھ نہ تھا' پھر اس کی قدرت پر حرف رکھنے کے کیا معنے؟ اس مضمون کو بہت سی آیتوں میں بیان فرمایا ہے جیسے ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ ❹ اور جیسے ﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ﴾ ❺ الخ۔ وغیرہ۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا پھر اس پر انگلی رکھ کر فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اے ابن آدم! کیا تو مجھے بھی عاجز کرسکتا ہے؟ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا۔ پھر جب ٹھیک ٹھاک درست اور چست کر دیا اور تو ذرا کس بل والا ہو گیا تو تو نے مال جمع کرنا اور مسکینوں سے روک رکھنا شروع کر دیا۔ ہاں جب دم نرخرے میں اٹکا تو کہنے لگا کہ اب میں اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟'' ❻ الغرض نطفے سے پیدا کیا ہوا انسان حجت بازیاں=

❶ الطبری، ۲۰/ ۵۵٤۔ ❷ ایضاً۔ ❸ اس کی سند میں عطیہ بن سعد العوفی مشہور ضعیف راوی ہے۔
❹ ۷۷/ المرسلت:۲۰۔ ❺ ۷٦/ الدھر:۲۔ ❻ احمد، ٤/ ۲۱۰؛ ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب النھی عن الامساك فی الحیاۃ والتبذیر عندالموت، ۲۷۰۷ وسندہ صحیح؛ الطبقات، ۷/ ٤۲۷۔

اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰی ق وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع

ترجمہ: جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے اور وہی تو پیدا کرنے والا دانا بینا ہے۔[۸۱] وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا کافی ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔[۸۲] پس پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف سب لوٹائے جاؤ گے۔[۸۳]

= کرنے لگا اور اپنا دوبارہ جی اٹھنا محال جاننے لگا۔ اس اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نظریں ہٹا لیں جس نے آسمان و زمین کو اور تمام مخلوق کو پیدا کر دیا۔ یہ اگر غور کرتا تو علاوہ اس عظیم الشان مخلوق کی پیدائش کے خود اپنی پیدائش کو بھی دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت کا ایک نشان عظیم پاتا لیکن اس نے تو عقل کی آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لی۔ اس کے جواب میں کہہ دو کہ اول مرتبہ ان ہڈیوں کو جواب گلی سڑی ہیں جس نے پیدا کیا ہے وُہی دوبارہ انہیں پیدا کرے گا۔ جہاں جہاں بھی یہ ہڈیاں ہوں وہ خوب جانتا ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے عقبہ بن عمرو نے کہا کہ آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنایئے تو آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''ایک شخص پر جب موت کی حالت طاری ہوئی تو اس نے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو بہت ساری لکڑیاں جمع کر کے میری لاش کو جلا کر خاک کر دینا' پھر اسے سمندر میں بہا دینا۔ چنانچہ انہوں نے یہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ جمع کر کے جب اسے دوبارہ زندہ کیا تو اس سے پوچھا! کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ صرف تیرے ڈر سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔'' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''حضور ﷺ نے راہ چلتے چلتے یہ حدیث بیان فرمائی جسے میں نے خود آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اپنے کانوں سے سنا۔'' ❶ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی بہت سے الفاظ سے مروی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا تھا کہ میری راکھ کو ہوا کے رخ اڑا دینا۔ کچھ تو ہوا میں کچھ دریا میں بہا دینا۔ سمندر نے بحکم اللہ تعالیٰ جو راکھ اس میں تھی اس کو جمع کر دیا اور اسی طرح ہوا نے بھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فرمان سے وہ کھڑا کر دیا گیا۔ ❷ الخ۔

قدرت الٰہی کے مشاہدہ کی دلیل: پھر اپنی قدرت کے مشاہدہ کے لئے اور اس بات کی دلیل قائم کرنے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے ہیئت کو وہ منقلب کر سکتا ہے' فرمایا کہ تم غور کرو کہ پانی سے میں نے درخت اگائے جو سرسبز اور شاداب ہرے بھرے پھل والے ہوئے۔ پھر وہ سوکھ گئے اور ان لکڑیوں سے میں نے آگ نکالی' کہاں وہ تری اور ٹھنڈک' کہاں یہ خشکی اور گرمی؟ پس مجھے کوئی چیز کرنی بھاری نہیں۔ تر کو خشک کرنا' خشک کو تر کرنا' زندہ کو مردہ کرنا اور مردے کو جلا دینا سب میرے بس کی بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے مرخ اور عفار کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں۔ ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں

❶ احمد، ٥/ ٣٩٥؛ صحیح بخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ٣٤٥٢؛ صحیح مسلم، ٢٧٥٦ عن ابی هریره رضی اللہ عنہ، ابن حبان، ٦٥١؛ شعب الایمان، ٧١٦٠۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ٥٤ حدیث رقم، ٣٤٧٩؛ صحیح مسلم، ٢٧٥٧ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ۔

رگڑنے سے چقماق کی طرح آگ نکلتی ہے۔ چنانچہ عرب میں ایک مشہور مثل ہے کہ لِكُلِّ شَجَرٍ نَارٌ وَاسْتَمْجَدَ الْمَرْخُ وَالْعَفَارُ حکما کا قول ہے کہ سوائے انگور کے درخت کے ہر درخت میں آگ ہے۔

آسمان وزمین کا خالق مردوزن کو دوبارہ زندہ کرسکتا ہے: [آیت:۸۱۔۸۳] اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت بیان فرما رہا ہے کہ اس نے آسمانوں کو اور ان کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ زمین کو اور اس کے اندر کی سب چیزوں کو بھی اسی نے بنایا۔ پھر اتنی بڑی قدرتوں والا انسانوں جیسی چھوٹی مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آجائے یہ تو عقل کے بھی خلاف ہے۔ جیسے فرمایا ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ❶ یعنی آسمان وزمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بہت بڑی اور اہم ہے۔ یہاں بھی فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمان وزمین کو پیدا کر دیا وہ کیا انسانوں جیسی کمزور مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آجائے گا؟ اور جب وہ قادر ہے تو یقیناً انھیں مار ڈالنے کے بعد پھر وہ انہیں جلا دے گا جس نے ابتداءً پیدا کیا ہے اس پر اعادہ بہت آسان ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ﴾ ❷ الخ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بنا دیا اور ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا نہ تھکا' تو کیا وہ مردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے بلکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے' وہی پیدا کرنے والا اور بنانے والا' ایجاد کرنے والا اور خالق ہے۔ ساتھ ہی دانا بینا اور رتی رتی سے واقف ہے۔ وہ تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کا صرف حکم دے دینا ہی کافی ہوتا ہے۔

مسند احمد کی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے میرے بندو! تم سب گنہگار ہو مگر جسے میں معاف کر دوں تم مجھ سے معافی طلب کرو' میرا وعدہ ہے کہ معاف کر دوں گا' تم سب فقیر ہو مگر جسے میں غنی کر دوں' میں جواد ہوں' میں ماجد ہوں' میں واجد ہوں' میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں' میرا انعام بھی ایک کلام ہے اور میرا عذاب بھی کلام ہے۔ میں جس چیز کو کرنا چاہتا ہوں' کہہ دیتا ہوں کہ ''ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ ❸ ہر برائی سے اسی حَیٌّ و قَیُّوم کی ذات پاک ہے۔ جو زمین وآسمان کا بادشاہ ہے جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں ہیں۔ وہ سب کا خالق ہے وہی اصلی حاکم ہے' اسی کی طرف قیامت کے دن سب لوٹائے جائیں گے اور وہی عادل و منعم اللہ تعالیٰ انہیں سزا و جزا دیگا۔'' اور جگہ فرمان ہے پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے۔ اور آیت میں ہے کہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے۔ اور فرمان ہے ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ❹ پس ملک و ملکوت دونوں کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔ جیسے رحمت و رحموت اور رہبت و رہبوت اور جبر و جبروت۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ملک سے مراد جسموں کا عالم اور ملکوت سے مراد روحوں کا عالم ہے۔ لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے اور یہی قول جمہور مفسرین کا ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ایک رات میں تہجد کی نماز میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات لمبی سورتیں (یعنی پونے دس پارے) سات رکعتوں میں پڑھیں۔ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہہ کر رکوع سے سر اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے تھے ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِي الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ)) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع قیام کے مناسب ہی لمبا تھا اور سجدہ بھی مثل رکوع کے تھا۔ میری تو یہ حالت ہو گئی تھی کہ پیر ٹوٹنے لگے'' ❺ ان ہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے رات کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے یہ دعا پڑھ کر پھر قرأت

---

❶ ٤٠/ المؤمن:٥٧۔ ❷ ٤٦/ الاحقاف:٣٣۔ ❸ احمد، ٥/ ١٧٧؛ ترمذی، کتاب صفة القيامة باب ٤٨ حديث رقم ٢٤٩٥ وهو حسن؛ ابن ماجه، ٤٢٥٧؛ مسند البزار، ٤٠٥٢۔

❹ ٦٧/ الملك:١۔ ❺ احمد، ٥/ ٣٨٨ وسنده ضعيف، ابن عم لحذیفہ مجہول ہے۔

شروع کی ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ذِی الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ)) پھر پوری سورۂ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا اور رکوع میں بھی قریب قریب اتنی ہی دیر ٹھہرے رہے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہے، پھر اپنا سر رکوع سے اٹھایا اور تقریباً اتنی ہی دیر کھڑے رہے اور لِرَبِّیَ الْحَمْدُ پڑھتے رہے پھر سجدہ میں گئے وہ بھی تقریباً قیام کے برابر تھا اور سجدہ میں حضور ﷺ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھتے رہے، پھر سجدے سے سر اٹھایا۔ آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی اتنی دیر بیٹھے رہتے تھے جتنی دیر سجدوں میں لگاتے تھے اور رَبِّ اغْفِرْلِیْ رَبِّ اغْفِرْلِیْ پڑھتے رہے۔ چار رکعتیں آپ ﷺ نے ادا کیں۔''

سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نسا، سورۂ مائدہ کی تلاوت کی۔ حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کو شک ہے کہ سورۂ مائدہ کہا یا سورۂ انعام؟ نسائی وغیرہ میں ہے [1] کہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ایک رات میں نے حضور ﷺ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائی۔ ہر اس آیت پر جس میں رحمت کا ذکر ہوتا آپ ﷺ ٹھہرتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے اور ہر اس آیت پر جس میں عذاب کا ذکر ہوتا آپ ﷺ ٹھہرتے اور اللہ سے پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا وہ بھی قیام سے کچھ کم نہ تھا، اور رکوع میں یہ فرماتے تھے ((سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ)) پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا، وہ بھی قیام کے قریب قریب تھا اور سجدہ میں بھی یہی پڑھتے رہے، پھر دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران پڑھی، پھر اسی طرح ایک ایک سورۃ ایک ایک رکعت میں پڑھتے رہے۔'' [2]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورۂ یٰسٓ کی تفسیر ختم ہوئی۔

[1] ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب ما یقول الرجل فی رکوعه وسجوده ۸۷٤ وهو صحیح؛ نسائی، ۱۰۷۰ مختصراً؛ شمائل ترمذی، ۲۷۰۔

[2] ابو داود، حواله سابق، ۸۷۳ وسنده صحیح۔

تفسیر سورۂ الصافات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكۡرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمۡ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾

ترجمہ: بخشش اور مہربانیوں والے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع۔
قسم ہے صف باندھنے والے فرشتوں کی۔[۱] پھر پوری طرح ڈانٹنے والوں کی۔[۲] پھر ذکر اللہ کی تلاوت کرنیوالوں کی۔[۳] یقیناً تم سب کا معبود ایک ہی ہے۔[۴] آسمانوں' زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں اور مشرقوں کا رب تعالیٰ وہی ہے۔[۵]

سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہلکی نماز پڑھنے کا حکم فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سورۂ الصافات سے نماز پڑھاتے تھے۔" ❶

فرشتوں کی قسمیں اور قسمیں: [آیت:۱-۵] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ان تین قسموں سے مراد فرشتے ہیں۔" ❷ اور بھی اکثر حضرات کا یہی قول ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "فرشتوں کی صفیں آسمانوں پر ہیں۔" ❸ مسلم میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ہمیں سب لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے:

☆ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں جیسی کی گئی ہیں۔

☆ ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنا دی گئی ہے۔

☆ اور پانی کے نہ ملنے کے وقت زمین کی مٹی ہمارے لئے وضو کے قائم مقام کی گئی ہے۔" ❹ مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا "تم اس طرح صفیں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے اپنے رب تعالیٰ کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔" ہم نے عرض کیا وہ کس طرح؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگلی صفوں کو پورا کرتے جاتے ہیں اور صفیں بالکل ملا لیا کرتے ہیں۔" ❺ ڈانٹنے والوں سے مراد سدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک ابر اور بادل کو ڈانٹ کر' احکام دے کر' ادھر سے ادھر لے جانے والے فرشتے ہیں۔

ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں قرآن جس چیز سے روکتا ہے وہ اسی سے بندش کرتے ہیں۔ ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والے فرشتے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں کے پاس لاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝﴾ ❻ یعنی وحی اتارنے والے فرشتوں کی قسم جو عذر کو ٹالنے یا آگاہ کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ ان قسموں کے بعد جس چیز پر یہ قسمیں کھائی گئی

❶ نسائی، کتاب الإمامة، باب الرخصة الإمام فی التطویل: ۸۲۷ وسنده حسن؛ احمد ۲/ ۲۶؛ ابن خزیمه ۱۶۰۶۔
❷ الطبری ۲۱/ ۷۔ ❸ ایضاً۔
❹ صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة: ۵۲۲۔ ❺ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الامر بالسکون فی الصلاة والنهی عن الإشارة بالید...... ۴۳۰؛ ابوداود ۶۶۱؛ ابن ماجه ۹۹۲۔ ❻ ۷۷/ المرسلات: ۵، ۶۔

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

ترجمہ: ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے بارونق بنا دیا ہے[۶] اور ہم نے ہی اس کی نگہبانی کی ہے ہر شریر شیطان سے۔[۷] عالم بالا کے فرشتوں (کی باتوں) کو سننے کے لئے وہ کان بھی نہیں لگا سکتے بلکہ چاروں طرف سے ان پر شعلہ باری کی جاتی ہے[۸] ان کے ہنکانے کے لئے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہیں۔[۹] ہاں جو کوئی ایک آدھ بات اچک لے بھاگے تو فوراً ہی اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے۔[۱۰]

= تھی اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ تم سب کا معبود برحق ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی آسمان وزمین کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا مالک ومتصرف ہے۔ اسی نے آسمان پر ستارے اور چاند' سورج کو مسخر کر رکھا ہے۔ جو مشرق سے ظاہر ہوتے ہیں' مغرب میں غروب ہوتے ہیں۔ مشرقوں کا ذکر کر کے مغربوں کا ذکر اس کی دلالت موجود ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ دوسری آیت میں ذکر کر بھی دیا ہے' فرمان ہے: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ﴾ ❶ یعنی جاڑے اور گرمیوں کی طلوع وغروب کی جگہ کا رب تعالیٰ وہی ہے۔

ستارے آسمان کی زینت ہیں: [آیت: ۶-۱۰] آسمان دنیا کو دیکھنے والی نگاہوں میں جو زینت دی گئی ہے اس کا بیان فرمایا۔ یہ اضافت کے ساتھ ہی پڑھا گیا ہے اور بدلیت کے ساتھ بھی' معنی دونوں صورتوں میں ایک ہی ہیں۔ اس کے ستاروں کی' اس کے سورج کی روشنی زمین کو جگمگا دیتی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا﴾ ❷ (تا آخر آیہ) ہم نے آسمان دنیا کو زینت دی ستاروں کے ساتھ اور انہیں شیطانوں کے لئے شیطانوں کے رجم کا ذریعہ بنایا اور ہم نے ان کے لئے آگ کے جلا دینے والے عذاب تیار کر رکھے ہیں۔

شہاب ثاقب کا تذکرہ: اور آیت میں ہے کہ ہم نے آسمان میں برج بنائے اور انہیں دیکھنے والوں کی آنکھوں میں کھپ جانے والی چیز بنائی اور ہر شیطان رجیم سے اسے محفوظ رکھا۔ جو کوئی کسی بات کو لے کر اڑنا چاہتا ہے وہیں ایک تیز شعلہ اسکی طرف اترتا ہے اور ہم نے آسمانوں کی حفاظت کی' ہر سرکش شریر شیطان سے اس کا بس نہیں کہ فرشتوں کی باتیں سنے اور جب وہ یہ کرتا ہے تو ایک شعلہ لپکتا ہے اور اسے جلا جاتا ہے۔ یہ آسمانوں تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت تقدیر کے اُمور کی کسی گفتگو کو وہ سن ہی نہیں سکتے۔ اس بارے کی حدیثیں ہم نے آیت ﴿حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ﴾ ❸ الخ کی تفسیر میں بیان کر دی ہیں۔ جدھر سے بھی یہ آسمان پر چڑھنا چاہتے ہیں وہیں سے ان پر آتش باری کی جاتی ہے۔ انہیں ہنکانے پست وذلیل کرنے روکنے اور نہ آنے دینے کے لئے یہ سزا بیان کی ہے اور آخرت کے دائمی عذاب ابھی باقی ہیں جو بڑے الناک' دردناک اور ہمیشگی والے ہوں گے۔ ہاں کبھی کسی جن نے کوئی کلمہ کسی فرشتے کی زبان سے سن لیا اور اسے اس نے اپنے نیچے والے سے کہہ دیا اور اس نے اپنے نیچے والے سے وہیں اس کے پیچھے ایک شعلہ لپکتا ہے کبھی تو وہ دوسرے کو پہنچائے اس سے پہلے ہی شعلہ اسے جلا ڈالتا ہے کبھی وہ دوسرے کے کانوں تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جو کاہنوں کے کانوں تک شیاطین کے ذریعہ پہنچ جاتی ہیں۔ ثاقب سے مراد سخت تیز' بہت زیادہ روشنی والا ہے۔

❶ ۵۵/ الرحمٰن: ۱۷۔ ❷ ۶۷/ الملك: ۵۔ ❸ ۳۴/ سبا: ۲۳۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝۱۱ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝۱۲ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝۱۳ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝۱۴ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝۱۶ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝۱۷ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۝۱۸ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۱۹

ترجمہ: ان کافروں سے پوچھو تو کہ آیا ان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا جنھیں ہم نے پیدا کیا ہے؟ ہم نے انسانوں کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے۔[۱۱] بلکہ تو تعجب کر رہا ہے اور یہ مسخرا پن کر رہے ہیں۔[۱۲] اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے یہ نہیں مانتے۔[۱۳] اور جب کسی معجزے کو دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں۔[۱۴] اور کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل کھلم کھلا جادو ہے۔[۱۵] کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور ہڈی ہو جائیں گے پھر کیا سچ مچ ہم زندہ کئے جائیں گے؟[۱۶] یا ہم سے پہلے کے ہمارے باپ دادا بھی۔[۱۷] تو جواب دے کہ ہاں ہاں اور تم ذلیل ہو گے۔[۱۸] وہ تو صرف ایک زور کا نعرہ ہے کہ یکا یک یہ دیکھنے لگیں گے۔[۱۹]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ''شیاطین پہلے جا کر آسمانوں میں بیٹھتے تھے اور وحی سن لیتے تھے۔ اس وقت ان پر تارے نہیں ٹوٹتے تھے۔ یہ وہاں کی وحی سن کر زمین پر آ کر ایک ایک کی دس دس کر کے کاہنوں کے کانوں میں پھونکتے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی' پھر شیطانوں کا آسمان پر جانا موقوف ہوا۔ اب یہ جاتے ہیں تو ان پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں اور انہیں جلا دیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس نو پید امر کی خبر جب ابلیس ملعون کو دی تو اس نے کہا کہ کسی اہم نئے کام کی وجہ سے اس قدر احتیاط اور حفاظت کی گئی ہے۔ چنانچہ خبر رسانوں کی جماعتیں اس نے روئے زمین پر پھیلا دیں۔ جو جماعت حجاز کی طرف گئی اس نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخلہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان نماز ادا کر رہے ہیں۔ اس نے جا کر ابلیس کو یہ خبر دی' اس نے کہا بس یہی وجہ ہے جو تمہارا آسمانوں پر جانا موقوف ہوا۔'' ❶ اس کی پوری تحقیق اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آیت ﴿وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ﴾ ❷ میں آئے گی۔

انسان کی پیدائش: [آیت:۱۱-۱۹] اللہ تعالیٰ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیتا ہے کہ ان منکرین قیامت سے پوچھو تو کہ تمہارا پیدا کرنا ہم پر مشکل ہے یا آسمان و زمین' فرشتے' جن وغیرہ کا؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ﴿اَمْ مَّنْ عَدَدْنَا﴾ ہے۔ ❸ مطلب یہ ہے کہ اس کا اقرار تو انہیں بھی ہے کہ پھر مر کر جینے کا انکار کیوں کر رہے ہیں؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ انسانوں کی پیدائش سے تو بہت بڑی اور بہت بھاری پیدائش آسمان و زمین کی ہے لیکن اکثر لوگ بے عملی برتتے ہیں۔ پھر انسان کی پیدائشی کمزوری بیان فرماتا ہے کہ یہ چکنی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جس میں لیس تھا اور جو ہاتھوں کو چپکتی تھی۔ تو چونکہ حقیقت کو پہنچ گیا ہے' ان کے انکار پر تعجب کر رہا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں تیرے سامنے ہیں اور اس کے فرمان بھی۔ لیکن یہ تو اسے سن کر ہنسی اڑاتے ہیں اور جب کبھی کوئی واضح دلیل سامنے آ جاتی ہے تو مسخرہ پن کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے ہم کسی طرح اسے نہیں ماننے کے' کہ مر کر' مٹی ہو کر' پھر جی اٹھیں' ==

❶ الطبری ۲۱/ ۱۲ وسندہ ضعیف، ابواسحاق مدلس ہیں۔

❷ ۷۲/ الجن: ۸۔ ❸ الطبری ۲۱/ ۱۹۔

وَقَالُوا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۝ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۝ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور کہیں گے کہ ہائے ہماری خرابی یہی جزا سزا کا دن ہے۔[۲۰] یہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے رہے۔[۲۱] ظالموں کو اور ان کے ہمراہیوں کو اور جن جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کرتے تھے[۲۲] ان سب کو جمع کر کے انہیں دوزخ کی راہ دکھا دو[۲۳] اور انہیں ٹھہرا لو اسلئے کہ ان سے ضروری سوال کئے جانیوالے ہیں۔[۲۴] کیا وجہ ہے کہ اس وقت وہ ایک دوسروں کی مدد نہیں کرتے؟[۲۵] بلکہ وہ سب کے سب آج فرمانبردار بن گئے۔[۲۶]

= بلکہ ہمارے باپ دادا بھی دوسری زندگی میں آ جائیں ہم تو اس کے قائل نہیں۔ اے نبی! تم ان سے کہہ دو کہ ہاں تم یقیناً دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔ تم ہو کیا چیز؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کے ماتحت ہو۔ اس کی وہ ذات ہے کہ کسی کی اس کے سامنے کوئی ہستی نہیں۔ فرماتا ہے ﴿كُلٌّ اَتَوْهُ دَاخِرِيْنَ﴾ ❶ ہر شخص اسکے سامنے عاجزی اور لاچاری سے حاضر ہونے والا ہے۔ ایک آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ ❷ میری عبادت سے سرکشی کرنے والے ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جسے تم مشکل سمجھتے ہو وہ مجھ پر تو بالکل ہی آسان ہے۔ صرف ایک آواز لگتے ہی ہر ایک زمین سے نکل کر دہشت ناکی کے ساتھ اہوال واحوال قیامت کو دیکھنے لگے گا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

روزِ قیامت کفار کا واویلا: [آیت: ۲۰۔۲۶] قیامت کے دن کفار کا اپنے تئیں ملامت کرنا اور پچھتانا اور افسوس وحسرت کرنا بیان ہو رہا ہے کہ وہ نادم ہو کر قیامت کے دہشت خیز اور دہشت انگیز امور کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہائے ہائے! یہی تو روز جزا ہے۔ تو مؤمن اور فرشتے بطور ڈانٹ ڈپٹ اور ندامت بڑھانے کے ان سے کہیں گے ہاں! یہی تو وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم سچا نہیں مانتے تھے۔ اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ظالموں کو ان کے جوڑوں کو ان کے بھائی بندوں کو اور ان جیسوں کو ایک جا جمع کرو۔ مثلاً زانی زانیوں کے ساتھ، سود خوار سود خواروں کے ساتھ' شرابی شرابیوں کے ساتھ وغیرہ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ظالموں کو اور ان کی عورتوں کو' لیکن یہ غریب ہے۔ ٹھیک مطلب یہی ہے کہ انہی جیسوں کو اور ان کے ساتھ ہی جن بتوں کو اور جن جن کو اللہ کا شریک یہ مقرر کئے ہوئے تھے۔ سب کو جمع کرو پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ' جیسے فرمان ہے ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ﴾ ❸ الخ یعنی انہیں ان کے منہ کے بل اندھے بہرے گونگے کر کے ہم جمع کریں گے پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا' جس کی آگ جب کبھی ہلکی ہو جائے ہم اسے اور بھڑکا دیں گے' اور انہیں جہنم کے پاس کچھ دیر ٹھہرا دو تاکہ ہم ان سے پوچھ گچھ کر لیں۔ ان سے حساب لے لیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ'' حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص کسی کو کسی چیز کی طرف بلائے وہ قیامت کے دن اسی کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا' نہ بے وفائی ہوگی نہ جدائی ہوگی' گو ایک کو ہی بلایا ہو۔ پھر =

❶ ۲۷/ النمل:۸۷۔ ❷ ۴۰/ المؤمن:۶۰۔ ❸ ۱۷/ الاسراء:۹۷۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: وہ ایک دوسرے کی طرف مخاطب ہو کر سوال و جواب کرنے لگیں گے۔[۲۷] کہیں گے کہ تم تو ہمارے پاس ہماری دائیں طرف سے آئے تھے۔[۲۸] وہ جواب دیں گے کہ نہیں بلکہ تم ہی ایماندار نہ تھے۔[۲۹] اور کچھ ہمارا زور تو تم پر تھا (ہی) نہیں۔ بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے۔[۳۰] اب تو ہم سب پر ہمارے رب تعالیٰ کی یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہم عذاب چکھنے والے ہیں۔[۳۱] ہم نے تمہیں گمراہ کیا ہم تو خود بھی گمراہ ہی تھے۔[۳۲] اب آج کے دن تو یہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں۔[۳۳] ہم گنہگاروں کے ساتھ اسی طرح کیا کرتے ہیں۔[۳۴] یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو یہ سرکشی کرتے تھے[۳۵] اور کہتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دینے والے ہیں؟[۳۶] نہیں نہیں بلکہ نبی (ﷺ) تو سچا دین لائے ہیں اور سب رسولوں کو سچا جانتے ہیں۔[۳۷]

= آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔" ❶ حضرت عثمان بن زائدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے انسان سے اس کے ساتھیوں کی بابت سوال کیا جائے گا۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ کیوں آج ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ تم دنیا میں کہتے پھرتے تھے کہ ہم سب ایک ساتھ ہیں اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ یہ تو کہاں! بلکہ آج تو یہ ہتھیار ڈال چکے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن گئے نہ اللہ تعالیٰ کے کسی فرمان کا خلاف کریں نہ کر سکیں، نہ اس سے بچ سکیں نہ وہاں سے بھاگ سکیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

کافروں کے جہنم میں طبقات: [آیت: ۲۷۔۳۷] کافر لوگ جس طرح جہنم کے طبقوں میں جلتے ہوئے آپس میں جھگڑے کریں گے اسی طرح قیامت کے میدان میں وہ ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے۔ کمزور لوگ زور آوروں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع فرمان تھے کیا آج ہمیں تم تھوڑے بہت عذابوں سے بچا لو گے؟ وہ کہیں گے کہ ہم تو خود تمہارے ساتھ ہی اسی جہنم میں جل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے فرما چکا۔ اور جیسے اور جگہ ان کی یہ بات چیت اس طرح منقول ہے کہ ضعیف لوگ متکبروں سے کہیں گے، اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایماندار بن جاتے۔ وہ جواب دیں گے کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روک دیا؟ نہیں بلکہ تم خود ہی بدکار تھے۔ یہ کہیں گے بلکہ دن رات کا مکر تھا جب کہ تم ہمیں حکم کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شریک مقرر کریں۔ عذاب کو دیکھتے ہی یہ سب کے سب بے طرح نادم و پشیمان ہوں گے، لیکن اپنی ندامت کو چھپائیں گے۔ ان تمام کفار کی

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة والصفات ۳۲۲۸ وسندہ ضعیف اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم ضعیف (التقریب ۲/ ۱۳۸) اور بشیر بن دینار مجہول راوی ہے۔

گردنوں میں طوق ڈال دیئے جائیں گے۔

ہاں یہ یقینی بات ہے کہ ہر ایک کو صرف اس کی کرنی بھرنی پڑے گی۔ پس یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنے بڑوں اور سرداروں سے کہیں گے کہ تم ہماری داہنی جانب سے آتے تھے۔ یعنی چونکہ ہم کمزور کم حیثیت تھے اور تمہیں ہم پر ترجیح تھی' اس لئے تم ہمیں دبا دبو کر حق سے ناحق کی طرف پھیر دیتے تھے۔ یہ کافروں کا مقولہ ہوگا' جو وہ شیطانوں سے کہیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ **انسان** یہ بات جنات سے کہیں گے کہ تم ہمیں بھلائی سے روک کر برائی پر آمادہ کرتے تھے' گناہ کو مزین اور شیریں دکھاتے تھے' اور **نیکی کو بری** اور مشکل جتاتے تھے' حق سے روکتے تھے اور باطل پر جما دیتے تھے' جب کبھی نیکی کا خیال ہمارے دل میں آتا تھا تو تم کسی نہ کسی فریب سے اس سے روک دیتے تھے۔ اسلام ایمان وخوبی' نیکی اور سعادت مندی سے تم نے ہمیں محروم کر دیا۔ توحید سے دور ڈال دیا۔ ہم تمہیں اپنا خیر خواہ سمجھتے رہے' راز دار بنائے رہے' تمہاری باتیں مانتے رہے اور تمہیں بھلا آدمی سمجھتے رہے۔ اسکے جواب میں جنات اور انسان جتنے بھی سردار ذی عزت اور بڑے لوگ تھے۔ ان کمزوروں کو جواب دیں گے کہ اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں' تم خود ہی ایسے ہی تھے' تمہارے دل ایمان سے بھاگتے تھے اور کفر کی طرف دوڑ کر جاتے تھے۔ ہم نے تمہیں جس چیز کی طرف بلایا وہ کوئی حق بات نہ تھی' نہ اس کی بھلائی پر کوئی دلیل تھی لیکن چونکہ تم طبعاً بُرائی کی طرف مائل تھے خود تمہارے دلوں میں سرکشی اور برائی تھی اس لیے تم نے ہمارا کہا مان لیا۔ اب تو ہم سب پر اللہ تعالیٰ کا قول ثابت ہو گیا کہ ہم یقیناً عذابوں کا مزہ چکھنے والے ہیں۔ یہ بڑے لوگ چھوٹوں سے یہ متبوع لوگ اپنے تابعداروں سے کہیں گے کہ ہم تو خود ہی بہکے ہوئے تھے' ہم نے تمہیں بھی اپنی ضلالت کی طرف بلایا تم دوڑے ہوئے آ گئے۔ بتلاؤ اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ ہم نے تم پر کوئی ظلم و جبر تو نہیں کیا؟ کیوں تم نے ہماری بات مان لی؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے' پس آج کے دن یہ سب لوگ جہنم کے عذابوں میں شریک ہیں' ہر ایک اپنے اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے۔ مجرموں کے ساتھ ہم اسی طرح کیا کرتے ہیں۔

یہ مؤمنوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل نہ تھے بلکہ توحید کی آواز سے تکبر ونفرت کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں جب تک کہ وہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ نہ کہہ لیں۔ جو اسے کہہ لے اس نے اپنا مال اور اپنی جان بچالی' مگر اسلامی فرمان سے' اور اس کا باطنی حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔" ❶ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بھی یہی مضمون ہے اور ایک متکبر قوم کا ذکر ہے کہ وہ اس کلمہ سے روگردانی کرتے تھے۔

ابن ابی حاتم میں ابو العلاء رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہودیوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور ان سے سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی اور عزیر علیہ السلام کی۔ ان سے کہا جائے گا اچھا بائیں طرف آؤ۔ پھر نصرانیوں سے یہی سوال ہوگا وہ کہیں گے' اللہ تعالیٰ کی اور مسیح علیہ السلام کی تو ان سے بھی یہی کہا جائے گا۔ پھر مشرکین کو لایا جائے گا اور ان سے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہا جائے گا وہ تکبر کریں گے تین مرتبہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر حکم ہوگا کہ انہیں بھی بائیں طرف لے چلو۔ فرشتے انہیں پرندوں سے بھی جلدی پہنچا دیں گے' پھر مسلمانوں کو لایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائیگا کہ تم کس کی عبادت کرتے رہے؟ یہ کہیں گے' صرف اللہ تعالیٰ کی تو ان سے کہا جائیگا کہ کیا تم اسے دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟ یہ کہیں گے ہاں۔ پوچھا جائے گا تم کیسے پہچان لو گے' حالانکہ تم نے کبھی اسے دیکھا نہیں۔ یہ جواب دیں گے ہاں یہ تو ٹھیک ہے ہم جانتے ہیں کہ اس کے برابر کا کوئی نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے آپ =

❶ اس کی اصل صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب دعاء النبی ﷺ والنبوة: ۲۹۴۶ اور صحیح مسلم: ۲۱ میں موجود ہے۔

ترجمہ: یقیناً تم دردناک عذابوں کے مزے چکھنے والے ہو۔[۳۸] تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے[۳۹] مگر اللہ تعالیٰ کے خالص برگزیدہ بندے۔[۴۰] انہیں کے لئے مقررہ روزی ہے۔[۴۱] میوے ہر طرح کے اور وہ ذی عزت واکرام ہیں،[۴۲] نعمتوں والی جنتوں میں۔[۴۳] تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔[۴۴] جاری شراب کے جام کا ان پر دور چل رہا ہوگا[۴۵] جو سفید اور پینے میں لذیذ ہوگی۔[۴۶] نہ اس سے دردسر ہو اور نہ اس کے پینے سے بہکیں[۴۷] اور ان کے پاس نیچی نظروں والی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی[۴۸] ایسی جیسے چھپائے ہوئے موتی۔[۴۹]

= کو انہیں پہنچوائے گا اور ان کو نجات دے گا۔ یہ کلمہ توحید اور ردّ شرک سن کر جواب دیتے تھے کہ کیا اس شاعر و مجنون کے کہنے سے ہم اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں گے؟ ماننا تو ایک طرف الٹے رسول ﷺ کو شاعر اور دیوانہ بتاتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی تکذیب کرتا ہے اور ان کی تردید میں فرماتا ہے کہ یہ تو بالکل سچے ہیں' سچ لے کر آئے ہیں' ساری شریعت سراسر حق ہے' خبریں ہوں تب اور احکام ہوں تب۔ یہ رسولوں کو بھی سچا جانتا ہے' ان رسولوں نے جو صفتیں اور پاکیزگیاں آپ کی بیان کی تھیں ان کے صحیح مصداق آپ ہی ہیں۔ یہ بھی وہی احکام بیان کرتے ہیں جو اگلے انبیاء علیہم السلام نے کئے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ﴾ ❶ الخ یعنی تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے نبیوں سے کہا جاتا رہا۔

کفار عذاب میں اور مؤمن نعمتوں میں ہونگے: [آیت:۳۸۔۴۹] اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ تم المناک عذاب چکھنے والے ہو اور صرف اسی کا بدلہ دیئے جانے والے ہو جسے تم نے کیا دھرا ہے۔ پھر اپنے مخلص بندوں کو اس سے الگ کر لیتا ہے جیسے ﴿وَالْعَصْرِ﴾ الخ میں فرمایا کہ تمام انسان گھاٹے میں ہیں مگر ایماندار نیک اعمال اور سورہ ﴿وَالتِّيْنِ﴾ میں فرمایا ہم نے انسان کو بہت اچھی پیدائش میں پیدا کیا ہے پھر اسے نیچوں سے بھی نیچا کر دیا' مگر جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک اعمال کئے۔ اور سورۂ مریم میں فرمایا ﴿وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ ❷ (تا آخر آیت) تم میں سے ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے یہ تو تیرے رب تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے اور یہ ضروری چیز ہے لیکن پھر ہم متقیوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو گرے پڑے چھوڑ دیں گے۔ سورۂ مدثر میں ارشاد ہوا ہے ﴿كُلُّ نَفْسٍ﴾ الخ ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں مشغول ہے۔ مگر وہ جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال آ چکا ہے' اسی طرح یہاں پر بھی اپنے خاص بندوں کا استثنا کر لیا کہ وہ المناک عذابوں سے' حساب کے شدید مصائب سے علیحدہ ہیں۔ بلکہ ان کی برائیوں سے درگزر فرما لیا گیا ہے اور ان کی نیکیاں بڑھا چڑھا کر ایک کی دس دس گنا کر کے بلکہ سات سات سو گنا کر کے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر انہیں دی گئیں ہیں۔ ان کے لئے مقررہ روزی ہے اور وہ قسم قسم کے میوہ جات سے پر ہے۔ وہ مخدوم

❶ ٤١/ فصلت:٤٣۔ ❷ ١٩/ مریم:٧١۔

ہیں' ذی عزت ہیں' ذی اکرام ہیں' ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے ہیں' بڑی آؤ بھگت ہوتی ہے' بڑا ادب لحاظ رکھا جاتا ہے، یہ نعمتوں سے پُر جنتوں میں ہیں، وہاں کے تختوں پر اس طرح بیٹھے ہیں کہ کسی کی پیٹھ کسی کی طرف نہیں۔

ایک مرفوع غریب حدیث میں بھی ہے کہ اس آیت کی تلاوت کر کے آپ نے فرمایا ''ہر ایک کی نگاہیں دوسرے کے چہرے پر پڑیں گی آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ (1) اس شراب کے دَوران پر چل رہے ہوں گے جو جاری رہیں گے۔ جس کے ختم ہو جانے اور کم ہو جانے کا مطلق اندیشہ نہیں۔'' جو ظاہر باطن میں آراستہ ہے' خوبیاں ہیں برائیاں نہیں' رنگ کی سفید' مزے کی بہت اچھی لذیذ۔ نہ اسکے پینے سے دردِ سر ہو' نہ سکر و مستی طاری ہو نہ ہرزہ سرائی کرے۔ دنیا کی شراب میں یہ نقصان اور خرابی ہے کہ دردِ شکم' دردِ سر' بیہوشی اور بد حواسی وغیرہ طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن جنت کی شراب میں ان میں سے ایک برائی بھی موجود نہیں رہی۔ دیکھنے میں خوش رنگ' پینے میں لذیذ' فوائد میں اعلیٰ' سرور و کیف میں عمدہ لیکن عقل و فہم کو معطل کر دینے والی اور بدمست بنا دینے والی نہیں' نہ بدبو دار نہ بد رنگ نہ قابل نفرت بلکہ خوشبو دار' خوش رنگ' خوش ذائقہ اور فائدہ مند۔ اس کے پینے سے پیٹ میں درد نہیں ہوتا اور اس کی کثرت ضرر رساں نہیں' خلاف طبع نہیں' سر بھاری نہیں ہو جاتا' چکر نہیں آتے' گرانی محسوس نہیں ہوتی' ہوش و حواس جاتے نہیں رہتے' کوئی ایذا' تکلیف' قے متلی نہیں ہوتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''شراب میں چار برائیاں ہیں۔ ۱۔ نشہ ۲۔ دردِ سر ۳۔ قے اور ۴۔ پیشاب۔ مگر جنت کی شراب ان تمام برائیوں سے پاک ہے۔'' دیکھو لو سورہ الصافات۔ ان کے پاس نیچی نگاہوں والی' شرمیلی نظروں والی' پاک دامن عفیفہ حوریں ہیں۔ جن کی نگاہ اوپر خاوندوں کے چہرے کے سوا کبھی کسی کے چہرے پر نہیں پڑتی اور نہ پڑے گی۔ بڑی بڑی' موٹی موٹی' رسیلی آنکھیں ہیں' حُسنِ صورت' حسن سیرت دونوں چیزیں ان میں موجود ہیں۔ جس طرح زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام میں یہ دونوں خوبیاں دیکھیں۔ عورتوں نے جب انہیں طعنے دینے شروع کیے تو ایک دن سب کو بلا کر بٹھالیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا پوری طرح بناؤ سنگھار کرا کر بلایا تمام عورتوں کی نگاہیں ان کے جمال کو دیکھ کر خیرہ ہو گئیں اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ ''یہ تو فرشتہ ہے'' زلیخا نے کہا ''یہی تو وہ شخص ہے کہ جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کر رہی تھی واللہ میں نے اس کو ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ پاک دامن ہی رہا۔ یہ جمال ظاہری کے ساتھ حسن باطنی بھی رکھتا ہے' بڑا پاکباز' امین' پارسا' متقی اور پرہیزگار ہے'' اسی طرح حوریں ہیں کہ جمال ظاہری کے ساتھ ہی باطنی خوبی بھی اپنے اندر رکھتی ہیں پھر ان کا مزید حسن بیان ہو رہا ہے کہ ان کا گورا گورا پنڈا (بدن) اور بھبوکا سا رنگ ایسا چمکدار' دل کش اور جاذبِ نظر ہے کہ گویا محفوظ موتی جس تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچا ہو' جو سیپ سے نہ نکلا ہو' جسے زمانے کی ہوا نہ لگی ہو' جو اپنی آبداری میں بے مثل ہو۔ ایسے ہی ان کے اچھوتے جسم ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ گویا وہ انڈے کی طرح ہیں انڈے کے اوپر کے چھلکے کے نیچے اچھوت چھلکے جیسے ان کے بدن ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حورعین'' سے مراد بہت بڑی آنکھوں والی' سیاہ پلکوں والی حوریں ہیں۔ پھر پوچھا ''بیض مکنون'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا انڈے کے اندر کی سفید جھلی۔'' (2) ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں کھڑا کیا جاؤں گا اور جب کہ وہ جناب باری تعالیٰ میں پیش ہوں گے تو میں ان کا خطیب بنوں گا اور جب وہ غمگین ہو رہے ہوں گے تو میں انہیں =

(1) اس کی سند میں یحیٰی بن معن اور ابراہیم القرشی مجہول راوی ہیں۔ دیکھئے (المیزان ۱/ ۷٦ رقم: ۲٦۳، ٤/ ٤۱۰ رقم: ۹٦۳٦) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔ (2) الطبری ۲۱/ ٤٤۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ۝ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۝ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ۝ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۝ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۝ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝

ترجمہ: ایک دوسرے کی طرف رُخ کر کے پوچھیں گے۔[۵۰] ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ہم نشین تھا[۵۱] جو مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تو قیامت کے آنے کا یقین کرنے والوں میں سے ہے؟[۵۲] کیا جب کہ ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے کیا اس وقت ہم جلا دیئے جانے والے ہیں؟[۵۳] کہے گا تم چاہتے ہو کہ جھانک کر دیکھ لو؟[۵۴] جھانکتے ہی اسے تو بیچوں بیچ جہنم میں جلتا ہوا دیکھے گا[۵۵] کہے گا واللہ قریب تھا کہ تو مجھے بھی برباد کر دے۔[۵۶] اگر میرے رب تعالیٰ کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں حاضر کیا گیا ہوتا۔[۵۷] کیا یہ صحیح ہے کہ ہم مرنے والے ہی نہیں؟[۵۸] بجز پہلی ایک موت کے اور نہ ہم عذاب کئے جانے والے ہیں؟[۵۹] پھر تو ظاہر بات ہے کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔[۶۰] ایسی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔[۶۱]

= خوشخبریاں سنانے والا ہوں گا اور ان کا سفارشی بنوں گا۔ جب کہ یہ روکے ہوئے ہوں گے حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اکرام وعزت والا میں ہوں۔ یہ میں بطور فخر کے نہیں کہہ رہا۔ میرے آگے پیچھے قیامت کے دن ایک ہزار خادم گھوم رہے ہوں گے جو مثل چھپے ہوئے انڈوں یا اچھوت موتیوں کے ہوں گے۔'' (1) وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اہل جنت حیات دنیوی کا ذکر کریں گے: [آیت: ۵۰۔۶۱] جب جنتی لوگ مزے اڑاتے ہوئے بےفکری اور فارغ البالی کے ساتھ جنت کے بلند و بالا بالا خانوں میں عیش وعشرت کے ساتھ آپس میں مل جل کر تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ہزار ہا پری جمال خُدام سلیقہ شعاری سے کمربستہ خدمت پر مامور ہوں گے حکم احکام دے رہے ہوں گے قسم قسم کے کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور طرح طرح کی لذتوں سے فائدہ مندی حاصل کرنے میں مصروف ہوں گے دور شراب طہور چل رہا ہوگا۔ وہاں باتوں ہی باتوں میں یہ ذکر نکل آئے گا کہ دنیا میں کیا کیا حال گزرے کیسے کیسے دن کٹے؟ اس پر ایک شخص کہے گا میری سنو! میرا شیطان ایک مشرک ساتھی تھا جو مجھ سے اکثر کہا کرتا تھا کہ تعجب ہے تو اس بات کو مانتا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے ہم کھوکھلی بوسیدہ سڑی گلی ہڈی ہو جائیں گے اس کے بعد بھی ہم حساب و کتاب جزا و سزا کے لئے اٹھائے جائیں گے۔ مجھے وہ شخص جنت میں تو نظر پڑتا نہیں کچھ عجب نہیں کہ وہ جہنم میں گیا ہو اگر چاہو تو میرے ساتھ چل کر جھانک کر دیکھ لو کہ جہنم میں اس کی کیا درگت ہو رہی ہے؟ اب جو جھانکتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ شخص سرتاپا جل رہا ہے خود وہ آگ بن رہا ہے بیچ جہنم میں کھڑا ہے اور بےبسی کے ساتھ پھک رہا ہے اور ایک اسے ہی کیا دیکھے گا بلکہ اس کو نظر آئے گا کہ تمام بڑے بڑے بڑے لوگوں سے جہنم پُر ہے۔ کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت

(1) اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم مختلط راوی ہے۔ (التقریب ۲/ ۱۳۸) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

سے جنتی لوگ جب بھی کسی جہنمی کو دیکھنا چاہیں دیکھ سکتے ہیں' وہ اپنے دشمنوں کو جلتے بھلستے دیکھ کر خوش ہو کر شکر الٰہی کرتے ہیں۔ جنتی اسے دیکھتے ہی کہے گا کہ حضرت! آپ نے تو وہ پھندا ڈالا تھا کہ مجھے تباہ ہی کر ڈالتے' لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے پنجے سے چھڑا دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم میرے شامل حال نہ ہوتا تو بڑی بری بنتی اور میں بھی تیرے ساتھ کھچا کھچا یہیں جہنم میں آ جاتا اور جلتا رہتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تیری تیز کلامی اور چرب زبانی سے مجھے عافیت میں رکھا اور تیرے اثر سے مجھے محفوظ رکھا۔ تو نے فسوں سازی میں کوئی کمی باقی نہیں رکھی تھی۔ اب مؤمن ایک بات اور کہتا ہے جس میں اس کی اپنی تسکین اور کامیابی کی خبر ہے کہ وہ پہلی موت تو مر چکا اب دارالخلد میں ہے' نہ یہاں اس پر موت ہے نہ خوف' نہ عذاب ہے نہ وبال' اور یہی بہترین کامیابی اور فلاح ابدی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ ''جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کے بدلے میں خوب مزے سے کھاؤ پیو۔ اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ جنتی جنت میں مریں گے نہیں' تو وہ یہ سن کر سوال کریں گے کہ کیا اب ہمیں موت تو نہیں آئے گی؟ کسی وقت عذاب تو نہیں ہوگا؟ تو جواب ملے گا نہیں ہرگز نہیں۔ چونکہ انہیں کھٹکا تھا کہ موت آ کر یہ لذتیں فوت نہ کر دے۔ جب یہ اندیشہ جاتا رہا تو وہ سکون کا سانس لے کر کہیں گے۔ شکر ہے یہ تو کھلی کامیابی ہے اور بڑی ہی مقصدوری ہے۔'' اس کے بعد فرمایا ایسی ہی جزا اور انعام کے لئے عاملوں کو عمل کرنا چاہیئے۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ ''یہ اہل جنت کا مقولہ ہے۔'' امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فرمان الٰہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ''ان جیسی نعمتوں اور رحمتوں کے حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو دنیا میں پوری رغبت کے ساتھ عمل کرنا چاہیئے تاکہ انجام کار ان نعمتوں کو حاصل کر سکیں۔'' ❶

اسی آیت کے مضمون سے ملتا جلتا ایک قصہ ہے اسے بھی سن لیجئے۔ دو شخص آپس میں شریک تھے ان کے پاس آٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہو گئیں' ایک چونکہ پیشے حرفے سے واقف تھا اور دوسرا ناواقف تھا۔ اس لئے اس واقف کار نے ناواقف سے کہا کہ اب ہمارا نباہ مشکل ہے' آپ اپنا حق لے کر الگ ہو جایئے' آپ کام کاج سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے حصے الگ الگ کر لئے اور جدا جدا ہو گئے۔ پھر اس حرفے والے نے بادشاہ کے مر جانے کے بعد اس کا شاہی محل ایک ہزار دینار میں خریدا اور اپنے ساتھی کو بلا کر اسے دکھایا اور کہا بتلاؤ میں نے کیسی چیز خریدی؟ اس نے بڑی تعریف کی اور یہاں سے باہر چلا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا اے اللہ! اس میرے ساتھی نے تو ایک ہزار دینار کا قصر دنیوی خرید کیا ہے اور میں تجھ سے جنت کا محل چاہتا ہوں۔ میں تیرے نام پر تیرے مسکین بندوں پر ایک ہزار دینار خرچ کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ایک ہزار دینار اللہ کی راہ میں خرچ کر دیئے۔ پھر اس دنیادار شخص نے ایک زمانے کے بعد ایک ہزار دینار خرچ کر کے اپنا نکاح کیا۔ دعوت میں اپنے اس پرانے شریک کو بھی بلایا اور اس سے ذکر کیا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے اس عورت سے شادی کی ہے۔ اس نے اس کی بھی تعریف کی۔ باہر آ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار دینار دیئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے بار الٰہی! میرے ساتھی نے اتنی ہی رقم خرچ کر کے یہاں کی ایک عورت حاصل کی ہے اور میں اس رقم سے تجھ سے حور عین کا طالب ہوں' اور پھر وہ رقم اللہ کی راہ میں صدقہ کر دی۔ پھر کچھ مدت کے بعد اس دنیادار نے اس کو بلا کر کہا کہ دو ہزار کے دو باغ میں نے خریدے' ہیں دیکھ لو کیسے ہیں؟ اس نے دیکھ کر بہت تعریف کی اور باہر آ کر اپنی عادت کے مطابق جناب باری میں عرض کی کہ اے اللہ! میرے ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ یہاں کے خریدے ہیں میں تجھ سے جنت کے دو باغ چاہتا

❶ الطبری ۲۱/ ۵۲۔

ہوں اور یہ دو ہزار دینار تیرے نام پر صدقہ ہیں۔ چنانچہ اس رقم کو مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ پھر جب فرشتہ ان دونوں کو فوت کر کے لے گیا' اس صدقہ کرنے والے کو جنت کے محل میں پہنچایا گیا' جہاں پر ایک حسین عورت بھی اسے ملی اور اسے دو باغ بھی دیئے گئے اور وہ نعمتیں ملیں جنھیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا تو اسے اس وقت اپنا وہ ساتھی یاد آ گیا۔ فرشتے نے بتلایا کہ وہ تو جہنم میں ہے۔ تم اگر چاہو تو جھانک کر اسے دیکھ سکتے ہو۔ اس نے جب اسے جہنم کے اندر جلتا دیکھا تو اس سے کہا کہ ''قریب تھا کہ تو مجھے بھی چکمہ دے جاتا اور یہ تو رب تعالیٰ کی مہربانی ہوئی کہ میں بچ گیا۔'' ❶

اور روایت میں ہے کہ تین تین ہزار دینار تھے' ایک کافر تھا اور ایک مؤمن تھا۔ جب یہ مؤمن اپنی کل رقم اللہ کی راہ میں خرچ کر چکا تو ٹوکری سر پر رکھ کر' کدال پھاوڑا لے کر مزدوری کے لئے چلا۔ اسے ایک شخص ملا اور کہا کہ اگر تو میرے جانور کی سائیسی کرے اور گوبر اٹھائے تو میں تجھے کھانے پینے کو دے دوں گا۔ اس نے منظور کر لیا اور کام شروع کر دیا لیکن یہ شخص بڑا بے رحم اور بدگمان تھا۔ جہاں اس نے کسی جانور کو بیمار یا کمزور دیکھا تو اس مسکین ملازم کی گردن توڑتا' خوب مارتا پیٹتا اور کہتا کہ اس کا دانہ تو چرا لیتا ہوگا۔ اس مسلمان سے یہ بے جا سختی برداشت نہ کی گئی تو ایک دن اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں اپنے کافر شریک کے ہاں چلا جاؤں' اس کی کھیتی ہے باغات ہیں۔ میں وہاں کام کاج کر دوں گا اور وہ مجھے روٹی کا ٹکڑا دیدیا کرے گا اور مجھے کیا لینا دینا ہے؟ وہاں جو پہنچا تو شاہی ٹھاٹھ دیکھ کر حیران ہو گیا' ایک بلند و بالا محل ہے، دربان اور پہرے دار ڈیوڑھی پر اور چوکی دار' غلام اور لونڈیاں سب موجود ہیں۔ یہ ٹھٹکا اور دربانوں نے اسے روکا۔ اس نے ہر چند کہا کہ تم اپنے مالک سے میرا ذکر تو کرو۔ انہوں نے کہا اب وقت نہیں' تم ایک کونے میں پڑ رہو صبح جب وہ نکلیں تو خود سلام کر لینا۔ اگر تم سچے ہو تو وہ تمہیں پہچان لیں گے ورنہ پھر ہمارے ہاتھوں تمہاری پوری مرمت ہو جائے گی۔ اس مسکین کو یہی کرنا پڑا جو کمبل کا ٹکڑا یہ جسم سے لپیٹے ہوئے تھا اسی کو اس نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور ایک کونے میں دبک کر پڑ گیا۔ صبح کے وقت اس کے راستے پر جا کھڑا ہوا۔ جب وہ نکلا اور اس پر نگاہ پڑی تو متعجب ہو کر پوچھا کہ ''ہیں! یہ کیا حالت ہے مال کیا ہوا؟'' اس نے کہا وہ کچھ نہ پوچھو! اس وقت تو میرا کام جو ہے اسے پورا کر دو' یعنی مجھے موقع دو کہ میں تمہاری کھیتی باڑی کا کام مثل اور نوکروں کے انجام دوں اور آپ مجھے صرف کھانا دیدیا کیجئے اور جب یہ کمبل بوسیدہ ہو کر پھٹ جائے تو ایک کمبل اور خرید دینا۔ اس نے کہا' نہیں نہیں' میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہوں' لیکن پہلے تم یہ بتلاؤ کہ اس رقم کو تم نے کیا کیا؟ جواب دیا کہ میں نے وہ رقم ایک شخص کو قرض دی ہے' اس نے سوال کیا کہ کسے؟'' کہا ایسے کو جو نہ لے کر مکرے نہ دینے سے انکار کرے۔'' اس نے کہا وہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا ''وہ اللہ تعالیٰ ہے جو میرا اور تیرا رب ہے۔'' یہ سنتے ہی اس کافر نے اس مسلمان سے ہاتھ چھڑا لیا اس سے کہا احمق ہوا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم مر کر جب مٹی ہو جائیں تو پھر دوبارہ زندہ ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں بدلے دے؟ جا! جب تو ایسا ہی بودا اور ایسے عقیدوں والا ہے تو مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں۔ پس وہ کافر تو مزے اڑاتا رہا اور یہ مؤمن سختی سے دن گزارتا رہا' یہاں تک کہ دونوں کو موت آ گئی۔ مسلمان کو جنت میں جو جو نعمتیں اور رحمتیں ملیں وہ انداز و شمار سے زائد تھیں۔ اس نے جو دیکھا کہ حد نظر سے بلکہ ساری دنیا سے زیادہ تو زمین ہے اور بے شمار درخت اور باغات ہیں اور جابجا نہریں اور چشمے ہیں' تو پوچھا یہ سب کس کا ہے؟ جواب ملا کہ یہ سب آپ کا ہے۔ کہا سبحان اللہ! یہ تو اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے۔ اب جو آگے بڑھا تو اس قدر لونڈی غلام دیکھے کہ گنتی نہیں ہو سکتی پوچھا یہ کس کے ہیں؟ کہا گیا کہ سب آپ کے۔ اسے اور زیادہ تعجب اور خوشی ہوئی۔ پھر جو آگے بڑھتا ہے =

❶ الطبری ۲۱/ ۵٤۔

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ۝ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ۝ فَهُمْ عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ۝

ترجمہ: کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا سینڈھ کا درخت؟[۶۲] جسے ہم نے ستم گاروں کے لئے سخت سزا بنا رکھا ہے[۶۳] جو درخت جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔[۶۴] جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں۔[۶۵] جہنمی اسی درخت کو کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بوجھل کر لیں گے۔[۶۶] پھر اس پر گرم جلتے جلتے پانی کی ملونی ہوگی۔[۶۷] پھر ان سب کا لوٹنا جہنم کی آگ کے ڈھیر کی طرف ہوگا۔[۶۸] یقین مانو کہ انہوں نے اپنے باپ دادوں کو بہکا ہوا پایا[۶۹] اور یہ انہی کے نشان قدم پر دوڑے بھاگے چلتے رہے۔[۷۰]

= تو سرخ یاقوت کے محل نظر آتے ہیں۔ ایک موتی کا ایک محل اور ہر ہر محل میں کئی کئی حورعین، ساتھ ہی اطلاع ہوئی کہ یہ سب کچھ بھی آپ ہی کا ہے۔ پھر تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ کہنے لگا کہ اللہ جانے میرا وہ کافر ساتھی کہاں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اسے دکھائے گا کہ وہ جہنم میں جل رہا ہے۔ اب ان میں وہ باتیں ہوں گی جن کا ذکر یہاں ہوا ہے پس مؤمن پر دنیا میں جو بلائیں آئی تھیں انہیں وہ یاد کرے گا تو موت سے زیادہ بھاری بلا اسے کوئی نظر نہ آئے گی۔

تھور کا درخت: [آیت:۶۲۔۷۰] جنت کی نعمتوں کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اب لوگ خود فیصلہ کر لیں کہ وہ جگہ اور وہ نعمتیں بہتر ہیں یا زقوم کا درخت جو جہنم والوں کا کھانا ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد خاص ایک ہی درخت ہو اور وہ تمام جہنم میں پھیلا ہوا ہو۔ جیسے کہ طوبیٰ کا ایک درخت ہے جو جنت کے ایک ایک محل میں پہنچا ہوا ہے اور ممکن ہے کہ مراد زقوم کے درخت کی جنس ہو۔ اس کی تائید اس آیت ﴿لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ﴾ ❶ الخ سے بھی ہوتی ہے۔ ہم نے اسے ظالموں کے لئے فتنہ بنایا ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''شجر زقوم کا ذکر گمراہوں کے لئے فتنہ ہو گیا۔ وہ کہنے لگے لو اور سنو! آگ میں اور درخت؟ آگ تو درخت کو جلا دینے والی ہے۔ یہ نبی کہتے ہیں جہنم میں درخت اُگے گا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا' ہاں یہ درخت آگ ہی سے پیدا ہوگا اور اس کی غذا بھی آگ ہی ہوگی۔ ابوجہل ملعون اسی پر ہنسی اُڑاتا تھا اور کہتا تھا کہ میں تو خوب مزے سے کھجور اور مکھن کھاؤں گا، اسی کا نام زقوم ہے۔ الغرض یہ بھی ایک امتحان ہے'' بھلے لوگ تو اس سے ڈر گئے اور بروں نے اس کا مزاق اڑایا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ﴾ ❷ الخ یعنی جو منظر ہم نے تجھے دکھایا تھا وہ صرف اس لئے ہی کہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے اور اسی لئے اس نامبارک درخت کا ذکر بھی۔ ہم تو انہیں دھمکا رہے ہیں مگر یہ نافرمانی میں بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ اس درخت کی اصل جڑ جہنم میں ہے اس کے پتے' خوشے' شاخیں' بھیانک ڈراونی' لمبی چوڑی' خوب دور دور تک شیطانوں کے سروں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ گو شیطان کو بھی کسی نے دیکھا نہیں' لیکن اس کا نام سنتے ہیں اس کی بدصورتی اور خباثت کا منظر سامنے آ جاتا ہے۔ یہی حال اس درخت کا ہے کہ دیکھنے اور چکھنے میں ظاہر اور باطن میں بری چیز ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سانپوں کی ایک قسم ہے جو بدترین بھیانک اور خوفناک شکل کے ہوتے

❶ ۵۶/ الواقعۃ:۵۲۔ ❷ ۱۷/ الاسرآء:۶۰۔

ہیں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ نبات کی ایک قسم ہے جو بہت بری طرح پھیل جاتی ہے لیکن یہ دونوں احتمال درست نہیں ٹھیک بات وہی ہے جسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ اسی بدمنظر بدبو بدذائقہ بدمزہ بدخصال تھور کو انہیں جبراً کھانا پڑے گا اور ٹھونس ٹھونس کر انہیں کھلایا جائے گا کہ یہ بجائے خود ایک زبردست عذاب ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ﴾ ❶ الخ انکی خوراک وہاں صرف کانٹوں دار تھور ہو گا جو نہ انہیں فربہ کر سکے نہ بھوک رفع کر سکے گا۔ حضور ﷺ نے ایک بار آیت ﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ ❷ کی تلاوت کر کے فرمایا ''اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں پڑ جائے تو روئے زمین کے تمام لوگوں کی خوراکیں خراب ہو جائیں۔ اس کا کیا حال ہو گا؟ جس کی خوراک ہی یہی ہو'' ❸ (ترمذی وغیرہ)

پھر اس زقوم کے کھانے کے ساتھ ہی انہیں اوپر سے جہنم کا کھولتا گرم پانی پلایا جائے گا یا یہ مطلب کہ اس جہنمی درخت کو جہنمی پانی کے ساتھ ملا کر انہیں کھلایا پلایا جائے گا۔ اور یہ گرم پانی وہ ہو گا جو جہنم والوں کے زخموں سے لہو پیپ وغیرہ کی شکل میں نکلا ہو گا اور جوان کی آنکھوں سے اور پوشیدہ راستوں سے نکلا ہو گا۔ ❹ حدیث میں ہے کہ ''جب یہ پانی ان کے سامنے لایا جائے گا تو انہیں سخت ایذا ہو گی اور بڑی کراہت آئے گی۔ پھر جب وہ ان کے منہ کے پاس لایا جائے گا تو اس کی بھاپ سے ان کے چہرے کی کھال جھلس کر رہ جائے گی۔ اور جب اس کا گھونٹ پیٹ میں جائیگا تو ان کی آنتیں کٹ کر پاخانے کے راستے سے باہر آ جائیں گی۔'' ❺ (ابن ابی حاتم)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''جب جہنمی بھوک کی شکایت کریں گے تو زقوم کھلایا جائے گا جس سے ان کے چہروں کی کھالیں بالکل الگ ہو کر گر پڑیں گی۔ اس طرح انہیں پہچاننے والا اس میں ان کے منہ کی پوری کھال دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔ پھر پیاس کی شدت سے بیتاب ہو کر وہ ہائے وائے پکاریں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا گرم پانی دیا جائے گا جو چہرے کے سامنے آتے ہی چہرے کے گوشت کو جھلس دے گا اور تمام گوشت گر پڑے گا اور پیٹ میں جا کر آنتوں کو کاٹ دے گا۔ اوپر سے لوہے کے ہتھوڑے مارے جائیں گے اور ایک ایک عضو بدن الگ الگ جھڑ جائیگا بری طرح چیختے پیٹتے ہوں گے فیصلہ ہوتے ہی ان کا ٹھکانا جہنم ہو جائے گا جہاں ان پر طرح طرح کے عذاب ہوتے رہیں گے۔'' ❻ جیسے اور آیت میں ہے ﴿يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ﴾ ❼ جہنم اور آگ جیسے گرم پانی کے درمیان چکر کھاتے رہیں گے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت ﴿ثُمَّ اِنَّ مَقِيْلَهُمْ لَاِالَى الْجَحِيْمِ﴾ ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ''واللہ آدھے دن سے پہلے ہی پہلے دونوں گروہ اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے اور وہیں قیلولہ یعنی دوپہر کا آرام کریں گے'' قرآن بتاتا ہے ﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا﴾ ❽ جنتی باعتبار جائے قیام بہت بہتر ہوں گے اور باعتبار آرام گاہ کے بھی بہت اچھے ہوں گے۔ ❾ الغرض قیلولے کا وقت دونوں کا اپنی اپنی جگہ ہو گا۔ آدھے دن سے پہلے پہلے اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ اس بنا پر یہاں ثم کا لفظ خبر پر خبر کے عطف کے لئے ہو گا۔ یہ اس کا بدلہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا۔ لیکن پھر بھی ان ہی کے نقش قدم پر دوڑتے پھرے اور مجبوروں اور بے وقوفوں کی طرح ان کے پیچھے ہو لئے۔

---

❶ ۸۸/ الغاشیة:٦۔ ❷ ۳/ آل عمران:۱۰۲۔ ❸ ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء في صفة شراب اهل النار: ۲۵۸۵ وهو صحيح؛ ابن ماجه ۴۳۲۵؛ ابن حبان ۷۴۷۰؛ حاکم ۲/ ۴۵۱۔ ❹ الطبری ۲۱/ ۵٤۔
❺ ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء في صفة شراب اهل النار ۲۵۸۳ وسنده حسن؛ احمد ۵/ ۲۶۵۔
❻ الطبری ۲۱/ ۵٦۔ ❼ ۵۵/ الرحمٰن:٤٤۔
❽ ۲۵/ الفرقان:۲٤۔ ❾ ایضاً۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: ان سے پہلے بھی بہت سے اگلے بہک چکے ہیں۔[۷۱] جن میں ہم نے آگاہ کرنے والے رسول بھیجے تھے۔[۷۲] اب تو دیکھ لے کہ جنہیں دھمکایا گیا تھا ان کا انجام کیسا کچھ ہوا؟[۷۳] سوائے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ مخلص بندوں کے۔[۷۴] ہمیں نوح نے پکارا تو دیکھ لو کہ ہم کیسے اچھے دعا کے قبول کرنیوالے ہیں۔[۷۵] ہم نے اسے اور اس کے تابعداروں کو اس زبردست مصیبت سے بچا لیا۔[۷۶] اس کی اولاد کو ہم نے باقی رہنے والی بنا دی۔[۷۷] اور ہم نے اس کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔[۷۸] نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو۔[۷۹] ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلے دیتے ہیں۔[۸۰] وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔[۸۱] پھر ہم نے باقی کے سب لوگوں کو ڈبو دیا۔[۸۲]

انجام خیر نیکوں کا ہی ہے: [آیت:۷۱-۸۲] گزشتہ امتوں میں بھی اکثر لوگ گمردہ راہ تھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے تھے۔ ان میں بھی اللہ تعالیٰ کے رسول آئے تھے۔ جنھوں نے انہیں ہوشیار کر دیا تھا اور ڈرا دھمکا دیا تھا اور بتلا دیا تھا کہ ان کے شرک و کفر اور تکذیب رسول سے اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہے اور اگر وہ باز نہ آئے تو انہیں عذاب ہوں گے۔ پھر بھی جب انہوں نے نبیوں کی نہ مانی اور اعمال بد سے باز نہ آئے تو دیکھ لو کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ تہس نہس کر دیئے گئے تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ ہاں نیک کار خلوص والے اللہ تعالیٰ کے موحد بندے بچا لئے گئے اور عزت کے ساتھ رکھے گئے۔

نوح علیہ السلام اور انکی قوم کا ذکر: اوپر کی آیتوں میں پہلے لوگوں کی گمراہی کا اجمالاً ذکر تھا۔ ان آیتوں میں تفصیلی بیان ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نوسو سال تک رہے اور ہر وقت انہیں سمجھاتے بجھاتے رہے لیکن تاہم قوم گمراہی پر جمی رہی' سوائے چند پاک باز لوگوں کے کوئی ایمان نہ لایا بلکہ ستاتے اور تکلیفیں دیتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے رسول نے تنگ آ کر رب تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! میں عاجز آ گیا تو میری مدد کر۔ اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا اور تمام کفار کو تہ آب اور غرقاب کر دیا۔ تو فرماتا ہے کہ نوح نے تنگ آ کر ہماری جناب میں دعا کی۔ ہم تو ہیں ہی بہترین طور پر دعاؤں کے قبول کرنے والے۔ فوراً ان کی دعا قبول فرمالی اور اس تکذیب و ایذا سے جو انہیں کفار سے روز مرہ پہنچ رہی تھی' ہم نے بچا لیا اور ان ہی کی اولاد سے پھر دنیا بسی۔ کیونکہ وہی باقی بچے تھے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "تمام لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔" ❶ ترمذی کی مرفوع حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ سام' حام اور یافث کی پھر اولاد پھیلی اور باقی رہی۔ ❷

❶ الطبری ۲۱/ ۵۹۔ ❷ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الصافات ۳۲۳۰ وسنده ضعیف اس کی سند میں سعید بن بشیر ضعیف اور قتادہ مدلس ہیں۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ: نوح علیہ السلام کی تابعداری کرنے والوں میں سے ہی ابراہیم (علیہ السلام) بھی تھے[۸۳] جب کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس بے عیب دل لائے۔[۸۴] انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کو پوج رہے ہو؟[۸۵] کیا تم اپنی فاسد رائے سے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے مرید بن رہے ہو؟[۸۶] تو یہ تو بتلاؤ کہ تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے؟[۸۷]

مسند احمد میں یہ بھی ہے کہ سام پورے عرب کے باپ ہیں اور حام تمام حبش کے اور یافث تمام روم کے۔ ❶ اس حدیث میں رومیوں سے مراد روم اول یعنی یونانی ہیں' جو رومی بن لیطی بن یونان بن یافث بن نوح کی طرف منسوب ہیں۔ حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ''حضرت نوح علیہ السلام کے ایک لڑکے سام کی اولاد عرب' فارسی اور رومی ہیں۔ اور یافث کی اولاد ترک' صقالیہ اور یاجوج ماجوج ہیں۔ اور حام کی اولاد قبطی' سوڈانی اور بربری ہیں'' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بھلائی اور انکا ذکر خیر ان کے بعد کے لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے زندہ رہا۔ تمام انبیا علیہم السلام کی حق گوئی کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ ہمیشہ ان پر لوگ سلام بھیجتے رہیں گے اور انکی تعریفیں بیان کرتے رہیں گے۔ ❷ حضرت نوح پر سلام ہو! یہ گویا اگلے جملے کی تفسیر ہے۔

یعنی ان کا ذکر بھلائی سے باقی رہنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر امت ان پر سلام بھیجتی رہتی ہے۔ ہماری یہ عادت ہے کہ جو شخص خلوص کے ساتھ ہماری عبادت و اطاعت پر جم جائے ہم بھی اس کا ذکر جمیل بعد والوں میں ہمیشہ کے لئے باقی رکھتے ہیں۔ حضرت نوح (علیہ السلام) یقین و ایمان رکھنے والوں اور توحید پر جم جانے والوں میں سے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور دعوت نوح کو قبول کرنے والوں کا تو یہ انجام خیر ہوا۔ لیکن نوح علیہ السلام کے مخالفین غارت اور غرق کر دیئے گئے۔ ایک آنکھ جھپکنے والی ان میں باقی نہ بچی۔ ایک خبر رساں تک زندہ نہ رہا اور نشان تک باقی نہ بچا۔ ہاں ان کی بدیاں اور برائیاں رہ گئیں جنکی وجہ سے مخلوق کی زبان پر ان کے بدترین افسانے چڑھ گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر: [آیت:۸۳۔۸۷] حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی نوح علیہ السلام کے دین پر تھے' انہی کے طریقے اور چال چلن پر تھے۔ اپنے رب تعالیٰ کے پاس سلامت دل لے گئے یعنی توحید والا جو اللہ تعالیٰ کو حق جانتا ہو' قیامت کو آنے والی مانتا ہو' مردوں کو دوبارہ جینے والا سمجھتا ہو' شرک و کفر سے بیزار ہو' دوسروں پر لعن طعن کرنے والا نہ ہو۔ ❸ خلیل اللہ نے اپنی تمام قوم سے اور اپنے سگے باپ سے صاف فرما دیا کہ یہ تم کس کی پوجا پاٹ کر رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی چھوڑ دو اور اپنے ان باطل معبودوں کی ارادت ترک کر دو۔ ورنہ جان لو! کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا کچھ نہ کرے گا اور تمہیں کیسی کچھ سخت ترین سزائیں دے گا۔

❶ احمد ۵/ ۹؛ ترمذی حوالہ سابق ۳۲۳۱ وسندہ ضعیف قتادہ مدلس راوی کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔
❷ الطبری ۲۱/ ۶۰۔ ❸ الطبری ۲۱/ ۶۳۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

ترجمہ: اب ابراہیم (علیہ السلام) نے ایک نگاہ ستاروں کی طرف اٹھائی [۸۸] اور کہا کہ میں تو بیمار ہو جاؤں گا۔ [۸۹] اس پر وہ سب اس سے منہ موڑے ہوئے واپس چلے گئے۔ [۹۰] آپ خاموشی کے ساتھ ان کے معبودوں کے پاس گئے اور فرمانے لگے تم کھاتے کیوں نہیں، [۹۱] تمہیں کیا ہو گیا کہ بات تک نہیں کرتے؟ [۹۲] پھر تو پوری قوت کے ساتھ دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے پر پل پڑے۔ [۹۳] بت پرست دوڑے بھاگے آپ کی طرف متوجہ ہوئے [۹۴] تو آپ نے فرمایا کیا تم انہیں پوجتے ہو؟ جنھیں خود تم تراشتے ہو۔ [۹۵] حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ [۹۶] وہ کہنے لگے اس کے لئے ایک آتش کدہ بناؤ اور اس دہکتی ہوئی آگ میں اسے ڈال دو۔ [۹۷] انہوں نے تو ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ مکر کرنا چاہا لیکن ہم نے انہی کو نیچوں کا نیچ کر دیا۔ [۹۸]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا: [آیت: ۸۸۔۹۸] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ اس لئے فرمایا کہ وہ جب اپنے میلے میں چلے جائیں تو یہ ان کے عبادت خانے میں تنہا رہ جائیں اور ان کے بتوں کو توڑنے کا تنہائی میں موقع مل جائے۔ اسی لئے ایک ایسی بات کہی جو درحقیقت سچی تھی لیکن ان کی سمجھ میں جو مطلب اس کا آیا اس سے آپ علیہ السلام نے اپنا دینی کام نکال لیا۔ وہ تو اپنے اعتقاد کے بموجب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سچ مچ بیمار سمجھ بیٹھے اور انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص کسی امر میں غور و فکر کرے تو عرب کہتے ہیں کہ اس نے ستاروں پر نظریں ڈالیں۔'' مطلب یہ ہے کہ غور و فکر کے ساتھ تاروں کی طرف نگاہ اٹھائی اور سوچنے لگے کہ میں انہیں کس طرح ٹالوں؟ سوچ سمجھ کر فرمایا کہ میں سقیم ہوں یعنی ضعیف ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین ہی جھوٹ بولے ہیں، جن میں سے دو مرتبہ تو اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے جن میں ایک بار ان کا فرمانا ﴿اِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾ اور دوسرے ان کا فرمانا ﴿بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ ❶ اور ایک ان کا حضرت سارہ کو اپنی بہن کہنا۔'' ❷ تو یاد رہے کہ دراصل ان میں حقیقی جھوٹ ایک بھی نہیں۔ انہیں تو صرف مجازاً جھوٹ کہا گیا ہے۔ کلام میں ایسی تعریض کسی شرعی مقصد کے لئے کرنا جھوٹ میں داخل نہیں۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ''تعریض جھوٹ سے الگ ہے اور اس سے بے نیاز کر دیتی ہے۔'' ❸ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''حضرت خلیل اللہ (علیہ السلام) کے ان تینوں کلمات میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس سے حکمت عملی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کی بھلائی مقصود نہ ہو۔'' ❹

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں بیمار ہوں'' سے مطلب مجھے طاعون ہو گیا ہے۔ اور وہ لوگ ایسے مریض سے بھاگتے تھے۔ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ ان کے جھوٹے معبودوں کی تردید کے لئے اللہ تعالیٰ کے =

❶ ۲۱/ الانبیآء: ۶۳۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واتخذ اللّٰه ابراهیم خلیلا﴾ ۳۳۵۸؛ صحیح مسلم، ۲۳۷۱۔ ❸ الادب المفرد للبخاری، ۸۵۷ وسندہ صحیح، یہ روایت موقوف ہے۔ اور مرفوعاً صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے دیکھئے السنن الکبری للبیھقی (۱۰/ ۱۹۹)

❹ اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ضعیف راوی ہے۔ (التقریب ۲/ ۳۷ رقم: ۳۴۲) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

وَقَالَ اِنِّیۡ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡنِ ﴿۱۰۳﴾ۚ وَنَادَیۡنٰهُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ ﴿۱۰۴﴾ۙ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا ۚ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَکۡنَا عَلَیۡهِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾ۖ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ ﴿۱۰۹﴾ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرۡنٰهُ بِاِسۡحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَکۡنَا عَلَیۡهِ وَعَلٰۤی اِسۡحٰقَ ؕ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحۡسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ مُبِیۡنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع

ترجمہ: ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا میں تو ہجرت کر کے اپنے پروردگار کی طرف جانیوالا ہوں وہ ضرور میری رہنمائی کریگا۔[۹۹] اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما۔[۱۰۰] تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔[۱۰۱] پھر جب بچہ اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے تو ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ ابا! جو حکم کیا جاتا ہے اسے بجا لائیے! ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔[۱۰۲] غرض جب دونوں نے تسلیم کر لی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا۔[۱۰۳] تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم (علیہ السلام)![۱۰۴] یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا' ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔[۱۰۵] درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا[۱۰۶] اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیے میں دے دیا۔[۱۰۷] اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔[۱۰۸] ابراہیم (علیہ السلام) پر سلام ہو۔[۱۰۹] ہم نیک کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔[۱۱۰] بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔[۱۱۱] ہم نے اس کو اسحٰق (علیہ السلام) نبی کی بشارت دی جو صالح لوگوں میں سے ہوگا۔[۱۱۲] اور ہم نے ابراہیم و اسحٰق (علیہما السلام) پر برکتیں نازل فرمائیں' ان دونوں کی اولادوں میں بعضے تو نیک بخت ہیں اور بعض اپنے نفس پر صریح ظلم کرنے والے ہیں۔[۱۱۳]

= خلیل اللہ علیہ السلام کی یہ حکمت عملی تھی کہ ایک ستارے کو طلوع ہوتے دیکھ کر فرمادیا کہ میں سقیم ہوں۔اوروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں یعنی یقیناً ایک مرتبہ مرض الموت آنے والا ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مریض ہوں یعنی میرا دل تمہارے ان بتوں کی عبادت سے بیمار ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب آپ کی قوم میلے میں جانے لگی تو آپ کو بھی مجبور کرنے لگی' آپ علیہ السلام ہٹ گئے اور فرمادیا کہ میں سقیم ہوں اور آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔'' جب وہ انہیں تنہا چھوڑ کر چل دیئے تو آپ نے بہ فراغت ان کے معبودوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ وہ تو سب اپنی عید میں گئے اور آپ علیہ السلام چپکے چپکے اور جلدی جلدی ان کے بتوں کے پاس آئے۔ پہلے تو فرمایا کیوں جی! تم کھاتے کیوں نہیں؟ یہاں آ کر اللہ کے خلیل علیہ السلام نے دیکھا کہ جو چڑھاوے ان لوگوں نے ان بتوں پر چڑھا رکھے تھے وہ سب رکھے ہوئے تھے۔ان لوگوں نے تبرک کی غرض سے جو قربانیاں یہاں کی تھیں وہ سب یونہی پڑی ہوئی

ہیں۔ یہ بت خانہ بہت بڑا وسیع اور مزین تھا۔ دروازے کے متصل ایک بہت بڑا بت تھا اور اس کے اردگرد اس سے چھوٹے پھر ان سے چھوٹے یونہی تمام بت خانہ بھرا ہوا تھا۔ ان کے پاس مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے تھے' جو اس اعتقاد سے رکھے گئے تھے کہ یہاں رہنے سے متبرک ہو جائیں گے پھر ہم کھالیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بات کا جواب نہ پا کر پھر فرمایا یہ تمہیں کیا ہو گیا؟ بولتے کیوں نہیں؟ اب تو پوری قوت سے دائیں ہاتھ سے مار مار کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے' ہاں بڑے بت کو چھوڑ دیا تا کہ اس پر بدگمانی کی جا سکے' جیسے سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی بیان ہو چکی ہے۔ بت پرست جب اپنے میلے سے واپس ہوئے اور بت خانے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان کے سب رب اڑنگ بڑنگ پڑے ہوئے ہیں' کسی کا ہاتھ نہیں' کسی کا پاؤں نہیں' کسی کا سر نہیں کسی کا دھڑ نہیں۔ حیران ہو گئے کہ یہ کیا ہوا؟ آخر سوچ سمجھ کر بحث مباحثے کے بعد معلوم کر لیا کہ ہو نہ ہو یہ کام ابراہیم علیہ السلام کا ہو۔ اب سارے کے سارے مل جل کر خلیل الرحمٰن والغفر ان کے پاس دوڑے بھاگے' دانت پیستے' تلملاتے بگڑتے آئے۔ خلیل علیہ السلام کو تبلیغ کا اور انہیں قائل و معقول کرنے کا اور سمجھانے کا اچھا موقعہ ملا۔ فرمانے لگے! کیوں ان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جنھیں تم خود بناتے ہو۔ اپنے ہاتھوں گھڑتے اور تراشتے ہو؟ حالانکہ تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ممکن ہے کہ اس آیت میں ما مصدریہ ہو اور ممکن ہے کہ اَلَّذِیْ کے معنیٰ میں ہوں' لیکن دونوں معنیٰ میں تلازم ہے گو اول زیادہ ظاہر ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب افعال العباد میں ایک مرفوع حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صانع اور اس کی صنعت کو پیدا کرتا ہے۔ [1] پھر بعضوں نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ چونکہ اس پاک وصاف بات کا کوئی جواب ان کے پاس نہ تھا تو تنگ آ کر دشمنی پر اور سفلہ پن پر اتر آئے اور کہنے لگے ایک بنیان بناؤ' اس میں آگ جلاؤ اور اس کو اس میں ڈال دو۔ چنانچہ یہی انہوں نے کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کو اس سے نجات دی۔ ان ہی کو غلبہ دیا اور انہی کی مدد فرمائی۔ گو انہوں نے ان کو برائی پہچانی چاہی' لیکن اللہ تعالیٰ نے خود انہیں ذلیل کر دیا۔ اس کا پورا بیان اور کامل تفسیر سورۂ انبیاء میں گزر چکی ہے وہیں دیکھ لی جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا: [آیت:۹۹۔۱۱۳] خلیل اللہ علیہ السلام جب اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو گئے۔ بڑی بڑی قدرتی نشانیاں دیکھ کر بھی جب انہیں ایمان نصیب نہ ہوا' تو آپ نے ان سے علیحدہ ہو جانا پسند فرمایا اور اعلان کر دیا کہ میں اب تم میں سے ہجرت کر جاؤں گا' میرا رہنما میرا رب تعالیٰ ہے۔ ساتھ ہی اپنے رب تعالیٰ سے اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا مانگی تا کہ وہ توحید میں آپ کا ساتھ دے۔ اسی وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایک بردبار بچے کی بشارت دی جاتی ہے۔ یہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے یہی آپ علیہ السلام کے پہلے صاحبزادے تھے اور حضرت اسحٰق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ اسے تو اہل کتاب بھی مانتے ہیں۔ بلکہ ان کی کتاب میں موجود ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی سال کی تھی اور جس وقت حضرت اسحٰق علیہ السلام تولد ہوئے ہیں اس وقت آپ کی عمر ننادوے برس کی تھی۔ بلکہ ان کی اپنی کتاب میں تو یہ بھی ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اکلوتے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ لیکن صرف اس لئے کہ یہ لوگ تو خود نبی اللہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں ہیں' اور نبی اللہ و ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے عرب ہیں۔ انہوں نے واقعہ کی اصلیت بدل دی اور اس فضیلت کو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہٹا کر حضرت اسحٰق علیہ السلام کو دے دی اور بے جا تاویلیں کر کے

[1] خلق أفعال العباد للبخاري ١١٧؛ السنة لابن ابی عاصم ٣٥٨ وسنده حسن؛ حاكم ١/ ٣١؛ الأسماء والصفات ص٢٦؛ الديلمي ١/ ٢/ ٢٢٨۔

اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل ڈالا اور کہا کہ ہماری کتاب میں لفظ وَحِیْدَکَ ہے اس سے مراد اکلوتا نہیں بلکہ جو تیرے پاس اس وقت اکیلا ہے وہ ہے۔ یہ اس لئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تو اپنی والدہ کے ساتھ مکہ میں تھے یہاں خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ صرف اسحٰق علیہ السلام تھے لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ ''وحید ک'' اسی کو کہا جاتا ہے جو اکلوتا ہو اس کا اور کوئی بھائی نہ ہو پھر یہاں ایک بات اور بھی ہے کہ اکلوتے اور پہلوٹھے بچے کے ساتھ جو محبت ہوتی ہے اور اس کے جو لاڈ پیار ہوتے ہیں عموماً دوسری اولادوں کے ہونے پر پھر وہ باقی نہیں رہتے اس لئے اس کے ذبیحے کا حکم امتحان اور آزمائش کی زبردست کڑی ہے۔ ہم اسے مانتے ہیں کہ بعض سلف بھی اس کے قائل ہوئے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے یہاں تک کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہ مروی ہے لیکن یہ چیز کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ خیال یہ ہے کہ بنو اسرائیل کی ایک شہرت دی ہوئی بات کو ان حضرات نے بھی بے دلیل اپنے ہاں لے لیا۔ دور کیوں جائیں کتاب اللہ کے الفاظ میں ہی غور کر لیجئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت کا غلام حلیم کہہ کر اعلان ہوا۔ پھر اللہ کی راہ میں ذبح کے لئے تیار ہونے کا ذکر ہوا۔ اس تمام بیان کو ختم کر کے پھر نبی صالح حضرت اسحٰق علیہ السلام کے تولد کی بشارت کا بیان ہوا اور فرشتوں نے بشارت اسحٰق علیہ السلام کے موقعہ پر غلام علیم فرمایا تھا۔ اسی طرح قرآن میں ہے اور بشارت اسحٰق کے ساتھ ارشاد ہوا ہے ﴿وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ﴾ ❶ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات میں ہی حضرت اسحٰق علیہ السلام کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوں گے۔ یعنی ان کی تو نسل جاری رہنے کا پہلے ہی علم کرایا جا چکا تھا اب انہیں ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا؟ اسے ہم پہلے ہی بیان کر چکے۔ البتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا وصف یہاں پر بردباری کو بیان کیا گیا ہے جو ذبیحے کے لئے نہایت مناسب ہے۔

اب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو گئے اپنے والد کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔ آپ علیہ السلام اس وقت مع اپنی والدہ محترمہ کے فاران میں تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عموماً وہاں جاتے آتے رہتے تھے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ براق پر جاتے تھے اور اس جملے کے یہ معنی بھی ہیں کہ جوانی کے لگ بھگ ہو گئے بچپن کا زمانہ نکل گیا اور باپ کی طرح چلنے پھرنے اور کام کاج کرنے کے قابل بن گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گویا آپ علیہ السلام اپنے اس پیارے بچے کو ذبح کر رہے ہیں۔ انبیا علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور اس کی دلیل یہی آیت ہے۔ ایک مرفوع روایت میں بھی یہ ہے۔ ❷ پس اللہ تعالیٰ کے رسول نے اپنے لخت جگر کی آزمائش کے لئے اور اس لئے بھی کہ اچانک ذبح کرنے سے وہ گھبرا نہ جائیں اپنا ارادہ اور رویائے صادقہ ان پر ظاہر کیا وہاں کیا تھا وہ بھی اسی درخت کے پھل تھے۔ نبی ابن نبی تھے۔ جواب دیتے ہیں ''ابا پھر دیر کیوں لگا رہے ہو یہ باتیں بھی پوچھنے کی ہوتی ہیں؟ جو حکم ہوا ہے اسے فوراً کر ڈالئے اور اگر میری نسبت کھٹکا ہو تو زبانی اطمینان کیا کراؤں چھری رکھئے معلوم ہو جائے گا کہ میں کیسا کچھ صابر ہوں۔ ان شاء اللہ میرا صبر آپ کا جی خوش کر دے گا۔'' سبحان اللہ جو کہا تھا وہی کر کے دکھایا اور صادق الوعد ہونے کا سرٹیفکیٹ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل کر ہی لیا۔ آخر باپ بیٹا دونوں حکم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے جان بکف تیار ہو جاتے ہیں۔ باپ بچے کو ذبح کرنے کے لئے اور بچہ اللہ کی راہ میں اپنے باپ کے ہاتھوں اپنا گلا کٹوانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور باپ اپنے نور چشم لخت جگر کو منہ کے بل زمین پر گراتے ہیں تاکہ ذبح کے وقت منہ دیکھ کر محبت نہ آ جائے اور ہاتھ سست نہ پڑ جائے۔

مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے نور نظر کو ذبح کرنے کے لئے بحکم باری تعالیٰ

❶ ۱۱/ ھود:۷۱۔ ❷ یہ روایت سماک عن عکرمہ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، جب کہ ان الفاظ سے موقوفاً؛ صحیح بخاری ۱۳۸ میں عبید بن عمیر اور حاکم ۲/ ۴۳۱ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرقوم ہے حاکم کی روایت کو امام حاکم اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے لیکن یہ روایت ابن ابی نجیح مدلس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

لے چلے تو سعی کے وقت شیطان سامنے آیا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے آگے بڑھ گئے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آپ جمرہ عقبہ پر پہنچے تو پھر شیطان سامنے آیا۔ آپ نے اس کے سات کنکریاں ماریں۔ پھر جمرۂ وسطی کے پاس آیا پھر وہاں سات کنکریاں ماریں۔ پھر آگے بڑھ کر اپنے پیارے بچے کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنے کے لئے دے پچھاڑا اور ذبیح اللہ کے جسم پر اس وقت سفید چادر تھی۔ کہنے لگے کہ ابا جی! اسے اتار لیجئے تا کہ اس میں آپ مجھے کفنا سکیں۔ آہ! اس وقت بیٹے کو ننگا کرتے ہوئے باپ کا عجب حال تھا کہ آواز آئی بس ابراہیم خواب سچا کر چکے۔ مڑ کر دیکھا تو ایک مینڈھا سفید رنگ بڑے بڑے سینگوں اور صاف آنکھوں والا نظر پڑا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' اسی لئے ہم اس قسم کے مینڈھے چن چن کر قربانی کے لئے لیتے تھے۔'' ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے دوسری روایت میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کا نام مروی ہے۔ تو گو دونوں نام آپ سے مروی ہیں لیکن اوّل ہی اولیٰ ہے اور اس کی دلیلیں آ رہی ہیں' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس کے بدلے بڑا ذبیحہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اس کی بابت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''یہ جنتی مینڈھا تھا جو وہاں چالیس سال سے کھا پی رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آپ علیہ السلام اپنے بچے کو چھوڑ کر اس کے پیچھے ہو لئے۔ جمرہ اولیٰ پر آ کر سات کنکریاں پھینکیں پھر وہ بھاگ کر جمرہ وسطی پر آ گیا۔ سات کنکریاں یہاں ماریں پھر جمرۂ کبریٰ کے پاس سات کنکریاں ماریں اور وہاں سے منحر پر لا کر ذبح کیا۔ اس کے سینگ سر سمیت ابتدائے اسلام کے زمانہ تک کعبہ کے پرنالے کے پاس لٹک رہے تھے پھر سوکھ گئے۔'' ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو حدیثیں بیان کر رہے تھے اور حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ کتابوں کے قصے بیان کر رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''ہر نبی کے لئے ایک دعا قبول شدہ ہے اور میں نے اپنی اس مقبول دعا کو پوشیدہ کر کے رکھ چھوڑا ہے' اپنی امت کی شفاعت کے لئے جو بروز قیامت ہوگی۔'' ❷ تو حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم نے خود اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ فرمایا ہاں۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ خوش ہوئے اور فرمانے لگے تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں یا فرمایا حضور پر میرے ماں باپ صدقے۔ پھر حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا قصہ سنایا کہ جب آپ علیہ السلام اپنے لڑکے حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے مستعد ہو گئے تو شیطان نے کہا اگر میں اس وقت ان کو نہ بہکا سکا تو مجھے ان سے عمر بھر کے لئے مایوس ہو جانا چاہئے۔ پہلے تو یہ حضرت سارہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ابراہیم علیہ السلام تمہارے لڑکے کو کہاں لے گئے ہیں؟ مائی صاحبہ نے جواب دیا اپنے کسی کام پر لے گئے ہیں۔ اس نے کہا نہیں بلکہ وہ تو ذبح کرنے کے لئے لے گئے ہیں۔ مائی صاحبہ نے فرمایا وہ اسے کیوں ذبح کرنے لگے؟ لعین نے کہا وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا انھیں یہی حکم ہے۔ جواب ملا پھر تو یہی بہتر ہے کہ وہ جلدی سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری سے فارغ ہو لیں۔ یہاں سے نامراد ہو کر یہ بچے کے پاس آیا اور کہا تمہارے ابا تمہیں کہاں لئے جاتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اپنے کام کے لئے۔ کہا نہیں' بلکہ وہ تجھے ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں۔ فرمایا یہ کیوں؟ کہا اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا انھیں حکم ہے۔ کہا پھر تو واللہ انہیں اس کام میں بہت جلدی کرنی چاہئے۔ ان سے بھی مایوس ہو کر یہ ملعون خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ ان سے کہا بچے کو کہاں لے جا رہے ہو؟ جواب دیا اپنے کام کے لئے۔ ملعون نے کہا نہیں' بلکہ تم اسے ذبح

❶ احمد ١/ ٢٩٧ وسنده صحيح۔

❷ صحيح بخاري، كتاب الدعوات، باب ﴿ادعوني استجب لكم﴾ ٦٣٠٤؛ صحيح مسلم، ١٩٨۔

کرنے کے لئے لے جارہے ہو۔ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ بولا اس لئے کہ تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تمہیں یونہی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم پھر تو میں ضرور ہی اسے ذبح کر ڈالوں گا۔ اب ابلیس مایوس ہو گیا۔''

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ ''اس تمام واقعہ کے بعد جناب باری تعالیٰ نے حضرت اسحٰق علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک دعا تم مجھ سے مانگو' جو مانگو گے ملے گا۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام نے کہا پھر میری دعا یہ ہے کہ جس نے تیرے ساتھ شریک نہ کیا ہوا سے تو ضرور جنت میں لے جانا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ میں دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لوں' یا تو یہ کہ میری آدھوں آدھ اُمت بخشی جائے یا یہ کہ میں شفاعت کروں اور اسے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے' تو میں نے شفاعت کرنے کو ترجیح دی' اس امید پر کہ وہ عام ہوگی۔ ہاں ایک دُعا تھی کہ میں وہی کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ مجھ سے پہلے ہی اس دعا کو مانگ چکا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰق علیہ السلام سے ذبح ہونے کی تکلیف دور کر دی تو ان سے فرمایا گیا کہ ''مانگو' جو مانگو گے دیا جائے گا'' ۔ تو حضرت اسحٰق علیہ السلام نے فرمایا واللہ شیطان کے بہکانے سے پہلے ہی میں اسے مانگ لوں گا۔ اے اللہ! جو شخص اس حالت میں مرا ہو کہ اس نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو اسے بخش دے اور جنت میں پہنچا دے۔'' [1] یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے' لیکن سند غریب اور منکر ہے اس کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ضعیف ہیں اور مجھے تو یہ بھی ڈر ہے کہ یہ الفاظ '' کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰق سے'' آخر تک راوی کے اپنے نہ ہوں' جنہیں انہوں نے حدیث میں داخل کر دیئے ہیں۔

ذبیح اللہ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں محل ذبح منیٰ ہے اور وہ مکہ میں ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام یہیں تھے نہ کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام وہ تو شہر کنعان میں تھے جو شام میں ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بچے کو ذبح کرنے کے لئے لٹاتے ہیں تو جناب باری تعالیٰ سے ندا آتی ہے کہ بس ابراہیم تم اپنے خواب کو پورا کر چکے۔

سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب خلیل اللہ علیہ السلام نے ذبیح اللہ علیہ السلام کے حلق پر چھری پھیری تو گردن تانبے کی ہوگئی اور نہ کٹی اور یہ آواز آئی کہ ہم اسی طرح نیک کاروں کو بدلہ دیتے ہیں' یعنی سختیوں سے بچا لیتے ہیں اور چھٹکارا کر دیتے ہیں۔ جیسے فرمایا' اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ چھٹکارے کی صورت نکال ہی دیتا ہے اور اسے اس طرح روزی پہنچاتا ہے کہ اس کے گمان و وہم میں بھی نہ ہو' اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے' اللہ تعالیٰ اپنے کاموں کو پورا کر چھوڑتا ہے ہر چیز کا اس نے اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ فعل پر قدرت پانے سے پہلے ہی حکم منسوخ ہو سکتا ہے۔

ہاں معتزلہ اس کو نہیں مانتے۔ وجہ استدلال بہت ظاہر ہے اس لئے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوتا ہے اور پھر ذبح سے پہلے ہی فدیئے کے ساتھ منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ صبر کا اور بجا آوری حکم پر مستعدی کا ثواب مرحمت فرما دیا جائے' اسی لئے ارشاد ہوا یہ تو صرف ایک آزمائش تھی' کھلا امتحان تھا کہ ادھر حکم ہوا ادھر تیاری ہوئی۔ اسی لئے جناب خلیل علیہ السلام کی تعریف قرآن میں ہے کہ ''ابراہیم بڑا ہی وفادار تھا۔ بڑے ذبیحے کے ساتھ ان کا فدیہ ہم نے دیا۔'' سفید رنگ' بڑی آنکھوں اور بڑے سینگوں والا عمدہ خوراک سے پلا ہوا مینڈھا فدیہ میں دیا گیا جو ثبیر میں ببول کے درخت سے بندھا ہوا ملا جو جنت میں چالیس سال چرتا رہا۔ منیٰ میں ثبیر کے پاس جو چٹان ہے اس پر یہ جانور ذبح کیا گیا۔ یہ چیختا ہوا اوپر سے اترا تھا۔ یہی وہ مینڈھا ہے جسے ہابیل نے اللہ کی راہ میں قربان کیا تھا اس کی اون قدرے سرخی مائل تھی' اس کا نام جریر تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ مقام ابراہیم پر اسے ذبح کیا اور کوئی

---

[1] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید ضعیف راوی ہے۔ (المیزان ۲/ ٥٦٤ رقم: ٤٨٦٨) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

کہتا ہے منیٰ میں منحر پر۔ ایک شخص نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے کی منت مانی تھی' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے ایک سو اونٹ ذبح کرنے کا فتویٰ دیا تھا۔ لیکن پھر فرماتے تھے کہ اگر میں اسے ایک مینڈھا ذبح کرنے کو کہتا تب بھی کافی تھا' کیونکہ کتاب اللہ میں ہے کہ حضرت ذبیح علیہ السلام کا فدیہ اسی سے دیا گیا تھا۔ اکثر لوگوں کا یہی قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ پہاڑی بکرا تھا۔ کوئی کہتا ہے نر ہرن تھا۔ مسند احمد میں ہے کہ" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میں نے مینڈھا کے سینگ بیت اللہ کی داخلی کے وقت اندر دیکھے تھے اور مجھے یاد نہ رہا کہ میں تجھے ان کے ڈھانک دینے کا حکم دوں۔ جاؤ اسے ڈھک دو۔ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہ ہونی چاہئے جو نمازی کو اپنی طرف متوجہ کرے۔" ❶ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اس مینڈھا کے سینگ بیت اللہ میں ہی رہے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ بیت اللہ میں آگ لگی' اس میں وہ جل گئے۔ یہ واقعہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اسی وجہ سے ان کی اولاد قریش تک یہ سینگ برابر وراثتاً چلے آئے یہاں تک کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ان آثار کا بیان جن میں ذبیح اللہ کا نام اسحٰق ہے۔ ابو میسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا "کیا تو میرے ساتھ کھانا چاہتا ہے؟ میں یوسف بن یعقوب نبی اللہ بن اسحٰق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔" عبید بن عمیر سے نقل ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ اے اللہ! کیا وجہ ہے کہ لوگوں کی زبانوں پر یہ چڑھا ہوا ہے کہ ابراہیم' اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے اللہ کی قسم۔ تو جواب ملا کہ اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تو ہر ہر چیز پر مجھ ہی کو ترجیح دی اور اسحاق علیہ السلام نے اپنے آپ کو میری راہ میں ذبح ہونے کے لئے سپرد کر دیا پھر بھلا اور چیزیں اسے پیش کر دینا کیا مشکل تھیں؟ اور یعقوب علیہ السلام کو میں جوں جوں بلاؤں میں ڈالتا گیا اس کا حسن ظن میرے ساتھ بڑھتا ہی رہا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مرتبہ کسی نے فخراً اپنے باپ داداؤں کا نام لیا' تو آپ نے فرمایا: قابل فخر باپ دادا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے تھے جو یعقوب بن اسحٰق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام تھے۔ ابن عباس اور خود عباس' علی رضی اللہ عنہم' عکرمہ' سعید بن جبیر' مجاہد' شعبی' عبید بن عمیر' ابو میسرہ' زید بن اسلم' عبداللہ ابن شقیق' زہری' قاسم بن ابو برزہ' مکحول' عثمان بن ابی حاضر' سدی' حسن' قتادہ' ابوالہذیل' ابن سابط' کعب احبار رحمۃ اللہ علیہم' ان سب کا یہی قول ہے اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے۔

صحیح علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب بزرگوں کے استاد حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ خلافت فاروقی میں مسلمان ہوئے تھے اور کبھی کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قدیمی کتابوں کی باتیں سناتے تھے۔ لوگوں نے اسے رخصت سمجھ کر پھر ان سے ہر ایک بات بیان کرنی شروع کر دی اور صحیح وغلط کی تمیز اٹھ گئی۔ حق تو یہ ہے کہ اس امت کو اگلی کتابوں کی ایک بات کی بھی حاجت نہیں۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اور نام بھی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے بتلائے ہیں' جنھوں نے کہا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے اگر وہ حدیث صحیح ہوتی تو جھگڑے کا فیصلہ تھا' ❷ مگر وہ حدیث صحیح نہیں' اس میں دو راوی ضعیف ہیں' حسن بن دینار متروک ہیں اور علی بن زید بن جدعان منکر الحدیث ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہے بھی یہ موقوف۔ چنانچہ ایک سند سے یہ مقولہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مروی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اب ان آثار کو سنئے جن سے معلوم ہوتا ہے

---

❶ ابو داود، كتاب المناسك، باب في دخول الكعبة، ٢٠٣٠ وهو حسن؛ احمد ٤/ ٦٨۔

❷ اس کی سند میں حسن بن دینار اور علی بن زید ضعیف راوی ہیں جس طرح کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے اور یہی ٹھیک اور بالکل درست بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہودی حضرت اسحٰق علیہ السلام کا نام غلط لیتے ہیں۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دی کہ ذبح کا ذکر کرنے کے بعد قرآن میں خلیل اللہ علیہ السلام کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی بیان ہے کہ ان کے ہاں بھی لڑکا ہوگا، یعقوب نامی جب ان کی اور ان کے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی تھی' پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہونے کے اس سے پیشتر ہی ان کے ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا؟ تو حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بہت صاف دلیل ہے۔ میرا ذہن یہاں نہیں پہنچا تھا گو یہ میں بھی جانتا تھا کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔ پھر شاہ اسلام نے شام کے ایک یہودی عالم سے پوچھا جو مسلمان ہو گئے تھے کہ تم اس بارے میں کیا علم رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ''کہ امیر المسلمین! سچ تو یہ ہے کہ جن کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے لیکن چونکہ عرب ان کی اولاد میں سے ہیں تو یہ بزرگی ان کی طرف لوٹتی ہے۔ اس حسد کے مارے یہودیوں نے اسے بدل دیا' اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کا نام لے دیا۔ حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ہمارا ایمان ہے کہ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق علیہما السلام دونوں ہی طاہر اور طیب اور اللہ تعالیٰ کے سچے فرماں بردار تھے۔ کتاب الزہد میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے جب یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ ذبح ہونے والے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ حضرت علی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' ابوالطفیل' سعید بن مسیب' سعید بن جبیر' حسن' مجاہد' شعبی' محمد بن کعب' ابو ہریرہ' ابوجعفر محمد بن علی' ابوصالح رحمۃ اللہ علیہم سے بھی یہی مروی ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور بھی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے نام گنوائے ہیں۔ ایک غریب حدیث بھی اسی کی تائید میں مروی ہے۔ اس میں ہے کہ شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ بحث چھڑی کہ ذبیح اللہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ''اچھا ہوا جو یہ معاملہ مجھ جیسے باخبر شخص کے پاس آیا۔ سنو! ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا ''اے دو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح ہونیوالوں کی نسل کے رسول! مجھے بھی مال غنیمت میں سے کچھ دلوایئے''۔ اس پر آپ مسکرائے۔ ایک تو ذبیح اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ تھے دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام جن کی نسل سے آپ ہیں۔ عبداللہ کے ذبیح اللہ ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے جب چاہ زمزم کھودا تو نذر مانی تھی کہ اگر یہ کام آسانی سے پورا ہو گیا تو اپنے ایک لڑکے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کروں گا۔ جب کام ہو گیا اور قرعہ اندازی کی گئی کہ کس بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کا نام نکلا۔ ان کے ننھیال والوں نے کہا آپ ان کی طرف سے ایک سو اونٹ اللہ کی راہ میں ذبح کر دیں' چنانچہ وہ ذبح کر دیئے گئے۔'' (1) اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے کا واقعہ تو مشہور ہی ہے۔ ابن جریر میں یہ روایت موجود ہے اور مغازی امویہ میں بھی۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اسحٰق کے ذبیح اللہ ہونے کی ایک دلیل تو یہ پیش کی ہے کہ جس حلیم بچہ کی بشارت کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں۔ قرآن میں اور جگہ ہے ﴿وَبَشَّرُوْهُ بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ﴾ (2) اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گئے تھے اور ممکن ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ہی کوئی اور اولاد =

(1) حاکم ۲/ ۵۵٤ وسندہ ضعیف وقال الذھبی: إسنادہ واہٍ اس کی سند میں عبداللہ بن سعید مجہول راوی ہے (المیزان ۲/ ٤۲۸ رقم: ٤۳٤۸)
(2) ٥۱/ الذاریٰت: ۲۸۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) پر بہت بڑا احسان کیا۔[۱۱۴] اور انہیں اور ان کی قوم کو بہت بڑے دکھ درد سے نجات دے دی۔[۱۱۵] اور ان کی مدد کر کے ان ہی کو غالب کر دیا۔[۱۱۶] اور ہم نے انہیں واضح اور روشن کتاب دی۔[۱۱۷] اور انہیں سیدھے راستہ پر قائم رکھا۔[۱۱۸] اور ہم نے ان دونوں کے لئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات باقی رکھی[۱۱۹] کہ موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) پر سلام ہو۔[۱۲۰] ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلے دیا کرتے ہیں۔[۱۲۱] یقیناً یہ دونوں ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔[۱۲۲]

= بھی ہوئی ہو۔ اور کعبۃ اللہ میں سینگوں کی موجودگی کے بارے میں فرماتے ہیں' بہت ممکن ہے کہ یہ بلادِ کنعان سے لا کر یہاں رکھے گئے ہوں۔ اور بعض لوگوں سے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے نام کی صراحت بھی آئی ہے۔ لیکن یہ سب باتیں حقیقت سے بہت دور ہیں۔ ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے پر محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال بہت صاف اور قوی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پہلے ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تولد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہاں اس کے بعد ان کے بھائی حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت دی جا رہی ہے۔ سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ ﴿نَبِيًّا﴾ حال مقدرہ ہے یعنی وہ نبی صالح ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے اور یہاں نبوت حضرت اسحٰق کی بشارت ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمان ہے کہ ہم نے انہیں اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دیا۔ حالانکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔ تو یہاں بھی ان کی نبوت کی بشارت ہے۔ پس یہ بشارت اس وقت دی گئی جب کہ امتحان ذبح میں وہ صابر ثابت ہوئے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ بشارت دو مرتبہ دی گئی' پیدائش سے کچھ قبل اور نبوت سے کچھ قبل۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ان پر اور اسحٰق پر ہماری برکتیں نازل ہوئیں۔ ان کی اولاد میں ہر قسم کے لوگ ہیں' نیک بھی بد بھی۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمان ہوا تھا کہ اے نوح! ہمارے سلام اور برکت کے ساتھ تو اُتر۔ تو بھی اور تیرے ساتھ والے بھی اور ایسے بھی لوگ ہیں جنھیں ہم فائدے پہنچائیں گے۔ پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچیں گے۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر: [آیت: ۱۱۴۔۱۲۲] اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر اپنی نعمتیں جتا رہا ہے کہ انہیں نبوت دی اور انہیں مع ان کی قوم کے فرعون جیسے طاقتور دشمن سے نجات دی۔ جس نے انہیں بری طرح پست و ذلیل کر رکھا تھا۔ ان کے بچوں کو قتل کرا دیتا تھا اور لڑکیوں کو رہنے دیتا تھا ان سے ذلیل خدمات لیتا تھا اور بے حیثیت بنا رکھا تھا۔ ایسے بدترین دشمن کو ان کے سامنے ہلاک کیا۔ انہیں اس پر غالب کر دیا۔ ان کی زمین اور زر کے یہ مالک بن گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واضح اور جلی' روشن اور بین کتاب عنایت فرمائی جو حق و باطل میں فرق و فیصلہ کرنے والی اور نور و ہدایت والی تھی۔ اور ان کے بعد والوں میں بھی ان کا ذکر خیر اور ثنا و صفت باقی رکھی' کہ ہر زبان ان پر سلام پڑھتی ہے۔ ہم نیک کاروں کو یونہی اور ایسے ہی بدلے دیتے ہیں۔ وہ ہمارے مؤمن =

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

ترجمہ: بے شک الیاس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے۔[۱۲۳] جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ہو۔[۱۲۴] کیا تم بعل نامی بت سے دعائیں کرتے ہو؟ اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟[۱۲۵] جو اللہ تعالیٰ تمہارا اور تمہارے اگلے تمام باپ دادوں کا پالنہار ہے۔[۱۲۶] لیکن قوم نے انہیں جھٹلایا' پس وہ عذابوں میں حاضر کیے جائیں گے'[۱۲۷] سوائے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے۔[۱۲۸] ہم نے الیاس (علیہ السلام) کا ذکر خیر پچھلوں میں بھی باقی رکھا[۱۲۹] کہ الیاس پر سلام ہو۔[۱۳۰] ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔[۱۳۱] بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے۔[۱۳۲]

= بندے تھے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر: [آیت: ۱۲۳۔۱۳۲] بعض کہتے ہیں کہ الیاس نام تھا حضرت ادریس علیہ السلام کا۔ ❶ وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے' الیاس بن نسی بن فنحاص ابن عیزار بن ہارون بن عمران علیہ السلام۔ ❷ حزقیل علیہ السلام کے بعد یہ بنی اسرائیل میں بھیجے گئے تھے۔ وہ لوگ بعل نامی بت کے پجاری بن گئے۔ انہوں نے دعوت اسلام دی۔ ان کے بادشاہ نے ان کی دعوت کو قبول بھی کر لیا لیکن پھر مرتد ہو گیا اور لوگ بھی سرکشی پر تلے رہے اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے ان کے لئے بددعا کی۔ تین سال تک بارش نہ ہوئی۔ اب تو یہ سب تنگ آ گئے اور قسمیں کھا کھا کر اقرار کیا کہ آپ دعا کیجئے' بارش کے ہوتے ہی ہم سب آپ کی نبوت پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کی دعا سے مینہ برسا' لیکن یہ کفار اپنے وعدے سے پھر گئے اور اپنے کفر پر اڑ گئے۔ آپ علیہ السلام نے یہ حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی طرف لے لے۔ ان کے ہاتھوں تلے حضرت یسع بن اخطوب علیہ السلام پلے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی اس دعا کے بعد انہیں حکم ملا کہ وہ ایک جگہ جائیں اور وہاں انہیں جو سواری ملے اس پر سوار ہو جائیں۔ وہاں آپ علیہ السلام گئے ایک نوری گھوڑا دکھائی دیا جس پر سوار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی نورانی کر دیا اور اپنے پروں سے فرشتوں کے ساتھ اُڑنے لگے اور ایک انسانی فرشتہ زمینی اور آسمانی بن گئے۔ اس کی صحت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ ہے یہ بات اہل کتاب کی روایت سے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ہو؟ کہ اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو! اہل یمن اور قبیلہ ازدشنوہ رب کو بعل کہتے تھے۔ ❸ بعل نامی جس بت کی یہ پوجا کرتے تھے وہ ایک عورت تھی۔ ان کے شہر کا نام بھی ''بعلبک'' تھا۔ ❹

تو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو خالق کل ہے اور بہترین خالق ہے' ایک بت کو پوج رہے ہو اور اس کو پکارتے رہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تم سب کا اور تم سے اگلے تمہارے باپ دادوں کا رب تعالیٰ ہے وہی مستحق عبادت ہے۔ اس کے سوا کسی قسم کی عبادت کسی کے لائق نہیں۔

❶ الطبری ۲۱/ ۹۵۔ ❷ ایضا ۲۱/ ۹۷۔ ❸ الطبری ۲۱/ ۹۶۔ ❹ ایضا ۲۱/ ۹۷۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣٤﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٣٦﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٣٨﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَاۗءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾

ترجمہ: بے شک لوط علیہ السلام بھی پیغمبروں میں سے تھے۔[١٣٣] ہم نے انہیں اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی'[١٣٤] بجز اس بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانیوالوں میں رہ گئی۔[١٣٥] پھر ہم نے سب کو ہلاک کر دیا۔[١٣٦] اور تم تو صبح ہونے پر ان کی بستیوں کے پاس سے گزرتے ہو[١٣٧] اور رات کو بھی۔ کیا پھر بھی نہیں سمجھتے؟[١٣٨] بے تحقیق یونس (علیہ السلام) نبیوں میں سے تھے'[١٣٩] جب بھاگ کر پہنچا بھری کشتی پر۔[١٤٠] پھر قرعہ اندازی ہوئی یہ مغلوب ہو گئے۔[١٤١] پھر تو اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ خود اپنے تئیں ملامت کرنے لگ گئے۔[١٤٢] پس اگر یہ پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتا'[١٤٣] تو مردے جلائے جائیں اس دن تک اس کے پیٹ میں ہی رہتا۔[١٤٤] پس اسے ہم نے چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت بیمار تھا[١٤٥] اور اس پر سایہ کرنیوالا کدو کی قسم کا ایک درخت ہم نے اگا دیا۔[١٤٦] اور ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ اور زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔[١٤٧] پس وہ ایمان لائے اور ہم نے انہیں ایک زمانہ تک عیش و عشرت دی۔[١٤٨]

لیکن ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کی اس صاف اور خیر خواہانہ نصیحت کو نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں عذاب پر حاضر کر دیا کہ قیامت کے دن ان سے زبردست باز پرس اور ان پر سخت عذاب ہوں گے۔ ہاں ان میں سے جو توحید پر قائم تھے' وہ بچ رہیں گے۔

ہم نے (حضرت) الیاس کی ثنائے جمیل اور ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھا کہ ہر مسلم کی زبان سے ان پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ لفظ الیاس میں دوسرا لغت الیاسین ہے۔ جیسے اسماعیل میں اسماعین بنو اسد میں اسی طرح یہ لغت ہے۔ ایک تمیمی کے شعر میں بھی یہ لغت اس طرح لایا گیا ہے۔

میکائیل کو میکال اور میکائین بھی کہا جاتا ہے' ابراہیم کو ابراہام' اسرائیل کو اسرائین' طور سینا کو طور سینین۔ غرض یہ لغت عرب میں مشہور و رائج ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿سَلَامٌ عَلٰی اِلْ يَاسِيْنَ﴾ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد آنحضرت علیہ السلام ہیں۔ ہم اسی طرح نیک کاروں کو نیک بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔ اس جملہ کی تفسیر گزر چکی ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر: [آیت: ١٣٣-١٤٨] اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول حضرت لوط علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے کہ

انہیں بھی ان کی قوم نے جھٹلایا' جس پر اللہ تعالیٰ کے عذاب برس پڑے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت لوط علیہ السلام کو مع ان کے گھر والوں کے نجات دیدی لیکن انکی بیوی غارت ہوئی' قوم کے ساتھ ہی ہلاک ہوئی' اور ساری قوم بھی تباہ ہوئی۔ قسم قسم کے عذاب ان پر آئے اور جس جگہ وہ رہتے تھے وہاں ایک بدبودار جھیل بن گئی۔ جس کا پانی بدمزہ اور بدبودار' بدرنگ ہے۔ جو عین آمد و رفت کے راستے میں ہی پڑتی ہے۔ تم تو دن رات وہاں سے آتے جاتے رہتے ہو اور اس خوفناک منظر اور بھیانک مقام کو صبح شام دیکھتے رہتے ہو۔ کیا اس معائنہ کے بعد بھی عبرت حاصل نہیں کرتے اور سوچتے سمجھتے نہیں ہو؟ کہ کس طرح یہ برباد کر دیئے گئے؟ ایسا نہ ہو کہ یہی عذاب تم پر بھی آ جائیں۔

ذکر یونس علیہ السلام: حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ سورۂ یونس میں بیان ہو چکا ہے۔ بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ کسی بندے کو یہ لائق نہیں کہ وہ کہے' میں یونس بن متیٰ سے افضل ہوں۔ ❶ یہ نام ممکن ہے کہ آپ علیہ السلام کی والدہ کا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ والد کا ہو۔ یہ بھاگ کر مال و اسباب سے لدی ہوئی کشتی پر سوار ہو گئے۔ وہاں قرعہ اندازی ہوئی' اور یہ مغلوب ہو گئے۔ کشتی کے چلتے ہی چاروں طرف سے موجیں اٹھیں اور سخت طوفان آیا۔ یہاں تک کہ سب کو اپنی موت کا اور کشتی کے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا۔ سب آپس میں کہنے لگے کہ قرعہ ڈالو جس کے نام کا قرعہ نکلے اس کو سمندر میں ڈال دو تاکہ سب بچ جائیں اور کشتی اس طوفان سے چھوٹ جائے۔ تین دفعہ قرعہ اندازی ہوئی اور تینوں مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔ اہل کشتی آپ علیہ السلام کو پانی میں بہانا نہیں چاہتے تھے لیکن کیا کرتے بار بار کی قرعہ اندازی پر بھی آپ کا ہی نام نکلتا رہا اور پھر آپ علیہ السلام خود کپڑے اتار کر ان لوگوں کے روکنے کے باوجود سمندر میں کود پڑے۔ اسی وقت بحر اخضر کی ایک بہت بڑی مچھلی کو جناب باری تعالیٰ کا فرمان صادر ہوا کہ وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی جائے اور (حضرت) یونس کو نگل لے لیکن نہ تو ان کا جسم زخمی ہو اور نہ کوئی ہڈی ٹوٹے۔ چنانچہ اس مچھلی نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو نگل لیا اور سمندروں میں چلنے پھرنے لگی۔ جب حضرت یونس علیہ السلام پوری طرح مچھلی کے پیٹ میں جا چکے' تو آپ علیہ السلام کو خیال گزرا کہ میں مر چکا ہوں۔ لیکن جب ہاتھ پیروں کو حرکت دی اور وہ ہلے جلے' تو زندگی کا یقین کر کے وہیں کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے پروردگار! میں نے تیرے لئے اس جگہ مسجد بنائی ہے جہاں کوئی نہ پہنچا ہو گا۔ تین دن یا سات دن یا چالیس دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم یا صرف ایک رات تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اگر یہ ہماری پاکیزگی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے' یعنی جب کہ فراخی اور کشادگی اور امن و امان کی حالت میں تھے اس وقت کی ان کی نیکیاں اگر نہ ہوتیں۔ ایک حدیث بھی اس قسم کی ہے جو عنقریب بیان ہو گی' ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ "آرام و راحت کے وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو وہ سختی اور بے چینی کے وقت تمہاری دکریگا۔" ❷ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ پابند نماز نہ ہوتے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر مچھلی کے پیٹ میں نماز نہ پڑھتے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ❸ کے ساتھ ہماری تسبیح نہ کرتے۔ ❹ چنانچہ قرآن کریم کی اور آیتوں میں ہے کہ اس نے اندھیروں میں یہی کلمات کہے اور ہم نے اس کی دعا قبول فرما کر اسے غم سے نجات دی۔ اور اسی طرح ہم مؤمنوں کو نجات دیتے ہیں۔ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جب مچھلی کے پیٹ میں ان

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰه تعالیٰ ﴿وان یونس لمن المرسلین﴾ ٣٤١٦؛ صحیح مسلم، ٢٣٧٦؛ احمد ١/ ٢٥٤؛ ابن حبان ٦٢٤١۔ ❷ احمد ١/ ٣٠٧ وسنده حسن۔

❸ ٢١/ الانبیاء: ٨٧۔ ❹ الطبری ٢١/ ١١٠۔

کلمات کو کہا تو یہ دعا عرش الٰہی کے ارد گرد منڈلانے لگی اور فرشتوں نے کہا: الٰہی! یہ آواز تو کہیں بہت ہی دور کی ہے‘ لیکن اس آواز سے ہمارے کان آشنا ضرور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب بھی پہچان لیا یہ کس کی آواز ہے؟ انہوں نے کہا نہیں پہچانا۔ فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا وہی یونس علیہ السلام جن کے نیک اعمال اور مقبول دعائیں ہمیشہ آسمان پر چڑھتی رہتی ہیں؟ اے اللہ ان پر تو ضرور رحم فرما‘ ان کی دعا قبول فرمالے وہ تو آسانیوں میں بھی تیرا نام لیا کرتے تھے‘ ان کو بلا سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا‘ ہاں میں اسے نجات دوں گا۔ چنانچہ مچھلی کو حکم ہوا کہ میدان میں حضرت یونس علیہ السلام کو اگل دے‘ اور اس نے اگل دیا اور وہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کی نحیفی اور کمزوری اور بیماری کی وجہ سے چھاؤں کے لئے کدو کی بیل اگادی اور ایک جنگلی بکری کو مقرر کر دیا ❶ جو صبح شام ان کے پاس آجاتی تھی اور یہ اس کا دودھ پی لیا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ واقعات مرفوع احادیث سے سورۂ انبیاء کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں۔ ہم نے انہیں اس زمین میں ڈال دیا جہاں سبزہ‘ روئیدگی اور گھانس کچھ نہ تھا۔ دجلہ کے کنارے یا یمن کی سرزمین پر یہ ڈال دیئے گئے تھے۔ یہ اس وقت کمزور تھے جیسے پرندوں کے بچے ہوتے ہیں‘ یا بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے۔ یعنی صرف سانس چل رہا تھا اور طاقت ہلنے جلنے کی بھی نہیں تھی۔ ''یقطین'' کدو کی بیل کو بھی کہتے ہیں ❷ اور ہر اس درخت کو جس کا تنہ نہ ہو یعنی بیل ہو‘ اور اس درخت کو بھی جس کی عمر ایک سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔ کدو میں بہت سے فوائد ہیں‘ یہ بہت جلد اگتا اور بڑھتا ہے اس کے پتوں کا سایہ گھن دار اور فرحت بخش ہوتا ہے کیونکہ وہ بڑے بڑے ہوتے ہیں اور اس کے پاس مکھیاں نہیں آتیں اور یہ غذا کا کام دے جاتا ہے‘ اور چھلکے اور گودے سمیت کھایا جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو یعنی گھیا بہت پسند تھا اور برتن میں سے چن چن کر اسے کھاتے تھے۔'' ❸ پھر انہیں ایک لاکھ بلکہ زیادہ آدمیوں کی طرف رسالت کے ساتھ بھیجا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے آپ علیہ السلام رسول نہ تھے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں‘ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے ہی آپ اس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ دونوں قولوں سے اس طرح تضاد اٹھ سکتا ہے کہ پہلے بھی ان کی طرف بھیجے گئے تھے اب دوبارہ بھی ان ہی کی طرف بھیجے گئے اور وہ سب ایمان لائے اور آپ علیہ السلام کی تصدیق کی۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ سے نجات پانے کے بعد دوسری قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یہاں اَوْ ''بلکہ'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور وہ ایک لاکھ تیس ہزار یا اس سے بھی کچھ اوپر یا ایک لاکھ چالیس ہزار سے بھی زیادہ‘ یا ستر ہزار سے بھی بڑھ کر‘ یا ایک لاکھ دس ہزار‘ اور ایک غریب مرفوع حدیث کی رو سے ایک لاکھ بیس ہزار تھے۔ ❹ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسانی اندازہ ایک لاکھ سے زیادہ ہی زیادہ کا تھا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے اور یہی مسلک ان کا آیت ﴿اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً﴾ ❺ اور آیت ﴿اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً﴾ ❻ اور آیت ﴿اَوْ اَدْنٰى﴾ ❼ میں ہے یعنی اس سے کم نہیں‘ اس سے زائد ہی۔ پس قوم یونس سب کی سب مسلمان ہوگئی‘ حضرت یونس علیہ السلام کی تصدیق کی‘ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے۔ ہم نے بھی ان کے مقررہ وقت یعنی موت کی گھڑی تک دنیوی فائدے دیئے۔ اور آیت میں ہے کہ کسی بستی کے ایمان نے انہیں =

---

❶ الطبری ۲۱/ ۱۱۰۔ ❷ ایضا ۲۱/ ۱۱۳۔

❸ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب الخیاط ۲۰۹۲؛ صحیح مسلم ۲۰۴۱۔

❹ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الصافات ۳۲۲۹ وسنده ضعیف اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔

❺ ۲/ البقرة: ۷٤۔ ❻ ٤/ النسآء: ۷۷۔ ❼ ۵۳/ النجم: ۹۔

ترجمہ: ان سے دریافت تو کر کہ کیا تیرے رب تعالیٰ کی تو بیٹیاں ہیں؟ اور ان کے بیٹے ہیں؟[۱۴۹] یا یہ اس وقت موجود تھے جب کہ ہم نے فرشتوں کو مونث پیدا کیا؟[۱۵۰] آ گاہ رہو! کہ یہ لوگ صرف اپنی افترا پردازی سے کہہ رہے ہیں[۱۵۱] کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ یقیناً یہ محض جھوٹے ہیں۔[۱۵۲] کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی؟[۱۵۳] تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ کیسے حکم لگاتے پھرتے ہو۔[۱۵۴] کیا تم اس قدر بھی نہیں سمجھتے؟[۱۵۵] یا تمہارے پاس اس کی کوئی صاف دلیل ہے؟[۱۵۶] تو جاؤ اگر سچے ہو تو اپنی ہی کتاب لے آؤ۔[۱۵۷] ان لوگوں نے تو اللہ کے اور جنات کے درمیان بھی قرابتداری ٹھہرائی ہے۔ اور حالانکہ خود جنات یقین رکھتے ہیں کہ اس عقیدے کے لوگ عذابوں کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔[۱۵۸] جو کچھ یہ بیان کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ بالکل پاک ہے۔[۱۵۹] ہاں اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے۔[۱۶۰]

= (عذاب آ چکنے کے بعد) نفع نہیں دیا سوائے قوم یونس کے۔ وہ جب ایمان لائے تو ہم نے ان پر سے عذاب ہٹا لئے اور انہیں ایک میعاد معین تک بہرہ مند کیا۔

مشرک کا کہنا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں: [آیت:۱۴۹۔۱۶۰] اللہ تعالیٰ مشرکوں کی بیوقوفی بیان فرما رہا ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں۔ اگر لڑکی ہونے کی خبر پائیں تو چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ثابت کرتے ہیں۔ پس فرماتا ہے کہ ان سے پوچھو تو سہی کہ یہ تقسیم کیسی ہے کہ تمہارے لئے تو لڑکے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے لڑکیاں ہوں۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ فرشتوں کو لڑکیاں کس ثبوت پر کہتے ہیں؟ کیا ان کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے۔ قرآن کی اور آیت ﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ﴾ ❶ میں بھی یہی بیان ہے۔

دراصل یہ قول ان کا محض جھوٹ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اولاد ہے۔ وہ اولاد سے پاک ہے۔ پس ان لوگوں کے تین جھوٹ اور تین کفر ہوئے۔ اول تو یہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد ہیں اور دوسرے یہ کہ اولاد بھی لڑکیاں' تیسرے یہ کہ خود فرشتوں کی عبادت شروع کر دی۔ پھر فرماتا ہے کہ آخر کس چیز نے اللہ تعالیٰ کو مجبور کیا کہ اس نے لڑکے تو لئے نہیں اور لڑکیاں اپنی ذات کے لئے پسند فرمائیں؟ جیسے اور آیت میں ہے کہ تمہیں تو لڑکوں سے نوازے اور فرشتوں کو اپنی لڑکیاں بنائے یہ تو تمہاری نہایت درجہ کی لغو بات ہے۔ یہاں فرمایا کیا تمہیں عقل نہیں جو ایسی دوراز قیاس باتیں بناتے ہو' تم سمجھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا کیسا برا ہے؟ اچھا اگر کوئی =

❶ ٤٣/ الزخرف:١٩۔

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

ترجمہ: یقین مانو کہ تم سب اور تمہارے معبودان باطل[۱۶۱] کسی ایک کو بھی بہکا نہیں سکتے'[۱۶۲] بجز اس کے جو دوزخی ہی ہے۔[۱۶۳] (فرشتوں کا قول ہے کہ) ہم میں سے تو ہر ایک کی جگہ مقرر ہے۔[۱۶۴] اور ہم تو بندگیٔ اللہ تعالیٰ میں صف بستہ کھڑے ہیں۔[۱۶۵] اور اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔[۱۶۶] کفار تو کہا کرتے تھے[۱۶۷] کہ اگر ہمارے سامنے اگلے لوگوں کے واقعات ہوتے[۱۶۸] تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے چیدہ بندے بن جاتے۔[۱۶۹] لیکن پھر اس قرآن کے ساتھ کفر کر گئے پس اب عنقریب جان لیں گے۔[۱۷۰]

== دلیل تمہارے پاس ہو تو لاؤ اسی کو پیش کر دو یا اگر کسی آسمانی کتاب سے تمہارے اس قول کی سند ہو اور تم سچے ہو تو لاؤ اسی کو سامنے لے آؤ! یہ تو ایسی لچر اور فضول بات ہے جس کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اتنے ہی پر بس نہ کیا بلکہ جنات میں اور اللہ تعالیٰ میں بھی رشتے داری قائم کی۔ مشرکوں کے اس قول پر کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ ''پھر ان کی مائیں کون ہیں؟'' تو انہوں نے کہا' جن سرداروں کی لڑکیاں۔ ❶ حالانکہ خود جنات کو اس کا علم اور یقین ہے کہ اس قول کے قائل قیامت کے دن عذابوں میں مبتلا کئے جائیں گے۔ ان میں بعض دشمنان اللہ تو یہاں تک کم عقلی کرتے تھے کہ شیطان بھی اللہ تعالیٰ کا بھائی ہے۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

اللہ تعالیٰ اس سے بہت پاک منزہ اور بالکل دور ہے' جو یہ مشرک اس کی ذات پر اتہام لگاتے ہیں' اور جھوٹے بہتان باندھتے ہیں' اس کے بعد کا استثنا منقطع ہے اور ہے یہ مثبت سے' مگر اس صورت میں کہ ﴿يَصِفُوْنَ﴾ کی ضمیر کا مرجع تمام لوگ قرار دیئے جائیں۔ پس ان میں سے ان لوگوں کو الگ کر لیا جو حق کے ماتحت ہیں' اور تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ استثنا ﴿اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ سے ہے۔ یعنی یہ سب کے سب عذاب میں پھانس لئے جائیں گے' مگر وہ اللہ کے بندے جو اخلاص والے تھے۔ یہ قول ذرا تامل طلب ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مشرکوں کا انجام: [آیت:۱۶۱۔۱۷۰] اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرما رہا ہے کہ تمہاری گمراہی اور کفر اور شرک کی تعلیم وہی قبول کریں گے جو جہنم کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہوں۔ جو عقل سے خالی' کانوں سے بہرے اور آنکھوں کے اندھے ہوں۔ جو مثل چوپایوں کے بلکہ ان سے بھی بدر جہا بدتر ہوں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے کہ اس سے وہی گمراہ ہو سکتے ہیں جو دماغ سے خالی اور باطل کے شیدائی ہوں۔ ازاں بعد فرشتوں کی براءت اور ان کی تسلیم و رضا' ایمان و اطاعت کا ذکر فرمایا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقرر جگہ اور ایک مقام عبادت مخصوص ہے' جس سے نہ ہم ہٹ سکتے ہیں نہ اس میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ آسمان چرچرا رہا ہے اور واقعی اسے چرچرانا بھی چاہئے۔ اس میں ایک قدم رکھنے کی بھی جگہ باقی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رکوع'

❶ الطبری ۲۱/ ۱۲۱۔

سجدے میں مصروف نہ ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں آیتوں کی تلاوت کی۔ ❶ ایک روایت میں ''آسمان دنیا'' کا لفظ ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بالشت بھر جگہ آسمانوں میں ایسی نہیں جہاں پر کسی نہ کسی فرشتے کے قدم یا پیشانی نہ ہو۔ ❷

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے تو مرد اور عورت ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے لیکن اس آیت کے نزول کے بعد مردوں کو آگے بڑھا دیا گیا اور عورتوں کو پیچھے کر دیا گیا۔ اور ہم سب فرشتے صف بستہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے ہیں۔ آیت ﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا﴾ ❸ کی تفسیر میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

ولید بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے تک نماز کی صفیں نہیں تھیں پھر صفیں مقرر ہوگئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اقامت کے بعد لوگوں کی طرف منہ کر کے فرماتے تھے کہ ''صفیں پورے طور پر درست کر لو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے بھی فرشتوں کی طرح صف بندی چاہتا ہے جیسے کہ وہ فرماتے ہیں ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ﴾ "اے فلاں! آگے بڑھ اور اے فلاں پیچھے ہٹ۔'' پھر آگے بڑھ کر نماز شروع کرتے۔ ❹ (ابن ابی حاتم) صحیح مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''ہم کو تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں جن میں اور کوئی ہمارے ساتھ نہیں۔ ہماری صفیں فرشتوں جیسی بنائی گئی ہیں۔ ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی ہے۔ اور ہمارے لئے زمین کی مٹی پاک کرنے والی بنائی گئی'' ❺ الخ۔ ہم اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکی بیان کرنے والے ہیں۔ اس کی بزرگی اور بڑائی بیان کرتے ہیں۔ تمام نقصانوں سے اسے پاک مانتے ہیں۔ ہم سب فرشتے اس کے غلام ہیں' اس کے محتاج ہیں' اس کے سامنے اپنی پستی اور عاجزی کا اظہار کرنے والے ہیں۔ پس یہ تینوں اوصاف فرشتوں کے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تسبیح کرنے والوں سے مراد نماز پڑھنے والے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ﴾ ❻ الخ یعنی کفار نے کہا اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ البتہ فرشتے اس کے محترم بندے ہیں' اس کے فرمان سے آگے نہیں بڑھتے۔ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ وہ ان کا آگا پیچھا بخوبی جانتا ہے۔ وہ کسی کی شفاعت کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ بجز اس کے جس کے لئے رحمٰن راضی ہو۔ وہ تو خوف الٰہی سے تھرتھراتے رہتے ہیں۔ ان میں سے جو اپنے آپ کو لائق عبادت کہے' ہم اسے جہنم میں جھونک دیں۔ ظالموں کی سزا ہمارے ہاں یہی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس آئیں اس سے پہلے تو یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی آتا جو ہمیں راہ الٰہی کی تعلیم دیتا اور ہمارے سامنے اگلے لوگوں کے واقعات بطور نصیحت پیش کرتا اور ہمارے پاس کتاب اللہ لے آتا' تو یقیناً ہم مخلص مسلمان بن جاتے۔

جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ﴾ ❼ الخ' یعنی بڑی پختہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کا نبی ہماری موجودگی میں آجائے تو ہم اطاعت قبول کر لیں گے اور راہ ہدایت کی طرف سب سے پہلے دوڑیں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگئے تو بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک آیت میں فرمایا ﴿اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ﴾ ❽ الخ۔ پس یہاں فرمایا کہ جب یہ تمنا پوری ہوئی تو کفر کرنے لگے۔ اب انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو =

---

❶ كتاب الصلاة لابن نصر ٢٥٥ وسنده ضعيف جداً وله طريق آخر عن حكيم بن حزام رضي الله عنه وسنده ضعيف وحديث الترمذي (٢٣١٢) يغني عنه۔ ❷ الطبری، ٢١/ ١٢٧ وسنده ضعيف، فيه عنعنة المدلس۔ ❸ ٣٧/ الصافات:١۔
❹ الطبری ٢١/ ١٢٨۔ ❺ صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، ٥٢٢؛ السنن الكبرىٰ، ٨٠٢٢؛ احمد، ٥/ ٣٨٣؛ ابن حبان، ١٦٩٧؛ بيهقى، ١/ ٢١٣۔
❻ ١٩/ مريم:٨٨۔ ❼ ٦/ الانعام:١٠٩۔ ❽ ٦/ الانعام:١٥٦۔

الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ: البتہ ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لئے صادر ہو چکا ہے[۱۷۱] کہ وہ ہی مظفر و منصور ہوں گے[۱۷۲] اور ہمارا ہی لشکر غالب اور برتر رہے گا۔[۱۷۳] اب تو کچھ دنوں تک ان سے منہ پھیر لے۔[۱۷۴] اور انہیں دیکھتا رہ اور یہ بھی آگے چل کر دیکھ لیں گے۔[۱۷۵] کیا یہ ہمارے عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں؟[۱۷۶] سنو جب ہمارا عذاب ان کے میدانوں میں اتر آئیگا اس وقت ان کی جن کو متنبہ کر دیا گیا تھا بڑی بری صبح ہوگی۔[۱۷۷] تو کچھ وقت تک ان کا خیال چھوڑ دے۔[۱۷۸] اور دیکھتا رہ یہ بھی ابھی ابھی دیکھ لیں گے۔[۱۷۹]

== جھٹلانے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

اللہ کا لشکر ہمیشہ غالب رہے گا: [آیت:۱۷۱-۱۷۹] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم تو اگلی کتابوں میں بھی لکھ آئے ہیں پہلے نبیوں کی زبانی بھی دنیا کو سنا چکے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں ہمارے رسول اور ان کے تابعداروں ہی کا انجام بہتر ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ﴾ ❶ الخ اور فرمایا ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ ❷ الخ یعنی میرے رسول اور ایمان دار ہی دونوں جہان میں غالب رہیں گے۔ یہاں بھی یہی فرمایا کہ رسولوں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ منصور ہیں۔ ہم خود ان کی مدد کریں گے۔ دیکھتے چلے آؤ کہ ان کے دشمن کس طرح خاک میں ملا دیئے گئے؟ یاد رکھو ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا' انجام کار ان ہی کے ہاتھ رہے گا۔ تو ایک وقت مقرر تک صبر و استقامت سے ان کا معاملہ دیکھتا رہ' ان کی ایذا رسانی پر صبر کر' ہم تجھے ان سب پر غالب کر دیں گے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ یہی ہوا بھی۔ نیز تو انہیں دیکھتا رہ کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی پکڑ ان پر نازل ہوتی ہے۔ اور کس طرح یہ ذلت و توہین کے ساتھ پکڑ لئے جاتے ہیں۔ یہ خود ان تمام رسوائیوں کو ابھی ابھی دیکھ لیں گے۔ تعجب سا تعجب ہے کہ یہ باوجود طرح طرح کے چھوٹے چھوٹے عذابوں کی گرفت کے ابھی تک بڑے عذاب کو محال جانتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ کب آئے گا؟ پس انہیں جواب ملتا ہے کہ جب عذاب ان کے میدانوں میں' محلوں میں' انگنائیوں میں آئے گا' وہ دن ان پر بڑا ہی بھاری دن ہوگا۔ ہلاک اور برباد کر دیئے جائیں گے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ خیبر کے میدانوں میں حضور ﷺ کا لشکر صبح ہی صبح کفار کی بے خبری میں پہنچ گیا۔ وہ لوگ حسب عادت اپنے کھیتوں کے آلات لے کر شہر سے نکلے اور اس ربانی فوج کو دیکھ کر بھاگے اور شہر والوں کو خبر کی۔ اس وقت آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے' خیبر خراب ہوا۔ ہم جب کسی قوم کے میدانوں میں اُتر آتے ہیں اس وقت ان کی درگت ہوتی ہے۔'' ❸ پھر دوبارہ پہلے حکم کی تاکید کی کہ تو ان سے ایک مدت معین تک کے لئے بے پرواہ ہو جا اور انہیں چھوڑ دے اور دیکھتا رہ یہ بھی دیکھ لیں گے۔

❶ ۵۸/ المجادلة:۲۱۔ ❷ ۴۰/ غافر:۵۱۔

❸ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر ۴۱۹۷؛ صحیح مسلم ۱۳۶۵؛ احمد ۳/ ۱۰۱۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٢﴾

ترجمہ: پاک ہے تیرا رب! جو بہت بڑی عزت والا ہے ہر اس چیز سے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔[۱۸۰] پیغمبروں پر سلام ہے۔[۱۸۱] اور سب طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔[۱۸۲]

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور پیغمبروں پر سلام: [آیت:۱۸۰۔۱۸۲] اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے اپنی براءت بیان فرماتا ہے جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے تھے' جیسے اولاد' شریک وغیرہ۔ وہ بہت بڑی اور لازوال عزت والا ہے۔ ان جھوٹے اور مفتری لوگوں کے بہتان سے وہ پاک اور منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر سلام ہے۔ اس لئے کہ ان کی تمام باتیں ان عیوب سے سالم ہیں جو مشرکوں کی باتوں میں موجود ہیں۔ بلکہ نبیوں کی باتیں اور جو اوصاف وہ ذات الٰہی کے بیان کرتے ہیں سب صحیح اور برحق ہیں۔ اسی کی ذات کے لئے تمام حمد وثنا سزاوار ہے۔ دنیا اور آخرت میں ابتدا اور انتہا کا وہی سزاوار تعریف ہے۔ ہر حال میں قابل حمد وہی ہے۔ تسبیح سے ہر طرح کے نقصان کی اس ذات پاک سے دوری ثابت ہوتی ہے تو لازم ہے کہ ہر طرح کے کمالات اس کی ذات واحد میں ہوں اسی کو صاف لفظوں میں حمد سے ثابت کیا' تاکہ نقصانات کی نفی اور کمالات کا اثبات ہو جائے۔ ایسے ہی قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں تسبیح اور حمد کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''تم جب مجھ پر سلام بھیجو' اور نبیوں پر بھی سلام بھیجو کیونکہ میں بھی منجملہ اور نبیوں کے ایک نبی ہی ہوں'' ❶ (ابن ابی حاتم) یہ حدیث مسند احمد میں بھی مروی ہے۔ ابویعلیٰ کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ جب حضور ﷺ نماز کا سلام پھیرنے کا ارادہ کرتے تو ان تینوں آیتوں کو پڑھ کر سلام پھیرتے۔ ❷ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ بھرپور پیمانے سے ناپ کر اجر پائے تو وہ جس کسی مجلس میں ہو وہاں سے اٹھتے ہوئے یہ تینوں آیتیں پڑھ لے۔ ❸ اور مسند احمد میں یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔ طبرانی کی حدیث میں ہے جو شخص ہر فرض نماز کے بعد تین مرتبہ ان تینوں آیتوں کی تلاوت کرے' اسے بھرپور اجر پورے پیمانے سے ناپ کر ملے گا۔ ❹ مجلس کے کفارے کے بارے میں بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ یہ پڑھے ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ)) ❺ میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰه

سورۃ الصّٰفّٰت کی تفسیر ختم ہوئی' فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

---

❶ الطبری، ۲۱/ ۱۳٤ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ❷ مسند ابی یعلی، ۱۱۱۸ وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں ابو ہارون عمارۃ بن جوین متروک راوی ہے۔ (المیزان ۳/ ۱۷۳ رقم: ٦٠١٨)

❸ ابن ابی حاتم، ۱۲/ ۱۲۵؛ الدر المنثور، ۸/ ۳۷۲ وسندہ ضعیف۔

❹ وسندہ ضعیف جداً موضوع، اس میں عبدالمنعم بن بشیر اور احمد بن رشدین دونوں متہم ہیں۔

❺ ابوداود، کتاب الادب، باب کفارۃ المجلس ٤٨٥٧ وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۳٤۳۳؛ طبرانی، ۱/ ۷۹؛ حاکم، ۱/ ۵۳۷۔

تفسیر سورۂ صٓ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ﴿۲﴾ کَمۡ اَهۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوۡا وَّ لَاتَ حِیۡنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾

ترجمہ: معبود مہربان ذی رحم کے نام سے شروع۔

اس نصیحت والے قرآن کی قسم'[۱] بلکہ کفار غرور و مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔[۲] ہم نے ان سے پہلے بھی بہت سے فرقوں کو تباہ کر ڈالا انہوں نے ہر چند چیخ پکار کی لیکن وہ وقت چھٹکارے کا نہ تھا۔[۳]

قرآن نصیحت ہے: [آیت:۱۔۳] حروف مقطعات' جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کی پوری تفسیر سورۂ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔ یہاں قرآن کی قسم کھائی اور اسے پند و نصیحت کرنے والا فرمایا۔ کیونکہ اسکی باتوں پر عمل کرنیوالے کی دین و دنیا دونوں سنور جاتی ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿فِیۡهِ ذِکۡرُکُمۡ﴾ ❶ اس قرآن میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہے کہ قرآن شرافت و بزرگی' عزت و عظمت والا ہے اب اس قسم کا جواب بعض کے نزدیک تو ﴿اِنۡ کُلٌّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ﴾ ❷ الخ۔ بعض کہتے ہیں ﴿اِنَّ ذٰلِکَ لَحَقٌّ﴾ ❸ الخ ہے۔ لیکن یہ زیادہ مناسب نہیں معلوم ہوتا حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا جواب اس کے بعد کی آیت ہے۔ ❹ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اسی کو مختار بتاتے ہیں۔ ❺ بعض عربی دان کہتے ہیں کہ اس کا جواب ﴿صٓ﴾ ہے اور اس لفظ کے معنی صداقت اور حقانیت کے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ پوری سورت کا خلاصہ اس قسم کا جواب ہے۔ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ قرآن تو سراسر عبرت و نصیحت ہے مگر اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جن کے دل میں ایمان ہے۔ کافر لوگ اس فائدے سے اس لئے محروم ہیں کہ وہ متکبر ہیں اور مخالف ہیں۔ یہ لوگ اپنے سے پہلے کے اپنے جیسے لوگوں کے انجام پر نظر ڈالیں اور اپنے انجام سے ڈریں۔ اگلی امتوں کو اسی جرم پر ہم نے تہ و بالا کر دیا ہے۔ عذاب آ پڑنے پر تو بڑے روئے پیٹے۔ خوب آہ و زاری کی' لیکن اس وقت کی تمام باتیں بے سود ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿فَلَمَّاۤ اَحَسُّوۡا بَاۡسَنَاۤ﴾ ❻ الخ۔ ہمارے عذابوں کو معلوم کر کے ان سے بچنا اور بھاگنا چاہا' لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''کہ اب بھاگنے کا وقت نہیں' نہ فریاد کا وقت ہے۔ اس وقت کوئی فریاد رسی نہیں کر سکتا۔ چاہے کتنا ہی چیخو چلاؤ' محض بے سود ہے۔ اب توحید کی قبولیت بے نفع اور توبہ بے کار۔ یہ بے وقت کی پکار ہے۔'' لَاتَ معنی میں لَا کے ہے۔ اس میں ت زائد ہے۔ جیسے ثَمَّتَ میں بھی ت زیادہ ہوتی ہے اور ربت میں بھی' یہ مفصولہ ہے اور اس پر وقف ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہ ت حین سے ملی ہوئی ہے یعنی وَلَا تَحِیۡنَ ہے لیکن مشہور اول ہی ہے۔ جمہور نے ''﴿حِیۡنَ﴾ کو زبر سے پڑھا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ وقت آہ و زاری کا وقت نہیں۔ بعض نے یہاں زیر پڑھنا بھی جائز رکھا ہے۔ لغت میں نوص کہتے ہیں پیچھے ہٹنے کو۔ اور بوص کہتے ہیں آگے بڑھنے کو۔ پس مقصد یہ ہے کہ یہ وقت بھاگنے اور نکل جانے کا وقت =

---

❶ ۲۱/ الانبیآء:۱۰۔ ❷ ۳۸/ صٓ:۱۴۔ ❸ ۳۸/ صٓ:۶۴۔
❹ الطبری، ۲۱/ ۱۴۰۔ ❺ ایضًا، ۲۱/ ۱۴۱۔ ❻ ۲۱/ الانبیآء:۱۲۔

وَعَجِبُوٓا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ ۫ وَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۚ﴿۴﴾ اَجَعَلَ الۡاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیۡءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾ وَانۡطَلَقَ الۡمَلَاُ مِنۡهُمۡ اَنِ امۡشُوۡا وَاصۡبِرُوۡا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمۡ ۚ ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیۡءٌ یُّرَادُ ۚ ۖ﴿۶﴾ مَا سَمِعۡنَا بِهٰذَا فِی الۡمِلَّةِ الۡاٰخِرَةِ ۚ ۖ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا اخۡتِلَاقٌ ۚ ۖ﴿۷﴾ ءَاُنۡزِلَ عَلَیۡهِ الذِّكۡرُ مِنۡۢ بَیۡنِنَا ؕ بَلۡ هُمۡ فِیۡ شَكٍّ مِّنۡ ذِكۡرِیۡ ۚ بَلۡ لَّمَّا یَذُوۡقُوۡا عَذَابِ ؕ﴿۸﴾ اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَحۡمَةِ رَبِّكَ الۡعَزِیۡزِ الۡوَهَّابِ ۚ﴿۹﴾ اَمۡ لَهُمۡ مُّلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا ۟ فَلۡیَرۡتَقُوۡا فِی الۡاَسۡبَابِ ﴿۱۰﴾ جُنۡدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهۡزُوۡمٌ مِّنَ الۡاَحۡزَابِ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان ہی میں سے ایک انہیں سمجھانیوالا آ گیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔[۴] کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا؟ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔[۵] ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے کہ جاؤ اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ یقیناً یہ تو کوئی مطلب و مراد ہے۔[۶] ہم نے تو یہ بات پچھلے دین میں بھی نہیں سنی۔ کچھ نہیں یہ تو صرف گھڑنت ہے۔[۷] یہ ہو بھی سکتا ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر اسی پر کلام الٰہی نازل کیا جائے؟ دراصل یہ لوگ میری وحی کی طرف سے شک میں ہی ہیں، بلکہ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے ابتک میرے عذاب چکھے ہی نہیں۔[۸] یا کیا ان کے پاس تیرے زبردست فیاض اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہیں۔[۹] یا کیا آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی بادشاہت ان ہی کی ہے۔ تو پھر یہ رسیاں تان کر چڑھ جائیں۔ [۱۰] یہ بھی بڑے بڑے لشکروں میں سے شکست پایا ہوا چھوٹا سا لشکر ہے۔[۱۱]

= نہیں۔ واللہ الموفق

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے پر کفار کا تعجب: [آیت:۴۔۱۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کفار کے حماقت آمیز تعجب کا اظہار ہو رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا﴾ ❶ الخ کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ان میں سے ایک انسان کی طرف ہم نے وحی کی کہ وہ لوگوں کو ہوشیار کر دے اور ایمانداروں کو اس بات کی خوشخبری سنا دے کہ اس کے پاس ان کے لئے بہترین تیاری ہے۔ کافر تو ہمارے رسول کو کھلا جادوگر کہنے لگے۔ پس یہاں ہے کہ ان ہی میں سے ان ہی جیسے ایک انسان کے رسول بن کر آنے پر انہیں تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور کذاب ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر تعجب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر بھی ان کو تعجب معلوم ہوا اور کہنے لگے لو اور سنو اتنے سارے خداؤں کے بدلے یہ تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے اور اس کا کوئی کسی طرح کا شریک ہی نہیں۔ ان بے وقوفوں کو اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی جس شرک و کفر کی عادت تھی اس کے خلاف آواز سن کر ان کے دل دکھنے اور رکنے لگے اور وہ توحید کو ایک انوکھی اور انجان چیز سمجھنے لگے۔ ان کے بڑوں اور سرداروں نے تکبر کے ساتھ منہ موڑتے ہوئے اعلان کیا کہ اپنے قدیمی مذہب پر جمے رہو۔ اس کی بات نہ مانو اور اپنے معبودوں کی عبادت کرتے رہو۔ یہ تو صرف اپنے مطلب کی باتیں کہتا ہے۔ یہ اس بہانے اپنی جما رہا ہے کہ یہ تمہارا سب کا بڑا بن جائے اور تم اس کے تابع فرمان ہو جاؤ۔ ان آیتوں کا شان نزول

❶ ۱۰/ یونس:۲۔

یہ ہے کہ قریشیوں کے شریف و سردار اور رؤسا ایک مرتبہ جمع ہوئے ان میں ابوجہل بن ہشام' عاص بن وائل' اسود بن المطلب' اسود بن عبدیغوث وغیرہ بھی تھے۔ اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ چل کر آج ابوطالب سے آخری فیصلہ کر لیں۔ وہ انصاف کے ساتھ ایک بات ہمارے ذمہ ڈال دے اور ایک اپنے بھتیجے کے ذمے۔ کیونکہ یہ اب انتہائی عمر کو پہنچ چکے ہیں' چراغ سحری ہو رہے ہیں اگر مر گئے اور ان کے بعد ہم نے محمد (ﷺ) کو کوئی مصیبت پہنچائی' تو عرب ہمیں طعنہ دیں گے کہ بڈھے کی موجودگی تک تو کچھ نہ چلی اور ان کی موت کے بعد بہادری آ گئی۔ چنانچہ یہ چلے ایک آدمی بھیج کر ابوطالب سے اجازت مانگی' اجازت ملنے پر سب گھر میں آ گئے' اور کہا سنئے جناب! آپ ہمارے سردار ہیں' بزرگ ہیں' بڑے ہیں۔ ہم آپ کے بھتیجے سے اب بہت تنگ آ گئے ہیں۔ آپ انصاف کے ساتھ ہم میں اور اس میں فیصلہ کر دیجئے۔ دیکھئے ہم آپ سے انصاف چاہتے ہیں وہ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں' اور نہ ہم انہیں ستائیں' وہ مختار ہیں جس کی چاہیں عبادت کریں لیکن ہمارے خداؤں کو برا نہ کہیں۔ ابوطالب نے آدمی بھیج کر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو بلوایا اور کہا: جانِ پدر! دیکھتے ہو! آپ کی قوم کے سردار اور بزرگ سب جمع ہوئے ہیں اور آپ سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کی توہین اور برائی کرنے سے باز آئیں اور یہ آپ کو آپ کے دین پر چلنے میں آزادی دے رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "چچا جان! کیا میں انہیں بہترین اور بڑی بھلائی کی طرف نہ بلاؤں"! ابوطالب نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا یہ ایک کلمہ کہہ دیں' صرف اس کے کہنے کی وجہ سے سارا عرب ان کے ماتحت ہو جائے گا اور سارے عجم پر ان کی حکومت ہو جائے گی۔ ابوجہل ملعون نے سوال کیا کہ اچھا بتلاؤ وہ ایسا کونسا کلمہ ہے؟ ایک نہیں ہم دس کہنے کو تیار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہو لَآ اِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰہُ بس یہ سننا تھا کہ شور و غل کر دیا اور کہنے لگے اس کے سوا جو تو مانگے ہم دینے کو تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم سورج کو بھی لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دو تو بھی میں تو تم سے اس کلمے کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اس بات کو سن کر سب لوگ غصے اور غضب سے وحشت ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے واللہ! ہم تجھے اور تیرے رب کو گالیاں دیں گے' جس نے تجھے یہ حکم دیا ہے۔ اب یہ چلے اور ان کے سردار یہ کہتے رہے کہ جاؤ اپنے دین پر اور اپنے معبودوں کی عبادت پر قائم رہو۔ معلوم ہو گیا کہ اس کا تو ارادہ ہی اور ہے' یہ تو بڑا بننا چاہتا ہے (ابن ابی حاتم وغیرہ)۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کے چلے جانے کے بعد حضور ﷺ نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ ہی اس کلمہ کو پڑھ لیجئے۔ اس نے کہا نہیں' میں تو اپنے باپ دادوں اور قوم کے بڑوں کے دین پر ہی رہوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو فرمایا کہ جسے تو چاہے ہدایت نہیں کر سکتا۔ اور روایت میں ہے کہ اس وقت ابوطالب بیمار تھے' اور اسی بیماری میں وہ مرے بھی۔ جس وقت حضور ﷺ تشریف لائے اس وقت ابوطالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ خالی تھی' باقی تمام گھر آدمیوں سے بھرا ہوا تھا تو ابوجہل خبیث نے خیال کیا کہ اگر آپ آ کر اپنے چچا کے پاس بیٹھ گئے تو زیادہ اثر ڈال سکیں گے۔ اس لئے یہ ملعون کود کر وہاں جا بیٹھا اور حضور ﷺ کو دروازہ کے پاس ہی بیٹھنا پڑا۔ حضور ﷺ نے جب ایک کلمہ کہنے کو کہا تو سب نے جواب دیا کہ ایک نہیں دس' ہم سب منتظر ہیں فرمایئے وہ کیا کلمہ ہے؟ اور جب کلمہ توحید آپ کی زبانی سنا تو کپڑے جھاڑتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے' اور کہنے لگے لو اور سنو! یہ تو سارے معبودوں کا ایک معبود بنا رہا ہے۔ اس پر یہ آیتیں ﴿عَـــذَابٌ﴾ تک اتریں۔ [1] امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو حسن کہتے ہیں۔ ہم نے تو یہ بات نہ اپنے دین میں دیکھی نہ نصرانیوں کے دین میں۔ بالکل غلط اور جھوٹ اور بے سند بات

---

[1] ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ص ۳۲۳۲ وسنده ضعيف اعمش مدلس راوی ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں۔ احمد، ۱/ ۳۶۲؛ نسائی، ٤٥٦؛ حاکم، ۲/ ٤٣٢۔

ہے۔ یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نظر ہی نہ آیا اور اس پر قرآن اتار دیا۔ جیسے اور آیت میں ان کا قول ہے ﴿لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ ❶ یعنی ان دونوں شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر قرآن کیوں نہ اتارا گیا؟ جس کے جواب میں جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ ''کیا یہ لوگ رب تعالیٰ کی رحمت کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ یہ تو اس قدر محتاج ہیں کہ ان کی اپنی روزیاں اور درجے بھی ہم تقسیم کرتے ہیں۔'' الغرض یہ اعتراض بھی انکی حماقت کا غرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ ہے ان کے شک کا نتیجہ اور وجہ یہ ہے کہ اب تک یہ پولی پولی کھاتے رہے ہیں۔ ہمارے عذابوں سے سابقہ نہیں پڑا۔ کل قیامت کے دن جب کہ دھکے دے کر جہنم میں گرائے جائیں گے اس وقت اپنی اس سرکشی کا مزہ پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان: پھر اللہ اپنا قبضہ اور اپنی قدرت ظاہر فرماتا ہے کہ جو وہ چاہے کرے' جسے چاہے جو کچھ چاہے عطا فرما دے' عزت اور ذلت اس کے ہاتھ میں ہے۔ ہدایت اور ضلالت اس کی طرف سے ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وحی نازل فرمائے اور جس کے دل پر چاہے اپنی مہر لگا دے۔ بندوں کے اختیار میں کچھ نہیں' وہ محض بے بس' بالکل لاچار اور سراسر مجبور ہیں۔ اسی لئے فرمایا ''کیا ان کے پاس اس بلند غالب وہاب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہیں؟'' یعنی نہیں ہیں جیسے فرمایا ﴿اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ﴾ ❷ الخ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی خدائی کا کوئی حصہ ان کے ہاتھ میں ہوتا تو یہ بخیل تو کسی کو ٹکڑا بھی نہ کھانے کو دیتے یا انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ کا فضل دیکھ کر حسد آ رہا ہے؟ ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وحکمت اور بہت بڑی سلطنت دی تھی۔ ان میں سے بعض تو ایمان لائے اور بعض ایمان سے رکے رہے جو بھڑکتی جہنم کے لقمے بنیں گے وہ آگ ہی انہیں کافی ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا﴾ ❸ یعنی اگر ''میرے رب تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے تمھاری ملکیت میں ہوتے تو تم تو کم ہو جانے کا خوف کر کے خرچ کرنے سے رک جاتے' انسان ہے ہی ناشکرا!''

قوم صالح نے بھی اپنے نبی علیہ السلام سے یہی کہا تھا کہ ﴿ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا﴾ ❹ الخ کیا ہم سب کو چھوڑ کر اسی پر ذکر اتارا گیا؟ نہیں بلکہ یہ کذاب اور شریر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کل کو معلوم کر لیں گے کہ ایسا کون ہے؟ پھر فرمایا کیا زمین وآسمان اور اس کے درمیان کی چیزوں پر ان کا اختیار ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر آسمانوں کی راہوں پر چڑھ جائیں' ساتویں آسمان پر پہنچ جائیں۔ یہ یہاں کا لشکر بھی عنقریب ہزیمت وشکست اٹھائے گا' اور مغلوب وذلیل ہوگا۔ جیسے اور بڑے بڑے گروہ حق سے ٹکرائے اور پاش پاش ہوگئے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ﴾ ❺ الخ یعنی کیا انکا قول ہے کہ ہم بڑی جماعت ہیں اور ہم ہی فتحیاب رہیں گے؟ سنو! انہیں ابھی ابھی شکست فاش ہوگی اور پیٹھ دکھاتے ہوئے بزدلی کے ساتھ بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہونگے۔ چنانچہ بدر والے دن اللہ تعالیٰ کی خدائی نے اللہ تعالیٰ کی باتوں کی سچائی اپنی آنکھوں آزمائی۔ اور ابھی انکے عذابوں کے وعدے کا دن تو آخرت کا دن ہے جو سخت کٹھن اور نہایت دہشتناک اور وحشت والا ہے۔

---

❶ ٤٣/ الزخرف:٣١۔ ❷ ٤/ النسآء:٥٣۔ ❸ ١٧/ الاسرآء:١٠٠۔
❹ ٥٤/ القمر:٢٥۔ ❺ ٥٤/ القمر:٤٤۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ﴿١٢﴾ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ
وَّأَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ ۚ أُولٰٓئِكَ الْأَحْزَابُ ﴿١٣﴾ إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿١٤﴾
وَمَا يَنظُرُ هٰٓؤُلَآءِ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا
قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾ اصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ ۖ
إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٧﴾ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ
مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾

ترجمہ: ان سے پہلے بھی قوم نوح اور عادیوں نے اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا تھا‘ [۱۲] اور ثمودیوں نے اور قوم لوط نے اور ایکہ کے رہنے والوں نے بھی‘ یہی بڑے لشکر تھے‘ [۱۳] ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے رسولوں کی تکذیب نہ کی ہو پس میری طرف کی سزا ان پر ثابت ہوگئی [۱۴] انہیں صرف ایک تند نعرے کا انتظار ہے جس میں کوئی توقف اور ڈھیل نہیں ہے۔ [۱۵] کہنے لگے کہ اے اللہ! ہماری سرنوشت تو ہمیں روز حساب سے پہلے ہی دے دے۔ [۱۶] تو ان کی باتوں پر صبر کر۔ اور ہمارے بندے داؤد (علیہ السلام) کو یاد کر‘ جو بڑی قوت والا تھا‘ یقیناً وہ بہت رجوع رہنے والا تھا۔ [۱۷] ہم نے پہاڑوں کو اس کے تابع کر رکھا تھا کہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح خوانی کریں۔ [۱۸] اور اڑتے جانور جمع ہو کر سب کے سب اس کے زیر فرمان رہتے۔ [۱۹] اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا اور اسے حکمت دی تھی اور بات کا فیصلہ سُجھا دیا تھا۔ [۲۰]

کفار کے مذاق پر صبر کرو: [آیت:۱۲۔۱۶] ان سب کے واقعات کئی مرتبہ بیان ہو چکے ہیں کہ کس طرح ان پر ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب الٰہی ٹوٹ پڑے۔ یہی وہ جماعتیں ہیں جو مال واولاد میں‘ قوت وطاقت میں‘ زور وزر میں‘ تمہارے زمانے کے ان حقیر کافروں سے بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ لیکن امر الٰہی کے آچکنے کے بعد انہیں کوئی چیز کام نہ آئی۔ پھر ان کی تباہی کی وجہ بیان ہوئی کہ یہ رسولوں کے دشمن تھے انہیں جھوٹا کہتے تھے۔ انہیں صرف صور کا انتظار ہے اور اس میں بھی کوئی دیر نہیں۔ بس وہ ایک آواز ہوگی کہ جس کے کان میں پڑی‘ بے ہوش اور بے جان ہو گیا‘ بجز ان لوگوں کے جنھیں رب تعالیٰ نے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ ﴿قِطَّ﴾ کے معنی کتاب اور حصے کے ہیں۔ مشرکین کی بے وقوفی اور ان کا عذابوں کو محال سمجھ کر اور نڈر ہو کر عذاب کے طلب کرنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ صحیح ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا اور کوئی دردناک عذاب آسمانی ہمیں پہنچا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنا جنت کا حصہ یہاں طلب کیا۔ اور یہ جو کچھ کہا یہ سب اسے جھوٹا سمجھنے اور محال جاننے کی وجہ سے تھا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ”جس خیر وشر کے وہ دنیا میں مستحق تھے اسے انہوں نے جلد طلب کیا۔“ ❶ یہی بات درست ہے۔ ضحاک اور اسماعیل کی تفسیر کا ماحصل بھی یہی ہے‘ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب اور تمسخر کے مقابلے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تعلیم دی اور سہار کی تلقین کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ کے احسانات: [آیت:۱۷۔۲۰] ﴿ذَا الْأَيْدِ﴾ سے مراد علمی اور عملی قوت والا ہے اور صرف قوت والے

❶ الطبری ۲۱/ ۱۶۵۔

کے معنیٰ بھی ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ﴾ ❶ الخ۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد اطاعت کی طاقت ہے۔ ❷ قتادہ کہتے ہیں: حضرت داؤد علیہ السلام کو عبادت کی قدرت اور اسلام کی فقہ عطا فرمائی گئی تھی۔ ❸ یہ مذکور ہے کہ آپ علیہ السلام ہر رات تہائی رات تک تہجد میں کھڑے رہتے تھے اور ایک دن بعد ایک دن ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤد علیہ السلام کی رات کی نماز اور انہی کے روزے تھے۔ آپ آدھی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ رات کا پھر سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن نہ رکھتے۔ اور دشمنان دین سے جہاد کرنے میں پیٹھ نہ دکھاتے۔'' ❹ اور اپنے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت ورجوع رکھتے۔ پہاڑوں کو ان کے ساتھ مسخر کر دیا تھا۔ آپ کے ساتھ سورج کے چمکنے کے وقت اور دن کے آخری وقت تسبیح بیان کرتے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ﴾ ❺ یعنی ''اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو ان کے ساتھ رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔'' اسی طرح پرندے بھی آپ کی آواز سن کر آپ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے لگ جاتے۔ اڑتے ہوئے پرندے پاس سے گزرتے اور آپ توراۃ پڑھتے ہوتے تو آپ علیہ السلام کے ساتھ ہی وہ بھی تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور پرواز ترک کر کے بیٹھ جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ضحیٰ یعنی اشراق کے وقت حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' میرا خیال ہے کہ یہ بھی وقت نماز ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾۔

عبداللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ضحیٰ کی نماز نہیں پڑھتے تھے تو ایک دن میں ان کو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے ہاں لے گیا اور کہا کہ آپ ان سے وہ حدیث بیان کیجئے جو آپ نے مجھ سے بیان فرمائی تھی۔ تو مائی صاحبہ نے فرمایا'' مکہ کے دن میرے گھر میں میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آنے کے بعد ایک برتن میں پانی بھروایا اور ایک کپڑے کا پردہ تان کر نہانے بیٹھ گئے۔ اس کے بعد گھر کے ایک کونے میں پانی چھڑک کر آٹھ رکعتیں صلوۃ الضحیٰ کی ادا کیں۔ ان میں قیام' رکوع' سجدہ اور جلوس سب تقریباً برابر تھے''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ حدیث سن کر جب وہاں سے نکلے تو فرمانے لگے'' پورے قرآن کو میں نے پڑھ لیا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ ضحیٰ کی نماز کیا ہے؟ آج مجھے معلوم ہوا کہ ﴿يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ والی آیت میں بھی اشراق سے مراد یہی ضحیٰ ہے''۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے اپنے اگلے قول سے رجوع کر لیا۔ ❻ اور پرندے بھی ہوا میں رک جاتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کی ماتحتی میں ان کی تسبیحوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اور اس کی سلطنت ہم نے مضبوط کر دی۔ بادشاہوں کو جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ہم نے اسے سب دے دیں۔ چار ہزار تو ان کی محافظ سپاہ تھی۔ اس قدر فوج تھی کہ ہر رات تینتیس ہزار فوجی پہرے پر چڑھتے تھے۔ لیکن جو آج کی رات آتے پھر سال بھر تک ان کی باری نہ آتی۔ چالیس ہزار آدمی ہر وقت ان کی خدمت میں مسلح تیار رہتے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے زمانہ میں دو بنی اسرائیلی شخصوں میں نزاع واقع ہوا' ایک نے دوسرے پر الزام لگایا کہ اس نے میری گائے غصب کر لی ہے۔ دوسرے نے اس جرم سے انکار کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی سے دلیل طلب کی مگر وہ ثبوت فراہم نہ کر سکا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تمہیں کل فیصلہ سنایا جائے گا۔ رات کو حضرت داؤد علیہ السلام کو خواب میں حکم ہوا کہ دعویدار کو قتل کر دو۔ صبح کو آپ علیہ السلام نے دونوں کو بلوایا اور حکم دیا کہ'' اس مدعی کو قتل کر دیا=

❶ ٥١/ الذّٰريٰت:٤٧۔ ❷ الطبری، ٢١/ ١٦٦۔ ❸ أیضا، ٢١/ ١٦٧۔

❹ صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب من نام عندا لسحر ١١٣١؛ صحیح مسلم، ١١٥٩۔

❺ ٣٤/ سبا:١٠۔ ❻ الطبری، ٢١/ ١٦٩؛ حاکم، ٤/ ٥٣ وسندہ ضعیف، سعید بن ابی عروبہ مدلس ہے۔

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: کیا تجھے جھگڑا کرنے والوں کی بھی خبر ہوئی؟ جب کہ وہ دیوار پھاند کر عبادت کی جگہ آ گئے۔[۲۱] جب یہ (حضرت) داؤد (علیہ السلام) کے پاس پہنچے یہ ان سے ڈر گئے۔ انہوں نے کہا خوف نہ کیجئے۔ ہم دونوں آپس ہی میں جھگڑا اور زیادتی کر رہے ہیں آپ (علیہ السلام) ہمارے درمیان حق حق فیصلہ کر دیجئے ناانصافی نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجئے۔[۲۲] سنئے یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس تو ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی ہے لیکن یہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اپنی یہ ایک بھی مجھ ہی کو دے دے[۲۳] اور مجھ پر بڑی تیزی اور سختی برتتا ہے۔ آپ (علیہ السلام) نے فرمایا اس کا اپنی اتنی دنبیوں کے ساتھ تیری ایک دنبی ملا لینے کا سوال بیشک ایک ظلم ہے اور اکثر ساجھی اور شریک ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے پر ظلم اور ستم کرتے ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور (حضرت) داؤد (علیہ السلام) سمجھ گئے کہ ہم نے انہیں آزمایا ہے پھر تو اپنے رب سے استغفار کرنے لگے اور عاجزی کرتے ہوئے گر پڑے اور پوری طرح رجوع ہو گئے۔[۲۴] پس ہم نے بھی اسے وہ معاف کر دیا یقیناً وہ ہمارے نزدیک بڑے مرتبہ والے اور بہت اچھے ٹھکانے والے ہیں۔[۲۵]

= جائے۔" اس نے کہا "اے اللہ تعالیٰ کے نبی! آپ میرے ہی قتل کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ اس نے میری گائے چرائی ہے۔" آپ نے فرمایا "یہ میرا حکم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور ناممکن ہے کہ یہ ٹل جائے لہذا تو تیار ہو جا"۔ تب اس نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے رسول! میں اپنے دعوے میں تو سچا ہوں کہ اس نے میری گائے غصب کر لی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے قتل کا حکم میرے اس مقدمہ کی وجہ سے نہیں کیا' اس کی وجہ اور ہی ہے اور اسے صرف میں ہی جانتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ آج رات میں نے اس شخص کو فریب سے قتل کر دیا ہے جس کا کسی کو علم نہیں۔ پس اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قصاص کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ اب تو حضرت داؤد علیہ السلام کی ہیبت ہر شخص کے دل میں بیٹھ گئی۔ ہم نے اسے حکمت دی تھی' یعنی فہم و عقل اور زیرکی و دانائی عدل و فراست کتاب اللہ اور اس کی اتباع' نبوت و رسالت وغیرہ اور جھگڑوں کے تصفیہ کا صحیح طریقہ یعنی گواہ لینا' قسم کھلوانا' مدعی کے ذمہ بار ثبوت ڈالنا' مدعی علیہ سے قسم لینا۔ [1] یہی طریقہ فیصلوں کے لئے انبیا علیہم السلام کا اور نیک لوگوں کا رہا اور یہی طریقہ اس امت میں رائج ہے۔ غرض حضرت داؤد علیہ السلام معاملہ کی تہہ کو پہنچ جاتے تھے اور حق و باطل' سچ اور جھوٹ میں صحیح اور کھرا امتیاز کر لیتے تھے۔ کلام بھی

[1] الطبری ۲۱/ ۱۷۲۔

آپ علیہ السلام کا صاف ہوتا تھا اور حکم بھی عدل کے مطابق ہوتا تھا۔ آپ علیہ السلام ہی نے اَمَّا بَعْدُ کا کہنا ایجاد کیا ہے۔ اور فصل الخطاب سے اس کی طرف بھی اشارہ ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا مشہور فیصلہ: [آیت: ۲۱۔۲۵] مفسرین نے یہاں پر ایک قصہ بیان کیا ہے لیکن اس کا اکثر حصہ بنواسرائیل کی روایتوں سے لیا گیا ہے، حدیث سے ثابت نہیں، ابن ابی حاتم میں ایک حدیث ہے لیکن وہ بھی ثابت نہیں کیونکہ اس کا ایک راوی یزید رقاشی ہے، گو وہ نہایت نیک شخص ہے لیکن ہے ضعیف۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ قرآن میں جو ہے اور جس پر یہ شامل ہے وہ حق ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا انھیں دیکھ کر گھبرانا اس وجہ سے تھا کہ وہ اپنے تنہائی کے خاص خلوت خانہ میں تھے اور پہرہ داروں کو منع کیا تھا کہ کوئی بھی آج اندر نہ آئے، اور یکا یک ان دونوں کو جو دیکھا تو گھبرا گئے۔

﴿عَـزَّنِـیْ﴾ سے مطلب بات چیت میں غالب آ جانا، دوسرے پر چھا جانا ہے حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے، پس وہ رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک پڑے۔ مذکور ہے کہ چالیس دن تک سجدے سے سر نہ اٹھایا۔ پس ہم نے اسے بخش دیا۔ یہ یاد رہے کہ جو کام عوام کے لئے نیکیوں کے ہوتے ہیں وہی کام خواص کے لئے بعض مرتبہ بدیوں کے بن جاتے ہیں۔ یہ آیت سجدے کی ہے یا نہیں؟ اس کی بابت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا جدید مذہب تو یہ ہے کہ یہاں سجدہ ضروری نہیں۔ یہ تو سجدۂ شکر ہے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ ''﴿صٓ﴾ ضروری سجدوں میں سے نہیں۔ ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے'' ❶ (بخاری وغیرہ)۔

سنن نسائی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سجدہ کر کے فرمایا ''یہ سجدہ حضرت داؤد علیہ السلام کا تو توبہ کے لئے تھا اور ہمارا شکر کے لئے ہے۔'' ❷ ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں اور نماز میں میں نے سجدے کی آیت تلاوت کی اور سجدہ کیا تو میرے ساتھ اس درخت نے بھی سجدہ کیا اور میں نے سنا کہ وہ یہ دعا مانگ رہا تھا۔ اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّضَعْ بِهَا عَنِّيْ وِزْرًا وَّاقْبَلْهَا مِنِّيْ كَمَا قَبِلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ یعنی اے اللہ! میرے اس سجدے کو تو میرے لئے اپنے پاس اجر اور خزانے کا سبب بنا اور اس سے تو میرا بوجھ ہلکا کر دے اور اسے مجھ سے قبول فرما۔ جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کے سجدے کو قبول فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور سجدے کی آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا اور اس سجدہ میں وہی دعا پڑھی جو اس شخص نے درخت کی دعا نقل کی تھی۔ ❸ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے سجدے پر یہ دلیل وارد کرتے ہیں کہ قرآن حکیم نے بتایا ہے، اس کی اولاد میں سے داؤد و سلیمان علیہما السلام ہیں جن کو ہم نے ہدایت کی تھی۔ پس تو اے نبی! ان کی ہدایت کی پیروی کر۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اقتدا کے لئے مامور تھے اور یہ صاف ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ سجدہ کیا۔ ❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب سجود القرآن، باب سجدة ص ١٠٦٩؛ أبن حبان، ٢٧٦٦؛ احمد، ١/ ٣٦٠۔

❷ نسائی، کتاب الإفتتاح، باب سجود القرآن السجود ١١ فی صٓ: ٩٥٨ وسنده صحیح؛ بیهقی، ٢/ ٣١٩؛ دارقطنی، ١/ ٤٠٧۔

❸ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول فی سجود القرآن، ٣٤٢٤ وسنده حسن؛ ابن ماجه ١٠٥٣۔

❹ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة صٓ، ٤٨٠٧۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾

ترجمہ: اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنا دیا' تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں' اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔[٢٦]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں سورۂ صٓ لکھ رہا ہوں۔ جب آیت سجدہ تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ قلم اور دوات اور میرے آس پاس کی تمام چیزوں نے سجدہ کیا۔ انہوں نے اپنا یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ پھر آپ اس آیت کی تلاوت کے وقت برابر سجدہ کرتے رہے" (مسند احمد) ❶

ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سورہ صٓ پڑھی اور سجدے کی آیت تک پہنچ کر منبر پر سے اترے اور سجدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی اور سب نے بھی سجدہ کیا۔ ایک اور مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سورت کی تلاوت کی' جب آیت سجدہ تک پہنچے تو لوگوں نے سجدہ کی تیاری کی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو ایک نبی کی توبہ کا سجدہ تھا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم سجدہ کے لئے تیار ہو گئے ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور سجدہ کیا۔ ❷ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اسے بخش دیا۔ قیامت کے دن اس کی بڑی قدر و منزلت ہو گی اور نبیوں اور عادلوں کا درجہ وہ پائیں گے۔ حدیث میں ہے کہ عادل لوگ نور کے منبروں پر رحمٰن کی داہنی جانب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ یہ عادل وہ ہیں جو اپنی اہل و عیال میں اور جنکے وہ مالک ہوں عدل و انصاف کرتے ہیں۔ ❸ اور حدیث میں ہے کہ "سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے دوست اور سب سے زیادہ اسکے مقرب وہ بادشاہ ہوں گے جو عادل ہوں اور سب سے زیادہ دشمن اور سب سے سخت عذاب میں وہ ہونگے جو حکمران ظالم ہوں" ❹ (ترمذی وغیرہ)۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قیامت کے دن حضرت داؤد علیہ السلام کو عرش کے پائے کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اے داؤد! جس پیاری دردناک' میٹھی اور جاذب آواز سے تم میری تعریفیں دنیا میں کرتے تھے' اب بھی کرو۔ آپ علیہ السلام فرمائیں گے' باری تعالیٰ! اب وہ آواز کہاں رہی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' میں نے وہی آواز آج تمہیں پھر عطا فرمائی۔ اب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دلکش اور دلربا آواز نکال کر نہایت وجد کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں گے۔ جسے سن کر جنتی اور نعمتوں کو بھی بھول جائیں گے اور یہ سریلی آواز اور نورانی گلا ان کو سب نعمتوں سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کر دے گا۔

حکمران اللہ کے حکم کے پابند ہیں: [آیت:٢٦] اس آیت میں بادشاہوں اور ذی اختیار لوگوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ عدل و انصاف =

❶ احمد ٣/ ٧٨ وسندہ ضعیف یہ روایت منقطع ہے بکر بن عبداللہ المزنی نے سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ حاکم ٢/ ٤٣٢؛ بیهقی ٢/ ٣٢٠۔ ❷ ابوداود، کتاب سجود القرآن، باب السجود فی ص ١٤١٠ وهو حسن؛ حاکم، ٢/ ٤٣١؛ ابن حبان، ٢٧٦٥۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضیلة الامیر العادل و عقوبة الجائر، ١٨٢٧۔

❹ ترمذی، کتاب الاحکام، باب ما جاء فی الإمام العادل ١٣٢٩ وسندہ ضعیف؛ احمد، ٣/ ٢٢ اس کی سند میں عطیہ بن سعد العوفی ضعیف و مدلس راوی ہے۔(المیزان، ٣/ ٧٩ رقم: ٥٦٦٧)

ترجمہ: ہم نے آسمان وزمین اوران کے درمیان کی چیزوں کو باطل اور ناحق پیدا نہیں کیا' یہ گمان تو کافروں کا ہے۔سو کافروں کے لئے خرابی ہے آگ کی۔[۲۷] کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے برابر کر دیں گے جو ہمیشہ زمین میں فساد مچاتے رہے۔یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟[۲۸] یہ بابرکت کتاب جسے ہم نے تیری طرف اس لئے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں' اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کر لیں۔[۲۹]

= کے ساتھ قرآن وحدیث کے مطابق فیصلے کیا کریں ورنہ راہ الٰہی سے بھٹک جائیں گے۔اور جو بھٹک کر اپنے حساب کے دن کو بھول جائے وہ سخت عذابوں میں مبتلا ہوگا۔حضرت ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے بادشاہ وقت ولید بن عبدالملک نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ خلیفہ وقت سے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب لیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ سچ بتا دوں! خلیفہ نے کہا ضرور سچ ہی بتلاؤ اور آپ کو ہر طرح امن ہے۔فرمایا اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ سے بہت بڑا درجہ حضرت داؤد علیہ السلام کا تھا اور انہیں خلافت کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی دے رکھی تھی۔لیکن باوجود اس کے' کتاب اللہ ان سے کہتی ہے ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا﴾ الخ۔عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے یوم الحساب کو سخت عذاب ہیں' ان کے بھول جانے کے باعث۔ ❶ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے یوم الحساب کے لئے اعمال جمع نہیں کئے۔ ❷ آیت کے لفظوں سے اسی قول کو زیادہ مناسبت ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اللہ نے کوئی چیز بے کار نہیں بنائی: [آیت:۲۷۔۲۹] ارشاد ہے کہ مخلوق کی پیدائش عبث اور بے کار نہیں یہ سب عبادت خالق کے لئے پیدا کی گئی ہے۔پھر ایک وقت آنے والا ہے کہ ماننے والوں کی سربلندی کی جائے اور نہ ماننے والوں کو سخت سزا دی جائے۔ کافروں کا خیال ہے کہ ہم نے انہیں یونہی پیدا کر دیا ہے دار آخرت اور دوسری زندگی کوئی چیز نہیں' یہ غلط ہے۔ان کافروں کو قیامت کے دن بڑی خرابی ہوگی۔کیونکہ اس آگ میں انہیں جلنا پڑے گا جو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے دھونکا رکھی ہے۔یہ ناممکن ہے اور ان ہونی بات ہے کہ مؤمن کو مفسد کو اور پرہیزگار اور بدکار کو ایک جیسا کر دیں۔اگر قیامت آنے والی ہی نہ ہو تب تو یہ دونوں انجام کے لحاظ سے یکساں ہی رہے۔حالانکہ یہ خلاف انصاف ہے۔قیامت ضرور آئے گی' نیک کار جنت میں اور گنہگار جہنم میں جائیں گے۔پس عقلی اقتضا بھی دار آخرت کے ثبوت کو ہی چاہتا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ظالم پاپی اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے راندہ ہوا دنیا میں خوش وقت ہے' مال' اولاد فراخ دستی اور تندرستی سب کچھ اس کے پاس ہے اور ایک مؤمن متقی پاک دامن ایک ایک پیسے سے تنگ اور ایک ایک راحت سے دور ہے تو حکمت علیم وحکیم وعادل کا اقتضا یہ تھا کہ کوئی ایسا وقت بھی آئے کہ اس نمک حرام سے اس کی =

❶ الطبری ۲۱/۱۸۹۔ ❷ ایضاً۔

ترجمہ: ہم نے داود (علیہ السلام) کو سلیمان (علیہ السلام) نامی فرزند عطا فرمایا جو بڑا اچھا بندہ تھا اور بے حد رجوع رہنے والا تھا۔[٣٠] ان کے سامنے شام کے وقت تیز رو خاصے کے گھوڑے پیش کئے گئے[٣١] تو کہنے لگے میں نے اپنے پروردگار کی یاد پر ان گھوڑوں کی محبت کو ترجیح دی۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔[٣٢] ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ پھر تو پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔[٣٣]

= اس کی نمک حرامی کا بدلہ لیا جائے' اور اس صابر و شاکر فرماں بردار کی نیکیوں کا اسے بدلہ دیا جائے' اور یہی دار آخرت میں ہونا ہے پس ثابت ہوا کہ اس جہان کے بعد ایک جہان یقیناً ہے۔ چونکہ یہ پاک تعلیم قرآن سے ہی حاصل ہوئی ہے اور اس نیکی کا رہبر یہی ہے' اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ مبارک کتاب ہم نے تیری طرف نازل فرمائی ہے تاکہ لوگ اسے سمجھیں اور ذی عقل لوگ اس سے نصیحت حاصل کر سکیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس نے قرآن کے الفاظ حفظ کر لئے اور قرآن پر عمل نہیں کیا اس نے قرآن میں تدبر و غور بھی نہیں کیا۔'' لوگ کہتے ہیں ہم نے پورا قرآن پڑھ لیا' لیکن قرآن کی ایک نصیحت یا قرآن کے ایک حکم کا نمونہ ان میں نظر نہیں آتا۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اصل چیز غور و خوض اور نصیحت و عبرت اور عمل ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ: [آیت:٣٠-٣٣] اللہ تعالیٰ نے جو ایک بڑی نعمت حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی اس کا ذکر فرما رہا ہے کہ انکی نبوت کا وارث ان کے لڑکے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کر دیا۔ اسی لئے صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کیا ورنہ ان کی اور اولادیں بھی تھیں۔ ایک سو عورتیں آپ کی لونڈیوں کے علاوہ تھیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ ❶ حضرت داؤد کے وارث حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے' یعنی نبوت آپ کے بعد انہیں ملی۔ یہ بھی بڑے اچھے بندے تھے۔ یعنی خوب عبادت گزار تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے تھے۔ مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''جناب داؤد نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ آپ سے چند سوالات کئے اور ان کے معقول جوابات پاکر فرمایا کہ آپ نبی اللہ ہیں۔ پوچھا کہ سب سے اچھی چیز کیا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کی سکینت اور ایمان۔ پھر پوچھا کہ سب سے بری چیز کیا ہے؟ سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا کہ ایمان کے بعد کفر۔ پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ میٹھی چیز کیا ہے؟ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت۔ پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ ٹھنڈک والی چیز کیا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا لوگوں سے درگزر کرنا' اور لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دینا۔'' (ابن ابی حاتم) حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ان کی بادشاہت کے زمانہ میں ان کے گھوڑے پیش کئے گئے جو بہت تیز رفتار تھے اور تین پیروں پر کھڑے رہتے تھے اور ایک پیر کچھ یونہی سا زمین پر ٹکتا تھا۔ ❷ ایک یہ بھی ہے کہ یہ پردار گھوڑے تھے جو تعداد میں بیس تھے۔ ابراہیم تیمی نے گھوڑوں کی تعداد بیس ہزار بتائی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ابوداؤد میں ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک یا خیبر کے سفر سے واپس آئے تھے گھر میں تشریف فرما تھے جو تیز ہوا کے جھونکے سے گھر میں ایک کونے کا پردہ ہٹ گیا۔ وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کھیلنے کی گڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر بھی پڑ گئی۔ دریافت

❶ ٢٧/ النمل:١٦۔ ❷ الطبری ٢١/ ١٩٢۔

فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ میری گڑیاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ بیچ میں ایک گھوڑا سا بنا ہوا ہے' جس کے دو پر بھی کپڑے کے لگے ہوئے ہیں۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا' گھوڑا ہے۔ فرمایا اور یہ اس کے اوپر دونوں طرف چیتھڑے کے کیا بنے ہوئے ہیں؟ کہا یہ دونوں اس کے پر ہیں۔ فرمایا: گھوڑا بھی اچھا ہے اور اس کے پر بھی۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پردار گھوڑے تھے؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ کے آخری دانت دکھائی دینے لگے۔'' ❶ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے دیکھنے بھالنے میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ عصر کی نماز کا خیال ہی نہ رہا۔ بالکل بھول گئے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے موقعہ پر ایک دن لڑائی کی مشغولی کی وجہ سے عصر کی نماز نہ پڑھ سکے اور مغرب بعد ادا کی۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ ''سورج کے ڈوبنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار قریش کو برا کہتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے'' حضور! میں تو عصر کی نماز بھی نہ پڑھ سکا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی اب تک ادا نہیں کر سکا۔ چنانچہ ہم بطحان میں گئے وہاں وضو کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور پھر مغرب پڑھی۔'' ❷ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دین سلیمان علیہ السلام میں جنگی مصالح کی وجہ سے تاخیر نماز جائز ہو اور یہ جنگی گھوڑے تھے جن کو اسی مقصد سے رکھا تھا۔

چنانچہ بعض علما نے یہ بھی کہا ہے کہ صلوۃ خوف کے جاری ہونے سے پہلے یہی حال تھا۔ بعض کہتے ہیں جب تلواریں تنی ہوئی ہوں اور لشکر بھڑ گئے ہوں اور نماز کے لئے رکوع و سجود کا امکان ہی نہ ہو تب یہ حکم ہے۔ جیسے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تستر کی فتح کے موقع پر کیا تھا۔ ❸ لیکن ہمارا پہلا قول ہی ٹھیک ہے اس لئے کہ اس کے بعد ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان گھوڑوں کو دوبارہ طلب کرنا وغیرہ بیان ہوا ہے۔ انہیں کاٹ ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میرے رب تعالیٰ کی عبادت سے مجھے اس چیز نے غافل کر دیا۔ میں ایسی چیز ہی نہیں رکھنے کا۔ ❹ چنانچہ ان کی کوچیں کاٹ دی گئی اور ان کی گردنیں ماری گئیں۔ ❺ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ علیہ السلام نے گھوڑوں کی پیشانی کے بالوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرا۔ ❻

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کہ ''بلا وجہ جانوروں کو ایذا پہنچانا ممنوع ہے' ان جانوروں کا قصور نہ تھا جو انہیں کٹوا دیتے۔'' لیکن میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے یہ بات ان کی شرع میں جائز ہو۔ خصوصاً ایسے وقت جب کہ وہ یاد الٰہی میں حارج ہوئے اور نماز کا وقت نکل گیا تو دراصل یہ غصہ بھی اللہ کے لئے تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان گھوڑوں سے بھی تیز اور ہلکی چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی' یعنی ہوا ان کے تابع کر دی۔ حضرت ابو قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو دہماء رحمۃ اللہ علیہ اکثر حج کیا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں ہماری ایک بدوی سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے بہت کچھ دینی تعلیم دی' اس میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر تو جس چیز کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔'' ❼

---

❶ ابوداود، کتاب الأدب، باب اللعب بالبنات ٤٩٣٢ وسندہ حسن؛ ابن حبان، ٥٨٦٤؛ بیهقی، ١٠/ ٢١٩۔

❷ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب من صلّی بالناس جماعة بعد ذهاب الوقت ٥٩٦؛ صحیح مسلم، ٦٣١؛ ترمذی، ١٨٠۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الخوف، باب الصلاۃ عند مناهضة الحصون......قبل حدیث ٩٤٥۔

❹ الطبری، ٢١/ ١٩٥۔ ❺ أیضًا۔

❻ أیضًا، ٢١/ ١٩٦۔ ❼ احمد ٥/ ٧٨ وسندہ صحیح۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا پھر اس نے رجوع کیا۔[۳۴] کہا کہ اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے سوا کسی شخص کے لائق نہ ہو۔ تو بڑا ہی دینے والا ہے۔[۳۵] بس ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا وہ آپ (علیہ السلام) کے حکم سے جہاں آپ (علیہ السلام) چاہتے بہ نرمی پہنچا دیا کرتی تھی۔[۳۶] اور طاقتور جنات کو بھی ان کا ماتحت کر دیا ہر عمارت بنانیوالے کو اور غوطہ خور کو[۳۷] اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے۔[۳۸] یہ ہے ہمارا عطیہ اب تو احسان کر یا روک رکھ کچھ حساب نہیں۔[۳۹] انکے لئے ہمارے پاس بڑا نزدیکی کا مرتبہ ہے اور بہت اچھا ٹھکانا ہے۔[۴۰]

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش اور اختیارات: [آیت: ۳۴۔۴۰] ہم نے حضرت سلیمان کا امتحان لیا اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا یعنی شیطان۔ پھر وہ اپنے تخت و تاج کی طرف لوٹ آئے۔ اس شیطان کا نام صخر تھا یا آصف تھا یا صرد تھا یا حقیق تھا۔ یہ واقعہ اکثر مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ کسی نے بہت تفصیل کے ساتھ کسی نے اختصار کے ساتھ۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم ہوا کہ اس طرح بناؤ کہ لوہے کی آواز بھی نہ سنی جائے' آپ نے ہر چند تدبیریں کیں لیکن کارگر نہ ہوئیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے سنا کہ سمندر میں ایک شیطان ہے جس کا نام صخر ہے وہ تو البتہ ایسی ترکیب بتا سکتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کو کسی طرح لاؤ۔ ایک دریا سمندر میں ملتا تھا۔ ہر ساتویں دن اس میں لبالب پانی آ جاتا تھا اور یہی پانی یہ شیطان پیتا تھا۔ اس کا پانی نکال دیا گیا اور بالکل خالی کر دیا گیا اور بالکل خالی کر کے پانی کو بند کر کے اس کے آنے والے دن اسے شراب سے پر کر دیا گیا۔ یہ جب آیا اور یہ حال دیکھا تو کہنے لگا' ہے تو یہ مزے کی چیز ہے لیکن دشمن کی عقل ہے' جہالت کو ترقی دینے والی چیز ہے۔ چنانچہ وہ پیاسا ہی چلا گیا۔ جب پیاس کی شدت ہوئی تو مجبوراً یہ سب کچھ کہتے ہوئے پینا ہی پڑا۔ اب عقل جاتی رہی اور اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی دکھائی گئی یا مونڈھوں کے درمیان اس سے مہر لگا دی گئی' یہ بے بس ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت اسی انگوٹھی کی وجہ سے تھی۔ جب یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے اسے اس کام کے سرانجام دینے کا حکم دیا۔ یہ گیا اور ہدہد کے انڈے لے آیا اور انہیں جمع کر کے رکھ کر ان پر شیشہ رکھ دیا۔ ہدہد آیا' اس نے اپنے انڈے دیکھے' چاروں طرف گھوما لیکن دیکھا کہ ہاتھ نہیں آ سکتے' اڑ کر واپس چلا گیا اور الماس لے آیا اور اس کو اس شیشے پر رکھ کر شیشے کو کاٹنا شروع کیا۔ آخر وہ کٹ گیا اور وہ اپنے انڈے لے گیا۔ اس الماس کو لے لیا گیا اور پھر اسی سے پتھر کاٹ کاٹ کر تعمیر شروع ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت الخلاء میں یا حمام میں جاتے تو انگوٹھی اتار جاتے۔ ایک دن حمام جانا تھا اور یہ شیطان

آپ کے ساتھ تھا۔ آپ علیہ السلام اس وقت فرض غسل کے لئے جا رہے تھے' انگوٹھی اسی کو سونپ دی اور چلے گئے اس نے انگوٹھی سمندر میں پھینک دی اور شیطان پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل ڈال دی گئی اور آپ سے تخت و تاج چھن گیا۔ سب چیزوں پر شیطان نے قبضہ کر لیا بجز آپ علیہ السلام کی بیویوں کے۔ اب اس سے بہت سی غیر معروف باتیں بھی ظہور میں آنے لگیں۔ تو اس زمانے میں ایک صاحب تھے' جو ایسے ہی تھے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے کہا بھئی آزمائش کرنی چاہئے مجھے تو یہ شخص سلیمان علیہ السلام نہیں معلوم ہوتا۔ چنانچہ ایک روز انہوں نے سوال کیا' کیوں جناب! اگر کوئی شخص رات کو جنبی ہو جائے اور سردی ہونے کی وجہ سے وہ سورج کے طلوع ہوتے تک غسل نہ کرے' تو کیا کوئی حرج تو نہیں؟ اس نے جواب دیا ہرگز نہیں' چالیس دن تک یہ تخت سلیمان پر رہا۔ پھر آپ علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی مل گئی۔ ہاتھ میں پہنتے ہی پھر تمام چیزیں آپ علیہ السلام کی مطیع ہو گئیں' اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک سو بیویاں تھیں' آپ علیہ السلام کو سب سے زیادہ اعتبار ان میں سے ایک بیوی پر تھا جنکا نام جرادہ تھا۔ جب جنبی ہوتے یا رفع حاجت کے لئے جاتے تو اپنی انگوٹھی ان ہی کو سونپ جاتے۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام پاخانے گئے' پیچھے سے ایک شیطان آپ علیہ السلام ہی کی صورت بنا کر آیا اور بیوی صاحبہ سے انگوٹھی طلب کی' آپ نے دیدی۔ یہ اس کو لیتے ہی تخت پر بیٹھ گیا۔ اب جو حضرت سلیمان آئے اور انگوٹھی طلب کی' تو بیوی صاحبہ نے کہا آپ انگوٹھی تو لے گئے۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے نہایت پریشان حالی سے محل سے نکل گئے۔ اس شیطان نے چالیس دن تک حکومت کی لیکن احکام کی تبدیلی کو دیکھ کر علما نے سمجھ لیا کہ یہ سلیمان علیہ السلام نہیں۔ چنانچہ ان علما کی جماعت آپ علیہ السلام کی بیویوں کے پاس آئی اور ان سے کہا یہ کیا معاملہ ہے؟ ہمیں سلیمان علیہ السلام کی ذات پر شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ اگر یہ واقعی سلیمان ہیں تو ان کی عقل جاتی رہی ہے یا یہ کہ سلیمان علیہ السلام نہیں' ورنہ ایسے خلاف شرع احکام نہ دیتے۔ عورتیں یہ سن کر رونے لگیں' اور یہ لوگ وہاں سے واپس آ گئے اور تخت کے ارد گرد اسے گھیر کر بیٹھ گئے اور توراۃ کھول کر اس کی تلاوت شروع کر دی' یہ خبیث شیطان کلام اللہ تعالیٰ سے بھاگا اور انگوٹھی سمندر میں پھینک دی جسے ایک مچھلی نگل گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام یوں ہی اپنے دن گزارتے تھے۔ ایک مرتبہ سمندر کے کنارے نکل گئے بھوک بہت لگی ہوئی تھی۔ ماہی گیروں کو مچھلیاں پکڑتے ہوئے دیکھ کر ان کے پاس آ کر ان سے ایک مچھلی مانگی اور اپنا نام بھی بتایا' اس پر بعض لوگوں کو بڑا طیش آیا کہ دیکھو بھیک منگا اپنے آپ کو سلیمان علیہ السلام بتاتا ہے۔ انہوں نے آپ علیہ السلام کو مارنا پیٹنا شروع کیا۔ آپ علیہ السلام زخمی ہو گئے اور ایک کنارے جا کر اپنے زخم کا خون دھونے بیٹھے۔ بعض ماہی گیروں کو رحم آ گیا کہ ایک سائل کو خواہ مخواہ مارا۔ جاؤ بھئی اسے دو مچھلیاں دے آؤ! بھوکا ہے بھون کھائے گا چنانچہ وہ مچھلیاں آپ کو دے آئے۔ بھوک کی وجہ سے آپ علیہ السلام اپنے زخموں کو اور خون کو تو بھول گئے اور جلدی سے مچھلی کا پیٹ چاک کرنے بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مچھلی کے پیٹ سے وہ انگوٹھی نکلی۔ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور انگوٹھی انگلی میں ڈال لی۔ اسی وقت پرندوں نے آ کر آپ علیہ السلام پر سایہ کر لیا اور لوگوں نے پہچان لیا اور آپ علیہ السلام سے عذر معذرت کرنے لگے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ سب امر ربی تھا' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان تھا۔ آپ علیہ السلام تشریف لے آئے اور اپنے تخت پر بیٹھ گئے اور حکم دیا کہ اس شیطان کو جہاں بھی وہ ہو گرفتار کر لاؤ' چنانچہ اس کو قید کر لیا گیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے ایک لوہے کے صندوق میں بند کیا اور قفل لگا کر اس پر اپنی مہر لگا دی اور سمندر میں پھنکوا دیا جو قیامت تک وہیں قید رہے گا' اس کا نام حقیق تھا۔ آپ علیہ السلام کی یہ دعا کہ مجھے ایسا ملک عطا فرمایا جائے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو' یہ بھی پوری ہوئی اور ہوائیں آپ علیہ السلام کے تابع کر دی گئیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی

ہے کہ ایک شیطان سے جس کا نام آصف تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تم لوگوں کو کس طرح فتنے میں ڈالتے ہو؟ اس نے عرض کیا ذرا مجھے اپنی انگوٹھی دکھاؤ میں ابھی آپ علیہ السلام کو دکھاتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے انگوٹھی دیدی اور اس نے اسے سمندر میں پھینک دیا اور خود تخت وتاج کا مالک بن بیٹھا اور آپ علیہ السلام کے لباس میں لوگوں کو راہِ اللہ سے ہٹانے لگا الخ۔ یادر ہے کہ یہ سب واقعات بنی اسرائیل کے بیان کردہ ہیں اور ان سب سے زیادہ منکر واقعہ وہ ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے اور جو اوپر بیان ہوا۔ جس میں آپ علیہ السلام کی بیوی صاحبہ حضرت جرادہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آخر نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ لڑکے آپ علیہ السلام کو پتھر مارتے تھے۔ آپ علیہ السلام کی بیویوں سے علمانے جب تفتیش کی تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہمیں بھی اس کے سلیمان علیہ السلام ہونے سے انکار ہے کیونکہ وہ حالت حیض میں ہمارے پاس آتا ہے' شیطان کو جب معلوم ہوا کہ راز کھل گیا ہے' تو اس نے جادو کی اور کفر کی کتابیں لکھوا کر کرسی تلے دفن کردیں' اور پھر لوگوں کے سامنے انہیں نکلوا کر ان سے کہا دیکھو ان کتابوں کی بدولت سلیمان تم پر حکومت کررہا تھا۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کو کافر کہنا شروع کردیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمندر کے کنارے مزدوری کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے بہت سی مچھلیاں خریدیں مزدور کو بلایا، آپ پہنچے۔ اس نے کہا کہ یہ اٹھالو! پوچھا مزدوری کیا دو گے؟ اس نے کہا کہ اس میں سے ایک مچھلی تجھے دیدوں گا۔ آپ علیہ السلام نے ٹوکرا سر پر رکھا اور اس کے یہاں پہنچا دیا۔ اس نے ایک مچھلی دے دی۔ آپ علیہ السلام نے اسے لیا پیٹ چاک کرتے ہی وہ انگوٹھی نکل پڑی۔ پہنتے ہی کل شیاطین' جن انسان پھر تابع ہو گئے اور جھرمٹ باندھ کر حاضر ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نے ملک پر قبضہ کیا اور اس شیطان کو سخت سزا دی۔ پس ﴿ثُمَّ اَنَابَ﴾ سے مراد شیطان جو مسلط کیا گیا تھا اس کا لوٹنا ہے۔ اس کی اسناد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک ہے۔ یہ سند قوی تو ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اہل کتاب سے لیا ہے۔ یہ بھی اُس وقت جبکہ ہم اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مان لیں۔ اہل کتاب کی ایک جماعت حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبی نہیں مانتی تھی تو عجب نہیں کہ یہ بیہودہ قصہ اسی خبیث جماعت کا گھڑا ہوا ہو۔ اس میں تو وہ چیزیں بھی ہیں جو بالکل ہی منکر ہیں۔ خصوصاً اس شیطان کا آپ علیہ السلام کی عورتوں کے پاس جانا۔ اور ائمہ رحمہم اللہ نے بھی ایسے ہی قصے بیان تو کئے ہیں لیکن اس بات کا سب نے انکار کیا ہے اور کہا کہ جن حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویوں کے پاس نہیں جاسکا اور نبی کے گھرانے کی عورتوں کی عصمت وشرافت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے ان واقعات کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے لیکن سب کی اصل یہی ہے کہ وہ بنی اسرائیل اور اہل کتاب سے لئے گئے ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی عسقلان میں پائی تھی اور بیت المقدس تک تواضعاً آپ پیدل چلے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے صفت سلیمان علیہ السلام میں کعب احبار رحمہ اللہ سے ایک عجیب خبر روایت کی ہے۔ ابواسحاق مصری کہتے ہیں کہ جب ﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ ❶ کے قصے سے حضرت کعب رحمہ اللہ نے فراغت حاصل کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا' ابواسحاق! آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کا ذکر بھی کیجئے تو فرمایا کہ وہ ہاتھی دانت کی تھی۔ دُرّ و یاقوت' زبرجد اور لُؤلُؤ سے مُرصّع تھی اور چاروں طرف اس کے سونے کے کھجور کے درخت بنے ہوئے تھے۔ جن کے خوشے بھی موتیوں کے تھے' ان میں جو داہنی جانب تھے ان کے سرے پر سونے کے مور تھے' اور بائیں طرف والوں پر گدھ تھے اور وہ بھی سونے کے تھے۔ اس کرسی کے پہلے درجے پر داہنی جانب دو درخت صنوبر کے سونے کے تھے اور بائیں جانب دو شیر سونے کے بنے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر دو ستون

❶ ۸۹/ الفجر:۷۔

زبرجد کے تھے اور کرسی کے دونوں جانب انگور کی سنہری بیلیں تھیں جو کرسی کو ڈھانپے ہوئے تھیں اسکے خوشے بھی سرخ موتی کے تھے پھر کرسی کے اعلیٰ درجے پر دو شیر سونے کے بہت بڑے بنے ہوئے تھے جن کے اندر خول تھا ان میں مشک وعنبر بھرا رہتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب کرسی پر آتے تو یہ شیر حرکت کرتے اور ان کے گھومنے سے ان کے اندر سے مشک وعنبر چاروں طرف چھڑک دیا جاتا۔ پھر دو منبر سونے کے بچھا دیئے جاتے۔ ایک آپ علیہ السلام کے وزیر کا اور ایک اس وقت کے سب سے بڑے عالم کا۔ پھر کرسی کے سامنے ستر منبر سونے کے اور بچھا دیئے جاتے جن پر بنو اسرائیل کے قاضی ان کے علما اور ان کے سردار بیٹھتے۔ ان کے پیچھے پینتیس منبر سونے کے اور ہوتے تھے جو خالی رہا کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب تشریف لاتے تو پہلے زینے پر قدم رکھتے ہی کرسی ان تمام چیزوں سمیت گھوم جاتی شیر اپنا داہنا قدم آگے بڑھا دیتا اور گدھ اپنا بایاں پر پھلا دیتا جب دوسرے درجے پر قدم رکھتے تو شیر اپنا بایاں ہاتھ پھلا دیتے اور گدھ اپنا داہنا پر۔ جب آپ علیہ السلام تیسرے درجے پر چڑھ جاتے اور کرسی پر بیٹھ جاتے تو ایک بڑا گدھ آپ کا تاج لے کر آپ علیہ السلام کے سر پر رکھتا پھر کرسی تیزی سے گھومتی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا' آخر اس کی کیا وجہ؟ فرمایا وہ ایک سونے کی لاٹ پر تھی' جو صخر نامی جن نے بنائی تھی۔ اس کے گھومتے ہی نیچے والے مور گدھ وغیرہ سب اوپر آ جاتے اور سر جھکاتے' پروں کو پھڑ پھڑاتے' جس سے آپ علیہ السلام کے جسم پر مشک وعنبر کا چھڑکاؤ ہو جاتا۔ پھر ایک سونے کا کبوتر توراۃ اٹھا کر آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں دیتا جسے آپ علیہ السلام تلاوت فرماتے' لیکن یہ روایت بالکل غریب ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ایسا ملک دے کہ مجھ سے کوئی دوسرا اس کو چھین نہ سکے جیسے کہ اس جسم کا واقعہ ہوا جو آپ علیہ السلام کی کرسی پر ڈال دیا گیا تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ دوسروں کے لئے ایسے ملک کے نہ ملنے کی دعا کرتے ہوں' لیکن جو بعض لوگوں نے یہ معنیٰ لئے ہیں وہ کچھ ٹھیک نہیں نظر آتے' بلکہ صحیح مطلب یہی ہے کہ آپ علیہ السلام کی دعا کا یہی مطلب تھا کہ مجھے ایسا ملک اور سلطنت دی جائے کہ میرے بعد پھر کسی اور شخص کو ایسی سلطنت نہ ملے۔ یہی آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے اور یہی احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''ایک سرکش جن نے گزشتہ شب مجھ پر زیادتی کی اور میری نماز بگاڑ دینی چاہی لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے چاہا کہ میں اسے مسجد کے اس ستون سے باندھ دوں تا کہ صبح تم سب اسے دیکھو لیکن اسی وقت مجھے میرے بھائی (حضرت) سلیمان کی دعا یاد آ گئی۔''

راوی حدیث حضرت روح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ذلیل وخوار کر کے چھوڑ دیا۔ ❶ اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہوئے تو ہم نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ)) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا ((اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ)) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اپنا ہاتھ بڑھایا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو لینا چاہتے ہیں۔ جب فارغ ہوئے تو ہم نے آپ سے ان دونوں باتوں کی وجہ پوچھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس آگ لے کر میرے منہ میں ڈالنے کے لئے آیا تو میں نے تین مرتبہ اعوذ پڑھی' پھر تین مرتبہ اس پر لعنت بھیجی' لیکن وہ پھر بھی نہ ہٹا پھر میں نے چاہا کہ اس کو پکڑ کر باندھ دوں تا کہ مدینے کے لڑکے اس سے کھیلیں۔ اگر ہمارے بھائی (حضرت) سلمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو میں یہی کرتا۔'' ❷ حضرت عطا بن یزید لیثی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوعبید نے ان کے سامنے سے گزرنا چاہا انہوں نے انہیں اپنے ہاتھ سے روک

---

❶ صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة ص باب قوله ﴿وهب لي ملكا لا ينبغي لأحد من بعدى انك أنت الوهاب﴾ ٤٨٠٨؛ صحيح مسلم، ٥٤١؛ ابن حبان، ٢٣٤٩۔ ❷ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب جواز لعن الشيطان في اثناء الصلاة...... ٥٤٢؛ ابن حبان، ١٩٧٩؛ بيهقى، ٢/ ٢٦٣۔

دیا۔ پھر فرمایا مجھ سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا۔ قرأت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خلط ملط ہوگئی تو فارغ ہو کر فرمایا'' کاش تم دیکھتے کہ میں نے ابلیس کو پکڑ لیا تھا اور اس قدر اس کا گلا گھونٹا کہ اس کے منہ کے جھاگ میری شہادت کی اور بیچ کی انگلی پر پڑے۔ اگر میرے بھائی (حضرت) سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو وہ صبح ہوتے ہی اس مسجد کے ستون سے بندھا ہوا ملتا اور مدینہ کے بچے اس کو ستاتے ہوتے۔ تم سے جہاں تک ہو سکے اس بات کا خیال رکھو کہ نماز کی حالت میں تمہارے سامنے سے کوئی گزرنے نہ پائے۔'' ❶ (مسند احمد)

اور حدیث میں ہے کہ ربیعہ بن یزید بن عبداللہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے پاس طائف کے ایک باغ میں گیا جس کا نام رہط تھا۔ آپ اس وقت ایک قریشی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے جو زانی اور شرابی تھا۔ میں نے ان سے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ جو ایک گھونٹ شراب پئے گا اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہ فرمائے گا اور برا آدمی وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی برا ہو گیا ہے' جو شخص صرف نماز ہی کی نیت سے بیت المقدس کی مسجد میں جائے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا۔ وہ شرابی شخص جس کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے تھے وہ تو شراب کا ذکر سنتے ہی جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا۔ اب حضرت عبداللہ نے فرمایا کسی کو حلال نہیں کہ میرے ذمے وہ بات منسوب کرے جو میں نے نہ کی ہو۔ میں نے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سنا ہے کہ ''جو شخص شراب کا ایک گھونٹ بھی پی لے' اس کی چالیس دن کی نماز مقبول نہیں' اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر اگر دوبارہ لوٹے پھر چالیس دن تک کی نمازیں نامقبول ہیں پھر اگر توبہ کر لے تو توبہ مقبول ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ تیسری یا چوتھی مرتبہ میں فرمایا کہ اگر پھر لوٹے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو دوزخیوں کے بدن کا خون پیپ اور پیشاب وغیرہ قیامت کے دن پلائے گا' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا' پھر ان پر اپنا نور ڈالا۔ جس پر وہ نور اس دن پڑ گیا وہ تو ہدایت والا ہو گیا اور جس تک وہ نور نہ پہنچا وہ بھٹک گیا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علم کے مطابق قلم چل چکا۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں' جن میں سے دو تو ان کو مل گئیں اور ہمیں امید ہے کہ تیسری ہمارے لئے ہو۔ مجھے ایسا حکم دے جو تیرے حکم کے موافق ہو مجھے ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لئے لائق نہ ہو (۳) جو شخص اپنے گھر سے اس مسجد کی نماز کے ارادے ہی سے نکلے تو جب وہ لوٹے تو ایسا ہو جائے گویا آج ہی پیدا ہوا۔ پس ہمیں امید ہے کہ یہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے دی ہو۔ ❷ طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنے لئے ایک گھر بنانے کا حکم دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے پہلے اپنا گھر بنا لیا اس پر وحی آئی کہ تم نے اپنا گھر میرے گھر سے پہلے بنایا؟ آپ علیہ السلام نے عرض کیا' پروردگار! یہی فیصلہ کیا گیا تھا۔ پھر مسجد بنانی شروع کی' دیواریں پوری ہو گئیں تو اتفاقاً تہائی حصہ گر گیا۔ آپ نے اللہ سے دعا کی تو جواب ملا کہ تو میرا گھر نہیں بنا سکتا۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ تیرے ہاتھوں سے خون بہا ہے۔ عرض کیا' اے اللہ وہ بھی تو تیری ہی محبت میں۔ فرمایا' ہاں لیکن وہ میرے بندے تھے۔ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔ آپ علیہ السلام پر یہ کلام سخت دشوار پڑا۔ پھر وحی آئی کہ غمگین نہ ہو! میں اسے تیرے لڑکے سلیمان کے ہاتھوں پورا کراؤں گا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام

---

❶ احمد ۳/ ۸۲؛ ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب ما یؤمر المصلی ان یدرأ عن الممربین یدیه ٦٩٩ مختصراً وسنده حسن۔

❷ احمد ۲/ ۱۷٦؛ نسائی، کتاب المساجد، باب فضل المسجد الأقصیٰ والصلاۃ فیه ٦٩٤ وسنده صحیح؛ ابن ماجه، ١٤٠٨۔

نے اسے بنانا شروع کیا۔ جب پورا کر چکے تو بڑی بڑی قربانیں کیں اور ذبیحے ذبح کئے اور بنو اسرائیل کو جمع کر کے خوب کھلایا پلایا۔ چنانچہ وحی کا نزول ہوا کہ تو نے یہ سب کچھ میرے حکم کی تعمیل کی خوشی میں کیا ہے لہذا تو مجھ سے مانگ' جو مانگے گا پائے گا' عرض کیا اے اللہ! میرے تین سوال ہیں' مجھے ایسا فیصلہ سمجھا جو تیرے منشا کے مطابق ہو' اور ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو' اور جو اس گھر میں آئے صرف نماز کے ارادے سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا آزاد ہو جائے جیسے آج ہی پیدا ہوا ہے۔ ان میں سے دو چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرما دیں اور مجھے امید ہے کہ تیسری بھی دیدی گئی ہو۔ ❶ رسول اللہ ﷺ اپنی ہر دعا کو ان لفظوں سے شروع فرماتے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَلِيِّ الْاَعْلَى الْوَهَّاب ❷ (مسند احمد)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا' مجھ سے اپنی حاجت طلب کرو۔ آپ علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! مجھے ایسا دل دے جو تجھ سے ڈرتا رہے جیسے کہ میرے والد کا دل تجھ سے خوف کیا کرتا تھا' اور میرے دل میں اپنی محبت ڈال دے جیسے کہ میرے والد کے دل میں تیری محبت تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا کہ میرا بندہ عین میری عطا کے وقت بھی مجھ سے میرا ڈر اور میری محبت طلب کرتا ہے۔ مجھے اپنی قسم میں اسے اتنی بڑی سلطنت دوں گا جو اس کے بعد کسی کو نہ ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی ماتحتی میں ہوائیں کر دیں اور جنات کو بھی ان کا ماتحت بنا دیا اور اس قدر ملک و مال پر بھی انہیں حساب قیامت سے آزاد کر دیا۔

ابن عساکر میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی کہ باری تعالیٰ! سلیمان کے ساتھ بھی ایسے لطف و کرم سے پیش آ جو لطف و کرم تیرا مجھ پر رہا تو وحی نازل ہوئی کہ سلیمان سے کہہ دو! وہ بھی اسی طرح میرا رہے جس طرح تو میرا تھا تو میں بھی اس کے ساتھ ہو جاؤں گا جیسے کہ تیرے ساتھ تھا۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں آ کر ان خوبصورت پیارے وفادار تیز رو گھوڑوں کو کاٹ ڈالا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں ان کے عوض ان سے بہتر چیز عطا فرمائی' یعنی ہوا کو ان کے تابع فرمان کر دیا جو ایک مہینہ کی راہ کو صبح کی ایک گھڑی میں طے کر دیتی تھی' اور اسی طرح شام کو۔ جہاں کا ارادہ کرتے وہیں ذرا سی دیر میں پہنچا دیتی۔ جنات کو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا۔ اُن میں سے بعض بڑی اونچی لمبی سنگین پختہ عمارت کے بنانے کے کام سرانجام دیتے تھے جو انسانی طاقت سے باہر تھا اور بعض غوطہ خور تھے جو سمندر کی تہ میں سے لولو اور جواہر اور دیگر قسم قسم کی نفیس و نادر چیزیں لا دیتے تھے۔ پھر اور کچھ تھے جو بھاری بھاری بیڑیوں میں جکڑے رہتے تھے' یہ یا تو وہ تھے جو حکومت سے سرتابی کرتے تھے یا کام کاج میں شرارت اور کمی کرتے تھے یا لوگوں کو ستاتے اور ایذا دیتے تھے۔ یہ ہے ہماری مہربانی اور ہماری بخشش اور ہمارا انعام اور ہمارا عطیہ' اب تجھے اختیار ہے جس سے جو چاہے سلوک کر سب بے حساب ہے کسی پر پکڑ نہیں' جو تیری زبان سے نکلے گا وہ حق ہو گا صحیح حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ اگر چاہیں عبد و رسول رہیں یعنی جو حکم دیا جائے بجا لاتے رہیں اور اگر چاہیں نبی اور بادشاہ بنا دیئے جائیں' جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں اور اس کا کوئی حساب اللہ تعالیٰ کے ہاں نہ لیا جائے تو آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مشورہ لیا اور آپ کے مشورے سے پہلی بات قبول فرمائی کیونکہ فضیلت کے لحاظ سے =

---

❶ طبرانی ٤٤٧٧ وسنده ضعيف جداً، مجمع الزوائد، ٤/ ٨ اس کی سند میں محمد بن ایوب الرقی ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ اس سے روایت کرنا حلال نہیں اور ابوزرعہ کہتے ہیں اس نے اپنے والد کی کتابوں میں موضوع روایات داخل کر دی تھیں (المیزان ٣/ ٤٨٧ رقم: ٧٢٦٠)

❷ احمد ٤/ ٥٤ وسنده ضعيف اس کی سند میں عمر بن راشد یمامی ہے جسے محدثین نے ضعیف کہا ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: ہمارے بندے ایوب (علیہ السلام) کا بھی ذکر کر' جب کہ اس نے اپنے رب تعالیٰ کو پکارا کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔[۴۱] اپنا پاؤں مارو۔ یہ ہے نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی'[۴۲] اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ عطا فرمایا بلکہ اتنا ہی اور بھی اسی کے ساتھ اپنی خاص رحمت سے اور عقلمندوں کی نصیحت کے لئے۔[۴۳] اور اپنے ہاتھ میں تیلیوں کی ایک جھاڑو لے کر ماردے اور قسم کا خلاف نہ کر۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا۔ وہ بڑا نیک بندہ تھا' اور بڑی ہی رغبت رکھنے والا۔[۴۴]

= اور اعلیٰ وہی ہے۔ گو نبوت وسلطنت بھی بڑی چیز ہے۔ اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دنیوی عزو جاہ بیان کرتے ہی فرمایا کہ وہ دار آخرت میں بھی ہمارے پاس بڑے مرتبے اور بہترین بزرگی اور اعلیٰ تر قرب ونزدیکی رکھتے ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر اور ان کی بیماری: [آیت: ۴۱-۴۴] حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے اور ان کے صبر کی اور امتحان میں پاس ہونے کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ مال برباد ہو گیا' اولادیں مر گئیں' جسم مریض ہو گیا۔ یہاں تک کہ سوئی کے ناکے کے برابر سارے جسم میں ایسی جگہ نہ تھی جہاں بیماری نہ ہو۔ صرف دل سلامت رہ گیا تھا اور پھر فقیری اور مفلسی کا یہ حال تھا کہ ایک وقت کا کھانا پاس نہ تھا اور اس حال میں کوئی ایسا نہ تھا جو خبر گیری کرتا سوائے ایک اپنی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے' جن کے دل میں خوف الٰہی اور اپنے شوہر کی محبت تھی۔ لوگوں کا کام کاج کر کے اپنا اور اپنے شوہر کا پیٹ پالتی تھیں۔ آٹھ سال تک یہی حال رہا۔ حالانکہ اس سے پہلے ان سے زیادہ مالدار کوئی دوسرا نہ تھا۔ اولاد بھی بکثرت تھی اور دنیا کی ہر راحت موجود تھی۔ اب ہر چیز چھین لی گئی تھی' اور شہر کا کوڑا کرکٹ جہاں ڈالا جاتا تھا وہاں آپ علیہ السلام کو لا بٹھایا تھا۔ اسی حال میں ایک دو دن نہیں سال دو سال نہیں اٹھارہ سال کامل گزرے' اپنے اور غیر ہر ایک نے منہ پھیر لیا تھا حتیٰ کہ خیریت پوچھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ صرف آپ علیہ السلام کی یہی ایک بیوی صاحبہ تھیں جو ہر وقت دن و رات آپ کی خدمت میں کمر بستہ تھیں' البتہ پیٹ پالنے کے لئے محنت ومزدوری کے وقت آپ کی خدمت سے مجبوراً علیحدہ ہونا پڑتا تھا۔ بالآخر دور آزمائش کے ختم ہونے کا وقت آیا اور اس برگزیدہ بندے نے رب العالمین الہ المرسلین کی بارگاہ میں تضرع وزاری کی اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں' حضور قلب کے ساتھ دعا کی کہ اے میرے پروردگار پالنہار اللہ! مجھے دکھ نے تڑپا دیا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔ یہاں جو دعا ہے اس میں جسمانی تکلیف اور مال واولاد کے دکھ درد کا ذکر کیا۔ اسی وقت رحیم وکریم اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا' اور حکم ہوا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ پاؤں لگتے ہی وہاں ایک چشمہ ابلنے لگا حکم ہوا کہ اس پانی سے غسل کر لو! غسل کرتے ہی بدن کی تمام بیماری اس طرح جاتی رہی گویا تھی ہی نہیں پھر حکم ہوا کہ اور جگہ ایڑی مارو! وہاں پاؤں مارتے ہی دوسرا چشمہ جاری ہو گیا۔ حکم ہوا کہ اس کا پانی پی لو! اس پانی کے پیتے ہی اندرونی بیماریاں بھی جاتی رہیں اور ظاہر و باطن کی عافیت اور کامل تندرستی حاصل ہو گئی۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''اٹھارہ سال تک اللہ تعالیٰ کے یہ پیغمبر دکھ درد میں مبتلا رہے' اپنے اور غیر سب نے چھوڑ دیا۔'' ہاں آپ علیہ السلام کے دو مخلص دوست صبح شام خیریت اور مزاج پرسی کے لئے آ جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک نے دوسرے سے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی نافرمانی کی ہے کہ اٹھارہ سال سے اس بلا میں مبتلا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔ اس دوسرے شخص نے شام کو حضرت ایوب علیہ السلام سے اس شخص کی یہ بات ذکر کر دی۔ آپ علیہ السلام کو سخت رنج ہوا اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ وہ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میری تو یہ حالت تھی کہ جب دو شخصوں کو آپس میں جھگڑتے دیکھتا اور دونوں اللہ تعالیٰ کو بیچ میں لاتے تو مجھ سے یہ نہ دیکھا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے عزیز نام کی اس طرح یاد کی جائے' کیونکہ دو میں سے ایک تو ضرور مجرم ہوگا اور دونوں اللہ تعالیٰ کا نام لے رہے ہیں' تو میں اپنے پاس سے دے دلا کر ان کے جھگڑے کو ختم کر دیتا کہ نام اللہ تعالیٰ کی بے ادبی نہ ہو۔ آپ علیہ السلام سے اس وقت چلا پھرا بلکہ اٹھا بیٹھا بھی نہیں جاتا تھا۔ پاخانے کے بعد آپ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا آپ کو اٹھا کر لاتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ موجود نہ تھیں آپ کو بہت تکلیف ہوئی' آپ نے اس روز بارگاہ الٰہی میں اپنی صحت کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ زمین پر لات مارو۔ بہت دیر کے بعد جب آپ علیہ السلام کی بیوی صاحبہ آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ مریض شوہر تو ہے نہیں اور کوئی دوسرا تندرست شخص نورانی چہرے والا بیٹھا ہوا ہے۔ پہچان نہ سکیں اور دریافت کرنے لگیں کہ ''اے اللہ کے نیک بندے! یہاں اللہ کے ایک نبی علیہ السلام جو درد دکھ میں مبتلا تھے انہیں دیکھا ہے؟ واللہ جب وہ تندرست تھے تو قریب قریب تم جیسے ہی تھے۔'' آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ میں ہی ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ آپ علیہ السلام کی دو کوٹھیاں تھیں' ایک گیہوں کے لئے اور ایک جو کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے دو ابر بھیجے ایک نے سونا برسا اور ایک کوٹھی اناج کی اس سے بھر گئی اور دوسرے میں سے بھی سونا برسا اور دوسری بھی بھر گئی۔ ❶ (ابن جریر)

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''حضرت ایوب ننگے ہو کر نہا رہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں' آپ علیہ السلام نے جلدی جلدی ان کو اپنے کپڑے میں سمیٹنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے ایوب! کیا میں نے تمہیں غنی اور بے پرواہ نہیں کر رکھا۔ آپ علیہ السلام نے جواب دیا ہاں اے اللہ بیشک تو نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ میں سب سے غنی اور بے نیاز ہوں لیکن تیری رحمت سے بے نیاز نہیں ہوں بلکہ اس کا تو پورا محتاج ہوں۔'' ❷ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس صابر پیغمبر علیہ السلام کو نیک بدلے اور بہتر جزائیں عطا فرمائیں۔ اولاد بھی دی اور اسی کے مثل اور بھی دی۔ بلکہ حضرت حسن اور قتادہ رحمہما اللہ سے تو منقول ہے کہ مردہ اولاد اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دی اور اتنی ہی مزید اور اولاد عطا کی۔ ❸ یہ تھا اللہ تعالیٰ کا رحم جو ان کے صبر و استقلال' رجوع الی اللہ اور تواضع و انکساری کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا اور عقلمندوں کے لئے نصیحت و عبرت ہے وہ جان لیتے ہیں کہ صبر کا انجام کشادگی ہے اور رحمت و راحت ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیوی کے کسی کام کی وجہ سے ان پر ناراض ہو گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے بالوں کی ایک لٹ بیچ کر ان کے لئے کھانا لائی تھیں اس بات پر آپ علیہ السلام ناراض ہوئے اور قسم کھالی تھی کہ شفا ہو جانے کے بعد سو کوڑے ماریں گے۔ دوسروں نے وجہ ناراضی اور بیان کی ہے۔ جب آپ علیہ السلام تندرست اور صحیح سالم ہو گئے تو ارادہ کیا کہ اپنی قسم کو پورا کریں۔ لیکن ایسی نیک صفت خاتون ایسی سزا کے لائق نہ تھیں جو حضرت ایوب علیہ السلام نے طے کر رکھی تھی۔ جس عورت نے اس وقت خدمت کی جب کوئی دردمند اور ساتھی نہ تھا۔ اس لئے =

❶ الطبری ۲۱/ ۲۱۱۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالی ﴿وایوب إذ نادی ربه أنی مسنی......﴾ ۳۳۹۱؛ احمد ۲/ ۳۱۴) ❸ الطبری ۲۱/ ۲۱۲۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: ہمارے بندوں ابراہیم اسحق اور یعقوب (علیہم السلام) کا بھی لوگوں سے ذکر کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔[۴۵] ہم نے انہیں ایک امتیازی بات یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا'[۴۶] یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہترین لوگ تھے'[۴۷] اسماعیل' یسع اور ذوالکفل (علیہم السلام) کا بھی ذکر کر دیجئے۔ یہ سب بہترین لوگ تھے۔[۴۸] یہ ہے نصیحت یقین مانو کہ پرہیزگاروں کی بڑی اچھی جگہ ہے۔[۴۹] یعنی ہیشگی والی جنتیں جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔[۵۰] جن میں بافراغت تکیے لگائے بیٹھے ہوئے طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کی شرابوں کی فرمائشیں کر رہے ہیں[۵۱] اور ان کے پاس نیچی نظروں والی ہم عمر کم سن حوریں ہوں گی۔[۵۲] یہ ہے جس کا وعدہ تم سے حساب کے دن کیا جاتا تھا۔[۵۳] بے شک یہ روزیاں خاص ہمارا عطیہ ہیں جن کا کبھی خاتمہ ہی نہیں۔[۵۴]

= رَبُّ الْعَالَمِيْن اور اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْن نے ان پر رحم کیا اور اپنے نبی علیہ السلام کو حکم دیا کہ قسم پوری کرنے کے لئے کھجور کی ٹہنی لے لو جس میں ایک سو سینخیں ہوں اور ایک انہیں مار دو۔ ایسا کر دینے سے قسم پوری ہو جائے گی اور ایک ایسی صابرہ شاکرہ نیک بیوی پر سزا بھی نہ ہو گی۔ یہی دستورِ الٰہی ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو جو اس سے ڈرتے رہتے ہیں' برائیوں اور بدیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت ایوب کی ثنا و صفت بیان کرتا ہے کہ ہم نے ان کو بڑا صابر و ضابط پایا وہ بڑا نیک اور اچھا بندہ ثابت ہوا۔ اس کے دل میں ہماری سچی محبت تھی۔ وہ ہماری ہی طرف جھکتا رہا اور ہم ہی سے لو لگائے رہا۔ اسی لئے فرمان اللہ تعالیٰ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے چھٹکارے کی صورت نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جو اس کے خیال میں بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام میں پورا اترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ سمجھدار علمائے کرام نے اس آیت سے بہت سے ایمانی وغیرہ مسائل اخذ کئے ہیں' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حضرت ابراہیم' اسحق اور یعقوب علیہم السلام کا ذکر: [آیت:۴۵-۵۴] اللہ تعالیٰ اپنے عابد بندوں اور رسولوں کی فضیلتوں کو بیان فرما رہا ہے اور ان کے نام گنوا رہا ہے۔ ابراہیم' اسحاق اور یعقوب علیہم السلام۔ اور فرماتا ہے کہ ان کے اعمال بہت بہتر تھے اور صحیح علم بھی رکھتے تھے۔ ساتھ ہی عبادتِ الٰہی میں قوی تھے اور قدرت کی طرف سے ان کو بصیرت عطا فرمائی گئی تھی' دین میں سمجھدار تھے۔ اطاعتِ الٰہی میں نہایت درجہ استقامت رکھتے تھے۔ حق کو دیکھنے والے تھے۔ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت نہ تھی' صرف آخرت کا ہی ہر وقت خیال بندھا رہتا تھا۔ ہر عمل آخرت کے لئے ہی ہوتا تھا۔ دنیا کی محبت سے وہ الگ تھے اور آخرت کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے =

هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع

ترجمہ: یہ تو ہوئی جزا' یاد رکھو کہ سرکشوں کے لئے بڑی بری جگہ ہے۔[۵۵] جو دوزخ ہے جس میں وہ جائیں گے' آہ! کیا ہی برا بچھونا ہے'[۵۶] یہ ہے۔ پس اسے چکھیں گرم پانی اور پیپ[۵۷] اور کچھ اور اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں۔[۵۸] یہ ایک قوم ہے جو تمہارے ساتھ آگ میں جانیوالی ہے' انہیں خوشی اور کشادگی نہ ہو' یہی تو جہنم میں جانے والے ہیں۔[۵۹] وہ کہیں گے بلکہ تم ہی ہو کہ تمہیں خوشی نہ ہو۔ تم ہی نے تو اسے پہلے ہی سے ہمارے سامنے لا رکھا تھا۔ پس رہنے کی بڑی بری جگہ ہے۔[۶۰] وہ کہیں گے اے ہمارے رب! جس نے کفر کی رسم ہمارے لئے پہلے نکالی ہو اس کے حق میں جہنم کی دگنی سزا کر دے۔[۶۱] جہنمی کہیں گے یہ کیا بات ہے کہ وہ لوگ ہمیں دکھائی نہیں دیتے جنہیں ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے۔[۶۲] کیا ہم نے ہی ان کا مذاق بنا رکھا تھا یا ہماری نگاہیں ان سے بہک رہی ہیں؟[۶۳] یقین جانو کہ دوزخیوں کا یہ جھگڑا ضرور ہی ہوگا۔[۶۴]

= تھے۔ وہ اعمال اختیار کرتے تھے جو جنت کا مستحق بنا دیں۔ لوگوں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دیتے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بہترین بدلے اور افضل مقامات عطا فرمائے گا۔ یہ بزرگان دین اللہ تعالیٰ کے چیدہ مخلص اور خاص الخاص بندے ہیں۔ اسماعیل' یسع اور ذوالکفل علیہم السلام بھی پسندیدہ اور خاص بندوں میں تھے۔ ان کے حالات سورۂ انبیاء میں گزر چکے ہیں اس لئے ہم نے یہاں بیان نہیں کئے ان فضائل میں ان کے لئے نصیحت ہے جو پند و نصیحت حاصل کرنے کے اور قبول کرنے کے عادی ہیں۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ یہ قرآن عظیم ذکر یعنی نصیحت ہے۔

جنت کی نعمتیں: نیکوکار تقویٰ والوں کے لئے دار آخرت میں کتنا پاک بدلہ اور کیسی پیاری جگہ ہے۔ ہمیشگی کی جنتیں ہیں جن کے دروازے ان کے لئے بند نہیں بلکہ کھلے ہوئے ہیں کھلوانے کی بھی زحمت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''جنت میں ایک محل عدن ہے جس کے آس پاس برج ہیں۔ جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار چادریں ہیں۔ اس میں صرف نبی یا صدیق یا شہید یا عادل بادشاہ ہی رہیں گے'' ❶ (ابن ابی حاتم)

اور یہ تو بہت سی بالکل صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اپنے تختوں پر تکیہ لگائے بے فکری سے چار

---

❶ اس کی سند میں عبداللہ بن مسلم بن ہرمز کی ضعیف راوی ہے جسے ابن معین، ابن مدینی اور نسائی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے (المیزان ۲/ ۵۰۳، رقم: ٤٦٠٢) لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

زانو با آرام بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ اور جس میوے کو یا جس قسم کی شراب کو جی چاہے حکم کے ساتھ خدام باسلیقہ حاضر کر دیں گے۔ ان کے پاس ان کی بیویاں ہوں گی جو عفیفہ پاک دامن نیچی نگاہوں والی اور ان سے محبت وعشق رکھنے والی ہوں گی جن کی نگاہیں کبھی دوسرے کی طرف نہ اٹھیں نہ اٹھ سکیں۔ ان کی ہم عمر اور ان کی عمر کے لائق ہوں گی۔ ان صفات والی جنت کا وعدہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے والے بندوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن یہ اس کے وارث و مالک ہوں گے۔ جب کہ قبروں سے اٹھ کر آگ سے نجات پا کر حساب سے فارغ ہو کر یہاں جا کر با آرام بسیں گے۔ یہ ہے ہمارا انعام جس میں نہ کبھی کمی آئے گی اور نہ یہ منقطع ہوگا۔ جیسے فرمایا ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ ❶ تمہارے پاس جو ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ اور آیت میں ﴿غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ ❷ ہے اور جگہ ﴿غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ ❸ بھی ہے مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں کبھی کمی اور گھاٹا آئے گا اور نہ کبھی وہ ختم اور فنا ہوگا۔ جیسے ارشاد ہے ﴿اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا﴾ ❹ الخ اس کے میوے اور کھانے پینے اور اس کے سایے دائمی ہیں۔ پرہیزگاروں کا انجام یہی ہے اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سے آیتیں ہیں۔

جہنم کی سختیاں: [آیت:۵۵۔۶۴] مذکورہ بالا آیتوں میں نیکوں کا حال بیان کیا تو یہاں بدکار لوگوں کا حال بیان فرما رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتے تھے کہ ان کے لوٹنے کی جگہ بہت بری ہے اور وہ جہنم ہے جس میں یہ لوگ داخل ہوں گے اور چاروں طرف سے انہیں آتش دوزخ گھیر لے گی۔ یہ نہایت ہی برا بچھونا ہے۔ "حمیم" اس پانی کو کہتے ہیں جس کی حرارت اور گرمی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ اور غساق کہتے ہیں اس ٹھنڈ کو جس کی سردی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ پس ایک طرف آگ کا گرم عذاب دوسری جانب ٹھنڈی کا سرد عذاب اور اسی طرح قسم قسم کے جوڑ جوڑ کے عذاب جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "اگر ایک ڈول غساق کا دنیا میں بہایا جائے تو تمام اہل دنیا بدبودار ہو جائیں۔" ❺ حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غساق نامی جہنم میں ایک نہر ہے جس میں سانپ بچھو وغیرہ کا زہر جمع ہوتا ہے پھر وہ گرم ہو کر پکنے لگتا ہے اس میں جہنم والوں کو غوطے دیئے جائیں گے جس سے ان کا سارا گوشت پوست جھڑ جائے گا اور پنڈلیوں میں لٹک جائے گا۔ جسے وہ اس طرح گھسیٹتے پھریں گے جیسے کوئی شخص اپنا کپڑا گھسیٹ رہا ہو۔ (ابن ابی حاتم)

غرض سردی کا عذاب الگ ہوگا گرمی کا الگ ہوگا۔ حمیم پینے کو زقوم کھانے کو۔ کبھی آگ کے پہاڑوں پر چڑھایا جاتا ہے تو کبھی آگ کے گڑھوں میں دھکیلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عذاب سے بچائے۔ اب جہنم والوں کا جھگڑا ان کا تنازع اور ایک دوسرے کو برا کہنے کا بیان ہو رہا ہے۔ جیسے کہ ایک دوسری آیت میں ہے ﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ﴾ ❻ الخ ہر گروہ دوسرے پر بجائے سلام کے لعنت بھیجے گا ایک دوسرے کو جھٹلائے گا اور ایک دوسرے پر الزام رکھے گا۔ ایک جماعت جو پہلے جہنم میں جا چکی ہے وہ دوسری جماعت کو داروغہ جہنم کے ساتھ آتی ہوئی دیکھ کر کہے گی کہ یہ گروہ جو تمہارے ساتھ ہے انہیں مرحبا نہ ہو اس لئے کہ یہ بھی جہنمی گروہ ہے۔ وہ آنے والے ان سے کہیں گے کہ تمہارے لئے مرحبا نہ ہو تم ہی تو تھے کہ ہمیں ان برے کاموں کی طرف بلاتے رہے جن کا=

❶ ۱٦/ النحل:۹٦۔ ❷ ۱۱/ هود:۱۰۸۔
❸ ٦٨/ القلم:۳۔ ❹ ۱۳/ الرعد:۳۵۔
❺ ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء في صفة شراب اهل النار ۲۵۸٤ وسنده ضعيف دراج کی ابوالہیثم سے روایت ضعیف ہے۔ احمد ۳/ ۲۸۔ ❻ ۷/ الاعراف:۳۸۔

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ہوشیار کرنے والا ہوں' اور بجز اللہ واحد غالب کے اور کوئی لائق عبادت نہیں۔[۶۵] جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' وہ زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے۔[۶۶] تو کہہ دے کہ یہ بہت بڑی خبر ہے[۶۷] جس سے بے پرواہ ہو رہے ہو۔[۶۸] مجھے ان بلند قدر فرشتوں کی بات چیت کا مطلقاً علم ہی نہیں۔[۶۹] میری طرف فقط یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں تو صاف صاف آگاہ کر دینے والا ہوں۔[۷۰]

= انجام یہ ہوا۔ پس بری منزل ہے۔ پھر کہیں گے کہ اے باری تعالیٰ! جس نے ہمارے لئے اس کی تقدیم کی تو اس کو دوگنا عذاب کر' جیسے فرمان ہے ﴿قَالَتْ اُخْرٰهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا﴾ ❶ الخ یعنی بعد کو بدکار ہونے والے لوگ' اولین بدکاروں کے بارے میں عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! انہوں نے ہی تو ہم کو بھی گمراہ کیا تھا' لہٰذا تو ان کو دُگنا عذاب کر! اللہ تعالیٰ فرمائیگا ہر ایک کے لئے دُگنا ہی ہے' لیکن تم واقف نہیں۔ یعنی ہر ایک کے لئے ایسا عذاب ہے جس کی انتہا اسی کے لئے ہے۔ چونکہ کفار وہاں مؤمنوں کو نہ پائیں گے جن کو اپنے خیال میں بہکا ہوا جانتے تھے تو آپس میں ذکر کریں گے کہ اس کی وجہ کیا ہے جو ہمیں مسلمان جہنم میں نظر نہیں آتے؟

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوجہل کہے گا کہ بلال' عمار اور صہیب وغیرہ کہاں ہیں؟ وہ تو نظر ہی نہیں آتے۔ ❷ غرض ہر کافر یہی کہے گا کہ وہ لوگ جن کو ہم دنیا میں شریر گنتے تھے وہ آج یہاں نظر نہیں آتے۔ کیا ہماری ہی غلطی تھی کہ ہم انہیں دنیا میں خاطر میں نہ لاتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے؟ نیکن نہیں' ہمارا یہ معاملہ ان کے ساتھ درست تھا وہ ہوں گے تو جہنم میں ہی لیکن کسی ایسی طرف ہیں کہ ہماری نگاہ ان پر نہیں پڑتی۔ اسی وقت اہل بہشت کی جانب سے آواز آئیگی کہ اے اہل دوزخ! ادھر دیکھو۔ ہم نے تو اپنے رب تعالیٰ کے وعدے کو حق پایا۔ تم اپنی کہو' کیا اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے نکلے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں بالکل سچ نکلے۔ اسی وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اسی کا بیان آیات قرآنیہ ﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ ❸ سے ﴿وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾ ❹ تک بیان ہوا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! جو خبر میں آپ کو دے رہا ہوں کہ جہنمی اس بات پر لڑیں جھگڑیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے' یہ بالکل سچی واقعی اور ٹھیک خبر ہے' جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

[آیت: ۶۵۔۷۰] اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ کافروں سے کہہ دو کہ میری نسبت تمہارے خیالات محض غلط ہیں' میں تو تمہیں ڈر کی خبر پہنچانے والا ہوں۔ بجز اللہ وحدہ لاشریک لہ اور کوئی قابل پرستش نہیں' وہ اکیلا ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے' ہر چیز اس کے ماتحت ہے۔ وہ زمین وآسمان اور ہر ہر چیز کا مالک ہے اور سب تصرفات اسی کے قبضے میں ہیں۔ وہ عزتوں والا ہے اور باوجود اس عظمت وعزت کے بڑا ہی بخشنے والا ہے۔ یہ بہت بڑی چیز ہے یعنی میرا رسول کی حیثیت سے تمہارے درمیاں آنا۔ پھر بھی تم اے غافلو! میری بیان کردہ حقیقتوں سے اعراض کر رہے ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بڑی چیز ہے' یعنی قرآن کریم۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرشتوں کے درمیان جو کچھ اختلاف ہوا اگر رب تعالیٰ کی وحی میرے پاس نہ آئی ہوتی تو مجھے اس کی بابت کیا علم ہوتا؟ =

❶ ۷/ الاعراف: ۳۸۔ ❷ الطبری ۲۱/ ۲۳۲۔ ❸ ۷/ الاعراف: ٤٤۔ ❹ ۷/ الاعراف: ٤٩۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ ۫ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ ج لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمہ: جب کہ تیرے رب تعالیٰ نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔[۷۱] سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔[۷۲] چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا' اس نے تکبر کیا اور وہ تھا کافروں میں سے۔[۷۳] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔ کیا تو کچھ گھمنڈ میں آ گیا ہے[۷۴]؟ یا تو بڑے درجے والوں میں سے ہے۔[۷۵] اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے بنایا' اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔[۷۶] ارشاد ہوا کہ تو یہاں سے نکل جا تو مردود ہوا[۷۷] اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت و پھٹکار ہے۔[۷۸] کہنے لگا میرے رب تعالیٰ! مجھے لوگوں کے اٹھ کھڑے ہونے کے دن تک مہلت دے[۷۹] اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مہلت والوں میں سے ہے۔[۸۰] معین تاریخ تک کے وقت تک۔[۸۱] کہنے لگا پھر تو تیری عزت کی قسم میں ان سب کو یقیناً بہکا دوں گا'[۸۲] بجز تیرے ان بندوں کے جو چیدہ اور پسندیدہ ہوں۔[۸۳] فرمایا سچ تو یہ ہے' اور میں سچ ہی کہا کرتا ہوں'[۸۴] کہ تجھ سے اور تیرے تمام ماننے والوں سے میں بھی جہنم کو بھر دوں گا۔[۸۵]

= ابلیس کا آپ کو سجدہ کرنے سے منکر ہونا اور رب تعالیٰ کے سامنے اس کی مخالفت کرنا اور اپنی بڑائی جتانا وغیرہ' ان سب باتوں کو میں کس طرح جان سکتا تھا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سہانا خواب: مسند احمد میں ہے کہ ایک دن صبح کی نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دیر کر دی' یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کا وقت آ گیا۔ پھر بہت جلدی کرتے ہوئے آپ تشریف لائے' تکبیر کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلکی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد ہم سے فرمایا ''تھوڑی دیر ٹھہرے رہو۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا' رات میں نماز تہجد پڑھ رہا تھا کہ مجھے اونگھ آنے لگی یہاں تک کہ میں جاگا اور میں نے دیکھا کہ گویا اپنے رب تعالیٰ کے پاس ہوں۔ میں نے اپنے پروردگار کو بہترین عمدہ صورت میں دیکھا۔ مجھ سے جناب باری تعالیٰ نے دریافت فرمایا' جانتے ہو کہ عالم بالا کے فرشتے اس وقت کس امر میں گفتگو اور سوال

و جواب کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا میرے رب! مجھے کیا خبر؟ تین مرتبہ کے سوال و جواب کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان اللہ عزوجل نے ہاتھ رکھا' یہاں تک کہ اُنگلیوں کی ٹھنڈک مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی اور مجھ پر ہر ایک چیز روشن ہوگئی۔ پھر مجھ سے فرمایا اب بتاؤ! ملاء اعلیٰ میں کیا بات چیت ہو رہی ہے؟ میں نے کہا' گناہوں کے کفارے کی۔ فرمایا: پھر تم بتاؤ کفارے کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا نماز با جماعت کے لئے قدم اٹھا کر جانا' نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھے رہنا اور دل کے نہ چاہنے پر بھی کامل وضو کرنا۔ پھر مجھ سے میرے اللہ تعالیٰ نے پوچھا' درجے کیا ہیں؟ میں نے کہا کھانا کھلانا نرم کلامی اختیار کرنا اور راتوں کو جب کہ لوگ سوئے پڑے ہوں نماز پڑھنا۔ اب مجھ سے میرے رب تعالیٰ نے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے کہا' میں نیکیوں کا کرنا' برائیوں کا چھوڑنا' مسکینوں سے محبت رکھنا اور تیری بخشش اور تیرا رحم اور جب تیرا ارادہ کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ہو تو اس فتنے میں مبتلا ہونے سے پہلے کی موت اور تیری محبت اور تجھ سے محبت رکھنے والوں کی محبت اور ان کاموں کی چاہت جو تیری محبت سے قریب کرنے والے ہوں' مانگتا ہوں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ سراسر حق ہے اسے پڑھو پڑھاؤ' سیکھو سکھاؤ!'' ❶ یہ حدیث خواب کی ہے اور مشہور بھی یہی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ بیداری کی حالت کا واقعہ ہے۔ لیکن یہ غلط ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے اور یہ بھی خیال ہے کہ قرآن میں فرشتوں کی جس بات کا ردو بدل کرنا اس آیت میں مذکور ہے وہ یہ نہیں' جو اس حدیث میں ہے۔ بلکہ یہ سوال و جواب وہ ہے جس کا ذکر اس کے بعد ہی ہے۔ ملاحظہ ہوں اگلی آیتیں۔

تخلیق آدم علیہ السلام کا ذکر: [آیت:۷۱۔۸۵] یہ قصہ سورۂ بقرہ میں اور سورۂ اعراف میں اور سورۂ حجر میں اور سورۂ سبحان میں سورۂ کہف میں اور اس سورۂ صٓ میں بیان ہوا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنا ارادہ بتایا کہ میں مٹی سے آدم کو پیدا کرنے والا ہوں۔ جب میں اس کو پیدا کر دوں تو تم سب اسے سجدہ کرنا تاکہ میری فرماں برداری کے ساتھ ہی حضرت آدم علیہ السلام کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے۔ پس تمام فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی۔ ہاں ابلیس اس سے رکا یہ فرشتوں کی جنس میں سے تھا بھی نہیں' بلکہ جنات میں سے تھا۔ طبعی خباثت اور جبلی سرکشی ظاہر ہوگئی۔ سوال ہوا کہ اتنی معزز مخلوق کو جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا' تو نے میرے فرمان کے باوجود سجدہ کیوں نہ کیا؟ یہ تکبر اور سرکشی؟ تو کہنے لگا میں اس سے افضل و اعلیٰ ہوں' کہاں آگ اور کہاں مٹی؟ اس خطا کار نے اس کے سمجھنے میں غلطی کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے غارت ہوگیا۔ حکم ہوا کہ میرے سامنے منہ ہٹا' میرے دربار میں تجھ جیسے نافرمانوں میں رسائی نہیں' اب تو میری رحمت سے دور ہوگیا اور تجھ پر ابدی لعنت نازل ہوئی اور اب تو خیر و خوبی سے مایوس ہو جا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ قیامت تک اس کو مہلت دی جائے اس حلیم اللہ تعالیٰ نے جو اپنی مخلوق کو ان کے گناہوں پر فوراً نہیں پکڑتا اس کی یہ التجا پوری کر دی اور قیامت تک کی اس کو مہلت دے دی۔ اب کہنے لگا کہ میں تو اس کی تمام اولاد کو بہکا دوں گا' صرف مخلص لوگ تو بچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور بھی یہی تھا' جیسے کہ قرآن کریم کی اور آیتوں میں بھی ہے مثلاً ﴿اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ﴾ ❷ الخ اور ﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ﴾ ❸ الخ۔ ﴿فَالْحَقُّ﴾ الخ کو حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے پیش سے پڑھا ہے۔

معنی یہ ہیں کہ میں خود حق ہوں اور میری بات بھی حق ہی ہوتی ہے۔ اور ایک روایت میں ان سے یوں مروی ہے کہ حق میری طرف سے ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ ❹ اوروں نے دونوں لفظ زبر سے پڑھے ہیں۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ قسم ہے۔ ❺ =

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ص، ۳۲۳۵ وسندہ حسن؛ احمد، ۵/ ۲۴۳۔

❷ ۱۷/ الاسرآء:۶۲۔ ❸ ۱۵/ الحجر:۴۲۔ ❹ الطبری، ۲۱/ ۲۴۲۔ ❺ ایضاً۔

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں۔[۸۶] یہ تو تمام جہان والوں کے لئے سراسر نصیحت وعبرت ہے۔[۸۷] یقیناً تم اس کی حقیقت کو کچھ ہی وقت کے بعد صحیح طور پر جان لو گے۔[۸۸]

= میں کہتا ہوں یہ آیت اس آیت کی طرح ہے ﴿وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ❶ یعنی میرا یہ قول اٹل ہے کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو اس قسم کے انسانوں اور جنوں سے پر کردوں گا۔ اور جیسے فرمان ہے ﴿اِذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ﴾ ❷ الخ یہاں سے نکل جا' جو شخص بھی تیری مانے گا اس کی اور تیری پوری سزا جہنم ہے۔

قرآن نصیحت ہے: [آیت:۸۶-۸۸] اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں میں آپ اعلان کر دیں کہ میں تبلیغ دین اور احکام قرآن پر تم سے کوئی اجرت وبدلہ نہیں مانگتا۔ اس سے میرا مقصود کوئی دنیوی نفع حاصل کرنا نہیں اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے نازل نہ فرمایا ہو اور میں تصنیف کرلوں۔ بلکہ مجھے تو جو کچھ پہنچایا جاتا ہے وہی میں تمہیں پہنچا دیتا ہوں نہ تو کچھ کمی کرسکتا ہوں نہ زیادتی۔ اور میرا مقصود اس سے صرف رضائے رب اور مرضی مولیٰ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگو! جسے کسی مسئلہ کا علم ہو وہ اسے لوگوں سے بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو وہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی یہی فرمایا کہ میں تکلف کرنے والا نہیں ہوں۔ ❸ یہ قرآن تمام انسانوں اور جنوں کے لئے نصیحت ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ ❹ تاکہ میں تمہیں اور جن لوگوں تک یہ پہنچے آگاہ اور ہوشیار کر دوں اور آیت میں ہے کہ ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ﴾ ❺ الخ جو شخص بھی اس سے کفر کرے وہ جہنمی ہے۔ میری باتوں کی حقیقت اور میرے کلام کی تصدیق میرے بیان کی سچائی' میری زبان کی صداقت تمہیں ابھی ابھی معلوم ہو جائے گی' یعنی مرتے ہی اور قیامت کے قائم ہوتے ہی۔ موت کے وقت یقین آ جائے گا اور میری کہی ہوئی خبریں اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللہ کے فضل وکرم سے سورۂ صٓ کی تفسیر ختم ہوئی اللہ تعالیٰ کے انعام واحسان پر اس کا شکر ہے۔

تفسیر ابن کثیر کی آٹھویں جلد کا ترجمہ ختم ہوا۔ اب نویں جلد کا ترجمہ شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پاک کلام کے پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔

---

❶ ۳۲/ السجدة:۱۳۔ ❷ ۱۷/ الاسرآء:۶۳۔
❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة ص باب قوله ﴿وما انا من المتكلفين﴾ ۴۸۰۹؛ صحیح مسلم، ۲۷۹۸۔
❹ ۶/ الانعام:۱۹۔ ❺ ۱۱/ هود:۱۷۔

تفسیر سورۂ زمر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ فِیۡ مَا ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوۡ اَرَادَ اللّٰہُ اَنۡ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصۡطَفٰی مِمَّا یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبۡحٰنَہٗ ؕ ہُوَ اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَہَّارُ ﴿۴﴾

ترجمہ: مہر و کرم کرنے والے معبود کے نام سے شروع۔ اس کتاب کا اتارنا اللہ غالب باحکمت کی طرف سے ہے۔[۱] یقیناً ہم نے اس کتاب کو تیری طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا پس تو اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کر' اسی کے لئے عبادت کو خالص کر لے۔[۲] خبردار اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیا بنا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ بزرگ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کر دیں یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا سچا فیصلہ اللہ تعالیٰ آپ کر دے گا۔ جھوٹے اور ناشکروں کو اللہ تعالیٰ راہ نہیں دکھاتا۔[۳] اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ اولاد کا ہی ہوتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا' لیکن وہ تو پاک ہے۔ وہ وہی اللہ تعالیٰ ہے یگانہ اور دباؤ اور قوت والا۔[۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نفل روزے اس طرح پے در پے رکھے چلے جاتے کہ ہم خیال کرتے تھے کہ شاید اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور ایسا بھی ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کو خیال ہوتا کہ اب رکھیں گے ہی نہیں اور ہر رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر کی تلاوت کر لیا کرتے۔'' ❶

اللہ مالک اور معبود ہے: [آیت: ۱-۴] اللہ تبارک و تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ یہ قرآن عظیم اسی کا کلام ہے اور اسی کا نازل کیا ہوا ہے۔ اس کے حق ہونے میں کوئی شک اور شبہ نہیں۔ جیسے ایک دوسری جگہ ہے ﴿وَاِنَّہٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ ❷ الخ۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جسے روح الامین لے کر آئے ہیں۔ تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ تو آگاہ کرنے والا بن جا۔ صاف فصیح عربی زبان میں ہے۔ اور آیتوں میں ہے یہ باعزت کتاب وہ ہے جس کے آگے سے یا پیچھے سے باطل آ ہی نہیں سکتا' یہ حکمت والے تعریفوں والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہے۔ یہاں فرمایا کہ یہ کتاب بہت بڑے عزت والے اور حکمت والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہے۔ جو اپنے اقوال و افعال' شریعت و تقدیر سب میں حکمتوں والا ہے۔ ہم نے تیری طرف اس کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ تجھے چاہئے کہ خود اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں اور اس کی توحید میں مشغول رہ کر ساری دنیا کو اسی طرف بلا' کیونکہ اس اللہ

❶ احمد ٦/ ١٨٩؛ ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب قراءۃ سورۃ بنی اسرائیل والزمر، ۲۹۲۰ وسندہ حسن۔
❷ ٢٦/ الشعرآء:۱۹۲۔

تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت زیبا نہیں۔ وہ لاشریک ہے وہ بے مثال ہے اس کا شریک کوئی نہیں۔ دین خالص یعنی شہادت توحید کے لائق وہی ہے۔ پھر مشرکوں کا ناپاک عقیدہ بیان کیا کہ وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کا مقرب جان کر ان کی خیالی تصویریں بنا کر ان کی پوجا پاٹ کرنے لگے۔ یہ سمجھ کر کہ یہ اللہ کے لاڈلے ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیں گے۔ پھر تو ہماری روزیوں میں اور ہر چیز میں خوب برکت ہو جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ قیامت کے روز ہمیں وہ نزدیکی اور مرتبہ دلوائیں گے اس لئے کہ قیامت کے تو وہ قائل ہی نہ تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ انہیں اپنا سفارشی جانتے تھے۔ جاہلیت کے زمانے میں حج کو جاتے تو وہاں لبیک پکارتے ہوئے کہتے (لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ) یعنی اے اللہ! ہم تیرے حضور حاضر ہوئے ہیں' تیرا کوئی شریک نہیں' مگر ایسے شریک جن کا مالک بھی خود تو ہی ہے اور جو چیزیں ان کے ماتحت ہیں ان کا حقیقی مالک بھی تو ہی ہے۔ یہی شبہ اگلے اور پچھلے تمام مشرکوں کو رہا اور اسی کو تمام انبیا علیہم السلام رد کرتے رہے اور صرف رب واحد کی عبادت کی طرف بلاتے رہے۔ یہ عقیدہ مشرکوں نے بے دلیل گھڑ لیا تھا جس سے اللہ تعالیٰ بیزار تھا۔ فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ﴾ ❶ الخ یعنی ہر امت میں ہم نے رسول بھیجے کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے الگ رہو۔ اور فرمایا ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ﴾ ❷ الخ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے' سب کی طرف یہی وحی کی کہ معبود برحق صرف میں ہی ہوں' پس تم سب میری عبادت کرنا۔ ساتھ ہی یہ بھی بیان فرما دیا کہ آسمان میں جس قدر فرشتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی بڑے مرتبے والے کیوں نہ ہوں؟ سب کے سب اس کے سامنے لاچار' عاجز اور غلام ہیں۔ اتنا بھی تو اختیار نہیں کہ کسی کی سفارش میں لب ہلا سکیں۔

اللہ کے ہاں بغیر اجازت کوئی سفارش نہ کرے گا: یہ عقیدہ محض غلط ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایسے ہیں جیسے بادشاہوں کے پاس امیر امرا ہوتے ہیں کہ جس کی وہ سفارش کر دیں اس کا کام بن جاتا ہے۔ اس باطل اور غلط عقیدے سے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ ﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ﴾ ❸ اللہ تعالیٰ کے سامنے مثالیں نہ بیان کیا کرو' اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا سچا فیصلہ کر دے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ ان سب کو جمع کر کے فرشتوں سے سوال کرے گا کہ کیا یہ لوگ تمہیں پوجتے تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ہے یہ نہیں بلکہ ہمارا ولی اور والی تو تو ہی ہے۔ یہ لوگ تو جنات کی پرستش کرتے تھے اور ان میں سے اکثر کا عقیدہ و ایمان انہیں پر تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں راہ راست نہیں دکھاتا جن کا مقصود اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھنا ہو اور جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کی نشانیوں اور اس کی دلیلوں سے کفر بیٹھ گیا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے عقیدے کی نفی کی جو اللہ تعالیٰ کی اولاد ٹھہراتے تھے۔ مثلاً مشرکین مکہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں۔

یہود کہتے تھے کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے لڑکے ہیں۔ عیسائی گمان کرتے تھے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ پس فرمایا کہ جیسا ان کا خیال ہے اگر یہی ہوتا تو امر اس کے خلاف ہوتا۔ پس یہاں شرط نہ تو واقعہ ہونے کے لئے ہے نہ امکان کے لئے' بلکہ محال کے لئے ہے اور مقصد صرف ان لوگوں کی جہالت بیان کرنے کا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا﴾ ❹ الخ اگر ہم ان بیہودہ باتوں کا ارادہ کرتے تو اپنے پاس سے ہی بنا لیتے' اگر ہم کرنے والے ہی ہوتے۔ اور آیت میں ہے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ ❺ یعنی ''کہہ دے کہ اگر رحمان کی اولاد ہوتی تو میں تو سب سے پہلے اس کا قائل ہوتا۔'' پس یہ سب آیتیں شرط کو محال کے ساتھ متعلق کرنے والی ہیں امکان یا وقوع کے لئے نہیں' بلکہ مطلب یہ ہے کہ نہ یہ ہو سکتا ہے' نہ وہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ =

❶ ١٦/ النحل:٣٦۔ ❷ ٢١/ الانبيآء:٢٥۔ ❸ ١٦/ النحل:٧٤۔

❹ ٢١/ الانبيآء:١٧۔ ❺ ٤٣/ الزخرف:٨١۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

ترجمہ: نہایت اچھی تدبیر سے اس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا۔ وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے اور اس نے سورج چاند کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ہر ایک مقررہ مدت پر چل رہا ہے۔ یقین مانو کہ وہی زبردست اور گناہوں کا بخشنے والا ہے۔[۵] اس نے تم سب کو ایک ہی شخص سے پیدا کیا ہے پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ نر و مادہ اتارے۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا رہتا ہے تین تین اندھیریوں میں، یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، اسی کے لئے بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کیوں بہک رہے ہو؟۔[۶]

== ان سب باتوں سے پاک ہے۔ وہ فرد، احد، صمد اور واحد ہے۔ ہر چیز اس کی ماتحت، فرمانبردار، عاجز، محتاج، فقیر و بے کس اور بے بس ہے۔ وہ ہر چیز سے غنی ہے۔ سب سے بے پرواہ ہے، سب پر اس کی حکومت اور غلبہ ہے۔ ظالموں کے ان عقائد سے اور جاہلوں کی ان باتوں سے اس کی ذات مبرا اور منزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا بیان: [آیت: ۵-۶] ہر چیز کا خالق، سب کا مالک، سب پر حکمراں اور سب پر قابض اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ دن رات کا الٹ پھیر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کے حکم سے انتظام کے ساتھ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے برابر مسلسل چلے آ رہے ہیں نہ وہ آگے بڑھ سکے نہ وہ پیچھے رہ سکے۔ سورج اور چاند کو اس نے مسخر کر رکھا ہے، وہ اپنے دورے کو پورا کر رہے ہیں، قیامت تک اس نظام میں تم کوئی فرق نہ پاؤ گے۔ وہ عزت و عظمت والا کبریائی اور رفعت والا ہے۔ گنہگاروں کا بخشنے والا اور عاصیوں پر مہربان وہی ہے۔ تم سب کو اس نے ایک ہی شخص یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے۔ پھر دیکھو کہ تمہیں آپس میں کس قدر اختلاف ہے۔ رنگ وصورت اور آواز و بول چال اور زبان و بیان ہر ایک الگ الگ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے ہی ان کی بیوی صاحبہ حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔

جیسے اور جگہ ہے کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب تعالیٰ ہے، جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔ پھر بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔ اس نے تمہارے لئے آٹھ نر و مادہ چوپائے پیدا کئے۔ جن کا بیان سورۂ مائدہ کی آیت ﴿مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ﴾ (1) الخ میں ہے۔ یعنی بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے جہاں تمہاری پیدائش ہوتی رہتی ہے۔ پہلے نطفہ، پھر خون بستہ، پھر لوتھڑا، پھر گوشت پوست، ہڈی، رگ، پٹھے، پھر روح۔ غور کرو کہ وہ کتنا اچھا خالق ہے۔ تین اندھیریوں میں تمہاری یہ طرح طرح کے تبدیلیوں کی پیدائش کا ہیر پھیر ہوتا رہتا ہے۔ رحم کی اندھیری، اس کے ==

(1) ٦/ الانعام: ۱٤۳۔

إِنْ تَكْفُرُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۗ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَإِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ۗ ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۗ إِنَّهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيْبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸

ترجمہ: اگر تم ناشکری کرو تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم سب سے بے نیاز ہے' ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں۔ اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کی وجہ سے تم سے خوش ہوگا' کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ پھر تمہارا سب کا لوٹنا تمہارے رب تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ تمہیں وہ بتلا دے گا جو تم کرتے رہے۔ یقیناً وہ دلوں تک کی باتوں کا واقف ہے۔[۷] انسان کو جب کبھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خوب رجوع ہو کر اپنے رب تعالیٰ کو پکارتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس سے پہلے جو دعا کرتا تھا اسے بالکل بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شریک مقرر کرنے لگتا ہے جس سے اوروں کو بھی اس کی راہ سے بہکائے۔ تو کہہ دے کہ اپنے کفر کا فائدہ کچھ دن اور اٹھا لو۔ آخر تو دوزخی ہو۔[۸]

= اوپر کی جھلی کی اندھیری' اور پیٹ کی اندھیری۔ ❶ یہ جس نے آسمان و زمین کو اور خود تم کو اور تمہارے اگلے پچھلوں کو پیدا کیا ہے' وہی رب تعالیٰ ہے' اسی کا ملک ہے' وہی سب میں متصرف ہے' وہی لائق عبادت ہے' اس کے سوا کوئی اور نہیں۔ افسوس! نہ جانے تمہاری سمجھ اور عقلیں کہاں گئیں کہ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت و بندگی کرنے لگے۔

اللہ سب کچھ جانتا ہے: [آیت:۷۔۸] فرماتا ہے کہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بے نیاز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان قرآن میں منقول ہے کہ اگر تم اور روئے زمین کے سب جاندار اللہ تعالیٰ سے کفر اختیار کر لیں' تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں۔ وہ ساری مخلوق سے بے پرواہ اور پوری تعریفوں والا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ''اے میرے بندو! تمہارے سب اول و آخر انسان و جن مل ملا کر بدترین شخص کا سا دل بنا لو تو میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔'' ❷ ہاں اللہ تعالیٰ تمہاری ناشکری سے خوش نہیں نہ وہ اس کا تمہیں حکم دیتا ہے اور اگر تم اس کی شکر گزاری کرو گے تو وہ اس پر تم سے رضامند ہو جائے گا اور تمہیں اپنی اور نعمتیں عطا فرمائے گا۔ ہر شخص وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو' ایک کے بدلے دوسرا نہ پکڑا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ انسان کو دیکھو کہ اپنی حاجت کے وقت تو بہت ہی عاجزی اور انکساری سے اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس سے فریاد کرتا رہتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ﴾ ❸ الخ یعنی جب دریا اور سمندر میں ہوتے ہیں اور وہاں کوئی آفت آتی دیکھتے ہیں تو جن جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا کرتے تھے سب کو بھول جاتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں۔ لیکن نجات پاتے ہی منہ پھیر لیتے ہیں' انسان ہے ہی ناشکرا' پس فرماتا ہے کہ جہاں دکھ درد ٹل گیا پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا مصیبت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ اس دعا اور گریہ وزاری کو بالکل فراموش کر دیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ =

❶ الطبری، ۲۱/ ۲۵۸۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، ۲۵۷۷۔

❸ ۱۷/ الاسرآء:۲۷۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹

ترجمہ: بھلا جو شخص راتوں کے وقت سجدے اور قیام کی حالت میں عبادت گزار رہتا ہو آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو۔ بتلاؤ تو علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں؟ نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔ [۹]

= الضُّرُّ دَعَانَا﴾ ❶ الخ

یعنی تکلیف کے وقت تو انسان ہمیں اٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہر وقت بڑے حضور قلب کے ساتھ پکارتا رہتا ہے لیکن اس تکلیف کے ہٹتے ہی وہ بھی ہم سے ہٹ جاتا ہے گویا اس نے دکھ درد کے وقت ہمیں پکارا ہی نہ تھا بلکہ عافیت کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے لگتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ اپنے کفر سے گو کچھ یونہی سا فائدہ اٹھالیں۔ اس میں ڈانٹ ہے اور سخت دھمکی ہے۔ جیسے فرمایا ﴿قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ﴾ ❷ کہہ دے کہ فائدہ حاصل کرلو آخری جگہ تو تمہاری جہنم ہی ہے۔ اور فرمان ہے ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ❸ ہم انہیں کچھ فائدہ دیں گے پھر سخت عذابوں کی طرف بے بس کردیں گے۔

عالم اور جاہل برابر نہیں: [آیت:۹] مطلب یہ ہے کہ جس کی حالت یہ ہو وہ مشرک کے برابر نہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾ ❹ الخ یعنی سب کے سب برابر کے نہیں۔ اہل کتاب میں وہ جماعت بھی ہے جو راتوں کے وقت قیام کی حالت میں آیات ربانی کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدوں میں پڑے رہتے ہیں۔ قنوت سے مراد یہاں پر نماز کا خشوع خضوع ہے صرف قیام مراد نہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قانت کے معنی مطیع اور فرماں بردار کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہے کہ ﴿اٰنَآءَ الَّيْلِ﴾ سے مراد آدھی رات ہے۔ منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد مغرب وعشاء کے درمیان کا وقت ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں اول درمیانہ اور آخری شب مراد ہے۔ یہ عابد لوگ ایک طرف لرزاں وترساں ہیں دوسری جانب امیدوار اور طمع کناں ہیں۔ نیک لوگوں پر زندگی میں تو خوف الٰہی امید پر غالب رہتا ہے موت کے وقت خوف پر امید کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس اس کے انتقال کے وقت جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ''تو اپنے آپ کو کس حالت میں پاتا ہے؟ اس نے عرض کیا خوف اور امید کی حالت میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایسے وقت یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں اس کی امید اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے اور اس کے خوف سے اسے نجات عطا فرماتا ہے'' ❺ (ترمذی ابن ماجہ وغیرہ)

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تلاوت کرکے فرمایا: یہ وصف تو صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں تھا فی الواقع آپ رات کے وقت بکثرت تہجد پڑھتے رہتے تھے اور اس میں قرآن کریم کی لمبی قرأت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی ایک ہی رکعت میں قرآن ختم کردیتے تھے جیسے کہ ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ شاعر کہتا ہے صبح کے وقت ان کے منہ نور کے سبب سے چمکدار ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے تسبیح وتلاوت قرآن میں رات گزاری ہے۔ نسائی وغیرہ میں حدیث ہے کہ ''جس نے ایک رات سو آیتیں پڑھ لیں اس =

---

❶ ۱۰/ یونس:۱۲۔ ❷ ۱۴/ ابراھیم:۳۰۔ ❸ ۳۱/ لقمان:۲٤۔

❹ ۳/ آل عمران:۱۱۳۔ ❺ ترمذی، کتاب الجنائز، باب الرجاء باللہ والخوف بالذنب عند الموت ۹۸۳ وسندہ حسن ابن ماجہ ٤۲٦۱؛ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی، ۱۰۷۰۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿١١﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٢﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿١٤﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿١٥﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿١٦﴾

ترجمہ: میرا پیغام پہنچا دو کہ اے میرے ایمان والے بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہا کرو۔ جو اس دنیا میں نیکیاں کرتے ہیں ان کے لئے نیک بدلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت کشادہ ہے صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔ [١٠] تو کہہ دے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ اسی کے لئے عبادت کو خالص کر لوں۔ [١١] اور مجھے فرمان دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا حکم بردار بن جاؤں۔ [١٢] کہہ دے کہ مجھے تو اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا خوف لگتا ہے۔ [١٣] کہہ دے کہ میں تو خالص کر کے صرف اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں [١٤] تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرتے رہو۔ کہہ دے کہ حقیقی زیاں کار وہ ہیں جو اپنے تئیں اور اپنے والوں کے تئیں قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیں گے۔ یاد رکھو کہ کھلم کھلا نقصان یہی ہے۔ [١٥] انہیں نیچے اوپر سے آگ کے شعلے مثل سائبان کے ڈھانک رہے ہوں گے۔ یہی عذاب ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے کہ میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔ [١٦]

= کے نامۂ اعمال میں ساری رات کی قنوت لکھی جاتی ہے" ❶ (مسند احمد وغیرہ)۔ پس ایسے لوگ اور مشرک جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں کسی طرح ایک مرتبے کے نہیں ہو سکتے۔ عالم اور بے علم کا درجہ ایک نہیں ہو سکتا۔ ہر عقلمند پر ان کا فرق ظاہر ہے۔

صبر کا اجر بے حساب ہوگا: [آیت: ١٠-١٦] اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت پر جمے رہنے کا اور ہر امر میں اس کی پاک ذات کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے کہ جس نے اس دنیا میں نیکی کی اس کو اسی دنیا میں اور آنے والی آخرت میں نیکی ہی نیکی ملے گی۔ تم اگر ایک جگہ اللہ تعالیٰ کی عبادت استقلال سے نہ کر سکو تو دوسری جگہ چلے جاؤ' اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے۔ مصیبت سے بھاگتے رہو' شرک کو منظور نہ کرو۔ صابروں کو بے ناپ تول اور بے حساب کتاب اجر ملتا ہے' جنت انہیں کا مسکن ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے کا حکم ہوا ہے' اور مجھ سے یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ اپنی تمام امت سے پہلے میں خود مسلمان ہو جاؤں اور خود کو اپنے رب تعالیٰ کا فرمانبردار اور اس کے احکام کا پابند بنا لوں۔

❶ احمد، ٤/ ١٠٣ سندہ ضعیف وللحدیث شاھد عند ابی داود (١٣٩٨) وسندہ حسن فالحدیث بہ حسن، نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ، ٧١٧۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت سے پرہیز کیا اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہے وہ خوشخبری کے مستحق ہیں۔ پس میرے بندوں کو خوشخبری سنا دے۔[۱۷] جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں' پھر جو بہترین بات ہو اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں۔[۱۸]

اصل خسارہ: حکم ہوتا ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ باوجود یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں لیکن عذاب الٰہی سے بے خوف نہیں ہوں اگر میں اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو قیامت کے دن عذابوں سے میں بھی نہیں بچ سکتا۔ تو دوسرے لوگوں کو نافرمانی رب تعالیٰ سے بہت زیادہ اجتناب کرنا چاہئے۔ تم اپنے دین کا بھی اعلان کر دو کہ میں پختہ اور یکسوئی والا موحد ہوں۔ تم جس کی چاہو عبادت کرتے رہو۔ اس میں بھی ڈانٹ ڈپٹ ہے نہ کہ اجازت۔ پورے نقصان میں وہ ہیں جنہوں نے خود اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو نقصان میں پھنسا دیا' قیامت کے دن ان میں جدائی ہو جائے گی۔

اگر ان کے اہل جنت میں گئے تو یہ دوزخ میں جل رہے ہیں اور ان سے الگ ہیں اور اگر سب جہنم میں گئے تو وہاں برائی کے ساتھ ایک دوسرے سے دور ہیں اور پریشان اور مغموم ہیں۔ یہی واضح نقصان ہے۔ پھر ان کا حال جو جہنم میں ہوگا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ اوپر تلے سے آگ ہی آگ ہوگی۔

جیسے فرمایا ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ❶ یعنی "ان کا اوڑھنا بچھونا سب آتش جہنم سے ہی ہوگا ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔" اور آیت میں ہے ﴿يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ﴾ ❷ الخ۔ قیامت والے دن انہیں نیچے اوپر سے عذاب ہو رہا ہوگا اور اوپر سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کا مزہ چکھو! یہ اس لئے ظاہر و باہر کر دیا گیا اور کھول کھول کر اس وجہ سے بیان کیا گیا کہ اس حقیقی عذاب سے جو یقیناً آنے والا ہے میرے بندے خبردار ہو جائیں اور گناہوں اور نافرمانیوں کو چھوڑ دیں۔ میرے بندو! میری گرفت اور میرے عذاب و غضب سے اور میرے انتقام و حساب سے ڈرتے رہو۔

اوصاف حمیدہ: [آیت:۱۷۔۱۸] مروی ہے کہ یہ آیت زید بن عمرو بن نفیل اور ابوذر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری ہے۔ ❸ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ آیت جس طرح ان بزرگوں کو شامل ہے اسی طرح ہر اس شخص کو شامل ہے جس میں یہ پاک اوصاف ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے بیزاری اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری۔ یہ ہیں جن کے لئے دونوں جہان میں خوشیاں ہیں۔ بات سمجھ کر' سن کر جب وہ اچھی ہو تو اس پر عمل کرنے والے مستحق مبارک باد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تورات کے عطا فرمانے کے وقت فرمایا تھا' اسے مضبوطی سے تھامو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کی اچھائی کو مضبوط تھام لیں۔ عقلمند اور نیک روش لوگوں میں بھلی باتوں کے قبول کرنے کا صحیح جذبہ ضرور ہوتا ہے۔

❶ ۷/ الاعراف:۴۱۔ ❷ ۲۹/ العنکبوت:۵۵۔ ❸ الطبری ۲۱/ ۲۷۳۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: بھلا جس شخص پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہو تو کیا تو اسے جو دوزخ میں ہے چھڑا سکتا ہے؟ [۱۹] ہاں وہ لوگ جو اپنے رب تعالیٰ کا لحاظ کرتے رہے ان کے لئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالا خانے ہیں اور ان کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ [۲۰]

جنت کی نعمتوں کا تذکرہ: [آیت:۱۹-۲۰] فرماتا ہے کہ جس کی بدبختی لکھی جا چکی ہے تو اسے راہ راست نہیں دکھا سکتا۔ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کئے ہوئے کو راہ راست دکھا سکے؟ تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ تو ان کی رہبری کر کے انہیں عذاب الٰہی سے بچا سکے۔ ہاں نیک بخت نیک اعمال اور نیک عقیدہ لوگ قیامت کے دن جنت کے محلات میں مزے کریں گے۔ ان بالا خانوں میں جو کئی کئی منزلوں کے ہیں، تمام سامان آرائش سے آراستہ ہیں۔ وسیع اور بلند، خوب صورت اور دیدہ زیب ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں، جنت میں ایسے محل ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے صاف دکھائی دیتا ہے۔ ایک اعرابی نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کن لوگوں کے لئے ہیں؟ فرمایا ''ان کے لئے جو نرم کلامی کریں، کھانا کھلائیں اور راتوں کو جب لوگ میٹھی نیند میں ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑائیں، نمازیں پڑھیں۔'' ❶ (ترمذی وغیرہ)

مسند احمد میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے ''جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے، انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے بنایا ہے جو کھانا کھلائیں، کلام کو نرم رکھیں، پے در پے نفل روزے بکثرت رکھیں اور پچھلی راتوں کو تہجد پڑھیں۔'' ❷ مسند احمد کی اور حدیث میں ہے جنتی جنت کے بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو اور روایت میں ہے کہ مشرقی اور مغربی کناروں کے ستارے جس طرح تمہیں دکھائی دیتے ہیں، اسی طرح جنت کے وہ محلات تمہیں نظر آئیں گے۔ ❸ اور حدیث میں ہے کہ ان محلات کی یہ تعریفیں سن کر لوگوں نے کہا، حضور! یہ تو نبیوں کے لئے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں اور ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں کو سچا جانا۔'' ❹ (ترمذی وغیرہ)

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! جب تک ہم آپ کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور آپ کے چہرہ انور کو دیکھتے رہتے ہیں، اس وقت تک تو ہمارے دل نرم رہتے ہیں اور ہم آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں لیکن جب آپ کی مجلس سے اٹھ کر دنیوی کاروبار میں مصروف ہو جاتے ہیں اور بال بچوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو =

❶ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة غرف الجنة ۲۵۲۷ وهو حسن؛ ابن ابی شیبه، ۸/ ۶۲۵؛ مسند ابی یعلی، ۴۲۸۔ ❷ احمد، ۵/ ۳۴۳ وھو حدیث حسن؛ النهاية بتحقیقی، ۱۳۲۶۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، ۶۵۵۵؛ صحیح مسلم، ۲۸۳۰؛ احمد، ۵/ ۳۴۰؛ ابن حبان، ۲۰۹۔
❹ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب فی ترائی اهل الجنة فی الغرف ۲۵۵۶ وسنده حسن اور اس معنی کی روایت صحیح بخاری ۳۲۵۶ میں بھی موجود ہے۔

ترجمہ: کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اسے زمین کی سوتوں میں پہنچاتا ہے پھر اسی کے ذریعہ سے مختلف قسم کی کھیتیاں اگاتا ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہیں اور تو انہیں زرد رنگ دیکھتا ہے پھر انہیں ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ اس میں عقلمندوں کے لئے بہت زیادہ عبرت ہے۔[۲۱] کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے۔ پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے۔ اور ہلاکی ہے ان پر جن کے دل یاد الٰہی سے اثر نہیں لیتے بلکہ سخت ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔[۲۲]

= اس وقت ہماری حالت وہ نہیں رہتی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تم ہر وقت اسی حالت پر رہتے جو حالت تمہاری میرے سامنے ہوتی ہے تو فرشتے اپنے ہاتھوں سے تم سے مصافحہ کرتے اور تمہارے گھروں میں آ کر تم سے ملاقاتیں کرتے۔ سنو! اگر تم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو بخشے۔ ہم نے کہا حضور! جنت کی بنا کس چیز کی ہے؟ فرمایا کہ ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی' اس کا چونا خالص مشک ہے اس کی کنکریاں لؤلؤ اور یاقوت ہیں۔ اس کی مٹی زعفران ہے۔ اس میں جو داخل ہو گیا وہ مالا مال ہو گیا' جس کے بعد بے مال ہونے کا خطرہ ہی نہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں ہی رہے گا وہاں سے نکالے جانے کا امکان ہی نہیں' نہ موت کا کھٹکا ہے' ان کے کپڑے گلتے سڑتے نہیں' ان کی جوانی ہمیشگی والی ہے۔ سنو! تین شخصوں کی دعا مردود نہیں ہوتی' عادل بادشاہ' روزے دار اور مظلوم۔ ان کی دعا ابر پر اٹھائی جاتی ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ رب العزت فرماتا ہے' مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہو۔" ❶ (ترمذی' ابن ماجہ وغیرہ)

ان محلات کے درمیان چشمے بہہ رہے ہیں اور وہ بھی ایسے کہ جہاں چاہیں پانی پہنچائیں جب اور جتنا چاہیں بہا ور ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ اپنے مؤمن بندوں سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی ذات وعدہ خلافی سے پاک ہے۔

پانی اللہ کی قدرت: [آیت: ۲۱-۲۲] زمین میں جو پانی ہے وہ درحقیقت آسمان سے اترا ہوا ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم آسمان سے پانی اتارتے ہیں۔ یہ پانی زمین پی لیتی ہے اور اندر ہی اندر وہ پھیل جاتا ہے۔ پس حسب حاجت کسی سوت سے اللہ تعالیٰ اسے نکالتا ہے اور چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ جو پانی زمین کے میل سے کھاری ہو جاتا ہے وہ کھاری ہی رہتا ہے۔ اسی طرح آسمانی پانی برف کی شکل میں پہاڑوں پر جم جاتا ہے جسے پہاڑ جذب کر لیتے ہیں اور پھر ان میں سے آبشاریں بہہ نکلتی ہیں' ان چشموں اور آبشاروں کا پانی کھیتوں میں پہنچتا ہے' جس سے کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں' جو مختلف قسم کے رنگ و بو کی اور طرح طرح کے مزے اور شکل و صورت کی ہوتی ہیں۔ پھر آخری وقت میں ان کی جوانی بڑھاپے سے اور سبزی زردی سے بدل جاتی ہے۔ پھر خشک ہو جاتی ہیں اور کاٹ لی جاتی ہیں۔ کیا اس میں عقل مندوں کے لئے بصیرت و نصیحت نہیں؟ کیا وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ اسی طرح دنیا ہے کہ آج جوان اور خوب صورت نظر =

❶ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة الجنة ونعیمها ۲۵۲۶ وسنده ضعیف زیاد الطائی کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ احمد ۲/ ۳۰۴؛ ابن حبان ۱۷۵۲۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے جس سے ان لوگوں کے جسم کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت' جسے چاہے یہ سمجھا دیتا ہے' اور جسے اللہ تعالیٰ ہی راہ بھلا دے اس کا ہادی کوئی نہیں۔[٢٣]

= آتی ہے' کل بڑھیا اور بدصورت ہو جاتی ہے۔ آج ایک شخص نوجوان طاقتور ہے کل وہی بوڑھا بدشکل اور کمزور نظر آتا ہے' **پھر آخر** موت کے پنجے میں پھنستا ہے پس عقلمند انجام پر نظر رکھیں۔ بہتر وہ ہے جس کا انجام بہتر ہو۔ اکثر جگہ دنیا کی زندگی کی مثال بارش سے پیدا شدہ کھیتی کے ساتھ دی گئی ہے۔ جیسے ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (1) الخ میں۔

پھر فرماتا ہے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھل گیا اور جس نے رب تعالیٰ کے پاس کا نور پا لیا وہ اور سخت سینے والا' تنگ دل والا برابر ہو سکتا ہے؟ حق پر قائم اور حق سے دور یکساں ہو سکتے ہیں؟ جیسے فرمایا ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا﴾ (2) الخ وہ شخص جو مردہ تھا ہم نے اسے جلا دیا اور اسے نور عطا فرمایا' جسے اپنے ساتھ لئے ہوئے لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ یہ اور وہ جو اندھیریوں میں گھرا ہوا ہے جن سے چھٹکارا محال ہے' دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ پس یہاں بھی نتیجہ بیان فرمایا کہ جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نرم نہیں پڑتے احکام الٰہی کو ماننے کے لئے نہیں کھلتے' رب تعالیٰ کے سامنے عاجزی نہیں کرتے' بلکہ سنگدل اور سخت دل ہیں ان کے لئے ویل ہے' خرابی اور افسوس و حسرت ہے' یہ بالکل گمراہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے کلام سے مومنوں کے دل کانپ جاتے ہیں: [آیت:٢٣] اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب قرآن کریم کی تعریف میں فرماتا ہے کہ اس بہترین کتاب کو اس نے نازل فرمایا ہے جو سب کی سب متشابہ ہے اور جس کی آیتیں مکرر ہیں' تاکہ فہم سے قریب تر ہو جائیں۔ ایک آیت دوسری کے مشابہ اور ایک حرف دوسرے سے ملتا جلتا۔ اس سورت کی آیتیں اس سورت سے اور اس کی اس سے ملی جلی' ایک ہی بات اور ایک ہی ذکر کئی کئی جگہ اور پھر بے اختلاف۔ بعض آیتیں ایک ہی بیان میں بعض میں جو مذکور ہے اس کی ضد کا ذکر بھی انہیں کے ساتھ ہے۔ مثلاً مومنوں کے ذکر کے ساتھ ہی کافروں کا ذکر' جنت کے ساتھ ہی دوزخ کا بیان وغیرہ۔ دیکھئے ابرار کے ذکر کے ساتھ ہی فجار کا بیان ہے' سجین کے ساتھ ہی علیین کا بیان ہے' متقین کے ساتھ ہی طاغین کا بیان ہے' ذکر جنت کے ساتھ ہی تذکرہ جہنم ہے۔ یعنی یہ معنی ہیں مثانی کے۔ اور متشابہات ان آیتوں کو کہتے ہیں جو ایک ہی قسم کے ذکر میں متصل چلی جاتی ہیں۔ یہاں اس لفظ کے جو معنی ہیں وہ تو یہ ہیں اور ﴿وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ (3) میں اور ہی معنی ہیں۔ اس کی پاک اور باا ثر آیتوں کا مومنوں کے دل پر نور پڑتا ہے' وہ انہیں سنتے ہی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ سزاؤں اور دھمکیوں کو سن کر ان کا کلیجہ کپکپانے لگتا ہے' رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور انتہائی عاجزی اور بہت بڑی گریہ وزاری سے ان کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اس کی رحمت و لطف پر نظریں ڈال کر امیدیں بندھ جاتی ہیں۔ پس ان کا حال سیاہ دلوں سے بالکل جداگانہ ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے کلام کو نیکوں سے سنتے ہیں' =

(1) ١٨/ الكهف:٤٥۔ (2) ٦/ الانعام:١٢٣۔ (3) ٣/ آل عمران:٧۔

أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ ۚ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾ ع

ترجمہ: بھلا جو شخص قیامت کے دن کے بدترین عذابوں کی سپر (ڈھال) اپنے منہ کو بنائے گا' ایسے ظالموں سے کہا جائے گا کہ اپنے کیے کا وبال چکھو۔[٢٤] ان سے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا' پھر ان پر ان کی بے خبری کی حالت میں ہی عذاب آ پڑے۔[٢٥] اور اللہ تعالیٰ نے انہیں زندگانی دنیا کی رسوائی کا مزہ چکھایا۔ اور ابھی آخرت کا تو بڑا بھاری عذاب ہے' کاش کہ یہ لوگ سمجھ لیں۔[٢٦] یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں کیا عجب کہ وہ نصیحت حاصل کر لیں۔[٢٧] قرآن عربی بے عیب ہے' ہو سکتا ہے کہ وہ پرہیزگاری اختیار کر لیں'[٢٨] سنو! اللہ تعالیٰ مثال بیان فرما رہے ہیں ایک وہ شخص جس میں بہت سے مختلف ساجھی ہیں اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا غلام ہے' کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے سب تعریف ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں۔[٢٩] یقیناً خود تجھے بھی موت کا مزہ چکھنا ہے اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔[٣٠] پھر تم سب کے سب قیامت کے دن اپنے رب تعالیٰ کے سامنے جھگڑو گے۔[٣١]

== وہ گانے بجانے پر سر دھنتے ہیں۔ یہ لوگ قرآنی آیات کے ذریعہ اپنے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کرتے ہیں مگر جن کے دلوں میں روگ ہے وہ آیات قرآنیہ کو سن کر مزید کفر کے زینے پر چڑھتے ہیں' یہ روتے ہوئے سجدوں میں گر پڑتے ہیں' اور وہ مذاق اڑاتے ہوئے اکڑتے ہیں۔ قرآن کا فرمان ہے ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ ❶ الخ۔

یعنی یاد اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں کو ہلا دیتی ہے' وہ ایمان و توکل میں بڑھ جاتے ہیں' نماز و زکوۃ و خیرات کا خیال رکھتے ہیں' سچے باایمان یہی ہیں۔ درجے' مغفرت اور بہترین روزیاں یہی لوگ پائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا﴾ ❷ یعنی بھلے لوگ آیات قرآنیہ کو بہروں' اندھوں کی طرح نہیں سنتے پڑھتے کہ ان کی طرف نہ تو صحیح توجہ ہو نہ ارادۂ عمل ہو' بلکہ یہ کان لگا کر سنتے ہیں اور دل لگا کر سمجھتے ہیں' غور و فکر سے معانی اور مطلب تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اب توفیق ہاتھ آتی ہے' سجدے میں گر پڑتے ہیں اور تعمیل کے لئے کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ یہ خود اپنی سمجھ سے کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی جہالت کے پیچھے پڑے نہیں رہتے۔ تیسرا وصف ان میں برخلاف دوسروں کے یہ ہے کہ

❶ ٨/ الانفال:٢۔ ❷ ٢٥/ الفرقان:٧٣۔

قرآن کے سننے کے وقت باادب رہتے ہیں۔ حضرت ﷺ کی تلاوت سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسم وروح ذکر اللہ کی طرف جھک جاتے تھے' ان میں خشوع وخضوع پیدا ہو جاتا تھا لیکن یہ نہ تھا کہ چیخنے چلانے اور ہڑ بونگ کرنے لگیں اور اپنی صوفیت جتائیں بلکہ ثبات وسکون ادب اور خشیت کے ساتھ کلام اللہ سنتے' دل جمعی اور سکون حاصل کرتے اسی وجہ سے مستحق تعریف اور سزاوار توصیف ہوئے۔ (رضی اللہ عنہم)

عبدالرزاق سے مروی ہے کہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اولیاء اللہ کی صفت یہ ہے کہ قرآن سن کر ان کے دل موم ہو جائیں اور ذکر اللہ کی طرف وہ جھک جائیں' ان کے دل ڈر جائیں' ان کی آنکھیں آنسو بہائیں اور طبیعت میں سکون پیدا ہو جائے یہ نہیں کہ عقل جاتی رہے، عجیب کیفیت طاری ہو جائے، نیک و بد کا ہوش نہ رہے۔ یہ بدعت کے افعال ہیں کہ ہا ہو کرنے لگتے ہیں اور کودتے' اچھلتے اور کپڑے پھاڑتے ہیں' یہ شیطانی حرکت ہے۔ ذکر اللہ سے مراد وعدۂ اللہ تعالیٰ بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ ہیں صفتیں ان لوگوں کی' جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ ان کے خلاف جنہیں پاؤ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہ کر دیا ہے۔ اور یقین رکھو کہ رب تعالیٰ جن لوگوں کو ہدایت دینا نہ چاہے انہیں کوئی راہ راست نہیں دکھا سکتا۔

منکرین کیلئے سخت عذاب: [آیت:۲۴-۳۱] ایک وہ جسے ہنگامہ خیز دن میں امن وامان حاصل ہو' اور ایک وہ جسے اپنے منہ پر عذاب کے تھپڑ کھانے پڑتے ہوں' برابر ہو سکتے ہیں؟ جیسے فرمایا ﴿اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖ﴾ ❶ الخ اوندھے منہ' منہ کے بل چلنے والا اور راست قامت' اپنے پیروں سیدھی راہ چلنے والا برابر نہیں۔ ان کفار کو تو قیامت کے دن اوندھے منہ گھسیٹا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آگ کا مزہ چکھو۔ اور آیت میں ہے ﴿اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ﴾ ❷ جہنم میں داخل کیا جانے والا بدنصیب اچھا یا امن وامان سے قیامت کا دن گزارنے والا اچھا؟ یہاں اس آیت کا بھی مطلب یہی ہے' لیکن ایک قسم کا ذکر کر کے دوسری قسم کے بیان کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ اسی سے وہ بھی سمجھ لیا جاتا ہے۔ یہ بات شعراء کے کلام میں بھی برابر پائی جاتی ہے۔ اگلے لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی باتوں کو نہ مانا تھا اور رسولوں کو جھوٹا کہا تھا۔ پھر دیکھو کہ ان پر کس طرح ان کی بے خبری میں مار پڑی؟ اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کو دنیا میں بھی ذلیل وخوار کیا اور آخرت کے سخت عذاب بھی ان کے لئے باقی ہیں۔ سو تمہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ اشرف رسل ﷺ کے ستانے اور نہ ماننے کی وجہ سے تم پر کہیں ان سے بھی بدتر عذاب برس نہ پڑیں۔ تم اگر ذی علم ہو تو ان کے حالات اور تذکرے تمہاری نصیحت کے لئے کافی ہیں۔

قرآنی مثالوں کو بیان کرنے کا مقصد: چونکہ مثالوں سے باتیں ٹھیک طور پر سمجھ میں آ جاتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہر قسم کی مثالیں بھی بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ چنانچہ ارشاد ہے ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ ❸ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ مثالیں بیان فرمائیں ہیں جنہیں تم خود اپنے آپس میں بہت اچھی طرح جانتے بوجھتے ہو۔ اور آیت میں ہے ﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ ❹ ''ان مثالوں کو ہم لوگوں کے سامنے بیان کر رہے ہیں' علما ہی انہیں بخوبی سمجھ سکتے ہیں'' یہ قرآن فصیح عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی اور کوئی کمی نہیں' واضح دلیلیں اور روشن حجتیں ہیں۔ یہ اس لئے کہ اسے پڑھ سن کر لوگ اپنا بچاؤ کر لیں' اسکے عذاب کی آیتوں کو سامنے رکھ کر برائیاں چھوڑیں' اور اس کے ثواب کی آیتوں کی طرف نظریں رکھ کر نیک اعمال میں محنت کریں۔ اس کے بعد جناب باری عز اسمہ موحد اور مشرک کی مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک تو وہ

❶ ٦٧/ الملك:٢٢۔ ❷ ٤١/ حٰمٓ السجدة:٤٠۔ ❸ ٣٠/ الروم:٢٨۔ ❹ ٢٩/ العنكبوت:٤٣۔

غلام جس کے مالک بہت سارے ہوں اور وہ بھی آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں دوسرا وہ غلام جو خالص صرف ایک ہی شخص کی ملکیت کا ہو اس کے سوا اس پر دوسرے کسی کا کوئی اختیار نہ ہو کیا یہ دونوں تمہارے نزدیک یکساں ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح موحد جو صرف ایک اللہ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کی ہی عبادت کرتا ہے اور مشرک جس نے اپنے معبود بہت سے بنا رکھے ہیں ان دونوں میں بھی کوئی نسبت نہیں۔ کہاں یہ مخلص موحد؟ کہاں یہ در بدر بھٹکنے والا مشرک؟ اس ظاہر باہر روشن اور صاف مثال کے بیان پر بھی رب العالمین کی حمد وثنا بیان کرنی چاہئے کہ اس نے اپنے بندوں کو اس طرح سمجھا دیا کہ حقیقت بالکل عیاں ہوگئی شرک کی بدی اور توحید کی خوبی اچھی طرح ذہن نشین ہوگئی۔ اب رب تعالیٰ کے ساتھ وہی لوگ شرک کریں گے جو یکسر بے علم ہوں جن میں سمجھ بوجھ بالکل ہی نہ ہو۔ اس کے بعد کی آیت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد پڑھ کر پھر دوسری آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ ❶ کی آخر آیت تک تلاوت کر کے لوگوں کو بتلایا تھا کہ حضور ﷺ کی وفات ہوگئی۔ آپ کا کلام سن کر سب کو یقین ہو گیا تھا۔ مطلب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ سب اس دنیا سے جانے والے ہیں اور آخرت میں اپنے رب تعالیٰ کے پاس جمع ہونے والے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ مشرکوں اور موحدوں میں صاف فیصلہ کر دے گا اور حق ظاہر ہو جائے گا۔ اس سے اچھے فیصلے والا اور اس سے زیادہ علم والا کون ہے؟ ایمان اخلاص اور توحید وسنت والے نجات پائیں گے۔ شرک وکفر انکار وتکذیب کرنے والے سخت سزائیں اٹھائیں گے۔ اسی طرح جن دو شخصوں میں جھگڑا اور اختلاف دنیا میں تھا قیامت کے روز وہ رب عادل کے سامنے پیش ہو کر فیصل ہوگا۔ اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ قیامت کے دن پھر سے جھگڑے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یقیناً۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو سخت مشکل ہے۔ ❷ (ابن ابی حاتم)

سب مر کر دوبارہ جی اٹھیں گے: مسند احمد کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آیت ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾ ❸ یعنی ''پھر اس دن تم سے ربانی نعمتوں کا سوال کیا جائے گا'' کے نازل ہونے پر آپ ہی نے سوال کیا کہ وہ کونسی نعمتیں ہیں جن کی بابت ہم سے حساب لیا جائیگا؟ ہم تو کھجوریں کھا کر اور پانی پی کر گزارہ کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اب نہیں ہیں تو کیا؟ عنقریب بہت سی نعمتیں حاصل ہو جائیں گی۔'' یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن بتلاتے ہیں۔ ❹ مسند کی اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ﴾ ❺ کے نازل ہونے پر پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا جو جھگڑے ہمارے دنیا میں تھے وہ دوبارہ وہاں قیامت میں دہرائے جائیں گے؟ ساتھ ہی گناہوں کی بھی پرسش ہوگی؟ آپ نے فرمایا ''ہاں وہ ضرور دہرائے جائیں گے اور ہر شخص کو اس کا حق پورا پورا دلوایا جائے گا۔ یہ سن کر آپ نے عرض کیا پھر تو سخت مشکل کام ہے۔'' ❻ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''سب سے پہلے پڑوسیوں کے آپس کے جھگڑے پیش ہوں گے۔ ❼ اور حدیث میں ہے اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سب جھگڑوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا یہاں تک کہ دو بکریاں جو لڑی ہوں گی اور ایک نے دوسری کو سینگ مارے ہوں گے ان کا بدلہ بھی دلوایا جائے گا'' ❽ (مسند احمد)

مسند احمد ہی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

---

❶ ۳/ آل عمران:۱٤٤۔ ❷ حاکم، ۲/ ٤٣٥ وسنده حسن۔ ❸ ۱۰۲/ التكاثر:۸۔

❹ احمد ۱/ ۱٦٤؛ ترمذی، کتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة زمر ۳۲۳٦ وسنده حسن؛ ابن ماجه ٤١٥٨۔

❺ ۳۹/ الزمر:۳۰۔ ❻ احمد، ۱/ ۱٦٧ وسنده حسن۔ ❼ احمد، ٤/ ١٥١ وهو حديث حسن؛ المعجم الكبير للطبرانی، ۱۷/ ۳۰۳ ح ۸۳٦ وسنده حسن۔ ❽ احمد ۳/ ۲۹ وسنده ضعيف وحديث مسلم (۲۵۸۲) يغنی عنه۔

سے دریافت فرمایا کہ ''جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں؟ حضرت ابوذر رضی اللہ نے جواب دیا کہ حضور! مجھے کیا خبر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے' اور وہ قیامت کے دن ان دونوں میں انصاف کریگا۔'' ❶

بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''ظالم اور خائن بادشاہ سے اسکی رعیت قیامت کے دن جھگڑا کرے گی اور اس پر وہ غالب آ جائی گی اور فرمان الٰہی سرزد ہوگا کہ جاؤ اسے جہنم کا ایک رکن بنا دو۔'' ❷ اس حدیث کے ایک راوی اغلب بن تمیم کا حافظہ جیسا چاہئے ایسا نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''ہر سچا جھوٹے سے' ہر مظلوم ظالم سے' ہر ہدایت یافتہ گمراہی میں مبتلا ہونے والے سے' ہر کمزور زور آور سے اس روز جھگڑے گا۔'' ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''کتاب الروح'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت لائے ہیں کہ ''لوگ قیامت کے دن جھگڑیں گے یہاں تک کہ روح اور جسم کے درمیان بھی جھگڑا ہوگا۔ روح تو جسم کو الزام دے گی کہ تو نے یہ سب برائیاں کیں اور جسم روح سے کہے گا کہ ساری چاہت اور شرارت تیری ہی تھی۔ ایک فرشتہ ان میں فیصلہ کرے گا۔ وہ کہے گا سنو! ایک آنکھوں والا انسان ہے لیکن اپاہج بالکل لولا لنگڑا' چلنے پھرنے سے معذور ہے۔ دوسرا آدمی اندھا ہے لیکن اس کے پیر سلامت ہیں چلتا پھرتا ہے یہ دونوں ایک باغ میں ہیں۔ لنگڑا اندھے سے کہتا ہے' بھائی یہ باغ تو میوؤں اور پھلوں سے لدا ہوا ہے لیکن میرے تو پاؤں نہیں جو میں جا کر یہ پھل توڑ لوں۔ اندھا جواب دیتا ہے کہ آ میرے پاؤں ہیں میں تجھے اپنی چڈی پر چڑھا لیتا ہوں اور لے چلتا ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں اس طرح پہنچے اور خوب مرضی کے مطابق پھل توڑے۔ بتلاؤ ان دونوں میں مجرم کون ہے؟ جسم اور روح دونوں جواب دیتے ہیں کہ جرم دونوں کا ہے۔ فرشتہ کہتا ہے بس اب تو تم نے اپنا فیصلہ آپ کر دیا یعنی جسم گویا سواری ہے اور روح اس پر سوار ہے۔'' ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''اس آیت کے نازل ہونے پر ہم تعجب میں تھے کہ ہم میں اور اہل کتاب میں تو جھگڑا ہے ہی نہیں' پھر آخر روز قیامت میں کس سے جھگڑے ہوں گے؟ اس کے بعد جب آپس کے فتنے شروع ہو گئے تو ہم نے سمجھ لیا کہ یہی آپس کے جھگڑے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہوں گے۔'' ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ غیر ''اہل قبلہ سے جھگڑیں گے۔'' اور ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مراد اہل اسلام اور اہل کفر کا جھگڑا ہے لیکن ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ فی الواقع یہ آیت عام ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ' اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور فضل و رحم سے تفسیر ابن کثیر اردو کا تئیسواں پارہ ختم ہوا۔

❶ احمد، ٥/ ١٦٢ وسنده ضعيف، فيه مجاهيل۔ ❷ مسند البزار ١٦٤٤ وسنده ضعيف، اغلب بن تميم ضعيف۔

فہرست

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچا دین جب اس کے پاس آئے تو اسے جھوٹا بتلائے کیا ایسے کفار کے لئے جہنم ٹھکانا نہیں ہے؟[۳۲] اور جو لوگ سچے دین کو لائیں اور جو اسے سچا جانیں یہی لوگ پارسا ہیں۔[۳۳] ان کے لئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہے جو یہ چاہیں نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے[۳۴] تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے عملوں کو دور کر دے اور جو نیک کام انہوں نے کئے ہیں ان کا نیک بدلہ عطا فرمائے۔[۳۵]

سب سے بڑا ظالم کون؟ [آیت:۳۲-۳۵] مشرکین نے اللہ تعالیٰ پر بہت جھوٹ بولا تھا اور طرح طرح کے الزام لگائے تھے کبھی اس کے ساتھ دوسرے معبود بتلاتے تھے کبھی فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں شمار کرنے لگتے تھے کبھی مخلوق میں سے کسی کو اس کا بیٹا کہہ دیا کرتے تھے جن تمام باتوں سے اس کی بلند و بالا ذات پاک اور برتر تھی ساتھ ہی ان میں دوسری بدخصلت یہ بھی تھی کہ جو حق انبیا علیہم السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ نازل فرماتا یہ اسے بھی جھٹلاتے پس فرمایا کہ یہ سب سے بڑھ کر ظالم ہیں۔ پھر جو سزا انہیں ہونی ہے اس سے انہیں آگاہ کر دیا کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے جو مرتے دم تک انکار و تکذیب پر ہی رہیں۔ ان کی بدخصلت اور سزا کا ذکر کر کے پھر مومنوں کی نیک خو اور ان کی جزا کا ذکر فرماتا ہے کہ جو سچائی کو لایا اور اسے سچا مانا یعنی آنحضرت ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اور ہر وہ شخص جو کلمۂ توحید کا اقراری ہو اور تمام انبیا علیہم السلام اور ان کی ماننے والی ان کی مسلمان امت، یہ قیامت کے دن یہی کہیں گے کہ جو تم نے ہمیں دیا اور جو فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے رہے۔ خود رسول اللہ ﷺ بھی اس آیت میں داخل ہیں۔ آپ ﷺ بھی سچائی کے لانے والے اور اگلے رسولوں کی تصدیق کرنے والے اور آپ پر جو کچھ نازل ہوا تھا اسے ماننے والے تھے اور ساتھ ہی یہی وصف تمام ایمان داروں کا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر فرشتوں پر کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان رکھنے والے تھے۔

ربیع بن انس کی قرأت میں ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالصِّدْقِ﴾ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں سچائی کو لانے والے آنحضرت ﷺ ہیں اور اسے سچ ماننے والے مسلمان ہیں۔ یہی متقی پارسا اور پرہیزگار ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور شرک کفر سے بچتے رہے۔ ان کے لئے جنت میں جو وہ چاہیں سب کچھ ہے جب طلب کریں گے پائیں گے۔ یہی بدلہ ہے ان پاک باز لوگوں کا۔ رب ان کی برائیاں تو معاف فرما دیتا ہے اور نیکیاں قبول کر لیتا ہے۔ جیسے دوسری آیت میں فرمایا ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ [1] الخ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی نیکیاں ہم قبول کر لیتے ہیں۔ اور برائیوں سے درگزر فرما لیتے ہیں یہ جنتیوں میں رہیں گے انہیں بالکل سچا اور صحیح صحیح وعدہ دیا جاتا ہے۔

[1] ٤٦/ الاحقاف:١٦۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ
اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ
ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ
اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ
ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ
عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ یہ لوگ تجھے رب کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں۔ جسے رب گمراہ کردے اس کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں[۳۶] اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ غالب اور بدلہ لینے والا نہیں؟[۳۷] اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً وہ یہی جواب دینگے کہ اللہ نے۔ اب تو ان سے کہہ کہ اچھا یہ تو بتلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں[۳۸] کہہ دے کہ اے میری قوم! تم اپنے طور پر عمل کیے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں ابھی ابھی تم جان لو گے[۳۹] کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی مار اور ہمیشگی کی سزا ہوتی ہے۔[۴۰]

مؤمن کے لئے اللہ ہی کافی ہے: [آیت:۳۶-۴۰] ایک قرأت میں ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عِبَادَهٗ﴾ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے کو کافی ہے اسی پر ہر شخص کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''اس نے نجات پالی جو اسلام کی ہدایت دیا گیا اور بقدر ضرورت روزی دیا گیا اور قناعت بھی نصیب ہوئی'' ❶ (ترمذی وغیرہ) اے نبی! یہ لوگ تجھے اللہ کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں' یہ ان کی جہالت وضلالت ہے اور اللہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔ جس طرح اللہ کے راہ دکھائے ہوئے شخص کو کوئی بہکا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ بلند جناب والا ہے۔ اس پر بھروسہ کرنے والے کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور اس کی طرف جھک جانے والا کبھی محروم نہیں رہتا۔ اس سے بڑھ کر عزت والا کوئی نہیں' اسی طرح اس سے بڑھ کر انتقام پر قادر بھی کوئی نہیں۔ جو اس کے ساتھ کفر وشرک کرتے ہیں، اس کے رسولوں سے لڑتے بھڑتے ہیں، یقیناً وہ انہیں سخت سزائیں دے گا۔ مشرکین کی اور مزید جہالت بیان ہو رہی ہے کہ باوجود اللہ تعالیٰ کو خالق کل ماننے کے پھر بھی ایسے معبودان باطل کی پرستش کرتے ہیں جو کسی نفع نقصان کے مالک نہیں جنھیں کسی امر کا کوئی اختیار نہیں۔ حدیث شریف میں ہے ''اللہ کو یاد رکھ وہ تیری حفاظت کرے گا' اللہ کو یاد رکھ تو اسے ہر وقت اپنے پاس پائے گا۔ آسانی کے وقت رب کی نعمتوں کا شکر گزار رہ سختی کے وقت وہ تجھے کام آئے گا۔ =

❶ ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء في الكفاف والصبر عليه، ۲۳۴۹ وسنده حسن؛ حاکم، ۴/ ۱۲۲؛ احمد، ۶/ ۱۹۔

إِنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿٤١﴾ اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ شُفَعَآءَ ۚ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْـًٔا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٣﴾ قُل لِّلَّهِ الشَّفَٰعَةُ جَمِيعًا ۖ لَّهُۥ مُلْكُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٤٤﴾ وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْءَاخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِۦٓ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٥﴾

ترجمہ: تجھ پر ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب لوگوں کے لیے نازل فرمائی ہے۔ پس جو شخص راہ راست پر آ جائے اسکے اپنے لیے نفع ہے اور جو گمراہ ہو جائے اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے، تو ان کا ذمہ دار نہیں۔[۴۱] اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے غور کرنے والوں کے لیے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔[۴۲] کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو سفارش کرنے والا مقرر کر رکھا ہے؟ تو کہہ دے کہ گو وہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔[۴۳] کہہ دے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین کا راج اسی کے لیے ہے۔ تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔[۴۴] جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کھل کر خوش ہو جاتے ہیں۔[۴۵]

= جب کچھ مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد طلب کرے تو اسی سے مدد طلب کر۔ یقین رکھ کہ اگر تمام دنیا مل کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ کا ارادہ نہ ہو تو سب تجھے ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور سب جمع ہو کر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں جو اللہ نے مقدر میں نہ لکھا ہو تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے۔ صحیفے خشک ہو چکے' قلمیں اٹھالی گئیں۔ یقین اور شکر کے ساتھ نیکیوں میں مشغول رہا کر۔ تکلیفوں میں صبر کرنے پر بڑی نیکیاں ملتی ہیں۔ مدد صبر کے ساتھ ہے۔ غم و رنج کے ساتھ ہی خوشی اور فراخی ہے۔ ہر سختی اپنے اندر آسانی کو لئے ہوئے ہے'' ❶ (ابن ابی حاتم)۔ تو کہہ دے کہ مجھے اللہ بس کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے اسی کی پاک ذات پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا تھا جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ اے ہود! ہمارے خیال سے تو تمہیں

❶ احمد، ۱/ ۳۰۷؛ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب حديث حنظله، ۲۵۱٦ وسنده حسن؛ شعب الايمان، ۱۰۷٤؛ مسند ابی یعلی، ۱۰۹۹۔

ہمارے کسی معبود نے کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تمہارے تمام معبودانِ باطل سے بیزار ہوں۔ تم سب مل کر میرے ساتھ جو داؤ گھات تم سے ہو سکتے ہیں سب کر لو اور مجھے مطلق مہلت نہ دو۔ سنو! میرا تو کل میرے رب پر ہے جو دراصل تم سب کا بھی رب ہے۔ روئے زمین پر جتنے چلنے پھرنے والے ہیں سب کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔ رسول اللہ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص سب سے زیادہ قوی ہونا چاہے وہ اللہ پر بھروسہ رکھے اور جو سب سے زیادہ غنی بننا چاہے وہ اس چیز پر جو اللہ کے ہاتھ میں ہے، زیادہ اعتماد رکھے بہ نسبت اس چیز کے جو خود اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور جو سب سے زیادہ بزرگ ہونا چاہے وہ اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے۔'' ❶ (ابن ابی حاتم) پھر مشرکین کو ڈانٹتے ہوئے فرماتا ہے کہ اچھا تم اپنے طریقے پر عمل کرتے چلے جاؤ' میں اپنے طریقے پر عامل ہوں۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں ذلیل وخوار کون ہوتا ہے؟ اور آخرت کے دائمی عذابوں میں گرفتار کون ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ (آمین)

گمراہ ہونے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے: [آیت: ۴۱۔۴۵] اللہ تعالیٰ رب العزت اپنے نبی (ﷺ) کو خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ ہم نے تجھ پر اس قرآن کو سچائی اور راستی کے ساتھ تمام جن وانس کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے۔ اس کے فرمان کو مان کر راہ راست حاصل کرنے والے اپنا ہی نفع کریں گے اور اس کے ہوتے ہوئے بھی دوسری غلط راہوں پر چلنے والے اپنا ہی بگاڑیں گے۔ تو اس امر کا ذمہ دار نہیں کہ خواہ مخواہ ہر شخص اسے مان ہی لے' تیرے ذمے صرف اس کا پہنچا دینا ہے۔ حساب لینے والے ہم ہیں۔ ہم ہر موجود میں جو چاہیں تصرف کرتے رہتے ہیں۔ وفاتِ کبریٰ جس میں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے انسان کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وفاتِ صغریٰ جو نیند کے وقت ہوتی ہے ہمارے ہی قبضے میں ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَ يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ﴾ ❷ الخ۔ یعنی وہ ذات جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے پھر تمہیں دن میں اٹھا بٹھاتا ہے تاکہ مقرر کیا ہوا وقت پورا کر دیا جائے پھر تم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے گا۔ وہی اپنے سب بندوں پر غالب ہے۔ وہی تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے تاوقت کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ تقصیر اور کمی نہیں کرتے۔ پس ان دونوں آیتوں میں بھی یہی ذکر ہوا ہے پہلے چھوٹی موت کو پھر بڑی موت کو بیان فرمایا۔ یہاں پہلے بڑی وفات کو پھر چھوٹی وفات کو ذکر کیا۔ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ملاءِ اعلیٰ میں یہ روحیں جمع ہوتی ہیں جیسے کہ صحیح بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر سونے کو جائے تو اپنے تہ بند کے اندرونی حصے سے اسے جھاڑ لے، نہ جانے اس پر کیا کچھ ہو؟ پھر یہ دعا پڑھے ((بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ)) یعنی ''اے میرے پالنے والے رب! تیرے پاک نام کی برکت سے میں لیٹتا ہوں اور تیری رحمت سے میں جاگوں گا' اگر تو میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اسے بھیج دے تو اس کی ایسی ہی حفاظت کرنا جیسی تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔'' ❸ بعض سلف کا قول ہے کہ =

❶ اس کی سند میں ہشام بن زیاد ابو المقدام البصری متروک راوی ہے (المیزان ٤/ ٢٩٨؛ رقم ٩٢٢٢) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

❷ ٦/ الانعام: ٦٠۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب نمبر ١٣، حدیث: ٦٣٢٠؛ صحیح مسلم، ٢٧١٤۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ: تو کہہ اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے چھپے کھلے کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ الجھ رہے تھے۔[۴۶] اگر ظلم کرنے والوں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو روئے زمین پر ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو تو بھی بدترین سزا کے بدلے میں قیامت کے دن یہ سب کچھ دے دیں اور ان کے سامنے خدا کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا گمان بھی انہیں نہ تھا۔[۴۷] جو کچھ انہوں نے کیا تھا اس کی برائیاں ان پر کھل پڑیں گی اور جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے وہ انہیں آ گھیرے گا۔[۴۸]

= مردوں کی روحیں جب وہ مریں اور زندوں کی روحیں جب وہ سوئیں قبض کر لی جاتی ہیں اور ان میں آپس میں تعارف ہوتا ہے جب تک اللہ چاہے پھر مردوں کی روحیں تو وہیں روک لی جاتی ہیں اور دوسری روحیں مقرر وقت تک کے لئے چھوڑ دی جاتی ہیں یعنی مرنے کے وقت تک۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''مردوں کی روحیں اللہ تعالیٰ روک لیتا ہے اور زندوں کی روحیں واپس بھیج دیتا ہے اور اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی۔'' غور وفکر کے جو عادی ہیں وہ اسی ایک بات میں قدرت اللہ کے بہت سے دلائل پا لیتے ہیں۔

معبودانِ باطلہ کی حقیقت: اللہ تعالیٰ مشرکوں کی مذمت بیان فرماتا ہے کہ وہ بتوں کو اور معبودان باطل کو اپنا سفارشی اور شفیع سمجھے بیٹھے ہیں جس کی نہ کوئی دلیل ہے نہ حجت اور دراصل انہیں نہ کچھ اختیار ہے نہ عقل وشعور۔ نہ ان کی آنکھیں نہ ان کے کان، وہ تو پتھر اور جمادات ہیں جو حیوانوں سے بدرجہا بدتر ہیں اس لیے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان سے کہہ دو کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے لب ہلا سکے آواز اٹھا سکے، جب تک کہ اس کی مرضی نہ پالے اور اجازت حاصل نہ کر لے۔ ساری شفاعتوں کا مالک وہی ہے۔ زمین وآسمان کا بادشاہ تنہا وہی ہے۔ قیامت کے دن تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ عدل کے ساتھ تم سب میں سچے فیصلے کرے گا اور ہر ایک کو اسکے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ ان کافروں کی یہ حالت ہے کہ توحید کا کلمہ سننا انہیں ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر سن کر ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں اس کا سننا بھی انہیں پسند نہیں۔ ان کا جی اس میں نہیں لگتا۔ کفر وتکبر انہیں روک دیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ [1] یعنی ان سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ ایک کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے اور ماننے سے جی چراتے تھے۔ چونکہ ان کے دل حق کے منکر ہیں اس لیے باطل کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ جہاں بتوں کا اور دوسرے خداؤں کا ذکر آیا کہ ان کی باچھیں کھل گئیں۔

اختلافات کا فیصلہ بروزِ قیامت: [آیت: ۴۶-۴۸] مشرکین کو توحید سے جو نفرت ہے اور شرک سے جو محبت ہے اسے بیان فرما کر اپنے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ فرماتا ہے کہ تو صرف اللہ تعالیٰ واحد واحد کو ہی پکار' جو آسمان وزمین کا خالق ہے اور

[1] ۳۷/ الصافات: ۳۵۔

اس وقت اس نے انہیں پیدا کیا ہے جب کہ نہ کچھ تھے نہ ان کا کوئی نمونہ تھا۔ وہ ظاہر و باطن چھپے کھلے کا عالم ہے۔ یہ لوگ جو جو اختلافات اپنے آپس میں کرتے تھے سب کا فیصلہ اس دن ہوگا جب یہ قبروں سے نکلیں گے اور میدان قیامت میں آئیں گے۔

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز کو کس دعا سے شروع کرتے تھے؟ آپ فرماتی ہیں کہ اس دعا سے ((اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَآئِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)) یعنی ''اے اللہ! اے جبرئیل میکائیل اور اسرافیل کے رب! اے آسمان و زمین کو بے نمونے کے پیدا کرنے والے! اے حاضر و غائب کے جاننے والے، تو ہی اپنے بندوں کے اختلافات کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ جس چیز میں اختلاف کیا گیا ہے تو مجھے ان سب میں اپنے فضل سے راہ حق دکھا تو جسے چاہے سیدھی راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔'' ❶ (مسلم)

حضور ﷺ فرماتے ہیں ''جو بندہ اس دعا کو پڑھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے نے مجھ سے عہد لیا ہے اس عہد کو پورا کرو۔ چنانچہ اسے جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔'' وہ دعا یہ ہے ((اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ فَاِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ تُقَرِّبْنِيْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِيْ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنِّيْ لَآ اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ لِّيْ عِنْدَكَ عَهْدًا تُوَفِّيْنِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ)) یعنی ''اے اللہ! اے آسمان و زمین کو بے نمونے کے پیدا کرنے والے! اے غائب و حاضر کے جاننے والے! میں اس دنیا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میری گواہی ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور میری یہ بھی شہادت ہے کہ محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ تو اگر مجھے میری ہی طرف سونپ دے گا تو میں برائی سے قریب اور بھلائی سے دور جا پڑوں گا۔ اے اللہ! مجھے صرف تیری رحمت ہی کا سہارا اور بھروسہ ہے پس تو بھی مجھ سے عہد کر جسے تو قیامت کے دن پورا کرے یقیناً تو عہد شکن نہیں۔'' اس حدیث کے راوی سہیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے جب کہا کہ عون رحمۃ اللہ علیہ اس طرح یہ حدیث بیان کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! ہماری تو پردہ نشین بچیوں کو بھی یہ حدیث یاد ہے۔'' (مسند احمد) ❷

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک کاغذ نکالا اور فرمایا کہ یہ دعا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سکھائی ہے ((اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلٰهُ كُلِّ شَيْءٍ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَالْمَلَآئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ اِثْمًا اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ)) یعنی ''اے اللہ! اے آسمان و زمین کو بے نمونہ پیدا کرنے والے چھپی کھلی کے جاننے والے، تو ہر چیز کا رب ہے اور ہر چیز کا معبود ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں اور فرشتے بھی یہی گواہی دیتے ہیں۔ میں شیطان سے اور اس کے شرک سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں اپنی جان پر کوئی گناہ کروں یا کسی اور مسلمان کی طرف کسی =

---

❶ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعائہ باللیل، ۷۷۰؛ ابوداود، ۷۶۷؛ ابن ماجہ، ۱۳۵۷؛ احمد، ۶/ ۱۵۶؛ ابن حبان، ۲۶۰۰؛ نسائی، ۱۶۲۶۔ ❷ احمد، ۱/ ۴۱۲ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۱۰/ ۱۷۴

اس کی سند میں انقطاع ہے عون بن محمد بن عتبہ بن مسعود کا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

فَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ
عَلَىٰ عِلْمٍ ۚ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ
مِن قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۚ
وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَمَا هُم
بِمُعْجِزِينَ ﴿٥١﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي
ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا
تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ
الرَّحِيمُ ﴿٥٣﴾ وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ
لَا تُنصَرُونَ ﴿٥٤﴾ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ
الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٥﴾ أَن تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ
فِي جَنبِ اللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ ﴿٥٦﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنتُ
مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٧﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ
الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٥٩﴾

ع ٥ / ١١ / ٢

ترجمہ: انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیں تو کہنے لگتا ہے کہ اسے تو میں اپنی دانائی کی وجہ سے دیا گیا ہوں' بلکہ یہ آزمائش ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں[۴۹] ان سے اگلے بھی یہی بات کہہ چکے ہیں۔ پس ان کی کاروائی ان کے کچھ کام نہ آئی[۵۰] پھر ان کی تمام برائیاں ان پر آ پڑیں اور ان میں سے بھی جو گنہگار ہیں ان کی کی ہوئی برائیاں بھی اب ان پر آ پڑیں گی۔ یہ ہمیں ہرا دینے والے نہیں۔[۵۱] کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی۔ ایمان لانے والوں کے لیے اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔[۵۲] میری جانب سے کہہ دو اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔[۵۳] تم سب اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اسکی حکم برداری کیے چلے جاؤ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آ جائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے[۵۴] اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے

اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔[۵۵] ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس! اس بات پر کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں ہی رہا[۵۶] یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پارسا لوگوں میں ہوتا[۵۷] یا عذابوں کو دیکھ کر کہنے لگے کاش کہ کسی طرح میرا لوٹ جانا ہو جاتا تو میں بھی نیکوکاروں میں ہو جاتا۔[۵۸] ہاں ہاں بے شک تیرے پاس میری آیتیں پہنچ چکی تھیں جنہیں تو نے جھٹلایا اور غرور و تکبر کیا اور تو تھا ہی کافروں میں۔[۵۹]

= گناہ کو لے جاؤں۔'' حضرت ابوعبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہ دعا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو سکھلائی تھی وہ اسے سونے کے وقت پڑھا کرتے تھے۔'' ❶ (مسند امام احمد) اور روایت میں ہے کہ ابوراشد حمرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حدیث سننے کی خواہش حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب نکال کر ان کے سامنے رکھ دی اور فرمایا یہ ہے جو مجھے رسول اللہ نے لکھوائی ہے۔ میں نے دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں صبح و شام کیا پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پڑھو: ((اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيْكَهُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ اَوْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْءً اَوْ اَجُرَّهُ اِلٰى مُسْلِمٍ)) ❷ (ترمذی وغیرہ) مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''مجھے اس دعا کے پڑھنے کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح شام اور سوتے وقت حکم دیا ہے۔'' ❸

دوسری آیت میں ظالموں سے مراد مشرکین ہیں۔ فرماتا ہے کہ اگر ان کے پاس روئے زمین کے خزانے اور اتنے ہی اور ہوں تو بھی یہ قیامت کے بدترین عذابوں کے بدلے انہیں اپنے فدیے میں اور اپنی جان کے بدلے میں دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے لیکن اس دن کوئی فدیہ اور بدلہ قبول نہ کیا جائے گا گو زمین بھر کر سونا دیں جیسے کہ اور آیت میں بیان فرما دیا ہے۔ آج اللہ کے وہ عذاب ان کے سامنے آئیں ہے کہ کبھی انہیں ان کا خیال بھی نہ گزرا تھا۔ جو جو حرام کاریاں، بدکاریاں، گناہ اور برائیاں انہوں نے دنیا میں کی تھیں۔ ان سب کی سزا اپنے آگے موجود پائیں گے۔ دنیا میں جس سزا کا ذکر سن کر مذاق کرتے تھے آج وہ انہیں چاروں سے گھیر لے گی۔

تنگی و آسانی بطور آزمائش ہے: [آیت:۴۹۔۵۹] اللہ تعالیٰ انسان کی حالت کو بیان فرماتا ہے کہ مشکل کے وقت تو وہ آہ و زاری شروع کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف پوری طرح راجع اور راغب ہو جاتا ہے لیکن جہاں مشکل کشائی ہو گئی جہاں راحت و نعمت حاصل ہوئی کہ یہ سرکش و متکبر بنا اور اکڑتا ہوا کہنے لگا کہ یہ تو اللہ کے ذمے میرا حق تھا۔ میں اللہ کے نزدیک اس کا مستحق تھا ہی۔ میری اپنی عقل مندی اور خوش تدبیری کی وجہ سے اس نعمت کو میں نے حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بات یوں نہیں بلکہ دراصل یہ ہماری طرف سے آزمائش ہے گو ہمیں ازل سے علم حاصل ہے لیکن تاہم ہم اسے ظہور میں لانا چاہتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس نعمت کا یہ شکر ادا کرتا

❶ احمد ۲/ ۱۷۱ وسنده ضعیف وحدیث احمد (۱/ ۹ ح ۵۱) یغنی عنه، مجمع الزوائد، ۱۰/ ۱۲۲۔

❷ ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء علمه ﷺ ابابکر رضی اللہ عنہ ۳۵۲۹ وسنده حسن؛ الأدب المفرد، ۱۲۰۴۔

❸ احمد، ۱/ ۱۱؛ ترمذی، کتاب الدعوات، باب منه ((دعاء: اللهم عالم الغيب......)) ۳۳۹۲ وسنده صحیح؛ ابوداود، ۵۰۶۷؛ مسند الطیالسی، ۲۵۸۲؛ حاکم، ۱/ ۵۱۳۔

ہے یا ناشکری؟ لیکن یہ لوگ بے علم ہیں۔ دعویٰ کرتے ہیں' منہ سے بات نکال دیتے ہیں' لیکن اصلیت سے بے خبر ہیں۔ یہی دعویٰ اور یہی قول ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی کیا اور کہا لیکن ان کا قول صحیح ثابت نہ ہوا اور ان نعمتوں نے اور کسی چیز نے اور ان کے اعمال نے انہیں کوئی نفع نہ دیا جس طرح ان پر وبال ٹوٹ پڑا اسی طرح ان پر ایک دن ان کی بداعمالیوں کا وبال آ پڑے گا اور یہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے نہ تھکا اور ہرا سکتے ہیں۔ جیسے کہ قارون سے اس کی قوم نے کہا تھا کہ اس قدر اکڑ نہیں' اللہ تعالیٰ خود پسندوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو خرچ کر کے آخرت کی تیاری کو اور وہاں کا سامان مہیا کر۔ اس دنیا میں بھی فائدہ اٹھاتا رہ اور جیسے اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ سلوک کیا ہے تو بھی لوگوں کے ساتھ احسان کرتا رہ۔ زمین میں فسادی مت بن۔ اللہ تعالیٰ مفسدوں سے محبت نہیں کرتا۔ اس پر قارون نے جواب دیا کہ ان تمام نعمتوں اور جاہ و دولت کو میں نے محض اپنی دانائی اور علم و ہنر سے حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ اس سے پہلے اس سے زیادہ جمع جتھے والوں کو میں نے ہلاک و برباد کر دیا ہے۔ مجرم اپنے گناہوں کے بارے میں پوچھے نہ جائیں گے؟ الغرض مال و اولاد پر پھول کر اللہ کو بھول جانا یہ شیوۂ کفر ہے۔ کفار کا قول تھا کہ ہم مال و اولاد میں زیادہ ہیں۔ ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔ کیا انہیں اب تک یہ معلوم نہیں کہ رزق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس کے لیے چاہے کشادگی کرے اور جس پر چاہے تنگی کرے۔ اس میں ایمان والوں کے لیے طرح طرح کی عبرتیں اور دلیلیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے: اس آیت میں تمام نافرمانوں کو گو وہ مشرک و کافر بھی ہوں توبہ کی دعوت دی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غفور و رحیم ہے۔ وہ ہر تائب کی توبہ قبول کرتا ہے۔ ہر جھکنے والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والے کے اگلے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے گو وہ کیسے ہی ہوں' کتنے ہی ہوں' کبھی کے ہوں۔ اس آیت کو بغیر توبہ کے گناہوں کی بخشش کے معنی میں لینا صحیح نہیں اس لیے کہ شرک بے توبہ بخشا نہیں جاتا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ''بعض مشرکین جو قتل و زنا کے بھی مرتکب تھے حاضر خدمت نبوی ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یہ آپ کی باتیں اور آپ کا دین ہمیں ہر لحاظ سے اچھا اور سچا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بڑے بڑے گناہ جو ہم سے ہو چکے ہیں ان کا کفارہ کیا ہوگا؟ اس پر آیت ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ﴾ ❶ الخ۔'' اور یہ آیت نازل ہوئی۔ ❷ مسند احمد کی حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ''مجھے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز کے ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔'' ایک شخص نے سوال کیا کہ جس نے شرک کیا ہو؟ آپ ﷺ نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد فرمایا: خبردار رہو جس نے شرک بھی کیا ہو' تین مرتبہ یہی فرمایا۔ ❸ مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک بوڑھا بڑا شخص لکڑی ٹیکتا ہوا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے چھوٹے موٹے گناہ بہت سارے ہیں، کیا مجھے بھی بخشا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا تو اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی نہیں دیتا؟ اس نے کہا ہاں اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی بھی دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرے چھوٹے موٹے گناہ معاف ہیں۔'' ❹ ابوداؤد و ترمذی وغیرہ میں ہے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا

---

❶ ٢٥/ الفرقان: ٦٨۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الزمر باب قوله ﴿یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله﴾ ٤٨١٠؛ صحیح مسلم، ١٢٣؛ ابوداود، ٤٢٧٤؛ نسائی، ٤٠٠٣۔

❸ احمد ٥/ ٢٧٥ وسندہ ضعیف؛ المعجم الأوسط ١٧٦۔

❹ احمد ٤/ ٣٨٥ وسندہ ضعیف سند منقطع ہے مکحول تابعی نے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ مجمع الزوائد، ١/ ٣٢۔

فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ اس آیت کی تلاوت اسی طرح فرمار ہے تھے ﴿اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ ❶ اور اس آیت کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَنْ اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَّلَا يُبَالِيْ اِنَّهٗ هُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ❷ پس ان کل احادیث سے ثابت ہورہا ہے کہ توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بندے کو رحمت رب سے مایوس نہ ہونا چاہیے گو گناہ کتنے ہی بڑے اور کتنے ہی کثرت سے ہوں۔ توبہ اور رحمت کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہی رہتا ہے اور وہ بہت ہی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ ❸ کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور فرمایا ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْيَظْلِمْ نَفْسَهٗ﴾ ❹ الخ۔ جو برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے پھر اللہ سے استغفار کرے وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا پائے گا۔ منافقوں کی سزا جو جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہوگی اسے بیان فرما کر یہ بھی فرمایا ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا﴾ ❺ یعنی اس سے وہ مستثنیٰ ہیں جو توبہ کریں اور اصلاح کرلیں۔ مشرکینِ نصاریٰ کے اس شرک کا کہ وہ اللہ کو تین میں کا تیسرا مانتے ہیں ذکر کر کے ان کی سزاؤں کے بیان سے پہلے فرمادیا ﴿اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّايَقُوْلُوْنَ﴾ ❻ کہ اگر یہ اپنے قول سے باز نہ آئے تو پھر اللہ تعالیٰ عظمت و کبریائی جلال وشان والے نے فرمایا یہ کیوں اللہ تعالیٰ سے توبہ نہیں کرتے اور کیوں اس سے استغفار نہیں کرتے؟ وہ تو بڑا ہی غفور و رحیم ہے۔ ان لوگوں کا جنہوں نے خندقیں کھود کر مسلمانوں کو آگ میں ڈالا تھا ذکر کرتے ہوئے بھی فرمایا کہ جو مسلمان مردوں عورتوں کو تکلیف پہنچا کر پھر بھی توبہ نہ کریں، ان کے لیے عذاب جہنم اور عذاب نار ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ کے کرم وجود کو دیکھو کہ اپنے دوستوں کے قاتلوں کو بھی توبہ اور مغفرت کی طرف بلا رہا ہے۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ صحیحین کی حدیث میں اس شخص کا واقعہ بھی مذکور ہے جس نے ننانوے (۹۹) آدمیوں کو قتل کیا تھا پھر بنی اسرائیل کے ایک عابد سے پوچھا کہ کیا اس کے لیے بھی توبہ ہے؟ اس نے انکار کیا' اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر ایک عالم سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ تجھ میں اور توبہ میں کوئی روک نہیں اور حکم دیا کہ موحدوں کی بستی میں چلا جائے۔ چنانچہ یہ اس گاؤں کی طرف چلا لیکن راستے میں ہی موت آگئی۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں آپس میں اختلاف ہوا۔ اللہ عزوجل نے زمین کے ناپنے کا حکم دیا تو ایک بالشت بھر نیک لوگوں کی بستی جس طرف وہ ہجرت کر کے جارہا تھا قریب نکلی اور یہ انہی کے ساتھ ملا دیا گیا اور رحمت کے فرشتے اس کی روح کو لے گئے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ وہ موت کے وقت سینے کے بل اس طرف گھسیٹتا ہو چلا تھا اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ نیک لوگوں کی بستی کو قریب ہو جانے کا اور برے لوگوں کی بستی کو دور ہو جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ ❼ یہ ہے خلاصہ اس حدیث کا اور پوری حدیث اپنی جگہ بیان ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”اللہ عزوجل نے تمام بندوں کو اپنی مغفرت کی طرف بلایا ہے انہیں بھی جو حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کہتے تھے' انہیں بھی جو آپ کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے' انہیں بھی جو حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بتلاتے تھے' انہیں بھی جو اللہ کو فقیر کہتے تھے، انھیں بھی جو اللہ کے ہاتھوں کو بند بتلاتے تھے اور انھیں بھی جو اللہ تعالیٰ کو تین میں کا تیسرا کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے فرماتا ہے کہ یہ کیوں اللہ کی طرف نہیں جھکتے اور کیوں اس سے اپنے گناہوں کی معافی نہیں چاہتے؟“ اللہ تو بڑی ہی بخشش والا اور

---

❶ ١١/ هود:٤٦۔ ❷ احمد، ٦/ ٤٥٤؛ ابوداود، كتاب الحروف، ٣٩٨٢ مختصراً وسنده حسن؛ ترمذی، ٣٢٣٧، حاكم، ٢/ ٢٤٩۔ ❸ ٩/ التوبة:١٠٤۔ ❹ ٤/ النسآء:١١٠۔
❺ ٢/ البقرة:١٦٠۔ ❻ ٥/ المآئدة:٧٣۔
❼ صحيح بخاري، كتاب احاديث الأنبياء، باب نمبر ٥٤، حديث:٣٤٧٠؛ صحيح مسلم، ٢٧٦٦؛ ابن حبان، ٦١٥۔

بہت ہی رحم وکرم والا ہے۔ پھر توبہ کی دعوت اللہ تعالیٰ نے اسے دی جس کا قول ان سب سے بڑھ چڑھ کر تھا جس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں تمہارا بلند و بالا رب ہوں۔ جو کہتا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ تمہارا کوئی معبود میرے سوا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''اس کے بعد بھی جو شخص اللہ کے بندوں کو توبہ سے مایوس کرے وہ اللہ عزوجل کی کتاب کا انکاری ہے۔ لیکن اسے سمجھ لو کہ جب تک اللہ کسی بندے پر اپنی مہربانی سے رجوع نہ فرمائے اسے توبہ نصیب نہیں ہوتی۔''

قرآن کی چار جامع آیات: طبرانی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''کتاب اللہ قرآن کریم میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت' آیت الکرسی ہے اور خیر وشر کی سب سے زیادہ جامع آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾ ❶ الخ ہے اور سارے قرآن میں سب سے زیادہ خوشی کی آیت سورۂ زمر کی ﴿قُلْ يٰعِبَادِیَ﴾ الخ ہے۔ اور سب سے زیادہ ڈھارس دینے والی آیت ﴿مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ٥ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ ❷ ہے۔ یعنی ''اللہ سے ڈرتے رہنے والوں کی مخلصی خود اللہ کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں کا اسے گمان و خیال بھی نہ ہو۔'' حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا کہ بے شک آپ سچے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جا رہے تھے کہ ''آپ نے ایک واعظ کو دیکھا جو لوگوں کو نصیحت کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیوں تو لوگوں کو مایوس کر رہا ہے؟ پھر اسی آیت کی تلاوت کی'' (ابن ابی حاتم)

ان احادیث کا بیان جن میں نا امیدی اور مایوسی کی ممانعت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم خطائیں کرتے کرتے زمین و آسمان پر کر دو پھر اللہ سے استغفار کرو تو یقیناً وہ تمہیں بخش دے گا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم خطائیں کرو ہی نہیں تو اللہ عزوجل تمہیں فنا کر کے ان لوگوں کو لائے جو خطا کر کے استغفار کریں اور پھر اللہ انہیں بخشے'' ❸ (مسند امام احمد) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنے انتقال کے وقت فرماتے ہیں' ایک حدیث میں نے تم سے آج تک بیان نہیں کی تھی اب بیان کر دیتا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا ہے'' اگر تم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ عزوجل ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی پھر اللہ انہیں بخشتا'' ❹ (صحیح مسلم وغیرہ) حضور فرماتے ہیں ''گناہ کا کفارہ ندامت اور شرمساری ہے۔ اور آپ نے فرمایا اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں پھر وہ انہیں بخشے'' ❺ (مسند احمد) آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند فرماتا جو کامل یقین رکھنے والا اور گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو'' ❻ (مسند احمد) حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ابلیس ملعون نے کہا: اے میرے رب! تو نے مجھے آدم کی وجہ سے جنت سے نکالا ہے اور میں اس پر بغیر اس کے کہ تو مجھے اس پر غلبہ دے غالب نہیں آ سکتا۔ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا جا تو ان پر مسلط ہے۔ اس نے کہا یا اللہ کچھ اور بھی مجھے زیادتی عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا بنی آدم میں جتنی اولاد پیدا ہوگی اتنی ہی تیرے ہاں بھی ہوگی۔ اس نے پھر التجا کی کہ باری تعالیٰ کچھ اور بھی مجھے زیادتی دے۔ پروردگار عالم نے فرمایا: بنی آدم کے سینے میں تیرے لیے مسکن بنا دوں گا اور تم ان کے جسم میں خون کی جگہ پھرو گے۔ اس نے پھر کہا کچھ اور بھی مجھے زیادتی عنایت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا تو ان پر اپنے سوار

---

❶ ١٦/ النحل: ٩٠۔ ❷ ٦٥/ الطلاق: ٢، ٣۔ ❸ احمد ٣/ ٢٣٨ وهو حديث حسن۔

❹ صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة، ٢٧٤٨؛ ترمذی، ٣٥٣٩؛ احمد، ٥/ ٤١٤۔

❺ احمد، ١/ ٢٨٩ وسنده ضعيف؛ طبرانی، ١٢٧٩٤ اوراس کی اصل صحیح مسلم، ٢٧٤٩ میں موجود ہے۔

❻ احمد، ١/ ٨٠؛ مسند ابی یعلی، ٤٨٣ سنده موضوع، فيه علل منها ابو عمرو عبيدة بن عبدالرحمن البجلی كان يروی الموضوعات عن الثقات۔

اور پیادے دوڑا اور ان کے مال واولاد میں اپنا ساجھا کر اور انہیں امنگیں دلا' گو حقیقتہً تیرا امنگیں دلانا اور وعدے کرنا سراسر دھوکے کی ٹٹی ہیں۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! تو نے اسے مجھ پر مسلط کر دیا۔ اب میں اس سے بغیر تیرے بچائے بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنو تمہارے ہاں جو اولاد ہوگی اس کے ساتھ ایک محافظ مقرر کر دوں گا جو شیطانی پنجے سے محفوظ رکھے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اور زیادتی طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک نیکی کو دس گنی کر کے دوں گا بلکہ دس سے بھی زیادہ اور برائی اسی کے برابر رہے گی یا معاف کر دوں گا۔ آپ نے پھر بھی اپنی یہی دعا جاری رکھی۔ ربُّ العزت نے فرمایا: توبہ کا دروازہ تمہارے لیے اس وقت تک کھلا ہے جب تک روح جسم میں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ مجھے اور زیادتی عطا فرما۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہی آیت پڑھ سنائی کہ میرے گنہگار بندوں سے کہہ دو وہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوں۔'' (ابن ابی حاتم وسندہ صحیح ابی عبداللہ بن عبید بن عمیر)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ''جو لوگ بوجہ اپنی کمزوری کے کفار کی تکلیفیں برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے اپنے دین کے فتنے میں پڑ گئے تھے ہم ان کی نسبت آپس میں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوئی نیکی اور توبہ قبول نہ فرمائے گا۔ ان لوگوں نے اللہ کو پہچان کر پھر کفر کو لے لیا اور کافروں کی سختی کو برداشت نہ کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں ہمارے اس قول کی تردید کر دی اور ﴿یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا﴾ سے ﴿لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ تک آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے یہ آیتیں لکھیں اور ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں۔ حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس وقت ذی طویٰ میں تھا۔ میں انہیں بار بار پڑھ رہا تھا اور خوب غور و خوض کر رہا تھا۔ لیکن اصلی مطلب تک ذہن رسائی نہیں کرتا تھا۔ آخر میں نے دعا کی کہ پروردگار! ان آیتوں کا مطلب اور ان کے میری طرف بھیجے جانے کا صحیح مقصد مجھ پر واضح فرما دے۔ چنانچہ میرے دل میں اللہ کی طرف سے ڈالا گیا کہ ان آیتوں سے مراد ہم ہی ہیں۔ یہ ہمارے بارے میں اور ہمیں جو خیال تھا کہ اب ہماری توبہ قبول نہیں ہو سکتی اسی بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اسی وقت میں واپس مڑا اپنا اونٹ لیا اس پر سواری کی اور سیدھا مدینے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا'' ❶ (سیرت ابن اسحاق) بندوں کی مایوسی کو توڑ کر انہیں بخشش کی امید دلا کر پھر حکم دیا اور رغبت دلائی کہ وہ توبہ کی طرف اور نیک عمل کی طرف سبقت اور جلدی کریں۔ ایسا نہ کہ خدائی عذاب آ پڑیں جس وقت کہ کسی کی مدد کچھ کام نہیں آتی۔ اور انہیں چاہیے کہ عظمت والے قرآن کریم کی تابعداری اور ماتحتی میں مشغول ہو جائیں اس سے پہلے کہ اچانک عذاب آ جائیں اور یہ بے خبری میں ہی ہوں۔ اس وقت قیامت کے دن بے توبہ مرنے والے اور اللہ کی عبادت میں کمی کرنے والے بڑی حسرت اور بہت افسوس کریں گے اور آرزو کریں گے کہ کاش کہ ہم خلوص کے ساتھ احکام الٰہی بجالاتے۔ افسوس! کہ ہم تو بے یقین رہے۔ اللہ کی باتوں کی تصدیق ہی نہ کی بلکہ ہنسی مذاق ہی سمجھتے رہے۔ اور کہیں گے کہ اگر ہم بھی ہدایت پا لیتے تو یقیناً رب کی نافرمانیوں سے دنیا میں اور اللہ کے عذابوں سے آخرت میں بچ جاتے۔ اور عذاب کا معائنہ کر کے افسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ اگر اب دوبارہ دنیا کی طرف جانا ہو جائے تو دل کھول کر نیکیاں کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''بندے کیا عمل کریں گے اور کیا کچھ وہ کہیں گے۔ اور ان کے عمل اور ان کے قول سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دے دی اور فی الواقع اس سے زیادہ باخبر کون ہو سکتا ہے؟'' نہ اس سے زیادہ سچی خبر کوئی دے سکتا ہے۔ بدکاروں کے یہ تینوں قول بیان فرمائے ❷ اور دوسری جگہ یہ خبر دے دی کہ اگر یہ واپس دنیا میں بھیجے جائیں تو بھی ہدایت کو اختیار نہ =

❶ السیرة لابن اسحاق، وسنده ضعیف، ابن اسحاق عنعن؛ حاکم، ۳/ ۲٤۰، ۲٤۱ مختصراً وسنده ضعیف جداً۔

❷ الطبری، ۲۱/ ۳۱٦۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے تو دیکھے گا کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے ہوں گے۔ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں؟[۶۰] اور جن لوگوں نے پرہیزگاری کی انہیں اللہ تعالیٰ ان کی کامیابی کے ساتھ بچا لے گا انہیں کوئی برائی چھو بھی نہ سکے گی اور نہ وہ کسی طرح غمگین ہوں گے۔[۶۱]

= کریں گے بلکہ جن کاموں سے روکے گئے ہیں انہیں کو کرنے لگیں گے اور یہاں جو کہتے ہیں، سب جھوٹ نکلے گا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے ہر جہنمی کو اس کی جنت کی جگہ دکھائی جاتی ہے اس وقت وہ کہتا ہے کاش! کہ اللہ مجھے ہدایت دیتا۔ یہ اس لیے کہ اسے حسرت و افسوس ہو اور اسی طرح ہر جنتی کو اس کی جہنم کی جگہ دکھائی جاتی ہے۔ اس وقت وہ کہتا ہے کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا تو میں جنت میں نہ آ سکتا یہ اس لیے کہ وہ شکر میں اور احسان کے ماننے میں اور بڑھ جائے۔ ❶ جب گنہگار لوگ دنیا کی طرف لوٹنے کی آرزو کریں گے اور اللہ کی آیتوں کی تصدیق نہ کرنے کی حسرت کریں گے اور اللہ کے رسولوں کی نہ ماننے پر کڑھنے لگیں ہے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب ندامت لا حاصل ہے پچھتاوا بے سود ہے' دنیا میں ہی میں تو اپنی آیتیں اتار چکا تھا' اپنی دلیلیں قائم کر چکا تھا لیکن تو انہیں جھٹلاتا رہا اور ان کی تابعداری سے تکبر کرتا رہا اور ان کا منکر رہا۔ کفر اختیار کیا' اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

تکبر کرنے والے کا انجام: [آیت: ۶۰۔ ۶۱] قیامت کے دن دو طرح کے لوگ ہوں گے' کالے منہ والے اور نورانی چہرے والے۔ تفرقہ اور اختلاف والوں کے چہرے تو سیاہ پڑ جائیں گے اور اہل سنت والجماعت کی خوبصورت شکلیں نورانی ہو جائیں۔ اللہ کے شریک ٹھہرانے والوں اس کی اولاد مقرر کرنے والوں کو تو دیکھے گا کہ ان کے جھوٹ اور بہتان کی وجہ سے ان کے منہ کالے ہوں گے اور حق کو قبول نہ کرنے اور تکبر و خودنمائی کرنے کے وبال میں یہ جہنم میں جھونک دیے جائیں گے جہاں بڑی ذلت کے ساتھ سخت تر اور بدترین سزائیں بھگتیں گے۔

ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ ''تکبر کرنے والوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی صورت میں ہوگا۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی مخلوق بھی انہیں روندتی جائے گی یہاں تک کہ جہنم کے جیل خانے میں بند کر دیے جائیں گے جس کا نام بولس ہے جس کی آگ بہت تیز اور نہایت ہی مصیبت والی ہے۔ جہنمیوں کے لہو پیپ اور گندگی انہیں پلائی جائے گی۔'' ❷ ہاں اللہ کا ڈر رکھنے والے اپنی کامیابی اور سعادت مندی کی وجہ سے ان عذابوں سے اور اس ذلت اور مار پیٹ سے بالکل بچے ہوئے ہوں گے۔ کوئی برائی ان کے پاس بھی نہ پھٹکے گی۔ گھبراہٹ اور غم جو قیامت کے دن عام ہوگا وہ ان سے الگ ہوگا۔ ہر غم سے بے غم اور ہر ڈر سے بے ڈر اور ہر =

---

❶ احمد، ۲/ ۵۱۲ وسندہ ضعیف الاعمش مدلس وعنعن عن ابی صالح واخطأ الحافظ الذهبی فقوی معنعنہ عن ابی صالح رحمہ اللہ؛ السنن الکبریٰ، ۱۱۴۵۴؛ حاکم، ۲/ ۴۳۵۔

❷ سندہ ضعیف جداً عیسیٰ الحناط متروک ہے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۙ وَّهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔[۶۲] آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا مالک وہی ہے۔ جن جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی خسارہ پانے والے ہیں۔[۶۳] تو کہہ دے اے جاہلو! کیا تم مجھ سے اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کو کہتے ہو؟[۶۴] یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے کے تمام نبیوں کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں ہو جائے گا[۶۵] بلکہ تو اللہ کی عبادت کرتا رہ اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔[۶۶]

= سزا سے بے سزا اور ہر دکھ سے بے پرواہوں گے۔ کسی قسم کی ڈانٹ جھڑکی انہیں نہ دی جائے گی۔ امن وامان کے ساتھ راحت وچین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں حاصل کیے ہوئے ہوں گے۔

شرک ہر کسی کے اعمال کو برباد کرتا ہے: [آیت:۶۲-۶۶] تمام جاندار اور بے جان چیزوں کا خالق، مالک، رب اور متصرف اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے۔ ہر چیز اس کی ماتحتی میں اور اس کے قبضے میں اور اس کی تدبیر میں ہے۔ سب کا کارساز اور وکیل وہی ہے۔ تمام کاموں کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے۔ زمین وآسمان کی کنجیوں اور ان کے خزانوں کا وہی تنہا مالک ہے۔ حمد وستائش کے قابل اور ہر چیز پر قادر وہی ہے۔ کفر وانکار کرنے والے بڑے ہی گھاٹے اور نقصان میں ہیں۔ امام ابن ابی حاتم نے یہاں ایک حدیث وارد کی ہے گو سند کے لحاظ سے وہ بہت ہی غریب ہے بلکہ صحت میں بھی کلام ہے لیکن تاہم ہم بھی اسے یہاں ذکر کر دیتے ہیں۔ اس میں ہے کہ "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا: اے عثمان! تم سے پہلے کسی نے مجھ سے اس آیت کا مطلب دریافت نہیں کیا۔ اس کی تفسیر یہ کلمات ہیں: ((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ یُحْیِی وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ)) اے عثمان جو شخص اسے صبح کو دس بار پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے چھ فضائل عطا فرماتا ہے۔ اول تو وہ شیطان اور اس کے لشکر سے بچ جاتا ہے۔ دوسرے اسے ایک قنطار اجر ملتا ہے۔ تیسرے اس کا ایک درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے۔ چوتھے اس کا حورعین سے نکاح کرا دیا جاتا ہے۔ پانچویں اس کے پاس بارہ فرشتے آتے ہیں۔ چھٹے اسے اتنا ثواب دیا جاتا ہے جیسے کسی نے قرآن اور توراۃ اور انجیل وزبور پڑھی پھر ساتھ ہی اسے ایک قبول شدہ حج اور ایک مقبول عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔" [1] یہ حدیث بہت غریب ہے اور اس میں بڑی نکارت ہے۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)

[1] مجمع الزوائد، ۱۰/ ۱۱۵؛ کتاب الموضوعات، ۱/ ۲۱۶ ح ۳۰۱ وسنده موضوع۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: ان لوگوں نے جیسی عظمت اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی۔ ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔[٦٧]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مشرکین نے آپ ﷺ سے کہا کہ آؤ! تم ہمارے معبودوں کی پوجا کرو اور ہم تمہارے رب کی پرستش کریں گے اس پر آیت ﴿قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ﴾ سے ﴿مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ تک نازل ہوئی یہی مضمون اس آیت میں بھی ہے ﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ❶ اوپر انبیا علیہم السلام کا ذکر ہے پھر فرمایا ہے۔

اگر بالفرض یہ انبیا بھی شرک کریں تو ان کے تمام اعمال اکارت اور ضائع ہو جائیں۔ یہاں بھی فرمایا کہ تیری طرف اور تجھ سے پہلے کے تمام انبیا کی طرف ہم نے یہ وحی بھیج دی ہے کہ جو بھی شرک کرے اس کے عمل غارت اور وہ نقصان یافتہ اور زیاں کار۔ پس تجھے چاہیے کہ تو خلوص کے ساتھ رب واحد ولاشریک کی عبادت میں لگا رہ اور اس کا شکر گزار رہ۔ تو بھی اور تیرے ماننے والے مسلمان بھی۔

مشرکین نے اللہ تعالیٰ کا مقام نہیں سمجھا: [آیت:٦٧] مشرکین نے دراصل اللہ تعالیٰ کی قدر و عظمت جانی ہی نہیں اسی وجہ سے وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے لگے۔ اس سے بڑھ کر عزت والا اس سے زیادہ بادشاہت والا اس سے بڑھ کر غلبہ اور قدرت والا کوئی نہیں۔ نہ کوئی اس کا ہمسر اور برابری کرنے والا ہے۔ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہیں اگر قدر ہوتی تو اس کی باتوں کو غلط نہ جانتے جو شخص اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر مانے وہ ہے جس نے اللہ کی عظمت کی۔ اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی قدر کرنے والا نہیں۔ اس آیت کے متعلق بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ اس جیسی آیتوں کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہی رہا ہے کہ جس طرح اور جن لفظوں میں یہ آئی ہیں اسی طرح انہی لفظوں کے ساتھ انہیں مان لینا اور ان پر ایمان رکھنا' نہ ان کی کیفیت ٹٹولنا نہ ان میں تحریف و تبدیل کرنی۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم یہ لکھا پاتے ہیں کہ اللہ عزوجل ساتوں آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور سب زمینوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھ لے گا۔ پھر فرمائے گا میں ہی سب کا مالک اور سچا بادشاہ ہوں۔ حضور ﷺ اس کی بات کی سچائی پر ہنس دیے یہاں تک کہ آپ کے مسوڑھے ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ ❷ مسند احمد کی حدیث بھی قریب اسی کے ہے۔ اس میں ہے کہ آپ ہنسے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ❸

اور روایت میں ہے کہ وہ اپنی انگلیوں پر بتاتا جاتا تھا پہلے اس نے کلمے کی انگلی دکھائی تھی۔ اس روایت میں چار انگلیوں کا ذکر ہے۔ ❹

صحیح بخاری شریف میں ہے اللہ تعالیٰ زمین کو قبض کر لے گا اور آسمان کو اپنی داہنی مٹھی میں لے لے گا پھر فرمائے گا میں ہوں =

❶ ٦/ الانعام: ٨٩۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الزمر باب قوله ﴿وما قدروا الله حق قدره﴾ ٤٨١١؛ صحیح مسلم، ٢٧٨٦؛ ترمذی، ٣٢٣٨۔ ❸ احمد، ١/ ٣٧٨ ح ٣٥٩٥ ومسلم: ١٨٦ وهو حديث صحيح۔
❹ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب من سورة الزمر، ٣٢٤٠ وسنده ضعيف عطاء بن السائب راوی مختلط ہے۔ احمد، ١/ ٢٥١؛ الطبری، ٢٤/ ٢٦۔

ترجمہ: اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔[۶۸] زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ نامۂ اعمال حاضر کئے جائیں گے نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق حق فیصلے کر دیے جائیں گے۔[۶۹] وہ ظلم نہ کیے جائیں گے اور جس شخص نے جو کچھ کیا ہے بھرپور دے دیا جائے گا جو کچھ لوگ کر رہے ہیں وہ بخوبی جاننے والا ہے۔[۷۰]

= بادشاہ، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟ ❶ مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ زمینیں اس کی ایک انگلی پر ہوں گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں ہوں گے پھر فرمائے گا میں ہی بادشاہ ہوں۔ ❷

مسند احمد میں ہے کہ ''حضور ﷺ نے ایک دن منبر پر اس آیت کی تلاوت کی اور آپ اپنا ہاتھ ہلاتے جاتے تھے، آگے پیچھے لا رہے تھے اور فرماتے تھے اللہ تعالیٰ اپنی بزرگی آپ بیان فرمائے گا کہ میں جبار ہوں، میں متکبر ہوں، میں مالک ہوں، میں باعزت ہوں، میں کریم ہوں۔ آپ اس کے بیان کے وقت اتنا ہل رہے تھے کہ ہمیں ڈر لگنے لگا کہ کہیں منبر آپ سمیت گر نہ پڑے۔'' ❸

ایک روایت میں ہے کہ ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی پوری کیفیت دکھا دی کہ کس طرح حضور ﷺ نے اسے حکایت کیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھ میں لے گا اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، اپنی انگلیوں کو کبھی کھولے گا کبھی بند کرے گا، اور آپ اس وقت ہل رہے تھے یہاں تک کہ حضور ﷺ کے ہلنے سے سارا منبر ہلنے لگا اور مجھے یہ ڈر لگا کہیں وہ حضور کو گرا نہ دے۔'' ❹ بزار کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اور منبر ہلنے لگا پس آپ تین مرتبہ آئے گئے، ❺ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

معجم کبیر طبرانی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضور نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت سے فرمایا ''میں آج تمہیں سورۂ زمر کی آخری آیتیں سناؤں گا جسے ان سے رونا آ گیا، وہ جنتی ہو گیا۔ اب آپ نے اس آیت سے لے کر ختم سورہ تک کی آیتیں تلاوت فرمائیں۔ بعض روئے اور بعض کو رونا نہ آیا انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم نے ہر چند رونا چاہا لیکن رونا نہ آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الزمر باب قوله ﴿والأرض جميعا قبضته يوم القيامة والسموات......﴾ ۴۸۱۲؛ صحيح مسلم، ۲۷۸۷۔

❷ صحيح بخاری، کتاب التوحيد، باب قول الله تعالى ﴿لما خلقت بيدى﴾ ۷۴۱۲؛ صحيح مسلم، ۲۷۸۷۔

❸ احمد، ۲/ ۷۲ ح ۵۴۱۴ وسنده صحيح اس معنی کی روایت صحيح مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار ۲۷۸۸ میں موجود ہے۔

❹ صحيح مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار، ۲۷۸۸؛ ابن ماجه، ۱۹۸؛ ابن حبان، ۷۳۲۴۔

❺ طبرانی، ۱۳۳۲۱ وسنده ضعيف اس کی سند میں عباد بن میسرۃ لین الحدیث عابد ہے۔

اچھا میں پھر پڑھوں گا جسے رونا نہ آئے' وہ رونی شکل بنا کر بہ تکلف روئے۔'' ❶ ایک اس سے بڑھ کر غریب حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تین چیزیں اپنے بندوں سے چھپالی ہیں اگر وہ انہیں دیکھ لیتے تو کوئی شخص کبھی کوئی بدی نہ کرتا۔☆ اگر میں پردہ ہٹا دیتا اور وہ مجھے دیکھ کر خوب یقین کر لیتے اور معلوم کر لیتے کہ میں اپنی مخلوق سے کیا کچھ کرتا ہوں جب کہ ان کے پاس آؤں اور آسمانوں کو اپنی مٹھی میں لے لوں پھر زمین کو اپنی مٹھی میں لے لوں پھر کہوں میں بادشاہ ہوں میرے سوا ملک کا مالک کون ہے؟ ☆ پھر میں انہیں جنت دکھاؤں اور اس میں جو بھلائیاں ہیں سب ان کے سامنے کردوں اور وہ یقین کے ساتھ خوب اچھی طرح دیکھ لیں۔☆ اور میں جہنم دکھادوں اور اس کے عذابوں کا معائنہ کرادوں یہاں تک کہ انہیں یقین آ جائے لیکن میں نے یہ چیزیں قصداً ان سے پوشیدہ رکھی ہیں تاکہ میں جان لوں کہ مجھے کس طرح جانتے ہیں کیونکہ میں نے یہ سب باتیں بیان کردی ہیں۔ ❷ اس کی سند متقارب ہے اور اس نسخے سے بہت سی حدیثیں روایت کی جاتی ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قیامت کی ہولناکیاں: [آیت:۶۸۔۷۰] قیامت کی ہولناکی اور دہشت و وحشت کا ذکر ہو رہا ہے کہ صور پھونکا جائے گا۔ یہ دوسرا صور ہوگا جس سے ہر زندہ مر جائے گا خواہ آسمان میں ہو خواہ زمین میں' مگر جسے اللہ چاہے۔ صور کی مشہور حدیث میں ہے کہ پھر باقی والوں کی روحیں قبض کی جائیں گی یہاں تک کہ سب سے آخر خود حضرت ملک الموت کی روح بھی قبض کی جائے گی۔ اور صرف اللہ تعالیٰ ہی باقی رہ جائے گا جو حی و قیوم ہے' جو اول سے تھا اور آخر میں دوام کے ساتھ رہ جائے گا۔ پھر فرمائے گا آج کس کا راج پاٹ ہے؟ تین مرتبہ یہی فرمائے گا۔ پھر خود آپ ہی اپنے تئیں جواب دے گا کہ اللہ واحد و قہار کا۔ میں ہی اکیلا ہوں جس نے ہر چیز کو اپنی ماتحتی میں کر رکھا ہے۔ آج میں نے سب کو فنا کا حکم دے دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ سب سے پہلے حضرت اسرافیل کو زندہ کرے گا اور انہیں حکم دے گا کہ دوبارہ نفخہ پھونکیں۔ یہ تیسرا صور ہوگا جس سے ساری مخلوق جو مردہ تھی زندہ ہو جائے گی۔ جس کا بیان اس آیت میں کہ اور نفخہ پھونکا جائے گا اور سب لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور نظریں دوڑانے لگیں گے یعنی قیامت کی دل دوز حالت دیکھنے لگیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾ ❸ یعنی وہ تو صرف ایک ہی سخت آواز ہوگی جس سے سب لوگ فوراً ہی ایک میدان میں آ موجود ہو جائیں گے۔ آیت میں ہے ﴿يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ﴾ ❹ الخ۔ یعنی جس دن اللہ تعالیٰ انہیں بلائے گا تو تم سب اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پکار کو مان لو گے اور دنیا کی زندگی کو کم سمجھنے لگو گے۔ اللہ جل وعلا کا اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ﴾ ❺ الخ اس کی نشانیوں میں سے زمین آسمان کا اس کے حکم سے قائم رہنا ہے پھر جب وہ تمہیں زمین میں سے پکار کر بلائے گا تو تم سب ایک بارگی نکل پڑو گے۔ مسند احمد میں ہے کہ ''ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں اتنے اتنے وقت تک قیامت آ جائے گی۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا: جی تو چاہتا ہے کہ تم سے کوئی بات بیان ہی نہ کروں۔ میں نے تو کہا تھا بہت تھوڑی مدت میں تم اہم امر دیکھو گے۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے میری امت میں دجال آئے گا اور وہ چالیس تک رہے گا۔ میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال یا چالیس راتیں' پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا۔ وہ بالکل صورت شکل میں

❶ طبرانی، ۲۴۵۹ وسندہ ضعیف جداً؛ مجمع الزوائد، ۷/ ۱۰۴۔

❷ المعجم الکبیر للطبرانی، ۳/ ۲۹۵، ح ۳۴۴۷ وسندہ ضعیف، شریح بن عبید عن ابی مالك منقطع۔

❸ ۷۹/ النازعٰت:۱۴،۱۳۔ ❹ ۱۷/ الاسرآء:۵۲۔ ❺ ۳۰/ الروم:۲۵۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جیسے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کرے گا اور دجال آپ کے ہاتھوں ہلاک ہوگا پھر سات سال تک لوگ اس طرح ملے جلے رہیں گے کہ ساری دنیا میں دو شخصوں کے درمیاں بھی آپس میں رنجش وعداوت نہ ہوگی۔ پھر پروردگارِ عالم شام کی طرف سے ایک ہلکی ٹھنڈی ہوا چلائے گا جس سے تمام ایمان والوں کی روح قبض کر لی جائے گی یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا وہ بھی فوت ہو جائے گا۔ یہ خواہ کہیں بھی ہوں یہاں تک کہ اگر کسی پہاڑ کی کھوہ میں بھی کوئی مسلمان ہوگا تو یہ ہوا وہاں بھی پہنچے گی۔ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ پھر تو بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو اپنے کمینہ پن میں مثل پرندوں کے ہلکے اور بے وقوفی میں مثل درندوں کے بے وقوف ہوں گے' نہ اچھائی کو اچھائی سمجھیں گے اور نہ برائی کو برائی جانیں گے۔ ان پر شیطان ظاہر ہوگا اور کہے گا شرماتے نہیں کہ تم نے بت پرستی چھوڑ رکھی ہے چنانچہ وہ اس کے بہکائے میں آ کر بت پرستی شروع کر دیں گے۔ اس حالت میں پھر اللہ تعالیٰ ان کی روزی میں اور ان کے معاش میں کشادگی عطا فرمائے ہوئے ہوگا۔ پھر صور پھونک دیا جائے گا جس کے کان میں اس کی آواز جائے گی وہ ادھر گرے گا ادھر کھڑا ہوگا پھر گرے گا۔ سب سے پہلے اس کی آواز جس کے کان میں پڑے گی یہ وہ شخص ہوگا جو اپنا حوض ٹھیک کر رہا ہوگا فوراً بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے گا پھر تو ہر شخص بے ہوش اور خود فراموش ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو شبنم کی طرح ہوگی اس سے لوگوں کے جسم اگ نکلیں گے۔ پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھنے لگیں گے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو' انہیں ٹھہرالو' ان سے سوالات کیے جائیں گے۔ پھر فرمایا جائے گا کہ جہنم کا حصہ نکال لو۔ پوچھا جائے گا کس قدر؟ جواب ملے گا ہر ہزار سے نو سو ننانوے۔ یہ دن ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور یہی دن ہوگا جس میں پنڈلی کھولی جائے گی۔'' ❶ (صحیح مسلم)

صحیح بخاری میں ہے دونوں نفخوں کے درمیان چالیس ہونگے۔ راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ کیا چالیس دن؟ فرمایا میں جواب دینے سے انکاری ہوں۔ پوچھا گیا کیا چالیس سال۔ فرمایا میں اس کا جواب نہیں دوں گا۔ پوچھا گیا چالیس ماہ؟ فرمایا میں اس کا بھی انکار کرتا ہوں۔ انسان کی سب چیز سڑ گل جائے گی مگر ریڑھ کی ہڈی' اسی سے مخلوق کی ترتیب دی جائے گی۔ ❷ ابو یعلی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس آیت میں جو استثنا ہے یعنی جسے رب چاہے اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا شہداء۔ یہ اپنی تلواریں لٹکائے اللہ تعالیٰ کے عرش کے اردگرد ہوں گے۔ فرشتے اپنے جھرمٹ میں انہیں محشر کی طرف لے جائیں گے۔ یاقوت کی اونٹنیوں پر وہ سوار ہوں گے' جن کی گدیاں ریشم سے بھی زیادہ نرم ہوں گی۔ انسان کی نگاہ جہاں تک کام کرتی ہے اس کا ایک قدم ہوگا۔ یہ جنت میں خوش وقت ہوں گے وہاں عیش وعشرت میں ہوں گے' پھر ان کے دل میں آئے گا کہ چلو دیکھیں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے کر رہا ہوگا۔ چنانچہ ان کی طرف دیکھ کر الٰہ العالمین ہنس دے گا' اور اس جگہ جسے دیکھ کر رب ہنس دے اس پر حساب کتاب نہیں ہے۔ اس کے کل راوی ثقہ ہیں' مگر اسماعیل بن عیاش کے استاد غیر معروف ہیں' وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ قیامت کے دن جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے کے لیے آئے گا اس وقت اس کے نور سے ساری زمین جگمگا اٹھے گی' نامۂ اعمال لائے جائیں گے' نبیوں کو پیش کیا جائے گا جو گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی امتوں کو تبلیغ کر دی تھی' اور بندوں کے نیک وبد =

❶ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال ومکثه فی الارض، ۲۹٤۰؛ احمد، ۲/ ۱٦٦؛ ابن حبان، ۷۳۵۳۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الزمر باب قوله ﴿ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الأرض......﴾ ٤۸۱٤؛ صحیح مسلم، ۲۹۵۵۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمہ: کفاروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آتے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے آگاہ کرتے تھے؟ یہ جواب دیں گے ہاں درست ہے لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا[۷۱] کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جہاں ہمیشگی ہے۔ پس سرکشوں کا ٹھکانا بہت ہی برا ہے۔[۷۲]

= اعمال کے محافظ فرشتے لائے جائیں گے۔ اور عدل وانصاف کے ساتھ مخلوق کے فیصلے کئے جائیں گے۔ اور کسی پر کسی قسم کا ظلم وستم نہ کیا جائے گا جیسے فرمایا ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ﴾ ❶ الخ۔ یعنی قیامت کے دن ہم میزانِ عدل قائم کریں گے اور کسی پر بالکل ظلم نہ ہوگا' گو رائی کے دانے کے برابر عمل ہو ہم اسے بھی موجود کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔ ❷ اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ بقدر ذرے کے بھی ظلم نہیں کرتا۔ وہ نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے۔ اسی لیے یہاں بھی ارشاد ہو رہا ہے ہر شخص کو اس کے بھلے برے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ وہ ہر شخص کے اعمال سے باخبر ہے۔

ناکام گروہ اور فرشتوں کا مکالمہ: [آیت:۷۱۔۷۲] بدنصیب منکرین حق کفار کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ وہ جانوروں کی طرح رسوائی اور ذلت سے ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکی سے جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے۔ جیسے اور آیت میں ﴿يُدَعُّوْنَ﴾ لفظ ہے یعنی دھکے دیے جائیں گے۔ اور سخت پیاسے ہوں گے' جیسے اللہ جل شانہ نے فرمایا ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ❸ الخ۔ جس روز ہم پرہیز گاروں کو رحمٰن کے مہمان بنا کر جمع کریں گے اور گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔ اس کے علاوہ وہ بہرے' گونگے اور اندھے ہوں گے اور منہ کے بل گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ جیسے فرمایا ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ﴾ ❹ الخ۔ قیامت کے دن انہیں ہم ان کے منہ کے بل گھسیٹ کر لائیں گے۔ یہ اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا جب اس کی آتش دھیمی ہونے لگے گی ہم اسے اور تیز کر دیں گے۔ یہ قریب پہنچے کہ دروازے کھل پڑیں گے۔ تاکہ فوراً ہی عذاب نار شروع ہو جائے۔ پھر انہیں وہاں کے محافظ فرشتے شرمندہ کرنے کے لیے اور ندامت بڑھانے کے لیے ڈانٹ کر اور جھڑک کر کہیں گے' کیونکہ ان میں رحم کا تو مادہ ہی نہیں سراسر سختی کرنے والے سخت غصیل اور بڑی بے طرح مار مارنے والے ہیں کہ کیا تمہارے پاس تمہاری ہی جنس کے اللہ کے رسول نہیں آئے تھے؟ جن سے تم سوال جواب کر سکتے تھے' اپنا اطمینان اور تسلی کر سکتے تھے ان کی باتوں کو سمجھ سکتے تھے۔ ان کی صحبت میں بیٹھ سکتے تھے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائیں' اپنے لائے ہوئے سچے دین پر دلیلیں =

❶ ۲۱/ الانبیآء: ۴۷۔ ❷ سندہ ضعیف اس کی سند میں عمر بن محمد مجہول راوی ہے۔

❸ ۱۹/ مریم: ۸۵۔ ❹ ۱۷/ الاسرآء: ۹۷۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝

ترجمہ: اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آ جائیں گے اور دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو۔ تم خوش حال ہو تم اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ۔ [۷۳] یہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں۔ پس عمل کرنے والوں کا بہت ہی اچھا بدلہ ہے۔ [۷۴]

= قائم کر دیں، تمہیں اس دن کی برائیوں سے آگاہ کر دیا آج کے عذابوں سے ڈرا دیا۔ کافر اقرار کریں گے کہ ہاں یہ سچ ہے بے شک اللہ کے پیغمبر ہم میں آئے انہوں نے دلیلیں بھی قائم کیں ہمیں بہت کچھ کہا سنا بھی، ڈرایا دھمکایا بھی لیکن ہم نے ان کی ایک نہ مانی بلکہ ان کا خلاف کیا' مقابلہ کیا' کیونکہ ہماری قسمت میں ہی شقاوت تھی' ازلی بدنصیب ہم تھے، حق سے ہٹ گئے اور باطل کے طرفدار بن گئے۔ جیسے سورہ تبارک کی آیت میں ہے جب جہنم میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا اس سے وہاں کے محافظ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں آیا تو تھا لیکن ہم نے اس کی تکذیب کی اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا تم بڑی بھاری غلطی میں ہو۔ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو آج جہنم والوں میں نہ ہوتے یعنی اپنے تئیں آپ ملامت کرنے لگیں اپنے گناہ کا خود اقرار کریں گے۔ اللہ فرمائے گا دوری اور خسارہ ہو لعنت و پھٹکار ہو اہل دوزخ پر۔ کہا جائے گا یعنی ہر وہ شخص جو انہیں دیکھے گا اور ان کی حالت کو معلوم کرے گا' وہ صاف کہہ اٹھے گا کہ بے شک یہ اسی لائق ہیں۔ اسی لیے کہنے والے کا نام نہیں لیا گیا بلکہ اسے مطلق چھوڑا گیا تا کہ اس کا عموم باقی رہے اور اللہ تعالیٰ کے عدل کی گواہی کامل ہو جائے۔ ان سے کہہ دیا جائے گا کہ اب جاؤ جہنم میں یہیں ہمیشہ جلتے بھلستے رہنا، نہ یہاں سے کسی طرح کسی وقت چھٹکارا ملے نہ تمہیں موت آتے۔ آہ! یہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے جس میں دن رات جلنا ہی جلنا ہے۔ یہ ہے تمہارے تکبر کا اور حق کو نہ ماننے کا بدلہ جس نے تمہیں ایسی بری جگہ پہنچایا اور یہیں کا کر دیا۔ کیا ہی برا حال ہے اور کیا ہی عبرت ناک نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

جنتیوں کا استقبال: [آیت: ۷۳-۷۴] اوپر بدبختوں کا انجام اور ان کا حال بیان ہوا یہاں سعادت مندوں کا نتیجہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ بہترین خوبصورت اونٹنیوں پر سوار ہو کر جنت کی طرف پہنچائے جائیں گے۔ ان کی بھی جماعتیں ہوں گی۔ مقربین خاص کی جماعت' پھر ابرار کی پھر ان سے کم درجے والوں کی' پھر ان سے کم درجے والوں کی۔ ہر جماعت اپنے مناسب لوگوں کے ساتھ ہو گی' انبیا انبیا کے ہمراہ' صدیق اپنے جیسوں کے ساتھ، شہید لوگ اپنے والوں کے ہمراہ، علما اپنے جیسے کے ساتھ۔ غرض ہر ہم جنس اپنے میل کے لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ جب یہ جنت کے پاس پہنچیں گے پل صراط سے پار ہو چکے ہوں گے وہاں ایک پل پر ٹھیرائے جائیں گے اور ان میں آپس میں جو مظالم ہوں گے ان کا قصاص اور بدلہ ہو جائے گا۔ جب پاک صاف ہو جائیں گے تو جنت میں جانے کی

اجازت پائیں گے۔ صور کی مطول حدیث میں ہے کہ جنت کے دروازوں پر پہنچ کر یہ آپس میں مشورہ کریں گے کہ دیکھو سب سے پہلے کسے اجازت دی جاتی ہے۔ پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصد کریں گے پھر حضرت نوح علیہ السلام کا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھر حضرت محمد ﷺ کا۔ جیسے میدان محشر میں شفاعت کے موقعہ پر بھی کیا تھا۔ اس سے بڑا مقصد جناب احمد حضرت محمد ﷺ کی فضیلت کا موقعہ بموقعہ اظہار کرنا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے میں وہ پہلا سفارشی ہوں جنت میں۔ اور روایت میں ہے میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹ کھٹاؤں گا۔ ❶ مسند احمد میں ہے "میں قیامت کے دن جنت کا دروازہ کھلوانا چاہوں گا تو وہاں کا داروغہ مجھ سے پوچھے گا کہ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد۔ وہ کہے گا مجھے یہی حکم تھا کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے جنت کا دروازہ کسی کے لیے نہ کھولوں۔" ❷

جنتیوں کے حسن و جمال کا منظر: مسند احمد میں ہے کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی انکے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوں گے۔ تھوک رینٹ پیشاب پاخانہ وہاں کچھ نہ ہوگا۔ ان کے برتن اور سامان آرائش سونے چاندی کا ہوگا۔ انکی انگیٹھیوں میں بہترین اگر خوشبو دے رہا ہوگا۔ انکا پسینہ مشک ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں جن کی پنڈلی کا گودا بوجہ حسن و نزاکت' صفائی اور نفاست کے گوشت کے پیچھے سے نظر آ رہا ہوگا۔ کسی دو میں کوئی اختلاف اور حسد و بغض نہ ہوگا۔ سب کے دل مل کر ایسے ہوں گے جیسے ایک شخص کا دل۔ صبح شام اللہ کی تسبیح میں گزرے گی۔ ❸ ابو یعلیٰ میں ہے پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی انکے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے انکے بعد والی جماعت کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے بہترین چمکتا ستارہ پھر قریب قریب اوپر والی حدیث کے بیان ہے اور یہ بھی ہے کہ انکے قد ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا قد تھا۔ ❹ اور حدیث میں ہے کہ "میری امت کی ایک جماعت جو ستر ہزار کی تعداد میں ہوگی' پہلے پہل جنت میں داخل ہوگی۔ انکے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی انہیں میں کر دے۔ آپ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی انہی میں سے کر دے۔ پھر ایک انصاری نے بھی یہی عرض کی۔ آپ نے فرمایا عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا۔" ❺ ان ستر ہزار کا بے حساب جنت میں داخل ہونا بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں سے بہت سے صحابہ سے مروی ہے۔ بخاری مسلم میں ہے کہ "میری امت میں سے ستر ہزار یا سات سو جنت میں ایک ساتھ جائیں گے۔ ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے ہوئے ہوں گے۔ سب ایک ساتھ ہی جنت میں قدم رکھیں گے۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوں گے۔" ❻ ابن ابی شیبہ میں ہے مجھ سے میرے رب کا وعدہ ہے کہ "میری امت میں سے ستر ہزار شخص جنت میں جائیں گے۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے۔ ان سے نہ حساب ہوگا نہ انہیں عذاب ہوگا۔ ان کے علاوہ اور

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قول النبی ﷺ ((انا اول الناس یشفع ......)) ١٩٦۔

❷ صحیح مسلم، حوالہ سابق، ١٩٧؛ احمد، ٣/ ١٣٦۔

❸ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة، ٣٢٤٥؛ صحیح مسلم، ٢٨٣٤؛ ترمذی، ٢٥٣٧؛ احمد، ٢/ ٣١٦؛ ابن حبان، ٧٤٣٦۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریته ٣٣٢٧؛ صحیح مسلم، ٢٨٣٤؛ ابن ماجه، ٤٣٣٣؛ ابن حبان، ٧٤٣٧۔

❺ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب، ٦٥٤٢؛ صحیح مسلم، ٢١٦۔

❻ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ٦٥٤٣؛ صحیح مسلم، ٢١٩۔

تین لپیں پھر جو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھوں سے لپ بھر کر جنت میں پہنچائے گا“ ❶ (طبرانی)۔ اس روایت میں ہے پھر ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔ اس حدیث کے بہت سے شواہد ہیں۔ جب سعید بخت بزرگ جنت کے پاس پہنچ جائیں گے ان کی وہاں عزت تعظیم ہوگی' وہاں کے محافظ فرشتے انہیں بشارت سنائیں گے ان کی تعریفیں کریں گے انہیں سلام کریں گے۔ اس کے بعد کا جواب قرآن میں محذوف رکھا گیا ہے تاکہ عمومیت باقی رہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس وقت یہ پورے خوش وقت ہو جائیں گے' بے انداز سرور وراحت' آرام وچین انہیں ملے گا، ہر طرح کی آس اور ہر بھلائی کی امید بندھ جائے گی۔ ہاں یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگوں نے جو کہا ہے کہ ﴿وَفُتِحَتْ﴾ میں واؤ آٹھویں ہے اور اس سے استدلال کیا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، انہوں نے بڑا تکلف کیا ہے اور بے کار مشقت اٹھائی ہے۔ جنت کے آٹھ دروازوں کا ثبوت تو صحیح احادیث میں صاف موجود ہے۔ مسند احمد میں ہے ''جو شخص اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جوڑے خرچ کرے وہ جنت کے سب دروازں سے بلایا جائے گا۔ جنت کے کئی ایک دروازے ہیں۔ نمازی باب الصلوۃ سے، سخی باب الصدقہ سے' مجاہد باب جہاد سے' روزے دار باب الریان سے بلائے جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! گو اس کی ضرورت تو نہیں کہ ہر دروازے سے پکارا جائے، جس سے بھی پکارا جائے مقصد تو جنت میں جانے سے ہے لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہے جو جنت کے کل دروازوں سے بلایا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم انہیں میں سے ہو گے۔'' یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں بھی ہے۔ ❷ بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے جنت میں آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام باب الریان ہے اس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ ❸ صحیح مسلم میں ہے تم میں سے جو شخص کامل مکمل بہت اچھی طرح مل دل کر وضو کرے پھر (اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ) پڑھے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس سے چاہے چلا جائے۔ ❹ اور حدیث میں ہے ''جنت کی کنجی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔'' ❺

جنت کے دروازوں کی کشادگی کا بیان: اللہ ہمیں بھی جنت نصیب کرے۔ شفاعت کی مطول حدیث میں ہے کہ ''پھر اللہ فرمائے گا: اے محمد! اپنی امت میں سے جن پر حساب نہیں' انہیں داہنی طرف کے دروازے سے جنت میں لے جاؤ لیکن اور دروازوں میں بھی یہ دوسروں کے ساتھ شریک ہیں۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ جنت کی چوکھٹ اتنی بڑی وسعت والی ہے جتنا فاصلہ مکہ اور ہجر میں ہے یا فرمایا ہجر اور مکہ میں۔'' ایک روایت میں ہے مکہ اور بصری میں ہے ❻ (بخاری و مسلم) حضرت

❶ ابن ابی شیبه، ۱۱/ ٤٧١ ح ۳۱۷۰۵ وسنده حسن ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب منه دخول سبعین الف بغیر حساب وبعض من یشفع له، ۲٤۳۷ وهو حسن؛ ابن ماجه، ٤٢٨٦ میں بھی موجود ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین، ۱۸۹۷؛ صحیح مسلم، ۱۰۲۷؛ احمد، ۲/ ۲٦۸؛ ترمذی ۳٦۷٤؛ ابن حبان، ۳۰۸۔ ❸ صحیح بخاری، حواله سابق، ۱۸۹٦؛ صحیح مسلم، ۱۱۵۲؛ ترمذی، ۷٦٥؛ ابن ماجه، ۱٤٦۰؛ ابن حبان، ۳٤۲۰۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، ۲۳٤؛ ابوداود، ۱٦۹؛ ترمذی، ۵۵؛ ابن ماجه، ٤۷۰؛ احمد ٤/ ۱۵۳؛ ابن حبان، ۱۰۵۰۔ ❺ احمد، ۵/ ۲٤۲ وسنده ضعیف، شہر بن حوشب کی سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہے، باقی سند بھی ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد، ۱/ ۱٦۔

❻ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی اسرائیل باب ﴿ذریة من حملنا مع نوح......﴾ ٤۷۱۲؛ صحیح مسلم، ۱۹٤۔

عتبہ بن غزوان نے اپنے خطبے میں بیان فرمایا کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کی وسعت چالیس سال کی راہ ہے۔ ایک ایسا دن بھی آنے والا ہے جب کہ جنت میں جانے والوں کی بھیڑ بھاڑ سے یہ وسیع دروازے کھچا کھچ بھرے ہوئے ہوں گے ❶ (مسلم) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جنت کی چوکھٹ چالیس سال کی راہ ہے۔'' ❷ یہ جب جنت کے پاس پہنچیں گے انہیں فرشتے سلام کریں گے اور مبارکباد دیں گے کہ تمہارے اعمال تمہارے اقوال تمہاری کوشش اور تمہارا بدلہ ہر چیز خوشی والی اور عمدگی والی ہے۔ جیسے کہ حضور ﷺ نے کسی غزوے کے موقعہ پر اپنے منادی سے فرمایا تھا' جاؤ ندا کرو کہ جنت میں صرف مسلمان لوگ ہی جائیں گے یا فرمایا تھا صرف مؤمن ہی۔ ❸ فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم اب یہاں سے نکالے نہ جاؤ گے بلکہ یہاں تمہارے لیے ہمیشگی ہے۔ اپنا یہ حال دیکھ کر خوش ہو کر جنتی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ الحمد للہ جو وعدہ ہم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانی کیا تھا اسے پورا کیا۔ یہی دعا ان کی دنیا میں تھی ﴿رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ ❹ یعنی ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر' یقیناً تیری ذات وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ اور آیت میں ہے کہ اس موقعہ پر اہل جنت یہ بھی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی۔ اگر وہ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔ یقیناً اللہ کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔ وہ یہ بھی کہیں گے کہ اللہ ہی کے لیے سب تعریف ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ یقیناً ہمارا رب بخشنے والا اور قدر کرنے والا ہے۔ جس نے اپنے فضل و کرم سے یہ پاک جگہ ہمیں نصیب فرمائی جہاں ہمیں نہ کوئی دکھ درد ہے نہ رنج تکلیف۔ یہاں ہے کہ یہ کہیں گے اس نے ہمیں جنت کی زمین کا وارث کیا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ﴾ ❺ الخ۔ ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ اسی طرح آج جنتی کہیں گے کہ اس جنت میں ہم جہاں جگہ بنا لیں کوئی روک ٹوک نہیں۔ یہ ہے بہترین بدلہ ہمارے اعمال کا۔ معراج والے واقعہ میں صحیحین میں ہے کہ جنت کے ڈیرے خیمے لؤلؤ کے ہیں اور اس کی مٹی مشک خالص ہے۔ ❻ ابن صائد سے جب حضور نے جنت کی مٹی کا سوال کیا تو اس نے کہا سفید میدے جیسی مشک خالص۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ سچا ہے۔'' ❼ (مسلم)

مسلم ہی کی اور روایت میں ہے کہ ابن صائد نے حضور سے پوچھا تھا۔ ❽ ابن ابی حاتم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر پہنچ کر یہ ایک درخت کو دیکھیں گے جس کی جڑ میں سے دو نہریں نکلتی ہوں گی۔ ایک میں وہ غسل کریں گے جس سے اس قدر پاک صاف ہو جائیں گے کہ ان کے جسم اور چہرے چمکنے لگیں گے۔ ان کے بال کنگھی کیے ہوئے تیل والے ہو جائیں گے کہ پھر کبھی سلجھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے نہ چہرے اور جسم کا رنگ روپ ہلکا پڑے۔ پھر یہ دوسری نہر پر جائیں گے گویا کہ ان سے کہہ دیا گیا ہو اس میں پانی پئیں گے جن سے تمام گھن کی چیزوں سے پاک صاف ہو جائیں گے۔ جنت کے فرشتے انہیں سلام کریں گے، مبارک باد پیش کریں گے اور انہیں جنت میں جانے کو کہیں گے۔ ہر ایک کے پاس اس کے غلمان آئیں گے اور خوشی

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر، ۲۹٦۷؛ ترمذی، ۱۳٦؛ ابن ماجه، ٤١٥٦؛ احمد، ٤/ ١٧٤؛ ابن حبان، ۷۱۲۱۔ ❷ احمد، ۳/ ۲۹ وسنده ضعیف، وحدیث احمد (٥/ ۳ وسنده حسن) یغنی عنه، ابویعلی، ۱۲۷٥؛ مجمع الزوائد، ۱۰/ ۳۹۷۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب ان الله یؤید الدین بالرجل الفاجر، ۳۰٦۲؛ صحیح مسلم، ۱۱۱؛ ترمذی، ۱٥۷٤۔ ❹ ۳/ آل عمران:۱۹٤ ❺ ۲۱/ الانبیآء:۱۰٥۔
❻ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب کیف فرضت الصلاة ۳٤۹؛ صحیح مسلم ۱٦۳؛ ابن حبان ۷٤۰٦۔
❼ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر ابن صیاد، ۲۹۲۸۔ ❽ ایضاً۔

خوشی ان پر قربان ہوں گے اور کہیں گے آپ خوش ہو جایئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے طرح طرح کی نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں۔ ان میں سے کچھ بھاگے دوڑے جائیں گے اور جو حوریں اس جنتی کے لیے مخصوص ہیں ان سے کہیں گے لو مبارک ہو فلاں صاحب آ گئے۔ نام سنتے ہی خوش ہو کر وہ پوچھیں گی کہ کیا تم نے خود انہیں دیکھا ہے؟ وہ کہیں گے ہاں ہم اپنی آنکھوں دیکھ کر آ رہے ہیں۔ یہ مارے خوشی کے دروازے پر آ کھڑی ہوں گی۔ جنتی جب اپنے محل میں آئے گا تو دیکھے گا کہ گدے برابر برابر لگے ہوئے ہیں اور آبخورے رکھے ہوئے ہیں اور قالین بچھے ہوئے ہیں۔ اس فرش کو ملاحظہ فرما کر اب جو دیواروں کی طرف نظر کرے گا تو سرخ و سبز اور زرد و سفید اور قسم قسم کے موتیوں کی بنی ہوئی ہوں گی۔ پھر چھت کی طرف نگاہ اٹھائے گا تو وہ اس قدر شفاف اور مصفا ہوگی کہ نور کی طرح چمک دمک رہی ہوگی۔ جس کی روشنی آنکھوں کی روشنی کو بجھا دے اگر اللہ تعالیٰ اسے برقرار نہ رکھے۔ پھر اپنی بیویوں پر یعنی جنتی حوروں پر محبت بھری نگاہ ڈالے گا پھر اپنے تختوں میں سے جس پر اس کا جی چاہے بیٹھے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت کی۔ اگر اللہ ہمیں یہ راہ نہ دکھاتا تو ہم تو ہرگز اسے تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ ❶ اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب یہ اپنی قبروں سے نکلیں گے' ان کا استقبال کیا جائے گا۔ ان کے لیے پروں والی اونٹنیاں لائی جائیں گی جن پر سونے کے کجاوے ہوں گے۔ ان کی جوتیوں کے تسمے تک نور سے چمک رہے ہوں گے۔ یہ اونٹنیاں ایک ایک قدم اس قدر دور رکھتی ہیں جہاں تک انسان کی نگاہ جا سکتی ہے۔ یہ ایک درخت کے پاس پہنچیں گے جس کے نیچے سے دو نہریں نکلتی ہیں۔ ایک کا پانی یہ پئیں گے جس سے ان کے پیٹ کی تمام فضولیات اور میل کچیل دھل جائے گا۔ دوسری نہر سے یہ غسل کریں گے پھر ہمیشہ تک ان کے بدن میلے نہ ہوں گے۔ ان کے بال پراگندہ نہ ہوں گے اور ان کے جسم اور چہرے بارونق رہیں گے۔ اب یہ جنت کے دروازوں پر آئیں گے، دیکھیں گے کہ ایک کنڈا سرخ یاقوت کا ہے جو سونے کی تختی پر آویزاں ہے۔ یہ اسے ہلائیں گے تو ایک عجیب سریلی صدا پیدا ہوگی۔ اسے سنتے ہی ہر حور جان لے گی کہ اس کے خاوند آ گئے۔ یہ داروغہ کو حکم کرے گی کہ جاؤ دروازہ کھولو وہ دروازہ کھول دے گا۔ یہ اندر قدم رکھتے ہی اس داروغہ کی نورانی شکل دیکھ کر سجدے میں گر پڑے گا لیکن وہ اسے روک لے گا اور کہے گا اپنا سر اٹھا میں تو تیرا ماتحت ہوں اور اسے اپنے ساتھ لے چلے گا۔ جب یہ اس دُرّ و یاقوت کے خیمے کے پاس پہنچے گا جہاں اس کی حور ہے وہ بےتابانہ دوڑ کر خیمے سے باہر آ جائے گی اور بغل گیر ہو کر کہے گی تم میرے محبوب ہو اور میں تمہاری چاہنے والی ہوں۔ میں یہاں ہمیشہ رہنے والی ہوں، مروں گی نہیں۔ میں نعمتوں والی ہوں فقر و محتاجی سے دور ہوں۔ میں آپ سے ہمیشہ راضی خوشی رہوں گی کبھی ناراض نہیں ہونے کی۔ میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر رہنے والی ہوں کبھی ادھر ادھر ہٹوں گی نہیں۔ پھر یہ گھر میں جائے گا جس کی چھت فرش سے ایک لاکھ ہاتھ بلند ہوگی۔ اس کی کل دیواریں قسم قسم کے اور رنگ برنگ کے موتیوں کی ہوں گی۔ اس گھر میں ستر تخت ہونگے اور ہر تخت پر ستر چھولداریاں ہوں گی اور ان میں سے ہر بستر پر ستر حوریں ہوں گی اور ہر حور پر ستر جوڑے ہوں گے اور ان سب حُلّوں کے نیچے سے ان کی پنڈلی کا گودا نظر آتا ہوگا۔ ان کے ایک جماع کا اندازہ ایک پوری رات کا ہوگا۔ ان کے باغوں اور مکانوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن کا پانی کبھی بدبودار نہیں ہوتا، صاف شفاف موتی جیسا پانی ہے اور دودھ کی نہریں ہوں گی جس کا مزہ کبھی نہیں بدلتا جو دودھ کسی جانور کے تھن سے نہیں نکلا۔ اور شراب کی نہریں ہوں گی جو نہایت لذیذ ہوگا اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی جو مکھیوں کے پیٹ سے حاصل شدہ نہیں۔ قسم قسم کے میووں سے لدے ہوئے درخت اس کے چاروں طرف ہوں گے جن کا پھل ان کی طرف جھکا ==

❶ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف، ابو اسحاق السبیعی مدلس وعنعن۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ: اور تو فرشتوں کو اللہ کے عرش کے اردگرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد وتسبیح کرتے ہوئے دیکھے گا اور سب میں آپس میں انصاف کا فیصلہ کیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ ساری خوبی اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔[۷۵]

= ہوا ہو گا۔ یہ کھڑے کھڑے پھل لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں۔ اگر یہ بیٹھے بیٹھے پھل توڑنا چاہیں تو شاخیں اتنی جھک جائیں گی کہ یہ توڑ لیں۔ اگر یہ لیٹے لیٹے پھل لینا چاہیں تو شاخیں اور جھک آئیں گی۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا﴾ ❶ الخ۔ پڑھی یعنی ان جنتی درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے میوے بہت قریب کر دیے جائیں گے۔ یہ کھانا کھانے کی خواہش کریں گے تو سفید رنگ یا سبز رنگ کے پرندان کے پاس آ کر اپنا پر اونچا کر دیں گے یہ جس قسم کا اس کے پہلو کا گوشت چاہیں کھائیں گے پھر وہ زندہ کا زندہ جیسا تھا ویسا ہی ہو کر اڑ جائے گا۔ فرشتے ان کے پاس آئیں گے سلام کریں گے اور کہیں گے کہ یہ جنتیں ہیں جن کے تم اپنے اعمال کے باعث وارث بنائے گئے ہو۔ اگر کسی حور کا ایک بال زمین پر آ جائے تو وہ اپنی چمک سے اور اپنی سیاہی سے نور کو روشن کرے اور سیاہی نمایاں رہے۔'' ❷ یہ حدیث غریب ہے گویا کہ یہ مرسل ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

[آیت:۷۵] جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت اور اہل جہنم کا فیصلہ سنا دیا اور انہیں ان کے ٹھکانے پہنچائے جانے کا حال بھی بیان کر دیا اور اس میں اپنے عدل وانصاف کا ثبوت بھی دے دیا تو اس آیت میں فرمایا کہ قیامت کے روز اس وقت تو دیکھے گا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کے چاروں طرف کھڑے ہوئے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح' بزرگی اور بڑائی بیان کر رہے ہونگے۔ ساری مخلوق میں عدل وحق کے ساتھ فیصلے ہو چکے ہوں گے۔ اس سراسر عدل اور بالکل رحم والے فیصلوں پر کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی ثناخوانی کرنے لگے گا اور جاندار اور بے جان چیز سے آواز آئے گی کہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ❸ چونکہ اس وقت ہر تر وخشک' چیز اللہ کی حمد بیان کریگی اسے یہاں مجہول کا صیغہ لا کر فاعل کو عام کر دیا گیا۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خلق کی پیدائش کی ابتدا بھی حمد سے ہے فرماتا ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ❹ اور مخلوق کی انتہا بھی حمد سے ہے' فرماتا ہے ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ❺

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سورۂ زمر کی تفسیر ختم ہوئی۔

---

❶ ۷٦/ الدهر: ۱٤۔ ❷ ابن ابی حاتم وسنده ضعیف، فیه علل منها ضعف ابی معاذ البصري۔

❸ ۱/ الفاتحة: ۱۔ ❹ ٦/ الانعام: ۱۔ ❺ ۳۹/ الزمر: ۷۵؛ الطبري، ۲۱/ ۳٤٤۔

تفسیر سورۂ مؤمن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۝ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۝ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ۝

ترجمہ: بے حد رحم والے بے شمار رحمت والے سچے معبود کے نام سے شروع

حٰـم. [۱] اس کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو غالب اور دانا ہے۔ [۲] گناہ کا بخشنے والا توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ سخت عذاب والا انعام قدرت والا جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے۔ [۳]

بعض سلف کا قول ہے کہ جن سورتوں کی ابتداء ﴿حٰمٓ﴾ سے ہے انہیں حوامیم کہنا مکروہ ہے الِ حٰمٓ کہا جائے۔ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "﴿حٰمٓ﴾ قرآن کا دیباچہ ہیں۔" ❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "ہر چیز کا دروازہ ہوتا ہے اور قرآن کریم کا دروازہ ﴿حٰمٓ﴾ ہے یا فرمایا حوامیم ہیں۔" ❷ حضرت مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان سورتوں کو عرائس کہا جاتا تھا۔ عروس دلہن کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے کسی اچھی منزل کی تلاش میں نکلا تو ایک جگہ ایسی ہے جہاں گویا ابھی ابھی بارش برس چکی ہے۔ یہ ذرا ہی کچھ آگے بڑھا ہوگا جو دیکھتا ہے کہ تر و تازہ لہلہاتے ہوئے چند چمن ہیں۔ یہ پہلے تر زمین کو دیکھ کر ہی تعجب میں تھا اب تو اس کا تعجب اور بڑھ گیا۔ اس سے کہا گیا کہ پہلے کی مثال تو قرآن کریم کی عظمت کی مثال ہے اور ان باغیچوں کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن میں حم والی سورتیں" (بغوی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر چیز کا دروازہ ہوتا ہے اور قرآن کا دروازہ یہی ﴿حٰمٓ﴾ والی سورتیں ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب میں تلاوت کرتا ہوا ﴿حٰمٓ﴾ والی سورتوں پر پہنچتا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میں ہرے بھرے پھلے پھولے باغیچوں کی سیر کر رہا ہوں۔" ایک شخص نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو مسجد بناتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے فرمایا کہ میں اسے ﴿حٰمٓ﴾ والی سورتوں کے لیے بنا رہا ہوں۔ ممکن ہے یہ مسجد وہ ہو جو دمشق کے قلعہ کے اندر ہے اور آپ ہی کے نام سے منسوب ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی حفاظت حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی نیک نیتی کی اور جس وجہ سے یہ مسجد بنائی گئی تھی اس کی برکت کے باعث ہو۔ اس کلام میں دشمنوں پر فتح و ظفر کی دلیل بھی ہے۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے بعض جہادوں میں اپنے لشکر سے فرمایا تھا کہ اگر رات کو تم اچانک حملہ کرو تو تمہاری پہچان کے خاص الفاظ ((حٰمٓ لَا یُنۡصَرُوۡنَ)) ہیں۔ ❸ ایک روایت میں تُنۡصَرُوۡنَ ہے۔ مسند بزار میں ہے جس نے آیت الکرسی اور سورۂ حٰمٓ المؤمن کا ابتدائی حصہ پڑھ لیا وہ سارے دن کی برائی سے محفوظ رہتا ہے۔ ❹ یہ حدیث ترمذی میں بھی

---

❶ حاکم ۲/ ۴۳۷ وسندہ ضعیف، ابن ابی نجیح مدلس وعنعن۔ ❷ الدر المنثور، ۷/ ۲۶۸۔

❸ ابوداود، کتاب الجہاد، باب فی الرجل ینادی بالشعار ۲۵۹۷ وھو صحیح؛ ترمذی، ۱۶۸۲؛ حاکم، ۲/ ۱۰۷۔

❹ ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی، ۲۸۷۹ وسندہ ضعیف؛ دارمی، ۲/ ۴۴۹ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی ضعیف راوی ہے۔

ہے۔اور اس کے ایک راوی پر کچھ جرح بھی ہے۔

عذاب وثواب کا مالک اللہ ہی ہے: [آیت:۱۔۳] سورتوں کے اول ﴿حٰمٓ﴾ وغیرہ جیسے جو حروف آئے ہیں ان کی پوری بحث ہم سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر آئے ہیں جس کے اعادہ کی اب چنداں ضرورت نہیں۔بعض کہتے ہیں ﴿حٰمٓ﴾ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے اور اس کی شہادت میں وہ یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

يُذَكِّرُنِىْ حٰمٓ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ فَهَلَّا تَلَا حٰمٓ قَبْلَ التَّقَدُّمِ

یعنی یہ مجھے حٰمٓ یاد دلاتا ہے جب کہ نیزہ تن چکا پھر اس سے پہلے ہی اس نے حٰمٓ کیوں نہ کہہ دیا۔ابوداؤد اور ترمذی کی حدیث میں وارد ہے کہ اگر تم پر شب خون مارا جائے تو حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ کہو❶ اس کی سند صحیح ہے۔ابوعبیدہ کہتے ہیں مجھے یہ پسند ہے کہ اس حدیث کو یوں روایت کیا جائے کہ آپ نے فرمایا تم کہو حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْا یعنی نون کے بغیر۔تو گویا ان کے نزدیک لَا يُنْصَرُوْ جزا ہے حٰمٓ کی یعنی جب تم یہ کہو گے تو تم مغلوب نہ ہوؤ گے تو قول صرف حم رہا۔یہ کتاب یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ ہے جو عزت وعلم والا ہے۔جس کی جناب ہر بے ادبی سے پاک ہے اور جس پر کوئی ذرہ بھی مخفی نہیں گو وہ کتنے ہی پردوں میں ہو۔وہ گناہوں کی بخشش کرنے والا ہے اور جو اس کی طرف جھکے اس کی جانب مائل ہونے والا ہے۔اور جو اس سے بے پروائی کرے اس کے سامنے سرکشی اور تکبر کرے اور دنیا کو پسند کر کے آخرت سے بے رغبت ہو جائے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو چھوڑ دے اسے وہ سخت ترین عذاب اور بدترین سزائیں دینے والا ہے۔جیسے فرمان ہے ﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ﴾❷ یعنی میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ میں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا بھی ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک عذاب ہیں۔اور بھی اس قسم کی آیتیں قرآن کریم میں بہت ساری ہیں جن میں رحم وکرم کے ساتھ عذاب وسزا کا بیان بھی ہے تاکہ بندہ خوف وامید کی حالت میں رہے۔وہ وسعت وغنا والا ہے وہ بہت بہتری والا ہے بڑے احسانوں اور زبردست نعمتوں اور رحمتوں والا ہے۔بندوں پر اس کے انعام واحسان اس قدر ہیں کہ کوئی انہیں شمار بھی نہیں کر سکتا۔چہ جائے کہ ان کا شکر ادا کر سکے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک نعمت کا پورا شکر کسی سے ادا نہیں ہو سکتا۔اس جیسا کوئی نہیں اس کی ایک صفت بھی کسی میں نہیں۔اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ اس کے سوا کوئی کسی کی پرورش کرنے والا ہے اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔اس وقت وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق جزا سزا دے گا اور بہت جلد حساب سے فارغ ہو جائے گا۔امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص آ کر مسئلہ پوچھتا ہے کہ میں نے کسی کو قتل کر دیا ہے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔'' آپ نے شروع سورت کی دو آیتیں تلاوت فرمائی اور فرمایا نا امید نہ ہو اور نیک عمل کیے جا۔'' (ابن ابی حاتم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شامی کبھی کبھی آیا کرتا تھا اور تھا ذرا ایسا ہی آدمی۔ایک مرتبہ لمبی مدت تک وہ آیا ہی نہیں تو امیر المؤمنین نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔انہوں نے کہا اس نے پینا بہ کثرت شروع کر دیا ہے۔حضرت عمر نے اپنے کاتب کو بلوا کر کہا لکھو'' یہ خط ہے عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف۔بعد از سلام علیک میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریفیں کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو بخشنے والا' توبہ کو قبول کرنے والا' سخت عذاب والا' بڑے احسان والا ہے۔جس کے سوا کوئی =

❶ ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الرجل ینادی بالشعار، ۲۵۹۷ وهو صحیح؛ ترمذی، ۱۶۸۲۔

❷ ۱۵/ الحجر: ۴۹، ۵۰۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝۴ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝۵ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۶

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑے نکالتے ہیں جو کافر ہیں پس ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے۔[۴] قوم نوح نے اور اس کے بعد کی دوسری جماعتوں نے بھی جھٹلایا تھا اور ہر امت نے اپنے رسول کو گرفتار کر لینے کا ارادہ کیا اور بیہودہ شبہات نکال کر ان سے حق کو بگاڑنا چاہا۔ پس میں نے ان کو پکڑ لیا۔ سو میری طرف سے کیسی سزا ہوئی[۵] اور اسی طرح تیرے رب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں۔[۶]

= اللہ نہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ یہ خط اس کی طرف بھجوا کر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اپنے بھائی کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو متوجہ کر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے۔ جب اس شخص کو حضرت عمر کا خط ملا تو اس نے اسے بار بار پڑھنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی سزا سے ڈرایا بھی ہے اور اپنی رحمت کی امید دلا کر گناہوں کی بخشش کا وعدہ بھی کیا ہے۔ کئی کئی مرتبہ اسے پڑھ کر رو دیا پھر توبہ کی اور سچی پکی توبہ کی۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا اسی طرح کیا کرو جب تم دیکھو کہ کوئی مسلمان بھائی لغزش کھا گیا تو اسے سیدھا کرو اور مضبوط کر دو اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، شیطان کے مددگار نہ بنو۔" حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفے کے گرد و نواح میں تھا۔ میں نے ایک باغ میں جا کر دو رکعت نماز شروع کی اور اس میں سورہ مومن کی تلاوت کرنے لگا۔ میں ابھی ﴿وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ تک پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص نے جو میرے پیچھے سفید خچر پر سوار تھا جس پر یمنی چادریں تھیں۔ مجھ سے کہا جب ﴿غَافِرِ الذَّنْبِ﴾ (1) پڑھو تو کہو یَا غَافِرَ الذَّنْبِ اِغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ اور جب ﴿قَابِلِ التَّوْبِ﴾ پڑھو تو کہو یَا قَابِلَ التَّوْبِ اِقْبَلْ تَوْبَتِيْ اور جب ﴿شَدِيْدِ الْعِقَابِ﴾ پڑھو تو کہو یَا شَدِيْدَ الْعِقَابِ لَا تُعَاقِبْنِيْ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے گوشۂ چشم سے دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ فارغ ہو کر میں دروازہ پر پہنچا۔ وہاں جو لوگ بیٹھے تھے ان سے میں نے پوچھا کہ کیا کوئی شخص تمہارے پاس سے گزرا ہے جس پر یمنی چادریں تھیں؟ انہوں نے کہا نہیں ہم نے تو کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔ اب لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ یہ حضرت الیاس علیہ السلام تھے۔ یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے اور اس میں حضرت الیاس کا ذکر نہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔

حق بات میں شبہات پیدا کرنا کافروں کا وطیرہ ہے: [آیت: ۴۔۶] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حق کے ظاہر ہو چکنے کے بعد اسے نہ ماننا اور اس میں نقصانات پیدا کرنے کی کوشش کرنا کافروں کا ہی کام ہے۔ اگر مال دار اور ذی عزت ہوں تو تو کسی دھوکے میں نہ پڑ جانا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برے ہوتے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی یہ نعمتیں کیوں عطا فرماتا؟ جیسے اور جگہ ہے' کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے یہ تو کچھ یوں ہی سا فائدہ ہے آخری انجام تو ان کا جہنم ہے جو بدترین جگہ ہے۔ اور آیت میں =

(1) ٤٠/ غافر:٣۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ٮِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

ع

ترجمہ: عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچا لے۔[۷] اے ہمارے رب تو انہیں ہمیشگی والی جنتوں میں لے جا جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی ان سب کو جو نیک عمل ہیں۔ یقیناً تو تو غالب و باحکمت ہے۔[۸] انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ۔ حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچا لیا اس پر تو نے رحمت کر دی بہت بڑی مطلب یابی تو یہی ہے۔[۹]

= ارشاد ہے ہم انہیں بہت کم فائدہ دے رہے ہیں بالآخر انہیں سخت عذابوں کی طرف بے بس کر دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ لوگوں کی تکذیب کی وجہ سے گھبرائیں نہیں، اپنے سے اگلے انبیاء کے حالات کو دیکھیں کہ انہیں بھی جھٹلایا گیا اور ان پر ایمان لانے والوں کی بھی بہت کم تعداد تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام جو بنی آدم میں سے پہلے رسول ہو کر آئے جب کہ لوگوں میں اول اول بت پرستی شروع ہوئی تو ان لوگوں نے انہیں بھی جھٹلایا اور ان کے بعد بھی جتنے انبیاء آئے انہیں ان کی امت جھٹلاتی رہی بلکہ سب نے اپنے اپنے زمانے کے نبی کو قید کرنا اور مار ڈالنا چاہا۔ اور بعض بعض اس میں کامیاب بھی ہوئے اور اپنے شبہات سے اور باطل سے حق کو حقیر کرنا چاہا۔

طبرانی میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ ''جس نے باطل کی مدد کی تاکہ حق کو کمزور کرے اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بری الذمہ ہیں۔'' ❶ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان باطل والوں کو پکڑ لیا اور ان کے ان زبردست گناہوں اور بدترین سرکشیوں کی بنا پر انہیں ہلاک کر دیا۔ اب تم ہی بتلاؤ کہ میرے عذاب ان پر کیسے کچھ ہوئے؟ یعنی بہت سخت نہایت تکلیف دہ اور المناک۔ جس طرح ان پر ان کے اس ناپاک عمل کی وجہ سے میرے عذاب اتر پڑے اسی طرح اب اس کی امت میں سے جو اس آخری رسول کی تکذیب کرتے ہیں ان پر بھی میرے ایسے ہی عذاب نازل ہونے والے ہیں یہ گو اور نبیوں کو سچا مانیں لیکن جب تک تیری نبوت کے قائل نہ

❶ طبرانی، ١١٥٣٩؛ حاکم، ٤/ ١٠٠ وسندہ ضعیف، فیہ علتان؛ ضعف حنش وتدلیس سلیمان التیمی، مجمع الزوائد، ٤/ ٢٠٥۔

ہوں گے ان کی سچائی مردود ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

فرشتے مؤمنوں کے لئے دعا کرتے ہیں: [آیت: ۷۔۹] عرش کو اٹھانے والے چاروں فرشتے اور اس کے آس پاس کے تمام بہترین بزرگ فرشتے ایک طرف تو اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں تمام عیوب اور کل کمیوں اور برائیوں سے اسے دور بتلاتے ہیں' دوسری جانب اسے تمام ستائشوں اور تعریفوں کے قابل مان کر اس کی حمد بجالاتے ہیں۔ غرض جو اللہ میں نہیں ہے اس کا انکار کرتے ہیں اور جو صفتیں اس میں ہیں انہیں ثابت کرتے ہیں اس پر ایمان ویقین رکھتے ہیں۔ اس سے پستی اور عاجزی ظاہر کرتے ہیں اور کل ایماندار مردوں' عورتوں کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ زمین والوں کا ایمان اللہ تعالیٰ پر اسے دیکھے بغیر تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب فرشتے ان کے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے لیے مقرر کردیے ہیں جو ان کے بن دیکھے ہر وقت ان کی تقصیروں کی معافی طلب کیا کرتے ہیں۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ''جب مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے لئے اس کی غیر حاضری میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے اور اس کے لیے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی یہی دے جو تو اس مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہے۔'' ❶ مسند احمد میں ہے کہ امیہ بن ابی الصلت کے بعض اشعار کی رسول اللہ ﷺ نے تصدیق کی جیسے یہ شعر ہے۔

زُحَلٌ وَّثَوْرٌ تَحْتَ رِجْلِ يَمِيْنِهٖ ۔۔۔ وَالنَّسْرُ لِلْاُخْرٰى وَلَيْثٌ مرصَدٌ

یعنی حاملانِ عرش چار فرشتے ہیں۔ دو ایک طرف دو دوسری طرف۔ آپ نے فرمایا سچ ہے' پھر اس نے کہا۔

وَالشَّمْسُ تَطْلَعُ كُلَّ اٰخِرِ لَيْلَةٍ ۔۔۔ حَمْرَآءَ يُصْبِحُ لَوْنُهَا يَتَوَرَّدُ
تَاْبٰى فَمَا تَطْلَعُ لَنَا فِيْ رِسْلِهَا ۔۔۔ اِلَّا مُعَذَّبَةٌ وَّاِلَّا تَجْلِدُ

یعنی ''سورج سرخ رنگ طلوع ہوتا ہے پھر گلابی ہو جاتا ہے' اپنی ہیئت میں کبھی صاف ظاہر نہیں ہوتا بلکہ روکھا پھیکا ہی رہتا ہے۔'' آپ نے فرمایا سچ ہے۔ ❷ اس کی سند بہت پختہ ہے اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت حاملانِ عرش چار فرشتے ہیں' ہاں قیامت کے دن عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے ﴿يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾ ❸ ہاں اس آیت کے مطلب اور اس حدیث کے استدلال میں ایک سوال رہ جاتا ہے کہ ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ بطحا میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ایک ابر کو گزرتے ہوئے دیکھ کر سوال کیا کہ اس کا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: حاب۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور اسے مزن بھی کہتے ہو؟ کہا: ہاں! فرمایا: عنان بھی؟ عرض کیا: ہاں! پوچھا: جانتے ہو آسمان وزمین میں کس قدر فاصلہ ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا نہیں۔ فرمایا: ''اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا راستہ ہے۔ پھر اس کے اوپر کا آسمان بھی پہلے آسمان سے اتنے ہی فاصلے پر' اسی طرح ساتوں آسمان۔ ساتویں آسمان پر ایک سمندر ہے جس کی اتنی ہی گہرائی ہے پھر اس پر آٹھ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت کے ہیں جن کے کھر سے گھٹنے کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے۔ ان کی پشت پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ جس کی اونچائی بھی اس قدر ہے۔ پھر اس کے اوپر اللہ تبارک تعالیٰ ہے۔'' ❹ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی اسے غریب بتلاتے =

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب، ۲۷۳۲۔

❷ احمد، ۱/ ۲۵٦ وسنده ضعیف، ابن اسحاق مدلس وعنعن، مسند ابی یعلی، ۲٤۸۲؛ طبرانی، ۱۱۵۹۱۔

❸ ۲۹/ الحاقة:۱۷۔ ❹ ابوداود، کتاب السنة، باب فی الجهمیة ٤۷۲۳؛ وسنده ضعیف عبداللہ بن عمیرۃ کا احنف سے سماع معلوم نہیں۔ ترمذی، ۳۳۲۰؛ ابن ماجه، ۱۹۳۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ۝۱۰ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ۝۱۱ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ۝۱۲ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ رِزْقًا ۭ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ۝۱۳ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝۱۴

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں یہ آواز دی جائے گی کہ یقیناً اللہ کا تم سے بیزار ہونا تھا بہت زیادہ اس سے جو تم بیزار ہوتے ہو اپنے جی سے۔ جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے پھر کفر کرنے لگتے تھے۔[۱۰] وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دوبار مارڈالا اور دوبار ہی جلایا اب ہم اپنے گناہوں کے اقراری ہیں تو کیا اب کوئی راہ نکلنے کی بھی ہے؟[۱۱] یہ عذاب تمہیں اس لیے ہے کہ جب صرف اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا تو تم انکار کر جاتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے پس اب فرمان وحکومت اللہ بلند بزرگ ہی کی ہے۔[۱۲] وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے روزی اتارتا ہے نصیحت تو صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو جھکتے رہتے ہیں۔[۱۳] تم اللہ کو پکارتے رہو اس کے دین کو خالص کر کے گو کافر برا مانیں۔[۱۴]

= ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا کہ عرش الٰہی اس وقت آٹھ فرشتوں کے اوپر ہے۔ حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ حاملانِ عرش آٹھ ہیں جن میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہے "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ" یعنی "اے باری تعالیٰ! تیری پاک ذات ہی کے لیے ہر طرح کی حمد وثنا ہے کہ تو باوجود علم کے پھر بردباری اور حلم کرتا ہے۔" اور دوسرے چار کی تسبیح یہ ہے "اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ" یعنی اے اللہ! قدرت کے باوجود تو جو معافی اور درگزر کرتا رہتا ہے۔ اس پر ہم تیری پاکیزگی اور تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔ اسی لیے مؤمنوں کے استغفار میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ: تیری رحمت وعلم نے ہر چیز کو اپنی وسعت وکشادگی میں لے لیا ہے۔

بنی آدم کے تمام گناہ ان کی کل خطاؤں پر تیری رحمت چھائی ہوئی ہے۔ اسی طرح تیرا علم بھی ان کے جملہ اقوال وافعال کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ ان کی کل حرکات وسکنات سے تو بخوبی واقف ہے۔ پس تو ان کے برے لوگوں کو جب وہ توبہ کریں اور تیری طرف جھکیں اور گناہوں سے باز آ جائیں اور تیرے احکام کی تعمیل کریں، نیکیاں کریں، بدیاں چھوڑیں، بخش دے اور انہیں جہنم کے دردناک گھبراہٹ والے عذابوں سے نجات دے اور انہیں مع ان کے والدین بیویوں اور بچوں کے جنت میں لے جا تا کہ ان کی آنکھیں ہر طرح ٹھنڈی رہیں گو ان کے اعمال ان جتنے نہ ہوں تاہم تو ان کے درجات بڑھا کر اونچے درجوں میں پہنچا دے۔ جیسے باری تعالیٰ عزاسمہ کا فرمانِ عالی شان ہے ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ﴾ (1) الخ جو لوگ ایمان لائیں اور ان کے ایمان کی

(1) ۵۲/ الطور:۲۱۔

اتباع ان کی اولاد بھی کرے، ہم ان اولادوں کو بھی ان سے ملا دیں گے اور ان کا کوئی عمل کم نہ کریں گے۔ درجے میں سب کو برابری دیں گے تاکہ دونوں جانب کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور پھر یہ نہ کریں گے کہ درجوں میں بڑھے ہوؤں کو نیچا کردیں نہیں بلکہ نیچے والوں کو صرف اپنی رحمت واحسان کے ساتھ اونچا کردیں گے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''مؤمن جنت میں جا کر پوچھے گا میرا باپ' میرے بھائی' میری اولاد کہاں ہے؟ جواب ملے گا کہ ان کی نیکیاں اتنی نہ تھی کہ وہ اس درجے میں پہنچتے۔ یہ کہے گا میں نے تو اپنے لیے اور ان سب کے لیے عمل کیے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ان کے درجے میں پہنچا دے گا۔ پھر آپ نے اسی آیت ﴿رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ﴾ الخ تلاوت فرمائی۔'' ❶ حضرت مطرف بن عبداللہ کا فرمان ہے کہ ایمان داروں کی خیرخواہی فرشتے بھی کرتے ہیں۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی اور شیاطین ان کی بدخواہی کرتے ہیں۔ تو ایسا غالب ہے جس پر کوئی غالب نہیں اور جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جو تو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوسکتا۔ تو اپنے اقوال وافعال شریعت وتقدیر میں حکمت والا ہے۔ تو انہیں برائیوں کے کرنے سے دنیا میں اور اُن کے وبال سے دونوں جہان میں محفوظ رکھ۔ قیامت کے دن رحمت والا وہی شمار ہوسکتا ہے جسے تو اپنی سزا سے اور اپنے عذاب سے بچا لے۔ حقیقتاً بڑی کامیابی پوری مقصد وری اور ظفریابی یہی ہے۔

گنہگاروں کی حالت زار: [آیت: ۱۰-۱۴] قیامت کے دن جب کہ کافر آگ کے کنوؤں میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں کو چکھ چکے ہوں گے اور تمام ہونے والے عذاب نگاہوں کے سامنے ہوں گے اس وقت خود اپنے نفس کے دشمن بن جائیں گے اور بہت سخت دشمن ہوجائیں گے۔ کیونکہ اپنے برے اعمال کے باعث جہنم واصل ہونگے۔ اس وقت فرشتے ان سے بہ آواز بلند کہیں گے کہ آج جس قدر تم اپنے آپ سے نالاں ہو اور جتنی دشمنی تمہیں خود اپنی ذات سے ہے اور جس قدر تم آج اپنے تئیں کہہ رہے ہو اس سے بہت زیادہ برے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم دنیا میں تھے جب کہ تمہیں اسلام وایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم اسے مانتے نہ تھے۔ ان کے بعد کی آیت مثل آیت ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ ❷ کے ہے۔ سدی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ دنیا میں مار ڈالے گئے پھر قبر میں زندہ کیے گئے اور جواب سوال کے بعد مار ڈالے گئے پھر قیامت کے دن زندہ کردیے گئے۔ ابن زید رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے روز میثاق کو زندہ کیے گئے پھر ماں کے پیٹ میں روح پھونکی گئی پھر موت آئی پھر قیامت کے دن جی اٹھے۔ لیکن یہ دونوں قول ٹھیک نہیں اس لیے کہ اس طرح تین موتیں اور تین حیاتیں لازم آتی ہیں اور آیت میں دو موت اور دو زندگی کا ذکر ہے صحیح قول حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کا ہے (یعنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کی ایک زندگی اور قیامت کی دوسری زندگی' پیدائش دنیا سے پہلے کی موت اور دنیا سے رخصت ہونے کی موت یہ دو موتیں اور دو زندگیاں مراد ہیں)۔

دنیا میں آنے کی ناکام آرزو: مقصود یہ ہے کہ اس دن کفار اللہ تعالیٰ سے قیامت کے میدان میں یہ آرزو کریں گے کہ اب انہیں دنیا میں ایک مرتبہ اور بھیج دیا جائے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ❸ الخ تو دیکھے گا کہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ اے اللہ! ہم نے دیکھ سن لیا۔ اب تو ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے تو نیکیاں کریں گے اور ایمان لائیں گے لیکن ان کی یہ آرزو قبول نہ فرمائی جائے گی۔ پھر جب عذاب وسزا کو جہنم اور اس کی آگ کو دیکھیں گے اور جہنم کے کنارے پہنچا دیے جائیں گے تو دوبارہ یہی درخواست کریں گے اور پہلی دفعہ سے زیادہ زور دے کر کہیں گے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ﴾ ❹ یعنی کاش کہ تو دیکھتا جب کہ وہ جہنم کے پاس ٹھیرا دیے گئے ہوں گے' کہیں گے کاش کہ

❶ الطبری، ۲۱/ ۳۵۷۔ ❷ ۲/ البقرۃ:۲۸۔ ❸ ۳۲/ السجدۃ:۱۲۔ ❹ ۶/ الانعام:۲۷۔

ہم دنیا کی طرف لوٹائے جاتے اور اپنے رب کی باتوں کو نہ جھٹلاتے اور باایمان ہوتے بلکہ ان کے لیے وہ ظاہر ہو گیا جو اس سے پہلے پوشیدہ کر رہے تھے۔ اور بالفرض یہ واپس لوٹائے بھی جائیں تو بھی دوبارہ یہ وہی کرنے لگیں گے جس سے منع کیے گئے ہیں۔ یہ ہیں ہی جھوٹے۔ اس کے بعد جب انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور عذاب شروع ہو جائیں گے اس وقت اور زیادہ زوردار اور الفاظ میں یہی آرزو کریں گے وہاں چیختے چلاتے ہوئے کہیں گے ﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا﴾ ❶ الخ۔ ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال دے ہم نیک اعمال کرتے رہیں گے ان کے خلاف جو اب تک کرتے رہے ہیں۔ جواب ملے گا کہ کیا ہم نے انہیں اتنی عمر اور مہلت نہ دی تھی کہ اگر یہ نصیحت حاصل کرنے والے ہوتے تو یقیناً کر سکتے تھے' بلکہ تمہارے پاس ہم نے آگاہ کرنے والے بھی بھیج دیے تھے' اب اپنے کرتوت کا مزہ چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ کہیں گے کہ اے اللہ' ہمیں یہاں سے نکال دے اگر ہم پھر وہی کریں تو یقیناً ہم ظالم ٹھہریں گے۔ اللہ فرمائے گا دور ہو جاؤ اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔'' اس آیت میں ان لوگوں نے اپنے سوال سے پہلے ایک مقدمہ قائم کر کے سوال میں ایک گونہ لطافت کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان کیا کہ باری تعالیٰ ہم مردہ تھے تو نے ہمیں زندہ کر دیا پھر مار ڈالا پھر زندہ کر دیا پس تو ہر اس چیز پر جسے تو چاہے' قادر ہے' ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔ یقیناً ہم نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی' اب بچاؤ کی کوئی صورت بنا دے یعنی ہمیں دنیا کی طرف پھر لوٹا دے جو یقیناً تیرے بس میں ہے۔ ہم وہاں جا کر اپنے پہلے اعمال کے خلاف اعمال کریں گے۔ اب اگر ہم وہی کام کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔ انہیں جواب دیا جائے گا کہ اب دوبارہ دنیا میں جانے کی کوئی راہ نہیں' اس لیے کہ اگر دوبارہ چلے بھی جاؤ گے تو پھر بھی وہی کرو گے جس سے منع کیے جاؤ گے۔ تم نے اپنے دل ہی ٹیڑھے کر لیے ہیں۔ تم اب بھی حق کو قبول نہ کرو گے بلکہ اس کا خلاف ہی کرو گے۔ تمہاری تو یہ حالت تھی کہ جہاں رب واحد کا ذکر آیا اور تمہارے دل میں کفر سمایا۔ ہاں! اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے تو تمہیں یقین و ایمان آ جاتا تھا۔ یہی حالت پھر تمہاری ہو جائے گی۔ دنیا میں اگر دوبارہ گئے دوبارہ یہی کرو گے پس حاکم حقیقی جس کے حکم میں کوئی ظلم نہ ہو سراسر عدل و انصاف ہی ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے نہ دے۔ جس پر چاہے رحم کرے جسے چاہے عذاب کرے۔ اس کے حکم و عدل میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ اللہ اپنی قدرتیں لوگوں پر ظاہر کرتا ہے زمین آسمان میں اس کی توحید کی بیشمار نشانیاں موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ سب کا خالق' سب کا مالک' سب کا پالنہار اور حفاظت کرنے والا وہی ہے۔ وہ آسمان سے روزی یعنی بارش نازل فرماتا ہے جس سے ہر قسم کے اناج کی کھیتیاں اور طرح طرح کے عجیب عجیب مزے کے مختلف رنگ روپ اور شکل' وضع کے میوے اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں' حالانکہ پانی ایک زمین ایک۔ پس اس سے بھی اس کی شان ظاہر ہے سچ تو یہ ہے کہ عبرت و نصیحت' فکر و غور کی توفیق ان ہی کو ہوتی ہے جو اللہ کی طرف رغبت و رجوع کرنے والے ہوں۔ اب تم دعا اور عبادت خلوص کے ساتھ صرف اللہ واحد کی کیا کرو' مشرکین کے مذہب و مسلک سے الگ ہو جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہر فرض نماز کے سلام کے بعد یہ پڑھتے تھے (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ) اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ہر نماز کے بعد انہیں پڑھا کرتے تھے۔ (مسند احمد) یہ حدیث مسلم' ابوداؤد وغیرہ میں بھی ہے۔ ❷ ابن ابی حاتم میں ہے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرو اور قبولیت کا یقین کامل رکھو اور یاد

❶ ٣٥/ فاطر:٣٧۔ ❷ احمد ٤/ ٤؛ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ٥٩٤؛ ابوداود، ١٥٠٦؛ ابن حبان، ٢٠٠٨۔

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: بلند درجوں والا مالک عرش کا وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرا دے۔[۱۵] جس دن سب لوگ ظاہر ہو جائیں گے۔ ان میں سے کوئی اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گا۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ فقط اللہ واحد وقہار کی۔[۱۶] آج ہر نفس کو اس کی کرنی کا پھل دیا جائے گا۔ آج کسی قسم کا ظلم نہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کر چکنے والا ہے۔[۱۷]

= رکھو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے اور دوسری طرف کے مشغول دل کی دعا نہیں سنتا۔ ❶

قیامت کے دن اللہ ہی کی بادشاہی ہوگی: [آیت:۱۵۔۱۷] اللہ تعالیٰ اپنی کبریائی اور عظمت اور اپنے عرش کی بڑائی اور وسعت بیان فرماتا ہے جو تمام مخلوق پر مثل چھت کے چھایا ہوا ہے۔ جیسے ارشاد ہے ﴿مِنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ﴾ ❷ الخ۔ یعنی وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا جو سیڑھیوں والا ہے کہ فرشتے اور روح اس کے پاس چڑھ کر جاتے ہیں ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے اور اس بات کا بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا کہ یہ دوری ساتویں زمین سے لے کر عرش تک کی ہے۔ جیسے کہ سلف وخلف جماعت کا ایک قول ہے اور یہی راجح بھی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ عرش سرخ رنگ یاقوت کا ہے۔ جس کے دو کناروں کی وسعت پچاس سال کی ہے اور جس کی اونچائی ساتویں زمین سے پچاس ہزار سال کی ہے۔ اور اس سے پہلے حدیث میں جس میں فرشتوں کا عرش اٹھانا بیان ہوا ہے۔ یہ بھی گزر چکا ہے کہ ساتوں آسمانوں سے بھی وہ بہت بلند اور بہت اونچا ہے وہ جس پر چاہے وحی بھیجے۔ جیسے فرمایا ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ﴾ ❸ الخ۔ وہ فرشتوں کو وحی دے کر اپنے حکم سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں مجھ سے ڈرتے رہو۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ❹ الخ۔ یعنی یہ قرآن تمام جہانوں کے رب کا اتارا ہوا ہے جسے معتبر فرشتے نے تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ تو ڈرانے والا بن جا۔ یہاں بھی یہی فرمایا کہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرا دے۔ ❺ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ بھی قیامت کا ایک نام ہے جس سے اللہ نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے۔ جس میں حضرت آدم علیہ السلام خود اور ان کی اولاد میں سے سب سے آخری بچہ ایک دوسرے سے مل لے گا۔ ابن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بندے اللہ سے ملیں گے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آسمانوں والے اور زمین والے آپس میں ملاقات کریں گے۔ خالق مخلوق ظالم ومظلوم ملیں گے۔ مقصد یہ کہ ہر ایک دوسرے سے ملاقات کرے گا بلکہ عامل اور اس کا عمل بھی ملے گا۔ آج سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوں گے بالکل ظاہر باہر ہوں گے۔ چھپنے کی تو کہاں سائے کی جگہ بھی کوئی نہ ہوگی۔ سب اس کے آمنے سامنے موجود ہونگے اس دن خدا خود فرمائے گا آج بادشاہت کس کی ہے؟ کون ہوگا جو جواب تک =

❶ ترمذی، کتاب الدعوات، باب نمبر ٦٥، حدیث ٣٤٧٩ وسندہ ضعیف، صالح المری راوی متروک ہے۔

❷ ۷۰/ المعارج:۳۔ ❸ ۱٦/ النحل:۲۔ ❹ ۲٦/ الشعرآء:۱۹۲۔ ❺ الطبری، ۲۱/ ۳٦٤۔

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴿١٨﴾ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴿١٩﴾ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٢٠﴾

ع ۲ / ۷

ترجمہ: انہیں بہت ہی قریب آنے والی قیامت سے آگاہ کر دے جب کہ دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور سب خاموش ہوں گے۔ ظالموں کا نہ کوئی ولی دوست ہوگا نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے گی [۱۸] وہ آنکھوں کی خیانت کو اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ [۱۹] اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے رہتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب سنتا خوب دیکھتا ہے۔ [۲۰]

= دے؟ پھر خود ہی جواب دے گا کہ اللہ اکیلے کی جو ہمیشہ واحد احد ہے اور سب پر غالب حکمران ہے۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں' جبار ہوں' میں متکبر ہوں' زمین کے بادشاہ اور جبار اور متکبر لوگ آج کہاں ہیں؟ ❶ صور کی حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل جب تمام مخلوق کی روح قبض کر لے گا اور اس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا اور کوئی باقی نہ رہے گا۔ اس وقت تین مرتبہ فرمائے گا آج ملک کس کا ہے؟ پھر خود ہی جواب دے گا اللہ اکیلے غالب کا یعنی اس کا جو واحد ہے' اس کا جو ہر چیز پر غالب ہے' جس کی ملکیت میں ہر چیز ہے۔ ❷ ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "قیامت کے قائم ہونے کے وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ لوگو! قیامت آ گئی جسے مردے زندے سب سنیں گے۔ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرمائے گا اور کہے گا آج کس کے لیے ملک ہے؟ صرف اللہ اکیلے غلبہ والے کے لیے" پھر اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا بیان ہو رہا ہے کہ ذرا سا بھی ظلم اس دن نہ ہوگا بلکہ نیکیاں دس دس گنی کر کے ملیں گی اور برائیاں اتنی ہی رکھی جائیں گی۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ "اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنا اپنے اوپر بھی حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے۔ پس تم میں سے کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔" آخر میں ہے "اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں جنہیں میں نگاہ رکھتا ہوں اور جن کا پورا بدلہ دوں گا پس جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے سوا پائے وہ اپنے تئیں ہی ملامت کرے۔" ❸ پھر اپنے حساب لینے کو بیان فرمایا کہ ساری مخلوق سے حساب لینا اس پر ایسا ہے جیسے ایک شخص کا حساب لینا ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ ❹ یعنی تم سب کا پیدا کرنا اور تم سب کو مرنے کے بعد زندہ کر دینا میرے نزدیک مثل ایک شخص کے پیدا کرنے اور زندہ کر دینے کے ہے اور آیت میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ ❺ یعنی ہمارے حکم کے ساتھ ہی کام ہو جاتا ہے اتنی دیر میں جیسے کسی نے آنکھ بند کر کے کھول لی۔

❶ صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار ٢٧٨٨۔

❷ یہ روایت ضعیف ہے اور پہلے گزر چکی ہے۔ ❸ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم ٢٥٧٧؛ ترمذي ٢٤٩٥؛ ابن ماجه، ٤٢٥٧؛ احمد، ٥/ ١٦٠؛ ابن حبان، ٦١٩۔

❹ ٣١/ لقمان: ٢٨۔ ❺ ٥٤/ القمر: ٥٠۔

آنکھوں کی خیانت اور سینے کے راز: [آیت:۱۸۔۲۰] ﴿اٰزِفَة﴾ قیامت کا ایک نام ہے۔اس لیے کہ وہ بہت ہی قریب ہے۔جیسے فرمان ہے ﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ﴾ ❶ الخ یعنی قریب آنے والی قریب ہو چکی ہے جس کا کھولنے والا بجز اللہ کے کوئی نہیں۔اور جگہ ارشاد ہے ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ ❷ الخ قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔اور فرمان ہے ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ ❸ ''لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا۔''اور فرمان ہے ﴿اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ﴾ ❹ ''اللہ کا امر آ چکا ہے تم اس میں جلدی نہ کرو۔''

اور آیت میں ہے ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ❺ جب ''اسے قریب دیکھ لیں گے تو کافروں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔''

الغرض اسی نزدیکی کی وجہ سے قیامت کا نام ﴿اٰزِفَة﴾ ہے۔اس وقت کلیجے منہ کو آ جائیں گے۔وہ خوف و ہراس ہوگا کہ کسی کا دل ٹھکانے نہ رہے گا' سب پر غضب کا سناٹا ہوگا۔کسی کے منہ سے کوئی بات نہ نکلے گی کیا مجال کہ بے اجازت کوئی لب ہلا سکے۔سب رو رہے ہوں گے اور حیران و پریشان ہوں گے۔جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے ان کا آج کوئی دوست' غم گسار نہ ہوگا جو ان کے کام آئے' نہ شفیع اور سفارشی ہوگا جو ان کی شفاعت کے لیے زبان ہلائے بلکہ ہر بھلائی کے اسباب کٹ چکے ہوں گے۔اس اللہ تعالیٰ کا علم محیط کل ہے تمام چھوٹی بڑی چھپی کھلی باریک موٹی اس پر یکساں ظاہر باہر ہیں۔اتنے بڑے علم والے سے جس سے کوئی چیز مخفی نہ ہو ہر شخص کو ڈرنا چاہیے اور کسی وقت یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ اس وقت وہ مجھ سے پوشیدہ ہے اور میرے حال کی اسے اطلاع نہیں بلکہ ہر وقت یہ یقین کرے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اس کا علم میرے ساتھ ہے اس کا لحاظ کرتا رہے اور اس کے روکے ہوئے کاموں سے رکا رہے۔آنکھ جو خیانت کے لیے اٹھتی ہے گو بہ ظاہر وہ امانت ظاہر کرے لیکن رب علیم پر وہ مخفی نہیں۔سینے کے جس گوشے میں جو خیال چھپا ہوا ہو اور دل میں جو بات پوشیدگی سے اٹھتی ہو اسے اس کا علم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''اس آیت میں مراد وہ شخص ہے جو مثلاً کسی گھر میں گیا وہاں کوئی خوبصورت عورت ہے یا وہ آ جا رہی ہے تو یہ کنکھیوں سے اسے دیکھتا ہے جہاں کسی کی نظر پڑی تو نگاہ پھیر لی اور جب موقعہ پایا آنکھ اٹھا کر دیکھ لیا۔پس خائن آنکھ کی خیانت کو اس کے دل کے راز کو رب علیم خوب جانتا ہے کہ اس کے دل میں تو یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو پوشیدہ عضو بھی دیکھ لے۔'' حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اس سے مراد آنکھ مارنا' اشارے کرنا اور بن دیکھی چیز کو دیکھی ہوئی یا دیکھی ہوئی چیز کو ان دیکھی بتانا ہے۔'' ❻

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''نگاہ جس نیت سے ڈالی جائے اللہ تعالیٰ پر روشن ہے ❼ پھر سینے میں چھپا خیال کہ اگر موقعہ ملے اور بس ہو تو آیا یہ بدکاری سے باز رہے گا یا نہیں یہ بھی وہ جانتا ہے۔'' سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''دلوں کے وسوسوں سے وہ آگاہ ہے۔'' وہ عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے۔قادر ہے کہ نیکی کا بدلہ نیک دے اور برائی کی سزا بری دے۔وہ سننے والا' دیکھنے والا ہے جیسے فرمان ہے کہ وہ بروں کو ان کی کرنی کی سزا اور بھلوں کو ان کی بھلائی کی جزا عنایت فرمائے گا۔جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں خواہ وہ بت اور تصویریں ہوں خواہ اور کچھ وہ چونکہ کسی چیز کے مالک نہیں ان کی حکومت ہی نہیں تو حکم اور فیصلے کریں گے ہی کیا؟ اللہ اپنی مخلوق کے اقوال کو سنتا ہے ان کے احوال کو دیکھ رہا ہے۔جسے چاہے راہ دکھاتا ہے جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اس کا اس میں بھی سراسر عدل و انصاف ہے۔

---

❶ ۵۳/ النجم:۵۷۔ ❷ ٥٤/ القمر:۱۔ ❸ ۲۱/ الانبیآء:۱۔
❹ ١٦/ النحل:۱۔ ❺ ٦٧/ الملك:۲۷۔
❻ الطبری، ۲۱/ ۳٦۹۔ ❼ ایضًا۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ﴿٢١﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٢٣﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ۚ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۖ إِنِّي أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَن يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾ ع

ع ٨ ٢٧

ترجمہ: کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا نتیجہ کیسا کچھ ہوا؟ وہ باعتبار قوت و طاقت کے اور باعتبار زمین میں اپنی یادگاروں کے ان سے بہت زیادہ تھے پس اللہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑ لیا اور کوئی نہ ہوا جو انہیں اللہ کے عذابوں سے بچا لیتا۔[٢١] یہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر معجزے لے لے کر آتے تھے تو وہ انکار کر دیتے تھے پس اللہ انہیں پکڑ لیتا تھا یقیناً وہ زبردست طاقت والا اور سخت عذابوں والا ہے۔[٢٢] ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور کھلی دلیل کے ساتھ بھیجا[٢٣] فرعون، ہامان اور قارون کی طرف تو کہنے لگے یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔[٢٤] جب ان کے پاس موسیٰ ہماری طرف سے دین حق کو لے کر آئے تو انہوں نے کہا اس کے ساتھ جو ایمان والے ہیں ان کے لڑکوں کو تو مار ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو۔ کافروں کی جو حیلہ سازی ہے وہ غلطی میں ہی ہے۔[٢٥] فرعون کہنے لگا مجھے چھوڑ و میں موسیٰ کو مار ڈالوں۔ اسے چاہیے کہ یہ اپنے رب کو پکارے مجھے ڈر ہے کہ یہ کہیں تمہارا دین نہ بدل ڈالے یا ملک میں کوئی بہت بڑا فساد برپا نہ کر دے۔[٢٦] موسیٰ نے کہا میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس تکبر کرنے والے شخص کی برائی سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔[٢٧]

نافرمان قوموں کا انجام: [آیت:٢١۔٢٧] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! کیا تیری رسالت کے جھٹلانے والے کفار نے اپنے سے پہلے کے رسولوں کے جھٹلانے والے کفار کی حالتوں کا معائنہ ادھر ادھر چل پھر کر نہیں کیا؟ جو ان سے زیادہ قوی طاقتور اور جثہ دار تھے جن کے مکانات اور عالی شان عمارتوں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں جو ان سے زیادہ با تمکنت تھے، ان سے بڑی عمروں والے تھے، جب ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے عذاب الٰہی ان پر آیا تو نہ تو کوئی اسے ہٹا سکا نہ کسی میں مقابلہ کی طاقت پائی گئی نہ اس سے بچنے کی کوئی

صورت نکلی۔ غضب الٰہی ان پر برس پڑنے کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے پاس بھی ان کے رسول واضح دلیلیں اور صاف روشن حجتیں لے کر آئے باوجود اس کی انہوں نے کفر کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کفار کے لیے انہیں باعث عبرت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ پوری قوت والا' سخت پکڑ والا' شدید عذاب والا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے تمام عذابوں سے نجات دے۔ (آمین)

موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا فرعونی منصوبہ: اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول کو تسلی دینے کے لیے اگلے رسولوں کے قصے بیان فرماتا ہے جس طرح انجام کار فتح وظفر ان کے ساتھ رہی اسی طرح آپ بھی ان کفار سے کوئی اندیشہ نہ کیجیے۔ میری مدد آپ کے ساتھ ہے۔ انجام کار آپ ہی کی بہتری اور برتری ہوگی جیسے کہ (حضرت) موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا واقعہ آپ کے سامنے ہے کہ ہم نے انہیں دلائل و براہین کے ساتھ بھیجا۔ قبطیوں کے بادشاہ فرعون کی طرف' جو مصر کا سلطان تھا اور ہامان کی طرف جو اس کا وزیر اعظم تھا۔ اور قارون کی طرف جو اس کے زمانے میں سب سے زیادہ دولت مند تھا اور تاجروں کا بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ ان بدنصیبوں نے اللہ تعالیٰ کے اس زبردست رسول کو جھٹلایا اور ان کی توہین کی اور صاف کہہ دیا کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ یہی جواب اگلی امتوں کے کافروں کا بھی انبیا علیہم السلام کو ملتا رہا۔

جیسے ارشاد ہے ﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ﴾ ❶ الخ۔ یعنی اس طرح ان سے پہلے بھی جتنے رسول آئے سب سے ان کی قوم نے یہی کہا کہ جادوگر یا دیوانہ ہے۔ کیا انہوں نے اس پر کوئی متفقہ تجویز کر رکھی ہے؟ بلکہ دراصل یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں۔ جب ہمارے رسول موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس حق لائے اور اپنی رسالت پر زبردست دلیلیں قائم کر دیں تو ان لوگوں نے رسولوں کو ستانا اور دکھ دینا شروع کیا۔ اور فرعون نے حکم جاری کیا کہ اس رسول پر جو ایمان لاتے ہیں ان کے ہاں جو لڑکے ہوں انہیں قتل کر دو اور جو لڑکیاں ہوں انہیں زندہ چھوڑ دو۔ اس سے پہلے بھی وہ یہی حکم جاری کر چکا تھا' اس لیے کہ اسے خوف تھا کہ کہیں موسیٰ پیدا نہ ہو جائیں۔ یا اس لیے کہ بنی اسرائیل کی تعداد کم کر دے اور انہیں کمزور اور بے طاقت بنا دے۔ اور ممکن ہے دونوں مصلحتیں سامنے ہوں اور اب دوبارہ حکم کی وجہ تو یہی تھی کہ یہ جماعت مغلوب رہے اور ان کی گنتی نہ بڑھے اور پست و ذلیل رہے بلکہ انہیں خیال ہو کہ ہماری اس مصیبت کا باعث حضرت موسیٰ ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا بھی کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں ایذا دی گئی اور آپ کے تشریف لانے کے بعد بھی ہم ستائے گئے۔ آپ نے جواب دیا تم جلدی نہ کرو بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو برباد کر دے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فرعون کا یہ حکم دوبارہ تھا۔ ❷ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار کا فریب اور ان کی یہ پالیسی کہ بنی اسرائیل فنا ہو جائیں' تھی ہی بے فائدہ اور فضول۔ فرعون کا ایک بدترین قصد بیان ہو رہا ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا اور اپنی قوم سے کہا میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں گا وہ اپنے اللہ کو بھی اپنی مدد پر پکارے مجھے کوئی پروا نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر اسے زندہ چھوڑا گیا تو وہ تمہارے دین کو بدل دے گا تمہاری عادات اور رسومات کو تم سے چھڑا دے گا اور زمین میں ایک فساد پھیلا دے گا۔ اسی لیے عرب میں یہ مثل مشہور ہوگئی صَارَ فِرْعَوْنُ مُذَكِّرًا یعنی فرعون بھی واعظ بن گیا۔ بعض قراءتوں میں بجائے اَنْ يُّظْهِرَ کے يَظْهَرُ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کا یہ بد ارادہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا میں اس کی اور اس جیسوں کی برائی سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اے میرے مخاطب لوگو! میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس شخص کی ایذا رسانی سے جو حق سے تکبر کرنے والا اور قیامت کے دن پر ایمان نہ رکھنے والا ہو حدیث شریف میں ہے کہ جب جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قوم سے خوف =

❶ ۵۱/ الذّٰریٰت:۵۲۔ ❷ الطبری ۲۱/ ۳۷۳۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: ایک مومن شخص نے جو فرعون کے خاندان میں سے تھا اور اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا کہا کہ کیا تم ایک شخص کو محض اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں لے کر آیا ہے اور وہ جھوٹا ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہو تو جن عذابوں کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے وہ کوئی نہ کوئی تم پر آ پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی رہبری نہیں کرتا جو حد سے گزر جانے والے اور جھوٹے ہوں۔ [۲۸] اے میری قوم کے لوگو! آج بادشاہت تمہاری ہے کہ اس زمین پر تم غالب ہو لیکن اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کرے گا۔ فرعون بولا میں تو تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو خود دیکھ رہا ہوں اور میں تو تمہیں بھلائی کی راہ ہی بتلا رہا ہوں۔ [۲۹]

= ہوتا تو آپ یہ دعا پڑھتے ((اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ وَنَدْرَاُبِكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ)) یعنی ''اے اللہ! ان کی برائی سے ہم تیری پناہ میں آتے ہیں اور ہم تجھے انکے مقابلے میں کرتے ہیں۔'' ❶

ایک گمنام مؤمن کا مجاہدانہ اقدام: [آیت: ۲۸-۲۹] مشہور تو یہی ہے کہ یہ مؤمن قبطی تھے اور فرعون کے خاندان کے تھے۔ بلکہ سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فرعون کے یہ چچازاد بھائی تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات پائی تھی۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ بلکہ جن لوگوں کا قول ہے کہ یہ مؤمن بھی اسرائیلی تھے آپ نے ان کی تردید کی ہے اور کہا ہے یہ اگر اسرائیلی ہوتے تو نہ فرعون اس طرح صبر سے ان کی نصیحت سنتا نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے ارادے سے باز آتا بلکہ انہیں ایذا پہنچاتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''آل فرعون میں سے ایک تو یہ مرد ایماندار تھا' دوسرے فرعون کی بیوی ایمان لائی تھیں' تیسرا وہ شخص جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی تھے کہ سرداروں کا مشورہ تمہیں قتل کرنے کا ہو رہا ہے۔'' یہ اپنے ایمان کو چھپائے رہتے تھے لیکن قتل موسیٰ (علیہ السلام) کی سن کر ضبط نہ ہو سکا اور یہی درحقیقت سب سے بہتر اور افضل جہاد ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے انسان کلمۂ حق کہہ دے جیسے کہ حدیث ❷ میں ہے اور فرعون کے سامنے اس سے زیادہ بڑا کلمہ کوئی نہ تھا۔

---

❶ ابوداود، كتاب الوتر، باب ما يقول الرجل اذا خاف قوما، ١٥٣٧ وسنده ضعيف، قتادہ مدلس کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔ حاکم، ٢/ ١٤٢؛ احمد، ٤/ ٤١٤؛ ابن حبان، ٤٧٦٥۔

❷ ابوداود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهى، ٤٣٤٤ وهو حسن؛ ترمذى، ٢١٧٤؛ ابن ماجه، ٤٠١١۔

پس یہ شخص بہت بڑے مرتبے کے مجاہد تھے جن کے مقابلے کا کوئی نظر نہیں پڑتا۔ البتہ صحیح بخاری شریف وغیرہ میں ایک واقعہ کئی روایتوں سے مروی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ ''حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ایک مرتبہ پوچھا کہ سب سے بڑی ایذا مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پہنچائی ہے؟ آپ نے فرمایا: سنو! ایک روز حضور کعبہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے جو عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور اپنی چادر میں بل دے کر آپ کی گردن میں ڈال کر گھسیٹنے لگا جس سے آپ کا گلا گھٹنے لگا۔ اسی وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوڑے بھاگے آئے اور اسے دھکا دے کر پرے پھینکا اور فرمانے لگے کیا تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس دلیلیں لے کر آیا ہے۔'' ❶ ایک روایت میں ہے کہ قریشیوں کا مجمع جمع تھا۔ جب آپ وہاں سے گزرے تو انہوں نے کہا کیا تو ہی ہے جو ہمیں ہمارے باپ دادوں کے معبودوں کی عبادت سے منع کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ہاں! میں ہی ہوں۔ اس پر وہ سب آپ کو چمٹ گئے اور کپڑے گھسیٹنے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑایا اور آنسو بہاتے ہوئے بہ آواز بلند ان سے یہ فرمایا اور پوری آیت ﴿اَتَقْتُلُوْنَ﴾ کی تلاوت کی۔ ❷

پس اس مؤمن نے بھی یہی کہا کہ اس کا قصور تو صرف اتنا ہی ہے کہ یہ اپنا رب اللہ کو بتلاتا ہے اور جو کہتا ہے اس پر سند اور دلیل پیش کرتا ہے۔ اچھا مان لو بالفرض یہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں سزا دے گا۔ اور اگر وہ سچا ہے اور تم نے اسے ستایا یا دکھ دیا تو یقیناً تم پر عذاب الٰہی برس پڑے گا جیسے کہ وہ کہہ رہا ہے۔ پس عقلاً لازم ہے تم اسے چھوڑ دو۔ جو اس کی مان رہے ہیں مانیں، تم کیوں اس کے درپے آزار ہو رہے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون اور فرعونیوں سے یہی چاہا تھا۔

جیسے کہ آیت ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ﴾ سے ﴿فَاعْتَزِلُوْنَ﴾ ❸ تک ہے یعنی ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا، ان کے پاس رسول کریم کو بھیجا۔ اس نے کہا کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سونپ دو میں تمہاری طرف رب کا رسول امین ہوں، تم اللہ سے بغاوت نہ کرو، دیکھو میں تمہارے پاس کھلی دلیلیں اور زبردست معجزے لایا ہوں۔ تم مجھے سنگسار کر دو گے اس سے میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھے چھوڑ دو۔ یہی جناب رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف مجھے پکارنے دو، تم میری ایذا رسانی سے باز رہو اور میری قرابت داری کا خیال کرتے ہوئے مجھے دکھ نہ دو۔ صلح حدیبیہ بھی دراصل یہی چیز تھی جو کھلی فتح کہلائی۔ وہ مؤمن کہتا ہے کہ سنو مسرف اور جھوٹے آدمی راہ یافتہ نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ خدائی نصرت نہیں ہوتی۔ ان کے اقوال وافعال بہت جلد ان کی خباثت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ برخلاف اس کے یہ نبی اللہ اختلاف واضطراب سے پاک ہیں۔ صحیح سچی اور اچھی راہ پر ہیں۔ زبان کے سچے اور عمل کے پکے ہیں۔ اگر یہ حد سے گزر جانے والے اور جھوٹے ہوتے تو یہ راستی اور عمدگی ان میں ہرگز نہ ہوتی۔ پھر قوم کو نصیحت کرتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈراتے ہیں۔ بھائیو! تمہیں اللہ نے اس ملک کی سلطنت عطا فرمائی ہے بڑی عزت دی ہے تمہارا حکم جاری کر رکھا ہے۔ اللہ کو اس نعمت پر تمہیں اس کا شکر کرنا چاہیے اور اس کے رسولوں کو سچا ماننا چاہیے۔ یاد رکھو اگر تم نے ناشکری کی اور رسول کی طرف بری نظریں ڈالیں تو یقیناً عذاب الٰہی تم پر آ جائے گا۔ بتلاؤ اس وقت کسے لاؤ گے جو تمہاری مدد پر کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں کو روکے یا ٹالے؟ یہ لاؤ لشکر، یہ جان و مال کچھ کام نہ آئیں گے فرعون سے اور تو کوئی معقول جواب بن نہ پڑا کھسیانہ ہو کر قوم میں اپنی خیر خواہی جتانے لگا کہ میں تمہیں دھوکا نہیں دے رہا، جو میرا خیال ہے اور =

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المؤمن، ٤٨١٥؛ احمد، ٢/ ٢٠٤؛ ابن حبان، ٦٥٦٧۔

❷ السنن الکبری، ١١٤٦٢ وسنده صحیح۔ ❸ ٤٤/ الدخان:١٧-٢١۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اس مومن نے کہا اے میری قوم کے لوگو! مجھے تو اندیشہ ہے کہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ آئے جو اور امتوں پر آیا[۳۰] جیسے امت نوح اور عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا۔ اللہ اپنے بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا[۳۱] اور مجھے تم پر ہانک پکار کے دن کا بھی ڈر ہے[۳۲] جس دن تم پیٹھ پھیر کر لوٹو گے تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کا ہادی کوئی نہیں۔[۳۳] اس سے پہلے تمہارے پاس حضرت یوسف دلیلیں لے کر آئے پھر بھی تم ان کی لائی ہوئی دلیل میں شک شبہ کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم کہنے لگے ان کے بعد تو اللہ کسی رسول کو بھیجے گا ہی نہیں۔ اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے ہر اس شخص کو جو حد سے بڑھ جانے والا شک شبہ کرنے والا ہو[۳۴] جو بغیر کسی سند کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک یہ تو بہت بڑی بیزاری کی چیز ہے۔ اللہ اسی طرح ہر ایک مغرور سرکش کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔[۳۵]

= میرے ذہن میں ہے وہی تم پر ظاہر کر رہا ہوں۔ حالانکہ دراصل یہ بھی اس کی خیانت تھی وہ بخوبی جانتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے رسول ہیں۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ﴾ ❶ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے فرعون تو خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص آسمان و زمین کے پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے ذرائع ہیں اور آیت میں ہے ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا﴾ ❷ الخ۔ یعنی انہوں نے باوجود دلی یقین کے از راہ ظلم و زیادتی انکار کر دیا۔ اسی طرح اس کا یہ کہنا بھی سراسر غلط تھا کہ میں تمہیں حق کی سچائی کی اور بھلائی کی راہ دکھاتا ہوں۔ اس میں وہ لوگوں کو دھوکا دے رہا تھا اور رعیت سے خیانت کر رہا تھا۔ لیکن اس کی قوم اس کے دھوکے میں آ گئی اور فرعون کی بات مان لی۔ فرعون نے انہیں کوئی بھلائی کی راہ پر نہ ڈالا۔ اس کا کام ٹھیک تھا ہی نہیں۔ اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرعون نے اپنی قوم کو بہکا دیا اور انہیں صحیح راہ تک نہ پہنچنے دیا نہ پہنچایا۔

❶ ۱۷/ الاسرآء: ۱۰۲۔ ❷ ۲۷/ النمل: ۱۴۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جو امام اپنی رعایا سے خیانت کھیل رہا ہو وہ مر کر جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ حالانکہ وہ خوشبو پانچ سو سال کی راہ پر آتی ہے۔'' ❶

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ

مؤمن کامل کی گفتگو: [آیت: ۳۰۔۳۵] اس مؤمن کی نصیحت کا آخری حصہ بیان ہو رہا ہے کہ اس نے فرمایا دیکھو اگر تم نے اللہ کے رسول کی نہ مانی اور اپنی سرکشی پر اڑے رہے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں اگلی قوموں کی طرح تم پر بھی عذاب الٰہی نہ برس پڑے۔ قوم نوح اور عادیوں، ثمودیوں کو دیکھ لو کہ پیغمبروں کی نہ ماننے کے وبال میں ان پر کیسے عذاب آئے؟ اور کوئی نہ ہوا جو انہیں ٹالتا یا روکتا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا کچھ ظلم نہ تھا اس کی ذات بندوں پر ظلم کرنے سے پاک ہے۔ ان کے اپنے کرتوت تھے جو ان کے لیے وبال جان بن گئے۔ مجھے تم قیامت کے دن کے عذابوں کا بھی ڈر ہے جو ہانک پکار کا دن ہے۔ صور کی حدیث میں ہے جب زمین میں زلزلہ آئے گا اور پھٹ جائے گا تو لوگ مارے گھبراہٹ کے ادھر ادھر پریشان حواس بھاگنے لگیں گے اور ایک دوسرے کو آوازیں دیں گے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے کہ ''یہ اس وقت کا ذکر ہے جب جہنم لائی جائے گی اور لوگ اسے دیکھ کر ڈر کر بھاگیں گے اور فرشتے انہیں میدان محشر کی طرف واپس لائیں گے'' جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا﴾ ❷ یعنی فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔ اور فرمان ہے ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا﴾ ❸ یعنی ''اے انسانو اور جنو! اگر تم زمین و آسمان کے کناروں سے بھاگ نکلنے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل بھاگو لیکن یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔'' حسن اور ضحاک رحمہما اللہ کی قرأت میں ﴿يَوْمَ التَّنَادِّ﴾ دال کی تشدید کے ساتھ ہے یہ اور یہ ماخوذ ہے نَدَّ الْبَعِيْرُ سے۔ جب اونٹ چلا جائے اور سرکشی کرنے لگے تو یہ لفظ کہا جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جس ترازو میں عمل تولے جائیں گے وہاں ایک فرشتہ ہوگا جس کی نیکیاں بڑھ جائیں گی وہ بآواز بلند پکار کہے گا، لوگو! فلاں سعادت والا ہو گیا اور آج کے بعد سے اس پر شقاوت کبھی نہیں آئے گی۔ اور اگر اس کی نیکیاں گھٹ گئیں تو وہ فرشتہ آواز لگائے گا فلاں بن فلاں بدنصیب ہو گیا اور تباہ و برباد ہو گیا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کو ﴿يَوْمَ التَّنَادِ﴾ اس لیے کہا گیا ہے کہ جنتی جنتیوں کو اور جہنمی جہنم والوں کو پکاریں گے اور اعمال کے ساتھ پکاریں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ جنتی جہنم والوں کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ ہم نے سچ پایا۔ تم بتلاؤ کہ کیا تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ سچا پایا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں۔ اسی طرح جہنمی جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمیں تھوڑا سا پانی ہی چھوا دو یا کچھ وہ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے۔ جنتی جواب دیں گے کہ یہاں کے کھانے پینے کو اللہ نے کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ اسی طرح سورۂ اعراف میں یہ بھی بیان ہے کہ اعراف والے دوزخیوں اور جنتیوں کو پکاریں گے۔ بغوی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں ہیں اور ان سب وجوہ کی بنا پر قیامت کے دن کا نام ﴿يَوْمَ التَّنَادِ﴾ ہے۔ یہی قول بہت عمدہ ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اس دن لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے لیکن بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ٹھہرنے کی جگہ یہی ہے۔ اس دن کوئی نہ ہوگا جو بچا سکے اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے چھڑا سکے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر مطلق نہیں وہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اس سے پہلے اہل مصر کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بن کر آئے ==

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب من السترعی رعیة فلم ینصح، ۷۱۵۰؛ صحیح مسلم، ۱۴۲۔

❷ ۶۹/ الحاقة: ۱۷۔ ❸ ۵۵/ الرحمٰن: ۳۳۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝

ترجمہ: فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک بالا خانہ بنا کیا عجب کہ میں آسمان کے دروازوں تک پہنچ جاؤں[۳۶] اور موسیٰ کے رب کو جھانک لوں مجھے تو کامل یقین ہے کہ وہ جھوٹا ہے ٹھیک اسی طرح فرعون کی بدکرداریاں اسے بھلی دکھائی گئیں اور راہ سے روک دیا گیا فرعون کی ہر حیلہ سازی تباہی میں ہی رہی۔[۳۷]

= تھے۔ آپ کی بعثت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوئی تھی' عزیز مصر بھی آپ ہی تھے اور اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے۔ لیکن قوم نے ان کی اطاعت نہ کی' ہاں بوجہ دنیوی جاہ کے اور وزارت کے تو انہیں ماتحتی کرنی پڑتی تھی۔ پس فرماتا ہے کہ تم ان کی نبوت کی طرف سے بھی شک میں ہی رہے آخر جب ان کا انتقال ہو گیا تو تم بالکل مایوس ہو گئے اور طمع کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اب تو اللہ تعالیٰ کسی کو نبی بنا کر بھیجے گا ہی نہیں۔ یہ تھا ان کا کفر اور ان کی تکذیب۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں گمراہ کر دیتا ہے جو بے جا کام کرنے والا حد سے گزر جانے والا اور شک شبہ میں مبتلا رہنے والا ہو۔ یعنی جو تمہارا حال ہے یہی حال ان سب کا ہوتا ہے کہ جن کے کام اسراف والے ہوں اور جن کا دل شک شبہ والا ہو۔ جو لوگ حق کو باطل سے ہٹاتے ہیں اور بغیر دلیل کے دلیلوں کو ٹالتے ہیں اس پر اللہ ان سے ناخوش ہے اور سخت تر ناراض ہے۔ ان کے یہ افعال جہاں اللہ کی ناراضی کا باعث ہیں وہاں ایمان داروں کی بھی ناخوشی کا ذریعہ ہیں۔ جن لوگوں میں ایسی بے ہودہ صفتیں ہوتی ہیں ان کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے۔ جس کے بعد انہیں نہ اچھائی اچھی لگتی ہے نہ برائی بری لگتی ہے۔ ہر وہ شخص جو حق سے سرکشی کرنے والا ہو اور تکبر و غرور والا ہو۔ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جبار وہ شخص ہے جو دو انسانوں کو قتل کر ڈالے۔'' ابو عمران جونی اور قتادہ رحمہما اللہ کا فرمان ہے کہ جو ''بغیر حق کے کسی کو قتل کر دے وہ جبار ہے۔'' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

فرعون کا مکر و فریب: [آیت:۳۶۔۳۷] فرعون کی سرکشی اور تکبر بیان ہو رہا ہے کہ اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لیے ایک بلند و بالا محل تعمیر کرا۔ اینٹوں اور چونے کی پختہ اور بہت اونچی عمارت بنا۔ جیسے اور جگہ ہے کہ اس نے کہا اے ہامان! اینٹیں پکا کر میرے لیے ایک اونچی عمارت بنا۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''قبر کو پختہ بنانا اور اسے چونہ گچ کرنا سلف صالحین مکروہ جانتے تھے'' (ابن ابی حاتم) فرعون کہتا ہے کہ یہ محل میں اس لیے بنوا رہا ہوں کہ آسمان کے دروازوں اور آسمان کے راستوں تک میں پہنچ جاؤں اور موسیٰ علیہ السلام کے رب کو دیکھ لوں گو میں جانتا ہوں کہ موسیٰ جھوٹا ہے۔ وہ جو کہہ رہا ہے کہ رب نے اسے بھیجا ہے یہ بالکل غلط ہے۔

دراصل فرعون کا یہ ایک مکر تھا اور وہ اپنی رعیت پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو میں ایسا کام کرتا ہوں جس سے موسیٰ کا جھوٹ بالکل کھل جائے اور میری طرح تمہیں بھی یقین آ جائے کہ موسیٰ غلط گو' مفتری اور کذاب ہے۔ فرعون راہِ رب سے روک دیا گیا۔ اس کی ہر تدبیر الٹی ہی رہی اور جو کام وہ کرتا ہے وہ اس کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے اور وہ خسارے میں بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ۫ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَیٰقَوْمِ مَا لِیْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَی النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ۫ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَی اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۚ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: اس ایمان دار شخص نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو تم میری پیروی کرو میں نیک راہ کی طرف تمہاری رہبری کروں گا۔[۳۸] اے میرے گروہ کے لوگو حیات دنیا متاع فانی ہے' یقین مانو کہ قرار اور ہمیشگی کا گھر تو آخرت ہی ہے۔[۳۹] جس نے گناہ کیا اسے تو برابر برابر کا بدلہ ہی ہے اور جس نے نیکی کی ہے خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت اور ہو ایماندار تو یہ لوگ وہ ہیں جو جنت میں جائیں گے اور وہاں بے شمار روزی پائیں گے۔[۴۰] اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔[۴۱] تم مجھے یہ دعوت دے رہے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اسکے ساتھ شرک کروں جس کا کوئی علم مجھے نہیں اور میں تمہیں غالب بخشنے والے رب کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔[۴۲] یہ یقینی امر ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلا رہے ہو وہ تو نہ دنیا میں پکارنے کے قابل ہے نہ آخرت میں اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ ہم سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے اور حد سے گزر جانے والے یقیناً اہل دوزخ ہیں۔[۴۳] پس آگے چل کر تم میری باتوں کو یاد کرو گے۔ میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں کا نگران ہے[۴۴] پس اسے اللہ تعالیٰ نے ان تمام بدیوں سے محفوظ رکھ لیا جو انہوں نے سوچ رکھی تھیں اور فرعون والوں پر بری طرح عذاب الٹ پڑا[۴۵] آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی فرمان ہوگا کہ فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔[۴۶]

گمنام مؤمن کی دوسری نصیحت: [آیت:۳۸-۴۶] فرعون کی قوم کا مؤمن مرد جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اپنی قوم کے سرکشوں،

خود پسندوں اور متکبروں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تم میری مانو' میری راہ چلو میں تمہیں راہ راست پر ڈال دوں گا۔ یہ اپنے اس قول میں فرعون کی طرح کاذب نہ تھا۔ وہ تو اپنی قوم کو دھوکا دے رہا تھا اور یہ ان کی حقیقی خیر خواہی کر رہا تھا۔ پھر انہیں دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے کہتا ہے کہ دنیا ایک ڈھل جانے والا سایہ اور فنا ہو جانے والا فائدہ ہے۔ لازوال اور قرار و ہمیشگی والی جگہ تو اس کے بعد آنے والی آخرت ہے جہاں کی رحمت و زحمت ابدی اور غیر فانی ہے۔ جہاں برائی کا بدلہ تو اس کے برابر ہی دیا جاتا ہے ہاں نیکی کا بدلہ بے حساب دیا جاتا ہے۔ نیکی کرنے والا مرد ہو تو' اور عورت ہو تو' ہاں شرط یہ ہے کہ ہو باایمان۔ اسے اس نیکی کا ثواب اس قدر دیا جائے گا جو بے حد و حساب ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مشرکوں کو دعوت توحید: قوم فرعون کا مؤمن مرد اپنا وعظ جاری رکھتے ہوتے کہتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں توحید کی طرف یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی طرف بلا رہا ہوں۔ میں تمہیں اللہ کے رسول کی تصدیق کرنے کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے کفر و شرک کی طرف بلا رہے ہو۔ تم چاہتے ہو کہ میں جاہل بن جاؤں اور بے دلیل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف کروں۔ غور کرو کہ تمہاری اور میری دعوت میں کس قدر فرق ہے۔ میں تمہیں اس اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جو بڑی عزت اور کبریائی والا ہے۔ باوجود اس کے وہ ہر اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف جھکے اور استغفار کرے ﴿لَا جَرَمَ﴾ کے معنی حق و صداقت کے ہیں۔ یعنی یہ یقینی سچ اور حق ہے کہ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو یعنی بتوں اور سوائے اللہ کے اوروں کی عبادت کی طرف' وہ ہیں جنہیں دین و دنیا کا کوئی اختیار نہیں جنہیں نفع نقصان پر کوئی قابو نہیں جو اپنے پکارنے والے کی پکار کو نہ سن سکیں نہ قبول کر سکیں، نہ یہاں نہ وہاں۔ جیسے فرمانِ ربانی ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ❶ الخ۔ یعنی اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارتا ہے جو اس کی پکار کو قیامت تک سن نہیں سکتے جنہیں مطلق خبر نہیں کہ کون ہمیں پکار رہا ہے جو قیامت کے دن اپنے پکارنے والوں کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت سے بالکل انکار کر جائیں گے۔ گو تم انہیں پکارا کرو لیکن وہ نہیں سنتے اور بالفرض اگر سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے۔ مؤمن آل فرعون کہتا ہے کہ ہم سب کو لوٹ کر اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ وہاں ہر ایک کو اپنے اعمال کا بدلہ بھگتنا ہے۔ وہاں حد سے گزر جانے والے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والے' ہمیشہ کے لیے جہنم واصل کر دیے جائیں گے۔ تم اس وقت گو میری باتوں کی قدر نہ کرو لیکن ابھی ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا اور میری باتوں کی صداقت و حقانیت تم پر واضح ہو جائے گی۔ اس وقت ندامت' حسرت اور افسوس کرو گے لیکن وہ محض بے سود ہوگا۔ میں تو اپنا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں میرا توکل اسی کی ذات پر ہے۔ میں اپنے ہر کام میں اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں میں تم سے الگ ہوں اور تمہارے کاموں سے نفرت کرتا ہوں میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام حالات کا دانا بینا ہے۔ مستحق ہدایت جو ہیں انکی وہ رہ نمائی کرے گا اور مستحقینِ ضلالت اس رہ نمائی سے محروم رہیں گے۔ اس کا ہر کام حکمت والا ہے اور اسکی ہر تدبیر اچھائی والی ہے۔ اس مؤمن کو اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کے مکر سے بچا لیا۔ دنیا میں بھی وہ محفوظ رہا یعنی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس نے نجات پائی اور آخرت کے عذابوں سے بھی محفوظ رہا۔ باقی تمام فرعونی بدترین عذابوں کا شکار ہوئے۔ سب دریا میں ڈبو دیے گئے پھر وہاں سے جہنم واصل کر دیے گئے۔

برزخ و قبر کا عذاب: ہر صبح شام ان کی روحیں جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں' قیامت تک یہ عذاب انہیں ہوتا رہے گا اور قیامت کے دن ان کی روحیں جسم سمیت جہنم میں ڈال دی جائیں گی اور اس دن ان سے کہا جائے گا کہ اے آل فرعون سخت دردناک اور بہت

---

❶ ٤٦/ الاحقاف:٥۔

زیادہ تکلیف دہ عذابوں میں چلے جاؤ۔ یہ آیت اہل سنت کے اس مذہب کی کہ عالم برزخ میں یعنی قبروں میں عذاب ہوتا ہے بہت بڑی دلیل ہے۔ ہاں یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بعض احادیث میں کچھ ایسے مضامین وارد ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب برزخ کا علم رسول اللہ ﷺ کو مدینے شریف کی ہجرت کے بعد ہوا اور یہ آیت مکہ شریف میں نازل ہوئی ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ آیت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مشرکوں کی روحیں صبح شام جہنم کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ عذاب ہر وقت جاری اور باقی رہتا ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی کہ آیا یہ عذاب صرف روح کو ہی ہوتا ہے یا جسم کو بھی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مدینے شریف میں کرایا گیا ہے اور آپ نے اسے بیان فرما دیا۔ پس حدیث وقرآن ملا کر مسئلہ یہ ہوا کہ عذاب وثواب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور یہی حق ہے۔ اب ان حدیثوں کو ملاحظہ فرمایئے۔ مسند احمد میں ہے کہ ''ایک یہودیہ عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گزار تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کبھی اس کے ساتھ کچھ سلوک کرتیں تو وہ دعا دیتی اور کہتی اللہ تجھے قبر کے عذاب سے بچا لے۔ ایک روز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ! کیا قیامت سے پہلے قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں تو' یہ کس نے کہا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس یہودیہ عورت کا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا یہود جھوٹے ہیں اور وہ تو اس سے زیادہ اللہ پر جھوٹ باندھا کرتے ہیں۔ قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں۔ کچھ دن ہی گزرے تھے کہ ایک مرتبہ ظہر کے وقت کپڑے لپیٹے ہوئے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور باآواز بلند فرما رہے تھے قبر مانند سیاہ رات کی اندھیریوں کے ٹکڑوں کے ہے۔ لوگو! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو بہت زیادہ روتے اور بہت کم ہنستے۔ لوگو! قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو یقین مانو کہ عذاب قبر حق ہے۔''❶ اور روایت میں ہے کہ ''ایک یہودیہ عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ مانگا جو آپ نے دیا اور اس نے وہ دعا دی۔ اس کے آخر میں ہے کہ اس کے کچھ دنوں کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے وحی کی گئی ہے کہ تمہاری آزمائش قبروں میں کی جاتی ہے۔''❷ پس ان احادیث اور آیت میں ایک تطبیق تو وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ دوسری تطبیق یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آیت ﴿يُعْرَضُوْنَ﴾ سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ کفار کو عالم برزخ میں عذاب ہوتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مؤمن کو بھی اس کے بعض گناہوں کی وجہ سے اسکی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ یہ صرف حدیث سے ثابت ہوا۔ مسند احمد میں ہے کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دن رسول اللہ ﷺ آئے اس وقت ایک یہودیہ عورت مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی کہ آپ کو معلوم ہے کہ تم لوگ اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے؟ اسے سن کر حضور ﷺ کانپ گئے اور فرمایا: یہودی ہی آزمائے جاتے ہیں۔ پھر چند دنوں بعد آپ نے فرمایا: لوگو! تم سب قبروں کے فتنوں میں ڈالے جاؤ گے۔ اس کے بعد حضور ﷺ فتنہ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔''❸ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت سے صرف روح کے عذاب کا ثبوت ہوتا تھا اس سے جسم تک اس عذاب کے پہنچنے کا ثبوت نہیں تھا۔ بعد میں بذریعہ وحی حضور ﷺ کو یہ معلوم کرایا گیا کہ عذاب قبر جسم وروح کو ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے پھر اس سے بچاؤ کی دعا شروع کی۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یہودیہ عورت آئی اور اس نے کہا عذاب قبر سے ہم اللہ تعالیٰ

---

❶ احمد ٦/ ٨١ وسنده صحيح۔ ❷ احمد ٦/ ٢٣٨ وسنده ضعيف۔

❸ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر...... ١٥٨٤؛ احمد، ٦/ ٢٤٨۔

کی پناہ چاہتے ہیں۔اس پر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں عذابِ قبر برحق ہے۔فرماتی ہیں:اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔" ❶

اس حدیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اسے سنتے ہی یہودیہ عورت کی تصدیق کی اور اوپر والی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تکذیب کی تھی۔دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ یہ دو واقعے ہیں۔پہلے واقعے کے وقت چونکہ وحی سے آپ کو معلوم نہیں ہوا تھا آپ نے انکار فرمادیا۔پھر معلوم ہوگیا تو آپ نے اقرار کیا۔وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔قبر کے عذاب کا ذکر بہت سی صحیح احادیث میں آچکا ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''رہتی دنیا تک ہر صبح شام فرعونیوں کی روحیں جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں۔اور ان سے کہا جاتا ہے کہ بدکارو تمہاری اصلی جگہ یہی ہے تاکہ انکے رنج وغم میں اضافہ ہو۔ان کی ذلت وتوہین ہو۔ ❷ پس آج بھی وہ عذاب میں ہی ہیں۔اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔''

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''شہیدوں کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں وہ جنت میں جہاں کہیں چاہیں' چگتی پھرتی ہیں اور مومنوں کی روحیں چڑیاؤں کے قالب میں ہیں اور جہاں وہ چاہیں جنت میں چگتی رہتی ہیں اور عرش تلے کی قندیلوں میں آرام حاصل کرتی ہیں' اور آل فرعون کی روحیں سیاہ رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں۔صبح بھی جہنم کے پاس جاتی ہیں اور شام کو بھی یہی ان کا پیش ہونا ہے۔'' معراج والی لمبی روایت میں ہے کہ ''مجھے ایک بہت بڑی مخلوق کی طرف لے چلے جن میں ہر ایک کا پیٹ مثل بہت بڑے گھر کے تھا جو آل فرعون کے پاس ہی قید تھے اور آل فرعون صبح شام آگ پر لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان فرعونیوں کو سخت تر عذابوں میں لے جاؤ۔اور یہ فرعونی لوگ نکیل والے اونٹوں کی طرح منہ نیچے کیے پتھر اور درخت چر رہے ہیں اور بالکل بے عقل وشعور ہیں۔'' ❸ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''جو احسان کرے خواہ مسلم ہو خواہ کافر اللہ تعالیٰ اسے ضرور بدلہ دیتا ہے۔ہم نے پوچھا یارسول اللہ! کافر کو کیا بدلہ ملتا ہے؟ فرمایا:اگر اس نے صلہ رحمی کی ہے یا صدقہ دیا ہے یا اور کوئی اچھا کام کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اس کے مال میں اس کی اولاد میں اس کی صحت میں اور ایسی ہی اور چیزوں میں عطا فرماتا ہے۔ہم نے پھر پوچھا اور آخرت میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا:بڑے درجے سے کم درجے کا عذاب' پھر آپ نے ﴿اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ﴾ پڑھی۔'' ❹ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ذرا ہمیں یہ تو بتلاؤ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے سفید پرندوں کا غول کا غول سمندر سے نکلتا ہے اور اس کے مغربی کنارے اڑتا ہوا صبح کے وقت جاتا ہے اس قدر زیادتی کے ساتھ کہ ان کی تعداد کوئی گن نہیں سکتا۔شام کے وقت ایسا ہی جھنڈ کا جھنڈ واپس آتا ہے لیکن اس وقت ان کے رنگ بالکل سیاہ ہوتے ہیں۔آپ نے فرمایا:تم نے اسے خوب معلوم کرلیا۔ان پرندوں کے قالب میں فرعونیوں کی روحیں ہیں جو صبح شام آگ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔پھر اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ جاتی ہیں ان کے پر جل گئے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ سیاہ ہوجاتے ہیں۔پھر رات کو وہ اُگ جاتے ہیں اور سیاہ جھڑ جاتے ہیں پھر وہ اپنے گھونسلوں کی =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من عذاب القبر، ٦٣٦٦۔ ❷ الطبری، ٢١/ ٣٩٦۔

❸ سندہ ضعیف جداً اس کی سند میں عمارۃ بن جوین ابو ہارون سخت ضعیف راوی ہے۔

❹ البزار، ٩٤٥؛ حاکم، ٢/ ٢٥٣ وسندہ ضعیف، عینه بن یقظان ضعیف، شعب الایمان، ٢٨١۔

ترجمہ: جب کہ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ جو تابع تھے تکبر والوں سے جن کے یہ تابع تھے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیرو تھے تو کیا اب تم ہم سے اس آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو؟[۴۷] وہ بڑے لوگ جواب دیں گے ہم تو سبھی اس آگ میں ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کر چکا ہے۔[۴۸] تمام جہنمی مل کر جہنم کے داروغوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہمارے عذاب میں کمی کر دے۔[۴۹] وہ جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول معجزے لے کر نہیں آئے تھے؟ یہ کہیں گے ہاں آئے تھے۔ وہ کہیں گے کہ پھر تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض بے اثر اور بے راہ ہے۔[۵۰]

= طرف لوٹ جاتے ہیں۔ یہی حالت ان کی دنیا میں ہے اور قیامت کے دن ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ان فرعونیوں کو سخت عذابوں میں داخل کر دو۔ کہتے ہیں کہ ان کی تعداد چھ لاکھ کی ہے جو فرعونی فوج تھی۔

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ''تم میں سے جب کبھی کوئی مرتا ہے ہر صبح کی شام اس' جگہ اس کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو جنت اور اگر وہ جہنمی ہے تو جہنم اور کہا جاتا ہے کہ تیری اصلی جگہ یہ ہے جہاں تجھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھیجے گا۔'' یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے۔ ❶

جہنم میں دوزخیوں کا لڑائی جھگڑا: [آیت: ۴۷۔۵۰] جہنمی لوگ جہنم کے اور عذابوں کو برداشت کرتے ہوئے ایک اور عذاب کے بھی شکار ہوں گے جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔ یہ عذاب فرعونیوں کو بھی ہوگا اور دوسرے دوزخیوں کو بھی یعنی آپس کی تھکا فضیحتی اور لڑائی جھگڑے۔ چھوٹے بڑوں سے یعنی تابعداری کرنے اور حکم احکام کے ماننے والے جن کی بڑائی اور بزرگی کے قائل تھے اور جن کی باتیں تسلیم کیا کرتے تھے اور جن کے کہے ہوئے پر عامل تھے ان سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم تو آپ کے تابع فرمان رہے جو آپ نے کہا ہم بجالائے کفر اور گمراہی کے جو احکام بھی آپ کی بارگاہ سے صادر ہوئے آپ کے تقدس اور علم و فضل سرداری اور حکومت کی بنا پر ہم سب کو مانتے رہے اب یہاں آپ کچھ تو ہمارے کام آیئے۔ ہمارے عذابوں کا ہی کوئی حصہ اپنے اوپر اٹھا لیجیے۔ یہ رؤسا' امرا اور سادات اور بزرگ جواب دیں گے کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ جل بھلس رہے ہیں۔ ہمیں جو عذاب ہو رہے ہیں وہ کیا کم ہیں جو ہم تمہارے عذاب اٹھائیں؟ اللہ کا حکم جاری ہو چکا ہے۔ رب تعالیٰ فیصلے صادر فرما چکا ہے۔ ہر ایک کو اس کے بداعمال کے مطابق =

---

❶ احمد، ۲/ ۱۱۳؛ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشی، ۱۳۷۹؛ صحیح مسلم، ۲۸۶۶؛ ابن حبان، ۳۱۳۰۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد زندگانی دنیا میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے [۵۱] جس دن ظالموں کو ان کی عذر معذرت کچھ نفع نہ دے گی ان کے لیے لعنت ہی ہوگی اور ان کے لیے اس گھر کی خرابی ہی ہوگی۔ [۵۲] ہم نے موسیٰ کو ہدایت نامہ عطا فرمایا اور بنو اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا [۵۳] کہ وہ ہدایت و نصیحت تھی عقل مندوں کے لیے۔ [۵۴] پس اے نبی تو صبر کر اللہ کا وعدہ بلاشک و شبہ سچا ہی ہے۔ تو اپنے گناہ کی معافی مانگتا رہ اور صبح شام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ۔ [۵۵] جو لوگ باوجود اپنے پاس کسی سند کے نہ ہونے کے آیات باری تعالیٰ میں جھگڑے کیا کرتے ہیں ان کے دلوں میں بجز نری بڑائی کے اور کچھ نہیں۔ وہ اس شان تک پہنچنے والے ہی نہیں۔ سو تو اللہ کی پناہ مانگتا رہ بے شک وہ پورا سننے والا اور سب سے زیادہ دیکھنے والا ہے۔ [۵۶]

= سزا دے چکا ہے اب اس میں کمی ناممکن ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ہر ایک کے لیے بڑھا چڑھا عذاب ہے گو تم نہ سمجھو۔ جب اہل دوزخ سمجھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول نہیں فرماتا بلکہ کان بھی نہیں لگاتا بلکہ انہیں ڈانٹ دیا ہے اور فرما چکا ہے کہ یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام بھی نہ کرو تو وہ جہنم کے داروغوں سے کہیں گے جو وہاں کے ایسے ہی پاسبان ہیں جیسے دنیا کے جیل خانوں کے نگہبان داروغے اور محافظ سپاہ ہوتے ہیں۔ ان سے کہیں گے کہ تم ہی ذرا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ کسی ایک دن ہی وہ ہمارے عذاب ہلکے کر دے۔ وہ انہیں جواب دیں گے کہ کیا رسولوں کی زبانی الٰہی احکام دنیا میں تمہیں پہنچے نہ تھے؟ یہ کہیں گے ہاں پہنچے تھے تو فرشتے کہیں گے پھر اب تم آپ ہی اللہ سے کہہ سن لو۔ ہم تو تمہارے طرف سے کوئی عرض اس کی جناب میں کر نہیں سکتے۔ بلکہ اب ہم تمہاری ہائے وائے کا بھی خیال نہیں کرنے والے بلکہ ہم خود تم سے بیزار اور تمہارے دشمن ہیں۔ سنو ہم تمہیں کہے دیتے ہیں کہ خواہ تم دعا کرو خواہ تمہارے لیے اور کوئی دعا کرے ناممکن ہے کہ تمہارے عذابوں میں کمی ہو۔ کافروں کی دعا نامقبول اور مردود ہے۔

رسولوں کا مددگار اللہ تعالیٰ ہے: [آیت: ۵۱-۵٦] آیت میں رسولوں کی مدد کرنے کا اللہ کا وعدہ ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض رسولوں کو ان کی قوموں نے قتل کر دیا ہے جیسے حضرت یحییٰ، حضرت زکریا، حضرت شعیب علیہم السلام اور بعض انبیا کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف ہجرت کرائی۔ پھر کیا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وعدہ پورا کیوں نہیں ہوا؟ اس کے دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ یہاں گو عام خبر ہے لیکن مراد بعض سے ہے اور یہ لغت میں عموماً پایا جاتا ہے کہ مطلق ذکر ہو اور مراد خاص افراد ہوں۔ دوسرے یہ کہ مدد کرنے سے مراد بدلہ لینا ہو۔ پس کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جسے ایذا پہنچانے والوں سے

قدرت نے زبردست انتقام نہ لیا ہو۔ چنانچہ حضرت یحییٰ، حضرت زکریا، حضرت شعیب علیہم السلام کے قاتلوں پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا اور انہوں نے انہیں زیروزبر کر ڈالا۔ ان کے خون کی ندیاں بہا دیں اور انہیں نہایت ذلت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا۔ نمرود کا مشہور واقعہ دنیا جانتی ہے کہ قدرت نے اسے کیسی پکڑ میں پکڑا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن یہودیوں نے سولی دینے کی کوشش کی تھی ان پر جناب باری عزیز وحکیم نے رومیوں کو غالب کر دیا اور ان کے ہاتھوں ان کی سخت ذلت واہانت ہوئی اور ابھی قیامت کے قریب جب آپ اتریں گے تب دجال کے ساتھ ان یہودیوں کو جو اس کے لشکری ہوں گے قتل کریں گے اور امامِ عادل اور حاکمِ باانصاف بن کر تشریف لائیں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ باطل کر دیں گے، بجز اسلام کے اور کچھ قبول نہ فرمائیں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان مدد اور یہی دستورِ قدرت ہے جو پہلے سے ہے اور اب تک جاری ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کی دنیوی امداد بھی فرماتا ہے۔ اور ان کے دشمنوں سے خود انتقام لے کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا ہے جو شخص میرے دوستوں سے دشمنی کرے اس نے مجھے لڑائی کے لیے طلب کیا۔ ❶ دوسری حدیث میں ہے میں اپنے دوستوں کی طرف سے بدلہ ضرور لے لیا کرتا ہوں، جیسے شیر بدلہ لیتا ہے۔ ❷ اسی بنا پر اس مالک الملک نے قوم نوح سے، عادیوں اور ثمودیوں سے، اصحاب الرس سے، قوم لوط سے، اہل مدین سے اور ان جیسے ان تمام لوگوں سے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور حق کا خلاف کیا تھا بدلہ لیا، ایک ایک کو چن چن کر تباہ وبرباد کیا اور جتنے مومن ان میں تھے، ان سب کو بچالیا۔ امام سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس قوم میں اللہ تعالیٰ کے رسول آئے یا ایماندار بندے انہیں پیغامِ الٰہی پہنچانے کے لیے کھڑے ہوئے اور اس قوم نے ان نبیوں کی یا ان مومنوں کی بے حرمتی کی اور انہیں مارا پیٹا، قتل کیا ضرور بالضرور اسی زمانے میں عذابِ الٰہی ان پر برس پڑے۔ نبیوں کے قتل کے بدلے لینے والے اٹھ کھڑے ہوئے اور پانی کی طرح ان کے خون کی پیاسی زمین کو سیراب کیا۔ پس گو انبیا اور مومنین یہاں قتل کیے گئے لیکن ان کا خون رنگ لایا اور ان کے دشمنوں کا بھس کی طرح بھرکس نکال دیا گیا۔ ناممکن ہے کہ ایسے بندگانِ خاص کی امداد واعانت نہ ہو اور ان کے دشمنوں سے انتقام نہ لیا گیا ہو۔

دعوتِ محمد یہ پوری دنیا میں پھیل گئی: اشرف الانبیا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی دنیا اور دنیا والوں کے سامنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کے اصحاب کو غلبہ دیا اور دشمنوں کی تمام تر کوششوں کو بے نتیجہ رکھا۔ ان تمام پر آپ کو کھلا غلبہ عطا فرمایا، آپ کے کلمے کو بلند وبالا کیا۔ آپ کے دین نے دنیا کے تمام دینوں کو گھیر لیا۔ قوم کی زبردست مخالفتوں کے وقت اپنے نبی کو مدینے پہنچا دیا اور مدینے والوں کو سچا جاں نثار بنا کر، پھر مشرکین کا سارا زور بدر کی لڑائی میں ڈھا دیا۔ ان کے کفر کے تمام وزنی ستون اس لڑائی میں اکھیڑ دیے۔ سرداران مشرک یا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے یا مسلمانوں کے ہاتھوں میں قیدی بن کر نامرادی کے ساتھ گردن جھکائے نظر آنے لگے۔ قید وبند میں جکڑے ہوئے ذلت واہانت کے ساتھ مدینے کی گلیوں میں دست بدستِ دگرے پابدست دگرے ہو گئے۔ حکمتِ الٰہی نے ان پر پھر احسان کیا اور ایک مرتبہ پھر موقعہ دیا، فدیہ لے کر آزاد کر دیے گئے لیکن پھر بھی جب مخالفت رسول سے باز نہ آئے اور اپنے کرتوتوں پر اڑے رہے تو وہ وقت بھی آیا کہ جہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپ چھپا کر رات کے اندھیرے میں

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ٦٥٠٢۔

❷ شرح السنة، ١٢٤٢ وسنده ضعيف جداً۔

پا پیادہ ہجرت کرنی پڑی تھی وہاں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے اور گردن پر ہاتھ باندھے دشمنانِ رسول سامنے لائے گئے اور بلاد حرم کی عظمت وعزت رسول محترم کی وجہ سے پوری ہوئی اور تمام شرک وکفر اور ہر طرح کی بے ادبیوں سے بیت اللہ پاک صاف کر دیا گیا۔ بالآخر یمن بھی فتح ہوا اور پورا جزیرہ عرب قبضہ رسول میں آ گیا اور جوق در جوق لوگ دین الٰہی میں داخل ہو گئے پھر رب العالمین نے اپنے رسول رحمۃ اللعالمین کو اپنی طرف بلا لیا اور وہاں کی کرامت وعظمت سے اپنی مہمانداری میں رکھ کر نوازا' (ﷺ) پھر آپ کے بعد آپ کے نیک نہاد صحابہ کو آپ کا جانشین بنایا جو محمدی جھنڈا لیے کھڑے ہو گئے اور رب کی توحید کی طرف اللہ کی مخلوق کو بلانے لگے جو روڑا راہ میں آیا اسے الگ کیا' جو خارِ چمن نظر پڑا اسے کاٹ ڈالا۔ گاؤں گاؤں' شہر شہر' ملک ملک' دعوت اسلام پہنچا دی۔ جو مانع ہو اسے منع کا مزہ چکھایا اسی ضمن میں مشرق ومغرب میں سلطنت اسلامی پھیل گئی۔ زمین پر اور زمین والوں کے جسموں پر ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فتح حاصل نہیں کی بلکہ ان کے دلوں پر بھی فتح پالی۔ اسلامی نقوش دلوں میں جما دیے اور سب کو کلمہ توحید کے نیچے جمع کر دیا۔ دین محمدی نے زمین کا چپہ چپہ اور کونا کونا اپنے قبضے میں کر لیا۔ دعوت محمدیہ بہرے کانوں تک بھی پہنچ چکی۔ صراط محمدی اندھوں نے بھی دیکھ لی۔ اللہ اس پاک باز جماعت کو ان کی اولوالعزمیوں کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آمین! الحمد للہ آج تک اللہ کا دین غالب ومنصور ہے۔ آج تک مسلمانوں میں حکومت وسلطنت موجود ہے۔ آج تک ان کے ہاتھوں میں اللہ کا اور اس کے رسول کا کلام موجود ہے اور آج تک ان کے سروں پر رب کا ہاتھ ہے۔ اور قیامت تک یہ دین مظفر ومنصور ہی رہے گا جو اس سے بھڑے گا منہ کی کھائے گا اور پھر کبھی منہ نہ دکھائے گا یہی مطلب ہے اس مبارک آیت کا۔

قیامت کے دن بھی دین داروں کی مدد ونصرت ہوگی اور بہت بڑی اور بہت اعلیٰ پیمانے تک۔ گواہوں سے مراد فرشتے ہیں۔ دوسری آیت میں ﴿یَوْمَ﴾ بدل ہے پہلی آیت کے اسی لفظ سے۔ بعض قرأتوں میں ﴿یَوْمُ﴾ ہے تو یہ گویا پہلے ﴿یَوْمَ﴾ کی تفسیر ہے۔ ظالموں سے مراد مشرک ہیں۔ انکا عذر وفدیہ قیامت کے دن مقبول نہ ہوگا۔ وہ رحمت رب سے اس دن دور دھکیل دیے جائیں گے۔ ان کے لیے برا گھر یعنی جہنم ہوگا۔ ان کی عاقبت خراب ہوگی۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو ہم نے ہدایت ونور بخشا' بنی اسرائیل کا انجام بہتر کیا۔ فرعون کے مال وزمین کا انہیں وارث بنایا کیونکہ یہ اطاعت الٰہی اور اتباع رسول میں ثابت قدمی کے ساتھ سختیاں برداشت کرتے رہے تھے۔ جس کتاب کے یہ وارث ہوتے وہ عقل مندوں کے لیے سرتاپا باعث ہدایت وعبرت تھی۔ اے نبی آپ صبر کیجئے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ آپ کا ہی بول بالا ہوگا۔ انجام کے لحاظ سے آپ اور آپ والے ہی غالب رہیں گے۔ رب اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ بلا شک وشبہ دین رب اونچا ہو کر ہی رہے گا۔ تو اپنے رب سے استغفار کرتا رہ۔ آپ کو حکم دے کر دراصل آپ کی امت کو استغفار پر آمادہ کرنا ہے۔ دن کے آخری اور رات کے ابتدائی وقت اور دن کے ابتدائی اور رات کے انتہائی وقت' خصوصیت کے ساتھ رب کی پاکیزگی اور تعریف بیان کیا کر۔ جو لوگ باطل پر جم کر حق کو ہٹا دیتے ہیں دلائل کو کٹ حجتی سے ٹال دیتے ہیں ان کے دلوں میں بجز تکبر کے اور کچھ نہیں۔ ان میں اتباع حق سے سرکشی ہے۔ یہ رب کی باتوں کی عزت جانتے ہی نہیں لیکن جو تکبر اور جو خودی اور جو اپنی اونچائی وہ چاہتے ہیں وہ انہیں ہرگز حاصل نہیں ہونے والی۔ ان کے مقصود باطل ہیں' انکے مطلوب لا حاصل ہیں۔ اللہ کی پناہ طلب کر کہ ان جیسا حال کسی بھلے آدمی کا نہ ہو اور ان نخوت پسند لوگوں کی شرارت سے بھی اللہ کی پناہ چاہا کر۔ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ کہتے تھے کہ دجال انہیں میں سے ہوگا اور اس کے زمانے میں یہ زمانے کے بادشاہ ہو جائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) سے فرمایا کہ فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو۔ وہ سمیع بصیر ہے لیکن آیت کو یہودیوں کے ==

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۵ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

ترجمہ: آسمان وزمین کی پیدائش یقیناً انسان کی پیدائش سے بہت بڑا کام ہے یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگ بے علم ہیں۔[۵۷] اندھا اور دیکھنا برابر نہیں نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور بھلے کام کیے بدکاروں کے برابر ہیں تم بہت کم نصیحت حاصل کر رہے ہو[۵۸] قیامت بالیقین اور بے شبہ آنے والی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بہت سے لوگ نہ مانیں۔[۵۹] تمہارے رب کا فرمان سرزد ہو چکا ہے کہ مجھ سے دعا کرتے رہو میں تمہاری دعاؤں کو قبول فرماتا رہوں گا۔ یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔[۶۰]

= بارے میں نازل شدہ بتلانا اور دجال کی بادشاہی اور اس کے فتنے سے پناہ کا حکم یہ سب چیزیں تکلف سے پر ہیں۔ مانا کہ یہ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے مگر یہ قول ندرت سے خالی نہیں ٹھیک یہی ہے کہ عام ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

انکارِ قیامت' آخر کیوں......؟ [آیت: ۵۷-۶۰] اللہ تعالیٰ قادر مطلق فرماتا ہے کہ مخلوق کو وہ قیامت کے دن نئے سرے سے ضرور زندہ کرے گا جب کہ اس نے آسمان وزمین جیسی زبردست مخلوق کو پیدا کر دیا تو انسان کا پیدا کرنا یا اسے بگاڑ کر بنانا اس پر کیا مشکل ہے؟ اور آیت میں ارشاد ہے کہ کیا ایسی بات اور اتنی واضح حقیقت بھی جھٹلائے جانے کے قابل ہے کہ جس اللہ نے زمین وآسمان کو پیدا کر دیا' اور اس اتنی بڑی چیز کی پیدائش سے نہ وہ تھکا نہ عاجز ہوا اس پر مردوں کا جلانا کیا مشکل ہے۔ ایسی صاف دلیل بھی جس کے سامنے جھٹلانے کی چیز ہو اس کی معلومات یقیناً نوحہ کرنے کے قابل ہیں۔ اس کی جہالت میں کیا شک ہے؟ جو ایسی موٹی بات بھی نہ سمجھ سکے۔ تعجب ہے کہ بڑی سے بڑی چیز کو تو تسلیم کیا جائے اور اس سے بہت چھوٹی چیز کو محال محض مانا جائے۔ اندھے اور دیکھتے کا فرق ظاہر ہے ٹھیک اسی طرح مسلم و مجرم کا فرق ہے۔ اکثر لوگ کس قدر کم نصیحت قبول کرتے ہیں۔ یقین مانو کہ قیامت کا آنا حتمی ہے پھر بھی اس کی تکذیب کرنے اور اسے باور نہ کرنے سے بیش تر لوگ باز نہیں آتے۔ ایک یمنی شیخ اپنی سنی ہوئی روایت بیان کرتے ہیں کہ قرب قیامت لوگوں پر بلائیں برس پڑیں گی اور سورج کی حرارت سخت تیز ہو جائے گی' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

دعاؤں کو شرفِ قبولیت کون بخشتا ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس احسان کے تصدق ہو جائیں کہ وہ ہمیں دعا کی ہدایت کرتا ہے اور قبولیت کا وعدہ فرماتا ہے۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے اے وہ اللہ جسے وہ بندہ بہت ہی پیارا لگتا ہے جو بکثرت اس سے دعائیں کیا کرے۔ اور وہ بندہ اسے سخت برا معلوم ہوتا ہے جو اس سے دعا نہ کرے۔ اے میرے رب یہ صفت تو صرف تیری ہی ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

اَللّٰهُ يَغْضَبُ اِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهٗ   وَبُنَيُّ اٰدَمَ حِيْنَ يُسْأَلُ يَغْضَبُ =

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَي النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝٦١ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝٦٢ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝٦٣ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦٤ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦٥

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رات بنادی کہ تم اس میں آرام حاصل کرو اور دن کو دکھلانے والا بنادیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل وکرم والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر گزاری نہیں کرتے۔[٦١] یہی اللہ ہے تم سب کا پالنے پوسنے والا ہر چیز کا خالق اسکے سوا کوئی معبود نہیں پھر کس طرح تم پھیرے جاتے ہو۔[٦٢] اسی طرح وہ لوگ بھی پھیرے جاتے رہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔[٦٣] اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو قرار گاہ اور آسمان کو چھت بنادیا اور صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور تمہیں عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو عطا فرمائیں یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ پس بہت ہی برکتوں والا اللہ ہے سارے جہاں کا پرورش کرنے والا جو زندہ ہے[٦٤] جس کے سوا کوئی الوہیت والا نہیں پس تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو۔ تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالن ہار ہے۔[٦٥]

= یعنی "اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب تو ان سے نہ مانگے تو وہ ناخوش ہوتا ہے اور انسان کی یہ حالت ہے کہ اس سے مانگو تو وہ روٹھ جاتا ہے۔" حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اس امت کو تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں کہ اس سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں بجز نبی کے۔ ☆ دیکھو ہر نبی کو اللہ کا فرمان یہ ہوا ہے کہ تو اپنی امت پر گواہ ہے لیکن تمام لوگوں پر گواہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا ہے۔ ☆ اگلے نبیوں سے کہا جاتا تھا کہ تجھ پر دین میں حرج نہیں لیکن اس امت سے فرمایا گیا کہ تمہارے دین میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ ☆ ہر نبی سے کہا جاتا تھا کہ مجھے پکار میں تیری پکار قبول کروں گا لیکن اس امت کو فرمایا گیا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار قبول فرماؤں گا" (ابن ابی حاتم) ابو یعلیٰ میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے آنحضرت سے فرمایا کہ چار خصلتیں ہیں جن میں سے ایک میرے لیے ہے ایک تیرے لئے ایک تیرے اور میرے درمیان اور ایک تیرے درمیان اور میرے دوسرے بندوں کے درمیان۔ جو خاص میرے لیے ہے وہ تو یہ صرف میری ہی عبادت کر اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ اور جو تیرا حق مجھ پر ہے وہ یہ کہ تیرے ہر عمل خیر کا بھرپور بدلہ میں تجھے دوں گا۔ اور جو تیرے میرے درمیان ہے وہ یہ کہ تو دعا کر اور میں قبول کیا کروں اور چوتھی خصلت جو تیرے اور میرے دوسرے بندوں کے درمیان ہے وہ یہ کہ تو ان کے لیے وہ چاہ جو اپنے لیے پسند رکھتا ہے۔" ❶ مسند احمد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "دعا عین عبادت ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی" یہ حدیث سنن میں

❶ مسند ابي يعلى، ٢٧٥٧ وسنده ضعيف، صالح المري ضعيف مشهور، مجمع الزوائد، (١/ ٥١)

بھی ہے۔ ❶ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ ابن حبان اور حاکم رحمہما اللہ بھی اسے اپنی صحیح میں لائے ہیں۔
مسند میں ہے ''جو شخص اللہ سے دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔'' ❷ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی موت کے بعد ان کی تلوار کی میان میں سے ایک پرچہ نکلا جس میں تحریر تھا کہ تم اپنے رب کی رحمتوں کے مواقع کو تلاش کرتے رہو۔ بہت ممکن ہے کہ کسی ایسے وقت تم دعائے خیر کرو کہ اس وقت رب کی رحمت جوش میں ہو اور تمہیں وہ سعادت مل جائے جس کے بعد کبھی بھی حسرت وافسوس نہ کرنا پڑے۔'' آیت میں عبادت سے مراد دعا اور توحید ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ''قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی شکل میں جمع کیے جائیں گے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ان کے اوپر ہوگی۔ انہیں بولس نامی جہنم کے جیل خانے میں ڈالا جائے گا اور بھڑکتی ہوئی سخت آگ ان کے سروں پر شعلے مارے گی۔ انہیں دوزخیوں کا لہو پیپ اور پاخانہ پیشاب پلایا جائے گا۔'' ❸
ابن ابی حاتم میں ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا تھا۔ ایک دن میں نے سنا کہ ہاتف غیب ایک پہاڑ کی چوٹی سے بہ آوازِ بلند کہہ رہا ہے: اے اللہ! اس پر تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے تیرے سوا دوسرے کی ذات سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ اے اللہ! اس پر بھی تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے اپنی حاجتیں دوسروں کے پاس لے جاتا ہے۔ پھر ذرا ٹھہر کر ایک پرزور آواز اور لگائی اور کہا پورا تعجب اس پر ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے دوسرے کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے وہ کام کرتا ہے جن سے تو ناراض ہو جائے۔ یہ سن کر میں نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کوئی جن ہے یا انسان؟ جواب آیا کہ انسان ہوں۔ تو ان کاموں سے اپنا دھیان ہٹا لے جو تجھے فائدہ نہ دیں اور ان کاموں میں مشغول ہو جا جو تیرے فائدے کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا تذکرہ: [آیت: ٦١۔ ٦٥] اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرماتا ہے کہ اس نے رات کو سکون وراحت کی چیز بنائی اور دن کو روشن چمکیلا کیا تاکہ ہر شخص کو اپنے کام کاج میں، سفر میں، طلب معاش میں، سہولت ہو اور دن بھر کا کسل اور تھکان رات کے سکون وآرام سے اتر جائے۔ مخلوق پر اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل وکرم کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ رب کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ ان چیزوں کو پیدا کرنے والا اور یہ راحت وآرام کے سامان مہیا کر دینے والا وہی اللہ واحد ہے جو تمام چیزوں کا خالق ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں نہ اس کے سوا اور کوئی مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے پھر تم کیوں اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو؟ جو خود مخلوق ہیں کسی چیز کو انہوں نے پیدا نہیں کیا بلکہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو وہ تو خود تمہارے اپنے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ ان سے پہلے کے مشرکین بھی اسی طرح بہکے اور بے دلیل وحجت غیر اللہ کی عبادت کرنے لگے' خواہش نفسانی کو سامنے رکھ کر دلائل ربانی کی تکذیب کی اور جہالت کو آگے رکھ کر بہکتے بھٹکتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لیے قرار گاہ بنایا یعنی ٹھہری ہوئی اور فرش کی طرح بچھی ہوئی کہ اس پر تم اپنی زندگی گزارو' چلو پھرو' آؤ جاؤ۔ پہاڑوں کو اس میں گاڑ کر اسے ٹھہرا دیا کہ اب ہل جل نہیں سکتی' اس نے آسمان کو چھت بنایا ہے ہر طرح محفوظ ہے' اسی نے تمہیں بہترین صورتوں میں پیدا کیا۔ ہر جوڑ ٹھیک ٹھاک اور دیدہ زیب بنایا۔ موزوں قامت' مناسب اعضا' سڈول بدن' خوبصورت چہرہ عطا فرمایا۔ نفیس اور بہتر چیزیں کھانے پینے کو دیں۔ پیدا اس نے کیا بسایا اس نے' کھلایا پلایا اس نے' پہنایا اڑھایا اس نے' پس صحیح معنی میں خالق ورازق وہی رب العالمین ہے۔ جیسے سورۂ بقرہ میں فرمایا ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾ ❹ الخ۔ یعنی لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم =

❶ احمد ٤/ ٢٧١؛ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المؤمن ٣٢٤٧ وهو صحيح؛ ابوداود، ١٤٧٩؛ ابن ماجه، ٣٨٢٨؛ ابن حبان، ٨٩٠۔

❷ احمد، ٢/ ٤٤٣؛ ترمذی، (٣٣٧٣) ابن ماجه، (٣٨٢٧) وسنده ضعيف ابوصالح الخوزی راوی لین الحدیث ہے۔

❸ احمد، ٢/ ١٧٩ ومسند الحمیدی بتحقیقی: ٥٩٧ وسنده حسن۔ ❹ ٢/ البقرة: ٢١۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ؗ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع

ع ۸ ۱۲

ترجمہ: تو کہہ دے کہ مجھے ان کی عبادت سے روک دیا گیا ہے جنہیں تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو اس بنا پر کہ میرے پاس میرے رب کی دلیلیں پہنچ چکی ہیں۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کا تابع فرمان ہو جاؤں۔[۶۶] جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا' پھر تمہیں بچہ کر کے نکالتا ہے پھر تمہیں بڑھاتا ہے کہ تم پوری قوت کو پہنچ جاؤ پھر بوڑھے بڑے ہو جاؤ تم میں سے بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے تاکہ تم مدتِ معین تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم سوچ سمجھ لو[۶۷] وہی ہے جو جلاتا اور مار ڈالتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا کرنا مقرر کرتا ہے تو اسے صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔[۶۸]

= سے اگلوں کو پیدا کیا تاکہ تم بچو۔ اسی نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے بارش نازل فرما کر اس کی وجہ سے زمین سے پھل نکال کر تمہیں روزیاں دیں پس تم باوجود ان باتوں کے جاننے کے اللہ کے شریک اوروں کو نہ بناؤ' یہاں بھی اپنی یہ صفتیں بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہی اللہ تمہارا رب ہے اور سارے جہاں کا رب بھی وہی ہے۔ وہ بابرکت ہے وہ بلندی' پاکیزگی' برتری اور بزرگی والا ہے وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ وہ زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں وہی اول و آخر ظاہر و باطن ہے۔ اس کا کوئی وصف کسی دوسرے میں نہیں۔ اس کا نظیر و عدیل کوئی نہیں۔ تمہیں چاہیے کہ اس کی توحید کو مانتے ہوئے اس سے دعائیں کرتے رہو اور اس کی عبادت میں مشغول رہو۔ تمام تر تعریفوں کا مالک اللہ رب العالمین ہی ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اہل علم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھنے والے کو ساتھ ہی ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ❶ بھی پڑھنا چاہیے تاکہ اس آیت پر عمل ہو جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مروی ہے۔ ❷ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تو ﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ﴾ ❸ پڑھے تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لیا کر اور اس کے ساتھ ہی ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ❹ پڑھ لیا کر۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے سلام کے بعد (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ) پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کلمات کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔'' (مسلم' ابوداود' نسائی) ❺ =

❶ ۱/ الفاتحة:۱۔ ❷ حاکم ۲/ ۴۳۸ وسنده ضعیف، الاعمش مدلس وعنعن۔ ❸ ۴۰/ غافر:۱۴۔ ❹ ۱/ الفاتحة:۱۔

❺ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعدالصلوۃ وبیان صفته، ۵۹۴؛ ابوداود، ۱۵۰۶؛ ابن حبان، ۲۰۰۸۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنَّىٰ يُصْرَفُونَ ﴿٦٩﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٧٠﴾ إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِن دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُو مِن قَبْلُ شَيْئًا كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾ ذَٰلِكُم بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿٧٥﴾ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٦﴾

ترجمہ: کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ کس طرح پھیر دیے جاتے ہیں۔[۶۹] جن لوگوں نے کتاب کو جھٹلایا اور اسے بھی جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا انہیں ابھی ابھی حقیقت حال معلوم ہو جائے گی[۷۰] جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی گھسیٹے جائیں گے[۷۱] کھولتے ہوئے پانی میں پھر جہنم میں آگ میں جلائے جائیں گے[۷۲] پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ جنہیں تم شریک کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟[۷۳] جو اللہ کے سوا تھے وہ کہیں گے کہ وہ تو ہم سے بہک گئے بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی کو بھی پکارتے ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے۔[۷۴] یہ بدلہ ہے اس چیز کا جو تم زمین میں ناحق پھولے نہ سماتے تھے اور بے جا اتراتے پھرتے تھے۔[۷۵] اب آؤ جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لیے اسکے دروازوں میں چلے جاؤ۔ کیا ہی بری اور ذلیل جگہ ہے تکبر کرنے والوں کی۔[۷۶]

= انسان کی پیدائش کا مرحلہ وار ذکر: [آیت:۶۶۔۶۸] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ اپنے سوا ہر کسی کی عبادت سے اپنی مخلوق کو منع فرما چکا ہے اس کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں اس کی بہت بڑی دلیل اس کے بعد کی آیت ہے جس میں فرمایا کہ اسی وحدہ لاشریک لہ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کی پھٹکی سے پیدا کیا۔ اسی نے تمہیں ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالا۔ ان تمام حالات کو وہی بدلتا رہا۔ پھر اسی نے بچپن سے جوانی تک تمہیں پہنچایا۔ وہی جوانی کے بعد بڑھاپے تک لے جائے گا۔ یہ سب کام اسی ایک کے حکم تقدیر اور تدبیر سے ہوتے ہیں' پھر کس قدر نامرادی ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کی عبادت کی جائے۔ بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ یعنی کچے پنے میں ہی گر جاتے ہیں' حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض بچپن میں بعض جوانی میں بعض ادھیڑ عمر میں بڑھاپے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ چنانچہ اور جگہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ﴾ ❶ یعنی ہم ماں کے پیٹ میں ٹھہراتے ہیں جب تک چاہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ تا کہ تم وقت مقررہ تک پہنچ جاؤ اور تم سوچو سمجھو۔ یعنی اپنی حالتوں کے اس انقلاب سے تم ایمان لے آؤ کہ اس دنیا کے بعد بھی تمہیں نئی زندگی میں ایک روز کھڑا ہونا ہے۔ وہی جلانے مارنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی موت' زیست پر قادر نہیں۔ اس کے کسی حکم کو کسی فیصلے کو کسی تقرر کو کسی ارادے کو کوئی توڑنے والا نہیں۔ جو وہ چاہتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے اور جو وہ نہ چاہے ناممکن ہے کہ وہ ہو جائے۔

انبیا کو جھٹلانے والوں کا عبرتناک انجام: [آیت:۶۹۔۷۶] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد کیا تمہیں ان لوگوں سے تعجب نہیں

❶ ۲۲/ الحج :۵۔

معلوم ہوتا جو اللہ کی باتوں کو جھٹلاتے ہیں اور اپنے باطل کے سہارے حق سے اڑتے ہیں۔ تم نہیں دیکھ رہے کہ کس طرح ان کی عقلیں ماری گئی ہیں اور بھلائی کو چھوڑ کر برائی کو کس بے طرح چمٹ گئے ہیں۔ پھر ان بدکردار کفار کو ڈرا رہا ہے کہ ہدایت و بھلائی کو جھوٹ جاننے والے کلام اللہ اور کلام رسول کے منکر اپنا انجام ابھی دیکھ لیں گے۔ جیسے فرمایا جھٹلانے والوں کے لیے ویل ہے جب کہ گردنوں میں طوق اور زنجیریں پڑی ہوئی ہوں گی اور داروغہ جہنم گھسیٹتے گھسیٹتے پھر رہے ہوں گے کبھی حمیم میں اور کبھی جحیم میں۔ گرم کھولتے ہوئے پانی میں سے گھسیٹے جائیں گے اور آگ جہنم میں جھلسائے جائیں گے۔ جیسے اور جگہ ہے یہ ہے وہ جہنم جسے گنہگار لوگ جھوٹا جانا کرتے تھے۔ اب یہ اس کے اور آگ جیسے گرم پانی کے درمیان مارے مارے پریشان پھرا کریں۔ اور آیتوں میں ان کا زقوم کھانا اور گرم پانی پینا بیان فرما کر فرمایا ﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاۡاِلَى الْجَحِيْمِ﴾ ❶ کہ پھر ان کی بازگشت تو جہنم ہی کی طرف ہے۔ سورۂ واقعہ میں اصحاب شمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''بائیں ہاتھ والے کس قدر برے ہیں وہ آگ میں ہیں اور گرم پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایے میں جو نہ ٹھنڈا ہے نہ سود مند۔'' آگے چل کر فرمایا: ''اے بہکے ہوئے جھٹلانے والو! البتہ سینڈ کا درخت کھاؤ گے اسی سے اپنے پیٹ بھرو گے پھر اس پر جلتا جلتا پانی پیو گے اور اس طرح جس طرح تونس والا اونٹ پیتا ہے۔ آج انصاف کے دن ان کی مہمانی یہی ہوگی اور جگہ فرمایا ہے ﴿اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ﴾ ❷ الخ۔ یعنی یقیناً گنہ گاروں کا کھانا زقوم کا درخت ہے جو مثل پگھلے ہوئے تانبے کے ہے جو پیٹوں میں کھولتا رہتا ہے جیسے تیز گرم پانی۔ اسے پکڑو اور دھکیلتے ہوئے بیچوں بیچ جہنم میں پہنچاؤ' پھر اس کے سر پر تیز گرم جلتے جلتے پانی کا عذاب بہاؤ۔ لے چکھ تو بڑا ہی ذی عزت اور بڑی ہی تعظیم تکریم والا شخص تھا' یہی ہے جس سے تم شک شبہ میں تھے۔ مقصد یہ ہے کہ ایک طرف سے تو وہ یہ دکھ سہہ رہے ہوں گے جن کا بیان ہوا اور دوسری جانب سے انہیں ذلیل وخوار روسیاہ ونا ہنجار کرنے کے لئے بطور استہزاء اور تمسخر کے' بطور ڈانٹ اور ڈپٹ کے' بطور حقارت اور ذلت کے ان سے یہ کہا جائے گا جس کا ذکر ہوا۔ ابن ابی حاتم کی ایک غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ ''ایک جانب سے سیاہ ابر اٹھے گا جسے جہنمی دیکھیں گے اور ان سے پوچھا جائے کہ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ ابر کو دیکھتے ہوئے دنیا کے انداز پر کہیں گے کہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ برسے' وہیں اس میں سے طوق اور زنجیریں اور آگ کے انگارے برسنے لگیں گے۔ ❸ جس کے شعلے انہیں جلائیں بھلسائیں گے اور وہ طوق وسلاسل ان کے طوق وسلاسل کے ساتھ اضافہ کر دیے جائیں گے۔'' پھر ان سے کہا جائے گا کہ جن جن کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے رہے وہ سب آج کہاں ہیں؟ وہ تمہاری مدد کو کیوں نہیں آئے؟ انہوں نے تمہیں یوں بے کسی اور کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہاں وہ تو سب آج ناپید ہو گئے، وہ سب [illegible] پھر انہیں [illegible] آئے گا اور کہیں گے نہیں نہیں ہم نے تو ان کی عبادت کبھی نہیں کی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جب ان سے [illegible] کچھ نہ بنے گی تو صاف انکار کر دیں گے اور جھوٹ بول دیں گے کہ ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ ❹ اے اللہ تیری قسم ہم مشرک نہ تھے۔ یہ کفار اسی طرح بکاری میں کھوئے رہتے ہیں۔ ان سے فرشتے کہیں گے یہ بدلہ ہے اس کا جو دنیا میں بے وجہ اینڈتے اکڑتے پھرتے تھے' تکبر تجبر پر چست کمر رہتے تھے' لو اب آؤ جہنم کے ان دروازوں میں داخل ہو جاؤ اب ہمیشہ یہیں پڑے رہنا۔ تم جیسے اینٹھنے والوں کی ہی یہ بدمنزل اور بری جائے قرار ہے۔ جس قدر تکبر کرتے تھے اتنے ہی ذلیل وخوار آج ہو گے جتنے چڑھے تھے اتنے ہی گرو گے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

---

❶ ۳۷/ الصافات:٦٧۔ ❷ ٤٤/ الدخان:٤٣۔

❸ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف، خالد بن دریك لم یدرك یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ۔

❹ ٦/ الانعام:٢٣۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ۝

ترجمہ: پس تو صبر کر اللہ کا وعدہ قطعاً سچا ہے انہیں ہم نے جو وعدے دے رکھے ہیں ان میں سے کچھ ہم تجھے دکھائیں تو یا یونہی تجھے ہم فوت کر لیں تو ان کا لوٹایا جانا تو ہماری ہی طرف ہے۔[۷۷] یقیناً ہم تجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے واقعات ہم تجھے سنا چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے قصے تو ہم نے تجھے سنائے ہی نہیں۔ کسی رسول کا یہ مقدور نہ تھا کہ کوئی معجزہ اللہ کی اجازت کے بغیر لا سکے پھر جس وقت اللہ کا حکم آئے گا حقانیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس جگہ اہل باطل خسارے میں رہ جائیں گے۔[۷۸] اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے جن میں سے بعض پر تم سوار ہوتے ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو[۷۹] اور بھی تمہارے لیے ان میں بہت سے نفع ہیں اور اپنے سینوں میں چھپی ہوئی حاجتوں کو انہی پر سواری کر کے تم حاصل کرتے ہو اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر سوار کرائے جاتے ہو[۸۰] اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا جا رہا ہے پس تم اللہ کی کن کن نشانیوں سے منکر بنتے رہو گے؟[۸۱]

صبر کرو فتح تمہاری ہی ہوگی: [آیت:۷۷۔۸۱] اللہ تعالیٰ اپنے رسول (ﷺ) کو صبر کا حکم دیتا ہے کو جو تیری نہیں مانتے تجھے جھوٹا کہتے ہیں تو ان کی ایذاؤں پر صبر و سہار کر۔ ان سب پر فتح و نصرت تجھے ملے گی۔ انجام کار ہر طرح تیرے ہی حق میں بہتر رہے گا۔ تو اور تیرے ماننے والے ہی تمام دنیا پر غالب ہو کر رہیں گے۔ اور آخرت تو صرف تمہاری ہی ہے پس یا تو ہم اپنے وعدے کی بعض چیزیں تجھے تیری زندگی میں دکھا دیں گے اور یہی ہوا بھی۔ بدر والے دن کفر کا دھڑ اور سر توڑ دیا گیا۔ قریشیوں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ بالآخر مکہ فتح ہوا اور آپ دنیا سے رخصت نہ ہوئے جب تک کہ تمام جزیرۂ عرب آپ کے زیر نگیں نہ ہو گیا اور آپ کے دشمن آپ کے سامنے ذلیل و خوار نہ ہوئے اور آپ کی آنکھیں رب نے ٹھنڈی نہ کر دیں۔ یا اگر ہم تجھے فوت ہی کر لیں تو ان کا لوٹنا تو ہماری ہی طرف ہے۔ ہم انہیں آخرت کے دردناک سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔ پھر مزید تسلی کے طور پر فرما رہا ہے کہ تجھ سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم نے تیرے سامنے بیان کر دیے ہیں اور بعض کے قصے ہم نے بیان بھی نہیں کیے جیسے کہ سورۂ نساء میں بھی فرمایا گیا ہے پس جن کے قصے مذکور ہیں دیکھ لو کہ قوم سے ان کی کیسی کچھ ٹھنی۔ اور بعض کے واقعات ہم نے بیان نہیں کیے وہ بہ نسبت ان کے بہت زیادہ ہیں جیسے کہ ہم نے سورۂ نساء کی تفسیر کے موقعہ پر بیان کر دیا ہے' وللہ الحمد والمنۃ۔

پھر فرمایا یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول اپنی مرضی سے معجزات اور خوارقِ عادات دکھائے' ہاں اللہ کے حکم کے بعد کیونکہ رسول ﷺ کے =

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۖ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿٨٥﴾

ع ١٤

ترجمہ: کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلوں کا انجام نہیں دیکھا؟ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے' قوت میں سخت تھے' زمین میں بہت ساری یادگاریں چھوڑی تھیں۔ ان کے کیے کاموں نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہ پہنچایا۔[۸۲] جب کبھی ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تو یہ اپنے پاس کے علم پر اترانے لگے' بالآخر جس چیز کو مذاق میں اڑا رہے تھے وہی ان پر الٹ پڑی۔[۸۳] ہمارا عذاب دیکھتے ہی کہنے لگے کہ رب واحد پر ہم ایمان لائے اور جن جن کو ہم شریک رب بنا رہے تھے ہم نے ان سب سے کفر کیا[۸۴] لیکن ہمارے عذاب کے معائنے کے بعد کے ایمان نے انہیں کوئی نفع نہ دیا۔ اللہ نے اپنا معمول یہی مقرر کر رکھا ہے جو اس کے بندوں میں برابر چلا آ رہا ہے۔ اس جگہ کافر خراب وخستہ ہوئے۔[۸۵]

= قبضہ میں کوئی چیز نہیں۔ ہاں جب عذابِ الٰہی آ جاتا ہے پھر تکذیب وتردید کرنے والے کفار بچ نہیں سکتے' مؤمن نجات پالیتے ہیں اور باطل پرست باطل کار تباہ ہو جاتے ہیں۔

﴿اَنْعَام﴾ یعنی اونٹ' گائے' بکری' اللہ تعالیٰ نے انسان کے طرح طرح کے نفع کے لیے پیدا کیے ہیں سواریوں کے کام آتے ہیں' کھائے جاتے ہیں۔ اونٹ سواری کا کام بھی دے' کھایا بھی جائے' دودھ بھی دے' بوجھ بھی اٹھائے اور دور دراز کے سفر بہ آسانی طے کرا دے۔ گائے گوشت کھانے کے کام بھی آئے' دودھ بھی دے' ہل میں بھی جتے۔ بکری کا گوشت بھی کھایا جائے اور دودھ بھی پیا جائے۔ پھر ان سب کے بال بیسیوں کاموں میں آئیں جیسے کہ سورۂ انعام' سورۂ نحل وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہاں بھی یہ منافع بطورِ انعام گنوائے جا رہے ہیں۔ دنیا جہاں میں اور اس کے گوشے گوشے میں اور کائنات کے ذرے ذرے میں اور خود تمہاری جانوں میں اس اللہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کی ان گنت نشانیوں میں سے ایک کا بھی کوئی شخص صحیح معنیٰ میں انکاری نہیں ہو سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ ہیے کی پھوڑ لے اور آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لے۔

عذاب دیکھ کر ایمان لانے کا کیا فائدہ؟ [آیت: ۸۲۔۸۵] اللہ تعالیٰ ان اگلے لوگوں کی خبر دے رہا ہے جو رسولوں کو اس سے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔ ساتھ ہی بتلاتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا کچھ انہوں نے بھگتا۔ باوجودیکہ وہ قوی تھے' زیادہ تھے' زمین میں نشانات عمارتیں وغیرہ بھی زیادہ رکھنے والے تھے اور بڑے مال دار تھے لیکن کوئی چیز انکے کام نہ آئی کسی نے اللہ کے عذاب کو دفع کیا نہ کم کیا نہ ہٹایا نہ ٹالا۔ یہ تھے ہی غارت کیے جانے کے قابل کیونکہ جب ان کے پاس اللہ کے قاصد صاف صاف دلیلیں' روشن حجتیں' کھلے معجزات پاکیزہ تعلیمات لے کر آئے تو انہوں نے آنکھ بھر کر دیکھا تک نہیں۔ اپنے پاس کے علوم پر مغرور ہو گئے اور رسولوں کی تعلیم کی حقارت

کرنے لگے۔ کہنے لگے ہم ہی زیادہ عالم ہیں حساب کتاب، عذاب ثواب کوئی چیز نہیں۔ اپنی جہالت کو علم سمجھ بیٹھے۔ پھر تو اللہ کا وہ عذاب آیا کہ ان کے بنائے کچھ نہ بنی اور جسے جھٹلاتے تھے جس پر ناک بھنویں چڑھاتے تھے جسے مذاق میں اڑاتے تھے اسی نے انہیں تہس نہس کر دیا، بھرکس نکال ڈالا، تہ بالا کر دیا، روئی کی طرح دھن دیا اور بھس کی طرح اڑا دیا۔ اللہ کے عذابوں کو آتا ہوا بلکہ آیا ہوا دیکھ کر ایمان کا اقرار کیا اور توحید بھی تسلیم کر لی اور غیر اللہ سے صاف انکار بھی کیا لیکن اس وقت کی نہ توبہ قبول نہ ایمان قبول نہ اسلام مسلّم۔ فرعون نے بھی غرق ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میرا اس اللہ پر ایمان ہے جس پر بنی اسرائیل کا ایمان ہے میں اس کے سوا کسی کو لائق عبادت نہیں مانتا میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ اب ایمان لانا بے سود ہے، بہت نافرمانیاں اور شرانگیزیاں کر چکے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس سرکش کے لیے یہی بددعا کی تھی کہ اے اللہ! فرعونیوں کے دلوں کو اس قدر سخت کر دے کہ عذاب الیم دیکھ لینے تک انہیں ایمان نصیب نہ ہو۔ پس یہاں بھی فرمان باری ہے کہ عذابوں کا معائنہ کرنے پر ایمان کی قبولیت نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ یہ حکم الٰہی عام ہے۔ جو بھی عذابوں کو دیکھ کر توبہ کرے اس کی توبہ نامقبول ہے۔ حدیث شریف میں ہے ”غرغرے سے پہلے تک کی توبہ قبول ہے۔ [1] جب دم سینے میں اٹکا، روح حلقوم تک پہنچ گئی، فرشتوں کو دیکھ لیا اب کوئی توبہ نہیں۔“ اسی لیے آخر میں ارشاد فرمایا کہ کفار ٹوٹے اور گھاٹے میں ہی ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سورۂ مؤمن کی تفسیر ختم ہوئی۔

[1] ترمذی، کتاب الدعوات، باب ان اللّٰہ یقبل توبة...... ۳۵۳۷ وھو حسن؛ ابن ماجه، ۴۲۵۳ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے (صحیح الجامع، ۱۹۰۳)

تفسیر سورۂ حٰمٓ السّجدہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿۲﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۳﴾ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَكۡثَرُهُمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِيۡۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ وَفِيۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّمِنۡۢ بَيۡنِنَا وَبَيۡنِكَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ﴿۵﴾

ترجمہ: رحم وکرم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

حٰمٓ [۱] اتاری ہوئی ہے بڑے مہربان بہت رحم والے کی طرف سے [۲] کتاب ہے جس کی آیتوں کی واضح تفصیل کی گئی ہے۔ قرآن عربی زبان میں ہے اس قوم کے لیے جو جانتی ہے۔ [۳] خوش خبری سنانے والا اور دھمکانے والا پھر بھی ان کے اکثروں نے منہ پھیر لیا اور وہ سنتے ہی نہیں [۴] اور کہتے ہیں کہ تو جس کی طرف ہمیں بلا رہا ہے ہمارے دل تو اس سے پردے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہم میں اور تجھ میں ایک حجاب ہے۔ اچھا تو اب اپنا کام کیے جا ہم بھی یقیناً کام کرنے والے ہیں۔ [۵]

کفارِ مکہ کا آنحضرت ﷺ کو لالچ دینا: [آیت: ۱-۵] فرماتا ہے کہ یہ عربی کا قرآن، رب رحمٰن کا اتارا ہوا ہے۔ جیسے اور آیت میں فرمایا "اسے تیرے رب کے حکم سے روح الامین نے حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے" اور آیت میں ہے روح الامین نے اسے تیرے دل پر اس لیے نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو آگاہ کرنے والا بن جائے۔ اس کی آیتیں مفصل ہیں' ان کے معانی ظاہر ہیں' احکام مضبوط ہیں' الفاظ واضح اور آسان ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿كِتٰبٌ اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ﴾ ❶ یہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم و مفصل ہیں' یہ کلام ہے حکیم وخبیر اللہ کا۔ لفظ کے اعتبار سے معجز اور معنی کے اعتبار سے معجز۔ باطل نہ اس کے آگے سے آسکے نہ پیچھے سے۔ حکیم وحمید رب کی طرف سے اترا ہوا ہے۔ اس بیان و وضاحت کو ذی علم سمجھ رہے ہیں۔ یہ ایک طرف مؤمنوں کو بشارت دیتا ہے دوسری جانب مجرموں کو دھمکاتا ہے' کفار کو ڈراتا ہے۔ باوجود ان خوبیوں کے پھر بھی اکثر قریشی منہ پھیرے ہوئے اور کانوں میں ٹینٹیاں بھرے ہوئے ہیں۔ پھر مزید ڈھٹائی دیکھو کہ خود کہتے ہیں کہ تیری پکار سے تو ہمارے دل پردوں میں ہیں۔ اور جو تو لایا ہے اس سے ہم تو بہرے ہیں۔ اور تیرے اور ہمارے درمیان آڑ ہے۔ تیری باتیں نہ ہماری سمجھ میں آئیں' نہ عقل میں سمائیں۔ جا تو اپنے طریقے پر عمل کرتا چلا جا' ہم اپنا طریقہ کار ہرگز نہ چھوڑیں گے' ناممکن ہے کہ ہم تیری مان لیں۔ مسند عبد بن حمید میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن قریشیوں نے جمع ہو کر آپس میں مشاورت کی کہ جادو کہانت اور شعر وشاعری میں جو سب سے زیادہ ہو، اسے لے کر اس شخص کے پاس چلیں (یعنی آنحضرت ﷺ کے پاس) جس نے ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی ہے اور ہمارے کام میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ہمارے دین میں عیب گیری شروع کر دی ہے۔ وہ اس سے مناظرہ کرے اور اسے ہرا دے

❶ ۱۱/ ھود:۱۔

اورلا جواب کردے۔ سب نے کہا ایسا شخص تو ہم میں بجز عتبہ بن ربیعہ کے اور کوئی نہیں۔ چنانچہ یہ سب مل کر عتبہ کے پاس آئے اور اپنی متفقہ خواہش ظاہر کی۔ اس نے قوم کی بات رکھ لی اور تیار ہو کر حضور ﷺ کے پاس آیا۔ آ کر کہنے لگا کہ اے محمد! یہ تو بتا تو اچھا ہے یا عبداللہ؟ (یعنی آپ ﷺ کے والد صاحب) آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے دوسرا سوال کیا کہ اچھا جواب دے تو اچھا ہے یا تیرا دادا عبدالمطلب؟ حضور ﷺ اس پر بھی خاموش رہے۔ وہ کہنے لگا: سن! اگر تو اپنے باپ دادوں کو اچھا سمجھتا ہے تب تو تجھے معلوم ہے کہ وہ انہی معبودوں کو پوجتے رہے جنہیں ہم سب پوجتے ہیں اور جن کی تو عیب گیری کرتا رہتا ہے۔ اور اگر تو اپنے تئیں ان سے بہتر سمجھتا ہے تو کلام کر ہم بھی تیری بات سنیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! دنیا میں کوئی انسان اپنی قوم کے لیے تجھ سے زیادہ ضرر رساں پیدا نہیں ہوا۔ تو نے ہماری شیرازہ بندی توڑ دی۔ تو نے ہمارے اتفاق کو نفاق سے بدل دیا۔ تو نے ہمارے دین کو عیب دار بتایا اور اس میں برائی نکالی۔ تو نے سارے عرب میں ہمیں بدنام اور رسوا کر دیا۔ آج ہر جگہ یہی تذکرہ ہے کہ قریشیوں میں ایک جادوگر ہے، قریشیوں میں ایک کاہن ہے۔ اب تو یہی ایک بات باقی رہ گئی ہے کہ ہم میں آپس میں سر پھٹول ہو، ایک دوسرے کے سامنے ہتھیار لگا کر آ جائے اور یوں ہی لڑا بھڑا کر تو ہم سب کو فنا کر دینا چاہتا ہے۔ سن! اگر تجھے مال کی خواہش ہے تو لے ہم سب مل کر تجھے اس قدر مال دار بنا دیتے ہیں کہ عرب میں تیرے برابر کوئی اور تونگر نہ نکلے۔ اور اگر تجھے عورتوں کی خواہش ہے تو ہم میں سے جس کی بیٹی تجھے پسند ہو تو بتا ہم ایک چھوڑ دس دس شادیاں تیری کرا دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ کہہ کر اب اس نے ذرا سانس لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا! بس کہہ چکے ہو؟ اس کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اب میری سنو! چنانچہ آپ نے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ پڑھ کر اسی سورت کی تلاوت شروع کی اور تقریباً ڈیڑھ رکوع ﴿مِثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾ ❶ تک پڑھا۔ اتنا سن کر عتبہ بول اٹھا بس کیجئے بس کیجیے۔ تیرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اب یہ یہاں سے اٹھ کر چل دیا۔ قریش کا مجمع اس کا منتظر تھا۔ اس نے دیکھتے ہی پوچھا کہو کیا بات رہی؟ عتبہ نے کہا سنو تم سب مل کر جو کچھ اسے کہہ سکتے تھے میں اکیلے نے ہی وہ سب کچھ کہہ ڈالا۔

انہوں نے کہا پھر اس نے کچھ جواب بھی دیا؟ کہا ہاں جواب تو دیا لیکن بخدا میں تو ایک حرف بھی اس کا سمجھ نہیں سکا۔ البتہ اتنا سمجھا ہوں کہ انہوں نے ہم سب کو عذاب آسمانی سے ڈرایا ہے جو عذاب عادیوں اور ثمودیوں پر آیا تھا۔ انہوں نے کہا: تجھے اللہ کی مار، ایک شخص عربی زبان میں جو تیری اپنی زبان ہے تجھ سے کلام کر رہا ہے اور تو کہتا ہے میں سمجھا ہی نہیں کہ اس نے کیا کہا۔ عتبہ نے جواب دیا کہ میں سچ کہتا ہوں بجز ذکر عذاب کے میں کچھ نہیں سمجھا۔ ❷ بغوی بھی اس روایت کو لائے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی تو عتبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور آپ کو قسمیں دینے لگا اور رشتے داری یاد دلانے لگا۔ یہاں سے الٹے پاؤں واپس جا کر گھر میں بیٹھ رہا اور قریشیوں کی بیٹھک میں آنا جانا ترک کر دیا۔ اس پر ابو جہل نے کہا کہ قریشیو! میرا خیال تو یہ ہے کہ عتبہ بھی محمد (ﷺ) کی طرف جھک گیا ہے اور وہاں کے کھانے پینے میں للچا گیا وہ تھا بھی حاجت مند۔ اچھا تم میرے ساتھ ہو لو، میں اس کے پاس چلتا ہوں اسے ٹھیک کر لوں گا۔ وہاں جا کر اس نے کہا عتبہ! تم نے جو ہمارے پاس آنا جانا چھوڑ دیا اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہی معلوم ہوتی ہے کہ تجھے اس کا دسترخوان پسند آ گیا اور تو بھی اسی کی طرف جھک گیا ہے۔ حاجت مندی بری چیز ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم آپس میں چندہ کر کے تیری حالت ٹھیک کر دیں تا کہ اس مصیبت اور ذلت سے تو چھوٹ جائے۔ اس

---

❶ ۴۱/ حٰمٓ السجدة: ۱۳۔ ❷ ابن ابی شیبہ، ۱۴/ ۲۹۵ وسندہ حسن؛ مسند ابی یعلی، ۱۸۱۸؛ حاکم، ۲/ ۲۵۳، ۲۵۴؛ دلائل النبوة، ۲/ ۲۰۲؛ مجمع الزوائد، ۶/ ۲۰۔

نئے دین کی اور نئے مذہب کی تجھے ضرورت نہ رہے۔ اس پر عتبہ بہت بگڑا اور کہنے لگا: مجھے محمد (ﷺ) سے کیا غرض ہے؟ قسم اللہ کی اب اس سے کبھی بات تک نہ کروں گا اور تم میری نسبت ایسے ذلیل خیالات ظاہر کرتے ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ قریش میں مجھ سے بڑھ کر کوئی مال دار نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ میں تم سب کے کہنے سے ان کے پاس گیا، سارا قصہ کہہ سنایا بہت باتیں کہیں۔ میرے جواب میں پھر جو کلام انہوں نے پڑھا واللہ نہ تو وہ شعر تھا نہ کہانت کا کلام تھا نہ جادو وغیرہ تھا۔ وہ جب اس سورت کو پڑھتے ہوئے آیت ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا﴾ ❶ تک پہنچے تو میں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں رشتے ناتے یاد دلانے لگا کہ لِلّٰہ رُک جاؤ۔ مجھے تو خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں اسی وقت ہم پر عذاب نہ آ جائے اور یہ تو تم سب کو معلوم ہے محمد (ﷺ) جھوٹے نہیں۔

سیرت ابن اسحاق میں یہ واقعہ دوسرے طرق پر ہے۔ اس میں ہے کہ قریشیوں کی مجلس ایک مرتبہ جمع تھی اور آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوتے تھے۔ عتبہ قریش سے کہنے لگا تم سب کا مشورہ ہو تو میں محمد (ﷺ) کے پاس جاؤں انہیں کچھ سمجھاؤں اور کچھ لالچ دوں۔ اگر وہ کسی بات کو قبول کر لیں تو ہم انہیں وہ دے دیں اور انہیں ان کے کام سے روک دیں۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے اور مسلمانوں کی تعداد معقول ہو گئی تھی اور روز افزوں ہوتی جاتی تھی۔ سب قریشی اس پر رضامند ہوئے۔ یہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا برادرزادے! تم عالی نسب ہو تم ہم میں سے ہو ہماری آنکھوں کے تارے اور ہمارے کلیجے کے ٹکڑے ہو۔ افسوس کہ تم اپنی قوم کے پاس ایک عجیب وغریب چیز لائے تم نے ان میں پھوٹ ڈلوا دی۔ تم نے ان کے عقل مندوں کو بے وقوف قرار دیا۔ تم نے ان کے معبودوں کی عیب گوئی کی۔ تم نے ان کے دین کو برا کہنا شروع کیا۔ تم نے ان کے بڑے بوڑھوں کو کافر بنایا۔ اب سن لو آج میں آپ کے پاس ایک آخری اور انتہائی فیصلے کے لیے آیا ہوں۔ میں بہت سی صورتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے جو آپ کو پسند ہو قبول کیجیے اور اللہ کے واسطے اس فتنے کو میٹ دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تمہیں کہنا ہو کہو میں سن رہا ہوں۔ اس نے کہا سنو! اگر تمہارا ارادہ اس چال سے مال کے جمع کرنے کا ہے تو ہم سب مل کر تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم سے بڑھ کر مال دار سارے قریش میں کوئی نہ ہو۔ اور اگر آپ کا ارادہ اس سے اپنی سرداری کا ہے تو ہم سب مل کر تم کو اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تم ہم ملک آپ کو سونپ کر رعایا بننے کے لیے بھی تیار ہیں اور اگر آپ کو کوئی جن وغیرہ کا اثر ہے تو ہم اپنا مال خرچ کر کے بہتر سے بہتر طبیب اور جھاڑ پھونک کرنے والے مہیا کر کے آپ کا علاج کراتے ہیں۔ ایسا ہو جاتا ہے کہ بعض مرتبہ تابع جن اپنے عامل پر غالب آ جاتا ہے تو اسی طرح اس سے چھٹکارا حاصل کیا جاتا ہے۔ اب عتبہ خاموش ہوا تو آپ نے فرمایا اپنی سب کہہ چکے ہو؟ کہا: ہاں! فرمایا: اب میری سنو، وہ متوجہ ہو گیا۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اس سورت کی تلاوت شروع کی۔ عتبہ باادب سنتا رہا یہاں تک کہ آپ نے سجدے کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا۔ پھر فرمایا: ابوالولید میں کہہ چکا اب تجھے اختیار ہے۔ عتبہ یہاں سے اٹھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف چلا۔ اس کے چہرے کو دیکھتے ہی ہر ایک کہنے لگا کہ عتبہ کا حال بدل گیا۔ اس سے پوچھا کہو کیا بات رہی؟ اس نے کہا میں نے تو ایسا کلام سنا ہے جو واللہ اس سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ بخدا! سنو، قریشیو! میری مان لو اور میری اس جچی تلی بات کو قبول کر لو۔ اسے اس کے خیالات پر چھوڑ دو نہ موافقت کرو نہ مخالفت، جو دعویٰ اس کا ہے اس میں اور جو یہ کہتا ہے اس میں تمام عرب اس کا مخالف ہے وہ اپنی تمام طاقت اس کے مقابلے میں صرف کر رہا ہے۔ یا تو وہ اس پر غالب آ جائیں گے تو تم سستے چھٹے یا یہ ان پر غالب آ ئے گا تو اس کا ملک تمہارا ملک کہا جائے گا اور اس کی عزت تمہاری =

❶ ۴۱/ حٰمٓ السجدة: ۱۳۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۸﴾

ترجمہ: تو کہہ دے کہ میں تو تم جیسا انسان ہوں مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے سو تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو۔ ان مشرکوں کے لیے بڑی خرابی ہے [۶] جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں [۷] اور جو لوگ ایمان لائیں اور بھلے کام کریں ان کے لیے اٹل اور ان تھک اجر ہے۔ [۸]

= عزت ہوگی اور سب سے زیادہ اس کے نزدیک مقبول تم ہی ہوگے۔ یہ سن کر قریشیوں نے کہا: ابو الولید قسم اللہ کی! محمد (ﷺ) نے تجھ پر جادو کر دیا ہے۔ اس نے جواب دیا سنو جو میری رائے تھی میں آزادی سے کہہ چکا ہوں اب تمہیں اپنے فعل کا اختیار ہے۔ ❶

[آیت: ۶۔۸] حکم الٰہی ہو رہا ہے کہ ان جھٹلانے والے مشرکوں کے سامنے اعلان کر دیجیے کہ میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں۔ مجھے بذریعہ وحی الٰہی کے حکم دیا گیا ہے کہ تم سب کا معبود ایک اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تم جو متفرق اور کئی ایک معبود بنائے بیٹھے ہو یہ طریقہ سراسر گمراہی والا ہے۔ تم ساری عبادتیں اسی ایک اللہ کے لیے بجالاؤ اور ٹھیک اس طرح جس طرح تمہیں اس کے رسول سے معلوم ہوا اور اپنے اگلے گناہوں سے توبہ کرو' ان کی معافی طلب کرو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے ہلاک ہونے والے ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ یعنی بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت نہیں دیتے۔'' ❷ عکرمہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ❸ قرآن کریم میں ایک جگہ ہے ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا○﴾ ❹ یعنی ''اس نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور وہ ہلاک ہوا جس نے اسے دبا دیا۔'' اور آیت میں فرمایا ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى○﴾ ❺ یعنی ''اس نے نجات حاصل کر لی جس نے پاکیزگی کی اور اپنے رب کا نام ذکر کیا پھر نماز ادا کی۔'' اور جگہ ارشاد ہے ﴿هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى○﴾ ❻ ''کیا تجھے پاک ہونے کا خیال ہے؟'' ان آیتوں میں زکوٰۃ یعنی پاکی سے مطلب نفس کو بیہودہ اخلاق سے دور کرنا ہے۔ اور سب سے بڑی اور پہلی قسم اس کی شرک سے پاک ہونا ہے۔ اسی طرح آیت مندرجہ بالا میں بھی زکوٰۃ نہ دینے سے توحید کا نہ ماننا مراد ہے۔ مال کی زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حرمت سے پاک کر دیتی ہے اور زیادتی اور برکت اور کثرتِ مال کا باعث بنتی ہے اور اللہ کی راہ میں اسے خرچ کی توفیق ہوتی ہے۔ لیکن امام سدی نے' معاویہ بن قرہ نے' قتادہ نے اور اکثر مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے معنی یہ کیے ہیں کہ مالِ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کو مختار کہتے ہیں۔ ❼ لیکن یہ قول تامل طلب ہے اس لیے کہ زکوٰۃ فرض ہوتی ہے مدینے میں جا کر ہجرت کے دوسرے سال اور یہ آیت اتری ہے مکہ شریف میں۔ زیادہ سے زیادہ اس تفسیر کو مان کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صدقے اور زکوٰۃ کی اصل کا حکم تو نبوت کی ابتدا میں ہی تھا' جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ ''جس دن کھیت کاٹو اس کا حق دے دیا کرو۔'' ہاں وہ زکوٰۃ جس کا نصاب اور جس کی مقدار من جانب اللہ مقرر ہے وہ مدینے میں مقرر ہوئی۔ یہ قول ایسا ہے جس سے دونوں باتوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ خود نماز کو =

❶ بیهقی فی دلائل النبوة، ۲/ ۲۰٤ وسنده ضعیف؛ دلائل النبوة لأبی نعیم، ۱۸۵۔ ❷ الطبری، ۲۱/ ٤۳۰۔
❸ ایضاً۔ ❹ ۹۱/ الشمس: ۱۰، ۹۔ ❺ ۸۷/ الاعلیٰ: ۱٤، ۱۵۔ ❻ ۷۹/ النازعات: ۱۸۔ ❼ الطبری، ۲۱/ ٤۳۱۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

ترجمہ: تو کہہ دے کہ کیا تم اس اللہ کا انکار کرتے ہو اور تم اس کے شریک مقرر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کر دی۔ سارے جہانوں کا پروردگار وہی ہے۔[۹] اس نے زمین کے اوپر زمین میں سے ہی پہاڑ پیدا کر دیے اور اس میں برکت رکھ دی اور اس میں رہنے والوں کی غذاؤں کی تجویز بھی اسی میں کر دی صرف چار دن میں ہی' سوال کرنے والوں کا جواب پورا ہوا[۱۰] پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں سا تھا پس اسے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی۔ دونوں نے عرض کیا کہ ہم بخوشی حاضر ہیں۔[۱۱] پس دو دن میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب وحی بھیج دی اور ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت دی اور نگہبانی کی۔ یہ تدبیر اللہ غالب و دانا کی ہے۔[۱۲]

== دیکھئے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے ابتدائے نبوت میں ہی فرض ہو چکی تھی لیکن معراج والی رات ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے پانچوں نمازیں باقاعدہ شروط وارکان کے ساتھ مقرر ہو گئیں اور رفتہ رفتہ اس کے تمام متعلقات پورے کر دیے گئے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں اور نبی کے اطاعت گزاروں کے لیے وہ اجر و ثواب ہے جو ہمیشگی والا اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿مَاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا﴾ ❶ ''جو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' اور فرماتا ہے ﴿عَطَاۗءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ ❷ انہیں جو انعام دیا جائے گا وہ نہ ٹوٹنے والا اور مسلسل ہے۔ سدی کہتے ہیں گویا وہ ان کا حق ہے جو انہیں دیا گیا نہ بطور احسان کے۔ لیکن بعض ائمہ نے اس کی تردید کی ہے کیونکہ اہل جنت پر بھی اللہ تعالیٰ کا احسان یقیناً ہے۔ خود قرآن میں ہے ﴿بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ﴾ ❸ یعنی بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ وہ تمہیں ایمان کی ہدایت کرتا ہے۔ جنتیوں کا قول ہے ﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ﴾ ❹ ''پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور آگ کے عذاب سے بچا لیا۔'' رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں ''مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں لے لے اور اپنے فضل و احسان میں۔'' ❺

زمین و آسمان کس ترتیب سے پیدا کئے گئے: [آیت:۹۔۱۲] ہر چیز کا خالق' ہر چیز کا مالک' ہر چیز پر حاکم' ہر چیز پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہے پس عبادتیں بھی صرف اسی کی کرنی چاہئیں۔ اس نے زمین جیسی وسیع مخلوق کو اپنے کمال قدرت سے صرف دو دن میں پیدا

❶ ۱۸/ الکھف:۳۔ ❷ ۱۱/ ھود:۱۰۸۔ ❸ ۴۹/ الحجرات:۱۷۔ ❹ ۵۲/ الطور:۲۷۔

❺ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، ۵۶۷۳۔

کر دیا ہے۔ تمہیں نہ اس کے ساتھ کفر کرنا چاہیے نہ شرک۔ جس طرح سب کا پیدا کرنے والا بھی وہی ایک ہے ٹھیک اسی طرح سب کا پالنے والا بھی وہی ایک ہے۔ یہ تفصیل یاد رہے کہ اور آیتوں میں زمین وآسمان کا چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے اور یہاں ان کی پیدائش کا وقت الگ بیان ہو رہا ہے پس معلوم ہوا کہ پہلے زمین بنائی گئی۔ عمارت کا قاعدہ یہی ہے کہ پہلے بنیادیں اور نیچے کا حصہ تیار کیا جاتا ہے پھر اوپر کا حصہ اور چھت بنائی جاتی ہے چنانچہ کلام اللہ شریف کی اور آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین میں جو کچھ ہے پیدا کر کے پھر آسمانوں کی طرف توجہ فرمائی اور انہیں ٹھیک سات آسمان بنا دیے۔ ہاں سورۂ نازعات میں ﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا﴾ ❶ ہے' پہلے آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے پھر فرمایا ہے کہ زمین کو اس کے بعد بچھایا۔ اس سے مراد زمین میں سے پانی چارہ نکالنا اور پہاڑوں کا گاڑنا ہے جیسے کہ اس کے بعد ہی بیان ہے۔ یعنی پیدا پہلے زمین کی گئی پھر آسمان' پھر زمین کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ لہٰذا دونوں آیتوں میں کوئی فرق نہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ قرآن کی بعض آیتوں میں مجھے کچھ اختلاف سا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں ہے ﴿فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ❷ یعنی ''قیامت کے دن آپس میں نسب نہ ہوں گے اور نہ ایک دوسرے سے سوال کریگا۔ دوسری آیت میں ہے ﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾ ❸ یعنی ''آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھ پاچھ کریں گے۔'' ایک آیت میں ہے ﴿وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ ❹ یعنی ''اللہ سے کوئی بات چھپائیں گے نہیں۔'' دوسری آیت میں ہے کہ مشرکین کہیں گے ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ ❺ ''قسم اللہ تعالیٰ کی ہم نے شرک نہیں کیا۔'' ایک آیت میں ہے زمین کو آسمان کے بعد بچھایا ﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا﴾ ❻ دوسری آیت میں ہے ﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ﴾ میں پہلے زمین کی پیدائش پھر آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے۔ ایک تو ان آیتوں کا صحیح مطلب بتائیے جس سے اختلاف اٹھ جائے۔ دوسرے یہ جو فرمایا ہے ﴿كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (عَزِيْزًا حَكِيْمًا) (سَمِيْعًا بَصِيْرًا) تو کیا مطلب ہے کہ اللہ ایسا تھا؟ اسکے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جن دو آیتوں میں سے ایک میں آپس کا سوال جواب ہے اور ایک میں اس کا انکار ہے یہ دو وقت ہیں۔ صور میں دو نفخے پھونکے جائیں گے' ایک کے بعد آپس کی پوچھ گچھ نہ ہوگی' ایک کے بعد آپس میں ایک دوسرے سے سوالات ہوں گے۔ جن دو دوسری آیتوں میں ایک میں بات کے نہ چھپانے کا اور دوسری میں چھپانے کا ذکر ہے یہ بھی دو موقعے ہیں۔ جب مشرکین دیکھیں گے کہ موحدوں کے گناہ بخش دیے گئے تو کہنے لگیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے لیکن جب منہ پر مہر لگ جائے گی اور اعضائے بدن گواہی دینے لگیں گے تو اب کچھ بھی نہ چھپے گا اور خود اپنے کرتوت کے اقراری ہو جائیں گے اور کہنے لگیں گے کہ کاش ہم زمین کے برابر کر دیے جاتے۔ آسمان وزمین کی پیدائش کی ترتیب کے بیان میں بھی دراصل کچھ اختلاف نہیں۔ پہلے دو دن میں زمین بنائی گئی پھر آسمان کو دو دن میں بنایا گیا پھر زمین کی چیزیں پانی' چارہ' پہاڑ' کنکر' ریت' جمادات' ٹیلے وغیرہ دو دن میں پیدا کیے۔ یہی معنی لفظ ﴿دَحٰهَا﴾ کے ہیں۔ پس زمین کی پوری پیدائش چار دن میں ہوئی اور دو دن میں آسمان۔ اور جو نام اللہ تعالیٰ نے مقرر کیے ہیں ان کا بیان فرمایا ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ اللہ کا کوئی ارادہ پورا ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ پس قرآن میں ہرگز اختلاف نہیں۔ اس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ❼

---

❶ ٧٩/ النازعات:٣٠۔ ❷ ٢٣/ المؤمنون:١٠١۔ ❸ ٥٢/ الطور:٢٥۔

❹ ٤/ النسآء:٤٢۔ ❺ ٦/ الانعام:٢٣۔ ❻ ٧٩/ النازعات:٣٠۔

❼ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة حمٓ السجدة قبل حدیث، ٤٨١٦۔

زمین کو اللہ تعالیٰ نے دو دن میں پیدا کیا ہے یعنی اتوار اور پیر کے دن۔ اور زمین میں زمین کے اوپر ہی پہاڑ بنا دیئے اور زمین کو اس نے بابرکت بنایا۔ تم اس میں بیج بوتے ہو' درخت اور پھل وغیرہ اس میں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اہل زمین کو جن چیزوں کی احتیاج ہے وہ اسی میں سے پیدا ہوتی رہتی ہیں' کھیتوں اور باغات کی جگہیں اس میں اس نے بنا دی ہیں۔ زمین کی یہ درستی منگل بدھ کے دن ہوئی۔ چار دن میں زمین کی پیدائش ختم ہوئی۔ جو لوگ اس کی معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ انہیں پورا جواب مل گیا۔ زمین کے ہر حصے میں اس نے وہ چیز مہیا کر دی جو وہاں والوں کے لائق تھی مثلاً عصب یمن میں' سابوری سابور میں' طیالسہ رَے میں۔ ❶ یہی مطلب آیت کے آخری جملے کا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کی جو حاجت تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مہیا کر دی۔ اسی معنی کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے ﴿وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ﴾ ❷ تم نے جو جو مانگا اللہ نے تمہیں دیا' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر جناب باری نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی' وہ دھویں کی شکل میں تھا' زمین کے پیدا کیے جانے کے وقت پانی کے جو ابخرات اٹھے تھے' اب دونوں سے فرمایا کہ یا تو میرے حکم کو مانو اور جو میں کہتا ہوں ہو جاؤ' خوشی سے یا ناخوشی سے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مثلاً آسمانوں کو حکم ہوا کہ سورج' چاند' ستارے طلوع کرے۔ زمین سے فرمایا اپنی نہریں جاری کر' اپنے پھل اگا' وغیرہ۔ دونوں فرمانبرداری کے لیے راضی خوشی تیار ہو گئے اور عرض کیا کہ ہم مع اس تمام مخلوق کے جسے تو رچانے والا ہے تابع فرمان ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ انہیں قائم مقام کلام کرنے والوں کے کیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین کے اس حصے نے کلام کیا جہاں کعبہ بنایا گیا ہے۔ اور آسمان کے اس حصے نے کلام کیا جو ٹھیک اس کے اوپر ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اگر آسمان و زمین اطاعت گزاری کا اقرار نہ کرتے تو انہیں سزا ہوتی جس کا احساس بھی انہیں ہوتا۔'' پس دو دن میں ساتوں آسمان اس نے بنا دیئے یعنی جمعرات اور جمعہ کے دن۔ اور ہر آسمان میں اس نے جو جو چیزیں اور جیسے جیسے فرشتے مقرر کرنے چاہے مقرر فرما دیئے اور آسمان دنیا کو اس نے ستاروں سے مزین کر دیا جو زمین پر چمکتے رہتے ہیں اور جو ان شیاطین کی نگہبانی کرتے ہیں جو ملاء اعلیٰ کی باتیں سننے کے لیے اوپر چڑھنا چاہتے ہیں۔ یہ تدبیر و اندازہ اس اللہ کا ہے جو سب پر غالب ہے جو کائنات کے ایک ایک چپے کی ہر چھپی کھلی حرکت کو جانتا ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے یہودیوں نے حضور ﷺ سے آسمان و زمین کی پیدائش کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا ''کہ اتوار اور پیر کے دن اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو منگل کے دن پیدا کیا اور جتنے فائدے اس میں ہیں اور بدھ کے دن درختوں کو' پانی کو' شہروں کو اور آبادی اور ویرانے کو پیدا کیا تو یہ چار دن ہوئے۔ اسے بیان فرما کر پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جمعرات والے دن آسمان کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن ستاروں کو اور سورج چاند کو اور فرشتوں کو پیدا کیا تین ساعت کے باقی رہنے تک۔ پھر دوسری ساعت میں ہر چیز میں آفت ڈالی جس سے لوگ فائدے اٹھاتے ہیں۔ اور تیسری میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا' انہیں جنت میں بسایا' ابلیس کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا اور آخری ساعت میں وہاں سے نکال دیا۔ یہودیوں نے کہا: اچھا حضور! پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ فرمایا پھر عرش پر مستوی ہو گیا۔ انہوں نے کہا سب تو ٹھیک کہا لیکن آخری بات نہ کہی کہ پھر آرام حاصل کیا۔ اس سے حضور اکرم ﷺ سخت ناراض ہوئے اور یہ آیت اتری: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ❸ یعنی ''ہم نے =

---

❶ الطبری ۲۱/ ۴۳۶۔ ❷ ۱۴/ ابراهیم: ۳۴۔ ❸ ۵۰/ ق: ۳۸، ۳۹۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَي الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ ج وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

ع ۲ — ۱۷

ترجمہ: اب بھی یہ روگرداں ہوں تو کہہ دے کہ میں تمہیں اس عذاب آسمانی سے ڈرا دیتا ہوں جو مثل عادیوں اور ثمودیوں کے عذاب کے ہوگا۔[۱۳] ان کے پاس جب ان کے آگے پیچھے سے پیغمبر آئے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ ہم تو تمہاری رسالت کے بالکل منکر ہیں۔[۱۴] اب عادیوں نے تو بے وجہ زمین میں سرکشی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ ہم سے زور آور کون ہے؟ کیا انہیں یہ نظر نہ آیا کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے بہت ہی زیادہ زور آور ہے۔ وہ آخر تک ہماری آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے۔[۱۵] بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز و تند آندھی مصیبت ناک دنوں میں بھیج دی کہ انہیں جیتے جی ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں۔ یقین مانو کہ آخرت کا عذاب اس سے بہت زیادہ رسوائی والا ہے۔ انہیں کوئی امداد نہ دی جائے گی[۱۶] رہے ثمودی سو ہم نے ان کی رہبری کی پھر بھی انہوں نے ہدایت پر اندھا پے کو ترجیح دی جس بنا پر انہیں (سراپا) ذلت کے عذاب آسمانی نے ان کے کرتوتوں کے باعث پکڑ لیا[۱۷] ہاں ایمان دار پارساؤں کو ہم نے بال بال بچا لیا۔[۱۸]

= آسمان و زمین اور جو ان کے درمیان ہے سب کو چھے دن میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تکان نہیں ہوئی تو ان کی باتوں پر صبر کر۔'' یہ حدیث غریب ہے۔ اور روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتے کے روز پیدا کیا اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن رکھا' درخت پیر والے دن پیدا کیے' مکروہات کو منگل کے دن' نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور جانوروں کو زمین میں جمعرات کے دن پھیلا دیا اور جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور خلقت پوری ہوئی۔'' ❶ مسلم اور نسائی میں یہ حدیث ہے لیکن یہ بھی غرائب صحیح میں سے ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے =

❶ صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب ابتداء الخلق وخلق آدم عليه السلام، ۲۷۸۹۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٩﴾ حَتّٰىٓ اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ
عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ
شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ
مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ
اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾
وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ فَاِنْ
يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: جس دن دشمنانِ الٰہی دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان سب کو جمع کر دیا جائے گا[۱۹] یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔[۲۰] یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے۔ اسی نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹ جاؤ گے۔[۲۱] تم اپنی بداعمالیاں کچھ پوشیدہ رکھتے ہی نہ تھے کہ تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں ہاں تم یہ سمجھتے رہے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اس میں سے بہت سے اعمال سے اللہ بے خبر ہے۔[۲۲] تمہاری اسی بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا اور بالآخر تم زیاں کاروں میں ہو گئے۔[۲۳] اب اگر یہ صبر کریں تو بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور اگر یہ عذر و معافی کے خواستگار ہوں تو بھی معذور و معاف نہیں رکھے جائیں گے۔[۲۴]

= تاریخ میں اسے معلّل بتلایا اور فرمایا ہے کہ اسے بعض راویوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

حق سے روگردانی کا انجام: [آیت:۱۳-۲۴] حکم ہوتا ہے جو آپ کو جھٹلا رہے ہیں اور اللہ کے ساتھ کفر کر رہے ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ میری تعلیم سے روگردانی تمہیں کسی مفید نتیجے پر نہیں پہنچائے گی۔ یاد رکھو کہ جس طرح انبیا کی مخالف امتیں تم سے پہلے زیر و زبر کر دی گئیں کہیں تمہاری شامت اعمال بھی تمہیں انہی میں سے نہ کر دے۔ عادیوں اور ثمودیوں کے اور ان جیسے اوروں کے حالات تمہارے سامنے ہیں' ان کے پاس پے در پے رسول آئے' اس گاؤں میں اس گاؤں میں' اس بستی میں اس بستی میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ کی منادی کرتے پھرے لیکن ان کی آنکھوں میں وہ چربی چڑھی ہوئی تھی اور دماغ میں وہ گودڑ ٹھسا ہوا تھا کہ کسی ایک کی بھی مان کر نہ دی۔ اپنے سامنے اللہ والوں کی بہتری اور دشمنانِ رسول کی ابتری دیکھتے تھے لیکن پھر بھی تکذیب سے باز نہ آئے۔ حجت بازی اور کٹ حجتی سے نہ ہٹے اور کہنے لگے اگر اللہ کو رسول بھیجنا ہوتا تو کسی فرشتے کو بھیجتا۔ تم انسان ہو کر رسول کیسے بن بیٹھے؟ ہم تو اسے ہرگز باور نہ کریں گے؟ ان عادیوں نے زمین میں فساد پھیلا دیا۔ ان کی سرکشی ان کا غرور حد کو پہنچ گیا۔ ان کی لاابالیاں اور بے پرواہیاں یہاں

تک پہنچ گئیں کہ پکار اٹھے ہم سے زیادہ زور آور کوئی نہیں۔ ہم طاقتور مضبوط اور ٹھوس ہیں۔ عذابِ الٰہی ہمارا کیا بگاڑ لیں گے؟ اس قدر پھولے کہ اللہ کو بھی بھول گئے۔ یہ بھی خیال نہ رہا کہ ہمارا پیدا کرنے والا تو اتنا قوی ہے کہ اس کی زور آوری کا اندازہ بھی ہم نہیں کر سکتے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ ❶ ''ہم نے اپنے ہاتھوں آسمان کو پیدا کیا اور ہم بہت ہی طاقت ور اور زور آور ہیں۔'' پس ان کے اس تکبر پر اور اللہ کے رسولوں کے جھٹلانے پر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر اور رب کی آیتوں کے انکار پر ان پر عذابِ الٰہی آ پڑا۔ تیز وتند سرد دہشت ناک سرسراتی ہوئی سخت آندھی آئی تا کہ ان کا غرور ڈھے جائے اور ہوا سے وہ تباہ کر دیے جائیں ﴿صَرْصَرًا﴾ کہنے میں ہوا کا آواز والی ہونا پایا جاتا ہے۔ مشرق کی طرف ایک نہر ہے جو بہت زور سے آواز کے ساتھ بہتی رہتی ہے۔ اس لیے اسے بھی عرب صرصر کہتے ہیں ﴿نَحِسَاتٍ﴾ سے مراد پے در پے۔ ایک دم مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک یہی ہوائیں رہیں۔ وہ مصیبت جو ان پر مصیبت والے دن آئی وہ پھر آٹھ دن تک نہ ہٹی نہ ٹلی جب تک ان میں سے ایک ایک کو فنا کے گھاٹ نہ اتار دیا اور ان کا بیج نہ کھو دیا۔ ساتھ ہی آخرت کے عذابوں کا لقمہ بنے جن سے زیادہ ذلت و توہین کی کوئی سزا نہیں۔ نہ دنیا میں کوئی ان کی امداد کو پہنچا نہ آخرت میں کوئی مدد کے لیے اٹھے۔ بے یار و مددگار رہ گئے۔ ثمودیوں کی بھی ہم نے رہ نمائی کی ہدایت کی ان پر وضاحت کر دی انہیں بھلائی کی دعوت دی۔ نبی اللہ حضرت صالح علیہ السلام نے ان پر حق ظاہر کر دیا لیکن انہوں نے مخالفت اور تکذیب کی اور نبی اللہ کی سچائی پر جس اونٹنی کو اللہ نے علامت بنایا تھا اس کی کوچیں کاٹ دیں۔ پس ان پر بھی عذابِ الٰہی برس پڑا۔ ایک زبردست کلیجے پھاڑ دینے والی چنگھاڑ اور دل پاش پاش کر دینے والے زلزلے نے ذلت و توہین کے ساتھ ان کے کرتوتوں کا بدلہ لیا۔ ان میں جتنے وہ لوگ تھے جنہیں اللہ کی ذات پر ایمان تھا نبیوں کی تصدیق کرتے تھے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے تھے انہیں ہم نے بچا لیا انہیں ذرا سا بھی ضرر نہ پہنچا یا اور اپنے نبی کے ساتھ ذلت و توہین سے اور عذابِ الٰہی سے نجات پالی۔

قیامت کے دن اعضائے جسم کی گواہی: یعنی ان مشرکوں سے کہو کہ قیامت کے دن ان کا حشر جہنم کی طرف ہوگا اور داروغۂ جہنم ان سب کو جمع کریں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾ ❷ یعنی گنہگاروں کو سخت پیاس کی حالت میں ہم جہنم کی طرف ہانک کر لے جائیں گے۔ انہیں جہنم کے کنارے کھڑا کر دیا جائے گا اور ان کے اعضائے بدن اور کان اور آنکھیں اور پوست ان کے اعمال کی گواہیاں دیں گے۔ تمام اگلے پچھلے عیوب کھل جائیں گے۔ ہر عضو بدن پکار اٹھے گا کہ مجھ سے اس نے یہ یہ گناہ کیا۔ اس وقت یہ اپنے اعضا کی طرف متوجہ ہو کر انہیں ملامت کریں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کے ماتحت اس نے ہمیں بولنے کی طاقت دی اور ہم نے سچ سچ کہہ سنایا۔ وہی تو تمہارا ابتداء پیدا کرنے والا ہے اسی نے ہر چیز کو زبان عطا فرمائی ہے۔ خالق کی مخالفت اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کون کر سکتا ہے؟ بزار میں ہے کہ ''حضور ﷺ ایک مرتبہ مسکرائے یا ہنس دیے۔ پھر فرمایا تم میری ہنسی کی وجہ دریافت نہیں کرتے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا فرمایئے کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن بندہ اپنے رب سے جھگڑے گا کہ اے اللہ! کیا تیرا وعدہ نہیں کہ تو ظلم نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اقرار کرے گا تو بندہ کہے گا کہ میں تو اپنی بداعمالیوں پر کسی کی شہادت قبول نہیں کرتا۔

❶ ۵۱/ الذریٰت:۴۷۔ ❷ ۱۹/ مریم:۸۶۔

اللہ فرمائے گا کیا میری اور میرے بزرگ فرشتوں کی شہادت نا کافی ہے؟ لیکن پھر بھی وہ بار بار اپنی ہی کہتا چلا جائے گا۔ پس اتمامِ حجت کے لیے اس کی زبان بند کر دی جائے گی اور اس کے اعضائے بدن سے کہا جائے گا کہ اس نے جو جو کیا تھا اس کی گواہی تم دو۔ جب وہ صاف صاف اور سچی گواہی دے دیں گے تو یہ انہیں ملامت کریگا اور کہے گا کہ میں تو تمہارے ہی بچاؤ کے لیے لڑ جھگڑ رہا تھا۔'' ❶ (مسلم' نسائی وغیرہ) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' کافر و منافق کو حساب کے لیے بلایا جائے گا اس کے اعمال اس کے سامنے پیش ہوں گے تو قسمیں کھا کھا کر انکار کرے گا: اور کہے گا اے اللہ! تیرے فرشتوں نے وہ لکھ لیا ہے وہ جو میں نے ہرگز نہیں کیا۔ فرشتے کہیں گے کیا فلاں فلاں دن' فلاں جگہ تو نے فلاں عمل نہیں کیا؟ یہ کہے گا: اے اللہ! تیری عزت کی قسم میں نے ہرگز نہیں کیا۔ اب منہ پر مہر مار دی جائے گی اور اعضائے بدن گواہی دیں گے۔ سب سے پہلے اس کی داہنی ران بولے گی'' (ابن ابی حاتم)

ابویعلیٰ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں'' قیامت کے دن کافر کے سامنے اس کی بد اعمالیاں لائی جائیں گی تو وہ انکار کرے گا اور جھگڑنے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ ہیں تیرے پڑوسی جو شاہد ہیں۔ یہ کہے گا سب جھوٹے ہیں۔ فرمائے گا یہ ہیں تیرے کنبے قبیلے والے جو گواہ ہیں۔ کہے گا یہ بھی سب جھوٹے ہیں۔ اللہ ان سے قسم دلوائے گا وہ قسم کھائیں گے لیکن یہ انکار ہی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کو چپ کرا دے گا اور خود ان کی زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گی۔ پھر انہیں جہنم واصل کر دیا جائے گا۔ ❷ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں'' قیامت کے دن ایک وقت تو وہ ہوگا کہ نہ کسی کو بولنے کی اجازت ہوگی نہ عذر معذرت کرنے کی۔ پھر جب اجازت دی جائے گی تو بولنے لگیں گے اور جھگڑے کریں گے اور انکار کریں گے اور جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔ پھر گواہوں کو لایا جائے گا آخر زبانیں بند ہو جائیں گی اور خود اعضائے بدن ہاتھ' پاؤں وغیرہ گواہی دیں گے۔ پھر زبانیں کھول دی جائیں گی تو اپنے اعضائے بدن کو ملامت کریں گے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی دی اور ہم نے صحیح صحیح کہا' پس زبانی اقرار بھی ہو جائے گا۔'' ابن ابی حاتم میں حضرت رافع ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ'' اپنے کرتوت کے انکار پر زبان اتنی موٹی ہو جائے گی کہ بولا نہ جائے گا۔ پھر جسم کے اعضا کو حکم ہوگا' تم بولو تو ہر ایک اپنا اپنا عمل بتا دے گا' کان' آنکھ' کھال' شرم گاہ' ہاتھ' پاؤں وغیرہ۔'' اور بھی اسی طرح کی بہت سے روایتیں سورۂ یٰسین کی آیت ﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ﴾ ❸ الخ کی تفسیر میں گزر چکی ہیں جنہیں دوبارہ وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' جب ہم سمندر کی ہجرت سے واپس آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہم سے پوچھا تم نے حبشہ کی سرزمین پر کوئی تعجب خیز بات دیکھی ہو تو سناؤ۔ اس پر ایک نوجوان نے کہا ایک مرتبہ ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے علما کی ایک بڑھیا عورت ایک پانی کا گھڑا سر پر لیے ہوئے آ رہی تھی۔ انہیں میں سے ایک جوان نے اسے دھکا دیا جس سے وہ گر پڑی اور گھڑا ٹوٹ گیا۔ وہ اٹھی اور اس شخص کی طرف دیکھ کر کہنے لگی: مکار! تجھے اس کا حال اس

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر، ۲۹۶۹۔

❷ ابو یعلی وسندہ ضعیف، دراج کی ابوالہیثم سے روایت ضعیف ہوتی ہے اور اس میں دوسری علت بھی ہے۔

❸ ۳۶/ یٰس:۶۵۔

وقت معلوم ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی کرسی بچھائے گا اور سب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا اور ہاتھ پاؤں گواہیاں دیں گے اور ایک ایک عمل کھل جائیگا' اس وقت تیرا اور میرا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔ یہ سن کر حضور ﷺ فرمانے لگے اس نے سچ کہا' اس نے سچ کہا۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ کس طرح پاک کرے جس میں زور آور سے کمزور کا بدلہ نہ لیا جائے۔'' ❶ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ ابن ابی الدنیا میں یہی روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ جب یہ اپنے اعضا کو ملامت کریں گے تو اعضا جواب دیتے ہوئے یہ بھی کہیں گے کہ تمہارے اعمال دراصل کچھ پوشیدہ نہ تھے۔ اللہ کے دیکھتے ہوئے اس کے سامنے تم کفر ومعاصی میں مستغرق رہتے تھے اور کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے کیونکہ تم سمجھے ہوئے تھے کہ ہمارے بہت سے اعمال اس سے مخفی ہیں۔ اسی فاسد خیال نے تمہیں تلف اور برباد کر دیا اور آج کے دن تم برباد ہو گئے۔ مسلم ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ ''میں کعبۃ اللہ کے پردے میں چھپا ہوا تھا جو تین شخص آئے۔ بڑے پیٹ والے' کم عقل والے۔ ایک نے کہا کیوں جی ہم جو بولتے چالتے ہیں اسے اللہ سنتا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا اگر اونچی آواز سے بولیں تو سنتا ہے اور آہستہ آواز سے باتیں کریں تو نہیں سنتا۔ تیسرے نے کہا اگر کچھ سنتا ہے تو سب سنتا ہوگا۔ میں نے حضور ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس پر آیت ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ﴾ ❷ الخ۔ نازل ہوئی۔'' ❸ عبدالرزاق میں ہے منہ بند ہونے کے بعد سب سے پہلے پاؤں اور ہاتھ بولیں گے۔ ❹ حضور ﷺ فرماتے ہیں جناب باری عزاسمہ کا ارشاد ہے کہ میرے ساتھ میرا بندا جو گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔'' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اتنا فرما کر کچھ تامل کر کے فرمانے لگے جس کا جیسا گمان اللہ کے ساتھ ہوتا ہے ویسا ہی اس کا عمل بھی ہوتا ہے۔ مؤمن چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک ظن ہوتا ہے وہ اعمال بھی اچھے کرتا ہے اور کافر منافق چونکہ اللہ کے ساتھ بدظن ہوتے ہیں وہ اعمال بھی بد کرتے ہیں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے ''تم میں سے کوئی شخص نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ کے ساتھ نیک ظن ہو۔'' جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ برے خیالات رکھے اللہ نے انہیں تہ وبالا کر دیا پھر یہی آیت آپ نے پڑھی۔ ❺ جہنم کی آگ میں صبر سے پڑے رہنا اور بے صبری کرنا ان کے لیے یکساں ہے۔ نہ ان کی عذر معذرت مقبول نہ ان کے گناہ معاف۔ یہ دنیا کی طرف اگر لوٹنا چاہیں تو وہ راہ بھی بند۔ جیسے اور جگہ ہے جہنمی کہیں گے: اے اللہ! ہم پر ہماری بدبختی چھا گئی یقیناً ہم بے راہ تھے۔ اے اللہ اب تو یہاں سے نجات دے۔ اگر اب ایسا کریں تو پھر ہمیں ہمارے ظلم کی سزا دینا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آئے گا کہ اب یہ منصوبے بے سود ہیں۔ دھتکارے ہوئے یہیں پڑے رہو' خبردار! جو مجھ سے بات کی ہوگی۔

---

❶ وسنده ضعيف، ابو الزبير عنعن۔

❷ ٤١/ حمٓ السجدة:٢٢۔

❸ صحيح بخارى، كتاب التفسير، سوره حمٓ السجدة باب قوله ﴿وما كنتم تستترون أن يشهد عليكم......﴾ ٤٨١٦؛ صحيح مسلم، ٢٧٧٥؛ ترمذى، ٣٢٤٨؛ احمد، ١/ ٤٤٣؛ ابن حبان، ٣٩٠۔

❹ مصنف عبدالرزاق، ٢٠١١٥ وسنده حسن؛ السنن الكبرىٰ، ٦/ ٤٣٩؛ حاكم، ٢/ ٤٣٩؛ احمد، ٥/ ٤ وسنده حسن۔

❺ احمد، ٣/ ٣٩٠، ٣٩١ وسنده ضعيف، اس میں دوضعیف راوی ہیں۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴿٢٦﴾ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ جَزَآءُ أَعْدَآءِ اللَّهِ النَّارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَآءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَآ أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: ہم نے انکے کچھ ہم نشین مقرر کر رکھے تھے جنہوں نے انکے اگلے پچھلے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی قول الٰہی ان امتوں کے ساتھ پورا ہوا جو ان سے پہلے جنوں انسانوں کی گزر چکی ہیں یقیناً وہ زیاں کار ثابت ہوئے۔[۲۵] کافروں نے کہا اس قرآن کو سنو ہی مت' اس کے پڑھے جانے کے وقت بیہودہ گوئی کرو کیا عجب کہ تم غالب آ جاؤ[۲۶] پس یقیناً ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور انہیں ان کے بدترین اعمال کا بدلہ ضرور ضرور دیں گے۔[۲۷] دشمنانِ خدا کی سزا یہی دوزخ کی آگ ہے جس میں ان کا ہمیشگی کا گھر ہے۔ یہ بدلہ ہے ہماری آیتوں سے انکار کرنے کا۔[۲۸] کافر لوگ کہیں گے اے اللہ ہمیں جنوں انسانوں کے ان دونوں فریق کو دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تاکہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے ڈال کر انہیں نہایت اور سب سے نیچے کر دیں۔[۲۹]

قرآن کو خاموشی سے سننا چاہیے: [آیت: ۲۵-۲۹] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ مشرکین کو اس نے گمراہ کر دیا ہے اور یہ اس کی مشیت اور قدرت سے ہے۔ وہ اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔ اس نے کچھ جن وانس ایسے ان کے ساتھ کر دیے تھے جنہوں نے ان کے بداعمال انہیں اچھی صورت میں دکھائے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ دور ماضی کے لحاظ سے اور آیندہ آنے والے زمانے کے لحاظ سے بھی ان کے اعمال اچھے ہی ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ﴾ ❶ ان پر کلمہ عذاب صادق آ گیا ہے جیسے ان لوگوں پر جو ان سے پہلے ان جیسے تھے۔ نقصان اور گھاٹے میں یہ اور وہ یکساں ہو گئے۔ کفار نے آپس میں مشورہ کر کے اس پر اتفاق کر لیا ہے۔ کہ وہ کلام اللہ کو مانیں گے نہیں' اسکے احکام کی پیروی ہی نہ کریں گے۔ بلکہ ایک دوسرے سے کہہ رکھا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو شور وغل کرو اور اسے نہ سنو' تالیاں بجاؤ' سیٹیاں بجاؤ' آوازیں نکالو۔ چنانچہ قریشی یہی کرتے تھے' عیب جوئی کرتے تھے' انکار کرتے تھے' دشمنی کرتے تھے اور اسے اپنے غلبہ کا باعث جانتے تھے۔ یہی حال ہر جاہل کافر کا ہے کہ اسے قرآن کا سننا اچھا نہیں لگتا۔ اسی لیے اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم فرمایا ہے کہ ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ❷ ''جب قرآن پڑھا جائے تو تم سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' ان کافروں کو دھمکایا جا رہا =

❶ ۴۳/ الزخرف: ۳۶۔ ❷ ۷/ الاعراف: ۲۰۴۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾

ع ۱۸

ترجمہ: جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو [۳۰] تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب جنت میں موجود ہے [۳۱] غفور ورحیم اللہ کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔ [۳۲]

= ہے کہ قرآن کریم سے مخالفت کرنے کی بنا پر انہیں سخت سزا دی جائے گی اور ان کی بدعملی کا مزہ انہیں ضرور چکھایا جائے گا۔ ان دشمنانِ الٰہی کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے جس میں ان کے لیے ہمیشگی کا گھر ہے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ آیاتِ الٰہی کا انکار کرتے تھے۔ اس کے بعد کی آیت کا مطلب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''جن سے مراد ابلیس اور انس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کا وہ لڑکا ہے جس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تھا۔'' ❶ اور روایت میں ہے کہ ابلیس تو ہر مشرک کو پکارے گا اور حضرت آدم علیہ السلام کا یہ لڑکا ہر کبیرہ گناہ کرنے والے کو پکارے گا۔ پس ابلیس شرک کی طرف اور تمام گناہوں کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والا ہے اور اوّلِ رسول حضرت آدم علیہ السلام کا یہ لڑکا جو اپنے بھائی کا قاتل ہے۔ ❷ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ''روئے زمین پر جو قتل ناحق ہوتا ہے اس کا گناہ حضرت آدم علیہ السلام کے اس پہلے فرزند پر بھی ہوتا ہے'' ❸ کیونکہ قتل بے جا کا شروع کرنے والا یہ ہے۔ پس کفار قیامت کے دن جن وانس جو انہیں گمراہ کرنے والے تھے انہیں نیچے کے طبقے میں داخل کرانا چاہیں گے تاکہ انہیں سخت عذاب ہوں وہ دَرکِ اسفل میں چلے جائیں اور ان سے زیادہ سزا بھگتیں۔ سورۂ اعراف میں بھی یہ بیان گزر چکا ہے کہ یہ ماننے والے جن کی مانتے تھے ان کے لیے قیامت کے دن دوہرے عذاب کی درخواست کریں گے جس پر کہا جائے گا کہ ہر ایک دوگنے عذاب میں ہی ہے لیکن تم بے شعور ہو۔ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق سزا ہو رہی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ﴾ ❹ یعنی ''جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا انہیں ہم ان کے فساد کی وجہ سے عذاب پر عذاب کریں گے۔''

استقامت کا معنی ومفہوم: [آیت: ۳۰۔۳۲] جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا یعنی اس کی توحید کا اقرار کیا پھر اس پر جمے رہے یعنی فرمانِ الٰہی کے ماتحت اپنی زندگی گزاری۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا ''بہت لوگوں نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کر کے پھر کفر کر لیا، جو مرتے دم تک اسے کہتا ہے وہ ہے جس نے اس پر استقامت کی'' ❺ (نسائی وغیرہ)

❶ الطبری ۲۱/ ٤٦٢۔ ❷ ایضا۔

❸ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریته، ۳۳۳٥؛ صحیح مسلم، ١٦٧٧۔

❹ ١٦/ النحل: ٨٨۔ ❺ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة حمٓ السجدة، ۳۲٥۰ وسنده ضعیف؛ مسند ابی یعلی، ۳٤۹٥ اس کی سند میں سہیل بن ابی حزم ضعیف راوی ہے (التقریب ١/ ۳۳۸ رقم: ٥٧٦)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت ہوتی تھی تو آپ فرماتے اس سے مراد کلمہ پڑھ کر پھر کبھی بھی شرک نہ کرنے والے ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین نے ایک مرتبہ لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کہا استقامت سے مراد گناہ نہ کرنا ہے۔آپ نے فرمایا ''تم نے اسے غلط سمجھا' اس سے مراد اللہ کی ربوبیت کا اقرار کر کے پھر دوسرے کی طرف کبھی بھی التفات نہ کرنا ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ قرآن میں حکم اور جزا کے لحاظ سے سب سے زیادہ آسان آیت کون سی ہے؟ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی کہ توحید الٰہی پر تاعمر قائم رہنا۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منبر پر اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا: ''واللہ! یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اطاعت پر جم جاتے ہیں اور لومڑی کی چال نہیں چلتے کہ کبھی ادھر کبھی ادھر۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''فرائض الٰہی کی ادائیگی کرتے ہیں۔'' حضرت قتادہ رحمہ اللہ یہ دعا مانگا کرتے تھے **(اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا فَارْزُقْنَا الْاِسْتِقَامَةَ)** ''اے اللہ! تو ہمارا رب ہے ہمیں استقامت اور پختگی عطا فرما۔'' استقامت سے مراد دین اور عمل کا خلوص ہے۔حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ علیہ نے کہا ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے اسلام کا کوئی ایسا امر بتلایئے کہ پھر کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔آپ نے فرمایا ''زبان سے اقرار کر کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر جم جا۔اس نے پھر پوچھا: اچھا یہ تو عمل ہوا اب بچوں کس چیز سے؟ تو آپ نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا'' ❶

فرشتے مؤمن کو جنت کی خوشخبری سناتے ہیں: ان کے پاس ان کی موت کے وقت فرشتے آتے ہیں اور انہیں بشارتیں سناتے ہیں کہ تم اب آخرت کی منزل کی طرف جا رہے ہو بے خوف رہو تم پر وہاں کوئی کھٹکا نہیں۔تم اپنے پیچھے جو دنیا چھوڑے جا رہے ہو اس پر بھی کوئی غم ورنج نہ کرو۔تمہارے اہل وعیال کی' مال ومتاع کی' دین و دیانت کی' حفاظت ہمارے ذمے ہے۔ہم تمہارے خلیفہ ہیں۔تمہیں ہم خوش خبری سناتے ہیں کہ تم جنتی ہو تمہیں سچا اور صحیح وعدہ دیا گیا تھا وہ پورا ہو کر رہے گا۔پس وہ اپنے انتقال کے وقت خوش ہو جاتے ہیں کہ تمام برائیوں سے بچے اور تمام بھلائیاں حاصل ہوئیں۔حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''مؤمن کی روح سے فرشتے کہتے ہیں اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی' چل اللہ تعالیٰ کی بخشش' انعام اور اس کی نعمت کی طرف چل' اس اللہ کے پاس جو تجھ پر ناراض نہیں۔'' ❷ یہ بھی مروی ہے کہ جب مسلمان اپنی قبروں سے اٹھیں گے اسی وقت فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور انہیں بشارتیں سنائیں گے۔حضرت ثابت رضی اللہ عنہ جب اس سورت کو پڑھتے ہوئے اس آیت تک پہنچے تو ٹھہر گئے اور فرمایا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ مؤمن بندہ جب قبر سے اٹھے گا تو وہ دو فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ تھے اس کے پاس آئیں گے اور اس سے کہیں گے ڈر نہیں' گھبرا نہیں' غمگین نہ ہو' تو جنتی ہے' خوش ہو جا تجھ سے اللہ کے جو وعدے تھے' پورے ہوں گے۔غرض خوف امن سے بدل جائے گا' آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی' دل مطمئن ہو جائے گا' قیامت کا تمام خوف' دہشت اور وحشت دور ہو جائے گی۔اعمال صالحہ کا بدلہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا اور خوش ہو گا۔الحاصل موت کے وقت قبر میں اور قبر سے اٹھتے ہوئے ہر وقت ملائکہ رحمت اس کے ساتھ رہیں گے اور ہر وقت بشارتیں سناتے رہیں گے۔ان سے فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ زندگانی دنیا میں ہم تمہارے رفیق وولی تھے' تمہیں نیکی کی راہ سجھاتے تھے' خیر کی رہنمائی کرتے تھے' تمہاری حفاظت کرتے تھے۔ٹھیک اسی طرح آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھ رہیں گے' تمہاری وحشت ودہشت دور کرتے رہیں گے' قبر میں' حشر میں' میدان قیامت میں پل صراط پر غرض ہر جگہ ہم تمہارے رفیق اور دوست اور ساتھی ہیں۔نعمتوں والی جنتوں میں پہنچا دینے تک تم سے الگ نہ ہوں گے۔وہاں جو تم چاہو گے تمہیں ملے گا جو خواہش ہو گی

❶ احمد، ۳/ ٤١٣ وسنده صحيح؛ دارمی، ۲/ ۲۹٦؛ ابن حبان، ٥٦٩٨۔

❷ احمد، ٤/ ٢٨٧ وهو حديث حسن۔

پوری ہوگی۔ یہ مہمانی یہ عطا یہ انعام یہ ضیافت اس اللہ جل وعلا کی طرف سے ہے جو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔ اس کا لطف ورحم اسکی بخشش اور کرم بہت وسیع ہے۔

جنت کے بازار اور دیدار الٰہی: حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو جنت کے بازار میں ملائے۔ اس پر حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ جنت میں بھی بازار ہوں گے؟ فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ''جنتی جب جنت میں جائیں گے اور اپنے اپنے مراتب کے مطابق درجے پائیں گے تو دنیا کے اندازے سے جمعہ والے دن انہیں ایک جگہ جمع ہونے کی اجازت ملے گی۔ جب سب جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا' اس کا عرش ظاہر ہوگا۔ وہ سب جنت کے باغیچے میں نور کے اور لولوء اور یاقوت کے اور زبرجد اور سونے چاندی کے منبروں پر بیٹھیں گے۔ بعض اور جو نیکیوں کے اعتبار سے کم درجے کے ہیں لیکن جنتی ہونے کے اعتبار سے کوئی کسی سے کم تر نہیں وہ مشک کے اور کافور کے ٹیلوں پر ہوں گے لیکن اپنی جگہ اتنے خوش ہوں گے کہ کرسی والوں کو اپنے سے افضل مجلس میں نہیں جانتے ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں' ہاں! دیکھو گے۔ آدھے دن کے سورج اور چودھویں رات کے چاند کو جس طرح صاف دیکھتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔ اس مجلس میں ایک ایک سے اللہ تعالیٰ باتیں کرے گا۔ یہاں تک کہ کسی سے فرمائے گا یاد ہے فلاں دن تم نے میرا فلاں خلاف کیا تھا۔ وہ کہے گا کیوں جناب باری! تو تو وہ خطا معاف فرما چکا تھا پھر اس کا کیا ذکر؟ کہے گا ہاں ٹھیک ہے اسی میری مغفرت کی وسعت کی وجہ سے ہی تو تو اس درجے پر پہنچا ہے۔ یہ اسی حالت میں ہوں گے کہ انہیں ایک ابر ڈھانپ لے گا اور اس سے ایسی خوشبو برسے گی کہ کبھی کسی نے نہیں سونگھی تھی۔ پھر رب العالمین عزوجل فرمائے گا کہ اٹھو اور میں نے جو انعام واکرام تمہارے لیے تیار کر رکھے ہیں انہیں لو۔ پھر یہ سب ایک بازار میں پہنچیں گے جسے چاروں طرف سے فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے۔ وہاں وہ چیزیں دیکھیں گے جو نہ کبھی دیکھی تھیں نہ سنی تھیں' نہ کبھی خیال میں گزری تھیں۔ جو شخص جو چیز چاہے گا لے لے گا' خرید وفروخت وہاں نہ ہوگی بلکہ انعام ہوگا۔ وہاں تمام اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ ایک کم درجے کا جنتی اعلیٰ درجے کے جنتی سے ملاقات کرے گا تو اس کے لباس وغیرہ کو دیکھ کر جی میں خیال کرے گا۔ وہیں اپنے جسم کی طرف دیکھ کر جی میں خیال کرے گا کہ اس سے بھی اچھے کپڑے اس کے ہیں۔ کیونکہ وہاں کسی کو کوئی رنج وغم نہ ہوگا۔ اب ہم سب لوٹ کر اپنی اپنی منزلوں میں جائیں گے۔ وہاں ہماری بیویاں ہمیں مرحبا کہیں گی اور کہیں گی کہ جس وقت آپ یہاں سے گئے تھے تب یہ تروتازگی اور یہ نورانیت آپ میں نہ تھی لیکن اس وقت تو جمال وخوبی اور خوشبو اور تازگی بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ٹھیک ہے ہم آج اللہ تعالیٰ کی مجلس میں تھے اور یقیناً ہم بہت ہی بڑھ چڑھ گئے'' ❶ (ترمذی وغیرہ) مسند احمد میں ہے حضور فرماتے ہیں ''جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرے اللہ بھی اس سے ملنے کو چاہتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو برا جانے اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم تو موت کو مکروہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس سے مراد موت کی کراہت نہیں بلکہ مؤمن کی سکرات کے وقت اسکے پاس اللہ کی طرف سے خوش خبری آتی ہے جسے سن کر اس کے نزدیک اللہ کی ملاقات سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہیں رہتی پس اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے اور فاجر یا کافر کی سکرات کے وقت جب اسے اس برائی کی خبر دی جاتی ہے جو اسے اب پہنچنے والی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے پس اللہ =

❶ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی سوق الجنة، ۲۵۴۹ وسندہ ضعیف ہشام بن عمار راوی کا آخر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ ابن ماجہ ۴۳۳۶؛ السنة، ۷۸۵۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔[۳۳] نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو بھلائی سے دفع کر پھر تیرا دشمن ایسا ہو جائے گا جیسے ولی دوست۔[۳۴] یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پا سکتا[۳۵] اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کر لیا کر۔ یقیناً وہ بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔[۳۶]

= بھی اس کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔'' ❶ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کی بہت سی اسناد ہیں۔

سب سے اچھی دعوت کس کی ہے؟: [آیت:۳۳۔۳۶] فرماتا ہے جو اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلائے اور خود بھی نیکی کرے اسلام قبول کرے اس سے زیادہ اچھی بات اور کس کی ہوگی؟ یہ ہے جس نے اپنے تئیں نفع پہنچایا اور اللہ کی مخلوق کو بھی اپنی ذات سے نفع پہنچایا۔ یہ ان میں سے نہیں جو منہ کے بڑے باتونی ہوتے ہیں۔ جو دوسروں کو کہتے ہیں مگر خود نہیں کرتے۔ یہ تو خود بھی کرتا ہے اور دوسروں سے بھی کہتا ہے۔ یہ آیت عام ہے۔ رسول اللہ ﷺ سب سے اولیٰ طور پر اس کے مصداق ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے اس کے مصداق اذان دینے والے ہیں جو نیک کار بھی ہوں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے ''قیامت کے دن مؤذن سب لوگوں سے زیادہ لمبی گردنوں والے ہوں گے۔'' ❷ سنن میں ہے امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار ہے۔ اللہ تعالیٰ اماموں کو راہ راست دکھائے اور مؤذنوں کو بخشے۔ ❸ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اذان دینے والوں کا حصہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مثل جہاد کرنے والوں کے حصے کے ہے۔ اذان و اقامت کے درمیان اس کی وہ حالت ہے جیسے کوئی جہاد میں راہ الٰہی میں اپنے خون میں لوٹ پوٹ ہو رہا ہو۔'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اگر میں مؤذن ہوتا تو پھر مجھے حج و عمرے اور جہاد کی اتنی زیادہ پرواہ نہ ہوتی۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ''اگر میں مؤذن ہوتا تو میری آرزو پوری ہو جاتی اور میں رات کے نفلی قیام اور دن کے نفلی روزوں کی اس قدر تگ و دو نہ کرتا۔ میں نے سنا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے تین بار مؤذنوں کی بخشش کی دعا

❶ احمد ۳/ ۱۰۷ وسندہ ضعیف ولکنه صحیح بالشواھد اس معنی کی روایت صحیح بخاری ۶۵۰۷؛ صحیح مسلم ۲۶۸۳ میں موجود ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل الاذان وھرب الشیطان عند سماعه ۳۸۷؛ ابن ماجه، ۷۲۵؛ احمد، ٤/ ۹۵۔

❸ ابوداود، کتاب الصلاة، باب ما یجب علی المؤذن من تعاھد الوقت ۵۱۷ وھو حسن؛ ترمذی، ۲۰۷؛ مسند الطیالسی، ۲٤۰٤؛ احمد، ۲/ ٤۱۹؛ ابن حبان، ۱۶۷۲؛ مصنف عبدالرزاق، ۱۸۳۹؛ صحیح ابن خزیمه، ۱۵۳۱۔

مانگی۔ اس پر میں نے کہا حضور ﷺ آپ نے اپنی دعا میں ہمیں یاد نہ فرمایا حالانکہ ہم اذان کہنے پر تلواریں تان لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! لیکن اے عمر! ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ مؤذنی غریب مسکین لوگوں تک رہ جائے گی۔ سنو عمر! جن لوگوں کا گوشت پوست جہنم پر حرام ہے ان میں مؤذن ہیں۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس آیت میں بھی مؤذن کی تعریف ہے۔ اس کا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہنا اللہ کی طرف بلانا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت مؤذنوں کے بارے میں اتری ہے اور یہ جو فرمایا کہ وہ عمل صالح کرتا ہے اس سے مراد اذان و تکبیر کے درمیان دو رکعت پڑھنا ہے۔ جیسے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' دو اذانوں کے درمیان نماز ہے...... جو چاہے' ❶ ایک حدیث میں ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان کی دعا رد نہیں ہوتی۔" ❷ صحیح بات یہ ہے کہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے مؤذن غیر مؤذن ہر اس شخص کو شامل ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے۔ یہ یاد رہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت تو سرے سے اذان شروع ہی نہ تھی۔ اس لیے کہ یہ آیت مکے میں اتری ہے اور اذان مدینے پہنچ جانے کے بعد مقرر ہوئی ہے جب کہ حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خواب میں اذان دیتے دیکھا اور سنا اور حضور ﷺ سے اس ذکر کیا تو آپ نے فرمایا بلال کو سکھاؤ وہ بلند آواز ہیں۔ ❸ پس صحیح بات یہی ہے کہ یہ آیت عام ہے اس میں مؤذن بھی شامل ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے تھے یہی لوگ ہیں حبیب اللہ' یہی اولیاء اللہ ہیں' یہی سب سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ ہیں' یہی سب سے زیادہ اللہ کے محبوب ہیں کہ انہوں نے اللہ کی باتیں مان لیں پھر دوسروں سے منوانے لگے اور اپنے ماننے میں نیکیاں کرتے رہے اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے رہے یہی اللہ کے خلیفہ ہیں۔ بھلائی اور برائی' نیکی اور بدی برابر برابر نہیں بلکہ ان میں بے حد فرق ہے۔ جو تجھ سے برائی کرے تو اس سے بھلائی کر اور اس کی برائی کو اس طرح دفع کر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے "تیرے بارے میں جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر اس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا کرنے سے تیرا جانی دشمن دلی دوست بن جائے گا۔ اس وصیت پر عمل اسی سے ہوگا جو صابر ہو نفس پر اختیار رکھتا ہو اور ہو بھی نصیب دار کہ دین و دنیا کی بہتری اس کی تقدیر میں ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایمان والوں کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ غصے کے وقت صبر کریں اور دوسرے کی جہالت پر اپنی بردباری کا ثبوت دیں اور دوسرے کی برائی سے درگزر کریں۔ ایسے لوگ شیطانی داؤں سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کے دشمن بھی پھر تو ان کے دوست بن جاتے ہیں۔ یہ تو ہوا انسانی شر سے بچنے کا طریقہ' اب شیطانی شر سے بچنے کا طریقہ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ کی طرف جھک جایا کرو اسی نے اسے یہ طاقت دے رکھی ہے کہ وہ دل میں وساوس پیدا کرے اور اسی کے اختیار میں ہے کہ وہ اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ نبی ﷺ اپنی نماز میں فرماتے تھے ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ)) ❹ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس مقام جیسا ہی مقام صرف سورۂ اعراف میں ہے جہاں ارشاد ہے ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ❺ اور سورہ مؤمنون کی آیت ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ﴾ الخ میں حکم ہوا ہے کہ درگزر کرنے کی عادت ڈالو اور اللہ کی پناہ میں آ جایا کرو' برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا کرو وغیرہ۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب الصلاة قبل المغرب، ۱۱۸۳؛ صحیح مسلم، ۸۳۸؛ ابو داود، ۱۲۸۳؛ ترمذی، ۱۸۵؛ ابن ماجه، ۱۱۶۲؛ ابن حبان، ۱۵۵۹؛ احمد، ۴/ ۸۶۔ ❷ ابو داود، کتاب الصلاة، باب فی الدعاء بین الأذان والاقامة، ۵۲۱ وهو صحیح؛ ترمذی، ۲۱۲؛ عمل الیوم واللیلة للنسائی، ۶۸؛ مصنف عبدالرزاق، ۱۹۰۹؛ ابن ابی شیبه، ۱۰/ ۲۲۵؛ احمد، ۳/ ۱۱۹۔ ❸ ابو داود، ۴۹۹ وسنده حسن۔

❹ ابو داود، کتاب الصلاة، باب من رای الاستفتاح بسبحانك ...... ۷۷۵ وسنده حسن۔ ❺ ۷/ الاعراف: ۱۹۹۔

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: دن رات اور سورج چاند بھی اسی کی نشانیوں میں سے ہیں۔تم سورج کو یا چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ سجدہ اس اللہ کے سامنے کرو جو ان سب کا پیدا کرنے والا ہے۔اگر تمہیں اسی کی عبادت کرنی ہے[۳۷] تو پھر بھی اگر یہ بے جی چرائیں تو وہ فرشتے جو اللہ کے نزدیک ہیں وہ تو رات دن اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں اور کسی وقت بھی نہیں اکتاتے۔[۳۸] اس اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہو کر ابھرنے لگتی ہے۔جس نے اسے زندہ کر دیا وہی یقینی طور پر مردوں کو بھی زندہ کر دے گا۔بے شک وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے۔[۳۹]

دن رات' چاند سورج' اسی نے بنائے: [آیت:۳۷۔۳۹] اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اپنی عظیم الشان قدرت اور بے مثال طاقت دکھاتا ہے کہ وہ جو کرنا چاہے کر ڈالتا ہے۔سورج چاند' دن رات اس کی قدرت کاملہ کے نشانات ہیں۔رات کو اس کے اندھیروں سمیت' دن کو اس کے اجالوں سمیت' اس نے بنائے ہیں۔کیسے یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں۔سورج کو اور اس کی روشنی اور چمک کو' چاند کو اور اس کی نورانیت کو دیکھو' ان کی بھی منزلیں اور آسمان مقرر ہیں۔ان کے طلوع و غروب سے دن رات کا فرق ہو جاتا ہے۔مہینے اور برسوں کی گنتی معلوم ہو جاتی ہے جس سے عبادات' معاملات اور حقوق کی باقاعدہ ادائیگی ہوتی ہے۔چونکہ آسمان' زمین میں زیادہ خوبصورت اور منور سورج اور چاند تھا اس لئے انہیں خصوصیت سے اپنا مخلوق ہونا بتلایا اور فرمایا کہ اگر اللہ کے بندے ہو تو سورج چاند کے سامنے ماتھا نہ ٹیکنا' اس لیے کہ وہ مخلوق ہیں۔مخلوق سجدہ کرنے کے قابل نہیں ہوتی' سجدہ کیے جانے کے لائق وہ ہے جو سب کا خالق ہے پس تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیے چلے جاؤ۔لیکن اگر تم نے اللہ کے سوا اس کی مخلوق کی بھی عبادت کر لی تو تم اس کی نظروں میں گر جاؤ گے اور پھر تو وہ تمہیں کبھی نہ بخشے گا۔جو لوگ صرف اس کی عبادت نہیں کرتے بلکہ کسی اور کی بھی عبادت کر لیتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ کے عابد وہی ہیں، اگر وہ اس کی عبارت چھوڑ دیں تو اور کوئی اس کا عابد نہیں رہنے کا۔نہیں نہیں اللہ تعالیٰ ان کی عبادتوں سے محض بے پروا ہے۔اس کے فرشتے دن رات اس کی پاکیزگی کے بیان اور اس کی خالص عبادتوں میں بے تھکے اور بن اکتائے ہر وقت مشغول ہیں۔جیسے اور آیت میں ہے اگر یہ کفر کریں تو ہم نے ایک قوم ایسی بھی مقرر کر رکھی ہے جو کفر نہ کرے گی۔حضور ﷺ فرماتے ہیں ''رات دن کو سورج چاند کو اور ہوا کو برا نہ کہو یہ چیزیں بعض لوگوں کے لیے رحمت اور بعض کے لیے زحمت ہیں۔'' ❶ اس کی اس قدرت کی نشانی کہ وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اگر دیکھنا چاہتے ہو تو مردہ زمین کا بارش سے جی اٹھنا دیکھو کہ وہ خشک چٹیل اور بے =

❶ مسند ابی یعلی، ۲۱۹۴ وسندہ ضعیف؛ المعجم الأوسط، ۶۷۹۱؛ مجمع الزوائد، ۸/ ۷۱ اس کی اسناد میں ابن ابی لیلی سئی الحفظ (المیزان، ۳/ ۶۱۳ رقم: ۷۸۲۵) اور سعید بن بشیر متکلم فیہ راوی ہے۔(مجمع الزوائد، ۸/ ۷۱)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴۰ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝۴۱ ۙ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝۴۲ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝۴۳

ترجمہ: جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں وہ کچھ ہم سے مخفی نہیں بتلاؤ۔ جو آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا وہ جو امن وامان کے ساتھ قیامت کے دن آئے؟ تم جو چاہو کرتے چلے جاؤ وہ تمہارا سب کیا کرایا دیکھ رہا ہے۔ [۴۰] جن لوگوں نے اپنے پاس قرآن پہنچ جانے کے باوجود اس سے کفر کیا (وہ بھی ہم سے پوشیدہ نہیں) یہ بڑی باوقعت کتاب ہے [۴۱] جس کے پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا۔ نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے خوبیوں والے اللہ کی۔ [۴۲] تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے رسولوں سے بھی کہا گیا ہے یقیناً تیرا پروردگار معافی والا بھی ہے اور دردناک عذابوں والا بھی ہے۔ [۴۳]

= گھاس پات ہوتی ہے۔ مینہ برستے ہی کھیتیاں، پھل، سبزہ، گھاس اور پھول وغیرہ اگ آتے ہیں اور وہ ایک عجیب انداز سے اپنے سبزے کے ساتھ لہلہانے لگتی ہے۔ اسے زندہ کرنے والا ہی تمہیں بھی زندہ کرے گا یقین مانو کہ وہ جو چاہے اس کی قدرت میں ہے۔

قرآن میں باطل کی ملاوٹ نہیں ہو سکتی: [آیت: ۴۰۔۴۳] ﴿اَلْحَادُ﴾ کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''کلام کو اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنے کے'' مروی ہیں۔ اور قتادہ رحمہ اللہ علیہ وغیرہ سے الحاد کے معنی کفر وعناد کے۔ فرماتا ہے کہ ملحد لوگ ہم سے مخفی نہیں۔ ہمارے اسماؤ وصفات کو ادھر سے ادھر کر دینے والے ہماری نگاہوں میں ہیں۔ انہیں ہم بدترین سزائیں دیں گے۔ سمجھ لو کہ کیا جہنم واصل ہونے والا اور تمام خطروں سے بچ رہنے والا برابر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بدکار کافرو! جو چاہو عمل کرتے چلے جاؤ مجھ سے تمہارا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ باریک سے باریک چیز بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں۔ ﴿ذکر﴾ سے مراد بقول ضحاک، سدی اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہم قرآن ہے۔ وہ باعزت باتوقیر ہے۔ اس کے مثل کسی کا کلام نہیں۔ اس کے آگے پیچھے سے یعنی کسی طرف سے اس سے باطل مل نہیں سکتا۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ جو اپنے اقوال وافعال میں حکیم ہے۔ اس کے تمام حکم احکام بہترین انجام والے ہیں۔ تجھ سے جو کچھ تیرے زمانے کے کفار کہتے ہیں یہی تجھ سے اگلے نبیوں کو ان کی کافر امتوں نے کہا تھا۔ پس جیسے ان پیغمبروں نے صبر کیا تم بھی صبر کیا کرو۔ جو بھی تیرے رب کی طرف رجوع کرے وہ اس کے لیے بڑی بخششوں والا ہے۔ اور جو اپنے کفر وضد پر آڑا رہے، مخالفت حق اور تکذیب رسول سے باز نہ آئے، اس پر وہ سخت دردناک سزائیں کرنے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی بخشش اور معافی نہ ہوتی تو دنیا میں ایک متنفس جی نہیں سکتا تھا اور اگر اس کی پکڑ دھکڑ، عذاب سزا نہ ہوتی تو ہر شخص مطمئن ہو کر ٹیک لگا کر بے خوف ہو جاتا۔ ❶

❶ یہ روایت مرسل ہے اور اس کے علاوہ اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان سی الحفظ راوی ہے۔ (التقریب ۲/ ۳۷، رقم: ۳۴۲) لہٰذا ضعیف ومردود ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾

ع ۵ / ۱۹

ترجمہ: اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن بناتے تو کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف بیان کیوں نہیں کی گئیں؟ یہ کیا کہ عجمی کتاب اور عربی رسول' تو کہہ دے کہ یہ تو ایمان والوں کے لیے ہدایت وشفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو بہرہ پن اور بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھاپا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔[۴۴] یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی' سو اس میں بھی اختلاف کیا گیا اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے تو ان کے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ یہ لوگ تو اس سے شکی ہیں اور بے چین ہیں۔[۴۵]

قرآن کی زبان عربی کیوں ہے؟: [آیت:۴۴۔۴۵] قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت' اس کے حکم احکام' اس کے لفظی ومعنوی فوائد کا بیان کر کے اس پر ایمان نہ لانے والوں کو سرکشی ضد اور عداوت کا بیان فرما رہا ہے۔ جیسے اور آیت میں ارشاد ہے ﴿وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ○ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ○﴾ ❶ مطلب یہ ہے کہ نہ ماننے کے بیسیوں حیلے ہیں نہ یوں چین نہ ووں چین۔ اگر قرآن کسی عجمی زبان میں اترتا تو بہانہ کرتے کہ ہم تو اسے صاف صاف سمجھ نہیں سکتے۔ مخاطب جب عربی زبان کے ہیں تو ان پر جو کتاب اترتی ہے وہ غیر عربی زبان میں کیوں اتر رہی ہے؟ اور اگر کچھ عربی میں ہوتی اور کچھ دوسری زبان میں تو بھی ان کا یہی اعتراض ہوتا کہ اس کی کیا وجہ؟ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی قرأت ﴿اَعْجَمِيٌّ﴾ ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ بھی یہی مطلب بیان کرتے ہیں۔ اس سے ان کی سرکشی معلوم ہوتی ہے پھر فرمان ہے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے دل کی ہدایت اور ان کے سینوں کی شفا ہے۔ ان کے تمام شک اس سے زائل ہو جاتے ہیں اور جنہیں اس پر ایمان نہیں وہ تو اسے سمجھ ہی نہیں سکتے جیسے کوئی بہرا ہو۔ نہ اس کے بیان کی طرف انہیں ہدایت ہو جیسے کوئی اندھا ہو۔ اور آیت میں ہے ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○﴾ ❷ ''ہمارا نازل کردہ یہ قرآن ایمان داروں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو تو ان کا نقصان ہی بڑھاتا ہے'' ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دور سے کسی سے کچھ کہہ رہا ہے کہ نہ اس کے کانوں تک صحیح الفاظ پہنچتے ہیں نہ وہ ٹھیک طرح مطلب سمجھتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ﴾ ❸ الخ۔ یعنی کافروں کی مثال اس کی طرح ہے جو پکارتا ہے مگر آواز اور پکار کے سوا کچھ اور اس کے کان میں نہیں پڑتا۔ بہرے گونگے اندھے ہیں پھر کیسے سمجھ لیں گے؟ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں ان کے بدترین ناموں سے پکارا جائے گا۔ ==

❶ ۲۶/ الشعرآء: ۱۹۸، ۱۹۹۔ ❷ ۱۷/ الاسرآء: ۸۲۔ ❸ ۲/ البقرۃ: ۱۷۱۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لئے اور جو برا کام کرے گا اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔ تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔[۴۶]

= ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مسلمان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس کا آخری وقت تھا۔ اس نے یکا یک لبیک لبیک پکاری۔ آپ نے فرمایا کیا تجھے کوئی دکھائی دے رہا ہے یا کوئی پکار رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں سمندر کے اس کنارے سے کوئی بلا رہا ہے تو آپ نے یہی جملہ پڑھا ﴿اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ❶ ۔'' (ابن ابی حاتم)

پھر فرماتا ہے ہم نے موسیٰ کو کتاب دی لیکن اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔ انہیں بھی جھٹلایا اور ستایا گیا۔ پس جیسے انہوں نے صبر کیا آپ کو بھی صبر کرنا چاہیے۔ چونکہ پہلے ہی سے تیرے رب نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ ایک وقت مقرر یعنی قیامت تک عذاب ہٹے رہیں گے۔ اس لیے یہ مہلت میں ہیں ورنہ ان کے کرتوت ایسے نہ تھے کہ یہ چھوڑ دیے جائیں اور کھاتے پیتے رہیں' ابھی ہی ہلاک کر دیے جاتے۔ یہ اپنی تکذیب میں بھی کسی یقین پر نہیں بلکہ شک میں ہی پڑے ہوئے ہیں' لرز رہے ہیں اور ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

[آیت:۴۶] اس آیت کا مطلب بہت صاف ہے۔ بھلائی کرنے والے کے اعمال کا نفع اسی کو ہوتا ہے اور برائی کرنے والے کی برائی کا وبال بھی اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ پروردگار کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ ایک کے گناہ پر دوسرے کو وہ نہیں پکڑتا۔ ناکردہ گناہ کی وہ سزا نہیں دیتا' پہلے اپنے رسول بھیجتا ہے' اپنی کتاب اتارتا ہے' اپنی حجت ختم کرتا ہے' اپنی باتیں پہنچا دیتا ہے۔ اب بھی جو نہ مانے وہ مستحق عذاب و سزا ہو جاتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ چوبیسویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی۔

❶ ۴۱/ حٰمٓ السجدۃ:۴۴۔

فہرست

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾

ترجمہ: قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور جو جو پھل اپنے شگوفوں میں سے نکلتے ہیں اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور جو بچے انہیں ہوتے ہیں سب کا علم اسے ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو بلا کر دریافت فرمائے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تو تجھے کہہ سنایا کہ ہم میں سے تو کوئی اس کا مدعی نہیں۔[۴۷] یہ جن جن کی پرستش اس سے پہلے کرتے تھے وہ ان کی نگاہ سے گم ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب ان کے لئے کوئی بچاؤ نہیں۔[۴۸]

علم غیب صرف اللہ ہی کے پاس ہے: [آیت: ۴۷-۴۸] اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اس کے سوا کسی اور کو نہیں۔ تمام انسانوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے جب فرشتوں کے سرداروں میں سے ایک سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قیامت کے آنے کا وقت پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جس سے پوچھا جاتا ہے وہ بھی پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں۔“ ❶ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے ﴿اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝﴾ ❷ یعنی قیامت کب ہوگی؟ اس کے علم کا مدار تیرے رب کی طرف ہی ہے۔ اسی طرح اللہ جل شانہ نے اور جگہ فرمایا ہے ﴿لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ﴾ ❸ مطلب یہی ہے کہ قیامت کے وقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر چیز کو اس اللہ کا علم گھیرے ہوئے ہے یہاں تک کہ جو پھل شگوفہ کھلا کر نکلے جس عورت کو حمل رہے جو بچہ اسے ہو یہ سب اس کے علم میں ہے زمین و آسمان کا ایک ذرہ اس کے وسیع علم سے باہر نہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ ❹ یعنی جو پتا جھڑتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے۔ ہر مادہ کو جو حمل رہتا ہے اور رحم جو کچھ گھٹاتے بڑھاتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اس کے پاس ہر چیز کا اندازہ ہے۔ عمریں جو گھٹیں بڑھیں وہ بھی کتاب میں لکھی ہوتی ہیں۔ ایسا کوئی کام نہیں جو اللہ تعالیٰ پر مشکل ہو قیامت کے دن مشرکوں سے تمام مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ جنہیں تم میرے ساتھ پرستش میں شریک کرتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم تو تجھے معلوم کرا چکے کہ آج تو ہم میں سے کوئی بھی اس کا اقرار نہ کرے گا کہ کوئی تیرا شریک بھی ہے۔ آج ان کے معبودان باطل سب گم ہو جائیں گے۔ کوئی نظر نہ آئے گا جو انہیں نفع پہنچا سکے اور یہ خود جان لیں گے کہ آج اللہ کے عذابوں سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے۔

قرآن کریم کی اور آیت میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے ﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝ۧ﴾ ❺ یعنی گنہگار لوگ جہنم کو دیکھ لیں گے اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں۔ اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

❶ صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام، ۵۰؛ صحیح مسلم، ۹۔

❷ ۷۹/ النازعات: ۴۴۔ ❸ ۷/ الاعراف: ۱۸۷۔ ❹ ۶/ الانعام: ۵۹۔ ❺ ۱۸/ الکهف: ۵۳۔

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: بھلائی کے مانگنے سے انسان تھکتا نہیں اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے۔[۴۹] اور جو مصیبت اسے پہنچ چکی ہے اس کے بعد اگر ہم اسے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہہ اٹھتا ہے کہ اس کا تو میں حقدار ہی تھا اور میں تو باور نہیں کر سکتا کہ قیامت قائم ہو اور اگر میں اپنے رب کے پاس واپس کیا گیا تو بھی یقیناً میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہے یقیناً ہم ان کفار کو ان کے اعمال سے خبردار کریں گے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔[۵۰] اور جب ہم انسان پر اپنا انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اسے مصیبت پڑتی ہے تو بڑی لمبی چوڑی دعائیں کرنیوالا بن جاتا ہے۔[۵۱]

انسان کی خود غرضی: [آیت:۴۹۔۵۱] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ مال صحت وغیرہ بھلائیوں کی دعاؤں سے تو انسان تھکتا ہی نہیں اور اگر اس پر بلا آ پڑے یا فقر و فاقہ کا موقعہ آ جائے تو اس قدر ہراساں اور مایوس ہو جاتا ہے کہ گویا اب کسی بھلائی کا منہ نہیں دیکھنے کا۔ اور اگر کسی برائی یا سختی کے بعد اسے کوئی راحت مل جائے تو کہنے بیٹھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر یہ تو میرا حق تھا۔ میں اسی کے لائق تھا۔ اب اس نعمت پر پھولتا ہے اللہ تعالیٰ کو بھولتا ہے اور صاف منکر بن جاتا ہے قیامت کے آنے کا صاف انکار کر جاتا ہے۔ مال و دولت راحت و آرام اس کے کفر کا سبب بن جاتا ہے۔

جیسے اور آیت میں ہے ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝﴾ ❶ یعنی انسان نے جہاں آسائش و آرام پایا وہیں اس نے سر اٹھایا اور سرکشی کی۔ پھر فرماتا ہے کہ اتنا ہی نہیں بلکہ اس بداعمالی پر بھلی امیدیں بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بالفرض اگر قیامت آئی بھی اور میں وہاں کھڑا بھی کیا گیا تو جس طرح یہاں سکھ چین میں ہوں وہاں بھی ہوں گا۔ غرض انکار قیامت بھی کرتا ہے۔ مرنے کے بعد جینے کو بھی مانتا نہیں اور پھر امیدیں لمبی باندھتا ہے اور کہتا ہے جیسے میں یہاں ہوں ویسے ہی وہاں بھی رہوں گا۔ پھر ان لوگوں کو ڈراتا ہے کہ جن کے یہ اعمال و عقائد ہوں انہیں ہم سخت سزا دیں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ جب انسان اللہ کی نعمتیں پا لیتا ہے تو اطاعت سے اور پھر جاتا ہے اور ماننے سے جی چراتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ﴾ ❷ اور جب اسے کچھ نقصان پہنچتا ہے تو بڑی لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ عریض کلام اسے کہتے ہیں جس کے الفاظ بہت زیادہ ہوں اور معنی بہت کم ہوں اور جو کلام اس کے خلاف ہو یعنی الفاظ تھوڑے ہوں اور معنی زیادہ ہوں تو اسے وجیز کلام کہتے ہیں وہ بہت کم اور بہت کافی ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو اور جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے ﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ﴾ ❸ جب انسان کو مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر لیٹ ==

❶ ۹۶/ العلق:۶، ۷۔ ❷ ۵۱/ الذاریات:۳۹۔ ❸ ۱۰/ یونس:۱۲۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

ع ۶

ترجمہ: تو کہہ کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے آیا ہوا ہو پھر تم نے اسے نہ مانا بس اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہوگا جو حق سے دور پڑ کر مخالفت میں رہ جائے۔[۵۲] عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود انکی اپنی ذاتوں میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے۔ کیا تیرے رب کا ہر چیز سے واقف و آگاہ ہونا کافی نہیں۔[۵۳] یقین جانو کہ یہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے سے شک میں ہیں یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔[۵۴]

= کر اور بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر غرض ہر وقت ہم سے مناجات کرتا رہتا ہے اور جب وہ تکلیف ہم دور کر دیتے ہیں تو اس بے پرواہی سے چلا جاتا ہے کہ گویا اس مصیبت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔

قرآن کی حقانیت کا انکار کرنے والوں کا انجام: [آیت:۵۲-۵۴] اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ قرآن کے جھٹلانے والوں مشرکوں سے کہہ دو کہ مان لو کہ یہ قرآن سچ مچ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو اور تم اسے جھٹلا رہے ہو تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کیا حال ہوگا؟ اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اپنے کفر اور اپنی مخالفت کی وجہ سے راہ حق اور مسلک ہدایت سے بہت دور جا پڑا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی حقانیت کی نشانیاں اور حجتیں انہیں ان کے گرد ونواح میں دنیا کے چوطرف دکھا دیں گے۔ اسلامیوں کو فتوحات ہوں گی۔ وہ سلطنتوں کے سلطان بنیں گے۔ تمام اور دینوں پر اس دین کو غلبہ ہوگا۔ فتح بدر اور فتح مکہ کی نشانیاں خود ان کی اپنی جانوں میں ہوں گی کہ یہ لوگ تعداد میں اور شان وشوکت میں بہت زیادہ ہوں گے پھر بھی مٹھی بھر اہل حق انہیں زیر وزبر کر دیں گے۔ اور ممکن ہے یہ مراد ہو کہ حکمت الٰہی کی ہزار ہا نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں موجود ہیں۔ اس کی صنعت و بناوٹ اس کی ترکیب و جبلت اس کے جداگانہ اخلاق اور مختلف صورتیں اور رنگ وروپ وغیرہ اس کے خالق وصانع کی بہترین یادگاریں ہر وقت اس کے سامنے ہیں بلکہ اس کی اپنی ذات میں موجود ہیں۔ اس کا ہیر پھیر کبھی کوئی حالت بچپن جوانی بڑھاپا بیماری تندرستی فراخی ورنج وراحت وغیرہ اوصاف جو اس پر طاری ہوتے ہیں۔

شیخ ابو جعفر قرشی نے اپنے اشعار میں بھی اسی مضمون کو ادا کیا ہے۔ الغرض یہ بیرونی اور اندرونی آیات قدرت اس قدر ہیں کہ انسان اللہ کی باتوں کی حقانیت کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی بس ہے اور بالکل کافی ہے وہ اپنے بندوں کے اقوال و افعال سے بخوبی واقف ہے وہ جب فرما رہا ہے کہ پیغمبر (ﷺ) سچے ہیں پھر تمہیں کیا ہو گیا جیسے ارشاد ہے ﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ج﴾ [1] لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جس کو تمہارے پاس بھیجی ہے اور اپنے علم کے ساتھ نازل فرمائی ہے خود گواہی دے رہا ہے اور فرشتے اس کی تصدیق کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ دراصل ان

[1] ٤/ النسآء:١٦٦۔

لوگوں کو قیامت کے قائم ہونے کا یقین ہی نہیں اسی لئے بے فکر ہیں۔ نیکیوں سے غافل ہیں۔ برائیوں سے بچتے نہیں حالانکہ اس کا آنا یقینی ہے۔

ابن ابی الدنیا میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگو! میں نے تمہیں کسی نئی بات کیلئے جمع نہیں کیا۔ بلکہ صرف اس لئے تمہیں جمع کیا کہ تمہیں یہ سنا دوں کہ روز جزا کے بارے میں میں نے خوب غور کیا۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسے سچا جاننے والا احمق ہے اور اسے جھوٹا جاننے والا ہلاک ہونے والا ہے۔ پھر آپ منبر سے اتر آئے۔ آپ کے اس فرمان کا کہ اسے سچا جاننے والا احمق ہے یہ مطلب ہے کہ سچ جانتا ہے پھر تیاری نہیں کرتا اور اس کی دل ہلا دینے والی دہشتناک حالتوں سے غافل ہے اس سے ڈر کر وہ اعمال نہیں کرتا جو اسے اس روز کے ڈر سے امن دے سکیں۔ پھر اپنے تئیں اس کا سچا جاننے والا بھی کہتا ہے لہو ولعب غفلت وشہوت گناہ اور حماقت میں مبتلا ہے اور قیامت کے قریب ہو رہا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پھر رب العالمین اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز پر اس کا احاطہ ہے۔ قیام قیامت اس پر بالکل سہل ہے ساری مخلوق اس کے قبضہ میں ہے جو چاہے کرے کوئی اس کا ہاتھ تھام نہیں سکتا۔ جو اس نے چاہا ہوا جو چاہے گا ہو کر رہے گا۔ اس کے سوا حقیقی حاکم کوئی نہیں نہ اس کے سوا کسی اور کی ذات کسی قسم کی عبادت کے قابل ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سورۂ حٰمٓ السجدۃ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ شوریٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ کَذٰلِکَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۙ اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ۝ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡ فَوۡقِہِنَّ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۝ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہُ حَفِیۡظٌ عَلَیۡہِمۡ ۫ۖ وَ مَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِوَکِیۡلٍ ۝

ترجمہ: عنایت ومہربانی کرنے والے معبود برحق کے نام سے شروع

حٰمٓ[۱] عٓسٓقٓ[۲] اللہ تعالیٰ جو زبردست ہے اور حکمت والا ہے اسی طرح تیری طرف اور تجھ سے اگلوں کی طرف وحی بھیجتا رہا ہے۔[۳] آسمانوں کی تمام چیزیں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ وہ برتر اور عظیم الشان ہے۔[۴] قریب ہے آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں تمام فرشتے اپنے رب کی پاکی تعریف کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور زمین والوں کیلئے استغفار کر رہے ہیں۔ خوب سمجھ رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی معاف فرمانے والا رحمت کرنے والا ہے۔[۵] جن لوگوں نے اس کے سوا دوسروں کو کارساز بنالیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں خوب دیکھ بھال رہا ہے تو ان کا ذمہ دار نہیں ہے۔[۶]

حروف مقطعات کے متعلق بحث: [آیت:۱-۶] حروف مقطعات کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر ایک عجیب وغریب اثر وارد کیا ہے۔ اس میں ہے کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اس وقت آپ کے پاس حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بھی تھے اس نے ان حروف کی تفسیر آپ سے پوچھی آپ نے ذرا سی دیر سر نیچا کر لیا پھر منہ پھیر لیا۔ اس شخص نے دوبارہ یہی سوال کیا۔ آپ نے پھر بھی منہ پھیر لیا اور اس کے سوال کو برا جانا۔ اس نے پھر تیسری مرتبہ پوچھا۔ آپ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تجھے بتاتا ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسے کیوں ناپسند کر رہے ہیں۔ ان کے اہل بیت میں سے ایک شخص کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے جسے عبدالالٰہ اور عبداللہ کہا جاتا ہوگا۔ وہ مشرق کی نہروں میں سے ایک نہر کے پاس اترے گا اور وہاں دو شہر بسائے گا۔ نہر کو کاٹ کر دونوں شہروں میں لے جائیگا۔ جب اللہ تعالیٰ ان کے ملک کے زوال کا اور ان کی دولت کے استیصال کا ارادہ کرے گا اور ان کا وقت ختم ہونے کو ہوگا تو ان دونوں شہروں میں سے ایک پر رات کے وقت آگ آئے گی جو اسے جلا کر بھسم کر دے گی۔ وہاں کے لوگ صبح کو دیکھ کر تعجب کریں گے۔ یہ معلوم ہوگا کہ گویا یہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ صبح ہی صبح وہاں تمام بڑے بڑے سرکش متکبر مخالف حق لوگ جمع ہوں گے اسی وقت اللہ تعالیٰ ان سب کو اس شہر سمیت غارت کر دے گا۔ یہی معنی ہیں حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ کے یعنی اللہ کی طرف سے یہ عزیمت یعنی ضروری ہے یہ فتنہ قضا کیا ہوا یعنی فیصل شدہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عین سے مراد عدل سین سے مراد سَیَکُوۡنُ یعنی یہ عنقریب ہو کر رہے گا۔ قٓ سے مراد واقع ہونے والا۔ ان

دونوں شہروں میں اس سے بھی زیادہ غربت والی ایک اور روایت مسند حافظ ابویعلیٰ کی دوسری جلد میں مسند ابن عباس میں ہے جو مرفوع بھی ہے لیکن اس کی سند بالکل ضعیف ہے اور منقطع بھی ہے' اس میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور لوگوں سے دریافت کیا کہ تم میں سے کسی نے ان حروف کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جلدی کھڑے ہوئے اور فرمایا ہاں میں نے سنی ہے حٰمٓ اللہ تعالیٰ کے ناموں سے ایک نام ہے عین سے مراد عَـایَـنَ الْـمُـوَلُّوْنَ عَذَابَ یَوْمِ بَدْرٍ ہے۔ سین سے مراد ﴿سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ﴾ ❶ ق سے کیا مراد ہے اسے آپ نہ بتلا سکے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق تفسیر کی اور فرمایا ق سے مراد قارعہ آسمانی ہے جو تمام لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ ترجمہ یہ ہوا کہ بدر کے دن پیٹھ موڑ کر بھاگنے والے کفار نے عذاب کا مزہ چکھ لیا۔ ان ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کتنا برا انجام ہوا؟ ان پر آسمانی عذاب آئے گا جو انہیں تباہ و برباد کر دے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! جس طرح تم پر اس قرآن کی وحی نازل ہوئی ہے اسی طرح تم سے پہلے کے پیغمبروں پر کتابیں اور صحیفے نازل ہو چکے ہیں۔ یہ سب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترے ہیں جو اپنا انتقام لینے میں غالب اور زبردست ہے۔ جو اپنے افعال و اقوال میں حکمت والا ہے۔

حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کبھی تو گھنٹی کی مسلسل آواز کی طرح جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے۔ جب وہ ختم ہوتی ہے تو مجھے جو کچھ کہا گیا وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے مجھ سے باتیں کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے یاد رکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سخت جاڑوں کے ایام میں بھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترتی تھی تو شدت وحی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پانی ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ پیشانی سے پسینہ کی بوندیں ٹپکنے لگتی تھیں۔'' ❷ (بخاری ومسلم) مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی کیفیت پوچھی تو آپ نے فرمایا میں ''ایک زنجیر کی سی گھڑگھڑاہٹ سنتا ہوں پھر کان لگا لیتا ہوں ایسی وحی میں مجھ پر اتنی شدت ہوتی ہے کہ ہر مرتبہ اپنی روح نکل جانے کا گمان ہوتا ہے۔ ❸ ''شرح صحیح بخاری کے شروع میں ہم کیفیت وحی پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

پھر فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق اس کی غلام ہے۔ اس کی ملکیت ہے۔ اس کے دباؤ تلے اور اس کے سامنے عاجز و مجبور ہے۔ وہ بلندیوں والا اور بڑائیوں والا ہے۔ وہ بہت بڑا اور بہت بلند ہے۔ وہ اونچائی والا اور کبریائی والا ہے۔ اس کی عظمت و جلالت کا یہ حال ہے کہ قریب ہے آسمان پھٹ پڑیں۔ فرشتے اس کی عظمت سے کپکپائے ہوئے اس کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لئے مغفرت تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ﴾ ❹ یعنی حاملان عرش اور اس کے قرب و جوار کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہتے ہیں اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت و علم سے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے پس تو انہیں بخش دے جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستے کے تابع ہیں انہیں عذاب جہنم سے بھی بچا لے۔ پھر فرمایا کہ جان لو اللہ غفور و رحیم ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ مشرکوں کے اعمال کی دیکھ بھال میں آپ کر رہا ہوں انہیں خود ہی پورا پورا بدلہ دوں گا۔ تیرا کام صرف انہیں آگاہ =

❶ ۲٦/ الشعرآء:۲۲۷۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۲؛ صحیح مسلم، ۳۳۳۳؛ موطا، ۱/ ۲۰۲؛ ابن حبان، ۳۸۔

❸ احمد ۲/ ۲۲۲ وسندہ ضعیف۔ ❹ ٤٠/ المؤمن:۷۔

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن کی وحی کی ہے اس لئے کہ تو مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کر دے اور جمع ہو چکنے دن سے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ڈرا دے۔ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک جہنم میں ہوگا۔[۷] اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی طریقے کا بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے۔ ظالموں کا حامی اور مددگار کوئی نہیں۔[۸]

= کر دینا ہے۔ تو کچھ ان پر داروغہ نہیں۔

مکہ مکرمہ کی فضیلت اور قیامت کا ذکر: [آیت: ۷-۸] یعنی جس طرح اے نبی آخر الزمان تم سے پہلے انبیا پر وحی الٰہی آتی رہی تم پر بھی یہ قرآن وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے یہ عربی زبان میں بہت واضح بالکل کھلا ہوا اور سلجھے ہوئے بیان والا ہے تاکہ تو شہر مکہ کے رہنے والوں کو اللہ کے احکام اور اللہ کے عذابوں سے آگاہ کر دے۔ نیز تمام اطراف عالم کے آس پاس سے مراد مشرق مغرب کی ہر سمت پر مکہ مکرمہ کو اُمُّ الْقُرىٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ تمام شہروں سے افضل و بہتر ہے اس کے دلائل بہت سارے ہیں جو اپنی اپنی جگہ مذکور ہیں۔ ہاں یہاں پر ایک دلیل جو مختصر بھی ہے اور صاف بھی ہے سن لیجئے۔ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ "حضرت عبداللہ بن عدی بن حمراء زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ کی زبان مبارک سے سنا آپ ﷺ مکہ مکرمہ کے بازار خزورہ میں کھڑے ہوئے فرما رہے تھے کہ اے مکہ! قسم ہے اللہ کی تو اللہ کی ساری زمین سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ افضل ہے اگر میں تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو قسم ہے اللہ کی ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔" ❶

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن صحیح فرماتے ہیں اور اس لئے کہ تو قیامت کے دن سے سب کو ڈرا دے جس دن تمام اول و آخر کے لوگ ایک میدان میں جمع ہوں گے۔ جس دن کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں۔ جس دن کچھ لوگ جنتی ہوں گے اور کچھ جہنمی یہ وہ دن ہوگا کہ جنتی نفع میں رہیں گے اور جہنمی گھاٹے میں۔

دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ﴾ ❷ یعنی ان واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ آخرت کا وہ دن ہے جس میں تمام لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے ہم تو اسے تھوڑی سی مدت معلوم کیلئے مؤخر کئے ہوئے ہیں اس دن کوئی شخص بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بات تک نہ کر سکے گا پھر ان میں سے بعض تو بدقسمت ہوں گے اور بعض خوش نصیب۔

مسند احمد میں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس ایک مرتبہ دو کتابیں دونوں ہاتھوں میں لے کر آئے اور ہم

---

❶ ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل مکۃ، ۳۹۲۵ وھو صحیح؛ ابن ماجہ، ۳۱۰۸؛ احمد، ۴/ ۳۰۵؛ ابن حبان، ۳۷۰۸۔ ❷ ۱۱/ ھود: ۱۰۳۔

سے پوچھا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا ہمیں تو خبر نہیں آپ فرمائیے۔ آپ نے اپنی داہنے ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ ربّ العالمین کی کتاب ہے جس میں جنتیوں کے نام ہیں مع ان کے والد کے اور ان کے قبیلے کے نام کے اور آخر میں حساب کر کے میزان لگا دی گئی ہے اب ان میں نہ ایک بڑھے نہ ایک گھٹے۔ پھر اپنے بائیں ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ دوزخیوں کے ناموں کا رجسٹر ہے ان کے نام ان کی ولدیت اور ان کی قوم سب اس میں لکھی ہوئی ہے پھر آخر میں میزان لگا دی گئی ہے۔ ان میں بھی کمی بیشی ناممکن ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا پھر ہمیں عمل کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ سب لکھا جا چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ٹھاک رہو۔ بھلائی کی نزدیکی لئے رہو۔ اہل جنت کا خاتمہ نیکیوں اور بھلے احوال پر ہی ہوگا۔ گو وہ کیسے ہی اعمال کرتا ہو۔ اور اہل نار کا خاتمہ جہنمی اعمال پر ہی ہوگا گو وہ کیسے ہی کاموں کا مرتکب رہا ہو۔ پھر آپ نے اپنی دونوں مٹھیاں بند کر لیں اور فرمایا تمہارا ربّ عزوجل بندوں کے فیصلوں سے فراغت حاصل کر چکا ہے۔ ایک فرقہ جنت میں ہے اور ایک جہنم میں اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے دائیں بائیں ہاتھوں سے اشارہ کیا۔ گویا کوئی چیز پھینک رہے ہیں۔'' ❶

یہ حدیث ترمذی اور نسائی میں ہے۔ بقول حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ یہی حدیث اور کتابوں میں بھی ہے۔

کسی میں یہ بھی ہے کہ تمام عدل ہی عدل ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی تمام اولاد ان میں سے نکالی اور چیونٹیوں کی طرح وہ میدان میں پھیل گئی تو اسے اپنی دونوں مٹھیوں میں لے لیا اور فرمایا ایک حصّہ نیکوں کا دوسرا بدوں کا۔

پھر انہیں پھیلا دیا دوبارہ انہیں سمیٹ لیا اور اسی طرح اپنی مٹھیوں میں لے کر فرمایا ایک حصّہ جنّتی اور دوسرا جہنمی۔ یہ روایت موقوف ہی ٹھیک ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ''حضرت ابوعبداللہ نامی صحابی بیمار تھے ہم لوگ ان کی بیمار پرسی کیلئے گئے دیکھا کہ رو رہے ہیں۔ تو کہا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی مونچھیں کم رکھا کرو یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔ اس پر صحابی نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے لیکن مجھے تو حدیث رلا رہی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی دائیں مٹھی میں مخلوق لی اور اسی طرح دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں بھی اور فرمایا یہ لوگ اس کیلئے ہیں یعنی جنت کیلئے اور یہ اس کیلئے ہیں یعنی جہنم کیلئے اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔'' پس مجھے خبر نہیں کہ اللہ کی کس مٹھی میں میں تھا۔ ❷

اس طرح کی اثبات تقدیر کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ پھر فرماتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو سب کو ایک ہی طریقے پر کر دیتا یعنی یا تو ہدایت پر یا گمراہی پر لیکن ربّ تعالیٰ نے ان میں تفاوت رکھا بعض کو حق کی ہدایت کی اور بعض کو اس سے بھلا دیا۔ اپنی حکمت کو وہی جانتا ہے۔ وہ جسے چاہے اپنی رحمت تلے کھڑا کر لے ظالموں کا حمایتی اور مددگار کوئی نہیں۔

ابن جریر میں ہے ''اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے ربّ تو نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا۔ پھر تو ان میں سے کچھ کو تو جنت میں لے جائیگا اور کچھ اوروں کو جہنم میں کیا اچھا ہوتا کہ سب ہی جنت میں جاتے۔ جناب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا==

---

❶ ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء ان اللّٰه کتب کتابا لأھل الجنة واھل النار، ۲۱۴۱ وسندہ حسن؛ السنن الکبریٰ، ۱۱۴۷۳؛ احمد، ۲/ ۱۶۷۔ ❷ احمد ۵/ ۶۸ وسندہ صحیح؛ کشف الاستار، ۲۱۴۲۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ وَ هُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی ۫ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۟ وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ۟ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ ؕ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۟ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۟

ع

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز بنا لئے ہیں۔ حقیقتاً تو اللہ ہی کارساز ہے۔ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔[۹] اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ یہی اللہ میرا پالنے والا ہے جس پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور جس کی طرف میں جھکتا ہوں۔[۱۰] وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنا دیئے ہیں اور چوپایوں کے جوڑے بنائے ہیں۔ تمہیں وہ اس میں پھیلا رہا ہے۔ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔[۱۱] وہ سنتا دیکھتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ہیں۔ جس کی چاہے روزی کشادہ کر دے اور تنگ کر دے۔ یقیناً وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔[۱۲]

== موسیٰ! اپنا پیرہن اونچا کرو۔ آپ نے اونچا کیا۔ پھر فرمایا اور اونچا کرو۔ آپ نے اور اونچا کیا۔ فرمایا اور اوپر کو اٹھاؤ۔ جواب دیا اے اللہ اب تو سارے جسم سے اونچا کر لیا بجز اس جگہ کے جس کے اوپر سے ہٹانے میں خیر نہیں۔ فرمایا پس اسی طرح میں بھی اپنی تمام مخلوق کو جنت میں داخل کروں گا بجز ان کے جو بالکل ہی خیر سے خالی ہیں۔“

حقیقی خالق اور معبود اللہ تعالیٰ ہی ہے: [آیت:۹۔۱۲] اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس مشرکانہ فعل کی قباحت بیان فرماتا ہے جو وہ اللہ کے ساتھ شریک کیا کرتے تھے اور دوسروں کی پرستش کرتے تھے اور بیان فرماتا ہے کہ سچا ولی اور حقیقی کارساز تو میں ہوں۔ مردوں کا جلانا میری صفت ہے۔ ہر چیز پر قابو اور قدرت رکھنا میرا وصف ہے۔ پھر میرے سوا اور کی عبادت کیسی؟ پھر فرماتا ہے جس کسی امر میں تم میں اختلاف رونما ہو جائے اس کا فیصلہ اللہ کی طرف لے جاؤ۔ یعنی تمام دینی اور دینوی اختلاف کے فیصلے کی چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مانو۔ جیسے فرمان عالی شان ہے ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ ❶ اگر تم میں کوئی جھگڑا ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا لے جاؤ پھر فرماتا ہے کہ وہ اللہ جو ہر چیز پر حاکم ہے وہی میرا رب ہے۔ میرا توکل اسی پر ہے اور میں اپنے تمام کام اسی پر سونپتا ہوں اور ہر وقت اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔ وہ آسمان وزمین اور اس کے درمیان کی کل مخلوق کا خالق ہے۔ اس کا احسان دیکھو کہ اس نے تمہاری ہی جنس اور تمہاری ہی شکل کے تمہارے جوڑے بنا دیئے۔ یعنی مرد وعورت اور چوپایوں کے بھی جوڑے پیدا کئے جو آٹھ ہیں۔ وہ اسی پیدائش میں تمہیں پیدا کرتا ہے۔ یعنی اسی صفت پر یعنی جوڑ جوڑ پیدا کرتا جا رہا ہے نسلیں کی نسلیں پھیلا دیں۔ قرنوں گزر گئے اور سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے ادھر انسانوں کا ادھر جانوروں کا۔ ==

❶ ٤/ النسآء:۵۹۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی شریعت مقرر کر دی ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو بذریعہ وحی کے ہم نے تیری طرف بھی بھیج دی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ جس چیز کی طرف تو انہیں بلا رہا ہے وہ تو ان مشرکین پر بڑی گراں گزرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا برگزیدہ بنالے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح راہ نمائی کرتا ہے۔[۱۳] ان لوگوں نے اپنے پاس علم آ جانے کے بعد ہی اختلاف کیا اور وہ بھی باہمی ضد بحث سے ہی۔ اور اگر تیرے رب کی بات ایک وقت مقرر تک کیلئے پہلے ہی سے قرار پا گئی ہوئی نہ ہوتی تو یقیناً ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے وہ بھی اس کی طرف سے شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔[۱۴]

= بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد رحم میں پیدا کرنا ہے۔ بعض کہتے ہیں پیٹ میں۔ بعض کہتے ہیں اسی طریق پر پھیلانا ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نسلیں پھیلانی مراد ہے۔

بعض کہتے ہیں یہاں فِیْهِ معنی میں بِهٖ کے ہے یعنی مرد اور عورت کے جوڑے سے نسل انسانی کو وہ پھیلا اور پیدا کر رہا ہے۔ حق یہ ہے کہ خالق جیسا کوئی اور نہیں۔ وہ فرد وصمد ہے۔ وہ بے نظیر ہے۔ وہ سمیع وبصیر ہے۔ آسمان وزمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھوں میں ہیں۔ سورۂ زمر میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ سارے عالم کا متصرف مالک حاکم وہی یکتا لاشریک ہے جسے چاہے کشادہ روزی دے۔ جس پر چاہے تنگی کر دے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ کسی حالت میں وہ کسی پر ظلم کرنے والا نہیں اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔

توحید تمام انبیا علیہم السلام کی مشترکہ دعوت: [آیت:۱۳-۱۴] اللہ تعالیٰ نے جو انعام اس امت پر کیا ہے اس کا ذکر یہاں فرماتا ہے کہ تمہارے لئے جو شرع مقرر کی ہے وہ وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دنیا کے سب سے پہلے پیغمبر اور دنیا کے سب سے آخری پیغمبر اور ان کے درمیان اولوالعزم پیغمبروں کی تھی۔

پس یہاں جن پانچ پیغمبروں کا ذکر ہوا ہے انہیں پانچ کا ذکر سورۂ احزاب میں بھی کیا گیا ہے فرمایا ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ﴾ ❶ وہ دین جو تمام انبیا کا مشترک طور پر ہے وہ اللہ واحد کی عبادت ہے۔ جیسے اللہ جل وعلا کا فرمان ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا =

❶ ۳۳/ الاحزاب:۷۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۵

ترجمہ: پس تو لوگوں کو اسی طرف بلاتارہ اور جو کچھ تجھ سے کہا گیا ہے اس پر مضبوطی سے جم جا اور ان کی خواہشوں پر نہ چل۔ اور کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میرا ان پر ایمان ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم میں انصاف کرتا رہوں۔ ہمارا اور تم سب کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ ہم تم میں کوئی گفتگو نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔[۱۵]

= ﴿مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝﴾ ❶ یعنی تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول آئے ہیں ان سب کی طرف ہم نے یہی وحی کی ہے کہ معبود میرے سوا کوئی نہیں۔ پس تم سب میری ہی عبادت کرتے رہو۔ حدیث میں ہے کہ انبیا علیہم السلام کی جماعت آپس میں علاتی بھائیوں کی طرح ہیں۔ ہم سب کا دین ایک ہی ہے۔ جیسے علاتی بھائیوں کا باپ ایک ہوتا ہے۔ ❷

الغرض احکام شرع میں گو جزوی اختلاف ہو لیکن اصولی طور پر دین ایک ہی ہے اور وہ توحید باری تعالیٰ عزاسمہ ہے۔ فرمان الٰہی ہے ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ ❸ تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے شریعت وراہ بنادی ہے۔ یہاں اس وحی کی تفصیل یوں بیان ہو رہی ہے کہ دین کو قائم رکھو۔ جماعت بندی کے ساتھ اتفاق سے رہو۔ اختلاف اور پھوٹ نہ کرو۔ پھر فرماتا ہے یہی توحید کی صدائیں ان مشرکوں کو ناگوار گزرتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے جو مستحق ہدایت ہوتا ہے وہ رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ اس کا ہاتھ تھام کر ہدایت کے راستے پر لا کھڑا کرتا ہے۔ اور جو از خود برے راستے کو اختیار کر لیتا ہے اور صاف راہ چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ماتھے پر ضلالت لکھ دیتا ہے جب ان کے پاس حق آ گیا۔ حجت ان پر قائم ہو چکی۔ اس وقت آپس کی ضد بحث کی بنا پر آپس میں مختلف ہوئے۔ اگر قیامت کا دن حساب کتاب جزا سزا کیلئے مقرر شدہ نہ ہوتا۔ تو ان کے ہر بدعمل کی سزا انھیں یہیں اسی وقت مل جایا کرتی۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ پچھلے جو پہلوں سے کتابیں پائے ہوئے ہیں یہ صرف تقلیدی طور پر مانتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مقلّد کا ایمان شک شبہ سے خالی نہیں ہوتا۔ انہیں خود یقین نہیں دلیل وحجت کی بنا پر ان کا ایمان نہیں۔ بلکہ یہ اپنے اگلوں کے جو حق کے جھٹلانے والے تھے مقلّد ہیں۔

دس مستقل کلمے: [آیت:۱۵] اس آیت میں ایک لطیفہ ہے جو قرآن کریم کی صرف ایک اور آیت میں پایا جاتا ہے باقی کسی اور آیت میں نہیں۔ وہ یہ کہ اس میں دس کلمے ہیں جو سب مستقل ہیں۔ الگ الگ ایک ایک کلمہ اپنی ذات میں ایک مستقل حکم ہے یہی بات دوسری آیت یعنی آیت الکرسی میں بھی ہے۔ پس

① پہلا حکم تو یہ ہوتا ہے کہ وحی تجھ پر نازل کی گئی ہے اور وہی وحی تجھ سے پہلے کے تمام انبیا پر آتی رہی ہے اور جو شرع تیرے لئے مقرر کی گئی ہے اور وہی تجھ سے اگلے تمام انبیا کرام کیلئے بھی مقرر کی گئی تھی۔ تو تمام لوگوں کو اس کی دعوت دے۔ ہر ایک کو اسی کی طرف =

❶ ۲۱/ الانبیآء:۲۵۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی ﴿واذکر فی الکتاب مریم......﴾ ۳۴۴۳؛ صحیح مسلم، ۲۳۶۵۔ ❸ ۵/ المآئدۃ:۴۸۔

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿١٦﴾ اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ ۗ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۗ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿١٨﴾

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں جھگڑے ڈالتے ہیں اس کے بعد کہ مخلوق اسے مان چکی ان کی کٹ حجتی اللہ کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب ہے اور ان کے لئے سخت مار ہے۔[١٦] اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے اور ترازو بھی اتاری ہے۔ اور تجھے کیا خبر شاید قیامت قریب ہی ہو۔[١٧] اس کی جلدی انہیں پڑی ہے جو اسے نہیں مانتے اور جو اس پر یقین رکھتے ہیں وہ تو اس سے لرزاں و ترساں ہیں انہیں اس کے حق ہونے کا پورا علم ہے۔ یاد رکھو جو لوگ قیامت کے معاملہ میں لڑ جھگڑ رہے ہیں وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔[١٨]

= بلا اور اس کے منوانے اور پھیلانے کی کوشش میں لگا رہ۔

② اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و وحدانیت پر تو آپ استقامت کر اور اپنے ماننے والوں سے استقامت کرا۔

③ مشرکین نے جو کچھ اختلاف کر رکھے ہیں جو تکذیب و افترا ان کا شیوہ ہے جو عبادت غیر اللہ ان کی عادت ہے۔ خبردار تو ہرگز ہرگز ان کی خواہشوں اور ان کی چاہتوں میں نہ آنا ان کی ایک بھی نہ ماننا۔

④ اور علی الاعلان اپنے اس عقیدے کی تبلیغ کر کہ اللہ کی نازل کردہ تمام کتابوں پر میرا ایمان ہے۔ میرا یہ کام نہیں کہ ایک کو مانوں اور دوسری سے انکار کروں ایک کو لوں اور ایک کو چھوڑوں۔

⑤ میں تم میں وہی احکام جاری کرنا چاہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس پہنچائے گئے ہیں اور جو سراسر عدل اور یکسر انصاف پر مبنی ہیں۔

⑥ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہمارا تمہارا معبود برحق وہی ہے اور وہی سب کا پالنہار ہے۔ گو کوئی اپنی خوشی سے اس کے سامنے نہ جھکے لیکن دراصل ہر شخص بلکہ ہر چیز اس کے آگے جھکی ہوئی ہے اور سجدے میں پڑی ہوئی ہے۔

⑦ ہمارے عمل ہمارے ساتھ تمہاری کرنی تمہیں بھرنی۔ ہم تم میں کوئی تعلق نہیں۔ جیسے اور آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے اگر تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ تم میرے اعمال سے بری اور میں تمہارے اعمال سے بری اور میں تمہارے اعمال سے بیزار۔

⑧ ہم تم میں کوئی خصومت اور جھگڑا نہیں کسی بحث مباحثے کی ضرورت نہیں۔ حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حکم تو مکہ میں تھا لیکن مدینہ میں جہاد کے احکام اترے ممکن ہے ایسا ہی ہو کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے اور جہاد کی آیتیں ہجرت کے بعد کی ہیں۔

⑨ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا جیسے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا﴾ ❶ یعنی تو کہہ دے کہ ہمیں

❶ ٣٤/ سبا:٢٦۔

ہمارا رب جمع کرے گا پھر ہم میں حق کے ساتھ فیصلے کرے گا۔ اور وہی فیصلے کرنے والا اور علم والا ہے۔

⑩ پھر فرماتا ہے لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے۔

مسلمان قیامت سے خوف زدہ رہتا ہے: [آیت:۱۶۔۱۸] اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو ایمان داروں سے فضول حجتیں کیا کرتے ہیں۔ انہیں راہ ہدایت سے بہکانا چاہتے ہیں۔ اور دین اللہ میں جھگڑے نکالتے ہیں۔ ان کی حجت باطل ہے ان پر پروردگار غضبناک ہے اور انہیں قیامت کے روز سخت ناقابل برداشت مار ماری جائے گی۔ ان کی طمع پوری ہونی یعنی مسلمانوں میں پھر دوبارہ جاہلیت کی خو بو آنی محال ہے۔ ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ کا بھی جادو نہیں چلنے دے گا۔ ناممکن ہے کہ مسلمان ان کے موجودہ دین کو اپنے سچے سچے اصلی اور بے ملونی کے دین پر ترجیح دیں اور اس دین کو لیں جس میں جھوٹ ملا ہوا ہے جو محرف و مبدل ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور عدل وانصاف اتارا۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ❶ یعنی ہم نے اپنے رسولوں کو ظاہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ہمراہ کتاب اور میزان اتارا تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا﴾ ❷ یعنی آسمان کو اسی نے اونچا کیا اور ترازو کو اسی نے رکھا تا کہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کو مت گھٹاؤ۔ پھر فرماتا ہے کہ تو نہیں جان سکتا کہ قیامت بالکل قریب ہے۔ اس میں خوف اور لالچ دونوں ہی ہیں۔ اور اس میں دنیا سے بے رغبت کرنا بھی مقصود ہے۔ پھر فرمایا اس کے منکر تو جلدی مچا رہے ہیں کہ قیامت کیوں نہیں آتی؟ وہ کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو قیامت قائم کر دو کیونکہ ان کے نزدیک قیامت کا ہونا محال ہے۔ لیکن ان کے برخلاف ایماندار اس سے کانپ رہے ہیں۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ روز جزا کا آنا ضروری اور حتمی ہے یہ اس سے ڈر کر وہ اعمال بجا لا رہے ہیں جو انہیں اس روز کام دیں۔ ایک بالکل صحیح حدیث میں ہے جو تقریباً تواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی ہے کہ ''ایک شخص نے بلند آواز سے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ یہ واقعہ سفر کا ہے وہ حضور ﷺ سے کچھ دور تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں ہاں وہ یقیناً آنے والی ہے تو بتا کہ تو نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟'' اس نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تو ان کے ساتھ ہوگا جن سے تو محبت رکھتا ہے۔'' ❸ اور حدیث میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ''ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا تھا۔'' ❹ یہ حدیث یقیناً متواتر ہے۔ الغرض حضور نے اس سوال کے جواب میں قیامت کے وقت کی تعیین نہیں کی۔ بلکہ سائل کو اس دن کے لئے تیاری کرنے کو فرمایا۔ پس قیامت کے آنے کے وقت کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ قیامت کے آنے میں جو لوگ جھگڑ رہے ہیں اور اس کے منکر ہیں اسے محال جانتے ہیں وہ نرے جاہل ہیں۔ سچی سمجھ صحیح عقل سے دور پڑے ہوئے ہیں۔ سیدھے راستے سے بھٹک کر بہت دور نکل گئے ہیں۔ تعجب ہے کہ زمین و آسمان کا ابتدائی خالق اللہ تعالیٰ کو مانیں اور انسان کو مار ڈالنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینے پر اسے قادر نہ جانیں جس نے بغیر کسی نمونے کے اور بغیر کسی جز کے ابتداءً اسے پیدا کر دیا تو دوبارہ جب کہ اس کے اجزا بھی کسی نہ کسی صورت میں کچھ نہ کچھ موجود ہیں اسے پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہے۔ بلکہ عقل سلیم بھی تسلیم کرتی ہے کہ اب تو اور بھی آسان ہے۔

---

❶ ۵۷/ الحدید:۲۵۔ ❷ ۵۵/ الرحمٰن:۷۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب علامة الحب فی اللّٰه ...... ۶۱۷۱؛ صحیح مسلم، ۲۶۳۹؛ ترمذی، ۳۵۳۶؛ مسند الطیالسی، ۱۱۶۷؛ ابن حبان، ۵۶۲۔

❹ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۶۱۷۰؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من احب، ۲۶۴۱۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑے ہی لطف کرنے والا ہے جسے چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے۔ وہ بڑی طاقت اور بڑے غلبہ والا ہے۔[۱۹] جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس کی کھیتی میں اور ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتا ہو ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے۔ ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔[۲۰] کیا ان لوگوں نے ایسے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں' جنھوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔ اگر فیصلے کے دن کا وعدہ نہ ہوتا تو (ابھی ہی) ان میں فیصلہ کر دیا جاتا۔ یقیناً ان ظالموں کے لئے ہی دردناک عذاب ہیں۔[۲۱] تو دیکھے گا کہ یہ ظالم اپنے اعمال سے ڈر رہے ہوں گے جو یقیناً ان پر واقع ہونے والے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے وہ بہشتوں کے باغات میں ہوں گے۔ وہ جو چاہت کریں اپنے رب کے پاس موجود پائیں گے یہی ہے بڑا فضل۔[۲۲]

تمام مخلوقات کا رازق اللہ تعالیٰ ہے: [آیت:۱۹۔۲۲] اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ ایک کو دوسرے کے ہاتھ روزی پہنچا رہا ہے۔ ایک بھی نہیں جسے اللہ تعالیٰ بھول جائے نیک بد ہر ایک اس کے ہاں کا وظیفہ خوار ہے جیسے فرمایا ﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ ❶ زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کی روزیوں کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ ہر ایک کی رہنے سہنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے اور سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا بھی ہے وہ جس کے لئے چاہتا ہے کشادہ روزی مقرر کرتا ہے وہ طاقتور غالب ہے جسے کوئی چیز مغلوب نہیں کر سکتی۔ پھر فرماتا ہے جو آخرت کے اعمال کی طرف توجہ کرتا ہے ہم خود اس کی مدد کرتے ہیں۔ اسے قوت طاقت دیتے ہیں۔ اس کی نیکیاں بڑھاتے رہتے ہیں۔ کسی نیکی کو دس گنی کر دیتے ہیں۔ کسی کو سات سو گنی کسی کو اس سے بھی زیادہ۔ الغرض آخرت کی چاہت جس دل میں ہوتی ہے۔ اس شخص کو نیک اعمال کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمائی جاتی ہے اور جس کی تمام کوشش دنیا حاصل کرنے کی ہوتی ہے آخرت کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی تو وہ دونوں جہان سے محروم رہتا ہے۔ دنیا کا ملنا اللہ تعالیٰ کے ارادے پر موقوف ہے ممکن ہے وہ ہزاروں جتن کرے اور دنیا سے بھی محروم رہ جائے۔ بدنیتی کے باعث عقبیٰ تو برباد کر ہی چکا تھا دنیا بھی نہ ملی تو دونوں جہان سے گیا گزرا۔ اور اگر تھوڑی سی دنیا مل بھی گئی تو کیا۔

دنیا کا طالب اور آخرت کو چاہنے والا: چنانچہ دوسری آیت میں اس مضمون کو مقید بیان کیا گیا ہے فرمان ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ

❶ ۱۱/ ہود:۶۔

الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ﴾ ❶ یعنی جو شخص دنیا طلب ہوگا ایسوں میں سے ہم جسے چاہیں اور جتنا چاہیں دے دیں گے پھر اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے جس میں وہ بدحال اور راندہ درگاہ ہو کر داخل ہوگا اور جو آخرت کی طلب کرے گا اور اس کے لئے جو کوشش کرنی چاہیے کرے گا اور ہوگا بھی وہ باایمان تو ناممکن ہے کہ ایسوں کی کوشش کی قدردانی نہ کی جائے۔ دنیوی بخشش وعطا تو عام ہے اس سے ان کی سب کی امداد ہم کیا کرتے ہیں اور تیرے ربّ کی یہ دنیوی عطا کسی پر بند نہیں۔ خود دیکھ لو کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دے رکھی ہے۔ یقین مان لو کہ درجوں کے اعتبار سے بھی اور فضیلت کی حیثیت سے بھی آخرت بہت بڑی ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ''اس اُمت کو برتری اور بلندی کی نصرت اور سلطنت کی خوشخبری ہو۔ ان میں سے جو شخص دینی عمل دنیا کے لئے کرے گا۔ اسے آخرت میں کوئی حصّہ نہ ملے گا۔'' ❷ پھر فرماتا ہے کہ یہ مشرکین دین اللہ تعالیٰ کی تو پیروی کرتے نہیں بلکہ جن شیاطین اور انسانوں کو انہوں نے اپنا بڑا سمجھ رکھا ہے۔ یہ جو احکام انہیں بتاتے ہیں یہ انہی احکام کے مجموعے کو دین سمجھتے ہیں۔ حلال و حرام اپنے ان بڑوں کے کہنے پر سمجھتے ہیں عبادتوں کے طریقے انہیں کے ایجاد کردہ ہیں جو یہ برت رہے ہیں۔ اسی طرح مال کے احکام بھی از خود تراشیدہ ہیں جنھیں شرعی سمجھ بیٹھے ہیں۔ چنانچہ جاہلیت میں بعض جانوروں کو انہوں نے از خود حرام کر لیا تھا۔ مثلاً وہ جانور جس کا کان چیر کر اپنے معبودان باطل کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ اور داغ دے کر سانڈ چھوڑ دیتے تھے اور مادہ بچے کو حمل کی صورت میں ہی ان کے نام کر دیتے تھے۔ جس اونٹ سے دس بچے حاصل کر لیں اسے ان کے نام چھوڑ دیتے تھے پھر انہیں ان کی تعظیم کے خیال سے اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔ اور بعض چیزوں کو حلال کر لیا تھا جیسے مردار اور خون اور جوا۔ صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں'' میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے غیر اللہ کے نام پر جانوروں کا چھوڑنا بتلایا۔'' ❸ یہ شخص خزاعہ کے بادشاہوں میں سے ایک تھا۔ اسی نے سب سے پہلے ان کاموں کی ایجاد کی تھی جو جاہلیت کے عربوں میں مروج تھے۔ اسی نے قریشیوں کو بت پرستی میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی پھٹکار نازل فرمائے۔ فرماتا ہے کہ اگر میری یہ بات پہلے ہی سے میرے ہاں طے شدہ نہ ہوتی کہ میں گنہگاروں کو قیامت کے آنے تک ڈھیل دوں گا' تو میں آج ہی ان کفار کو اپنے عذاب میں دھر گھسیٹتا۔ اب انہیں قیامت کے دن جہنم کے المناک اور بڑے سخت عذاب ہوں گے۔ میدان قیامت میں تم دیکھو گے کہ یہ ظالم لوگ اپنے کرتوتوں سے لرزاں و ترساں ہوں گے۔ مارے خوف کے ترساں ہوں گے لیکن آج کوئی چیز نہ ہوگی جو انہیں بچا سکے۔ آج تو یہ اعمال کا مزہ چکھ کر ہی رہیں گے۔ ان کے بالکل برعکس ایماندار نیکوکار لوگوں کا حال ہوگا کہ وہ امن چین سے جنتوں کے باغات میں مزے کر رہے ہوں گے۔ ان کی ذلت، رسوائی، ڈر، خوف، ان کی عزت بڑائی، امن چین کو خیال کر لو۔ وہ طرح طرح کی مصیبتوں تکلیفوں میں ہوں گے۔ یہ طرح طرح کی راحتوں اور لذتوں میں ہوں گے عمدہ بہترین غذائیں بہترین لباس بہترین مکانات بہترین بیویاں اور بہترین ساز و سامان انہیں ملے ہوں گے جن کا دیکھنا سننا تو کہاں کسی انسان کے ذہن اور تصور میں بھی یہ چیزیں نہیں آسکتیں۔ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنتیوں کے سروں پر ابر آئے گا اور انہیں ندا ہوگی کہ بتلاؤ کس چیز کا برسنا چاہتے ہو؟ پس جو لوگ جس چیز کا برسانا چاہیں گے وہی چیز ان پر اس بادل سے برسے گی۔ یہاں تک کہ کہیں گے ہم پر ابھرے ہوئے سینے والی ہم عمر عورتیں برسائی جائیں۔ چنانچہ وہی برسیں گی۔ اسی لئے فرمایا کہ فضل کبیر یعنی زبردست کامیابی کامل نعمت یہی ہے۔

❶ ۱۷/ بنی اسرآئیل:۱۸۔ ❷ احمد، ٥/ ١٣٤ح ٢١٢٢٣ وسنده حسن؛ ابن حبان، ٤٠٥؛ حاکم، ٤/ ٣١١؛ شعب الایمان، ٦٨٣٤؛ دلائل النبوة، ٦/ ٣١٧؛ شرح السنة، ٤١٤٥۔

❸ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قصة خزاعة، ٣٥٢١؛ صحیح مسلم، ٢٨٥٦۔

ترجمہ: یہی وہ ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے۔ اور سنت کے مطابق عمل کئے۔ تو کہدے کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتہ داری کی۔ جو شخص کوئی نیکی کرے ہم اس کیلئے اس کی نیکی میں اور حسن بڑھا دیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت قدر دان ہے۔[۲۳] کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ پر جھوٹ افترا کر لیا ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تیرے دل پر مہر لگا دے۔ اللہ تعالیٰ اپنی باتوں سے جھوٹ کو مٹا دیتا ہے اور سچ کو ثابت رکھتا ہے۔ وہ سینے کی باتوں کو جاننے والا ہے۔[۲۴]

قرابت داری کا مفہوم: [آیت:۲۳-۲۴] اوپر کی آیتوں میں جنت کی نعمتوں کا ذکر کر کے بیان فرما رہا ہے کہ ایماندار نیک کار بندوں کو اس کی بشارت ہو۔ پھر اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ قریش کے ان مشرکین سے کہہ دو کہ اس تبلیغ پر اور اس تمہاری خیر خواہی پر میں تم سے کچھ طلب تو نہیں کر رہا۔ تمہاری بھلائی تو ایک طرف رہی تم اگر اپنی برائی سے ہی ٹل جاؤ اور مجھے رب کی رسالت پہنچانے دو اور قرابت داری کے رشتے کو سامنے رکھ کر میری ایذا رسانی سے ہی رک جاؤ تو یہی بہت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس سے مراد قرابت آل محمد ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا تم نے عجلت سے کام لیا۔ سنو قریش کے جس قدر قبیلے تھے سب کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری تھی تو مطلب یہ ہے کہ تم اس رشتے داری کا لحاظ رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے۔“ ❶

حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت قتادہ، حضرت سدی، حضرت ابو مالک، حضرت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ بھی اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش سے کہا کہ میں تم سے اس کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ تم اس قرابت داری کا خیال رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے۔ اس میری قرابت کا حق جو تم پر ہے وہ ادا کرو۔“ ❷

مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میں نے تمہیں جو دلیلیں دی ہیں جس ہدایت کا راستہ بتلایا ہے اس پر کوئی اجر تم سے نہیں چاہتا۔ سوائے اس کے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چاہنے لگو اور اس کی اطاعت کی وجہ سے قرب اور نزدیکی حاصل کر لو۔“ ❸ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ تو یہ دوسرا قول ہوا۔ پہلا قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی رشتہ داری کو یاد دلانا۔ دوسرا قول آپ کی یہ طلب کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کر لیں۔ تیسرا قول جو حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الشوریٰ، باب قولہ ﴿الا المودة فی القربی﴾ ٤٨١٨۔
❷ المعجم الأوسط ٣٣٤٧ وسندہ ضعیف، خصیف الجزری ضعیف وفیہ علة اخریٰ۔
❸ احمد، ١/ ٢٦٨ وسندہ ضعیف، قزعہ بن سوید ضعیف کما فی التقریب وغیرہ، حاکم ٢/ ٤٤٤ (المیزان ٣/ ٣٨٩، رقم: ٦٨٩٤)

گزرا کہ تم میری قرابت کے ساتھ احسان اور نیکی کرو۔ ابوالدیلم کا بیان ہے کہ جب حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کو قید کر کے لایا گیا اور دمشق کے بالا خانے میں رکھا گیا تو ایک شامی نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں قتل کرایا اور تمہارا ناس کرا دیا اور فتنہ کی ترقی کو روک دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کیا تو نے قرآن بھی پڑھا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایا اس میں حٰم والی سورتیں بھی پڑھی ہیں؟ اس نے کہا واہ سارا قرآن پڑھ لیا اور حٰم والی سورتیں نہیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا پھر کیا ان میں اس آیت کی تلاوت تو نے نہیں کی ﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ یعنی میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر محبت قرابت کی۔ اس نے کہا پھر کیا تم وہ ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا مراد قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ انصار رضی اللہ عنہم نے اپنی خدمات اسلام گنوائیں گویا فخر کے طور پر۔ اس پر ابن عباس یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم تم سے افضل ہیں۔ جب یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مجلس میں آئے اور فرمایا ''انصاریو! کیا تم ذلت کی حالت میں نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمہیں میری وجہ سے عزت بخشی انہوں نے کہا بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔ فرمایا کیا تم گمراہ نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت کی؟ انہوں نے کہا ہاں بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر فرمایا اب تم مجھے کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے کہا کیا کہیں؟ فرمایا کیوں نہیں کہتے کہ کیا تیری قوم نے تجھے نکال نہیں دیا تھا؟ اس وقت ہم نے تجھے پناہ دی۔ کیا انھوں نے تجھے جھٹلایا نہ تھا۔ اس وقت ہم نے تیری تصدیق کی۔ کیا انھوں نے تجھے پست کرنا نہیں چاہا تھا اس وقت ہم نے تیری مدد کی؟ اسی طرح کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھی بہت سی باتیں کہیں یہاں تک کہ انصار رضی اللہ عنہم اپنے گھٹنوں پر جھک پڑے اور انہوں نے کہا حضور ہماری اولادیں اور جو کچھ ہمارے پاس ہے سب اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کے لئے ہے۔''

پھر یہ آیت ﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ﴾ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم میں بھی اسی کے قریب ضعیف سند سے مروی ہے۔ بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے ❶ اس میں ہے کہ یہ واقعہ حنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت پیش آیا تھا اور اس میں آیت کے اترنے کا بھی ذکر نہیں اور اس آیت کو مدینہ میں نازل شدہ ماننے میں بھی قدرے تامل ہے اس لئے کہ یہ سورۂ مکیہ ہے۔ پھر جو واقعہ حدیث میں مذکور ہے اس واقعہ میں اور اس آیت میں کچھ ایسی زیادہ ظاہر مناسبت بھی نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا اس آیت سے کون لوگ مراد ہیں؟ جن کی محبت رکھنے کا ہمیں حکم باری ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد۔ ❷ لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور اس کا راوی مبہم ہے جو معروف نہیں۔ پھر اس کا استاد ایک شیعہ ہے جو بالکل ثقاہت سے گرا ہوا ہے اس کا نام حسین اشقر ہے اس جیسی حدیث بھلا ان کی روایت سے کیسے مان لی جائی گی؟ پھر مدینے میں آیت کا نازل ہونا مستبعد ہے۔ حق یہ ہے کہ آیت مکیہ ہے اور مکہ مکرمہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد ہی نہ ہوا تھا اولاد کیسی؟ آپ کا عقد تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ بدر کے بعد سنہ ۲ھ میں ہوا۔ صحیح تفسیر اس کی وہی ہے جو حبر الامۃ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے جو بحوالہ بخاری پہلے گزر چکی۔ ہم اہل بیت کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے منکر نہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ ان کے ساتھ احسان وسلوک اور ان کا اکرام واحترام ضروری چیز ہے۔ روئے زمین پر ان سے زیادہ پاک اور صاف ستھرا گھرانا اور نہیں۔ حسب ونسب میں اور فخر ومباہات میں بلاشک یہ سب سے اعلیٰ ہیں۔ بالخصوص ان میں سے وہ جو متبع سنت نبی ہوں جیسے کہ اسلاف کی روش تھی یعنی حضرت عباس اور آل عباس اور حضرت علی اور آل

---

❶ الطبری وسندہ ضعیف اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف الحدیث ہے جب کہ اس معنی کی روایت صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف، ۴۳۳۰؛ صحیح مسلم، ۱۰۶۱ میں ہے۔ ❷ طبرانی، ۱۲۳۸۴ وسندہ ضعیف جداً۔

علی کی (رضی اللہ عنہم)۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا ہے میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب اللہ اور میری عترت اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گے جب تک کہ حوض پر میرے پاس نہ آ جائیں۔ ❶

مسند احمد میں ہے ''کہ ایک مرتبہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ قریشی جب آپس میں ملتے ہیں تو بڑی خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ لیکن ہم سے ہنسی خوشی کے ساتھ نہیں ملتے۔ یہ سن کر آپ ﷺ بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمانے لگے اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول کی وجہ سے تم سے محبت نہ رکھے۔'' ❷

اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا قریشی باتیں کرتے ہوتے ہیں ہمیں دیکھ کر چپ ہو جاتے ہیں۔ اسے سن کر مارے غصہ کے آپ ﷺ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور فرمایا واللہ! کسی مسلمان کے دل میں ایمان جاگزیں نہیں ہوگا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور میری قرابت داری کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔'' ❸ صحیح بخاری میں ہے کہ ''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! حضور کا لحاظ حضور ﷺ کے اہل بیت میں رکھو۔'' ❹ ایک اور صحیح روایت میں ہے کہ ''آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے سلوک سے بھی پیارا ہے۔'' ❺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''واللہ! تمہارا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام لانے سے بھی زیادہ اچھا لگا۔ اس لئے کہ تمہارا اسلام حضور ﷺ کو خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا۔'' ❻ پس اسلام کے ان دو چمکتے ستاروں کا مسلمانوں کے ان دونوں سیدوں کا جو معاملہ آل رسول اور اقربا پیغمبر کے ساتھ تھا وہی عزت و محبت کا معاملہ مسلمانوں کو آپ ﷺ کے اہل بیت اور قرابت داروں سے رکھنا چاہیے۔ کیونکہ نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام دنیا سے افضل یہی دونوں بزرگ خلیفہ رسول تھے۔ پس مسلمانوں کو ان کی پیروی کر کے حضور ﷺ کے اہل بیت اور کنبے قبیلے کے ساتھ حسن عقیدت سے پیش آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں خلیفہ سے اور اہل بیت سے اور حضور ﷺ کے کل صحابہ رضی اللہ عنہم سے خوش ہو جائے اور سب کو اپنی رضامندی میں لے لے۔

صحیح مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ ''یزید بن حیان اور حصین بن میسرہ اور عمر بن مسلم' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت حصین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے حضرت! آپ کو تو بڑی بڑی خیر و برکت مل گئی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔ حق تو یہ ہے کہ بڑی بڑی فضیلتیں آپ نے سمیٹ لیں۔ اچھا اب کوئی حدیث ہمیں بھی تو

---

❶ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ۲٤۰۸ بتصرفِ یسیر؛ ترمذی، ۳۷۸۸۔

❷ ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی فضل عم النبی ﷺ، ۳۷۵۸؛ احمد، ۱/ ۲۰۷؛ حاکم، ۳/ ۳۳۳؛ تاریخ المدینہ: ۲/ ٦۳۹؛ دلائل النبوة، ۱/ ۱٦۷ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف و مدلس راوی ہے۔ (المیزان، ٤/ ٤۲۳، رقم: ۹٦۹۵)

❸ احمد، ۱/ ۲۰۷، ۲۰۸ وسندہ ضعیف اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے۔ ❹ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب قرابة رسول اللہ ﷺ ۳۷۱۳۔ ❺ صحیح بخاری، حوالہ سابق ۳۷۱۲؛ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، قول النبی ﷺ ((لا نورث ما ترکنا فهو صدقة)) ۱۷۰۹۔

❻ ابن اسحاق فی السیرة (سیرة ابن هشام، ٤/ ٤۵) وسندہ ضعیف، الزهری عنعن۔

سنایئے۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بھتیجے سنو! میری عمراب بڑی ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کو عرصہ گزر چکا بعض چیزیں ذہن میں محفوظ بھی نہیں رہیں۔ اب تو یہی رکھو جو از خود سنا دوں اسے مان لیا کرو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو کہ تکلف سے بیان کرنا پڑے۔

اہل بیت کی فضیلت: پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مکے اور مدینے کے درمیان پانی کی جگہ کے پاس جسے خم کہا جاتا تھا' کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خطبہ سنایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی وعظ و پند کیا۔ پھر فرمایا: ''لوگو! میں ایک انسان ہوں کیا عجب کہ ابھی ابھی میرے پاس قاصد اللہ تعالیٰ پہنچ جائے اور میں اس کی مان لوں۔ سنو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ ایک تو کتاب اللہ جس میں نور و ہدایت ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوط تھام لو اور اس پر چنگل مارے رہو۔ پس اس کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تاکیدیں کیں۔ پھر فرمایا: میری اہل بیت میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں' یہ سن کر حصین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے زید! آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں اہل بیت میں داخل نہیں؟ فرمایا بے شک آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہل بیت میں ہیں لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدقہ حرام ہے پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا آل علی' آل عقیل' آل جعفر' آل عباس' پوچھا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا ہاں۔'' ❶

ترمذی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط تھامے رہو تو بھکو گے نہیں۔ ایک دوسری سے زیادہ عظمت والی ہے۔ کتاب اللہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لٹکائی ہوئی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک آئی ہے اور دوسری چیز میری عترت میری اہل بیت ہے اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں۔ پس دیکھ لو کہ میرے بعد کس طرح ان میں میری جانشینی کرتے ہو؟'' ❷ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ صرف ترمذی ہی میں یہ روایت ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ترمذی میں ہے کہ عرفے والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر جسے قصواء کہا جاتا تھا خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا ''لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم اسے لئے رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت۔'' ❸ ترمذی کی اور روایت میں ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو مدنظر رکھ کر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میری اہل بیت سے محبت رکھو۔ ❹ یہ حدیث اوراوپر کی حدیث حسن غریب ہے۔ اس مضمون کی اوراحادیث ہم نے ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾ ❺ کی تفسیر میں وارد کردی ہیں۔ یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

ایک ضعیف حدیث مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا تھامے ہوئے فرمایا لوگو! جو مجھے جانتے ہیں وہ تو جانتے ہی ہیں جو نہیں پہچانتے وہ اب پہچان لیں کہ میرا نام ابوذر ہے۔ سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال مثل نوح علیہ السلام کی کشتی کے ہے۔ اس میں جو چلا گیا اس نے نجات پالی اور جو اس میں داخل نہ ہوا=

❶ احمد: ٤/ ٣٦٦؛ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل على بن ابى طالب رضي الله عنه، ٢٤٠٨۔

❷ ترمذی، كتاب المناقب، باب فی مناقب اهل بيت النبی صلی الله عليه وسلم، ٣٧٨٨ وهو صحيح۔

❸ ترمذی، كتاب المناقب، باب فی مناقب اهل بيت النبی صلی الله عليه وسلم، ٣٧٨٦ وهو صحيح۔

❹ ترمذی، حواله سابق ٣٧٨٩ وسنده حسن۔

❺ ٣٣/ الاحزاب: ٣٣۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو سب جانتا ہے۔[۲۵] ایمان والوں اور نیک کار لوگوں کی سنتا ہے۔ اور انہیں اپنے فضل سے اور زیادتی عطا فرماتا ہے۔ اور کفار کے لئے سخت مار ہے۔[۲۶] اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کی روزی فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کر دیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔ وہ اپنے بندوں سے پورا خبردار ہے اور خوب دیکھنے والا ہے۔[۲۷] وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے۔ وہی ہے کارساز اور قابل حمد و ثنا۔[۲۸]

= ہلاک ہوا۔ ❶ پھر فرماتا ہے جو نیک عمل کرے ہم اس کا ثواب اور بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں فرمایا اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا۔ اگر نیکی ہو تو اور بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ نیکی کا ثواب اس کے بعد نیکی ہے اور برائی کا بدلہ اس کے بعد برائی ہے۔ پھر فرمان ہوا کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشنے والا ہے اور نیکیوں کی قدردانی کرنے والا ہے۔ انہیں بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ جاہل کفار جو کہتے ہیں کہ قرآن تو نے گھڑ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام لگا دیا ہے ایسا نہیں۔ اگر ہوتا تو اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مہر لگا دیتا اور تجھے کچھ یاد نہ رہتا جیسے فرمان ہے ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا﴾ ❷ یعنی اگر رسول ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ان کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی انہیں اس سزا سے نہ بچا سکتا۔ یعنی یہ اگر ہمارے کلام میں کچھ بھی زیادتی کرتے تو ایسا انتقام لیتے کہ دنیا کی کوئی ہستی اسے نہ بچا سکتی۔ اس کے بعد کا جملہ يَمْحُ اللّٰهُ...... يَخْتِمْ پر معطوف نہیں بلکہ یہ مبتدا ہے اور مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے ﴿يَخْتِمْ﴾ پر عطف نہیں جو مجزوم ہو۔ واو کا کتابت میں نہ آنا یہ صرف امام کے رسم خط کی موافقت کی وجہ سے ہے جیسے ﴿سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝﴾ ❸ میں واو لکھنے میں نہیں آئی اور ﴿يَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ﴾ ❹ میں واو نہیں لکھی گئی۔ ہاں اس کے بعد کے جملے ﴿وَيُحِقُّ الْحَقَّ﴾ کا عطف ﴿يَمْحُ اللّٰهُ﴾ پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ حق کو واضح اور مبین کر دیتا ہے اپنے کلمات سے یعنی دلائل بیان فرما کر حجت پیش کر کے وہ خوب دانا بینا ہے۔ دلوں کے راز سینوں کے بھید اس پر کھلے ہوئے ہیں۔

---

❶ حاکم: ۲/ ۳۴۳ وسندہ ضعیف۔

❷ ۶۹/ الحاقۃ:۴۴۔

❸ ۹۶/ العلق:۱۷۔

❹ ۱۷/ بنی اسرآئیل:۱۱۔

سچی توبہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے: [آیت: ۲۵۔۲۸] اللہ تعالیٰ اپنا احسان اور اپنا کرم بیان فرماتا ہے کہ وہ اپنے غلاموں پر اس قدر مہربان ہے کہ بد سے بد گنہگار بھی جب اپنی بدکرداری سے باز آئے اور خلوص کے ساتھ اس کے سامنے جھکے اور سچے دل سے توبہ کرے تو وہ اپنے کرم ورحم سے اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اور اپنا فضل اس کے شامل حال کر دیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ﴾ ❶ جو شخص بدعملی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو غفور ورحیم پائے گا۔

صحیح مسلم میں ہے ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی اونٹنی جنگل بیابان میں گم ہوگئی ہو جس پر اس کا کھانا پینا بھی ہو یہ اس کی جستجو کر کے عاجز آ کر درخت تلے پڑ رہا اور اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا اونٹنی سے بالکل مایوس ہو گیا کہ یکا یک وہ دیکھتا ہے کہ اُونٹنی اس کے پاس ہی کھڑی ہے یہ فوراً ہی اُٹھ بیٹھتا ہے اس کی نکیل تھام لیتا ہے اور اس قدر خوش ہوتا ہے کہ بے تحاشا اس کی زبان سے نکل جاتا ہے کہ یا اللہ بے شک تو میرا غلام ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ وہ اپنی خوشی کی وجہ سے خطا کر جاتا ہے۔'' ❷ ایک مختصر حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس کو بھی نہیں ہوتی جو ایسی جگہ میں ہو جہاں پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہو اور وہیں اس کی سواری کا جانور گم ہو گیا ہو جو اسے دفعتاً مل جائے۔'' ❸ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص ایک عورت سے برا کام کرتا ہے پھر اس سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نکاح میں کوئی حرج نہیں پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ❹ توبہ تو مستقبل کے لئے قبول ہوتی ہے اور برائیاں گزشتہ معاف کر دی جاتی ہیں۔ تمہارے ہر قول وفعل اور ہر عمل کا اسے علم ہے۔ باوجود اس کے کہ جھکنے والے کی طرف مائل ہوتا ہے اور قبول فرما لیتا ہے۔ وہ ایمان والوں اور نیک کاروں کی دُعا قبول فرماتا ہے وہ خواہ اپنے لئے دُعا کریں خواہ دُوسروں کے لئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک شام میں خطبہ پڑھتے ہوئے اپنے مجاہد ساتھیوں سے فرماتے ہیں ''تم ایماندار ہو اور جنتی ہو اور مجھے اُمید ہے کہ یہ رُومی اور فارسی جنہیں تم قید کرلاتے ہو۔ کیا عجب کہ یہ بھی جنت میں پہنچ جائیں۔ کیونکہ ان میں سے جب تمہارا کوئی کام کوئی کر دیتا ہے تو تم اسے کہتے ہو اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے تو نے بہت اچھا کام کیا اللہ تجھے برکت دے تو نے بہت اچھا کیا وغیرہ اور قرآن کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کی دُعا قبول فرماتا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی'' ❺ معنی اس کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی سنتا ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ﴾ ❻ کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ جو بات کو مان لیتے ہیں اور اس کی اتباع کرتے ہیں اور جیسے فرمایا ﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ﴾ ❼ ابن ابی حاتم میں ہے کہ اپنے فضل سے زیادتی دینا یہ ہے کہ ان کے حق میں ایسے لوگوں کی سفارش قبول فرمائے گا جن کے ساتھ انہوں نے کچھ سلوک کیا ہو۔ ❽

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے وہ اپنے بھائیوں کی سفارش کریں گے اور انہیں زیادہ فضل ملے گا یعنی بھائیوں کے بھائیوں کی بھی شفاعت کی اجازت ہو جائے گی۔ ❾ مؤمنوں کی اس عزوشان کو بیان فرما کر کفار کی بدحالی بیان فرمائی کہ انہیں سخت دردناک اور گھبراہٹ والے عذاب ہوں گے۔ پھر فرمایا اگر ان بندوں کو ان کی روزیوں میں وسعت مل جاتی ان =

❶ ٤/ النسآء: ١١٠۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة، ٦٣٠٩ مختصراً؛ صحیح مسلم، ٢٧٤٧۔
❸ یہ روایت منقطع یعنی ضعیف ہے۔ ❹ الطبری ٢١/ ٥٣٣۔
❺ حاکم، ٢/ ٤٤٤ وسندہ ضعیف الاعمش عنعن۔ ❻ ٣٩/ الزمر: ١٧۔ ❼ ٦/ الانعام: ٣٦۔
❽ وسندہ ضعیف وفیہ علل منها ضعف اسماعیل بن عبداللہ الکندی وعنعنة الاعمش۔ ❾ الطبری، ٢١/ ٥٣٤۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ښ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٣١﴾

ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے آسمان وزمین کی پیدائش ہے اوران میں جانداروں کا پھیلانا ہے۔ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ جب چاہے انہیں جمع کردے۔[۲۹] تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور ابھی تو بہت سی باتوں سے درگزر فرمالیتا ہے۔[۳۰] تم ہمیں زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ تمہارے لئے سوائے اللہ تعالے کے نہ کوئی کارساز ہے نہ مددگار۔[۳۱]

= کی ضرورت سے زیادہ ان کے پلے پڑ جاتا تو یہ خرمستی میں آ کر دنیا میں ہلڑ مچا دیتے اور دنیا کے امن کو آگ لگا دیتے ایک دوسرے کو پھونک دینا بھون کھانا سرکشی اور طغیان تکبر اور بے پرواہی حد سے بڑھ جاتی۔ اسی لئے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا فلسفیانہ مقولہ ہے کہ ''زندگی کا سامان اتنا ہی اچھا ہے جتنے میں سرکشی اور لاابالی پن نہ آئے۔'' اس مضمون کی پوری حدیث کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر دنیا کی نمائش کا ہے پہلے بیان ہو چکی ہے۔ پھر فرماتا ہے وہ ایک اندازے سے روزیاں پہنچا رہا ہے۔ بندے کی صلاحیت کا اسے علم ہے۔ غنا اور فقیری کے مستحق کو وہ خوب جانتا ہے۔

قدسی حدیث میں ہے ''میرے بندے ایسے بھی ہیں جن کی صلاحیت مالداری میں ہے۔ اگر میں انہیں فقیر بنادوں تو وہ دینداری سے بھی جاتے رہیں گے۔ اور بعض میرے بندے ایسے بھی ہیں کہ ان کے لائق فقیری ہی ہے۔ اگر وہ مال حاصل کرلیں اور تونگر بن جائیں تو اس حالت میں میں گویا ان کا دین فاسد کردوں۔'' ❶ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ لوگ باران رحمت کا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو جاتے ہیں۔ ایسی پوری حاجت اور سخت مصیبت کے وقت میں بارش برساتا ہوں۔ ان کی ناامیدی اور خشک سالی کٹ جاتی ہے اور عام طور پر میری رحمت پھیل جاتی ہے۔

امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کہتا ہے امیر المؤمنین قحط سالی ہوگئی اور اب تو لوگ بارش سے بالکل مایوس ہوگئے۔ تو آپ نے فرمایا جاؤ اب بارش ان شاء اللہ ضرور ہوگی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ ❷ وہ ولی وحمید ہے یعنی مخلوقات کے تصرفات اسی کے قبضہ میں ہیں اس کے کام قابل ستائش وتعریف ہیں مخلوق کے بھلے کو وہ جانتا ہے اور ان کے نفع کا اسے علم ہے اس کے کام نفع سے خالی نہیں۔

مصیبت وپریشانی گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے: [آیت:۲۹۔۳۱] اللہ تعالیٰ کی عظمت قدرت اور سلطنت کا بیان ہورہا ہے کہ آسمان وزمین اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اور ان میں ساری مخلوق بھی اسی کی رچائی ہوئی ہے۔ فرشتے انسان جنات اور مختلف قسموں کے حیوانات جو کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا جب کہ ان کے حواس

---

❶ تفسير البغوى، ۱۸۷۷ وسنده ضعيف جداً۔ ❷ الطبرى، ۲۱/ ۵۳۷۔

اُڑے ہوئے ہوں گے اور ان میں عدل وانصاف کیا جائے گا۔ پھر فرماتا ہے اے لوگو! تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ سب دراصل تمہارے اپنے کئے گناہوں کا بدلہ ہیں اور ابھی تو وہ غفورورحیم اللہ تمہاری بہت سی حکم عدولیوں سے چشم پوشی فرماتا ہے اور انہیں معاف فرما دیتا ہے اگر ہر گناہ پر پکڑے تو تم زمین پر چل پھر بھی نہ سکو۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ''مؤمن کو جو تکلیف سختی غم اور پریشانی ہوتی ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے یہاں تک کہ ایک کانٹا لگنے کے عوض بھی۔'' ❶ جب آیت ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا﴾ ❷ الخ اتری اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے آپ نے اسے سن کر کھانے سے ہاتھ ہٹا لیا اور کہا یارسول اللہ! کیا ہر ہر برائی بھلائی کا بدلہ دیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! ''طبیعت کے خلاف جو چیزیں ہوتی ہیں یہ سب برائیوں کے بدلے ہیں اور ساری نیکیاں اللہ تعالیٰ کے پاس جمع شدہ ہیں'' حضرت ابوادریس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہی مضمون اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ ❸ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''آؤ میں تمہیں کتاب اللہ کی افضل تر آیت سناؤں اور ساتھ ہی حدیث بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے یہ آیت تلاوت کی اور میرا نام لے کر فرمایا: سن میں اس کی تفسیر بھی تجھے بتادوں تجھے جو بیماریاں سختیاں اور بلائیں آفتیں دنیا میں پہنچتی ہیں وہ سب بدلہ ہے تمہارے اپنے اعمال کا۔ اللہ تعالیٰ کا حلم اس سے بہت زیادہ ہے کہ پھر ان ہی پر آخرت میں بھی سزا کرے اور اکثر برائیاں معاف فرما دیتا ہے تو اس کے کرم سے یہ بالکل ناممکن ہے کہ دنیا میں معاف کی ہوئی خطاؤں پر آخرت میں پکڑے۔'' ❹ (مسند احمد)

ابن ابی حاتم میں یہی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے قول سے مروی ہے اس میں ہے کہ ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا ''میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جسے یاد رکھنا ہر مؤمن کا فرض ہے۔ پھر یہ تفسیر اپنی طرف سے اس آیت کی سنائی۔'' مسند احمد میں ہے کہ ''مسلمان کے جسم میں جو تکلیف ہوتی ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتا ہے۔'' ❺ مسند ہی کی اور حدیث میں ہے کہ ''جب ایماندار بندے کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور اس کے کفارے کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے کسی رنج وغم میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہی اس کے ان گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔'' ❻ ابن ابی حاتم میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اس آیت کے اُترنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ اس لکڑی کی ذراسی کھرچ ہڈی کی ذراسی تکلیف یہاں تک کہ قدم کا پھسلنا بھی کسی نہ کسی گناہ پر ہے اور ابھی اللہ تعالیٰ کے عفو کئے ہوئے بہت سے گناہ تو یونہی مٹ جاتے ہیں۔'' ❼ ابن ابی حاتم ہی میں ہے کہ جب حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے جسم میں تکلیف ہوئی اور لوگ ان کی عیادت کو گئے تو حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ کی یہ حالت تو دیکھی نہیں جاتی ہمیں بڑا صدمہ ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا ''ایسا نہ کرو جو تم دیکھ رہے ہو یہ سب گناہوں کا کفارہ ہے اور ابھی بہت سے گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے۔ پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔'' ❽ ابوالبلاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علاء بن بدر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ قرآن میں تو یہ آیت =

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب ما جاء فی کفارۃ المرض، ۵۶۴۲؛ صحیح مسلم، ۲۵۷۳۔
❷ ۹۹/ الزلزال:۷۔ ❸ الطبری یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔
❹ احمد: ۱/ ۸۵ وسندہ ضعیف، فیہ ضعیف ومجهولان، مسند ابی یعلی، ۴۵۳؛ مجمع الزوائد، ۷/ ۱۰۴۔
❺ احمد: ۴/ ۹۸ وسندہ حسن۔
❻ احمد: ۶/ ۱۵۷ وسندہ ضعیف، لیث بن ابی سلیم ضعیف راوی ہے۔ البزار، ۳۲۶۰۔
❼ یہ مرسل یعنی ضعیف روایت ہے۔
❽ حاکم ۲/ ۴۴۵ وسندہ ضعیف الحسن البصری عنعن۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝

ترجمہ: دریا میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔[۳۲] اگر وہ چاہے تو ہوا بند کردے اور یہ کشتیاں سمندروں پر رکی رہ جائیں۔ یقیناً اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لئے نشانیاں ہیں۔[۳۳] یا انھیں ان کے کرتوتوں کے باعث تباہ کردے وہ تو بہت سی تقصیروں سے درگزر فرمایا کرتا ہے[۳۴] تاکہ جو لوگ ہماری نشانیوں میں جھگڑتے ہیں وہ معلوم کرلیں کہ ان کے لئے کوئی چھٹکارا نہیں۔[۳۵]

= ہے اور میں ابھی نابالغ بچہ ہوں اور اندھا ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ تیرے ماں باپ کے گناہوں کا بدلہ ہے۔ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھ کر بھول جانے والا یقیناً اپنے گناہ میں پکڑا گیا ہے اس کی اور کوئی وجہ نہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا بتلاؤ تو اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہوگی کہ انسان یاد کر کے کلام اللہ بھول جائے۔

دریاؤں میں کشتیوں کی آمدورفت اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی: [آیت:۳۲-۳۵] اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کے نشان اپنی مخلوق کے سامنے رکھتا ہے کہ اس نے سمندروں کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ کشتیاں ان میں برابر آئیں جائیں۔ بڑی بڑی کشتیاں سمندروں میں ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں جیسے زمین میں اونچے پہاڑ۔ ان کشتیوں کو ادھر سے ادھر لے جانے والی ہوائیں اس کے قبضہ میں ہیں اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے۔ پھر تو بادبان بیکار ہو جائیں اور کشتی رک کر کھڑی ہو جائے۔ ہر ایک وہ شخص جو سختیوں میں صبر کا اور آسانیوں میں شکر کا عادی ہو اس کے لئے تو بڑی عبرت کی جا ہے۔ وہ ربّ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت اور اس کی بے پایاں سلطنت کو ان نشانوں سے سمجھ سکتا ہے اور جس طرح ہوائیں بند کر کے کشتیوں کو کھڑا کر لینا اور روک لینا اس کے بس میں ہے اسی طرح ان پہاڑوں جیسی کشتیوں کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو اہل کشتی کے گناہوں کے باعث انہیں غرق کردے۔ ابھی تو وہ بہت سے گناہوں سے درگزر فرمالیتا ہے اور اگر سب گناہوں پر پکڑے تو جو بھی کشتی میں بیٹھے سیدھا سمندر میں ڈوبے۔ لیکن اس کی بے پایاں رحمت ان کو اس پار سے اس پار کر دیتی ہے۔ علمائے تفسیر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اسی ہوا کو ناموافق کردے تیز وتند آندھی چلا دے جو کشتی کو سیدھی راہ چلنے ہی نہ دے۔ ادھر سے ادھر کردے سنبھالے نہ سنبھل سکے۔ جہاں جانا ہے اس طرف جا ہی نہ سکے اور یونہی سرگشتہ وحیران ہو ہو کر اہل کشتی تباہ ہو جائیں۔ الغرض اگر بند کردے تو کھڑے کھڑے ناکام رہیں اگر تیز کردے تو ناکامی۔ لیکن یہ اس کا لطف وکرم ہے کہ خوشگوار موافق ہوائیں چلاتا ہے اور لمبے لمبے سفر ان کشتیوں کے ذریعہ بنی آدم طے کرتا ہے اور اپنے مقصد کو پالیتا ہے۔ یہی حال پانی کا ہے کہ اگر بالکل نہ برسائے خشک سالی رہے دنیا تباہ ہو جائے اگر بہت ہی برسادے تو تر سالی کوئی چیز پیدا نہ ہونے دے اور دنیا ہلاک ہو جائے۔ ساتھ ہی مینہ کی کثرت طغیانی کا مکانوں کے گرنے کا اور پوری بربادی کا سبب بن جائے۔ یہاں تک کہ ربّ تعالیٰ کی مہربانی سے جن شہروں میں اور جن زمینوں میں زیادہ بارش کی ضرورت ہے وہاں کثرت سے مینہ برستا ہے اور جہاں کم کی ضرورت ہے وہاں کمی سے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہماری نشانیوں میں جھگڑنے والے ایسے موقعوں پر تو مان لیتے ہیں کہ وہ ہماری قدرت سے باہر نہیں ہم اگر انتقام لینا چاہیں ہم اگر عذاب کرنا چاہیں تو وہ چھوٹ نہیں سکتے سب ہماری قدرت اور مشیت تلے ہیں فَسُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانَهٗ۔

فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ زندگانی دنیا کا کچھ یونہی سا اسباب ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے وہ اس سے درجہا بہتر ہے اور پائیدار ہے۔ وہ ان کے لئے ہے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔[۳۶] اور کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے رہتے ہیں اور غصے کے وقت بھی معاف کر دیا کرتے ہیں۔[۳۷] اور اپنے رب تعالیٰ کے فرمان کو قبول کرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور جو ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہمارے نام دیتے رہتے ہیں۔[۳۸] اور جب ان پر ظلم وزیادتی ہو تو وہ صرف بدلہ لے لیتے ہیں۔[۳۹]

دنیا کی مذمت: [آیت:۳۶۔۳۹] اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے قدری اور اس کی حقارت بیان فرمائی کہ اسے جمع کر کے کسی کو پھولنا نہ چاہئے کیونکہ یہ فانی چیز ہے بلکہ آخرت کی طرف رغبت کرنا چاہیے نیک اعمال کر کے ثواب جمع کرنا چاہیے جو سرمدی اور باقی چیز ہے پس فانی کو باقی پر کمی کو زیادتی پر ترجیح دینا عقلمندی نہیں۔ اب اس ثواب کے حاصل کرنے کے طریقے بتلائے جاتے ہیں کہ ایمان مضبوط ہوتا کہ دنیاوی لذتوں کے ترک پر صبر ہو سکے اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ ہوتا کہ صبر پر اس کی امداد ملے اور احکام اللہ کی بجا آوری اور نافرمانیوں سے اجتناب آسان ہو جائے۔ کبیرہ گناہوں اور فحش کاموں سے پرہیز چاہیے۔ اس جملہ کی تفسیر سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔ غصہ پر قابو چاہیے کہ عین غصے اور غضب کی حالت میں بھی خوش خلقی اور درگزر کی عادت نہ چھوٹے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے نفس کا بدلہ کسی سے نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی بے عزتی اور بے توقیری ہوتی ہو تو اور بات ہے۔" ❶ اور حدیث میں ہے کہ "بہت زیادہ غصہ کی حالت میں بھی آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اس کے سوا اور کچھ الفاظ نہ نکلتے کہ فرماتے اسے کیا ہو گیا ہے۔ اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں۔" ❷ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "مسلمان پست وذلیل ہونا تو پسند نہیں کرتے تھے لیکن غالب آ کر انتقام بھی نہیں لیتے تھے بلکہ درگزر کر جاتے اور معاف فرما دیتے۔" ان کی اور صفت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کہا کرتے ہیں رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔ جس کا وہ حکم کرے بجا لاتے ہیں جس سے وہ روکے رک جاتے ہیں۔ نماز کے پابند ہوتے ہیں جو سب سے اعلیٰ عبادت ہے۔

اہل علم سے راہنمائی طلب کرو: بڑے بڑے امور میں بغیر آپس کی مشاورت کے ہاتھ نہیں ڈالتے۔ خود رسول اللہ ﷺ کو حکم الٰہی ہوتا ہے کہ ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ﴾ ❸ یعنی ان سے مشورہ کر لیا کرو۔ اسی لئے حضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جہاد وغیرہ

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، ۳۵۶۰؛ صحیح مسلم، ۲۳۲۷؛ ابوداود، ۴۷۸۵۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب لم یکن النبی ﷺ فاحشا ولا متفحشا، ۶۰۳۱۔ ❸ ۳/ آل عمران:۱۵۹۔

کے موقعہ پر لوگوں سے مشورہ کرلیا کرتے تاکہ ان کے جی خوش ہو جائیں اور اسی بنا پر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کہ آپ کو زخمی کردیا گیا اور وفات کا وقت آ گیا چھ آدمی مقرر کردیئے کہ یہ اپنے مشورے سے کسی کو میرا جانشین مقرر کریں۔ ان چھ بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم۔

پس سب نے باتفاق رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر مقرر کیا۔ پھر ان کا جن کے لئے آخرت کی تیاری اور وہاں کے ثواب ہیں ایک اور وصف بیان فرمایا کہ جہاں یہ حق اللہ تعالیٰ ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کمی نہیں کرتے۔ اپنے مال میں محتاجوں کا حصہ بھی رکھتے ہیں اور درجہ بدرجہ اپنی طاقت کے مطابق ہر ایک کے ساتھ سلوک و احسان کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ ایسے ذلیل و پست اور بے ہمت نہیں ہوتے کہ ظالم کے ظلم کی کوئی روک تھام نہ کر سکیں بلکہ اتنی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں کہ ظالموں سے انتقام لیں اور مظلوم کو اس کے پنجے سے نجات دلوائیں لیکن ہاں! اپنی بھل منساہت کی وجہ سے غالب آ کر پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے کہ نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر قابو فرما کر فرمادیا کہ جاؤ تمہیں میں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا بلکہ میری خواہش ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں معاف فرمادے۔ اور جیسے کہ سردار انبیا رسول اللہ احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کیا جب کہ اسی (۸۰) کفار غفلت کا موقعہ ڈھونڈ کر چپ چاپ لشکر اسلام میں گھس آئے جب یہ پکڑ لئے گئے اور گرفتار ہو کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردئے گئے تو آپ نے ان سب کو معافی دے دی اور چھوڑ دیا۔

اور جیسے کہ آپ نے غورث بن حارث کو معاف فرمادیا۔ یہ وہ شخص ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتے ہوئے اس نے آپ کی تلوار پر قبضہ کرلیا۔ جب آپ جاگے اور اسے ڈانٹا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ نے تلوار لے لی اور وہ مجرم گردن جھکائے آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلا کر یہ منظر بھی دکھایا اور یہ قصہ بھی سنایا پھر اسے معاف فرمادیا اور جانے دیا۔ ❶ اسی طرح لبید بن اعصم نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تو باوجود علم وقدرت کے آپ نے اس سے درگزر فرمالیا۔ ❷ اور اسی طرح جس یہودیہ عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی بدلہ نہ لیا۔ اور باوجود قابو پانے اور معلوم ہو جانے کے بھی آپ نے اتنے بڑے واقعہ کو آنا جانا کردیا۔ اس عورت کا نام زینب تھا۔ یہ مرحب یہودی کی بہن تھی جو جنگ خیبر میں حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے بکری کے شانے کے گوشت میں زہر ملا کر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تھا۔ خود شانے نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زہر آلود ہونے کی خبر دی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے اقرار کیا تھا اور وجہ یہ بیان کی تھی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو یہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا اور اگر آپ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے راحت حاصل ہو جائے گی۔ یہ معلوم ہو جانے پر اور اس کے اقبال کر لینے پر بھی اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا معاف فرمادیا۔ گو بعد میں وہ قتل کردی گئی۔ ❸ اس لئے کہ اسی زہر سے اور اسی زہریلے کھانے سے حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تب قصاصاً یہ یہودیہ عورت بھی قتل کرائی گئی۔ اور بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے واقعات بہت سے ہیں۔

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ۴۱۳۵؛ صحیح مسلم، ۸۴۳۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب السحر، ۵۷۶۳؛ صحیح مسلم، ۲۱۸۹۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ، باب اذا غدر المشرکون بالمسلمین، ۳۱۶۹؛ ابوداود، ۴۵۱۰۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ع ۵

ترجمہ: برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے اور جو معاف کر دے اور صلح کرے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ فی الواقع اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔[۴۰] اور جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے تو ایسے لوگوں پر الزام کا کوئی راستہ نہیں۔[۴۱] یہ راستہ صرف ان لوگوں پر ہے جو خود دوسروں پر ظلم کریں اور زمین میں ناحق فساد کرتے پھریں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہیں۔[۴۲] جو شخص صبر کرلے اور معاف کر دے یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ایک کام ہے۔[۴۳]

کسی کی ایذا رسانی پر بدلہ کا ذکر یا معافی: [آیت: ۴۰-۴۳] ارشاد ہوتا ہے کہ برائی کا بدلہ لینا جائز ہے جیسے فرمایا ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ ❶ اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ ❷ ان سب آیات کا مطلب یہی ہے۔ لیکن افضلیت اسی میں ہے کہ عفو و درگزر کیا جائے۔ جیسے فرمایا ﴿وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ﴾ ❸ یعنی خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر جو شخص اسے معاف کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائیگا۔ یہاں بھی فرمایا جو شخص معاف کر دے اور صلح و صفائی کرے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ حدیث میں ہے درگزر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت اور بڑھا دیتا ہے ❹ لیکن جو بدلے میں اصل جرم سے بڑھ جائے وہ اللہ کا دشمن ہے۔ پھر برائی کی ابتدا اسی کی طرف سے سمجھی جائے گی۔ پھر فرماتا ہے جس پر ظلم ہوا اسے بدلہ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ ابن عون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اس لفظ ﴿اِنْتَصَرَ﴾ کی تفسیر کی طلب میں تھا تو مجھ سے علی بن زید بن جدعان نے بروایت اپنی والدہ اُمّ محمد کے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا آیا کرتی تھیں بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم گئے۔ اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہاں موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا تو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اشارے سے بتایا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت پر بھی خاموش نہ ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دی کہ جواب دیں۔ اب جو جواب ہوا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا عاجز آ گئیں اور سیدھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمہیں یوں یوں کہتی ہیں اور ایسا ایسا کرتی ہیں۔

یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر حضور ہوئیں۔ آپ نے ان سے فرمایا قسم ربّ کعبہ کی عائشہ سے میں محبت رکھتا ہوں یہ تو اسی وقت واپس چلی گئیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ سے باتیں کیں۔ ❺

---

❶ ۲/ البقرۃ: ۱۹۴۔ ❷ ۱۶/ النحل: ۱۲۶۔ ❸ ۵/ المآئدۃ: ۴۵۔

❹ اس معنی کی روایت صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع، ۲۵۸۸ میں ہے۔

❺ ابوداود، کتاب الأدب، باب فی الانتصار، ۴۸۹۸ وسندہ ضعیف علی بن زید بن جدعان ضعیف اور ام محمد مجہول راویہ ہے۔

یہ روایت ابن جریر میں اسی طرح ہے۔ لیکن اس کے راوی اپنی روایتوں میں عموماً منکر حدیثیں لایا کرتے ہیں اور یہ روایت بھی منکر ہے۔ نسائی اور ابن ماجہ میں اس طرح ہے کہ ”حضرت زینب رضی اللہ عنہا غصہ میں بھری ہوئی بلا اطلاع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلی آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت صدیقہ کی نسبت کچھ کہا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لڑنے لگیں۔ لیکن مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے خاموشی اختیار کی۔ جب وہ کہہ چکیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تو اپنا بدلہ لے لے۔ پھر جو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دینے شروع کئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تھوک خشک ہو گیا کوئی جواب نہ دے سکیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے وہ صدمہ ہٹ گیا۔“ ❶ الغرض اختصار یہ ہے کہ مظلوم ظالم کو جواب دے اور اپنا بدلہ لے لیا۔ بزار میں ہے کہ ظالم کیلئے جس نے بددعا کی اس نے بدلہ لے لیا۔ یہی حدیث ترمذی میں ہے ❷ لیکن اس کے راوی میں کچھ کلام ہے۔ پھر فرماتا ہے حرج و گناہ ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں زمین میں بلاوجہ شر و فساد کریں۔

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے ”دو برا کہنے والے جو کچھ کہیں سب کا بوجھ شروع کرنے والے پر ہے۔ جب تک کہ مظلوم بدلے کی حد سے آگے نہ نکلے ❸ ایسے فسادی قیامت کے دن دردناک عذابوں میں مبتلا کئے جائیں گے“ حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”میں مکہ میں جانے لگا تو دیکھا کہ خندق پر پل بنا ہوا ہے۔ میں ابھی وہیں تھا جو گرفتار کر لیا گیا اور امیر بصرہ مروان بن مہلب کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس نے مجھ سے کہا ابو عبداللہ تم کیا چاہتے ہو میں نے کہا یہی کہ اگر تم سے ہو سکے تو بنو عدی کے بھائی جیسے بن جاؤ۔ پوچھا وہ کون ہے؟ کہا علاء بن زیاد کہ اپنے ایک دوست کو ایک مرتبہ کسی صیغہ پر عامل بنایا تو انہوں نے اسے لکھا کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ کرنا کہ تیری کمر بوجھ سے خالی رہے تیرا پیٹ حرام سے بچ جائے تیرے ہاتھ مسلمانوں کے خون و مال سے آلودہ نہ ہوں۔ تو جب یہ کرے گا تو تجھ پر کوئی گناہ کی راہ باقی نہ رہے گی۔ یہ راہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں اور بے وجہ ناحق زمین میں فساد پھیلائیں۔ مروان نے کہا اللہ جانتا ہے اس نے سچ کہا اور خیر خواہی کی بات کہی اچھا اب کیا آرزو ہے؟ فرمایا یہی کہ تم مجھے میرے گھر پہنچا دو۔ مروان نے کہا بہت اچھا“ (ابن ابی حاتم) پس ظلم و اہل ظلم کی مذمت بیان کر کے بدلے کی اجازت دے کر اب افضلیت کی طرف رغبت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو ایذا سہہ لے اور برائی سے درگزر کر لے اس نے بڑی بہادری کا کام کیا۔ جس پر وہ بڑے ثواب اور پورے بدلے کا مستحق ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جب تم سے آ کر کوئی شخص کسی اور کی شکایت کرے تو اسے تلقین کرو کہ بھائی معاف کر دو۔ معافی میں ہی بہتری ہے اور یہی پرہیزگاری کا ثبوت ہے۔ اگر وہ نہ مانے اور اپنے دل کی کمزوری کا اظہار کرے تو خیر کہہ دو کہ جاؤ بدلہ لے لو لیکن اس صورت میں کہ پھر کہیں تم بڑھ نہ جاؤ ورنہ ہم تو اب بھی یہی کہیں گے کہ معاف کر دو یہ دروازہ بہت وسعت والا ہے اور بدلے کی راہ بہت تنگ ہے۔ سنو! معاف کر دینے والا تو با آرام میٹھی نیند سو جاتا ہے اور بدلے کی دھن والا دن رات متفکر رہتا ہے اور توڑ جوڑ سوچتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف فرما تھے آپ مسکرانے لگے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خاموش تھے لیکن جب اس نے ==

---

❶ ابن ماجه، كتاب النكاح، باب حسن معاشرة النساء: ۱۹۸۱ وهو حسن؛ احمد، ۶/ ۹۷؛ الأدب المفرد، ۵۵۸۔

❷ ترمذی، كتاب الدعوات، باب من دعا على من ظلمه فقد انتصر، ۳۵۵۲ وسنده ضعيف؛ مصنف ابن ابی شيبه، ۶/ ۴ ۷؛ اخبار اصبهان ۲/ ۸۹ اس کی سند میں ابوحمزہ میمون القصاب ضعیف راوی ہے۔

❸ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهى عن السباب، ۲۵۸۷؛ ابوداود، ۴۸۹۴؛ ترمذی، ۱۹۸۱؛ احمد، ۲/ ۲۳۵؛ ابن حبان، ۵۷۲۸؛ الأدب المفرد، ۴۲۳۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۴ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝۴۵ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝۴۶

ترجمہ: جسے اللہ تعالیٰ بہکا دے اس کا اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں۔ تو دیکھے گا کہ ظالم لوگ عذابوں کو دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے کہ کیا واپس جانے کی کوئی راہ ہے؟[۴۴] اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ جہنم کے سامنے لا کھڑے کئے جائیں گے مارے ذلت کے کبڑے ہوئے جاتے ہوں گے اور جھکی ہوئی آنکھ کے گوشہ سے دیکھ رہے ہوں گے۔ ایماندار صاف کہیں گے کہ حقیقی زیاں کار وہ ہیں جنھوں نے آج قیامت کے دن اپنے تئیں اور اپنے گھر والوں کے تئیں نقصان میں ڈال دیا۔ یاد رکھو کہ یقیناً ظالم لوگ دائمی عذاب میں ہیں۔[۴۵] ان کے کوئی مددگار نہیں جو اللہ تعالیٰ سے الگ ان کی امداد کر سکیں۔ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔[۴۶]

= بہت گالیاں دیں تو آپ نے بھی بعض کا جواب دیا اس پر حضور ناراض ہو کر وہاں سے چل دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ مجھے برا کہتا رہا تو آپ بیٹھے رہے سنتے رہے اور جب میں نے اس کی دو ایک باتوں کا جواب دیا تو آپ ناراضی سے اٹھ چلے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! ''جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم آپ بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا۔ پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں کیسے بیٹھا رہتا؟ پھر فرمایا سنو ابوبکر! تین چیزیں بالکل برحق ہیں جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کرے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ تعالیٰ اسے برکت دے گا اور زیادتی عطا فرمائیگا۔ اور جو شخص بڑھانے کے لئے سوال کا دروازہ کھول لے گا اس سے، اس سے مانگتا پھرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہاں بے برکتی کر دیگا اور کمی میں ہی مبتلا رکھے گا۔'' ❶ یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے اور مضمون کے اعتبار سے یہ بڑی پیاری حدیث ہے۔

جہنم کو دیکھ کر ظالموں کی بدحواسی: [آیت: ۴۴-۴۶] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا اور نہ اسے کوئی کر سکتا ہے۔ وہ جسے چاہے راہ راست دکھا دے اسے کوئی نہیں بہکا سکتا اور جس سے وہ راہ حق گم کر دے اسے کوئی اس راہ کو دکھا نہیں سکتا۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ ❷ جسے وہ گمراہ =

❶ احمد: ۲/ ۴۳٦؛ ابوداود، کتاب الادب، باب فی الانتصار: ٤٨٩٦ وھو حسن۔

❷ ۱۸/ الکھف: ۱۷۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾

ترجمہ: اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ وہ اللہ کا دن آ جائے جس کا ہٹ جانا ناممکن ہے تمہیں اس روز نہ تو کوئی پناہ کی جگہ ملے گی نہ چھپ کر انجان بن جانے کی۔[۴۷] اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ تیرے ذمے تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ ہم جب کبھی انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس پر اترا جاتا ہے۔ اور اگر انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو بے شک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔[۴۸]

= کر دے اس کا کوئی چارہ ساز اور رہبر نہیں۔ پھر فرماتا ہے یہ مشرکین قیامت کے عذابوں کو دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ﴾ ❶ کاش کہ تو انہیں دیکھتا جب کہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم دوبارہ واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم ہرگز اپنے رب کی آیتوں کو جھوٹ نہ بتلائیں بلکہ ایمان لے آئیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ جس چیز کو اس سے پہلے پوشیدہ کئے ہوئے تھے وہ ان کے سامنے آ گئی۔ بات یہ ہے کہ اگر یہ دوبارہ بھی بھیج دیئے جائیں تب بھی وہی کریں گے جس سے منع کئے جاتے ہیں یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔ پھر فرمایا یہ جہنم کے پاس لائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر ذلت برس رہی ہوگی۔ عاجزی سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نظریں بچا کر جہنم کو تک رہے ہوں گے۔ لیکن جس سے ڈر رہے ہیں اس سے بچ نہ سکیں گے۔ نہ صرف اتنا ہی بلکہ ان کے وہم و گمان سے بھی زیادہ عذاب انہیں ہوگا اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ اس وقت ایماندار لوگ کہیں گے کہ حقیقی نقصان یافتہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے ساتھ اپنے والوں کو بھی جہنم واصل کیا۔ یہاں کی آج کی ابدی نعمتوں سے محروم رہے اور انہیں بھی محروم رکھا۔ آج وہ سب الگ الگ عذاب میں مبتلا ہیں۔ دائمی ابدی اور سرمدی سزائیں بھگت رہے ہیں اور یہ ناامید ہو جائیں۔ آج کوئی ایسا نہیں جو ان عذابوں سے چھڑا سکے یا تخفیف کرا سکے۔ ان گمراہوں کو خلاصی دینے والا کوئی نہیں۔

جہنم سے بچاؤ کی تدبیر: [آیت:۴۷-۴۸] چونکہ اوپر یہ ذکر تھا کہ قیامت کے دن بڑے ہیبت ناک واقعات ہونگے وہ سخت مصیبت کا دن ہوگا۔ تو اب یہاں اس سے ڈرا رہا ہے اور اس دن کے لئے تیار رہنے کو فرماتا ہے کہ اس اچانک آ جانے والے دن سے پہلے ہی پہلے فرمان اللہ تعالیٰ پر پوری طرح عمل کر لو۔ جب وہ دن آ جائے گا تو تمہیں نہ تو کوئی جائے پناہ ملے گی نہ ایسی جگہ کہ وہاں انجان بن کر ایسے چھپ جاؤ کہ پہچانے نہ جاؤ اور نہ نظر پڑو۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ مشرک نہ مانیں تو آپ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ انہیں ہدایت پر لا کھڑا کر دینا آپ کے ذمہ نہیں۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ آپ پر صرف تبلیغ ہے حساب ہم خود لے لیں گے۔ انسان کی حالت یہ ہے کہ راحت میں بدمست بن جاتا ہے اور تکلیف میں ناشکرا پن کرتا ہے۔ اس وقت اگلی نعمتوں کا بھی منکر بن جاتا =

❶ ٦/ الانعام:٢٧۔

لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ ﴿۴۹﴾ اَوۡ یُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجۡعَلُ مَنۡ یَّشَآءُ عَقِیۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌ قَدِیۡرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡیًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآیِٔ حِجَابٍ اَوۡ یُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَیُوۡحِیَ بِاِذۡنِهٖ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیۡمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ مَا كُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَا الۡكِتٰبُ وَلَا الۡاِیۡمَانُ وَلٰكِنۡ جَعَلۡنٰهُ نُوۡرًا نَّهۡدِیۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیۡرُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۵۳﴾

ع

ترجمہ: ناممکن ہے کہ کسی بندہ سے اللہ تعالیٰ کلام کرے مگر بطور وحی کے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتہ کو بھیجے اور وہ بحکم الٰہی جو وہ چاہے وحی کرے بیشک وہ برتر ہے حکمت والا ہے۔[۵۱] اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے۔ تو اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا چیز ہے؟ اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنا کر اس کے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہا ہدایت کر دی۔ بیشک تو راہ راست کی رہبری کر رہا ہے۔[۵۲] اس باری تعالیٰ کی راہ کی جس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے آگاہ رہو سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔[۵۳] آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے[۴۹] یا انھیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔[۵۰]

= ہے۔ حدیث میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: صدقہ کرو میں نے تمہیں زیادہ تعداد میں جہنم میں دیکھا ہے۔“ کسی نے پوچھا یہ کس وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہاری شکایت کی زیادتی اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کی وجہ سے۔ اگر تو ان میں سے کسی کے ساتھ ایک زمانہ تک احسان کرتا رہے پھر ایک دن چھوڑ دے تو کہہ دے گی کہ میں نے تو تجھ سے کبھی کوئی راحت پائی ہی نہیں۔“ ❶ فی الواقع اکثر عورتوں کا یہی حال ہے لیکن جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے اور نیکی کی توفیق دیدے اور حقیقی ایمان نصیب فرمائے پھر تو اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ ہر راحت پر شکر ہر رنج پر صبر۔ پس ہر حال میں نیکی حاصل ہوتی ہے اور یہ وصف بجز مؤمن کے کسی اور میں نہیں ہوتا۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب کفران العشیر، ۵۱۹۷؛ صحیح مسلم، ۷۹۔

پوری کائنات کا تصرف اللہ کے اختیار میں ہے: [آیت:۴۹۔۵۰] فرماتا ہے کہ خالق مالک اور متصرف زمین وآسمان کا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے جو چاہے پیدا کرے اور بنائے جسے چاہے صرف لڑکیاں دے جیسے حضرت لوط علیہ السلام اور جسے چاہے صرف لڑکے ہی عطا فرماتا ہے جیسے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور جسے چاہے لڑکے لڑکیاں سب کچھ دیتا ہے جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جسے چاہے لاولد رکھتا ہے جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔ پس یہ چار قسمیں ہوئیں لڑکیوں والے، لڑکوں والے، دونوں والے اور دونوں سے خالی ہاتھ وہ علیم ہے ہر مستحق کو جانتا ہے۔ قادر ہے جس طرح کا چاہے تفاوت رکھتا ہے۔ پس یہ مقام بھی مثل اس فرمان الٰہی کے ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشان یعنی دلیل قدرت بنائیں اور دکھادیں کہ ہم نے مخلوق کو چار طور پر پیدا کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام صرف مٹی سے پیدا ہوئے نہ ماں نہ باپ۔ حضرت حوا علیہا السلام صرف مرد سے پیدا ہوئیں۔ باقی کل انسان مرد عورت دونوں سے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کئے گئے۔ پس آپ کی پیدائش سے یہ چاروں قسمیں پوری ہوگئیں۔ پس یہ مقام ماں باپ کے بارے میں تھا اور وہ مقام اولاد کے بارے میں اس کی بھی چار قسمیں اور اس کی بھی چار قسمیں۔ سبحان اللہ یہ ہے اس اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کی نشانی۔

وحی کی مختلف صورتیں: [آیت:۵۱۔۵۳] مقامات ومراتب وکیفیات وحی کا بیان ہو رہا ہے کہ کبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں وحی ڈال دی جاتی ہے جس کے وحی الٰہی ہونے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شک نہیں رہتا۔ جیسے صحیح ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی ہے کہ کوئی شخص بھی جب تک اپنی روزی اور اپنا وقت پورا نہ کرے ہرگز نہیں مرتا۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور روزی کی طلب میں اچھائی اختیار کرو۔ ❶ یا پردے کی اوٹ سے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوا۔ کیونکہ انہوں نے کلام سن کر جمال دیکھنا چاہا لیکن وہ پردے میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "اللہ تعالیٰ نے کسی سے کلام نہیں کیا مگر پردے کے پیچھے سے لیکن تیرے باپ سے آمنے سامنے کلام کیا۔" ❷ یہ جنگ اُحد میں کفار کے ہاتھوں سے شہید کئے گئے تھے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ کلام عالم برزخ کا ہے اور جس کلام کا ذکر ہے اس سے مراد دار دنیا کا کلام ہے یا اپنے قاصد کو بھیج کر اپنی بات اس تک پہنچائے جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام وغیرہ فرشتے رسولوں کے پاس آتے رہے۔ وہ علو اور بلندی اور بزرگی والا ہے۔ ساتھ ہی حکیم اور حکمت والا ہے۔ روح سے مراد قرآن ہے فرماتا ہے کہ اس قرآن کو بذریعہ وحی کے ہم نے تیری طرف اتارا ہے۔ کتاب اور ایمان کو اس تفصیل کے ساتھ جو ہم نے اپنی کتاب میں کی ہے تو اس سے پہلے جانتا بھی نہ تھا لیکن ہم نے اس قرآن کو نور بنایا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے ہم اپنے ایماندار بندوں کو راہ راست دکھلائیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ❸ الخ کہہ دے کہ یہ ایمان والوں کے واسطے ہدایت وشفا ہے۔ اور بے ایمانوں کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے نبی! تم صریح اور مضبوط حق کی رہنمائی کر رہے ہو۔ پھر صراط مستقیم کی تشریح کی اور فرمایا اسے شرع مقرر کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے جس کی شان یہ ہے کہ آسمانوں زمینوں کا مالک اور اللہ تعالیٰ وہی ہے۔ ان میں تصرف کرنے والا اور حکم چلانے

---

❶ حاکم، ۲/ ٤ لم اجده عند ابن حبان ورواه البغوی فی شرح السنة (۲ ٤۱۱) والقضاعی فی مسند الشهاب (۱۱۵۱) وسنده ضعيف وللحديث شواهد ضعيفة عند الحاكم ۲/ ٤ وغيره۔

❷ ترمذی، کتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۳۰۱۰ وسنده حسن؛ ابن ماجه، ۱۹۰۔

❸ ٤۱/ حمٓ السجدة:٤٤۔

والا بھی وہی ہے کوئی اس کے کسی حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ تمام امور اس کی طرف پھیرے جاتے ہیں وہی سب کاموں کے فیصلے کرتا ہے اور حکم کرتا ہے۔ وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جو اس کی نسبت ظالم اور منکرین کہتے ہیں۔ وہ بلندیوں اور بڑائیوں والا ہے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہ سورۂ شوریٰ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ زخرف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۳﴾ وَ اِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ حَکِیۡمٌ ﴿۴﴾ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا اَنۡ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِیۡنَ ﴿۵﴾ وَ کَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِیٍّ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۶﴾ وَ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۷﴾ فَاَہۡلَکۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡہُمۡ بَطۡشًا وَّ مَضٰی مَثَلُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸﴾

ترجمہ: مہربان عنایت فرما معبود برحق کے نام سے شروع

حٰـــمٓ ۔[۱] قسم ہے اس واضح کتاب کی۔[۲] ہم نے عربی زبان کا قرآن نازل فرمایا ہے کہ تم سمجھ لو۔[۳] یقیناً یہ لوح محفوظ میں ہے اور ہمارے نزدیک بلند مرتبہ حکمت والی ہے۔[۴] کیا ہم اس نصیحت کو تم سے اس بنا پر ہٹالیں کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔[۵] اور ہم نے اگلے لوگوں میں بھی بہت سے نبی بھیجے۔[۶] جو نبی ان کے پاس آیا انھوں نے اسے ہنسی مذاق میں اڑایا۔[۷] پس ہم نے ان کے زیادہ زور آوروں کو تباہ کر ڈالا اور اگلوں کی حقیقت گزر چکی ہے۔[۸]

قرآن کی نورانیت اور عظمت: [آیت:۱۔۸] قرآن کی قسم کھائی جو واضح ہے جس کے معانی روشن ہیں جس کے الفاظ نورانی ہیں جو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ یہ اس لئے کہ لوگ سوچیں سمجھیں اور وعظ و پند نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے عربی واضح زبان میں اسے نازل فرمایا ہے۔ اس کی شرافت و مرتبت جو عالم بالا میں ہے اسے بیان فرما تا کہ زمین والے اس کی منزلت و توقیر معلوم کرلیں۔ فرمایا کہ یہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ﴿لَدَیۡنَا﴾ سے مراد ہمارے پاس ﴿لَعَلِیٌّ﴾ سے مراد مرتبے والا عزت والا شرافت اور فضیلت والا ہے ﴿حَکِیۡمٌ﴾ سے مراد محکم مضبوط جو باطل کے ملنے اور ناحق سے خلط ملط ہو جانے سے پاک ہے اور آیت میں اس پاک کلام کی بزرگی کا بیان ان الفاظ میں ہے ﴿اِنَّہٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ﴾ ❶ اور جگہ ہے ﴿کَلَّاۤ اِنَّہَا تَذۡکِرَۃٌ﴾ ❷ یعنی یہ قرآن کریم لوح محفوظ میں درج ہے اسے بجز پاک فرشتوں کے اور کوئی ہاتھ لگانے نہیں پاتا۔ یہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہوا ہے۔

اور فرمایا قرآن نصیحت کی چیز ہے جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔ وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو معزز ہیں بلند مرتبہ ہیں اور مقدس ہیں جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو ذی عزت اور پاک ہیں۔ ان دونوں آیتوں سے علما نے استنباط کیا ہے کہ بے وضو قرآن کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے جیسے کہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے ❸ بشرطیکہ وہ صحیح ثابت ہو جائے۔ اس لئے کہ عالم بالا میں فرشتے اس کتاب کی عزت و تعظیم کرتے ہیں۔ جس میں یہ قرآن لکھا ہوا ہے۔ پس اس عالم میں ہمیں بطور اولیٰ اس کی بہت زیادہ تعظیم =

❶ ۵۶/ الواقعۃ:۷۷۔ ❷ ۸۰/ عبس:۱۱۔ ❸ ((حدیث لا یمس القرآن إلا طاهرا)) کی طرف اشارہ ہے اور یہ روایت مؤطا امام مالک، ۱/ ۱۹۹ وهو حدیث حسن میں موجود ہے اس کی تخریج سورۂ واقعہ آیت: ۷۵ کے تحت آ رہی ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿۹﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۰﴾ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿۱۱﴾ وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوُوا عَلٰى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحٰنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: اگر تو ان سے دریافت کرے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً ان کا یہی جواب ہوگا کہ انہیں غالب و دانا اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔[۹] وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور بچھونا بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے کر دیئے تاکہ تم راہ پالیا کرو۔ [۱۰] اسی نے آسمان سے ایک انداز کے مطابق پانی نازل فرمایا اس نے مردہ شہر کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔[۱۱] جس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور تمہاری سواری کے لئے چوپائے جانور پیدا کئے[۱۲] تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر سوار ہوا کرو پھر اپنے ربّ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب ٹھیک ٹھاک بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ذات ہے اس اللہ کی جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا باوجود یہ کہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی۔[۱۳] اور بالیقین ہم اپنے ربّ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔[۱۴]

= وتکریم کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ زمین والوں کی طرف ہی بھیجا گیا ہے اور اس کا خطاب ان ہی سے ہے تو انہیں اس کی بہت زیادہ تعظیم اور ادب کرنا چاہیے اور ساتھ ہی اس کے احکام کو تسلیم کر کے ان پر عامل بن جانا چاہئے کیونکہ ربّ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ ہمارے ہاں اُمُّ الکتاب میں ہے اور بلند پایہ اور باحکمت ہے۔ اس کے بعد کی آیت کے ایک معنی تو یہ کئے گئے ہیں کہ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ باوجود اطاعت گزاری اور فرمانبرداری نہ کرنے کے ہم تم کو چھوڑ دیں گے اور تمہیں عذاب نہ کریں گے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس اُمّت کے اگلوں نے جب اس قرآن کو جھٹلایا اسی وقت اگر یہ اٹھا لیا جاتا تو تمام دنیا ہلاک کر دی جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت نے پسند نہ فرمایا اور برابر بیس سال سے زیادہ تک یہ قرآن اترتا رہا۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی لطف و رحمت ہے کہ وہ نہ ماننے والوں کے انکار اور بد باطن لوگوں کی شرارت کی وجہ سے انہیں نصیحت و موعظت کرنی نہیں چھوڑتا تاکہ جو ان میں نیکی والے ہیں وہ درست ہو جائیں اور جو درست نہیں ہوتے ان پر حجت تمام ہو جائے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی اکرم آنحضرت محمد ﷺ کو تسلی دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ اپنی قوم کی تکذیب پر نہ گھبرائیں صبر وسہار کیجئے۔ ان سے پہلے کی جو قومیں تھیں ان کے پاس ہم نے اپنے رسول و نبی بھیجے تھے اور سب نے ہی اپنے اپنے نبیوں سے تمسخر کیا۔ پھر ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ وہ آپ ﷺ کے زمانہ کے لوگوں سے زیادہ زور آور باہمت اور دراز دست تھے جیسے اور آیت میں ہے کیا انھوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے اگلے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟ جو ان سے تعداد میں اور قوت میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ اور بھی آیتیں اس مضمون کی بہت سی ہیں۔

پھر فرماتا ہے اگلوں کی مثالیں گزر چکیں یعنی عادتیں سزائیں عبرتیں ۔ جیسے اس سورہ کے آخر میں فرمایا ہے کہ ہم نے انہیں گزرے ہوئے اور بعد والوں کے لئے عبرتیں بنادیئے اور جیسے فرمان ہے ﴿ سُنَّتَ اللّٰہِ الَّتِیْ ﴾ ❶ یعنی اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو اپنے بندوں میں پہلے سے چلا آیا ہے اور تو اسے بدلتا ہوا نہ پائے گا۔

خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے: [آیت:۹۔۱۴] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! اگر تم ان مشرکین سے دریافت کرو تو یہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ زمین وآسمان کا خالق اللہ تعالے ہے پھر بھی اس کی وحدانیت کو جانتے اور مانتے اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں جس نے زمین کو فرش اور قرار گاہ ٹھہری ہوئی اور ثابت ومضبوط بنائی جس پر تم چلو پھرو رہو سہو اٹھو بیٹھو سوؤ جاگو حالانکہ یہ زمین خود پانی پر ہے۔ لیکن مضبوط پہاڑوں کے ساتھ اسے ہلنے جلنے سے روک دیا گیا ہے اور اس میں راستے بنادیئے ہیں تا کہ تم ایک شہر سے دوسرے شہر کو ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچ سکو۔ اسی نے آسمان سے ایسے انداز سے بارش برسائی جو کفایت ہو جائے کھیتیاں اور باغات سرسبز رہیں پھلیں پھولیں اور پانی تمہارے اور تمہارے جانوروں کے پینے میں بھی آئے۔ پھر اس بارش میں سے مردہ زمین زندہ کردی خشکی تری سے تبدیل ہوگئی جنگل لہلہا اٹھے پھل پھول اگنے لگے اور طرح طرح کے خوشگوار میوے پیدا ہو گئے۔ پھر اسے دلیل بنائی مردہ انسانوں کے جی اٹھنے کی اور فرمایا اسی طرح تم قبروں سے نکالے جاؤ گے۔ اس نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے۔ کھیتیاں پھل پھول ترکاریاں اور میوے وغیرہ طرح طرح کی چیزیں اس نے پیدا کردیں۔ مختلف قسم کے حیوانات تمہارے نفع کے لئے پیدا کئے۔ کشتیاں سمندروں کے سفر کو چوپائے جانور، خشکی کے سفر کو مہیا کردیئے ان میں سے بہت سے جانوروں کے گوشت تم کھاتے ہو بہت سے تمہیں دودھ دیتے ہیں۔ بہت سے تمہاری سواریوں میں کام آتے ہیں۔ تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں۔ تم ان پر سواریاں لیتے ہو اور خوب مزے سے ان پر سوار ہوتے ہو۔ اب تمہیں چاہیے کہ جم کر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب تعالیٰ کی نعمت یاد کرو کہ اس نے کیسے کیسے طاقتور وجود تمہارے قابو میں کردیئے اور یوں کہو کہ وہ اللہ تعالیٰ پاک ذات والا ہے جس نے اسے ہمارے قابو میں کردیا اگر وہ اسے ہمارا مطیع نہ کرتا تو ہم اس قابل نہ تھے نہ ہم میں اتنی طاقت تھی اور ہم اپنی موت کے بعد اسی کی طرف جانے والے ہیں۔ اس آمد ورفت سے اور اس مختصر سفر سے سفر آخرت یاد کرو۔ جیسے کہ دنیا کے توشے کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ نے آخرت کے توشے کی جانب توجہ دلائی اور فرمایا توشہ لے لیا کرو لیکن بہترین توشہ آخرت کا توشہ ہے اور دنیوی لباس کے ذکر کے موقعہ پر اخروی لباس کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا لباس تقویٰ افضل وبہتر ہے۔

سوار ہونے کی دعائیں: سواری پر سوار ہونے کے وقت کی دعاؤں کی حدیثیں۔ حضرت علی بن ربیعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جب اپنی سواری پر سوار ہونے لگے تو رکاب میں پیر رکھتے ہی فرمایا (بِسْمِ اللّٰہِ) جب جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ) پھر تین مرتبہ (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) کہا اور تین مرتبہ (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) کہا۔ پھر فرمایا (سُبْحَانَكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ) پھر ہنس دیئے۔ میں نے پوچھا امیر المؤمنین آپ ہنسے کیوں؟ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جب بندے کے منہ سے اللہ تعالیٰ سنتا ہے کہ وہ کہتا ہے رَبِّ اغْفِرْلِیْ میرے رب تعالیٰ مجھے بخش دے تو وہ بہت ہی خوش ہوتا ہے اور فرماتا ہے میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔ ❷

❶ ۴۰/ المؤمن:۸۵۔ ❷ ابوداود، کتاب الجهاد، باب ما یقول الرجل اذا رکب، ۲۶۰۲ وهو صحیح؛ ترمذی، ۳۴۴۶؛ احمد، ۱/ ۹۷؛ ابن حبان، ۲۶۹۸۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ؕ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ ؕ

ترجمہ: انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بعض غلاموں کو اس کا جز ٹھہرا دیا۔ یقیناً انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے۔[۱۵] کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں تو خود رکھ لیں اور تمہیں بیٹوں سے برگزیدہ کیا۔[۱۶] ان میں سے کسی کو جب اس چیز کی خبر دی جائے۔ جس کی مثال اس نے اللہ رحمٰن کے لئے بیان کی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور غمگین ہو جاتا ہے۔[۱۷] کیا (اللہ کی اولاد لڑکیاں ہیں؟) جو زیورات کی نمائش میں پلیں اور جھگڑے میں ظاہر نہ ہو سکیں؟[۱۸] انہوں نے اللہ رحمٰن کے عبادت گزار فرشتوں کو عورتیں قرار دے لیا۔ کیا ان کی پیدائش کے موقعہ پر یہ موجود تھے۔ ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے اس چیز کی باز پرس کی جائے گی۔[۱۹] کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ انہیں اس کی کچھ خبر نہیں۔ یہ تو صرف اٹکل پچو جھوٹ باتیں کہتے ہیں۔[۲۰]

یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں بھی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ ٹھیک جب بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ)) کہا اور تین مرتبہ ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ)) کہا اور تین مرتبہ ((سُبْحَانَ اللّٰهِ)) کہا اور ایک مرتبہ ((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کہا پھر اس پر چت لیٹنے کی طرح ہو کر ہنس دیئے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے جو شخص کسی جانور پر سوار ہو کر اس طرح کرے جس طرح میں نے کیا تو اللہ عزوجل اس کی طرف متوجہ ہو کر اسی طرح ہنس دیتا ہے جس طرح میں تیری طرف دیکھ کر ہنسا۔“ [1] (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی اپنی سواری پر سوار ہوتے تین مرتبہ تکبیر کہہ کر ان دونوں آیات قرآنی کی تلاوت کرتے پھر یہ دعا مانگتے ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِیْ هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ وَاطْوِلَنَا الْبُعْدَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اَصْحِبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِیْ اَهْلِنَا)) یا اللہ میں تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا طالب ہوں اور ان اعمال کا جن سے تو خوش ہو جائے اے اللہ! ہم پر ہمارا سفر آسان کر دے اور ہمارے لئے دوری کو لپیٹ لے۔ پروردگار! تو ہی سفر کا ساتھی اور اہل وعیال کا نگہبان ہے

[1] احمد: ۱/ ۳۳۰ وسندہ ضعیف اس کی سند میں ابوبکر عبداللہ بن ابی مریم الغسانی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان ۴/ ۴۹۷، رقم: ۱۰۰۰۶) نیز علی بن ابی طلحہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لقاء ثابت نہیں۔

میرے معبود! ہمارے سفر میں ہمارا ساتھ دے اور ہمارے گھروں میں ہماری جانشینی فرما۔ اور جب سفر سے آپ ﷺ واپس گھر کی طرف لوٹتے تو فرماتے ((اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ)) یعنی واپس لوٹنے والے توبہ کرنے والے۔ ان شاء اللہ عبادتیں کرنے والے اپنے رب کی تعریفیں کرنے والے'' ❶ (مسلم ابوداود، نسائی وغیرہ)۔ ابولاس خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ رسول اللہ ﷺ نے ہماری سواری کے لئے ہمیں عطا فرمایا کہ ہم اس پر سوار ہو کر حج کو جائیں۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم نہیں دیکھتے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کرائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر اونٹ کی کوہان میں شیطان ہوتا ہے تم جب اس پر سوار ہو تو جس طرح میں تمہیں حکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کرو پھر اسے اپنے لئے خادم بنا لو۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی سوار کراتا ہے'' ❷ (مسند احمد)۔ حضرت ابولاس کا نام محمد بن اسود بن خلف ہے (رضی اللہ عنہ)۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ہر اونٹ کی پیٹھ پر شیطان ہے تو تم جب اس پر سواری کرو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو پھر اپنی حاجتوں میں کمی نہ کرو۔ ❸

مشرکوں کی خودساختہ تقسیم: [آیت: ۱۵۔۲۰] اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس افترا اور کذب کا بیان فرماتا ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذمے باندھ رکھا ہے۔ جس کا ذکر سورۂ انعام کی آیت ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ﴾ ❹ الخ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں ان مشرکین نے ان میں سے کچھ حصہ تو اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا اور اپنے طور پر کہہ دیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا۔ اب جو ان کے معبودوں کے نام کا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں پہنچتا اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کو پہنچ جاتی ہے۔ کیسی بری ان کی یہ تجویز ہے؟ اسی طرح مشرکین نے لڑکے لڑکیوں کی تقسیم کر کے لڑکیاں تو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کیں جو ان کے خیال میں ذلیل و خوار تھیں اور لڑکے اپنے لئے پسند کئے۔

جیسے کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝﴾ ❺ کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں؟ یہ تو بڑی بے ڈھنگی تقسیم ہے۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا جز قرار دے لیا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ ان کی اس بدتمیزی کو دیکھو کہ جب یہ لڑکیوں کو خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے لئے کیسے پسند کرتے ہیں؟ ان کی یہ حالت ہے کہ جب ان میں سے کسی کو یہ خبر پہنچتی ہے کہ تیرے ہاں لڑکی ہوئی تو منہ بسور لیتا ہے گویا ایک شرمناک اندوہناک خبر سن لی کسی سے ذکر تک نہیں کرتا اندر ہی اندر گھٹتا رہتا ہے۔ ذرا سا منہ نکل آتا ہے لیکن پھر اپنی حماقت کا مظاہرہ کرنے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ہیں۔ یہ خوب مزے کی بات ہے کہ خود جس چیز سے گھبرائیں اللہ تعالیٰ کے لئے وہ ثابت کریں۔

عورت کی فطری کمزوریاں: پھر فرماتا ہے عورتیں جو ناقص سمجھی جاتی ہیں جن کے نقصانات کی تلافی زیورات اور آرائش سے کی جاتی ہے اور بچپن سے مرتے دم تک وہ بناؤ سنگھار کی محتاج سمجھی جاتی ہے۔ پھر بحث مباحثے اور لڑائی جھگڑے کے وقت اس کی زبان نہیں چلتی دلیل نہیں دے سکتی۔ عاجز رہ جاتی ہے مغلوب ہو جاتی ہے ایسی چیز کو جناب باری علی و عظیم کی طرف منسوب کرتے ہیں جو ظاہری اور باطنی نقصان اپنے اندر رکھتی ہے جس کے ظاہری نقصان کو زینت اور زیورات سے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جیسے کہ بعض =

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الذکر اذا رکب دابته ...... ۱۳۴۲؛ ابوداود، ۲۵۹۹؛ ابن حبان، ۲۶۹۶۔
❷ احمد، ۴/ ۲۲۱ وسندہ حسن؛ مجمع الزوائد، ۱۰/ ۱۳۱۔
❸ احمد، ۳/ ۴۹۴ وسندہ حسن؛ دارمی، ۲/ ۲۸۵؛ ابن حبان، ۱۷۰۳؛ مجمع الزوائد، ۱/ ۱۳۱۔
❹ ۶/ الانعام: ۱۳۶۔ ❺ ۵۳/ النجم: ۲۱، ۲۲۔

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی اور کتاب دی ہے جسے یہ مضبوط تھامے ہوئے ہیں؟[۲۱] نہیں نہیں بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے قدموں پر راہ یافتہ ہیں۔[۲۲] اسی طرح تجھ سے پہلے بھی ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ایک دین پر پایا اور ہم تو انہی کے نقش پا کی پیروی کرنے والے ہیں۔[۲۳] نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا بھی کہ اگرچہ میں اس سے بہت زیادہ مقصود تک پہنچانے والا طریقہ لے کر آیا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس کے منکر ہیں جسے دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے۔[۲۴] پس ہم نے ان سے انتقام لیا اور دیکھ لے جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟[۲۵]

= عرب شاعروں کے اشعار ہیں۔

وَمَا الْحُلِیُّ اِلَّا زِيْنَةٌ مِّنْ نَّقِيْصَةٍ ... يُتَمِّمُ مِنْ حُسْنٍ اِذَا الْحُسْنُ قَصَّرَا

وَاَمَّا اِذَا كَانَ الْجَمَالُ مُوَفَّرًا ... كَحُسْنِكَ لَمْ يَحْتَجْ اِلٰى اَنْ يُّزَوَّرَا

یعنی زیورات کمی حُسن کو پورا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ بھرپور جمال کو زیورات کی کیا ضرورت؟ اور باطنی نقصانات بھی ہیں جیسے بدلہ نہ لے سکنا نہ زبان سے نہ ہمت سے۔ اس مضمون کو بھی عربوں نے ادا کیا ہے کہ یہ صرف رونے دھونے سے ہی مدد کر سکتی ہے اور چوری چھپے کوئی بھلائی کر سکتی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو عورتیں سمجھ رکھا ہے ان سے پوچھو کہ کیا جب وہ پیدا ہوئے تو تم وہاں موجود تھے؟ تم یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہاری ان باتوں سے بے خبر ہیں سب ہمارے پاس لکھی ہوئی ہیں اور قیامت کے دن تم سے ان کا سوال بھی ہو گا جس سے تمہیں ڈرنا چاہیے اور ہوشیار رہنا چاہئے۔ پھر ان کی مزید حماقت بیان فرماتا ہے کہ کہتے ہیں کہ ہم نے فرشتوں کو عورتیں سمجھا پھر ان کی مورتیاں بنائیں اور پھر انہیں پوج رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم میں ان میں حائل ہو جاتے اور ہم انہیں نہ پوج سکتے۔ پس جب کہ ہم انہیں پوج رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہم میں اور ان میں حائل نہیں ہوتا تو ظاہر ہے کہ ہماری یہ پوجا غلطی نہیں بلکہ صحیح ہے۔ پس پہلی خطا تو ان کی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کی۔ دوسری خطا یہ کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں قرار دیں۔ تیسری خطا یہ کی کہ انہیں کی پوجا پاٹ شروع کر دی جس پر کوئی دلیل و حجت نہیں صرف اپنے بڑوں اور اگلوں اور باپ دادوں کی

کورانہ تقلید ہے۔ چوتھی خطا یہ کی کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر مانا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش ہوتا تو ہمیں اتنی طاقت ہی نہ دیتا کہ ہم ان کی پرستش کریں اور یہ ان کی صریح جہالت وغباوت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے سراسر ناخوش ہے۔ ایک ایک پیغمبر اس کی تردید کرتا رہا۔ ایک ایک کتاب اس کی برائی بیان کرتی رہی۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ ❶ یعنی ہر امت میں ہم نے رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا دوسرے کی عبادت سے بچو۔ پھر بعض تو ایسے نکلے جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی اور بعض ایسے بھی نکلے جن پر گمراہی کی بات ثابت ہو چکی۔ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا برا حشر ہوا؟ اور آیت میں ہے ﴿وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾ ❷ الخ یعنی تو ان رسولوں سے پوچھ لے جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا تھا۔ کیا ہم نے اپنے سوا دوسروں کی پرستش کی اجازت دی تھی؟ پھر فرماتا ہے یہ دلیل تو ان کی بڑی بودی ہے اور بودی یوں ہے کہ یہ بے علم ہیں باتیں بنا لیتے ہیں اور جھوٹ بول لیتے ہیں یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اس پر قدرت جو ہے اسے نہیں جانتے۔

باپ دادوں کے اندھے مقلد: [آیت:۲۱۔۲۵] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں ان کا بے دلیل ہونا بیان فرمایا جا رہا ہے کہ کیا ہم نے ان کے اس شرک سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے۔ جس سے وہ سند لاتے ہوں یعنی حقیقت میں ایسا نہیں جیسے فرمایا ﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا﴾ ❸ الخ۔ یعنی کیا ہم نے ان پر ایسی سلطان اتاری ہے جو ان سے شرک کو کہے؟ یعنی ایسا نہیں ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ تو نہیں بلکہ شرک کی سند ان کے پاس ایک اور صرف ایک ہے اور وہ اپنے باپ دادوں کی تقلید کہ وہ جس دین پر تھے ہم اسی پر ہیں اور رہیں گے۔ اُمت سے مراد یہاں دین ہے۔ اور آیت ﴿اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ میں بھی اُمت سے مراد دین ہی ہے۔ ساتھ ہی کہا کہ ہم ان ہی کی راہوں پر چل رہے ہیں۔ پس ان کے بے دلیل دعویٰ کو سنا کر اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی روش ان سے اگلوں کی بھی رہی۔ ان کا جواب بھی نبیوں کی تعلیم کے مقابلہ میں یہی تقلید کو پیش کرنا تھا۔ اور جگہ ہے ﴿كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ ❹ یعنی ان سے اگلوں کے پاس بھی جو رسول آئے ان کی امتوں نے انہیں بھی جادوگر اور دیوانہ بتلایا۔ پس گویا کہ اگلے پچھلوں کے منہ میں یہ الفاظ بھر گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ سرکشی میں یہ سب یکساں ہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ گویا یہ معلوم کر لیں اور جان لیں کہ نبیوں کی تعلیم باپ دادوں کی تقلید سے بدرجہا بہتر ہے۔ تاہم ان کا برا قصد اور ضد اور ہٹ انہیں حق کی قبولیت کی طرف نہیں آنے دیتی۔ پس ایسے اڑیل لوگوں سے ہم بھی ان کی باطل پرستی کا انتقام نہیں چھوڑتے۔ مختلف صورتوں سے انہیں تہ و بالا کر دیا کرتے ہیں۔ ان کے قصے مذکور و مشہور ہیں غور و تامل کے ساتھ دیکھ پڑھ لو اور سوچ سمجھ لو کہ کس طرح کفار برباد کئے جاتے ہیں اور کس طرح مؤمن نجات پاتے ہیں۔

❶ ١٦/ النحل:٣٦۔
❷ ٤٣/ الزخرف:٤٥۔
❸ ٣٠/ الروم:٣٥۔
❹ ٥١/ الذاريات:٥٢۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: جبکہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔[۲۶] بجز اس اللہ تعالیٰ کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے ہدایت بھی کرے گا۔[۲۷] ابراہیم (علیہ السلام) اسی کو اپنی اولاد میں بھی باقی رہنے والی بات پر قائم کر گئے تاکہ لوگ باز آتے رہیں۔[۲۸] بلکہ میں نے ان لوگوں کو اور ان کے باپ دادوں کو سامان اور اسباب دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف صاف سنانے والا رسول آ گیا۔[۲۹] حق کے پہنچتے ہی یہ بول پڑے کہ یہ تو جادو ہے ہم اس کے منکر ہیں۔[۳۰] اور کہنے لگے یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔[۳۱] کیا تیرے ربّ تعالیٰ کی رحمت کو یہ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ہی ان کی زندگانی دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہے اور ایک کو دوسرے سے بلند کیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو ماتحت کر لے۔ جسے یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں اس سے تیرے ربّ تعالیٰ کی رحمت بہت ہی بہتر ہے۔[۳۲] اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی گروہ ہو جائیں تو اللہ رحمان کے ساتھ کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو ہم چاندی کی بنا دیتے اور زینوں کو بھی جن پر چڑھا کرتے۔[۳۳] اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا لگا کر بیٹھتے ہیں [۳۴] اور سونے کے بھی۔ اور یہ سب کچھ یونہی سا دنیاوی فائدہ ہے۔ آخرت تو تیرے ربّ تعالیٰ کے نزدیک صرف پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے۔[۳۵]

شرک کا قلع قمع کرنا سنت ابراہیمی ہے: [آیت: ۲۶-۳۵] قریشی کفار نسب کے اور دین کے اعتبار سے چونکہ خلیل اللہ امام الحنفاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سنت ابراہیمی ان کے سامنے رکھی کہ دیکھو جو اپنے بعد آنے والے تمام نبیوں کے باپ اللہ تعالیٰ کے رسول امام الموحدین تھے۔ انہوں نے کھلے لفظوں میں نہ صرف اپنی قوم سے بلکہ

اپنے سگے باپ سے بھی کہہ دیا کہ مجھ میں تم میں کوئی تعلق نہیں ۔ میں سوائے اپنے سچے اللہ تعالیٰ کے جو میرا خالق اور میرا ہادی ہے تمہارے ان معبودوں سے بیزار ہوں سب سے بے تعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی ان جرأت حق گوئی اور جوش توحید کا بدلہ یہ دیا کہ کلمہ توحید کو ان کی اولاد میں ہمیشہ کے لئے باقی رکھ لیا۔ ناممکن ہے کہ آپ کی اولاد میں اس پاک کلمہ کے قائل نہ ہوں انہی کی اولاد اس توحیدی کلمہ کی اشاعت کرے گی اور سعید روحیں اور نیک نصیب لوگ اسی گھرانے سے توحید سیکھیں گے۔ غرض اسلام اور توحید کا معلم یہ گھرانا قرار پایا گیا۔ پھر فرماتا ہے بات یہ ہے کہ یہ کفار کفر کرتے رہے اور میں انہیں متاع دنیا دیتا رہا یہ اور بہکتے گئے اور اس قدر بدمست بن گئے کہ جب ان کے پاس دین حق اور رسول حق گو آئے تو انہوں نے ہانک لگائی کہ کلام اللہ اور معجزات انبیا جادو ہیں اور ہم ان کے منکر ہیں ۔ سرکشی اور ضد میں آ کر کفر کر بیٹھے۔ عناد اور بغض سے حق کے مقابلہ پر اُتر آئے اور باتیں بنانے لگے کہ کیوں صاحب اگر یہ قرآن سچ مچ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے تو پھر مکے اور طائف کے کسی رئیس پر کسی بڑے آدمی پر کسی دنیوی وجاہت والے پر کیوں نہ اترا اور بڑے آدمی سے ان کی مراد ولید بن مغیرہ، عروہ بن مسعود، عمیر بن عمرو، عتبہ بن ربیعہ، حبیب بن عمرو، ابن عبد یالیل، کنانہ بن عمرو وغیرہ سے تھی ۔غرض یہ تھی کہ ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے مرتبے کے آدمی پر قرآن نازل ہونا چاہئے تھا۔

اس اعتراض کے جواب میں فرمان باری سرزد ہوتا ہے کہ کیا رحمت الٰہی کے یہ مالک ہیں؟ جو یہ اسے تقسیم کرنے بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت وہ جسے جب جتنا چاہے دے پھر کہاں اس کا علم اور کہاں تمہارا علم؟ اسے بخوبی علم ہے کہ رسالت الٰہی کا حقدار صحیح معنی میں کون ہے؟ یہ نعمت اس کو دی جاتی ہے جو تمام مخلوق سے زیادہ پاک دل ہو سب سے زیادہ پاک نفس ہو۔ سب سے بڑھ کر اشرف گھر کا ہو اور سب سے زیادہ پاک اصل کا ہو۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ رحمت الٰہی کے تقسیم کرنے والے کہاں سے ہو گئے؟ اپنی روزیاں بھی ان کے اپنے قبضے کی نہیں۔ وہ بھی ان میں ہم بانٹتے ہیں۔ اور فرق و تفاوت کے ساتھ جسے جب جتنا چاہیں دیں۔ جس سے جب جو چاہیں چھین لیں۔ عقل، فہم، قوت، طاقت وغیرہ بھی ہماری ہی دی ہوئی ہے اور اس میں بھی مراتب جداگانہ ہیں۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے سے کام لے کیونکہ اس کی اسے اور اس کی اسے ضرورت اور حاجت رہتی ہے۔ ایک ایک کے ماتحت رہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ تم جو کچھ دنیا میں جمع کر رہے ہو اس سے ربّ تعالیٰ کہ رحمت بہت ہی بہتر اور افضل ہے۔ ازاں بعد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ مال کو میرا فضل اور میری رضامندی کی دلیل جان کر مالداروں کے مثل بن جائیں تو میں تو کفار کو یہ دنیائے دوں اتنی دیتا کہ ان کے گھر کی چھتیں بلکہ ان کے کوٹھوں کی سیڑھیاں بھی چاندی کی ہوتیں جن کے ذریعے یہ بالا خانوں پر پہنچتے اور ان کے دروازے ان کے بیٹھنے کے تخت بھی چاندی کے ہوتے اور سونے کے بھی۔ میرے نزدیک دنیا کوئی قدر کی چیز نہیں یہ فانی ہے زائل ہونے والی ہے اور ساری مل جائے جب بھی آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ان لوگوں کی اچھائیوں کے بدلے انہیں یہیں مل جاتے ہیں۔ کھانے پینے رہنے سہنے برتنے برتانے میں کچھ سہولتیں بہم پہنچ جاتی ہیں۔ آخرت میں تو محض خالی ہاتھ ہوں گے۔ ایک نیکی باقی نہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ سے کچھ حاصل کر سکیں۔

جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ''اگر دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ==

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے۔[۳۶] وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ راہ یافتہ ہیں۔[۳۷] یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی تو بڑا برا ساتھی ہے۔[۳۸] جب کہ تم ظالم ٹھہر چکے تو تمہیں آج ہرگز تمہارا سب کا عذاب میں شامل ہونا کوئی نفع نہ دے گا۔[۳۹] کیا پس تو بہرے کو سنا سکتا ہے یا اندھے کو راہ دکھا سکتا ہے اور اسے جو کھلی گمراہی میں ہو؟[۴۰] ہم اگر تجھے یہاں سے لے بھی جائیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں۔[۴۱] یا جو کچھ ان سے وعدہ کیا ہے وہ تجھے دکھا دیں یقیناً ہم اس پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔[۴۲] پس جو وحی تیری جانب کی گئی ہے اسے مضبوط تھامے رہ۔ یقیناً مان کہ تو راہ راست پر ہے۔[۴۳] اور یقیناً یہ خود تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے نصیحت ہے اور عنقریب تم پوچھے جاؤ گے۔[۴۴] اور ہمارے ان نبیوں کا حال معلوم کرو جنہیں ہم نے تم سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے سوائے رحمٰن کے اور معبود مقرر کئے تھے جن کی عبادت کی جائے؟[۴۵]

== یہاں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔'' ❶ پھر فرمایا آخرت کی بھلائیاں صرف ان کے لئے ہیں جو دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے رہے۔ ڈر ڈر کر زندگی گزارتے رہے۔ وہاں ربّ تعالیٰ کی خاص نعمتیں اور مخصوص رحمتیں جو انہیں ملیں گی ان میں کوئی ان کا شریک نہ ہوگا۔ چنانچہ'' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے بالا خانہ میں گئے۔ اور آپ نے اس وقت اپنی ازواج مطہرات سے ایلاء کر رکھا تھا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی کے ٹکڑے پر لیٹے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر نمایاں ہیں تو رو دیئے اور کہا یا رسول اللہ! یہ ہیں قیصر و کسریٰ کس آن بان اور کس شوکت و شان سے زندگی گزار رہے ہیں

❶ ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی هوان الدنیا علی الله عزوجل: ۲۳۲۰ وهو حسن؛ ابن ماجه، ۴۱۱۰؛ حاکم، ۳۰۶/۴۔

اور آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیارے رسول ہو کر کس حال میں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا تو تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے یا فوراً تکیہ چھوڑ دیا اور فرمانے لگے اے ابن خطاب! کیا تو شک میں ہے؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں جلدی سے انہیں یہیں مل گئیں۔ ❶ ''ایک اور روایت میں ہے کہ ''کیا تو اس سے خوش نہیں کہ انہیں دنیا ملے اور ہمیں آخرت۔'' ❷ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھاؤ پیو نہیں یہ دنیا میں ان کے لئے ہیں اور آخرت میں ہمارے لئے ہیں۔'' ❸ اور دنیا میں یہ ان کے لئے یوں ہیں کہ رب تعالیٰ کی نظروں میں دنیا ذلیل وخوار ہے۔ ترمذی وغیرہ کی ایک حسن صحیح حدیث میں ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو کسی کافر کو اللہ تعالیٰ ایک گھونٹ پانی نہ پلاتا۔'' ❹

اللہ کے ذکر سے غفلت کا نتیجہ: [آیت:۳۶-۴۵] ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ رحیم وکریم کے ذکر سے غفلت و بے رغبتی کرے اس پر شیطان قابو پالیتا ہے اور اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ آنکھ کی بینائی کی کمی کو عربی زبان میں عَشْیٌ فِی الْعَیْنِ کہتے ہیں۔ یہی مضمون قرآن کریم کی اور بھی بہت سی آیتوں میں ہے۔ جیسے فرمایا ﴿وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ﴾ ❺ الخ۔ یعنی جو شخص ہدایت، ظاہر ہو چکنے کے بعد مخالفت رسول کر کے مؤمنوں کی راہ کے سوا اور راہ کی پیروی کرے ہم اسے وہیں چھوڑ یں گے اور جہنم واصل کریں گے جو بڑی بری جگہ ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے ﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ﴾ ❻ یعنی جب وہ ٹیڑھے ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھی کج کر دیئے۔ اور آیت میں فرمایا ﴿وَقَیَّضْنَا لَھُمْ قُرَنَآءَ﴾ ❼ یعنی ان کے جو ہم نشین ہم نے مقرر کر دیئے ہیں وہ ان کے آگے پیچھے کی چیزوں کو زینت والی بنا کر انہیں دکھاتے ہیں۔ یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے غافل لوگوں پر شیطان اپنا قابو کر لیتا ہے اور انہیں راہ اللہ تعالیٰ سے روکتا ہے اور ان کے دل میں یہ خیال جما دیتا ہے کہ ان کی روش بہت اچھی ہے۔ یہ بالکل صحیح دین پر قائم ہیں۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگا اور معاملہ کھل جائے گا تو اپنے اس شیطان سے جو اس کا ساتھی تھا براءت ظاہر کرے گا اور کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا جتنا مشرق اور مغرب میں ہے۔ یہاں باعتبار غلبے کے مشرقین یعنی دو مشرقوں کا لفظ کہہ دیا گیا ہے جیسے سورج چاند کو قمرین یعنی دو چاند کہہ دیا جاتا ہے۔ اور ماں باپ کو اَبَوَیْن یعنی دو باپ کہہ دیا جاتا ہے۔

ایک قرأت میں ﴿جَآءَانَا﴾ بھی ہے یعنی شیطان اور یہ غافل انسان دونوں جب ہمارے پاس آئیں گے۔ حضرت سعید جریری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''کافر کے اپنی قبر سے اٹھتے ہی شیطان آکر اس کے ہاتھ سے ہاتھ ملا لیتا ہے پھر جدا نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ جہنم میں بھی دونوں کو ساتھ ڈالا جاتا ہے۔''

پھر فرماتا ہے جہنم میں تم سب کا جمع ہونا اور وہاں کے عذابوں میں سب کا شریک ہونا تمہارے لئے نفع دینے والا نہیں۔ اس کے بعد اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرماتا ہے کہ ازلی بہروں کے کان میں تو ہدایت کی صدا نہیں ڈال سکتا۔ مادر زاد اندھوں کو تو راہ نہیں دکھا

❶ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة والعلية المشرفة...... ٢٤٦٨؛ صحیح مسلم، ١٤٧٩۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة التحریم، باب ﴿تبتغی مرضات ازواجك﴾ ٤٩١٣؛ صحیح مسلم، ١٤٧٩۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب الأكل فی اناء مفضض: ٥٤٢٦؛ صحیح مسلم، ٢٠٦٧؛ ابن حبان، ٥٣٣٩۔

❹ ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی هوان الدنیا علی الله عزوجل: ٢٣٢٠ وهو حسن؛ ابن ماجه، ٤١١٠۔

❺ ٤/ النسآء:١١٥۔ ❻ ٦١/ الصف:٥۔ ❼ ٤١/ حٰمٓ السجدة:٢٥۔

سکتا۔ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تیری ہدایت نہیں قبول کر سکتے۔ یعنی تجھ پر ہماری جانب سے یہ فرض نہیں کہ خواہ مخواہ ہر ہر شخص مسلمان ہو ہی جائے۔ ہدایت تیرے قبضے کی چیز نہیں۔ جو حق کی طرف کان ہی نہ لگائے جو سیدھی راہ کی طرف آنکھ ہی نہ اٹھائے جو بہکے اور اسی میں خوش رہے تو تجھے ان کی بابت اتنا کیوں خیال ہے؟ تجھ پر ضروری کام صرف تبلیغ کرنا ہے ہدایت وضلالت ہمارے ہاتھ کی چیزیں ہیں ہم عادل ہیں۔ ہم حکیم ہیں ہم جو چاہیں گے کریں گے تم تنگ دل نہ ہو جایا کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر چہ ہم تجھے یہاں سے لے جائیں پھر بھی ہم ان ظالموں سے بدلہ لئے بغیر تو رہیں گے نہیں۔ یا اگر ہم تجھے تیری آنکھوں سے وہ دکھا دیں جس کا وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے تو ہم اس سے عاجز نہیں۔ غرض اس طرح اور اس طرح دونوں صورتوں میں کفار پر عذاب تو آئیگا ہی۔ لیکن پھر وہ صورت پسند کی گئی جس میں پیغمبر ﷺ کی عزت زیادہ تھی یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت نہ کیا جب تک کہ آپ ﷺ کے دشمنوں کو مغلوب نہ کر دیا۔ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی نہ کر دیں۔ آپ ان کی جانوں اور مالوں اور ملکیتوں کے مالک نہ بن گئے۔ یہ تو ہے تفسیر حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی۔ لیکن حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ دنیا سے اٹھا لئے گئے اور انتقام باقی رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو آپ کی اُمت میں زندگی میں وہ معاملات نہ دکھائے جو آپ کو ناپسندیدہ تھے۔ بجز حضور کے اور تمام انبیا علیہم السلام کے سامنے ان کی امتوں پر عذاب آئے۔ ہم سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب سے حضور ﷺ کو یہ معلوم کرا دیا گیا کہ آپ کی اُمت پر کیا کیا وبال آئیں گے۔ اس وقت سے لے کر وصال کے وقت تک کبھی حضور ﷺ کھل کھلا کر ہنستے ہوئے دیکھے نہیں گئے۔ ❶ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ ایک حدیث میں ہے ستارے آسمان کے بچاؤ کا سبب ہیں۔ جب ستارے جھڑ جائیں گے تو آسمان پر مصیبت آ جائے گی۔ میں اپنے اصحاب کا ذریعہ امن ہوں۔ میرے جانے کے بعد میرے اصحاب پر وہ آ جائے گا جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے ہیں۔ ❷

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جو قرآن تجھ پر نازل کیا گیا ہے جو سراسر حق وصدق ہے۔ جو حقانیت کی سیدھی اور صاف راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔ تو اسے مضبوطی کے ساتھ لئے رہ یہی جنت نعیم اور راہ مستقیم کا رہبر ہے اس پر چلنے والا اس کے احکام کو تھامنے والا بہک اور بھٹک نہیں سکتا۔ یہ تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے ذکر ہے۔ یعنی شرف اور بزرگی ہے۔ بخاری میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے فرمایا یہ امر (یعنی خلافت وامامت) قریش میں ہی رہے گا جو ان سے جھگڑے گا اور چھینے گا اسے اللہ تعالیٰ اوندھے منہ گرائے گا جب تک دین کو قائم رکھیں۔“ ❸ اس لئے بھی آپ کی شرافت قومی اس میں ہے کہ قرآن آپ ﷺ ہی کی زبان میں اترا ہے۔ لغت قریش میں ہی نازل ہوا ہے ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ اسے یہی سمجھیں گے۔ انہیں لائق ہے کہ سب سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ عمل بھی انہی کا اس پر رہے بالخصوص اس میں بڑی بھاری بزرگی ہے ان مہاجرین کرام رضی اللہ عنہم کی جنھوں نے اوّل اوّل سبقت کر کے اسلام قبول کیا اور ہجرت میں بھی سب سے پیش پیش رہے اور جو ان کے قدم بقدم چلے۔ ذکر کے معنی نصیحت کے بھی لئے گئے ہیں اس صورت میں یہ یاد رہے کہ آپ کی قوم کے لئے اس کا نصیحت ہونا دوسروں کے لئے نصیحت نہ ہونے کے معنی میں نہیں جیسے فرمان ہے ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ ❹ یعنی بالیقین ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے کیا پس تم عقل نہیں رکھتے؟ اور آیت میں ہے ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝﴾ ❺ یعنی اپنے خاندانی قرابت داروں کو ہوشیار کر دے۔ غرض نصیحت قرآنی، رسالت نبوی ﷺ عام ہے کنبہ والوں کو قوم کو اور دنیا کے کل لوگوں کو شامل ہے۔

---

❶ الطبری، یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب بیان ان بقاء النبی ﷺ امان لاصحابه ۲۵۳۱؛ احمد، ۴/ ۳۹۸؛ مسند ابی یعلی، ۷۲۷۶۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب الأمر من قریش، ۷۱۳۹؛ احمد، ۴/ ۹۴۔ ❹ ۲۱/ الانبیآء:۱۰۔ ❺ ۲۶/ الشعرآء:۲۱۴۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ: ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراکے پاس بھیجا موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا میں تمام جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں۔[۴۶] جب ہماری نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے تو وہ بے ساختہ ان پر ہنسنے لگے۔[۴۷] ہم انہیں جو نشانی دکھاتے تھے وہ دوسری سے بڑھی چڑھی ہوتی تھی۔اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تاکہ وہ باز آ جائیں۔[۴۸] وہ کہنے لگے اے جادوگر! ہمارے لئے اپنے رب تعالیٰ سے اس کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے وعدہ کر رکھا ہے یقین مان کہ ہم راہ پر لگ جائیں گے۔[۴۹] پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا لیا انھوں نے اسی وقت اپنا قول وقرار توڑ دیا۔[۵۰]

پھر فرماتا ہے تم سے عنقریب سوال ہوگا کہ کہاں تک کلام اللہ پر عمل کیا اور کہاں تک اسے مانا؟ تمام رسولوں نے اپنی اپنی قوم کو وہی دعوت دی جو اے آخر الزماں رسول! آپ اپنی اُمّت کو دے رہے ہیں۔کل انبیا علیہم السلام کے دعوت ناموں کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ انہوں نے توحید پھیلائی اور شرک کو مٹایا۔جیسے خود قرآن میں ہے کہ ہم نے ہر اُمّت میں رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا اوروں کی عبادت نہ کرو۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت میں یہ آیت اس طرح ہے ﴿وَسْئَلِ الَّذِيْنَ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ رُسُلَنَا﴾ پس یہ مثل تفسیر کے ہے نہ کہ تلاوت کے ❶ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ان سے دریافت کر لے جن میں تجھ سے پہلے ہم اپنے اور رسولوں کو بھیج چکے ہیں۔عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبیوں سے پوچھ لے۔یعنی معراج والی رات کو جب کہ انبیا علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جمع تھے کہ ہر نبی توحید سکھانے اور شرک مٹانے کی ہی تعلیم لے کر ہماری جانب سے مبعوث ہوتا رہا۔

موسیٰ علیہ السلام دلائل و براہین کے ساتھ فرعون کی طرف: [آیت:۴۶-۵۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جناب باری تعالیٰ نے اپنا رسول و نبی بنا کر فرعون اور اس کے امراء اور اس کی رعایا' قبطیوں اور بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تاکہ آپ علیہ السلام انہیں توحید سکھائیں اور شرک سے بچائیں۔آپ علیہ السلام کو بڑے بڑے معجزے بھی عطا فرمائے۔جیسے کہ ہاتھ کا روشن ہو جانا۔لکڑی کا اژدہا بن جانا وغیرہ لیکن فرعونیوں نے اپنے نبی علیہ السلام کی کوئی قدر نہ کی بلکہ تکذیب کی اور تمسخر اڑایا۔اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تاکہ انہیں عبرت بھی ہو اور نبوت موسیٰ پر دلیل بھی ہو۔پس طوفان آیا' ٹڈیاں آئیں' جوئیں آئیں۔مینڈک آئے اور کھیت' مال جان' پھل وغیرہ کی کمی میں مبتلا ہوئے۔جب کوئی عذاب آتا تو تلملا اٹھتے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشامد کرتے انہیں رضامند کرتے ان سے قول قرار کرتے آپ علیہ السلام دعا مانگتے عذاب ہٹ جاتا پھر سرکشی پر اتر آتے۔پھر عذاب آتا پھر یہی ہوتا۔ساحر یعنی جادوگر سے وہ بڑا عالم مراد لیتے تھے۔ان کے زمانے کے علماء کا یہی لقب تھا اور انہی لوگوں میں علم تھا۔اور ان کے زمانے میں یہ علم مذموم نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قدر کی=

❶ الطبری ۲۱/ ۶۱۱۔

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ۬ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْ لَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۵﴾ ۙ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ ع

ترجمہ: فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی اور کہا اے میری قوم! کیا مصر کا ملک میرا نہیں؟ اور میرے محلوں کے نیچے یہ نہریں بہہ رہی ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں رہے؟[۵۱] بلکہ میں بہتر ہوں بہ نسبت اس کے جو بے توقیر ہے۔ اور صاف بول بھی نہیں سکتا۔[۵۲] اچھا اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں آ پڑے یا اس کے ساتھ پر باندھ کر فرشتے ہی آ جاتے۔[۵۳] اس نے اپنی قوم کی عقل کھو دی اور انہوں نے اسی کی مان لی۔ یقیناً یہ سارے ہی بے حکم لوگ تھے۔[۵۴] پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور سب کو ڈبو دیا۔[۵۵] پس ہم نے گیا گزرا کر دیا اور پچھلوں کے لئے مثال بنا دی۔[۵۶]

= نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پس ان کا جناب موسیٰ علیہ السلام کو اے جادوگر! کہہ کر خطاب کرنا بطور عزت کے تھا اعتراض کے طور پر نہ تھا کیونکہ انہیں تو اپنا کام نکالنا تھا۔ ہر بار اقرار کرتے تھے کہ ہم مسلمان ہو جائیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ پھر جب عذاب ہٹ جاتا تو وعدہ شکنی کرتے اور قول وقرار توڑ دیتے۔ جیسے اور آیت ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ﴾ ❶ میں اس پورے واقعہ کو بیان کیا ہے۔

فرعون کا تکبر اور سرکشی: [آیت: ۵۱-۵۶] فرعون کی سرکشی اور خود بینی بیان ہو رہی ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے ان میں ڈینگ لی اور کہا کیا میں تنہا ملک مصر کا بادشاہ نہیں ہوں؟ کیا میرے باغات اور محلات میں نہریں جاری نہیں؟ کیا تم میری عظمت و سلطنت کو دیکھ نہیں رہے؟ پھر موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کو دیکھو جو فقرا اور ضعفا ہیں۔

کلام پاک میں اور جگہ ہے اس نے جمع کر کے سب سے کہا میں تمہارا بلند و بالا ربّ ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے یہاں کے اور وہاں کے عذابوں میں گرفتار کیا۔ ﴿اَمْ﴾ معنی میں بَلْ کے ہے۔ بعض قاریوں کی قراءت ﴿اَمَا اَنَا﴾ بھی ہے۔ ❷ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اگر یہ قراءت صحیح ہو جائے تو معنی تو بالکل واضح اور صاف ہو جاتے ہیں لیکن یہ قراءت تمام شہروں کی قراءت کے خلاف ہے۔ سب کی قراءت ﴿اَمْ﴾ استفہام کا ہے۔'' ❸ حاصل یہ ہے کہ فرعون ملعون اپنے تئیں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے بہتر و برتر بنا رہا ہے اور یہ دراصل اس ملعون کا جھوٹ ہے ﴿مَهِیْنٌ﴾ کے معنی حقیر ضعیف بے مال بے شان۔

پھر کہتا ہے کہ موسیٰ تو صاف بولنا بھی نہیں جانتا۔ اس کا کلام فصیح نہیں وہ اپنا مافی الضمیر ادا نہیں کر سکتا۔ بعض کہتے ہیں بچپن میں آپ علیہ السلام نے اپنے منہ میں آگ کا انگارہ رکھ لیا تھا جس کا اثر زبان پر باقی رہ گیا تھا۔ یہ بھی فرعون کا مکر جھوٹ اور دجل ہے۔ حضرت =

❶ ۷/ الاعراف: ۱۳۳۔ ❷ الطبری ۲۱/ ۶۱۸۔ ❸ ایضاً۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿۵۸﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿۶۰﴾ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۶۳﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿۶۵﴾

ترجمہ: جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو اس سے تیری قوم پکار اٹھی۔[۵۷] اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود! اچھے ہیں یا وہ؟ تجھ سے ان کا یہ کہنا محض جھگڑے کی غرض سے ہے بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔[۵۸] عیسیٰ (علیہ السلام) بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لئے نشان قدرت بنایا۔[۵۹] اگر ہم چاہتے تو تمہارے عوض فرشتے کر دیتے جو زمین میں جانشینی کرتے۔[۶۰] اور یقیناً عیسیٰ (علیہ السلام) قیامت کی علامت ہے پس تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو اور میری تابعداری کرو یہی سیدھی راہ ہے۔[۶۱] شیطان تمہیں روک نہ دے۔ یقیناً وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔[۶۲] جب عیسیٰ (علیہ السلام) معجزے لائے اور کہہ دیا کہ میں تمہارے پاس حکمت لایا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ جن بعض چیزوں میں تم مختلف ہو انہیں واضح کر دوں۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔[۶۳] میرا اور تمہارا رب فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پس تم سب اس کی عبادت کرو۔ راہ راست یہی ہے۔[۶۴] پھر بنی اسرائیل کی جماعتوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ پس ظالموں کے لئے خرابی ہے دکھ والے دن کی آفت سے۔[۶۵]

= موسیٰ علیہ السلام صاف گو صحیح کلام کرنے والے ذی عزت بارعب وقار تھے۔ لیکن چونکہ یہ ملعون اپنی کفر کی آنکھ سے نبی اللہ کو دیکھتا تھا اس لئے اسے یہی دکھتا تھا۔ حقیقتاً ذلیل و غبی خود تھا۔ گو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں بوجہ اس انگارے کے جسے بچپن میں منہ میں رکھ لیا تھا کچھ لکنت تھی لیکن آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور آپ کی زبان کی گرہ کھل گئی تاکہ آپ لوگوں کو باآسانی اپنا مدعا سمجھا سکیں۔ اور اگر مان لیا جائے کہ تاہم کہ کچھ باقی رہ گئی تھی کیونکہ دعا کلیم میں اتنا ہی تھا کہ میری زبان کی اس قدر گرہ کھل جائے کہ لوگ میری بات سمجھ لیں تو یہ بھی کوئی عیب کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو جیسا بنا دیا وہ ویسا ہی ہے۔ اس میں عیب کی کونسی بات ہے؟ دراصل فرعون ایک کلام بنا کر ایک مسودہ گھڑ کر اپنی جاہل رعایا کو بھڑکانا اور بہکانا چاہتا تھا۔

دیکھئے وہ آگے چل کر کہتا ہے کہ کیوں جی اس پر آسمان سے ہُن کیوں نہیں برستا۔ مالداری تو اسے اتنی ہونی چاہئے کہ ہاتھ سونے سے پر ہوں لیکن یہ تو محض مفلس ہے۔ اچھا یہ بھی نہیں تو اللہ اس کے ساتھ فرشتے ہی کر دیتا جو کم از کم ہمیں باور کرا دیتے کہ یہ اللہ

کے نبی ہیں۔ غرض ہزار جتن کر کے لوگوں کو بیوقوف بنالیا اور انہیں اپنا ہم خیال اور ہم سخن کر لیا۔ یہ خود فاسق فاجر تھے۔ فسق و فجور کی پکار پر فوراً ریجھ گئے۔ پس جب ان کا پیمانہ چھلک گیا اور انہوں نے دل کھول کر نافرمانی رب تعالیٰ کر لی اور رب تعالیٰ کو خوب ناراض کر دیا تو پھر الٰہی کوڑا ان کی پیٹھ پر برسا اور اگلے پچھلے سارے کرتوت پکڑ لئے گئے۔ جہاں ایک ساتھ پانی میں غرق کر دیئے گئے وہاں جہنم میں جلتے بھلستے رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جب کسی انسان کو اللہ دنیا دیتا چلا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر جما ہوا ہو تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ڈھیل دے رکھی ہے۔ پھر حضور ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی'' ❶ (ابن ابی حاتم)۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اچانک موت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا: ایماندار پر یہ تخفیف ہے اور کافر پر حسرت ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کو پڑھ سنایا۔ ❷ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انتقام غفلت کے ساتھ ہے۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں نمونہ بنا دیا کہ ان کے لئے کام کرنے والے ان کے انجام کو دیکھ لیں۔ اور یہ مثال یعنی باعث عبرت بن گئے کہ پچھلے ان کے واقعات میں غور کریں اور اپنا بچاؤ ڈھونڈیں۔

مشرکین کے کون سے معبود جہنمی ہیں: [آیت: ۵۷-۶۵] ﴿یَصِدُّوْنَ﴾ کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، عکرمہ اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہم نے کئے ہیں کہ وہ ہنسنے لگے یعنی اس سے انہیں تعجب معلوم ہوا۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گھبرا کر بول پڑے۔ ❸ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے منہ پھیرنے لگے۔ اس کی وجہ جو امام محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت میں بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ولید بن مغیرہ وغیرہ قریشیوں کے پاس تشریف فرما تھے جو نضر بن حارث بھی آ گیا اور آپ ﷺ سے کچھ باتیں کرنے لگا جس میں وہ لاجواب ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ نے قرآن کریم کی آیت ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ ❹ الخ کئی آیتوں تک پڑھ کر سنائیں یعنی تم اور تمہارے معبود سب جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے۔ پھر حضور ﷺ وہاں سے چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں عبداللہ بن زبعری تمیمی آیا تو ولید بن مغیرہ نے اس سے کہا کہ نضر بن حارث تو ابن عبدالمطلب سے ہار گیا اور بالآخر ابن عبدالمطلب ہمیں اور ہمارے معبودوں کو جہنم کا ایندھن کہتے ہوئے چلے گئے۔ اس نے کہا اگر میں ہوتا تو خود انہیں لاجواب کر دیتا جاؤ ذرا ان سے پوچھو تو کہ جب ہم اور ہمارے سارے معبود دوزخی ہیں تو لازم آیا کہ سارے فرشتے اور حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام بھی جہنم میں جائیں کیونکہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں۔ یہود حضرت عزیر کی پرستش کرتے ہیں۔ نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں۔ اس پر مجلس کے کفار بہت خوش ہوئے اور کہا ہاں یہ جواب بہت ٹھیک ہے۔ لیکن جب حضور تک یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''ہر وہ شخص جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور ہر وہ شخص جو اپنی عبادت اپنی خوشی کرائے یہ دونوں عابد و معبود جہنمی ہیں۔ فرشتوں یا نبیوں نے نہ اپنی عبادت کا حکم دیا نہ وہ اس سے خوش۔ ان کے نام سے دراصل یہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں وہی انہیں شرک کا حکم دیتا ہے اور یہ بجالاتے ہیں۔'' اس پر آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ﴾ ❺ الخ نازل ہوئی۔ یعنی حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام اور ان کے علاوہ جن احبار و رہبان کی پرستش یہ لوگ کرتے ہیں اور خود وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر تھے شرک سے بیزار اور اس سے روکنے والے تھے اور ان کے بعد ان گمراہوں جاہلوں نے انہیں معبود

---

❶ وسندہ ضعیف، ابن لھیعة مدلس وعنعن۔ ❷ الدر المنثور ۷/ ۳۸٤۔

❸ الطبری ۲۱/ ٦۲۷۔ ❹ ۲۱/ الانبیآء ۹۸۔ ❺ ۲۱ الانبیآء: ۱۰۱۔

بنالیا تو وہ محض بے قصور ہیں۔ اور فرشتوں کو جو مشرکین اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں مان کر پوجتے تھے ان کی تردید میں ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ ❶ سے کئی آیتوں تک نازل ہوئیں اور ان کے اس باطل عقیدے کی پوری تردید کر دی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس نے جو جواب دیا تھا جس پر مشرکین خوش ہوئے تھے یہ آیتیں اتریں کہ تیرے اس قول کو سنتے ہی کہ معبودان باطل بھی اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے انہوں نے جھٹ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی کو پیش کر دیا اور یہ سنتے ہی مارے خوشی کے آپ علیہ السلام کی قوم کے مشرک اچھل پڑے اور بڑھ چڑھ کر باتیں بنانے لگے کہ ہم نے دبا لیا ان سے کہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کسی سے اپنی یا کسی اور کی پرستش نہیں کرائی۔ وہ تو خود برابر ہماری غلامی میں لگے رہے اور ہم نے بھی انہیں اپنی بہتیری نعمتیں عطا فرمائیں۔ ان کے ہاتھوں جو معجزات دنیا کو دکھائے وہ قیامت کی دلیل تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن جریر میں ہے کہ ''مشرکین نے اپنے معبودوں کا جہنمی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سن کر کہا کہ پھر آپ ابن مریم کی نسبت کیا کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ اب کوئی جواب ان کے پاس نہ رہا تو کہنے لگے۔ واللہ یہ تو چاہتے ہیں کہ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ مان لیا ہے ہم بھی انہیں ربّ مان لیں۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تو صرف بکواس ہے۔ کھسیانے ہو کر بے جوڑ باتیں کہنے لگے ہیں۔ ❷

مسند احمد میں ہے کہ ''ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قرآن میں ایک آیت ہے مجھ سے کسی نے اس کی تفسیر نہیں پوچھی۔ میں نہیں جانتا کہ کیا ہر ایک اسے جانتا ہے یا نہ جان کر پھر بھی جاننے کی کوشش نہیں کرتے؟ پھر اور باتیں بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ مجلس ختم ہوئی اور آپ چلے گئے۔ اب ہمیں بڑا افسوس ہونے لگا کہ وہ آیت پھر بھی رہ گئی۔ اور ہم میں سے کسی نے دریافت ہی نہ کیا۔ اس پر ابن عقیل انصاری کے مولیٰ ابو یحییٰ نے کہا کہ اچھا کل صبح جب تشریف لائیں گے تو میں پوچھ لوں گا۔ دوسرے دن جو آئے تو میں نے ان کی کل کی بات دہرائی اور ان سے دریافت کیا کہ وہ کونسی آیت ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں سنو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ قریش سے فرمایا: ''کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کی جاتی ہو اور اس میں خیر ہو۔''

اس پر قریش نے کہا کیا عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت نہیں کرتے؟ اور کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی اور اس کا برگزیدہ نیک بندہ نہیں مانتے؟ پھر اس کہنے کا کیا مطلب ہوا کہ اللہ کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہے وہ خیر سے خالی ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں کہ جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ذکر آیا تو یہ لوگ ہنسنے لگے وہ قیامت کا علم ہیں۔ یعنی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا قیامت کے دن سے پہلے نکلنا۔'' ❸

ابن ابی حاتم میں بھی یہ روایت پچھلے جملے کے علاوہ ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان کے اس قول کا کہ کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا یہ؟ مطلب یہ ہے کہ ہمارے معبود محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ہیں۔ یہ تو اپنے تئیں پجوانا چاہتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿أَمْ هٰذَا﴾ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ان کا مناظرہ نہیں' بلکہ مجادلہ اور مکابرہ ہے۔ یعنی بے دلیل جھگڑا اور بے وجہ حجت بازی ہے۔ خود یہ جانتے ہیں کہ نہ یہ مطلب ہے نہ ہمارا اعتراض اس پر وارد ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اولاً تو آیت میں لفظ ﴿مَا﴾ ہے جو غیر ذوی العقول کے لئے ہے دوسرے یہ کہ آیت میں خطاب کفار قریش سے ہے جو اصنام و انداد کو بتوں اور پتھروں کو پوجتے تھے۔ وہ مسیح علیہ السلام

---

❶ ۲۱ الانبیآء:۲۶۔ ❷ الطبری، ۲۱/ ۶۲۵۔

❸ احمد، ۱/ ۳۱۷ وھو حسن؛ ابن حبان، ۶۸۱۷ مختصرًا۔

کے پجاری نہ تھے جو یہ اعتراض برمحل مانا جائے۔ پس یہ صرف جدل ہے یعنی وہ بات کہتے ہیں جس کے غیر صحیح ہونے کو ان کا اپنا دل بھی جانتا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ ''کوئی قوم اس وقت تک ہلاک نہیں ہوتی جب تک بے دلیل حجت بازی ان میں نہ آ جائے۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔'' ❶ ابن ابی حاتم میں اس حدیث کے شروع میں یہ بھی ہے کہ ہر امت کی گمراہی کی پہلی بات اپنے نبی کے بعد تقدیر کا انکار کرنا ہے۔ ❷ ابن جریر میں ہے کہ ''ایک بار حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں آئے اس وقت وہ قرآن کی آیتوں میں نزاع کر رہے تھے۔ آپ ﷺ سخت غضب ناک ہوئے اور فرمایا اس طرح اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراؤ نہیں۔ یاد رکھو جدال کی اسی عادت نے اگلے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے ﴿مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ کی تلاوت فرمائی۔ ❸

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے بندوں میں سے ایک بندے تھے جن پر نبوت و رسالت کا انعام باری تعالیٰ ہوا تھا۔ اور انہیں قدرت باری تعالیٰ کی ایک نشانی بنا کر بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے اس پر قادر ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو تمہارے جانشین بنا کر فرشتوں کو اس زمین میں آباد کر دیتے۔ یا یہ کہ جس طرح تم ایک دوسرے کے جانشین ہوتے ہو۔ یہی بات ان میں کر دیتے۔ مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی بجائے تمہارے زمین کی آبادی ان سے ہوتی۔ ❹ اس کے بعد جو فرمایا ہے کہ وہ قیامت کی نشانی ہے اس کا مطلب جو ابن اسحاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے وہ کچھ ٹھیک نہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ دور کی بات یہ ہے کہ بقول قتادہ، حضرت حسن بصری اور حضرت سعید بن جبیر رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ''ہٗ'' ضمیر کا مرجع قرآن ہے یہ دونوں قول غلط ہیں بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ ضمیر عائد ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک نشانی ہیں۔ اس لئے کہ اوپر سے ہی آپ علیہ السلام کا بیان چلا آ رہا ہے۔ اور یہ واضح رہے کہ مراد یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے کا نازل ہونا ہے جیسے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ ❺ یعنی ان کی موت سے پہلے ایک ایک اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے پھر قیامت کے دن یہ ان پر گواہ ہوں گے۔ اس مطلب کی پوری وضاحت اسی آیت کی دوسری قرأت سے ہوتی ہے جس میں ہے ﴿اِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ یعنی جناب روح اللہ نشان اور علامت ہیں قیامت کے قائم ہونے کی۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں'' یہ نشان ہیں قیامت کے یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا قیامت سے پہلے آنا۔ ❻ اسی طرح روایت کی گئی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور یہی مروی ہے ابو العالیہ، ابو مالک، عکرمہ، حسن، قتادہ، ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ سے ❼ اور متواتر احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام عادل اور حاکم باانصاف ہو کر نازل ہوں گے پس تم قیامت کا ہونا یقینی جانو اس میں شک شبہ نہ کرو اور جو خبریں تمہیں دے رہا ہوں اس میں میری=

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزخرف، ۳۲۵۳ وسنده حسن؛ ابن ماجه، ۴۸؛ احمد، ۵/ ۲۵۲؛ حاکم، ۲/ ۴۴۸۔ ❷ ابن ابی حاتم وسنده ضعیف، ابن مخزوم نامعلوم ہے اور باقی سند حسن ہے۔

❸ الطبری، ۲۱/ ۶۲۹ وسنده ضعیف جداً، فيه جعفر بن الزبير ضعيف جداً۔

❹ الطبری، ۲۱/ ۶۳۰۔ ❺ ٤/ النسآء: ۱۵۹۔

❻ الطبری، ۲۱/ ۶۳۲۔ ❼ ایضاً۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾

ع ۱۲

ترجمہ: یہ لوگ صرف قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ اچانک ان پر آ پڑے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔[۶۶] اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔[۶۷] میرے بندو! آج نہ تو تم پر کوئی خوف و ہراس ہے اور نہ تم بددل اور غمزدہ ہو گے۔ [۶۸] جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور تھے بھی وہ فرمانبردار مسلمان۔[۶۹] تم اور تمہاری جوڑ کے لوگ ہشاش بشاش راضی خوشی جنت میں چلے جاؤ۔[۷۰] ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور لگا دیا جائے گا۔ ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں سب وہاں ہوگا۔ اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے۔[۷۱] یہی وہ بہشت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو۔[۷۲] یہاں تمہارے لئے بکثرت میوے ہیں جنھیں تم کھاتے رہو گے۔[۷۳]

= تابعداری کرو یہی صراط مستقیم ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان جو تمہارا کھلا دشمن ہے تمہیں صحیح راہ سے اور میری واجب اتباع سے روک دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ میں حکمت یعنی نبوت لے کر تمہارے پاس آیا ہوں اور دینی امور میں جو اختلافات تم نے ڈال رکھے ہیں میں اس میں جو حق ہے اسے ظاہر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ یہی فرماتے ہیں اور یہی قول بہتر اور پختہ ہے پھر امام صاحب نے ان لوگوں کے قول کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ بعض کا لفظ یہاں پر ﴿ كُلْ ﴾ کے معنی میں ہے۔ اور اس کی دلیل میں لبید شاعر کا ایک شعر پیش کرتے ہیں لیکن وہاں بھی بعض سے مراد قائل کا خود اپنا نفس ہے نہ کہ سب نفس۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شعر کا جو مطلب بیان کیا ہے یہ بھی ممکن ہے۔ پھر فرمایا جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں اس میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو اس سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت گزاری کرو۔ جو لایا ہوں اسے مانو۔ یقین مانو کہ تم سب اور خود میں اس کے غلام ہیں اس کے محتاج ہیں اس کے در کے فقیر ہیں۔ اس کی عبادت ہم سب پر فرض ہے۔ وہ واحد ہے لاشریک ہے۔ بس یہی توحید کی راہ راہ مستقیم ہے۔ اب لوگ آپس میں متفرق ہو گئے۔ بعض تو کلمۃ اللہ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہی کہتے تھے اور یہی حق والی جماعت تھی اور بعض نے ان کی نسبت دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ علیہ السلام ہی اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ان دونوں دعوؤں سے پاک ہے اور بلند و برتر ہے۔ اسی لئے ارشاد فرماتا ہے کہ ان ظالموں کے لئے خرابی ہے۔ قیامت کے دن انہیں المناک عذاب اور دردناک سزائیں ہوں گی۔

قیامت کے دن غیر اللہ کی دوستی دشمنی میں بدل جائے گی: [آیت: ۶۶-۷۳] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو تو یہ مشرک قیامت کا

انتظار کر رہے ہیں جو محض بے سود ہے اس لئے کہ اس کے آنے کا کسی کو صحیح وقت تو معلوم نہیں وہ اچانک یونہی بے خبری کی حالت میں آ جائے گی۔ اس وقت گو نادم ہوں لیکن اس سے کیا فائدہ یہ گو اسے ناممکن سمجھے ہوئے ہیں لیکن وہ نہ صرف ممکن بلکہ یقیناً آنے والی ہی ہے اور اس وقت کا یہ اس کے بعد کا کوئی عمل کسی کو کچھ نفع نہ دے گا۔ اس دن تو جن کی دوستیاں غیر اللہ کیلئے تھیں وہ سب عداوت سے بدل جائیں گی۔ ہاں جو دوستی صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے تھی وہ باقی اور دائم رہے گی۔ جیسے خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ تم نے بتوں سے جو دوستیاں کر رکھی ہیں یہ صرف دنیا کے رہنے تک ہی ہیں قیامت کے دن تو ایک دوسرے کا نہ صرف انکار کریں گے بلکہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا اور کوئی نہ ہوگا جو تمہاری امداد پر آئے۔ ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''دو ایماندار جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے اے اللہ! فلاں شخص میرا دلی دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتا تھا بھلائی کی ہدایت کرتا تھا برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے پس اے باری تعالیٰ! تو اسے راہ حق پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھائے جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اس سے بھی تو اسی طرح راضی ہو جائے جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے تو ٹھنڈے کلیجوں چلا جا۔ اس کے لئے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا تو تو بہت ہنستا اور بالکل آزردہ نہ ہوتا۔ پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا تعلق بیان کرو۔ پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ میرا بڑا اچھا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا۔ دو کافر جو آپس میں ایک دوسرے کے دوست تھے جب ان میں سے ایک مرتا ہے اور جہنم کی خبر دیا جاتا ہے تو اسے بھی اپنا دوست یاد آتا ہے اور کہتا ہے باری تعالیٰ! فلاں شخص میرا دوست تھا تیری اور تیرے نبی کی نافرمانی کی مجھے تعلیم دیتا تھا' برائیوں کی رغبت دلاتا تھا بھلائیوں سے روکتا تھا اور تیری ملاقات نہ ہونے کا مجھے یقین دلاتا تھا پس تو اسے میرے بعد ہدایت نہ کرنا کہ وہ بھی وہی دیکھے جو میں نے دیکھا اور اس پر تو اسی طرح ناراض ہو جس طرح مجھ پر غضبناک ہوا۔ پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں جمع ہوتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے اوصاف بیان کرو تو ہر ایک کہتا ہے تو بڑا برا بھائی تھا اور برا ساتھی تھا اور بدترین دوست تھا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں ہر دوستی قیامت کے دن دشمنی سے بدل جائے گی مگر پرہیزگاروں کی دوستی۔ ابن عساکر میں ہے کہ ''جن دو شخصوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں دوستانہ کر رکھا ہے خواہ ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع کر کے فرمائے گا کہ یہی ہے جسے تو میری وجہ سے چاہتا تھا۔'' ❶

پھر فرمایا کہ ان متقین سے روز قیامت میں کہا جائے گا کہ تم غم و ہراس سے دور رہو' ہر طرح سے امن چین سے رہو سہو۔ یہ ہے تمہارے ایمان و اسلام کا بدلہ یعنی باطن میں یقین و اعتقاد کامل اور ظاہر میں شریعت پر عمل۔ حضرت معتمر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ''قیامت کے دن جب کہ لوگ اپنی اپنی قبروں سے کھڑے کئے جائیں گے تو سب کے سب گھبراہٹ اور بے چینی میں ہوں گے۔ اس وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ اے میرے بندو! آج کے دن نہ تم پر خوف ہے نہ ہراس تو سارے کے سارے اسے عام سمجھ کر خوش ہو جائیں گے۔ ؛ ہیں منادی کہے گا وہ لوگ جو دل سے ایمان لائے تھے اور جسم سے نیک کام کئے تھے۔

❶ ابن عساکر، لم اجده، وسنده ضعيف جداً مظلم۔

اس وقت سوائے سچے پکے مسلمانوں کے باقی سب مایوس ہو جائیں گے۔'' پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم اور تم جیسے نعمت وسعادت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ سورۂ روم میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ چوطرف سے ان کے سامنے طرح طرح کے ملذ ذ مرغن خوش ذائقہ مرغوب کھانوں کی کشتیاں رکابیاں اور قابیں پیش ہوں گی اور چھلکتے ہوئے جام ہاتھوں میں لئے غلمان ادھر ادھر گردش کر رہے ہوں گے ﴿تَشْتَهِيْهِ الْاَ نْفُسُ﴾ اور ﴿تَشْتَهِي الْاَنْفُسُ﴾ دونوں قرأتیں ہیں۔

یعنی انہیں مزیدار خوش بو والے اچھی رنگت والے من مانے کھانے پینے ملیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''سب سے نیچے درجہ کا جنتی جو سب سے آخر میں جائے گا اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جاتی ہو گی لیکن برابر وہاں تک اسے اپنے ہی ڈیرے خیمے اور محل سونے کے اور زمرد کے نظر آئیں گے جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ برنگ کے ساز وسامان سے پر ہوں گے۔ صبح شام ستر ستر ہزار رکابیاں پیالے الگ الگ وضع کے کھانے سے پر اس کے سامنے رکھے جائیں گے جن میں سے ہر ایک اس کی خواہش کے مطابق ہو گا اور اوّل سے آخر تک اس کی اشتہا برابر اور یکساں رہے گی۔ اگر وہ روئے زمین والوں کی دعوت کرے تو سب کو کفایت ہو جائے اور کچھ نہ گھٹے'' ❶ (عبدالرزاق)۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''کہ جنتی ایک لقمہ اٹھائے گا اور اس کے دل میں خیال آئے گا کہ فلاں قسم کا کھانا ہوتا' چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہی چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔'' ❷ مسند احمد میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں سب سے ادنیٰ مرتبہ کے جنتی کے بالا خانے کی سات منزلیں ہوں گی۔ یہ چھٹی منزل میں ہو گا اور اس کے اوپر ساتویں ہو گی۔ اس کے تیس خادم ہوں گے جو صبح شام تین سو سونے کے برتنوں میں اس کے لئے طعام وشراب پیش کریں گے ہر ایک میں الگ الگ قسم کا عجیب وغریب اور نہایت لذیذ کھانا ہو گا۔ اوّل سے آخر تک اسے کھانے کی اشتہا ویسی ہی رہے گی اسی طرح تین سو سونے کے پیالوں اور کٹوروں اور گلاسوں میں اسے پینے کی چیزیں دی جائیں گی۔ وہ بھی ایک سے ایک سوا ہو گی۔ یہ کہے گا کہ اے اللہ! اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تمام جنتیوں کی دعوت کروں سب بھی اگر میرے ہاں کھا جائیں تو بھی میرے کھانے میں کمی نہیں آ سکتی۔ اور اس کی بہتر بیویاں حورعین میں سے ہوں گی اور دنیا کی اور بیویاں الگ ہوں گی۔ ان میں سے ایک ایک میل میل بھر کی جگہ میں بیٹھے گی۔ ❸ پھر ساتھ ہی ان سے کہا جائے گا کہ یہ نعمتیں بھی ہمیشگی والی ہیں۔ اور تم بھی یہاں ہمیشہ ہی رہو گے نہ موت آئے نہ گھاٹا آئے' نہ جگہ بدلے نہ تکلیف پہنچے۔ پھر ان پر اپنا فضل واحسان بتلایا جاتا ہے کہ تمہارے اعمال کا بدلہ میں نے اپنی وسیع رحمت سے تمہیں یہ دیا ہے کیونکہ کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے صرف اپنے اعمال کی بنا پر نہیں جا سکتا۔ ہاں البتہ جنت کے درجوں میں تفاوت جو ہو گا وہ نیک اعمال کے تفاوت کی وجہ سے۔''

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ''رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں جہنمی اپنی جنت کی جگہ جہنم میں سے دیکھیں گے اور حسرت وافسوس سے کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت کرتا تو میں بھی متقیوں میں ہو جاتا۔ اور ہر ایک جنتی بھی اپنی جہنم کی جگہ جنت میں سے دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے کہے گا کہ ہم خود اپنے طور پر راہ راست کے حاصل کرنے پر قادر نہ تھے اگر اللہ تعالیٰ خود ہماری رہنمائی نہ کرتا۔'' آپ ﷺ فرماتے ہیں ''ہر ہر شخص کی ایک جگہ جنت میں ہے اور ایک جگہ جہنم میں۔ پس کافر مؤمن کی جہنم کی جگہ کا وارث =

---

❶ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ❷ یہ روایت منقطع یعنی ضعیف ہے۔ ❸ احمد: ۲/ ۵۳۷ سنده حسن؛ النهاية بتحقيقى، ١٤١٢ ولا ادرى لاى شئ قال الحافظ ابن كثير فى النهاية: "وفيه انقطاع" شهر بن حوشب حسن الحديث ولم يثبت تدليسه؛ مجمع الزوائد، ١٠/ ٤٠٠؛ صفة الجنة لأبى نعيم: ٢٢٩ مختصراً۔

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَاكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾

ترجمہ: بے شک گنہگار لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔[۷۴] یہ عذاب کبھی بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے۔[۷۵] اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی ظالم تھے۔[۷۶] اور پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب تعالیٰ ہمارا کام ہی تمام کر دے۔ وہ کہے گا کہ تمہیں تو ہمیشہ رہنا ہے۔[۷۷] ہم تو تمہارے پاس حق لے آئے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے ہیں۔[۷۸] کیا انھوں نے کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو یقین مانو کہ ہم بھی پختہ کام کرنیوالے ہیں۔[۷۹] کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں کو اور ان کے مشوروں کو نہیں سنتے؟ برابر سن رہے ہیں بلکہ ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں۔[۸۰]

= ہوگا اور مؤمن کافر کی جنت کی جگہ کا وارث ہوگا۔“ ❶ یہی فرمان باری تعالیٰ ہے کہ اس جنت کے وارث تم بسبب اپنے اعمال کے بنائے گئے ہو۔

کھانے پینے کے ذکر کے بعد اب میووں اور ترکاریوں کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ بھی بکثرت مرغوب طبع انہیں ملیں گی جس قسم کی یہ چاہیں اور ان کی خواہش ہو۔ غرض بھرپور نعمتوں کے ساتھ ربّ تعالیٰ کی رضامندی کے گھر میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائے آمین۔

جہنمی موت کی تمنا کریں گے: [آیت:۷۴-۸۰] اوپر چونکہ نیک لوگوں کا حال بیان ہوا تھا اس لئے یہاں بدبختوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ گنہگار جہنم کے عذابوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ ایک ساعت بھی انہیں ان عذابوں میں تخفیف نہ ہوگی اور اس میں وہ ناامید محض ہو کر پڑے رہیں گے ہر بھلائی سے وہ مایوس ہو جائیں گے۔ ہم ظلم کرنے والے نہیں بلکہ انہوں نے خود اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی جان پر آپ ہی ظلم کیا۔ ہم نے رسول بھیجے کتابیں نازل فرمائیں۔ حجت قائم کر دی لیکن یہ اپنی سرکشی سے عصیان سے طغیان سے باز نہ آئے اس پر یہ بدلہ پایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا کوئی ظلم نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے۔ یہ جہنمی مالک کو یعنی داروغہ جہنم کو پکاریں گے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے منبر پر اس آیت کی تلاوت کی ❷ اور فرمایا یہ موت کی آرزو کریں گے تاکہ عذاب سے چھوٹ جائیں۔“ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ ﴿لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا﴾ ❸ یعنی نہ تو انہیں موت آئے گی اور نہ عذاب کی تخفیف ہوگی۔ اور فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ○ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ○ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ○﴾ ❹ یعنی وہ بدبخت اس نصیحت سے علیحدہ ہو جائیگا جو بڑی سخت =

❶ وسندہ ضعیف، اعمش مدلس ہیں۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الزخرف ۴۸۱۹؛ صحیح مسلم ۸۷۱۔

❸ ۳۵/ فاطر:۳۶۔ ❹ ۸۷/ الاعلیٰ:۱۱-۱۲-۱۳۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿٨١﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ ع

ترجمہ: کہہ دے کہ اگر بالفرض رحمان کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت گزار ہوتا۔[۸۱] آسمان وزمین اور عرش کا رب جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں اس سے بہت پاک ہے۔[۸۲] اب تو انہیں اسی بحث مباحثہ اور کھیل کود میں چھوڑ دے یہاں تک کہ انہیں اس دن سے سابقہ پڑ جائے جن کا یہ وعدہ دیئے جاتے ہیں۔[۸۳] وہی آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی وہی قابل عبادت ہے اور وہ بڑی حکمت والا اور پورے علم والا ہے۔[۸۴] اور وہ بہت برکتوں والا ہے جس کے پاس آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی بادشاہت ہے۔ قیامت کا علم بھی اسی کے پاس ہے۔ اور اسی کی جانب تم سب لوٹائے جاؤ گے۔[۸۵] جنھیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں! مستحق شفاعت وہ ہیں جو حق بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو۔[۸۶] اگر تو ان سے دریافت کرے کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں۔[۸۷] اور پیغمبر کا اکثر یہ کہنا کہ اے میرے رب! یقیناً یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔[۸۸] پس تو ان سے منہ پھیر لے اور رخصتانہ سلام کہہ دے۔ انہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا۔[۸۹]

= آگ میں پڑے گا پھر وہاں نہ مرے گا اور نہ جیے گا۔ پس جب یہ داروغہ جہنم سے نہایت لجاجت سے کہیں گے کہ آپ ہماری موت کی دعا اللہ تعالیٰ سے کیجئے۔ تو وہ جواب دے گا کہ تم اسی میں پڑے رہنے والے ہو مرو گے نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مکث ایک ہزار سال ہے یعنی نہ مرو گے نہ چھٹکارا پاؤ گے نہ بھاگ سکو گے۔ پھر ان کی سیاہ کاری کا بیان ہو رہا ہے کہ جب ہم نے ان کے سامنے حق کو پیش کر دیا واضح کر دیا تو انہوں نے اسے مانا تو ایک طرف اس سے نفرت کی ان کی طبیعت ہی اس طرف مائل نہ ہوئی حق اور حق والوں سے نفرت کرتے رہے اس سے رکتے رہے۔ ہاں ناحق کی طرف مائل رہے ناحق والوں سے ان کی خوب بنتی رہی۔ پس تم اپنے نفس کو ہی ملامت کرو اور اپنے اوپر ہی افسوس کرو۔ لیکن آج کا افسوس بھی بے فائدہ ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے بدترین مکر اور زبردست داؤں کھیلنا چاہا تو ہم نے بھی ان کے ساتھ یہی کیا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی یہی تفسیر ہے اور اس کی شہادت اس آیت میں ہے ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ [1] یعنی انہوں نے

[1] ۲۷/ النمل:۵۰۔

مکر کیا اور ہم نے بھی اس طرح مکر کیا کہ انہیں پتہ بھی نہ چلا۔ مشرکین حق کو ٹالنے کیلئے طرح طرح کی حیلہ سازی کرتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں دھوکے میں ہی رکھا اور اس کا وبال جب تک ان کے سروں پر نہ آ گیا ان کی آنکھیں نہ کھلیں۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ کیا ان کا گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور خفیہ سرگوشیاں سن نہیں رہے۔ ان کا یہ گمان بالکل غلط ہے۔ ہم تو ان کی سرشت تک سے واقف ہیں بلکہ ہمارے مقرر کردہ فرشتے بھی ان کے پاس بلکہ ان کے ساتھ ہیں جو نہ صرف دیکھ ہی رہے ہیں بلکہ لکھ بھی رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ اور کفار کی ہٹ دھرمی کا بیان: [آیت:۸۱۔۸۹]؟ اے نبی! آپ اعلان کر دیجئے کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتو مجھے سر جھکانے میں کیا تامل ہے؟ نہ میں اس کے فرمان سے سرتابی کروں نہ اس کے کسی حکم کو ٹالوں اگر ایسا ہوتا تو سب سے پہلے میں اسے مانتا اور اس کا اقرار کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی نہیں جس کا کوئی ہمسر اور جس کا کوئی کفو ہو۔ یاد رہے کہ بطور شرط کے جو کلام وارد کیا جائے اس کا وقوع ضروری نہیں بلکہ امکان بھی ضروری نہیں۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّا صْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ﴾ ❶ الخ۔ یعنی اگر حضرت حق جل وعلا اولاد کی خواہش کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا لیکن وہ اس سے پاک ہے۔ اس کی شان وحدانیت اس کے خلاف ہے اس کا تنہا غلبہ اور قہاریت اس کی صریح منافی ہے بعض مفسرین نے ﴿عَابِدِیْنَ﴾ کے معنیٰ انکاری کے بھی کئے ہیں جیسے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ علیہ۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ﴿عَابِدِیْنَ﴾ ن سے مراد یہاں اَوَّلُ الْجَاحِدِیْنِ ہے یعنی پہلا انکار کرنے والا۔ اور یہ عَبِدَ یَعْبُدُ کے باب سے ہے اور جو عبادت کے معنی میں ہوتا ہے وہ عَبَدَ یَعْبُدُ سے ہوتا ہے۔ اسی کی شہادت میں یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک عورت کے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ﴾ یعنی حمل کی اور دودھ چھٹائی کی مدت ڈھائی سال کی ہے۔ اور جگہ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿وَفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ﴾ دو سال کے اندر اندر دودھ چھڑانے کی مدت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کا انکار نہ کر سکے اور فوراً آدمی بھیجا کہ اس عورت کو واپس کرو۔ یہاں بھی لفظ عَبِدَ ہے یعنی انکار نہ کر سکے ابن وھب کہتے ہیں عَبِدَ کے معنی نہ ماننا' انکار کرنا ہے۔ شاعر کے شعر میں بھی عَبِدَ انکار کے اور نہ ماننے کے معنےٰ میں ہے۔ لیکن اس قول میں نظر ہے اس لئے کہ شرط کے جواب میں یہ کچھ ٹھیک طور پر لگتا نہیں۔ اسے ماننے کے بعد مطلب یہ ہو جائے گا کہ اگر رحمٰن کی اولاد ہے تو میں پہلے انکاری ہوں۔ اور اس میں کلام کی خوبصورتی قائم نہیں رہتی ہاں صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان شرط کے لئے نہیں بلکہ نفی کے لئے ہے۔ جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول بھی ہے۔ تو اب مضمون کلام یہ ہوگا کہ چونکہ رحمان کی اولاد نہیں پس میں اس کا پہلا گواہ ہوں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''یہ کلام عرب کے محاورے کے مطابق ہے یعنی نہ رحمان کی اولاد نہ میں اس کا قائل و عابد۔'' ابوصخر رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ''میں تو پہلے ہی اس کا عابد ہوں کہ اس کی اولاد ہے ہی نہیں اور میں اس کی توحید کو ماننے میں بھی آگے آگے ہوں۔'' مجاہد رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں اس کا پہلا عبادت گزار ہوں اور موحد ہوں اور تمہاری تکذیب کرنے والا ہوں۔'' امام بخاری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں پہلا انکاری ہوں۔ یہ دونوں لغت ہیں عابد اور عبد اور اوّل ہی زیادہ قریب ہے اس وجہ سے کہ یہ شرط و جزا ہے لیکن ہے یہ ممتنع اور محال محض ناممکن۔ سدی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر اس کی اولاد ہوتی تو میں اسے پہلے مان لیتا کہ اس کی

❶ ۳۹/ الزمر: ٤۔

اولاد ہے لیکن وہ اس سے پاک ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اسی کو پسند فرماتے ہیں اور جو لوگ ان کو نافیہ بتلاتے ہیں ان کے قول کی تردید کرتے ہیں۔ اسی لئے باری تعالیٰ عزوجل فرماتے ہیں کہ آسمان وزمین اور تمام چیزوں کا خالق اس سے پاک بہت دور اور بالکل منزہ ہے کہ اس کی اولاد ہو وہ فرد واحد وصمد ہے اس کی نظیر کفو اولاد کوئی نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی! انہیں اپنی جہالت میں غوطے کھاتے چھوڑ دو اور دنیا کے کھیل تماشوں میں مشغول رہنے دو۔ اسی غفلت میں ان پر قیامت ٹوٹ پڑے گی اس وقت اپنا انجام معلوم کر لیں گے۔ پھر ذات حق کی بزرگی اور عظمت اور جلال کا مزید بیان ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات اس کی عابد ہے اس کے سامنے پست اور عاجز ہے وہ حکیم وعلیم ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ وہی ہے۔ ہر پوشیدگی اور ظاہر کو اور تمہارے ہر ہر عمل کو جانتا ہے۔ وہ سب کا خالق و مالک سب کا رچانے اور بنانے والا، سب پر حکومت اور سلطنت رکھنے والا، بڑی برکتوں والا ہے وہ تمام عیبوں سے کل نقصانات سے پاک ہے وہ سب کا مالک ہے بلندیوں اور عظمتوں والا ہے کوئی نہیں جو اس کا حکم ٹال سکے کوئی نہیں جو اس کی مرضی بدل سکے ہر ایک پر قابض وہی ہے ہر ایک کام اس کی قدرت کے ماتحت ہے۔ قیامت کے آنے کے وقت کو وہی جانتا ہے اس کے سوا کسی کو اس کے آنے کا ٹھیک وقت کا علم نہیں۔ ساری مخلوق اسی کی طرف لوٹائی جائے گی وہ ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ دے گا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کفاروں کے معبودان باطل جنھیں یہ اپنا سفارشی خیال کئے بیٹھے ہیں ان میں سے کوئی بھی سفارش کے لئے آگے بڑھ نہیں سکتا کسی کی شفاعت انہیں کام نہ آئیگی۔ اس کے بعد کا استثنا منقطع ہے یعنی لیکن جو شخص حق کا اقراری اور شاہد ہو اور وہ خود بھی بصیرت و بصارت پر یعنی علم ومعرفت والا ہو اسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیک لوگوں کی شفاعت کار آمد ہوگی۔ ان سے اگر تو پوچھے کہ ان کا خالق کون ہے؟ تو یہ اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ افسوس کہ خالق اسی ایک کو مان کر پھر عبادت دوسروں کی بھی کرتے ہیں جو محض مجبور اور بالکل بے قدرت ہیں اور کبھی اپنی عقل کو کام میں نہیں لاتے کہ جب پیدا اسی ایک نے کیا تو ہم دوسرے کی عبادت کیوں کریں؟ جہالت وغباوت کند ذہنی اور بے وقوفی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایسی سیدھی سی بات مرتے دم تک سمجھ میں نہ آئی بلکہ سمجھانے سے بھی نہ سمجھے۔ اسی لئے تعجباً ارشاد ہوا کہ اتنا مانتے ہوئے پھر کیوں اوندھے ہوئے جاتے ہو؟ پھر ارشاد ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا یہ کہنا کہا یعنی اپنے رب تعالیٰ کی طرف شکایت کی اور اپنی قوم کی تکذیب کا بیان کیا کہ یہ ایمان قبول نہیں کرتے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۝﴾ [1] یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شکایت اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوگی کہ میری اُمت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ امام ابن جریر بھی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَارَبِّ هٰؤُلَآءِ﴾ الخ ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اللہ عزوجل اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل فرما رہا ہے۔"

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اپنے رب تعالیٰ کے سامنے اپنی قوم کی شکایت پیش کرتے ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿قِيْلِهٖ﴾ کی دوسری قرأت لام کے زبر کے ساتھ بھی نقل کی ہے۔ اس کی ایک توجیہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ یہ ﴿نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ﴾ پر معطوف ہے۔ دوسرے یہ کہ یہاں فعل مقدر مانا جائے یعنی ﴿قَالَ﴾ کو مقدر مانا جائے۔ دوسری قرأت یعنی لام کے زیر کے ساتھ جب ہو تو یہ عطف ہوگا ﴿وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ پر تو تقدیر یوں ہوگی کہ قیامت کا علم

---

[1] ۲۵/ الفرقان: ۳۰۔

اوراس قول کا علم اس کے پاس ہے۔ ختم سورہ پر ارشاد ہوتا ہے کہ مشرکین سے منہ موڑ لو اوران کی بدزبانی کا بدکلامی سے جواب نہ دو۔ بلکہ ان کے دل پر چانے کی خاطر قول میں اور فعل میں دونوں میں نرمی برتو۔ کہہ دو کہ سلام ہے۔ انہیں ابھی حقیقت حال معلوم ہو جائے گی۔ اس میں رب قدوس کی طرف سے مشرکین کو بڑی دھمکی ہے اور یہی ہو کر بھی رہا کہ ان پر عذاب آیا جو ان سے ٹل نہ سکا۔ حضرت حق جل وعلا نے اپنے دین کو بلند و بالا کیا اپنے کلمہ کو چوطرف پھیلا دیا۔ اپنے موحد مؤمن اور مسلم بندوں کو قوی کر دیا اور پھر انہیں جہاد کے اور جلاوطن کرنے کے احکام دے کر اس طرح دنیا میں غالب کر دیا کہ خدا تعالیٰ کے دین میں بیشمار آدمی داخل ہوئے اور مشرق و مغرب میں اسلام پھیل گیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰه اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورۂ زخرف کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ دخان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مہربان و کرم فرما کے نام سے شروع

حٰـمٓ ۔[۱] قسم ہے اس وضاحت والی کتاب کی[۲] یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے۔ بیشک ہم ہوشیار کر دینے والے ہیں۔[۳] اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔[۴] ہمارے پاس سے حکم ہو کر۔ ہم ہی ہیں رسول بنا کر بھیجنے والے۔[۵] تیرے رب تعالیٰ کی مہربانی سے۔ وہ ہے بہت بڑا سننے والا جاننے والا[۶] جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔[۷] کوئی معبود نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ وہی تمہارا رب تعالیٰ ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔[۸]

جامع ترمذی میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص رات کو سُوْرَۃ حٰمٓ دُخَانْ پڑھے اس کے لئے صبح تک ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے رہتے ہیں۔“ ❶ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے ایک راوی عمر بن ابی خثعم ضعیف ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔ ترمذی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے اس سورۃ کو جمعہ کی رات پڑھا اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ❷ یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس کے ایک راوی ابوالمقدام ہشام ضعیف ہیں اور دوسرے راوی حسن کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت نہیں۔ مسند بزار میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد کے سامنے اپنے دل میں سورۂ دخان کو پوشیدہ کر کے اس سے پوچھا کہ بتا میرے دل میں کیا ہے؟ اس نے کہا دخ۔ آپ نے فرمایا بس پرے ہٹ جا نامراد رہ گیا جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہوتا ہے۔ پھر آپ ﷺ لوٹ گئے۔“ ❸

لیلۃ القدر رمضان میں ہے نہ کہ شعبان میں: [آیت:۱۔۸] اللہ تبارک و تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس عظیم الشان قرآن کریم کو بابرکت رات یعنی لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے جیسے ارشاد ہے ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝﴾ ❹ ہم نے اسے لیلۃ القدر میں =

---

❶ ترمذي، كتاب فضائل القرآن، باب ما جاء في فضل حمٓ الدخان، ۲۸۸۸ وسنده ضعيف جداً؛ شعب الايمان، ۲٤۷٥؛ كتاب الموضوعات، ۱/ ۲٤۸ اس کی سند میں عمر بن ابی خثعم سخت ضعیف راوی ہے۔

❷ ترمذي، حواله سابق، ۲۸۸۹ وسنده ضعيف جداً؛ كتاب الموضوعات، ۱/ ۲٤۷؛ شعب الايمان، ۲٤۷٦ اس کی سند میں ہشام بن زیاد متروک راوی ہے۔ (التقريب، ۲/ ۳۱۸، رقم:۷۹) ❸ البزار، ۳۳۹۹ وسنده ضعيف منقطع؛ طبراني، ٤٦٦٦ وسنده متصل ولكن فيه ابراهيم بن عبدالله بن عيسى التنوخي لم يوثقه غير ابن حبان فالسند ضعيف، مجمع الزوائد، ۸/ ۷؛ الاوسط للطبراني، ٤/ ٥۲۰، ٥۲۱ ح ۳۸۸۷۔ ❹ ۹۷/ القدر:۱۔

بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ یَّلْعَبُوْنَ ۝۹ فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۝۱۰ یَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۱۱ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۳ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝۱۴ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا اِنَّكُمْ عَآىِٕدُوْنَ ۝۱۵ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝۱۶

ترجمہ: بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں پڑے ہیں۔[۹] تو اس دن کا منتظر رہ جب کہ آسمان ظاہر دھواں لائے [۱۰] جو لوگوں کو گھیر لے۔ یہ ہے دکھ کی مار۔[۱۱] کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہ آفت ہم سے دور کر ہم ایمان قبول کرتے ہیں۔[۱۲] ان کے لئے نصیحت کہاں ہے؟ کھول کھول کر بیان کرنے والے پیغمبران کے پاس آ چکے [۱۳] پھر بھی انہوں نے ان سے منہ موڑا اور کہہ دیا کہ سکھایا پڑھایا ہوا باؤلا ہے۔[۱۴] ہم عذاب کو کچھ دنوں دور کر دیں گے تو تم پھر اپنی اسی حالت پر آ جاؤ گے۔[۱۵] جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے۔ بالیقین ہم بدلہ لینے والے ہیں۔[۱۶]

= نازل فرمایا ہے۔ اور یہ رات رمضان المبارک میں ہے جیسے اور آیت ہے ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ ❶ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا۔ سورۂ بقرہ میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے اس لئے دوبارہ نہیں لکھتے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لیلہ مبارکہ جس میں قرآن کریم نازل ہوا وہ شعبان کی پندرھویں رات ہے لیکن یہ قول سراسر تکلف والا ہے اس لئے کہ نص قرآن میں قرآن کا رمضان میں نازل ہونا ثابت ہے۔ اور جس حدیث میں مروی ہے کہ شعبان میں اگلے شعبان تک کے تمام کام مقرر کر دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نکاح کا اور اولاد کا اور میت کا ہونا بھی۔ وہ حدیث مرسل ہے اور ایسی احادیث میں سے نص قرآنی کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم لوگوں کو آگاہ کر دینے والے ہیں یعنی انہیں خیر و شر نیکی بدی معلوم کرا دینے والے ہیں تاکہ مخلوق پر حجت ثابت ہو جائے اور لوگ علم شرعی حاصل کر لیں اسی شب ہر محکم کام طے کیا جاتا ہے یعنی لوح محفوظ سے کاتب فرشتوں کے حوالے کیا جاتا ہے تمام سال کے کل اہم کام عمر روزی وغیرہ سب طے کر لی جاتی ہے۔ حکیم کے معنی محکم اور مضبوط کے ہیں جو بدلے نہیں۔ وہ سب ہمارے حکم سے ہوتا ہے۔ ہم رسولوں کو ارسال کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں اللہ تعالیٰ کے بندوں کو پڑھ سنائیں جس کی انہیں سخت ضرورت اور پوری حاجت ہے۔ یہ تیرے رب تعالیٰ کی رحمت ہے اس رحمت کا کرنے والا قرآن کو اتارنے والا اور رسولوں کو بھیجنے والا وہ اللہ تعالیٰ ہے جو آسمان زمین اور کل چیز کا مالک ہے اور سب کا خالق ہے۔ تم اگر یقین کرنے والے ہو تو اس کے باور کرنے کے کافی وجوہ موجود ہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ معبود برحق بھی وہی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر ایک کی موت زیست اسی کے ہاتھ ہے تمہارا اور تم سے اگلوں کا سب کا پالنے پوسنے والا وہی ہے۔ اس آیت کا مضمون اس آیت جیسا ہے ﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا﴾ ❷ یعنی تو اعلان کر دے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ تعالیٰ جس کی بادشاہت ہے آسمان و زمین کی۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو جلاتا اور مارتا ہے۔

مشرکین مکہ پر دھواں کا عذاب: [آیت:۹۔۱۶] فرماتا ہے کہ حق آ چکا اور یہ شک شبہ میں اور لہو و لعب میں مشغول و مصروف ہیں۔

❶ ۲/ البقرۃ:۱۸۵۔ ❷ ۷/ الاعراف:۱۵۸۔

انہیں اس دن سے آگاہ کردے جس دن آسمان سے سخت دھواں آئے گا۔ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ہم ایک مرتبہ کوفہ کی مسجد میں گئے جو کندہ کے دروازوں کے پاس ہے تو دیکھا کہ ایک حضرت اپنے ساتھیوں میں قصہ گوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس دھوئیں کا ذکر ہے اس سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کے دن منافقوں کے کانوں اور آنکھوں میں بھر جائے گا اور مومنوں کو مثل زکام کے ہو جائے گا۔ ہم وہاں سے جب واپس لوٹے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو آپ لیٹے لیٹے بیتابی کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا اور میں تکلف کرنے والوں میں نہیں ہوں یہ بھی علم ہے کہ انسان جس چیز کو نہ جانتا ہو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ جانے۔ سنو میں تمہیں اس آیت کا صحیح مطلب سناؤں جب کہ قریشیوں نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے لگے تو آپ نے ان پر بددعا کی کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسا قحط ان پر آئے چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی اور ایسی خشک سالی آئی کہ انہوں نے ہڈیاں اور مردار چبانا شروع کیا اور آسمان کی طرف نگاہیں ڈالتے تھے تو دھوئیں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔'' ایک روایت میں ہے کہ بوجہ بھوک کے ان کی آنکھوں میں چکر آنے لگا جب آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تو درمیان میں ایک دھواں نظر آتا۔ ❶ اسی کا بیان ان دو آیتوں میں ہے لیکن پھر اس کے بعد لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ہلاکت کی شکایت کی۔ آپ کو رحم آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ میں التجا کی چنانچہ بارش برسی۔ اسی کا بیان اس کے بعد والی آیت میں ہے کہ عذاب کے ہٹتے ہی یہ پھر کفر کرنے لگیں گے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ دنیا کا عذاب ہے کیونکہ آخرت کے عذاب تو ہٹتے کھلتے اور دور ہوتے نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکیں۔ دخان، روم، قمر، بطشہ اور لزام ❷ (بخاری و مسلم) یعنی آسمان سے دھوئیں کا آنا، رومیوں کا اپنی شکست کے بعد غلبہ پانا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا، بدر کی بڑائی میں کفار کا پکڑا جانا اور ہارنا اور چمٹ جانے والا عذاب۔ بڑی سخت پکڑ سے مراد بدر کے دن کی لڑائی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو مراد دھوئیں سے لیتے ہیں یہی قول مجاہد، ابوالعالیہ، ابراہیم نخعی، ضحاک، عطیہ عوفی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا ہے ❸ اور اسی کو ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی ترجیح دیتے ہیں۔ عبدالرحمٰن اعرج رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن ہوا۔ یہ قول غریب بلکہ منکر ہے۔

قیامت کا دھواں: اور بعض حضرات فرماتے ہیں یہ گزر نہیں گیا بلکہ قریب قیامت کے آئے گا۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے اور حضور آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تک دس نشانات تم نہ دیکھ لو قیامت نہیں آنے کی۔ سورج کا مغرب سے نکلنا، دھواں، یاجوج ماجوج کا آنا، حضرت عیسیٰ بن مریم کا آنا' دجال کا آنا' مشرق مغرب اور جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسایا جانا' آگ کا عدن سے نکل کر لوگوں کو ہانک کر یک جا کرنا' جہاں یہ رات گزاریں گے آگ بھی گزارے گی اور جہاں یہ دوپہر کو سوئیں گے آگ بھی قیلولہ کرے گی'' ❹ (مسلم)۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کے لئے دل میں ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ چھپا کر اس سے پوچھا کہ بتا میں نے اپنے دل میں کیا چھپا رکھا ہے؟

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الدخان، باب ﴿یغشی الناس هذا عذاب الیم﴾ ۴۸۲۱، ۴۸۲۲؛ صحیح مسلم، ۲۷۹۸؛ ترمذی، ۳۲۵۴۔ ❷ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۴۸۲۰؛ صحیح مسلم، ۲۷۹۸۔

❸ الطبری، ۲۲/ ۱۶۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعة، ۲۹۰۱؛ مسند الحمیدی، ۸۲۷؛ احمد، ۴/ ۶؛ ابن ابی شیبه، ۱۵/ ۱۶۳۔

اس نے کہا دخ۔ آپ نے فرمایا بس برباد ہو اس سے آگے تیری نہیں چلنے کی۔'' ❶ اس میں بھی ایک قسم کا اشارہ ہے کہ ابھی اس کا انتظار باقی ہے اور یہ کوئی آنے والی چیز ہے۔ چونکہ ابن صیاد بطور کاہنوں کے بعض باتیں دل کی زبان سے بتانے کا مدعی تھا اس کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لئے آپ ﷺ نے یہ کیا اور جب وہ پورا نہ بتا سکا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کی حالت سے واقف کر دیا کہ اس کے ساتھ شیطان ہے۔ کلام صرف چرا لیتا ہے اور یہ اس سے زیادہ پر قدرت نہیں پانے کا۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ''قیامت کی اولین نشانیاں یہ ہیں دجال کا آنا اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا اور آگ کا بیچ عدن سے نکلنا جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی۔ قیلولہ کے وقت اور رات کی نیند کے وقت بھی ان کے ساتھ رہے گی اور دھوئیں کا آنا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ حضور دھواں کیسا؟ آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ دھواں چالیس دن تک گھٹا رہے گا جس سے مسلمانوں کو تو مثل نزلے کے ہو جائے گا اور کافر بے ہوش بدحواس ہو جائے گا اس کے نتھنوں سے کانوں سے اور دوسری جگہ سے دھواں نکلتا رہے گا'' ❷ یہ حدیث اگر صحیح ہوتی پھر تو دخان کے معنے مقرر ہو جانے میں کوئی بات باقی نہ رہتی لیکن اس کی صحت کی گواہی نہیں دی جا سکتی۔ اس کے راوی رواد سے محمد بن خلف عسقلانی نے سوال کیا کہ کیا سفیان ثوری رحمہ اللہ سے تو نے خود یہ حدیث سنی ہے؟ اس نے انکار کیا۔ پوچھا کیا تو نے پڑھی اور اس نے سنی ہے کہا نہیں۔ پوچھا اچھا تمہاری موجودگی میں ان کے سامنے یہ حدیث پڑھی گئی؟ کہا نہیں۔ کہا اس حدیث کو کیسے بیان کرتے ہو؟ کہا میں نے تو بیان نہیں کی میرے پاس کچھ لوگ آئے اس روایت کو پیش کیا پھر جا کر میرے نام سے اسے بیان کرنی شروع کر دی۔ بات بھی یہی ہے۔ یہ حدیث بالکل موضوع ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ اسے کئی جگہ لائے ہیں اور اس میں بہت سی منکرات ہیں خصوصاً مسجد اقصیٰ کے بیان میں جو سورۂ بنی اسرائیل کے شروع میں ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اور حدیث میں ہے کہ تمہارے ربّ تعالیٰ نے تمہیں تین چیزوں سے ڈرایا ہے دھواں جو مؤمن کو زکام کر دیگا اور کافر کا تو سارا جسم پھلا دے گا رو ئیں رو ئیں سے دھواں اٹھے گا ﴿دَآبَّةُ الْاَرْضِ﴾ اور دجال اس کی سند بہت عمدہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ''دھواں پھیل جائے گا مؤمن کو تو مثل زکام کے لگے گا اور کافر کے جوڑ جوڑ سے نکلے گا۔'' یہ حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی مروی ہے اور حضرت حسن رحمہ اللہ کے اپنے قول سے بھی مروی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دخان گزر نہیں گیا بلکہ اب آئے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دھوئیں کی بابت اوپر کی حدیث کی طرح روایت ہے۔ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''ایک دن صبح کے وقت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا تو آپ فرمانے لگے رات کو میں بالکل نہیں سویا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ لوگوں سے سنا کہ دم دار ستارہ نکلا ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہی دخان نہ ہو پس صبح تک میں نے آنکھ سے آنکھ نہیں ملائی۔'' اس کی سند صحیح ہے اور حبر الامۃ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین بھی ہیں اور مرفوع حدیثیں بھی ہیں جن میں صحیح حسن اور ہر طرح کی ہیں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ دخان ایک علامت قیامت ہے جو آنے والی ہے۔ ظاہری الفاظ قرآن بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کیونکہ قرآن نے اسے واضح اور ظاہر دھواں کہا ہے جسے ہر شخص دیکھ سکے۔ اور بھوک کے دھوئیں سے اسے تعبیر کرنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ وہ تو ایک خیالی چیز ہے بھوک پیاس کی سختی کی وجہ سے دھواں سا آنکھوں کے آگے نمودار ہو جاتا ہے جو دراصل دھواں نہیں۔ اور قرآن کے الفاظ ہیں دخان مبین کے پھر یہ فرمان کہ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه، ۱۳۵۴؛ صحیح مسلم، ۲۹۳۰۔

❷ وسنده ضعیف جداً، رواد بن الجراح وتُرِكَ كما في التقريب ملخصًا۔

لوگوں کو ڈھانک لے گا۔ یہ بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کی تائید کرتا ہے کیونکہ بھوک کے اس دھوئیں نے صرف اہل مکہ کو ڈھانکا تھا نہ کہ تمام لوگوں کو۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ ہے المناک عذاب' یعنی ان سے یوں کہا جائے گا جیسے اور آیت میں ہے ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ﴾ ❶ الخ جس دن انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا کہ یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلا رہے تھے' یا یہ مطلب کہ وہ خود ایک دوسرے سے یوں کہیں گے۔ کافر جب اس عذاب کو دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے دور ہونے کی دعا کریں گے۔ جیسے کہ اس آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ﴾ ❷ الخ یعنی کاش کہ تو انہیں دیکھتا جب یہ آگ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کاش کہ ہم لوٹائے جاتے تو ہم اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور باایمان بن کر رہتے۔ اور آیت میں ہے کہ لوگوں کو ڈراوے کے ساتھ آگاہ کر دے جس دن ان کے پاس عذاب آئے گا اس دن گنہگار کہیں گے پروردگار ہمیں تھوڑے سے وقت تک اور ڈھیل دے دے تو ہم تیری پکار پر لبیک کہہ لیں اور تیرے رسولوں کی فرمانبرداری کر لیں۔ پس یہاں یہی کہا جاتا ہے کہ ان کے لئے نصیحت کہاں؟ ان کے پاس میرے پیغامبر آ چکے انہوں نے ان کے سامنے میرے احکام واضح طور پر رکھ دیئے لیکن ماننا تو کجا؟ انھوں نے پرواہ تک نہ کی بلکہ انہیں جھوٹا کہا ان کی تعلیم کو غلط کہا اور صاف کہہ دیا کہ یہ تو سکھائے پڑھائے ہیں انہیں جنون ہو گیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا لیکن اب اس کے لئے نصیحت کہاں ہے؟ اور جگہ فرمایا ہے ﴿وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ❸ الخ یعنی اس دن عذابوں کو دیکھ کر ایمان لانا سراسر بے سود ہے۔ پھر جو ارشاد ہوتا ہے اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اگر بالفرض ہم عذاب ہٹالیں اور تمہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیں تو بھی تم وہاں جا کر یہی کرو گے جو اس سے پہلے کر کے آئے ہو جیسے فرمایا ﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ﴾ ❹ الخ۔ یعنی اگر ہم ان پر رحم کریں اور برائی ان سے ہٹالیں تو پھر یہ اپنی سرکشی میں آنکھیں بند کر کے منہمک ہو جائیں۔

اور جیسے فرمایا ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ ❺ الخ یعنی اگر یہ لوٹائے جائیں تو قطعاً دوبارہ پھر ہماری نافرمانیاں کرنے لگیں گے اور محض جھوٹے ثابت ہوں گے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر عذاب کے اسباب قائم ہو چکنے اور عذاب آ جانے کے بعد بھی گو ہم اسے تھوڑی دیر ٹھیرا لیں تاہم یہ اپنے بدباطنی اور خباثت سے باز نہیں آنے کے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عذاب انہیں لگ گیا اور پھر ہٹ گیا' جیسے قوم یونس کی' حق تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ قوم یونس جب ایمان لائی ہم نے ان سے عذاب ہٹالیا۔ پس عذاب انہیں ہونا شروع نہیں ہوا تھا ہاں اس کے اسباب موجود وفراہم ہو چکے تھے۔ ان تک عذاب باری تعالیٰ پہنچ چکا تھا اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ اپنے کفر سے ہٹ گئے تھے پھر اس کی طرف لوٹ گئے۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں سے جب قوم نے کہا کہ یا تو تم ہماری بستی چھوڑ دو یا ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ تو جواب میں اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ گو ہم اسے برا جانتے ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دے رکھی ہے۔ پھر بھی اگر ہم تمہاری ملت میں لوٹ آئیں تو ہم سے بڑھ کر جھوٹا اور اللہ تعالیٰ کے ذمے بہتان باندھنے والا اور کون ہو گا؟ ظاہر ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس سے پہلے بھی کبھی کفر میں قدم نہیں رکھا تھا۔

---

❶ ٥٢/ الطور:١٣۔ ❷ ٦/ الانعام:٢٧۔ ❸ ٣٤/ سبا:٥٢۔
❹ ٢٣/ المؤمنون:٧٥۔ ❺ ٦/ الانعام:٢٨۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿١٧﴾ أَنْ أَدُّوٓا۟ إِلَىَّ عِبَادَ ٱللَّهِ ۖ إِنِّى لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٨﴾ وَأَن لَّا تَعْلُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ ۖ إِنِّىٓ ءَاتِيكُم بِسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ ﴿١٩﴾ وَإِنِّى عُذْتُ بِرَبِّى وَرَبِّكُمْ أَن تَرْجُمُونِ ﴿٢٠﴾ وَإِن لَّمْ تُؤْمِنُوا۟ لِى فَٱعْتَزِلُونِ ﴿٢١﴾ فَدَعَا رَبَّهُۥٓ أَنَّ هَٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ﴿٢٢﴾ فَأَسْرِ بِعِبَادِى لَيْلًا إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَٱتْرُكِ ٱلْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ جُندٌ مُّغْرَقُونَ ﴿٢٤﴾ كَمْ تَرَكُوا۟ مِن جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿٢٥﴾ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٢٦﴾ وَنَعْمَةٍ كَانُوا۟ فِيهَا فَٰكِهِينَ ﴿٢٧﴾ كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَٰهَا قَوْمًا ءَاخَرِينَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ ٱلسَّمَآءُ وَٱلْأَرْضُ وَمَا كَانُوا۟ مُنظَرِينَ ﴿٢٩﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مِنَ ٱلْعَذَابِ ٱلْمُهِينِ ﴿٣٠﴾ مِن فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَالِيًا مِّنَ ٱلْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ ٱخْتَرْنَٰهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٣٢﴾ وَءَاتَيْنَٰهُم مِّنَ ٱلْءَايَٰتِ مَا فِيهِ بَلَٰٓؤٌا۟ مُّبِينٌ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: یقیناً ان سے پہلے ہم قوم فرعون کو بھی آزما چکے ہیں جن کے پاس اللہ کا ذی عزت رسول آیا[۱۷] کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو یقین مانو کہ میں تمہارا باامانت رسول ہوں۔[۱۸] تم اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی نہ کرو۔ میں تمہارے پاس کھلی سند لانے والا ہوں[۱۹] اور میں اپنے اور تمہارے ربّ کی پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ تم مجھے سنگسار کر دو۔[۲۰] اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہی رہو۔[۲۱] پھر اپنے ربّ سے دعا کی کہ یہ سب گنہ گار لوگ ہیں۔[۲۲] ہم نے کہہ دیا کہ راتوں رات تو میرے بندوں کو لے کر نکل یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔[۲۳] تو دریا کو ساکن چھوڑ کر چلا جا۔ بلاشبہ یہ لشکر غرق کر دیا جائے گا۔[۲۴] وہ بہت سے باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔[۲۵] اور کھیتیاں اور بہترین مکانات[۲۶] اور وہ آرام کی چیزیں جن میں عیش کر رہے تھے[۲۷] اسی طرح ہو گیا اور ہم نے ان سب کا وارث دوسری قوم کو بنا دیا۔[۲۸] سو ان پر نہ تو آسمان و زمین روئے اور نہ انہیں مہلت ملی۔[۲۹] بے شک ہم نے ہی بنی اسرائیل کو سخت ذلیل سزا سے نجات دی[۳۰] جو فرعون کی طرف سے ہو رہی تھی۔ فی الواقع وہ سرکش اور حد سے گزر جانے والوں میں تھا۔[۳۱] اور ہم نے دانستہ طور پر بنی اسرائیل کو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی۔[۳۲] اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح آزمائش تھی۔[۳۳]

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم لوٹنے والے ہو اس سے مطلب عذاب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ بڑی اور سخت پکڑ سے مراد جنگ بدر ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ کی وہ جماعت جو دُخان کو ہو چکا ہوا مانتی ہے وہ تو بطشہ کے معنی یہی کرتی ہے بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت سے یہی منقول ہے گو یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے لیکن بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد قیامت کے دن کی پکڑ ہے گو بدر کا دن بھی پکڑ کا اور کفار پر سخت دن تھا۔ ابن جریر میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسے بدر کا دن بتاتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور عکرمہ سے بھی دونوں روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت یہی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

نیک آدمی کی وفات پر زمین و آسمان روتے ہیں: [آیت:۱۷-۳۳] ارشاد ہوتا ہے کہ ان مشرکین سے پہلے مصر کے قبطیوں کو ہم نے جانچا۔ ان کی طرف اپنے بزرگ رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے میرا پیغام پہنچایا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کر دو اور انہیں دکھ نہ دو۔ میں اپنی نبوت پر گواہی دینے والے معجزے اپنے ساتھ لایا ہوں اور ہدایت کے ماننے والے سلامتی سے رہیں گے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا امانت دار بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے۔ میں تمہیں اس کا پیغام پہنچا رہا ہوں تمہیں رب تعالیٰ کی باتوں کے ماننے سے سرکشی نہ کرنی چاہئے۔ اس کے بیان کردہ دلائل واحکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ اس کی عبادتوں سے جی چرانے والے ذلیل خوار ہو کر جہنم واصل ہوتے ہیں۔ میں تو تمہارے سامنے کھلی دلیل اور واضح آیت رکھتا ہوں۔ میں تمہاری بدگوئی اور اتہام سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ تو یہی کہتے ہیں ❶ اور قتادہ کہتے ہیں مراد پتھراؤ کرنا' پتھروں سے مار ڈالنا ہے۔ یعنی زبانی ایذا سے اور دستی ایذا سے میں اپنے رب تعالیٰ کی جو تمہارا بھی مالک ہے پناہ چاہتا ہوں۔ ❷ اچھا اگر تم میری نہیں مانتے مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تو کم از کم میری تکلیف دہی اور ایذا رسانی سے تو باز رہو۔ اور اس وقت کے منتظر رہو جب کہ خود خدا تعالیٰ ہم میں تم میں فیصلہ کر دے گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کے نبی کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک لمبی مدت ان میں گزاری خوب دل کھول کر تبلیغ کر لی ہر طرح خیر خواہی کی ان کی ہدایت کیلئے ہر چند جتن کر لئے اور دیکھا کہ وہ روز بروز اپنے کفر میں بڑھتے جا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے بددعا کی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے اُمرا کو دنیوی نمائش اور مال متاع دے رکھی ہے اے اللہ یہ اس سے دوسروں کو بھی تیری راہ سے بھٹکا رہے ہیں تو ان کا مال غارت کر اور ان کے دل اور سخت کر دے تا کہ دردناک عذابوں کے معائنہ تک انہیں ایمان نصیب ہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ اے موسیٰ اور اے ہارون! میں نے تمہاری دُعا قبول کر لی۔ اب تم استقامت پر تل جاؤ۔ یہاں فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات فرعون اور فرعونیوں کی بے خبری میں یہاں سے لے کر چلے جاؤ یہ کفار تمہارا پیچھا کریں گے لیکن تم بے خوف وخطر چلتے جاؤ میں تمہارے لئے دریا کو خشک کر دوں گا۔ اس کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چل پڑے فرعونی لشکر مع فرعون کے ان کے پکڑنے کو چلا بیچ میں دریا حائل ہوا۔ آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر اس میں اتر گئے۔ دریا کا پانی سوکھ گیا اور آپ علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت پار ہو گئے تو چاہا کہ دریا پر لکڑی مار کر اس سے کہہ دیں کہ اب تو اپنی روانی پر آ جا تا کہ فرعون اس پار نہ آ سکے۔ وہیں اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اسے اسی حال میں سکون کے ساتھ ہی رہنے دو ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بتلا دی کہ یہ سب اسی میں ڈوب مریں گے۔ پھر تم سب بالکل ہی مطمئن اور بے خوف ہو جاؤ گے۔ غرض حکم ہوا تھا کہ دریا کو خشک چھوڑ کر چل دیں ﴿رَهْوًا﴾ کے معنی سوکھا راستہ جو اپنی اصلی حالت پر ہو۔ مقصد یہ ہے کہ پار ہو کر دریا کو روانی کا حکم نہ دینا۔ یہاں تک کہ دشمنوں میں سے ایک ایک اس میں نہ آ جائے۔ اب اسے جاری ہونے کا حکم ملتے ہی سب کو غرق کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو کیسے غارت ہو گئے۔ باغات' کھیتیاں' نہریں' مکانات اور بیٹھکیں سب چھوڑ کر فنا ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''مصر کا دریائے نیل مشرق و مغرب کے دریاؤں کا سردار ہے اور سب نہریں اس کے ماتحت ہیں جب اس کی روانی اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے تو تمام نہروں کو اس میں پانی پہنچانے کا حکم ہوتا ہے۔ جہاں تک رب تعالیٰ کو منظور ہو اس میں پانی آ جاتا ہے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اور نہروں کو روک دیتا ہے اور حکم دے دیتا ہے' کہ اب اپنی اپنی جگہ چلی جاؤ'' ان

❶ الطبری ۲۲/ ۲۶۔ ❷ ایضا ۲۲/ ۲۷۔

فرعونیوں کے یہ باغات دریائے نیل کے دونوں کناروں پر مسلسل چلے گئے تھے اسوان سے لے کر رشید تک اس کا سلسلہ تھا اور اس کی نو خلیجیں تھیں۔ خلیج اسکندریہ، خلیج دمیاط، خلیج سردوس، خلیج منف، خلیج فیوم، خلیج منتہیٰ اور ان سب میں اتصال تھا ایک دوسرے سے متصل تھی اور پہاڑوں کے دامن میں ان کی کھیتیاں تھیں جو مصر سے لے کر دریا تک برابر چلی آتی تھیں۔ ان تمام کو بھی دریا سیراب کرتا تھا۔ بڑے امن چین کی زندگی گزار رہے تھے لیکن مغرور ہو گئے اور آخر ساری نعمتیں یونہی چھوڑ کر تباہ کر دیئے گئے۔ مال و اولاد، جاہ و منال، سلطنت و عزت ایک ہی رات میں چھوٹ گئے اور بھس کی طرح اڑا دیئے گئے اور گزشتہ کل کی طرح بے نشان کر دیئے گئے ایسے ڈبوئے گئے کہ ابھر نہ سکے، جہنم واصل رہ گئے اور بدترین جگہ پہنچ گئے ان کی یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دے دیں جیسے اور آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کمزوروں کو ان کے صبر کے بدلے اس سرکش قوم کی کل نعمتیں عطا فرما دیں اور بے ایمانوں کا بھرکس نکال ڈالا۔ یہاں بھی دوسری قوم جسے وارث بنایا اس سے مراد بھی بنی اسرائیل ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان پر زمین و آسمان نہ روئے، کیونکہ ان پاپیوں کے نیک اعمال تھے ہی نہیں جو آسمانوں پر چڑھتے ہوں اور اب ان کے نہ چڑھنے کی وجہ سے وہ افسوس کریں۔ نہ زمین میں ان کی ایسی جگہیں تھیں کہ جہاں بیٹھ کر یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوں اور آج انہیں نہ پا کر زمین کی وہ جگہ ان کا ماتم کرے، انہیں مہلت ہی نہ دی گئی۔ مسند ابویعلیٰ موصلی میں ہے "ہر بندے کیلئے آسمان میں دو دروازے ہیں، ایک سے اس کی روزی اترتی ہے۔ دوسرے سے اس کے اعمال اور اس کے کلام چڑھتے ہیں۔ جب یہ مر جاتا ہے اور وہ عمل و رزق کو گمشدہ پاتے ہیں، تو روتے ہیں۔ پھر اسی آیت کی حضور ﷺ نے تلاوت کی۔" ❶ ابن ابی حاتم میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ "اسلام غربت سے شروع ہوا اور پھر غربت پر آ جائے گا۔ یاد رکھو مومن کہیں انجان مسافر کی طرح نہیں۔ مومن جہاں کہیں سفر میں مرتا ہے، جہاں اس کا کوئی رونے والا نہ ہو، وہاں بھی اس کے رونے والے آسمان و زمین موجود ہیں۔" پھر حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا یہ دونوں کفار پر نہیں روتے۔ ❷ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آسمان و زمین کبھی کسی پر روئے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا "آج تو نے وہ بات دریافت کی کہ تجھ سے پہلے مجھ سے اس کا سوال کسی نے نہیں کیا۔ سنو ہر بندے کے لئے زمین میں ایک نماز کی جگہ ہوتی ہے اور ایک جگہ آسمان میں اس کے عمل کے چڑھنے کی ہوتی ہے اور آل فرعون کے نیک اعمال ہی نہ تھے، اس وجہ سے نہ زمین ان پر روئی نہ آسمان کو ان پر رونا آیا، اور نہ انہیں ڈھیل دی گئی کہ کوئی نیکی بجا لا سکیں۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال ہوا تو آپ نے قریب قریب یہی جواب دیا۔ ❸ بلکہ آپ سے مروی ہے کہ چالیس دن تک زمین مومن پر روتی رہتی ہے۔ ❹ حضرت مجاہد رحمہ اللہ علیہ نے جب یہ بیان فرمایا تو کسی نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ جو بندہ زمین کو اپنے رکوع و سجود سے آباد رکھتا تھا، جس بندے کی تکبیر و تسبیح کی آوازیں آسمان برابر سنتا رہتا تھا۔ بھلا یہ دونوں اس عابد باری تعالیٰ پر روئیں گے نہیں؟ حضرت قتادہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں فرعونیوں جیسے ذلیل و خوار لوگوں پر کیوں روتے؟

---

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة حمٓ الدخان، ۳۲۵۵ وسنده ضعيف؛ مسند ابی یعلی، ۴۱۳۳، اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ اور یزید بن ابان الرقاشی دونوں ضعیف راوی ہیں۔ ❷ یہ روایت مرسل ہے۔

❸ الطبری، ۲۲/ ۳۴۔ ❹ حاکم، ۲/ ۴۴۹ وسنده ضعيف۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مبالغہ آرائی: حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' دنیا جب سے رچائی گئی ہے تب سے آسمان صرف دو شخصوں پر رویا ہے۔ ان کے شاگرد سے سوال ہوا کہ کیا آسمان وزمین ہر ایماندار پر روتے نہیں؟ فرمایا صرف اتنا حصہ جس حصہ سے اس کا نیک عمل چڑھتا تھا۔ سن آسمان کا رونا اس کا سرخ ہونا اور مثل نری کے گلابی رنگ ہو جاتا ہے' سو یہ حال دو شخصوں کی شہادت پر ہوا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے موقعے پر تو آسمان سرخ ہو گیا اور خون برسانے لگا اور دوسرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر بھی آسمان کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ (ابن ابی حاتم) یزید بن ابوزیاد کا قول ہے کہ ''قتل حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے چار ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے اور یہی سرخی اس کا رونا ہے۔'' حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے کناروں کا سرخ ہو جانا اس کا رونا ہے۔ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کے دن جس پتھر کو الٹا جاتا تھا اس کے نیچے منجمد خون نکلتا تھا۔ اس دن سورج کو بھی گہن لگا ہوا تھا۔ آسمان کے کنارے بھی سرخ تھے اور پتھر گرے تھے۔ لیکن یہ سب باتیں بے بنیاد ہیں اور شیعوں کے گھڑے ہوئے افسانے ہیں۔ ان میں کوئی شک نہیں کہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا واقعہ نہایت درد انگیز اور حسرت و افسوس والا ہے' لیکن اس پر شیعوں نے جو حاشیہ چڑھایا ہے اور گھڑ گھڑا کر جو باتیں پھیلا دی ہیں وہ محض جھوٹ اور بالکل گپ ہیں۔ خیال تو فرمایئے کہ اس سے بہت زیادہ اہم واقعات ہوئے اور قتل حسین رضی اللہ عنہ سے بہت بڑی وارداتیں ہوئیں لیکن ان کے ہونے پر بھی آسمان وزمین وغیرہ میں یہ انقلاب نہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہی والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی قتل کیے گئے جو بالاجماع آپ سے افضل تھے۔ نہ تو پتھر تلے خون نکلا نہ اور کچھ ہوا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا جاتا ہے اور نہایت بے دردی سے بلاوجہ ظلم وستم کے ساتھ انہیں قتل کیا جاتا ہے۔ فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو صبح کی نماز پڑھتے ہوئے نماز کی جگہ ہی قتل کیا جاتا ہے یہ وہ زبردست مصیبت تھی کہ اس سے پہلے مسلمان کبھی ایسی مصیبت نہیں پہنچائے گئے تھے۔ لیکن ان واقعات میں سے کسی واقعہ کے وقت ان میں سے ایک بھی بات نہیں ہوئی جو شیعوں نے مقتل حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت مشہور کر رکھی ہیں۔ ان سب کو بھی جانے دیجئے۔ تمام انسانوں کے دینی اور دنیوی سردار سید البشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیجئے۔ جس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرماتے ہیں' ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور سنئے جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوتا ہے' اتفاقاً اسی روز سورج گہن ہوتا ہے اور کوئی کہہ دیتا ہے کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال کی وجہ سے گہن لگا ہے تو رسول اللہ گہن کی نماز ادا کر کے فوراً خطبے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں' سورج چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کی موت زندگی کی وجہ سے انہیں گہن نہیں لگتا۔ ❶ اس کے بعد کی آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ ہم نے انہیں فرعون جیسے متکبر مسرف کے ذلیل عذابوں سے نجات دی۔ اس نے بنی اسرائیل کو پست و خوار کر رکھا تھا۔ ذلیل خدمتیں ان سے لیتا تھا اور سخت بیگاری کے کام بغیر معاوضہ کے ان سے کراتا تھا۔ اپنے نفس کو تولتا رہتا تھا۔ خودی اور خود بینی میں لگا ہوا تھا۔ بیوقوفی سے کسی چیز کی حد بندی کا خیال نہیں کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی زمین میں سرکشی کیے ہوئے تھا اور ان بدکاریوں میں اس کی قوم بھی اس کے ساتھ تھی۔ پھر بنی اسرائیل پر ایک اور مہربانی کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس زمانے کے تمام لوگوں پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔ ہر زمانے کو عالم کہا جاتا ہے یہ مراد نہیں کہ اگلوں پچھلوں پر انہیں بزرگی دی۔ یہ آیت بھی اس آیت کی طرح ہے جس میں فرمان ہے ﴿یٰمُوْسٰٓی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ﴾ ❷ اے موسیٰ! میں نے تمہیں لوگوں پر بزرگی ==

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الکسوف، باب الصلاۃ فی کسوف الشمس، ۱۰۴۳؛ صحیح مسلم، ۹۱۵۔

❷ ۷/ الاعراف:۱۴۴۔

ترجمہ: یہ لوگ تو یہی کہتے ہیں۔[۳۴] کہ آخری چیز یہی ہمارا دنیا سے مر جانا ہے اور پھر دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے۔[۳۵] اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ داداوں کو لے آؤ۔[۳۶] کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم کے اور جوان سے بھی پہلے تھے؟ ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا یقیناً وہ گنہگار تھے۔[۳۷]

= عطا فرمائی' یعنی اس زمانے کے لوگوں پر۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے لئے فرمایا ﴿وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ ○﴾ ❶ اس سے بھی یہی مطلب ہے کہ اس زمانے کی تمام تر عورتوں پر آپ کو فضیلت ہے۔ اس لئے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان سے یقیناً افضل ہیں یا کم از کم برابر۔ اسی طرح حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا جو فرعون کی بیوی تھیں۔ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسی فضیلت شوربے میں بھگوئی روٹی کی اور کھانوں پر۔ پھر بنی اسرائیل پر ایک اور احسان بیان ہو رہا ہے کہ ہم نے انہیں وہ حجت و برہان دلیل و نشان و معجزات و کرامات عطا فرمائے جن میں ہدایت کی تلاش کرنے والوں کے لئے صاف صاف امتحان تھا۔

قوم تبع کا ذکر: [آیت: ۳۴۔۳۷] یہاں مشرکین کا انکار قیامت اور اس کی دلیل بیان فرما کر اللہ تعالیٰ اس کی تردید کرتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ قیامت آنی نہیں' مرنے کی بعد جینا نہیں' حشر اور نشر سب غلط ہے۔ دلیل یہ پیش کرتے تھے کہ ہمارے باپ دادا جو مر گئے وہ کیوں دوبارہ جی کر نہیں آئے؟ خیال کیجئے یہ کس قدر بودی اور بیہودہ دلیل ہے۔ دوبارہ اٹھ کھڑا ہونا مرنے کے بعد کا جینا قیامت کو ہو گا نہ کہ دنیا میں پھر لوٹ کر آئیں گے اس دن یہ ظالم جہنم کا ایندھن بنیں گے اس وقت یہ امت اگلی امتوں پر گواہی دے گی' اور ان پر ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں ڈرا رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جو عذاب اسی جرم پر اگلی قوموں پر آئے وہ تم پر بھی آ جائیں اور ان کی طرح بے نام و نشان کر دیئے جاؤ۔ ان کے واقعات سورہ سبا میں گزر چکے ہیں۔ وہ لوگ بھی قحطان کے عرب تھے جیسے کہ یہ عدنان کے عرب ہیں۔

حمیر جو سبا کے تھے وہ اپنے بادشاہ کو تبع کہتے تھے' جیسے فارس کے ہر بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے ہر بادشاہ کو قیصر اور مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون اور حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک تبع یمن سے نکلا اور زمین میں پھرتا رہا سمرقند پہنچ گیا۔ ہر جگہ کے بادشاہوں کو شکست دیتا رہا اور اپنا بہت بڑا ملک کر لیا۔ زبردست لشکر اور بے شمار رعیت اس کے ماتحت تھی۔ اس نے حیرہ نامی بستی بسائی یہ اپنے زمانے میں مدینہ میں بھی آیا تھا اور یہاں کے باشندوں سے بھی لڑا لیکن اسے لوگوں نے اس سے روکا۔ خود اہل مدینہ کا بھی اس سے یہ سلوک رہا کہ دن کو تو لڑتے تھے اور رات کو ان کی مہمانداری کرتے تھے۔ آخر اس کو بھی لحاظ آ گیا اور لڑائی بند کر دی۔ اس کے ساتھ یہاں کے دو یہودی عالم ہو گئے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سچے دین کے عامل بھی تھے وہ اسے ہر وقت بھلائی برائی سمجھاتے رہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ مدینہ کو تاخت و تاراج نہیں کر سکتے کیونکہ یہ آخر زمانہ کے پیغمبر کی ہجرت گاہ ہے۔ پس

❶ ۳/ آل عمران: ۴۲۔

یہ یہاں سے لوٹ گیا اور دونوں عالموں کو اپنے ساتھ لیتا چلا۔ جب یہ مکہ پہنچا تو اس نے بیت اللہ کو گرانا چاہا لیکن ان دونوں نے اسے روکا۔ اور اس پاک گھر کی عظمت و حرمت اس کے سامنے بیان کی اور کہا کہ اس کے بانی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اس نبی آخر الزمان کے ہاتھوں پھر اس کی اصلی عظمت آشکار ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ اپنے ارادے سے باز آیا بلکہ بیت اللہ کی بڑی تعظیم تکریم کی طواف کیا غلاف چڑھایا اور یہاں سے واپس یمن چلا گیا۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین میں داخل ہوا اور تمام یمن میں یہی دین پھیلایا۔ اس وقت تک حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی ظہور نہیں ہوا تھا اور اس زمانے والوں کے لئے یہی سچا دین تھا۔ اس تبع کے واقعات بہت تفصیل سے سیرۃ ابن اسحاق میں موجود ہیں اور حافظ ابن عساکر بھی اپنی کتاب میں بہت بسط کے ساتھ لائے ہیں۔ اس میں ہے کہ اس کا پائے تخت دمشق میں تھا۔ اس کے لشکروں کی صفیں دمشق سے لے کر یمن تک پہنچتی تھیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ "حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نہیں جان سکا کہ حد لگنے سے گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ تبع ملعون تھا یا نہیں؟ اور نہ مجھے یہ خبر ہے کہ ذوالقرنین نبی تھے یا بادشاہ۔" ❶ اور روایت میں ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ حضرت عزیر پیغمبر تھے یا نہیں۔ ❷ (ابن ابی حاتم)۔ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی روایت صرف عبدالرزاق سے ہی ہے۔ اور سند سے مروی ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام کا نبی ہونا نہ ہونا مجھے معلوم نہیں نہ میں یہ جانتا ہوں کہ تبع پر لعنت کروں یا نہیں؟ اسے وارد کرنے کے بعد حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے وہ روایتیں درج کی ہیں جن میں تبع کو گالی دینے اور لعنت کرنے سے ممانعت آئی ہے جیسے کہ ہم ابھی وارد کریں گے ان شاء اللہ۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے کافر تھے پھر مسلمان ہو گئے یعنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دین میں داخل ہوئے اور اس زمانے کے علما کے ہاتھوں ایمان قبول کیا۔ بعثت مسیح علیہ السلام سے پہلے کا یہ واقعہ ہے جرہم کے زمانہ میں بیت اللہ کا حج بھی کیا غلاف بھی چڑھایا اور بڑی تعظیم و تکریم کی چھ ہزار اونٹ اللہ کے نام قربان کئے اور بھی بہت بڑا طویل واقعہ ہے جو حضرت ابی بن کعب حضرت عبداللہ بن سلام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اصل قصہ کا دارو مدار حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پر ہے۔ وہب بن منبہ نے بھی اس قصہ کو وارد کیا ہے۔ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس تبع کے قصہ کے ساتھ دوسرے تبع کے قصہ کو بھی ملا دیا ہے جو ان کے بہت بعد تھا۔ اس کی قوم تو اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی تھی پھر ان کے انتقال کے بعد وہ کفر کی طرف لوٹ گئی اور دوبارہ آگ اور بتوں کی پرستش شروع کر دی جیسے کہ سورۂ سبا میں مذکور ہے اسی کی تفسیر میں ہم نے بھی وہاں اس کی پوری تفصیل کر دی ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اس تبع نے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا۔ آپ لوگوں کو منع کرتے تھے کہ اس تبع کو برا نہ کہو یہ درمیان کا تبع ہے اس کا نام اسعد ابوکریب بن ملیکرب یمانی ہے اس کی سلطنت تین سو چھبیس سال تک رہی اس سے زیادہ لمبی مدت ان بادشاہوں میں سے کسی نے نہیں پائی۔ حضور ﷺ سے تقریباً سات سو سال پہلے اس کا انتقال ہوا ہے۔" مؤرخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان دونوں موسوی عالموں نے جو مدینہ کے تھے انہوں نے جب تبع بادشاہ کو یقین دلایا کہ یہ شہر نبی آخر الزمان حضرت احمد ﷺ کا ہجرت گاہ ہے تو اس نے ایک قصیدہ کہا تھا اور اہل مدینہ کو بطور امانت دے گیا تھا جو ان کے پاس ہی رہا اور بطور میراث کے ایک دوسرے کے ہاتھ لگتا رہا۔ اور اس کی روایت سند کے ساتھ برابر چلی آتی رہی یہاں تک کہ حضور ﷺ کی ہجرت کے وقت اس کے حافظ حضرت ابو ایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ تھے اور اتفاق سے بلکہ بحکم باری تعالیٰ =

❶ حاکم ۲/ ٤٥٠؛ بیهقی ۸/ ۳۲۹ وسنده صحیح۔

❷ ابوداود، کتاب السنة، باب فی التخییر بین الانبیاء علیهم السلام، ٤٦٧٤ وسنده صحیح۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۰﴾ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَیْـًٔا وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: ہم نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو فعل عبث کرتے ہوئے پیدا نہیں کیا[۳۸] بلکہ ہم نے انہیں درست تدبیر کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے ہاں البتہ ان میں کے اکثر لوگ بے علم ہیں۔[۳۹] یقیناً فیصلے کا دن ان سب کے وعدے کا ہے۔[۴۰] جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ بھی کام نہ آئے گا' اور نہ ان کی امداد کی جائے گی[۴۱] مگر جس پر اللہ کی مہربانی ہو جائے' وہ زبردست اور رحم والا ہے۔[۴۲]

= آنحضرت ﷺ کا نزول اجلال بھی یہیں ہوا تھا۔ اس قصیدے کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ ... رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِی النَّسَم
فَلَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلٰى عُمْرِهٖ ... لَكُنْتُمْ وَزِیْرًا لَّهٗ وَابْنَ عَمّ
جَاهَدْتُ بِالسَّیْفِ اَعْدَاءَهٗ ... وَفَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ كُلَّ غَم

یعنی میری تہ دل سے گواہی ہے کہ (حضرت) احمد مجتبیٰ ﷺ اس اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں جو تمام جانداروں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میں آپ کے زمانہ تک زندہ رہا تو قسم اللہ کی آپ کا ساتھی اور آپ کا معاون بن کر رہوں گا اور آپ کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا اور کسی کھٹکے اور غم کو آپ کے پاس تک پھٹکنے نہ دوں گا۔ ابن ابی الدنیا میں ہے کہ دور اسلام میں صنعاء شہر میں اتفاق سے قبر کھدگئی تو دیکھا گیا کہ دو عورتیں مدفون ہیں جن کے جسم بالکل صحیح سالم ہیں اور سرہانے پر چاندی کی ایک تختی لگی ہوئی ہے جس میں سونے کے حروف سے یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ قبر حیی اور تمیس کی ہے۔ اور ایک روایت میں ان کے نام حیی اور تماضر ہیں۔ یہ دونوں تبع کی بہنیں ہیں' یہ دونوں مرتے وقت تک اس بات کی شہادت پر رہیں کہ لائق عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتی تھیں۔ ان سے پہلے کے تمام نیک صالح لوگ بھی اس شہادت کے ادا کرتے ہوئے انتقال فرماتے رہے ہیں۔ سورہ سبا میں ہم نے اس واقعہ کے متعلق سبا کے اشعار بھی نقل کر دیئے ہیں۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تبع کی تعریف قرآن سے اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی مذمت کی' ان کی نہیں کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ تبع کو برا نہ کہو وہ صالح شخص تھا۔ ❶ مصنف ابن ابی حاتم میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تبع کو گالی نہ دو وہ مسلمان ہو چکا تھا' طبرانی اور مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے۔ ❷ عبدالرزاق میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ''مجھے معلوم نہیں کہ تبع نبی تھا یا نہ تھا؟'' اور روایت اس سے پہلے گزر چکی کہ میں نہیں جانتا تبع ملعون تھا یا نہیں؟ فَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یہی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ ❸ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''تبع کو گالی نہ دو' رسول اللہ ﷺ نے انہیں برا کہنا منع فرمایا ہے'' ❹ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

کائنات کی تخلیق بے کار نہیں: [آیت: ۳۸-۴۲] یہاں اللہ عزوجل اپنے عدل کا بیان فرما رہا ہے اور بے فائدہ لغو اور عبث کاموں =

❶ حاکم، ۲/ ۴۵۰ وسندہ ضعیف، الزھری عنعن۔
❷ احمد، ۵/ ۳۴۰ وسندہ ضعیف، ابو زرعۃ، عمرو بن جابر ضعیف، طبرانی، ۶۰۱۳۔
❸ الطبرانی فی الاوسط، ۲۔ ❹ وسندہ ضعیف۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿۴۹﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنتُم بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ: بیشک زقوم کا درخت [۴۳] گنہگار کا کھانا ہے [۴۴] جو مثل تلچھٹ کے ہے اور پیٹ میں کھولتا رہتا ہے۔ [۴۵] مثل تیز گرم پانی کھولنے کے۔ [۴۶] اسے پکڑ لو پھر گھسیٹتے ہوئے بیچ جہنم تک پہنچاؤ۔ [۴۷] پھر اس کے سر پر سخت گرم پانی کا عذاب بہاؤ۔ [۴۸] چکھتا جا تو تو بڑا ذی عزت اور بڑے اکرام والا تھا' [۴۹] یہی وہ چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔ [۵۰]

= سے اپنی پاکی کا اظہار فرماتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے اپنی مخلوق کو باطل پیدا نہیں کیا ایسا گمان ہماری نسبت صرف ان کا ہے جو کفار ہیں اور جن کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور ارشاد ہے ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ٥﴾ ❶ الخ یعنی کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار و عبث پیدا کیا ہے اور تم لوٹ کر ہماری طرف آنے ہی کے نہیں؟ اللہ حق' مالک' بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا ربّ ہے۔ فیصلوں کا دن یعنی قیامت کا دن جس دن باری تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان حق فیصلے کرے گا۔ کافروں کو سزا اور مؤمنوں کو جزا ملے گی۔ اس دن تمام اگلے پچھلے اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع ہوں گے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا۔ رشتہ دار رشتہ دار کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ﴾ ❷ الخ۔ یعنی جب صور پھونک دیا جائے گا تو نہ تو کوئی نسب باقی رہے گا نہ پوچھ گچھ۔ اور آیت میں ہے کوئی دوست اس دن اپنے دوست کو پریشان حالی میں دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہ پوچھے گا اور نہ کوئی اس دن کسی کی کسی طرح کی مدد کرے گا' نہ اور کوئی بیرونی مدد آئے گی' مگر ہاں رحمت الٰہی جو مخلوق پر شامل۔ وہ بڑا غالب اور وسیع رحمت والا ہے۔

منکرین قیامت کی ہولناک سزا: [آیت:۴۳-۵۰] منکرین قیامت کو جو سزا وہاں دی جائے گی' اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ان مجرموں کو جو اپنے قول اور فعل کو گناہگاری میں ملوث کئے ہوئے تھے' آج زقوم کا درخت کھلایا جائے گا۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد ابوجہل ہے' گو دراصل وہ بھی اس آیت کی وعید میں داخل ہے' لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ آیت صرف اسی کے حق میں نازل ہوئی ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ایک شخص کو یہ آیت پڑھا رہے تھے۔ مگر اس کی زبان سے لفظ ﴿أَثِيمِ﴾ ادا نہیں ہوتا تھا' اور وہ بجائے اس کے یتیم کہہ دیا کرتا تھا' تو آپ نے اسے ﴿طَعَامُ الْفَاجِرِ﴾ پڑھوایا۔ ❸ یعنی اسے اس کے سوا کھانے کو اور کچھ نہ دیا جائے گا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اس زقوم کا ایک قطرہ بھی زمین پر ٹپک جائے تو تمام زمین والوں کی معاش خراب کر دے۔ ❹ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ ❺ یہ مثل تلچھٹ کے ہوگا۔ اپنی حرارت' بدمزگی اور نقصان کے باعث پیٹ میں جوش مارتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغوں سے فرمائے گا کہ اس کافر کو پکڑ لو۔ وہیں ستر ہزار فرشتے دوڑیں گے۔ اسے اوندھا کر کے منہ کے بل گھسیٹ لے جاؤ اور بیچ جہنم میں ڈال دو پھر اس کے سر پر جوش مارتا گرم پانی ڈالو۔ جیسے فرمایا ﴿يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ﴾ ❻ الخ یعنی ان =

❶ ۲۳/ المؤمنون:۱۱۵۔ ❷ ۲۳/ المؤمنون:۱۰۱۔ ❸ الطبری، ۲۲/ ۴۳۔ ❹ ایضا۔ ❺ ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء فی صفة شراب اهل النار، ۲۵۸۵ وهو صحیح؛ ابن ماجه، ۴۳۲۵۔ ❻ ۲۲/ الحج:۱۹۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

ع ۱۷
۱۶

ترجمہ: بے شک اللہ سے ڈرنے والے امن چین کی جگہ میں ہوں گے [۵۱] باغوں اور چشموں میں [۵۲] باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے' [۵۳] یہ اسی طرح ہے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے۔ [۵۴] دل جمعی کے ساتھ وہاں ہر طرح کے میووں کی فرمائشیں کرتے ہوں گے [۵۵] وہاں وہ موت چکھنے کے نہیں ہاں پہلی موت جو وہ مر چکے' انہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی سزا سے بچا دیا [۵۶] یہ صرف تیرے رب کا فضل ہے۔ یہی ہے بڑی مراد ملنی' [۵۷] ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں آسان کر دیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں' [۵۸] اب تو منتظر رہ یہ بھی منتظر ہیں۔ [۵۹]

= کے سروں پر جہنم کا جوش مارتا گرم پانی بہایا جائے گا' جس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر کی تمام چیزیں سوختہ ہو جائیں گی۔ اور یہ بھی ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ فرشتے انہیں لوہے کے ہتھوڑے ماریں گے جن سے ان کے دماغ پاش پاش ہو جائیں گے پھر اوپر سے یہ حمیم ان پر ڈالا جائے گا۔ یہ جہاں جہاں پہنچے گا ہڈیوں کو کھال سے جدا کر دے گا یہاں تک کہ اس کی آنتیں کاٹتا ہوا پنڈلیوں تک پہنچ جائے گا اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ پھر انہیں شرمسار کرنے کے لئے اور زیادہ پشیمان بنانے کے لیے کہا جائے گا کہ لو مزہ چکھو تم ہماری نگاہوں میں نہ عزت والے ہو نہ بزرگی والے۔ مغازی اموی میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل ملعون سے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ تجھ سے کہہ دوں تیرے لئے ویل ہے۔ تجھ پر افسوس ہے۔ پھر مکرر کہتا ہوں کہ تیرے لیے خرابی اور افسوس ہے۔ اس پاجی نے اپنا کپڑا آپ کے ہاتھ سے گھسیٹتے ہوئے کہا' جا تو اور تیرا رب میرا کیا بگاڑ سکتے ہو' اس تمام وادی میں سب سے زیادہ عزت و تکریم والا میں ہوں۔'' پس اللہ تعالیٰ نے بدر والے دن قتل کرایا اور اسے ذلیل کیا اور اس سے کہا جائے گا کہ لے اب اپنی عزت کا اور اپنی تکریم کا اور اپنی بزرگی اور بڑائی کا لطف اٹھا ❶ اور ان کافروں سے کہا جائے گا کہ یہ ہے جس میں تم ہمیشہ شک و شبہ کرتے رہے۔ جیسے اور آیتوں میں ہے کہ جس دن انہیں دھکے دے کر جہنم پہنچایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ دوزخ ہے جسے تم جھٹلاتے رہے کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھ نہیں رہے؟ اسی کو یہاں بھی فرمایا ہے کہ یہ ہے جس میں تم شک کر رہے تھے۔

جنتی خوراک اور لباس: [آیت: ۵۱-۵۹] بدبختوں کا ذکر کر کے اب نیک بختوں کا حال بیان ہو رہا ہے' اسی لئے قرآن کریم کو مثانی کہا گیا ہے۔ دار دنیا میں جو اللہ تعالیٰ مالک و خالق و قادر سے ڈرتے دبتے رہے وہ قیامت کے دن جنت میں نہایت امن و امان سے ہوں گے موت سے' وہاں سے نکلنے سے' غم رنج سے' گھبراہٹ اور مشکلوں سے' دکھ درد سے' تکلیف اور مشقت' شیطان اور اس کے مکر

❶ المغازی للاموی وسندہ ضعیف جدًا باطل۔

سے رب کی ناراضی سے غرض تمام آفتوں اور مصیبتوں سے نڈر بے فکر مطمئن اور بے اندیشہ ہوں گے۔ انہیں تو زقوم کا درخت اور آگ جیسا گرم پانی ملے گا' اور انہیں جنتیں اور نہریں ملیں گی' مختلف قسم کے ریشمی پارچہ جات انہیں پہننے کو ملیں گے' جن میں نرم باریک بھی ہوگا' اور دبیز چمکیلا بھی ہوگا۔ یہ تختوں پر بڑے طمطراق سے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور کسی کی کسی کی طرف پیٹھ نہ ہوگی' بلکہ سب ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے' اس عطا کے ساتھ ہی انہیں حوریں دی جائیں گی جو گورے چٹے پنڈے کی بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی ہوں گی جن کے پاک جسم کو ان سے پہلے کسی نے چھوا بھی نہ ہوگا۔ وہ یاقوت و مرجان کی طرح کی ہوں گی۔ اور کیوں نہ ہو جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ڈر دل میں رکھا اور دنیا کی خواہشوں کی چیزوں سے محض فرمان باری تعالیٰ کو مدنظر رکھ کر بچے رہے' تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہ بہترین سلوک کیوں نہ کرتا؟ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ''ان حوروں میں سے کوئی کھاری سمندر میں تھوک دے تو اس کا سارا پانی میٹھا ہو جائے۔'' ❶ پھر وہاں یہ جس میوے کی طلب کریں گے موجود ہوگا۔ جو مانگیں گے ملے گا۔ ادھر ارادہ کیا ادھر موجود ہوا خواہش ہوئی اور حاضر ہوا۔ پھر نہایت بے فکری سے کمی کا خوف نہیں ختم ہو جانے کا کھٹکا نہیں۔ پھر فرمایا وہاں انہیں کبھی موت نہیں آنے کی پھر استثنا منقطع لا کر ان کی تاکید کر دی۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ''موت کو بھیڑ کی صورت میں لا کر جنت و دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور ندا کر دی جائے گی کہ جنتیوں اب ہیشگی ہے کبھی موت نہیں اور اے دوزخیو! تمہارے لیے بھی ہیشگی ہے کبھی موت نہ آئے گی'' ❷ سورۂ مریم کی تفسیر میں بھی یہ حدیث گزر چکی ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ ''جنتیوں سے کہہ دیا جائے گا کہ تم ہمیشہ تندرست رہو گے۔ کبھی بیمار نہ پڑو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی مرو گے نہیں اور ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے' کبھی کمی نہ ہوگی اور ہمیشہ نوجوان بنے رہو گے' کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔'' ❸ اور حدیث میں ہے ''جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا' جنت میں جائے گا جہاں نعمتیں پائے گا کبھی محتاج نہ ہوگا' جہاں جیے گا' کبھی مرے گا نہیں۔ جہاں کپڑے میلے نہ ہوں گے اور جوانی فنا نہ ہوگی۔ ❹ حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ جنتی سوئیں گے بھی؟ آپ نے فرمایا نیند موت کی بہن ہے۔ جنتی سوئیں گے نہیں ہر وقت راحت ولذت میں مشغول رہیں گے۔'' ❺ یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے' اور اس سے پہلے سندوں کا خلاف گزر چکا ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس راحت ونعمت کے ساتھ یہ بھی بڑی نعمت ہے کہ انہیں پروردگار عالم نے عذاب جہنم سے نجات دے دی ہے' تو مطلوب حاصل ہے اور خوف زائل ہے' اسی لیے ساتھ ہی فرمایا کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا احسان وفضل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ''تم ٹھیک ٹھاک رہو قریب قریب رہو اور یقین مانو کہ کسی کے اعمال اسے جنت میں نہیں لے جا سکتے۔ لوگوں نے کہا کیا آپ کے اعمال بھی؟ فرمایا ہاں میرے اعمال بھی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت میرے شامل حال ہو۔'' ❻

ہم نے اپنے نازل کردہ اس قرآن کریم کو بہت سہل بالکل آسان صاف ظاہر بہت واضح مدلل اور روشن کر کے تجھ پر تیری زبان میں نازل فرمایا ہے جو بہت فصیح وبلیغ بڑی شیریں اور پختہ ہے' تا کہ لوگ باآسانی سمجھ لیں اور بخوشی عمل کریں۔ باوجود اس کے بھی جو لوگ اسے

---

❶ ابن ابی حاتم وسنده ضعيف جداً۔ ❷ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة كهيعص، باب قول الله عزوجل ﴿وانذرهم يوم الحسرة﴾ ٤٧٣٠؛ صحيح مسلم، ٢٨٤٩۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب فی دوام نعيم اهل الجنة، ٢٨٣٧۔

❹ ابو بكر بن ابی داود سجستانی وسنده ضعيف، قتاده مدلس وعنعن وفيه علة اخرىٰ، صفة الجنة لابی نعيم، ١٠١۔

❺ المعجم الأوسط، ٩٢٣ وسنده ضعيف جداً؛ النهاية بتحقيقی، ١٤٩٤؛ صفة الجنة، ٣/ ٨٤۔ ❻ اس معنی کی روایت صحيح بخاری، كتاب الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل، ٦٤٦٧؛ صحيح مسلم، ٢٨١٨ میں بھی ہے۔

جھٹلائیں، نہ مانیں تو انہیں ہوشیار کر دے اور کہہ دے کہ اچھا اب تم بھی انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں، تم دیکھ لو گے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس کی تائید ہوتی ہے؟ کس کا کلمہ بلند ہوتا ہے؟ کسے دنیا اور آخرت ملتی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تم تسلی رکھو فتح وظفر تمہیں ہو گی۔ میری عادت ہے کہ اپنے نبیوں اور ان کے ماننے والوں کو اونچا کروں جیسے ارشاد ہے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ﴾ ❶ الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ ❷ الخ یعنی یقیناً ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیا میں بھی مدد کریں گے، اور قیامت میں بھی جس دن گواہ قائم ہوں گے۔ اور ظالموں کو ان کے عذر نفع نہ دیں گے ان پر لعنت ہو گی اور ان کے لیے برا گھر ہو گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰه سورۂ دخان کی تفسیر ختم ہوئی اللہ کا شکر و احسان ہے۔ اسی کی طرف سے نیکی کی توفیق میسر ہوتی ہے، اور وہی برائیوں سے بچانے والا ہے۔

❶ ۵۸/ المجادلۃ:۲۱۔ ❷ ۴۰/ المؤمن:۵۱۔

تفسیر سورۂ جاثیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾ وَ فِیۡ خَلۡقِکُمۡ وَ مَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۴﴾ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۵﴾

ترجمہ: معبود برحق رحم وکرم والے اللہ کے نام سے شروع

حٰـمٓ ۔[۱] یہ کتاب اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے'[۲] آسمانوں اور زمین میں ایمانداروں کے لیے یقیناً بہت سے دلائل ہیں'[۳] اور خود تمہاری پیدائش میں اور جانوروں کے پھیلانے میں یقین رکھنے والی قوم کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں'[۴] اور رات دن کے بدلنے میں اور جو کچھ روزی اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل فرما کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے اس میں اور ہواؤں کے بدلنے میں بھی ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں دلائل ہیں۔[۵]

غور کرو تو ہر طرف اس کی قدرت نظر آتی ہے: [آیت:۱-۵] اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہدایت فرماتا ہے کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کریں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں پھر ان کا شکر بجا لائیں۔ دیکھیں کہ اللہ کتنی بڑی قدرتوں والا ہے جس نے آسمان وزمین اور مختلف قسم کی تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ فرشتے' جن' انسان' چوپائے' پرند' جنگلی جانور' درند' کیڑے پتنگے سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ سمندر کی بے شمار مخلوق کا خالق بھی وہی ایک ہے۔ دن کو رات کے بعد اور رات کو دن کے پیچھے وہی لا رہا ہے۔ رات کا اندھیرا' دن کا اجالا اسی کے قبضے کی چیزیں ہیں۔ حاجت کے وقت انداز کے مطابق بادلوں سے پانی وہی برساتا ہے۔ رزق سے مراد بارش ہے اس لیے کہ اسی سے کھانے کی چیزیں اگتی ہیں۔ خشک بنجر زمین سبز وشاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی پیداوار اگاتی ہے۔ شمالی جنوبی' پروا پچھوا' تر وخشک' کم وبیش' رات اور دن کی ہوائیں وہی چلاتا ہے۔ بعض ہوائیں بارش کو لاتی ہیں۔ بعض بادلوں کو پانی والا کر دیتی ہیں۔ بعض روح کی غذا بنتی ہیں اور ان کے سوا اور کاموں کے لیے چلتی ہیں۔ پہلے فرمایا کہ اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں' پھر یقین والوں کے لیے فرمایا۔ پھر عقل والوں کے لیے فرمایا۔ یہ ایک عزت والے حال سے دوسرے عزت والے حال کی طرف ترقی کرنا ہے۔ اسی کے مثل سورہ بقرہ کی آیت ﴿اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ❶ الخ ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک طویل اثر وارد کیا ہے لیکن وہ غریب ہے اس میں انسان کو چار قسم کے اخلاط سے پیدا کرنا بھی ہے' وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ۔

❶ ۲/ البقرۃ:۱٦٤۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝۷ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۸ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۹ؕ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰ؕ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝۱۱ ع

ع ۱۷

ترجمہ: یہ ہیں اللہ کی آیتیں جنہیں ہم تجھے راستی سے سنا رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس پر ایمان لائیں گے[۶] ویل اور افسوس ہے ہر ایک جھوٹے گنہگار پر۔[۷] جو اللہ کی آیتیں اپنے سامنے پڑھی جاتی ہوئی سنے پھر بھی غرور کرتا ہوا اس طرح اڑا رہے کہ گویا سنی ہی نہیں تو ایسے لوگوں کو درد دینے والے عذاب کی خبر پہنچا دے۔[۸] وہ جب ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پا لیتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوائی کی مار ہے[۹] ان کے پیچھے دوزخ ہے جو کچھ انہوں نے حاصل کیا تھا وہ انہیں کچھ بھی نفع نہ دے گا اور نہ وہ کچھ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا رفیق دوست بنا رکھا تھا ان کے لیے تو بہت بڑا عذاب ہے۔[۱۰] یہ سرتاپا ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا ان کے لیے بہت سخت دردناک عذاب ہے۔[۱۱]

اگر قرآن پر نہیں تو کس چیز پر ایمان لائیں گے؟ [آیت:۶۔۱۱] مطلب یہ ہے کہ قرآن جو حق کی طرف سے نہایت صفائی اور وضاحت سے نازل ہوا ہے اس کی آیتیں تجھ پر تلاوت کی جارہی ہیں جسے یہ سن رہے ہیں اور پھر بھی نہ ایمان لاتے ہیں نہ عمل کرتے ہیں تو پھر آخر ایمان کس چیز پر لائیں گے۔ ان کے لیے ویل ہے اور ان پر افسوس ہے جو زبان کے جھوٹے کام کے گنہگار اور دل کے کافر ہیں۔ اللہ کی باتیں سنتے ہوئے اپنے کفر انکار اور بدباطنی پر اڑے ہوئے ہیں۔ گویا سنا ہی نہیں۔ انہیں سنا دو کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں دکھ کی مار ہے۔ قرآن کی آیتیں ان کے مذاق کی چیز رہ گئی ہیں۔ تو جس طرح یہ میرے کلام کی آج اہانت کرتے ہیں کل میں انہیں ذلت کی سزا دوں گا۔ حدیث میں ہے کہ "قرآن لے کر دشمنوں کے ملک میں نہ جاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی اہانت و بے قدری کریں۔" ❶ پھر اس ذلیل کرنے والے عذاب کا بیان فرمایا کہ ان خصلتوں والے لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ ان کے مال و اولاد اور ان کے وہ جھوٹے معبود جنہیں یہ زندگی بھر پوجتے رہے انہیں کچھ کام نہ آئیں گے۔ انہیں زبردست اور بہت بڑے عذاب بھگتنے پڑیں گے۔ پھر ارشاد ہوا کہ یہ قرآن سراسر ہدایت ہے اور اس کی آیتوں سے جو منکر ہیں ان کے لیے سخت المناک عذاب ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب کراهیة السفر الی ...... ۲۹۹۰؛ صحیح مسلم، ۱۸۶۹؛ ابوداود، ۲۶۱۰؛ ابن ماجه، ۲۸۷۹؛ ابن حبان، ۴۷۱۵۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا کو مطیع بنا دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور ممکن ہے کہ تم اللہ کا شکر بجا لاؤ' [۱۲] اور آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہاری مطیع کر دی ہے۔ جو غور کریں یقیناً وہ اس میں بہت سی دلیلیں پالیں گے' [۱۳] تو ایمان والوں سے کہہ دے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دے' [۱۴] جو نیکی کرے گا وہ اپنے ذاتی بھلے کے لیے اور جو برائی کرے گا اس کا وبال اسی پر ہے' پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۱۵]

تجارت کے ذرائع اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں: [آیت: ۱۲-۱۵] اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں بیان فرما رہا ہے کہ اسی کے حکم سے سمندر میں اپنی مرضی کے مطابق سفر طے کرتے ہو۔ بڑی بڑی کشتیاں مال سے اور سواری سے لدی ہوئی ادھر سے ادھر لے جاتے ہو۔ تجارتیں اور کمائی کرتے ہو۔ یہ اس لیے بھی ہے کہ تم شکر بجا لاؤ' نفع حاصل کر کے ربّ کا احسان مانو۔ پھر اس نے آسمان کی چیز جیسے سورج چاند ستارے اور زمین کی چیز جیسے پہاڑ نہریں اور تمہارے فائدے کی بے شمار چیزیں تمہارے لیے مسخر کر دیں' یہ سب اس کا فضل واحسان انعام واکرام ہے اور اسی ایک کی طرف سے ہے' جیسے ارشاد ہے ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾ ❶ الخ یعنی تمہارے پاس جو نعمتیں ہیں سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں۔ اور اب بھی تم سختی کے وقت اس کی طرف گڑگڑاتے ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' ہر چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے اور یہ نام اس میں نام ہے اس کے ناموں میں سے' پس یہ سب اسی کی جانب سے ہے۔ کوئی نہیں جو اس سے چھینا جھپٹی یا جھگڑا کر سکے۔ ہر ایک اس یقین پر ہے کہ وہ اسی طرح ہے۔ ❷ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مخلوق کس چیز سے بنائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا نور سے اور آگ سے اور اندھیرے سے اور مٹی سے' اور کہا جاؤ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اگر دیکھو تو ان سے بھی دریافت کر لو۔ اس نے آپ سے بھی پوچھا' یہی جواب پایا۔ پھر فرمایا' واپس ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ یہ سب کس چیز سے پیدا کیے گئے۔ وہ لوٹا اور سوال کیا تو آپ نے یہی آیت پڑھ سنائی۔ ❸ یہ اثر غریب ہے اور ساتھ ہی منکر بھی ہے۔ غور وفکر رکھنے والوں کے لیے اس میں بھی بہت نشانیاں ہیں۔ پھر فرماتا ہے' صبر وتحمل کی عادت ڈالو منکرین قیامت کی کڑوی کسیلی سن لیا کرو۔ مشرک اور اہل کتاب کی ایذاؤں کو سہار لیا کرو۔ یہ حکم شروع اسلام میں تھا لیکن بعد میں جہاد اور جلاوطنی کے احکام نازل ہوئے اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے یعنی اللہ کی نعمتوں کے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ پھر فرمایا=

❶ ١٦/ النحل:٥٣۔ ❷ الطبری، ٢٢/ ٦٥۔ ❸ حاکم، ٢/ ٤٥٢ وسندہ ضعیف حافظ ذہبی نے اسے منکر قرار دیا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶ۚ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۷ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۱۹ ھٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝۲۰

ترجمہ: یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب حکومت اور نبوت دی تھی اور ہم نے انہیں پاکیزہ اور نفیس روزیاں دی تھیں اور انہیں دنیا والوں پر فضیلت دی تھی،[۱۶] اور ہم نے انہیں دین کی صاف صاف دلیلیں دیں، پھر انہوں نے اپنے پاس علم کے پہنچ جانے کے بعد آپس کی ضد بحث سے ہی اختلاف برپا کر ڈالا، یہ جن جن چیزوں میں اختلاف کر رہے ہیں ان کا فیصلہ قیامت والے دن ان کے درمیان خود اللہ کرلے گا،[۱۷] پھر ہم نے تجھے دین کی ظاہر راہ پر قائم کر دیا ہے سو تو اسی پر لگا رہ اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی میں نہ پڑ،[۱۸] یاد رکھ یہ لوگ اللہ کے کسی عذاب کو تجھ سے ہٹا نہیں سکتے۔ سمجھ لے کہ ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں اور پرہیزگاروں کا رفیق اللہ تعالیٰ ہے،[۱۹] یہ قرآن ان لوگوں کے لیے دانشمندیاں اور ہدایت ورحمت ہے اس جماعت کے لیے جو یقین رکھتی ہے۔[۲۰]

= کہ ان سے تم چشم پوشی کرو ان کے اعمال کی سزا خود ہم انہیں دیں گے۔ اسی لیے اس کے بعد ہی فرمایا کہ تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر نیکی بدی کی جزا سزا پاؤ گے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

بنی اسرائیل پر انعامات کا ذکر: [آیت: ۱۶-۲۰] بنی اسرائیل پر جو نعمتیں رحیم وکریم اللہ تعالیٰ نے انعام فرمائی تھیں، ان کا ذکر فرما رہا ہے کہ کتابیں ان پر اتاریں رسول ان میں بھیجے حکومت انہیں دی، بہترین غذائیں اور صاف ستھری چیزیں انہیں عطا فرمائیں اور اس زمانے کے اور لوگوں پر انہیں برتری دی اور انہیں امر دین کی عمدہ اور کھلی ہوئی دلیلیں پہنچا دیں اور ان پر حجت رب قائم ہو گئی، پھر ان لوگوں نے پھوٹ ڈالی اور مختلف گروہ بن گئے اور اس کا باعث بجز نفسانیت اور خودی کے اور کچھ نہ تھا۔ اے نبی تیرا رب ان کے ان اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن خود ہی کر دے گا۔ اس میں اس امت کو چوکنا کیا گیا ہے کہ خبردار تم ان جیسے نہ ہونا، ان کی چال نہ چلنا۔

اسی لیے اللہ جل وعلا نے فرمایا کہ تو اپنے رب کی وحی کا تابعدار بن رہ مشرکوں سے کوئی مطلب نہ رکھ بے علموں کی ریس نہ کر یہ تجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا کام آئیں گے۔ ان کی دوستیاں تو ان میں آپس میں ہی ہیں یہ تو اپنے ملنے والوں کو نقصان ہی پہنچایا کرتے ہیں۔ پرہیزگاروں کا ولی وناصر رفیق وکارساز خود پروردگار عالم ہے۔ جو انہیں اندھیریوں سے ہٹا کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں جو انہیں روشنی سے ہٹا کر اندھیریوں میں جھونکتے ہیں۔ یہ قرآن ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں دلائل کے ساتھ ہی ہدایت ورحمت ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰي عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰي سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰي بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾

ع ۱۸

ترجمہ: کیا ان لوگوں کا جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے' برا حکم لگا رہے ہیں' [۲۱] آسمان و زمین کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے اور تا کہ ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کام کا پورا بدلہ دیا جائے ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ [۲۲] کیا تو نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے' اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے۔ [۲۳]

دوزخی اور جنتی ہرگز برابر نہیں: [آیت: ۲۱-۲۳] اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مومن و کافر برابر نہیں' جیسے اور آیت میں ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی کامیاب ہیں۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کفر و برائی والے اور ایمان و اچھائی والے موت و زیست میں دنیا و آخرت میں برابر ہو جائیں۔ یہ تو ہماری ذات اور ہماری صفت عدل کے ساتھ پرلے درجے کی بدگمانی ہے۔ مسند ابو یعلیٰ میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''چار چیزوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی بنا رکھی ہے' جو ان سے ہٹ جائے اور ان پر عامل نہ بنے وہ اللہ تعالیٰ سے فاسق ہو کر ملاقات کرے گا۔ پوچھا گیا کہ وہ چاروں کیا ہیں؟ فرمایا یہ کہ کامل عقیدہ رکھے کہ حلال و حرام' حکم و ممانعت یہ چاروں صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اس کے حلال کو حلال اس کے حرام بتائے ہوئے کو حرام ماننا اس کے حکموں کو قابل تعمیل اور لائق تسلیم جاننا' اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے باز آ جانا اور حلال و حرام امر و نہی کا مالک صرف اسی کو جاننا بس یہ دین کی اصل ہے۔'' حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''جس طرح ببول کے درخت سے انگور پیدا نہیں ہو سکتے اسی طرح بدکار لوگ نیک کاروں کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔'' ❶ یہ حدیث غریب ہے۔ سیرت محمد بن اسحق میں ہے کہ کعبۃ اللہ کی نیو میں سے ایک پتھر نکلا تھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ تم برائیاں کرتے ہوئے نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی خاردار درخت میں سے انگور چننا چاہتا ہو۔ طبرانی میں ہے کہ ''حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ رات بھر تہجد میں اسی آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔''

پھر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو عدل کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ ہر ایک شخص کو اس کے کیے کا بدلہ دے گا اور کسی پر اس کی طرف سے ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ جل وعلا فرماتا ہے کہ تم نے انہیں بھی دیکھا جو اپنی خواہشوں کو الٰہ بنائے =

❶ ابو یعلی وسندہ ضعیف جداً، مکبر بن عثمان منکر الحدیث۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہی ہے۔ مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مار ڈالتا ہے دراصل انہیں اس کی کچھ خبر ہی نہیں۔ یہ تو صرف قیاس اور اٹکل سے ہی کام لے رہے ہیں۔ [۲۴] اور جب ان کے سامنے ہماری واضح اور روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے پاس اس قول کے سوا کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو لاؤ۔ [۲۵] تو کہہ دے کہ اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے۔ پھر تمہیں مار ڈالتا ہے پھر تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ [۲۶]

= ہوئے ہیں۔ جس کام کی طرف طبیعت جھکی کر ڈالا جس سے دل رکا چھوڑ دیا۔ یہ آیت معتزلہ کے اس اصول کو رد کرتی ہے کہ اچھائی برائی عقلی ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''جس کی عبادت کا اس کے جی میں خیال گزرتا ہے' اسی کو پوجنا لگتا ہے۔ اس کے بعد کے جملے کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بنا پر اسے مستحق گمراہی جان کر گمراہ کر دیا' دوسرا معنی یہ کہ اس کے پاس علم و حجت دلیل و سند آ گئی۔ پھر اسے گمراہ کیا۔ یہ دوسری بات پہلی کو بھی مستلزم ہے اور پہلی دوسری کو مستلزم نہیں۔ اس کے کانوں پر مہر ہے نفع دینے والی شرعی بات سنتا ہی نہیں۔ اس کے دل پر مہر ہے ہدایت کی بات دل میں اترتی ہی نہیں۔ اس کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ کوئی دلیل اسے نظر ہی نہیں آتی۔ بھلا اب اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے کیا تم عبرت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمایا ﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝﴾ ❶ جسے اللہ گمراہ کر دے اس کا ہادی کوئی نہیں' وہ انہیں چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

فلسفیوں اور دہریوں کا رد: [آیت: ۲۴۔۲۶] دہریہ کفار اور ان کے ہم عقیدہ مشرکین عرب کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا ہی ابتدا اور انتہا ہے کچھ جیتے ہیں' کچھ مرتے ہیں' قیامت کوئی چیز نہیں' فلاسفہ اور علم کلام کے قائل بھی یہی کہتے تھے۔ یہ لوگ ابتدا انتہا کے قائل نہ تھے' اور فلاسفہ میں سے جو لوگ دہریہ اور دوریہ تھے وہ خالق کے بھی منکر تھے' ان کا خیال تھا کہ ہر چھتیس ہزار سال کے بعد زمانے کا ایک دور ختم ہوتا ہے اور ہر چیز اپنی اصلی حالت پر آ جاتی ہے' اور ایسے کئی دور کے وہ قائل تھے۔ دراصل یہ معقول سے بھی بیکار جھگڑتے تھے اور منقول سے بھی روگردانی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ گردش زمانہ ہی ہلاک کرنے والی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور بجز وہم و خیال کے کوئی وہ سند پیش نہیں کر سکتے۔ ابوداود وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم ایذا دیتا ہے۔ وہ دہر کو (یعنی زمانے کو) گالیاں دیتا ہے۔ دراصل دہر میں ہوں تمام کام میرے ہاتھ ہیں۔ دن رات کا ہیر پھیر میں کرتا ہوں۔'' ❷ ایک روایت میں ہے ''دہر کو گالی نہ =

❶ ۷/ الاعراف: ۱۸۶۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الجاثیة، ۴۸۲۶؛ صحیح مسلم، ۲۲۴۶۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: آسمان وزمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن اہل باطل بڑے نقصان میں پڑیں گے۔[۲۷] تو دیکھے گا کہ ہر اُمّت گھٹنوں پر گری ہوئی ہوگی ہر فرقہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا' آج تمہیں اپنے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔[۲۸] یہ ہے ہماری کتاب جو تمہارے بارے میں سچ سچ بول رہی ہے ہم تمہارے اعمال لکھواتے جاتے ہیں۔[۲۹]

= دو اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے۔'' ❶ ابن جریر رحمہ اللہ نے اسے ایک بالکل غریب سند سے وارد کیا ہے۔ اس میں ہے' اہل جاہلیت کا خیال تھا کہ ہمیں دن رات ہی ہلاک کرتے ہیں' وہی ہمیں مارتے جلاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں نقل فرمایا۔ وہ زمانہ کو برا کہتے تھے پس اللہ عزوجل نے فرمایا مجھے ابن آدم ایذا پہنچاتا ہے۔ وہ زمانہ کو برے کہتا ہے اور زمانہ میں ہوں۔ میرے ہاتھ میں سب کام ہیں۔ میں دن رات کا لے آنے لے جانے والا ہوں۔ ❷ ابن ابی حاتم میں ہے ''ابن آدم زمانے کو گالیاں دیتا ہے' میں زمانہ ہوں۔ دن رات میرے ہاتھ میں ہیں۔'' ❸ اور حدیث میں ہے میں نے اپنے بندے سے قرض طلب کیا اس نے مجھے نہ دیا۔ مجھے میرے بندے نے گالیاں دیں وہ کہتا ہے ہائے ہائے زمانہ اور زمانہ میں ہوں۔ ❹ امام شافعی اور ابوعبیدہ رحمہما اللہ وغیرہ ائمہ لغت و تفسیر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے عربوں کو جب کوئی بلا اور شدت و تکلیف پہنچتی تو وہ اسے زمانے کی طرف نسبت کرتے اور زمانے کو برا کہتے۔ دراصل زمانہ خود تو کچھ کرتا نہیں۔ ہر کام کا کرتا دھرتا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لیے ان کا زمانے کو گالی دینا فی الواقع اسے برا کہنا تھا جس کے ہاتھ میں اور جس کے بس میں زمانہ ہے' جو راحت و رنج کا مالک ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ عزاسمہ ہے پس وہ گالی حقیقی فاعل یعنی اللہ تعالیٰ پر پڑتی ہے اسلئے اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اور لوگوں کو اس سے روک دیا۔ یہی شرح بہت ٹھیک اور بالکل درست ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ نے اس حدیث سے جو یہ سمجھ لیا ہے کہ دہر اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ہے' یہ بالکل غلط ہے' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ. پھر ان بے علموں کی کٹ حجتی بیان ہو رہی ہے کہ قیامت قائم ہونے کی اور دوبارہ جلائے جانے کی بالکل صاف دلیلیں جب انہیں دی جاتی ہیں اور قائل معقول کر دیا جاتا ہے تو چونکہ کوئی جواب بن نہیں پڑتا جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ اچھا پھر ہمارے مردہ باپ دادا اور پر دادا اور کو زندہ کر کے' ہمیں دکھا دو تو ہم مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اپنا پیدا کیا جانا اور مر جانا تو اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہو کہ تم کچھ نہ تھے اور اس نے تمہیں موجود کر دیا۔ پھر وہ تمہیں مار ڈالتا ہے' تو جو ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ جی اٹھانے پر قادر کیسے نہ ہوگا؟ بلکہ عقلاً بداہت کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ جو شروع شروع کسی چیز کو بنا دے اس پر دوبارہ اس کا بنانا بہ نسبت پہلی دفعہ کے بہت ہی آسان ہوتا ہے۔ پس یہاں فرمایا کہ پھر وہ تمہیں قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں جمع کرے گا۔ وہ دنیا میں تمہیں دوبارہ لانے کا نہیں جو تم کہہ رہے ہو کہ ہمارے باپ دادا اور کو

❶ صحیح مسلم، کتاب الالفاظ من الأدب وغیرها، باب النهی عن سب الدهر، ۲۲۴۶۔ ❷ الطبری، ۲۲/ ۷۹۔
❸ صحیح بخاری، کتاب الأدب باب لاتسبوا الدهر، ۶۱۸۱؛ صحیح مسلم، ۲۲۴۶؛ ابن حبان، ۵۷۱۴۔
❹ الطبری، ۲۲/ ۷۹ وسنده ضعیف؛ حاکم، ۲/ ۴۵۳ مختصراً وسنده ضعیف، ابن اسحاق عنعن۔

زندہ کر لاؤ۔ یہ تو دار عمل ہے دار جزا قیامت کا دن ہے۔ یہاں تو ہر ایک کو تھوڑی بہت تاخیر مل جاتی ہے جس میں وہ اگر چاہے اس دوسرے گھر کے لیے تیاریاں کر سکتا ہے۔ پس اپنی بے علمی کی بنا پر تمہیں اس کا انکار نہ کرنا چاہیے۔ تم گو اسے دور جان رہے ہو لیکن دراصل وہ قریب ہی ہے۔ تم گو اس کا آنا محال سمجھ رہے ہو لیکن فی الواقع اس کا آنا یقینی ہے۔ جو مومن باعلم اور ذی عقل ہیں وہ اس پر یقین کامل رکھ کر عمل میں لگے ہوئے ہیں۔

جس دن حشر بپا ہو گا: [آیت: ۲۷-۲۹] اب سے لے کر ہمیشہ تک اور آج سے پہلے بھی تمام آسمانوں کا کل زمینوں کا مالک بادشاہ سلطان اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ کے اور اس کی کتابوں کے اور اس کے رسولوں کے منکر قیامت کے روز بڑے گھاٹے میں رہیں گے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے سنا کہ معافری ایک ظریف شخص ہیں لوگوں کو اپنے کلام سے ہنسایا کرتے ہیں، تو آپ نے انہیں نصیحت کی اور فرمایا کیوں جناب کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایک دن آئے گا جس میں باطل والے خسارے میں پڑیں گے۔ اس کا بہت اچھا اثر ہوا اور حضرت معافری رحمۃ اللہ علیہ مرتے دم تک اس نصیحت کو نہ بھولے (ابن ابی حاتم)۔ وہ دن ایسا ہولناک اور سخت تر ہو گا کہ ہر شخص گھٹنوں پر گرا ہوا ہو گا، یہ اس وقت جبکہ جہنم سامنے لائی جائے گی اور وہ ایک جھرجھری لے گی جس سے ہر شخص کانپ اٹھے گا اور اپنے گھٹنوں پر گر جائے گا۔ یہاں تک کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم اور روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہما السلام بھی۔ ان کی زبان سے بھی اس وقت نفسی نفسی نفسی نکلے گا۔ صاف کہہ دیں گے کہ اللہ تعالیٰ آج ہم تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتے صرف اپنی سلامتی چاہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میں اپنی والدہ کے لیے بھی تجھ سے کچھ عرض نہیں کرتا بس مجھے بچا لے۔ گو بعض مفسرین نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ ہر گروہ جدا گانہ الگ الگ ہو گا۔ لیکن اس سے اولیٰ اور بہتر تفسیر وہی ہے جو ہم نے کی یعنی ہر ایک اپنے زانو پر گرا ہوا ہو گا۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "گویا میں تمہیں جہنم کے پاس زانو پر جھکے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔" ❶ اور مرفوع حدیث میں جس میں صور وغیرہ کا بیان ہے یہ بھی ہے کہ پھر لوگ جدا جدا کر دیے جائیں گے اور تمام امتیں زانو پر جھک پڑیں گی ❷ یہی فرمان الٰہی ہے ﴿وَتَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ الخ اس میں دونوں حالتیں جمع کر دیں ہیں۔ پس دراصل دونوں تفسیروں میں ایک دوسرے کا خلاف نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرمایا ہر گروہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ﴾ ❸ الخ نامہ اعمال رکھا جائے گا اور نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ آج تمہیں تمہارے ہر ہر عمل کا بدلہ بھرپور دیا جائے گا جیسے فرمان ہے ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ❹ انسان کو ہر اس چیز سے باخبر کر دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجی اور پیچھے چھوڑی۔ اس کے اگلے پچھلے تمام اعمال سے بلکہ خود انسان اپنے حال پر خوب مطلع ہو جائے گا گو اپنے تمام ترحیلے سنا ڈالے۔ یہ اعمال نامہ جو ہمارے حکم سے ہمارے امین اور سچے فرشتوں نے لکھا ہے وہ تمہارے اعمال کو تمہارے سامنے پیش کر دینے کے لیے کافی وافی ہے جیسے ارشاد ہے ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ﴾ ❺ الخ یعنی نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا تو تو دیکھے گا کہ گنہگار اس سے خوف زدہ ہو جائیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی اس عمل نامہ کی تو صفت یہ ہے کہ کسی چھوٹے بڑے عمل کو قلم بند کیے بغیر چھوڑا ہی نہیں ہے جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب سامنے حاضر پالیں گے۔ تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے محافظ فرشتوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ تمہارے اعمال لکھتے رہا کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ فرشتے بندوں کے اعمال لکھتے ہیں پھر انہیں لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں۔ آسمان کے دیوان عمل =

❶ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ❷ یہ مشہور ضعیف حدیث ہے جسے حدیث الصور کہتے ہیں، کئی دفعہ گزر چکی ہے۔

❸ ۳۹/ الزمر: ٦٩۔ ❹ ۷۵/ القیامۃ: ۱۳۔ ❺ ۱۸/ الکھف: ٤٩۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ: پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے انہیں ان کا رب اپنی رحمت تلے لے لے گا یہی صریح کامیابی ہے۔[۳۰] لیکن جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے میں کہوں گا) کیا میری آیتیں تمہیں سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر بھی تم تکبر کرتے رہے اور تم تھے ہی گنہگار لوگ۔[۳۱] اور جب کبھی کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ تو تم جواب دیتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے ہمیں یوں ہی سا خیال ہو جاتا ہے لیکن ہمیں یقین نہیں[۳۲] اب ان پر اپنے اعمال کی برائیاں کھل گئیں اور جسے وہ مذاق میں اڑا رہے تھے اس نے انہیں گھیر لیا[۳۳] اور کہہ دیا گیا کہ آج ہم تمہیں بھلا دیں گے جیسے کہ تم نے اپنے اس دن سے ملنے کو بھلا دیا تھا تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا مددگار کوئی نہیں[۳۴] یہ اس لیے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا پس آج کے دن نہ تو یہ دوزخ سے نکالے جائیں اور نہ ان سے اللہ کی خفگی کا تدارک طلب کیا جائے۔[۳۵] پس اللہ کی تعریف ہے جو آسمانوں اور زمین اور تمام جہان کا پالن ہار ہے[۳۶] تمام بزرگی اور بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کی ہے اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔[۳۷]

= کے فرشتے اس نامۂ اعمال کو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے اعمال سے ملاتے ہیں جو ہر رات اس کی مقدار کے مطابق ان پر ظاہر ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی لکھا ہے تو ایک حرف کی کمی زیادتی نہیں پاتے' پھر آپ نے اسی آخری جملہ کی تلاوت فرمائی۔

روزِ قیامت سچے فیصلے ہونگے: [آیت: ۳۰۔۳۷] ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اس فیصلہ کی خبر دیتا ہے جو وہ آخرت کے دن اپنے بندوں کے درمیان کرے گا' جو لوگ اپنے دل سے ایمان لائے اور اپنے ہاتھ پاؤں سے مطابق شرع نیک نیتی کے

ساتھ اچھے عمل کیے انہیں اپنے کرم ورحم سے جنت عطا فرمائے گا رحمت سے مراد جنت ہے جیسے صحیح حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں عطا فرماؤں گا۔'' ❶ کھلی کامیابی اور حقیقی مراد کو حاصل کر لینا یہی ہے اور جو لوگ ایمان سے رک گئے بلکہ کفر کیا ان سے قیامت کے دن بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہارے سامنے نہیں پڑھی جاتی تھیں، یعنی یقیناً پڑھی جاتی تھیں اور تمہیں سنائی جاتی تھیں پھر بھی تم نے غرور ونخوت میں آ کر ان کی اتباع نہ کی بلکہ ان سے منہ پھیرے رہے اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تکذیب لیے ہوئے تم نے ظاہراً اپنے افعال میں بھی اس کی نافرمانی کی، گناہوں پر گناہ دلیری سے کرتے چلے گئے اور جب ایمان دار تم سے کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ قطعاً سچا ہے اور قیامت ضرور قائم ہوگی اس کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم پلٹ کر جواب دے دیا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کسے کہتے ہیں؟ ہمیں گو کچھ یوں ہی سا وہم ہوتا ہے لیکن ہمیں ہرگز یقین نہیں کہ قیامت ضرور آئے گی ہی۔ اب ان کی بداعمالیوں کی سزا ان کے سامنے آ گئی۔ اپنی آنکھوں اپنے کرتوت کا بدلہ دیکھ چکے اور جس عذاب کے انکاری تھے جسے مذاق میں اڑاتے رہے تھے جس کا ہونا ناممکن سمجھ رہے تھے ان عذابوں نے انہیں چوطرف سے گھیر لیا اور انہیں ہر قسم کی بھلائی سے مایوس کرنے کے لیے کہہ دیا گیا کہ ہم تمہارے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جیسے کوئی کسی کو بھول جاتا ہے یعنی جہنم میں جھونک کر۔ پھر کبھی تمہیں اچھائی سے یاد بھی نہ کریں گے یہ بدلہ ہے اس کا کہ تم اس دن کی ملاقات کو بھلائے ہوئے تھے، اس کے لیے تم نے کوئی عمل نہ کیا کیونکہ تم اس کے آنے کی صداقت کے قائل نہ تھے اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور کوئی نہیں جو تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے قیامت کے دن فرمائے گا کیا میں نے تجھے بال بچے نہیں دیے تھے، کیا میں نے تجھ پر دنیا میں انعام واکرام نازل نہیں فرمائے تھے؟ کیا میں نے تیرے لیے اونٹوں اور گھوڑوں کو مطیع اور فرماں بردار نہیں کر دیا تھا؟ اور تجھے چھوڑ دیا تھا کہ سرور وخوشی کے ساتھ اپنے مکانات اور حویلیوں میں آزادی کی زندگی بسر کرے؟ یہ جواب دے گا کہ میرے پروردگار یہ سب سچ ہے بے شک تیرے یہ تمام احسانات مجھ پر تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پس آج میں تجھے اسی طرح بھلا دوں گا جس طرح تو مجھے بھول گیا تھا۔'' ❷

پھر فرماتا ہے یہ سزائیں تمہیں اس لیے دی گئی ہیں کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا خوب مذاق اڑایا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا تم اسی پر مطمئن تھے اور اس قدر تم نے بے فکری برتی کہ آخر آج نقصان اور خسارے میں پڑ گئے اب تم دوزخ سے نکالے نہ جاؤ گے اور نہ تم سے ہماری خفگی کے دور کرنے کی کوئی وجہ طلب کی جائے گی۔ یعنی اس عذاب سے تمہارا چھٹکارا بھی محال اور اب میری رضامندی کا تمہیں حاصل ہونا بھی ناممکن، جیسے کہ مؤمن بغیر عذاب وحساب کے جنت میں جائیں گے ایسے ہی تم بے حساب عذاب کیے جاؤ گے اور تمہاری توبہ بے سود رہے گی۔ اپنے اس فیصلہ کو جو مؤمنوں اور کافروں میں ہوگا بیان فرما کر اب ارشاد فرماتا ہے کہ تمام حمد، زمین وآسمان اور ہر چیز کے مالک، اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو کل جہان کا پالن ہار ہے اس کی کبریائی یعنی سلطنت اور بڑائی آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے ہر چیز اس کے سامنے پست ہے ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ صحیح مسلم کی حدث قدسی میں ہے ''اللہ تعالیٰ جل وعلا فرماتا ہے عظمت میرا تہمد ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو شخص ان میں سے کسی کو بھی مجھ

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ق، باب قولہ ﴿وتقول هل من مزید﴾ ۴۸۵۰؛ صحیح مسلم، ۲۸۴۶؛ ترمذی، ۲۵۶۱؛ احمد، ۲/ ۴۵۰؛ ابن حبان، ۷۲۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للكافر، ۲۹۶۸۔

سے لینا چاہے گا میں اسے جہنم رسید کر دوں گا۔'' [1] یعنی بڑائی اور تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔ وہ عزیز ہے یعنی غالب ہے جو کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہونے کا۔ کوئی نہیں جو اس پر روک ٹوک کر سکے اس کے سامنے پڑ سکے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی قول، کوئی فعل اس کی شریعت کا کوئی مسئلہ اس کی لکھی ہوئی تقدیر کا کوئی حرف حکمت سے خالی نہیں وہ بلندی اور برتری والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی مسجود۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے سورۂ جاثیہ کی تفسیر ختم ہوئی اور اسی کے ساتھ پچیسویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی' فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الکبر، ۲۶۲۰؛ ابوداود، ۴۰۹۰؛ ابن ماجه، ۴۱۷۴؛ احمد، ۲/ ۴۱۴؛ ابن حبان، ۳۲۸؛ الأدب المفرد، ۵۵۲۔

ہمارے ادارے سے شائع تفاسیر وسیرت

کتاب کا نام	مصنف/مؤلف/مترجم/مرتب	ہدیہ
تفسیر ابن کثیر (مکمل 5 جلدیں سبز)	مولانا محمد جونا گڑھی (پاکستانی ایڈیشن)	
تفسیر ابن کثیر (مکمل 5 جلدیں)	مولانا عبدالرشید	
تفسیر حقانی (مکمل 5 جلدیں)	علامہ ابو محمد حقانی دہلوی	
تفسیر معارف القرآن (پاپلین 8 جلدیں خاص)	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ	
تفسیر احسن البیان (مکمل مجلد)	خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھی ؒ	
توضیح القرآن (مکمل مجلد)	حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری	
تفسیر ابن عباس (مکمل 3 جلدیں)	از: امام علامہ جلال الدین سیوطی ؒ	
تفسیر تیسیر القرآن (مکمل 4 جلدیں)	مولانا عبدالرحمٰن کیلانی	
تخریج سیرت النبی ؐ (کامل 2 جلد میں)	ابن ہشام ابو محمد عبدالملک بن ہشام	
حضرت علی ؓ ابن ابی طالب	سلیمان سرحدی	
الخصائص الکبریٰ (2 جلدیں)	حضرت عبدالرحمان جلال الدین سیوطی ؒ	
رحمۃ للعالمین (مجلد)	قاضی سلیمان سلمان منصور پوری	
الرحیق المختوم (سیرت پر ایوارڈ یافتہ کتاب)	مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری	
سیرت سید الانبیاء (الوفا) (مکمل مجلد)	مولانا محمد اشرف سیالوی	
سیرت النبی ؐ (مکمل 4 جلدیں)	علامہ شبلی نعمانی ؒ	
سیرت النبی ؐ ابن ہشام (دو جلدیں)	عبدالجلیل صدیقی "20x26"	
سیرت النبی ؐ	مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی	

ہمارے ادارے کی مکمل فہرستِ کتب مفت طلب فرمائیں۔